

حجۃ الہ

کون؟ کہاں؟ کب؟



تالیف
مفتی ابوبکر شاہ خٹو

دَجَّال

کون؟ کہاں؟ کب؟

احادیث کی عصری تطبیق، دعوتِ فکر، اللہ کے عمل و تدابیر

دجالیات

مسیحیات

مہدویات

مفتی ابوالسبب شاہ منصو

الفلاح کراچی

0321-5728310

دجال

حضرت مہدی، حضرت مسیح علیہما السلام اور دجال اکبر کے متعلق
مستند تحقیق، عصری تطبیق، دفاعی و اقتدائی تدابیر

جملہ حقوق طباعت محفوظ ہیں

کتاب دجال کون ہے؟
مصنف مفتی ابولہبابہ شاہ منصور
تعداد مئیراہ سو
طبع اول 1430ھ - 2009م
ناشر انخلاج کراچی

تقسیم کنندہ: ادارۃ الانور، کراچی

مکتبہ محمد بن العاصم، اردو بازار، لاہور	مکتبہ سید احمد غفیر، اردو بازار، لاہور
مکتبہ فریدیہ 7-12 اسلام آباد	مستاز، کتب خانہ، پشاور
مکتبہ العارفی، جامعہ اعدادیہ، فیصل آباد	بیت الکتاب، گلشن اقبال، کراچی

اسٹاکسٹ : مکتبۃ العصر، کراچی

0322-2111134

فہرست

صفحہ	عنوان
۱۹	انتساب.....
10	مقدمہ: اکابر کے سائے تلے.....
	پہلا باب: مہدویات
17	حضرت مہدی کے نام ایک خط.....
18	ابتدائی تئیں باتیں.....
26	دم مست نکلند.....
33	کامیابی کا راز.....
38	تئیں خوش نصیب طبع.....
44	اب بھی وقت ہے.....
53	جب لاو چلے گا: بخارا.....
59	دودھاری تلوار.....
65	کوئی ایہام سا ایہام ہے!.....

- 70..... کرانے اور چمک
- 74..... بہت کا انتظام
- 83..... غفلت زیادہ نہیں

دوسرا باب: مسیحیات

- 93..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وصیت امت محمدیہ کے نام
- 96..... سب کا انتظار
- 98..... مسند عقیدہ
- 99..... ہجرات کی حکمت
- 100..... راہ و فلاح کے راستے
- 101..... آخری عمر کے کامیابی
- 105..... حج کی کڑی
- 108..... مسیحیات سے متعلق دس سوالات
- 108..... (1) آپ کی بیوی؟
- 109..... (2) آپ کی بیچان کیسے ہوگی؟
- 110..... (3) آپ کے ساتھی کون ہوں گے؟
- 112..... (4) آپ کا کیا مشن ہوگا؟
- 113..... (5) مخصوص وقت
- 114..... (6) مدت قیام
- 115..... (7) آپ کہاں نازل ہوں گے؟
- 115..... (8) عالمی خلافت کے قیام کے بعد کے حالات

116. (9) انتقال اور وفات

117. (10) آپ کے بعد

119. ایک اہم سوال کا جواب

تیسرا باب: دجالیات

123. بھرنے ضد کی تین نشانیاں

124. دجال کا نام اور اس کا معنی

پہلا سوال: دجال کون ہے؟

129. (1) سامری جادوگر

129. (2) حیرم آبیف

134. دجال کا شخصی نمبر

134. (3) امریکا

142. تین مٹی سوالات

142. (1) دجالی نمبر

146. (2) دجال کے ساتھی

148. دجال کے ظہور سے قبل فریب کی دو ممکنہ صورتیں

149. پہلی صورت

150. دوسری صورت

150. فتنہ دجال سے بچنے کے روش رائج

152. بیداری کا وقت

152. (3) دجال کی طاقت

155. دولت اور غر نے

- 157..... پانی اور نثار ❁
- 160..... قدرتی وسائل ❁
- 163..... دوا اور علاج ❁
- 163..... دجال کی حواری ❁
- 164..... جنت اور دوزخ ❁
- 165..... شیطانوں کی امانت ❁
- 165..... انسانی آبادی پر اختیار ❁

دوسرا سوال: دجال کہاں ہے؟

- 173..... دجال کے تین سوال
- 174..... (1) بیسان کا باغ
- 174..... (2) بحیرہ طبرہ کا پانی
- 175..... (3) ذر کا ہشہ
- 175..... دجال کے جاسوس
- 176..... 1- ذی الجناہ مینش
- 179..... 2- عمران کمرے
- 180..... 3- جمیل اور کیچرز
- 181..... 4 مغری نکت
- 181..... 5- قوم کی منتقلی
- 182..... دجال کا مقام

تیسرا سوال: دجال کب برآمد ہوگا؟

- 210..... کرنا کیا ہے؟

- 212..... روحانی تدبیر
- 212..... پہلی ہدایت
- 213..... دوسری ہدایت
- 214..... تیسری ہدایت
- 215..... چوتھی ہدایت
- 217..... پانچویں ہدایت
- 217..... چھٹی ہدایت
- 218..... ساتویں ہدایت
- 221..... آٹھویں ہدایت
- 221..... شہر پرانی تدبیر
- 221..... پہلی تدبیر: اجلاس کی
- 225..... دوسری تدبیر: اجلاس
- 228..... تیسری تدبیر: فقہی مسائل کا حل
- 230..... چوتھی تدبیر: فقہی مسائل کا حل
- 233..... پانچویں تدبیر: فقہی مسائل کا حل
- 236..... آخری بات
- 239..... کتابیات
- 248-241..... تصاویر اور نقشے

انتساب

ان اہل ایمان کے نام
 جو دجالی فتنہ کے ہمنواؤں کے غیر معمولی اقتدار
 نیز.....

قدرتی قوانین و وسائل پر ان کے ہم عصر عالمی قبضے کے باوجود
 ان کے سامنے سر جھکانے پر تیار نہیں

اور

ایمانی زندگی کے ساتھ جینا اور اسی پر مرنے چاہتے ہیں

اللهم اجعلنا منهم ابرح من ان، يا ارحم الراحمين

اکابر کے سائے تلے

خوبی یا خای:

یوں تو یہ کتاب ”دجال“ کے حعلق ہے مگر ”دجالیات“ کا عنوان اس کے بالکل آخر میں ہے۔ کتاب کی ابتدا میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا اور اس کے بعد سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ ”مہدویات“ اور ”مسیحیات“ سے گزرنے کے بعد ہی ”دجالیات“ کا ذکر آپ کو دیکھنے کو ملے گا۔

یہ اس وجہ سے کہ دجال کے تذکرے سے پہلے اس کے خاتمے کے لیے مبعوث کی جانے والی روحانی شخصیات کا تذکرہ ہو جانا چاہیے۔ شرکی طاقتوں کا تذکرہ ہوا اور اس کے خاتمے کے لیے خیر قوتوں کا ذکر خیر نہ ہو تو یہ طرائق شریعت کے خلاف ہے۔ لہذا قاری کو اصل عنوان (دجالیات) تک پہنچنے کے لیے دو تمہیدی عنوانات ”مہدویات اور مسیحیات“ کے مطالعے سے فراغت تک انتظار کرنا ہوگا اور ”مسح الہدی“ کے مطالعے کے بعد بھی وہ ”مسح انصاف“ کو پڑھ سکے گا۔ بعض کتابوں کے سرورق یا فہرست میں کچھ عنوانات پر نقش

انداز میں ہوتے ہیں۔ متن میں ان کا ذکر نہیں ہوتا۔ ایسا نرم بازاری نہیں ہوتی۔ جتنی ان کی خبر گرم تھی۔ اس کے برعکس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ متن میں "اضافات" کا وسیع و عریض ذخیرہ کافی کھلے ہاتھوں سے کھولا گیا جاتا ہے۔ لیکن ہر دوق میں ان کا ذکر اندازہً زیرِ نظر کتابِ اہلِ دوسری قسم سے قطعاً نہیں ہے۔ چونکہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خوبی ہے یا خامی؛ لیکن یہ عرض ضرور ہے کہ اندازِ تالیف کی خاصیت پر بھی متعصب تالیف کی ہیئت پر وہ ڈال دیا کرتی ہے۔ تو یہ یقین سے اتنا ہے کہ انداز سے قطعاً نظر کر لیں۔ مقصد لاپوشِ نظر نہیں۔ ان شاء اللہ! کتاب کی مقصدیت آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔

تقدیم و تاخیر:

یہ تو ایک بات ہوئی۔ دوسری یہ کہ اگرچہ زمانی تسلسل کے لحاظ سے واقعات کی ترتیب کچھ اس طرح بنتی ہے کہ پہلے حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، پھر وہاں کا خروج ہوگا اور پھر اس قدر عظیم کے خاتمے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ لیکن کتابی ترتیب میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر پہلے اور وہاں کا بعد میں ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ زمانی قوتوں کے نمائندوں کا ذکر آگے ہو جائے اور پھر شیطانی طاقتوں کا تذکرہ اس کے بعد آجائے۔ پھر جو چاہے جس صف میں شامل ہو یا جس فہرست میں نام لکھوانا پسند کرے۔ یہ فیصلہ کی بات ہے۔

بہام اور ابجئیں:

آخری اور تیسری بات یہ ہے کہ علاماتِ قیامت کے ابہام میں جو بہام در بہام پوشیدہ ہے، وہ مجائے خود ایک قیامت ہے۔ ان علامات کی عمر کی تحقیق میں جو پیچیدگیوں کا پیش آتی ہیں اور قوی ترین قوانین پر قائم اندازے جس طرح جن وقت پر واقعی حقائق سے دور بہت دور پیچیدہ ابجئوں میں گھبرے دکھائی دیتے ہیں، ان کی بنا پر یہ موضوع

بتنا دلچسپ ہے، مرنے کے حالات پر اس کی تطبیق انتہائی سختیں اور حوصلہ شکن کام ہے۔ امتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اور اکابر کی تقریرات کے مانگے تلے چلا دیتے ہوئے جو کچھ اس عاجز سے ہو سکا، پیش خدمت ہے۔ حتیٰ کہ مکان اس بات کا خیال دکھایا ہے کہ احادیث کی مصری تطبیق کے شوق میں کہیں فراہم ہوئی کو کھینچ جان کر کوئی مخصوص مفہوم نہ پہنایا جائے نہ مخصوص حالات کے مطابق برادر ہوا جائے۔ صرف وہی بات کہی جائے جو اب صاف صاف سمجھ میں آتی ہے اور اس پر بھی اصرار نہ کیا جائے۔

..... جانے یا اللہ!

یہاں یہ سوال ضرور اٹھنے کا کہ جس موضوع پر جو ”حضرت“ جمع کیا گیا ہے، یہ اس سے قبل پیش خدمت کرنے میں کیا مانع تھا؟ اگر ہم آخری زمرہ نہ سے قریب ہیں اور آخری زمانوں کے فقہوں کی اتنی ہی اہمیت ہے تو پھر آج تک اس موضوع سے صرف نظر کی کیا حکمت تھی؟ یہ سلامت تھی یا بدعت؟ اور یہ وہ دانستہ جو ختم پوش تھی یا ناواقفیت؟ یہ سوال بذات خود مستعمل اور بڑھل ہے اور اس کا جواب کتاب کے پہلے مضمون میں مفصل و مدلل ہے۔ ہم عاجز انسانوں سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ الحمد للہ ہم کر سکر رہے۔ آگے رب کی باتیں دی جائے۔ منکلوں کے پاس اللہ سے منت دزاری اور بندوں سے خیر خواہی کے علاوہ دھرائی کیا ہے؟؟

اتفاق میں اختلاف:

یہاں یہ بات واضح ہو چکی چاہیے کہ اس وقت دیر میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت) کے ماننے والے، جو وہی کی غالب اکثریت بھی ہیں، ایک راستی کا انتظار کر رہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوگی۔ برآسمانی مت میں اس ”مسح“ موجود ”کا“ نہ دیکھا گیا ہے لیکن

اس اجمالی اتفاق کے بعد تینوں ملتوں میں اس کی تفصیل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہل اسلام حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے منتظر ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ صلیب توڑ ڈالیں گے۔ بخیر کو قتل کریں گے (یعنی دنیا میں صلیب کی عبادت منقوف اور اس پلید جانور کا گوشت کھانا بند کر دیا جائے گا) نکلیں ختم کر دیں گے۔ اور دنیا بھر میں عادلانہ اسلامی شریعت قائم کریں گے۔

عیسائی حضرات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منتظر ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے تین دن بعد آسمان پر لے ہوئے گئے اور پھر آخر زمانہ میں نازل ہو کر غیر عیسائیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس دوران عیسائی حضرات آسمان کے ہاتھوں میں بیٹھ کر غیر عیسائی انسانیت کے خاتمے کا مشاہدہ کریں گے۔ جبکہ مسلمانوں کے نزدیک سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک صحیح سالم آسمان پر لے گئے۔ یہودی ان کا بال بیک نہیں کرتے۔ پھر آپ نازل ہو کر یہودیوں کا خاتمہ کریں گے۔ اور یہودیوں کے ساتھ وہ عیسائی جو ”صہیونی عیسائی“ بن کر یہودیوں کے مددگار تھے، ان کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور بقیہ رحمدل و بہادر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر سلام لے آئیں گے۔

یہودی جس شخصیت کا انتظار کر رہے ہیں وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ”الاقامہ المنصر“ ہے اور یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اس کی بدولت تمام دنیا پر حکومت کریں گے۔ ”سینا“ (یعنی المسیح الدجال مسیح الشر و الضلالت) کی آمد پر عالمی یہودی ریاست قائم ہو جائے گی۔ تمام غیر یہودی و یہودیوں کی اطاعت قبول کر لیں گے اور یہودی ان میں سے صرف اتنے افراد کو زندہ چھوڑیں گے جنہوں کی وہ اپنی خدمت کے لیے ضرورت محسوس کریں گے۔

۴ خری معرکہ:

ان قینوں استوں کے نظریات میں یہ بات بھی قدر مشترک ہے کہ "مسیحا" کے ذریعے انسانیت کو نجات ملنے سے پہلے کرہ ارض پر ایک زبردست اور تباہ کن جنگ برپا ہوگی۔ اس معرکہ عظیم میں جسے "ام المومنین" یعنی جنگوں کی ماں کہا جاتا ہے، میں کم از کم دو تہائی انسانی آبادی ملیہ میٹ ہو جائے گی۔ زندہ بچ جانے والے ایک تہائی لوگ اس دنیا پر بلا شرکت غیرے حکومت کرے گی۔ اب وہ ایک تہائی قوم کون ہوگی؟ اور دنیا پر کس نظرے کے تحت حکمرانی کرے گی؟ اس کا فیصلہ ہونا باقی ہے اور یہ فیصلہ فلسطین کے قریب "برمچدون" کی وادی میں ہوگا جسے اہل مغرب "آمریکاؤن" کہتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی دونوں اس فیصلہ کن سرے کی زبردست تیاری کر رہے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کچھ ہیں اور صرف ایک قیامت خیز دھماکے کے منتظر ہیں جو (معاذ اللہ) "گنبد صحرا" کے انہدام پر ہوگا کیونکہ ان کے (فروحدہ نظریات اور من گھڑت مذہبی داستانوں کے مطابق) یہاں کی مسافر شدہ و مارت "گنبد صحرا" کے نیچے ہے۔ جب گنبد کی بنیادیں کھڑ کر پھیل کے آثار برآمد ہوں گے تو "سنیا" نکل آئے گا اور اس کی آمد پر وہ نقل عظیم برپا ہوگا جس کے بعد غیر یہودی و عیسائی انسانیت (خصوصاً اہل اسلام) کا خاتمہ ہو جائے گا اور اہل مغرب (یہودی یا عیسائی) بلا شرکت غیرے اس کرہ ارض کے حکمران ہوں گے۔

واحد راہ نجات:

اس اعتبار سے آج کی دنیا تیسری جنگ عظیم کے دہانے پر کھڑی ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب مغرب و شرق اس جنگ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ فرقہ امتا ہے کہ اہل مغرب نے اس کی تیاری کر رہی ہے۔ وہ لوگ خود کو مادیت پسند کہلاتے ہیں اور انہیں جناتی و جنیش کونین کے نقل نہیں سمجھے جاتے۔ لیکن انہوں نے درپردہ خود کو قورات و

انجیل اور تالمسودی تحریف شدہ پیش گوئیوں کے مطابق خود کو تیار کر لیا ہے۔۔۔ جبکہ اہل مشرق آتش فشاں کے دہانے پر کھڑے ہو کر بھی اس ہولناک انجیوار سے بے خبر ہیں جس کی ان کے نبی پاک الصادق المصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور ان کی وہی گئی اطلاعات حرف بہ حرف پورا ہوتے ہوئے مکمل ہونے کے قریب پہنچ چکی ہیں۔ یہ کتاب اہل اسلام کی خدمت میں دہائی ہے، فریاد ہے، منت و زاری اور عاجزانہ التجا ہے۔ مغرب سے اٹھنے والا طوفان منقریب ہم پر چڑھ دوڑنے والا ہے۔ ہمیں اپنے نجات دہندہ قائدین حضرت مہدی و حضرت مسیح علیہما السلام کی معیت میں ایمان و اسخ و حمل صالح اٹھاتے ہوئے جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ یہی واعد، پہلی اور آخری متعین راہنجات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور قیامت سے پہلے جو قیامت ہماری منتظر ہیں، ان سے سرفروئی کے ساتھ گزرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

پہلا باب

مہدویات

حضرت مہدی کون ہوں گے؟

حضرت مہدی کے ساتھی کون ہوں گے؟

حضرت مہدی کی جدوجہد کس نوعیت کی ہوگی؟

حضرت مہدی کسب، کہن اور کس طرح ظاہر ہوں گے؟

حضرت حادث و منصور کا کردار کیا ہوگا؟

مغرب کی عظیم ایشیائی حالت کے خلاف آپ کیونکر کامیاب ہوں گے؟

حضرت مہدی کے نام ایک خط

وہ العالم دوم جو بند کے سب سے پہلے جہنم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ ظاہری و
باطنی علوم کے جامع تھے۔ فقہ ہدیہ خاندان کے اکابر میں سے تھے۔ آخر عمر میں ہجرت فرما کر مکہ
مکرمہ آئے۔ وہیں ان کی وفات بھی ہوئی اور وہیں قبر بھی ہے۔ آپ کو آخر زمانہ میں علامات
قیامت کے ظہور خصوصاً حضرت مہدی کی قیادت میں عیسیٰ علی نبی و جد و جہد سے قصوم بھی دلچسپی
تھی۔ حضرت مہدی کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوگا۔ دوسری طرف انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاندان کو فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں۔ اور
بیت اللہ چونکہ قیامت تک باقی رہے گا اس لیے مکہ میں چاہے سارے خاندان آجائیں بھی کسی کا
خاندان قیامت تک باقی رہے گا۔

چنانچہ مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کی جب آخری عمر ہوئی اور نہیں شد یہ اشتیاق تھا کہ
حضرت مہدی کے ہاتھ پر بیت اور ان کی قیادت میں جہاد نصیب ہو جائے تو ان کو عجیب ترکیب
سوجھی کہ جب یہ خاندان قیامت تک باقی رہے گا تو کمال ظہور مہدی کے زمانہ میں بھی موجود رہے
گا۔ جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ کعبۃ اللہ کی دیوار سے ایک لاکھ مسلمانوں کو بیت
کریں گے تب کعبۃ اللہ کی کنجیاں بھی خاندان کے کسی فرد کے ہاتھ میں ہوں گی۔ چنانچہ اسی کے
پیش نظر جنہوں نے ایک حائل شریف اور ایک توادری اور ایک خط حضرت مہدی کے نام لکھا۔ اس
خط کا مضمون یہ ہے: ”فقیر رفیع الدین دوم ہندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب
کمر رہے ہیں۔ ایسے مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوہ بدر کے مجاہدین کو ملا
تھا۔ مولانا رفیع الدین کی طرف سے یہ حائل تو آپ کے لیے جاری ہے اور یہ تلواریں جو بد کوٹنے والے
کو دوسری طرف سے دھک میں شریک ہو جائے اور مجھے بھی رواج میں جائے۔“ پھر یہ قیاس
چلیں بھی کہ خاندان والوں کے سپرد ہیں اور ان سے کہا کہ تمہارا خاندان قیامت تک رہے گا۔
یہ حضرت مہدی کے لیے امانت ہے۔ جب تہذیب انقال و توتم اپنے کام کو اہمیت کر دینا اور
ان سے تہذیب کو دھانپنے کا نظم مقام کو اہمیت کرے اور ہر ایک یہ اہمیت کرتا جائے یہاں تک یہ
اہمیت حضرت مہدی تک پہنچ جائے۔“ (خطات تکمیر ۱۱: ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰،

ابتدائی تین باتیں

”حضرت مہدیؑ نے کہا ہے: ”تین باتیں آجسہا بہت اہم ہیں: (۱) حضرت مہدیؑ کون ہوں گے؟ (۲) طہور کے بعد یہ کریں گے؟ (۳) اب ظاہر ہوں گے؟ ان کو اگر سمجھ لیا جائے تو ان مہم شروع سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں فتر ہو جاتی ہیں۔ آج ہم ان سوالوں سے دو گھر چیاں پھیلائی نہیں، جو غلط رہتی تھی، ان کی مچائیں بھی نہیں رہتی۔

پہلی بات: حضرت مہدیؑ کون ہوں گے؟

سب سے پہلا سوال یہ ہے حضرت مہدیؑ کون ہوں گے؟ اس سوال کا جواب دو طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

1۔ حضرت مہدیؑ کا عائسانہ تعارف۔

حضرت کا عائسانہ تعارف تو مستحکم ہے کہ وہ شیعی سادات میں سے ہوں گے۔ ان کا نام زکی محمد یا احمد اور والد کا نام عبد اللہ ہوگا۔ مہدیؑ کے متعلق علامہ سید زکریٰ فرماتے ہیں: ”مجھے ان کی والدہ کے نام کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ملی، البتہ بعض حضرات نے والد کا نام ”آمن“ تحریر کیا ہے۔ مہدیؑ ان کا نام نہیں، القاب ہے۔ بمعنی ”امیت یافتہ“۔ یعنی

امت کو ان کے دور میں جن امور کی ضرورت ہوئی اور جو چیزیں اس کی کامیابی اور برتری کے لیے ضروری ہوں گی اور چوری روئے زمین کے مسلمان بے تحاشا قربانیاں دینے کے باوجود محض ان چند چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو رہے ہوں گے، حضرت مہدیؑ کو قدوتی طور پر ان کا اور اک ہوگا اور وہ ان کو تاجپوش کی طافی اور ان چند مطلوبہ صفات کو باسانی اپنا کر امت کے لیے مثالی کردار ادا کریں گے۔ اور دیکھ چند سالوں میں کرلیں گے جو صدیوں سے مسلمانوں سے بن نہ چڑ رہا ہوگا؟ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے۔ 40 سال کی عمر میں امت مسلمہ ان کو اپنا قائد بنائے گی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے کفر کے پر پا کر وہ مظالم کے خلاف وہ عظیم جہاد شروع کرے گی۔ جس کا اختتام عالمی خلافت اسلامیہ کے قیام پر ہوگا۔ یہ تو ان کا سیدھا سادہ تعارف ہے جو اکثر احادیث میں موجود ہے۔

2- حضرت مہدیؑ کا حاضرانہ تعارف:

جہاں تک بات حاضرانہ تعارف کی ہے تو اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ شخص چچا مہدیؑ بھی ہو ہی نہیں سکتا جو مہدیؑ ہونے کا دعویٰ کرے۔ دعوائے مہدویت اور حقیقی مہدویت میں آگ اور پانی کا تضاد ہے۔ اس کے کئی دلائل ہیں۔ چونکہ جو سٹے مدعی ہر دور میں قند پھیلاتے رہے ہیں..... ہمارے زمانے میں بھی اس روحانی منصب پر فائز ہو کر دعویٰ مفادات ہونے والوں کی کمی نہیں لہذا ہم جو نے مدعیوں سے حقے کی تردید میں چند مضبوط دلائل پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

(1) "مہدویت" ایک روحانی منصب ہے اور میرے شیخ و مرشد، محبوب العلماء، والصلیٰ، حضرت "امام باقرؑ و امام صادقؑ و امام کاظمؑ و امام رضاؑ و امام محمد باقرؑ و امام جوادؑ و امام اسحاقؑ و امام یونسؑ و امام اسحاقؑ و امام یونسؑ و امام اسحاقؑ و امام یونسؑ" فرمایا کرتے ہیں "تصوف نے میدانِ شریعت کی رہنمائی نہیں ہے۔" "نوح بات یہ ہے کہ مہدیؑ

سادات کو مہدی کا الٰہی مہر انی اس لیے ہے کہ وہ اپنے جائز و کوارحق سے دستبردار ہو گئے تھے تو اب بچے مہدی کے لیے دولت کے ذریعے یہ عقیدہ منسوب نہ مل کر سکتے تھے کیا ممکن تھا کہ روٹنی ہے؟ تفصیل اس اہمات کی یہ ہے کہ نوان و جناب مہدیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ عظیم یشار کا مظہر در کرتے ہوئے مہدیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے اور محض مسلمانوں میں اتفاق اور صلح کی خاطر اپنا یہ حق چھوڑ دیا۔ اس کے بدلے انہیں خزانے میں جب امت کو اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہوئی تو اللہ پاک انہی کی اولاد میں سے ایک مجاہد لیڈر کی سطح پر خلافت کے قیام کے لیے منتخب فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ کہ وہ ملاتے ہیں خلافت چھوڑنے کے بدلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کو یہی خلافت کا انحصار ملے گا۔ آپ کے اسمی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہے جس طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے بہت سے انبیاء کرام آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی نبیؐ جو ”خاتم الانبیاء“ بنے۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے بہت سے اولیاء آئے جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک ہی بہت بڑے ولی آئیں گے جو ”خاتم الاولیاء“ ہوں گے۔ (دیکھیے: ملاحی قاری کی مرقاة المفاتیح 1/471-472 اور سورۃ ابراہیم کا ترجمہ ص 111) (1977ء)

(2) مہدویت کا انہیں خود کوئی کرنے والے کے بھولنے ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مہدی تو حدیث شریف کی بیان کردہ واضح مہر امت اور بچے اللہ والوں کے طریقے کے مطابق امت و مہدو اور منصب قبول کرنے سے جتنا ان سے بڑے کا بڑے درجے کے جتنی کم درجات ہو، جو ان کے مختلف قسموں (پادشاہ، نواب، بانی، شرم،

مراکش، الجزائر، افغانستان، سوڈان) سے حضرت مہدی کی تلاش میں آئے ہوں گے اور ہر ایک کے ہاتھ پر تین سو دس سے کچھ اوپر افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی اور یہ سب مل کر شدت سے اس شخص کو تلاش کر رہے ہوں گے جس کے ہاتھ پر بیعت سے امت میں اتحاد و اتفاق ہوگا۔ مرتزی قیادت نصیب ہوگی، فتنوں کا خاتمہ ہوگا، یورپ کے صلیبیوں اور امریکا و اسرائیل کے یہودیوں کی سازشیں اہتوزو دیں گی اور حکومت الہیہ قائم ہوگی، یہ سب اہل علم و صلاح بھی ہوں گے اور اپنی اپنی رسالت سے موت تک جہاد کی بیعت بھی لیے ہوئے ہوں گے (اے اہل اسلام! علم دین، تصوف شرعی اور جہاد فی سبیل اللہ کے حاملین و داعیوں سے تم کہاں درغلا لیے جاتے ہو؟) یہ ساتویں حضرات مل کر حضرت مہدی کو حرمین میں تلاش کریں گے۔ سب حضرات مہدی تک پہنچ جائیں گے اور ان میں تمام علاقہ نشین پائیں گے تو تھم ہی کے لیے ان سے پوچھیں گے "آپ فلاں بن فلاں ہیں؟" حضرت مہدی ان کو خواہو رتی سے مالتے ہوئے نہیں گے۔ "میں تو ایک انصاری ہوں۔" یعنی اللہ کے دین کی مدد کرنے والا اور یہ کہہ کر مکہ عروبہ سے چھپ کر مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ یہ حضرات آپ کو تلاش کرتے کرتے مدینہ شریف پہنچ جائیں گے۔ حضرت مہدی امامت کا عہدہ دیے جانے سے بچنے کے لیے ان سے چھپ کر پھر مکہ عروبہ آجائیں گے۔ یہ علاقے کرام بے تاب ہوں گے کہ ہم نے دنیا بھر میں جہاد کیا۔ اصلاحی کوششیں کیں۔ جان، مال، عزت و آبرو کی بے حساب قربانیاں دیں۔ منزل بھر بھی ہاتھ آئے نہیں دے رہی۔ کفر کا زور ٹوٹ رہا ہے۔ کفریات کا غلبہ ختم ہو رہا ہے اور اس کی وجہ محض کسی جبری اور اہل قائد کا نہ ہونا ہے۔ امت کو جس قائد کی ضرورت ہے، جس میں قتل و سوجھ بوجھ بھی ہو، جرأت و شجاعت بھی اور قدرت کی طرف سے ہدایت و نصرت بھی، اس کے قریب پہنچ کر بھی ہم پھر محروم نہ مگن۔ یہ آپ کو کھوئے کھوئے چرچر مونی و دھنچیں نے۔ اس طرح تین چار حرمین نے درمیان نہیں

گئے۔ آخر کار یہ علماء تیسری مرتبہ حضرت مہدی کو تہرہ اسود کے پاس جا لیں گے۔ آپ کعبہ کے ساتھ چٹ کر، چہرہ کعبہ کی دیوار پر دھکڑتے ہوئے اُمت کی حالت پر رورہے ہوں گے۔ یہ علماء آپ کو پہلے خدا کا واسطہ دے کر کہیں گے کہ اگر آپ نے بیعت کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا تو جتنی اُمت مظلومیت کی حالت میں ماری جا رہی ہے، اس سب کا گناہ آپ کے سر پر ہوگا۔ اس پر حضرت مہدی مجبور ہو کر مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان بیٹھ کر ان سے کہیں گے کہ آؤ! پھر آخری فتح تک اکٹھے بیٹھنے مرنے کا عہد کرتے ہیں۔ امیر اور مامور کے اس عہد کو شریعت کی اصطلاح میں ”بیعت“ کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان علمائے کرام سے شریعت کی اتباع اور مرتے دم تک جہاد پر بیعت لیں گے۔ اس ہجرت اور جہاد کے نتیجے میں عالمی سطح پر خلافت اسلامیہ قائم ہو جائے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمایا مگر جہاد کا عمل جاری کیا تھا۔ حضرت مہدی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ہجرت منقول فرمایا مگر جہاد کی سنت کو پھر سے زندہ فرمائیں گے اور مسلمانوں کی امیدوں، جتناؤں اور خوابوں کو تعمیر مل جائے گی۔

(3) ایک اور دلیل جو نہایت جاہ کے مریضوں کی طرف سے مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو جھوٹا ثابت کرتی ہے، یہ ہے کہ عمیر سے پہلے خود حضرت مہدی اپنے مقام سے ناواقف ہوں گے۔ ان کی اپنی صلاحیتیں خود ان پر غنی ہوں گی اور وہ ایک عام آدمی کی زندگی گزار رہے ہوں گے۔۔۔۔۔ بھلا وہ کیسے مہدی ہونے کا دعویٰ کر سکیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے: عن علی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الْمَهْدِيُّ بَنِي أَفْلَحَ لِيُصْلِحَ اللَّهُ لِيُؤْتِيَ الْبِلَادَ“ (ابن ماجہ، باب سرور المہدی: ۳۱۰/۱ و مسند احمد ۱۰۶/۱) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کو یہ صلاحیت عطا فرما دے گا۔

حلاۃ ابن کثیر رحمہ اللہ اس نہایت کی شرح میں فرماتے ہیں: "ای بتوف علیہ و یوفیٰ و یلہیجہ و یترشدہ بعد ان یکن کذلک"۔ (الہدایۃ فی الغیۃ و الملاحم ۳۱/۱) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و توفیق سے ہر فرد کو قرار کر پہلے انہیں (حقیقت کا) الہام کریں گے اور اس مقام سے آشنا کریں گے، جس سے وہ پہلے ناواقف تھے۔

حضرت مولانا پیر سالم میرٹھی مہاجر دینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "ایک عیسائی
محققیت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الامان قلوب میں یہ
سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب حضرت مہدیؑ کی پہلی ہوئی شہرت رتختے میں تو پھر ان کا تعارف
موجود خواص میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس لیے مصائب و آایام کے وقت ان کے ظہور کا
انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اس لفظ (بسطحہ اللہ فی لبدہ) نے یہ حل کر دیا کہ
یہ مناسبات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں، لیکن ان کے دو یا تین تقررات اور
روحانیت مشیت الہیہ کے ماتحت اوچھل رکھی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا
وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آ جائیں
گی۔ تو یا یہ بھی ایک کرشمہ قدس ہے کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو
پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قہر و تباہی یہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں
پیدا کر دے گی جن کے بعد ان کا مہدیؑ ہونا خود ان پر اب و تمام دنیا پر بھی مشکف ہو جائے گا۔

(ترجمانی السہ: ۱/۱۶۱: ۱۶۲)

اس ساری تفصیل سے جو مسئلہ کتابوں میں مذکور ہے (اس وقت اندو کے سامنے وہ دور جس کے قریب کتابیں موجود ہیں جن کی غیرت اس کتاب سے آخر میں ہے) معلوم ہوا

کہ مہدی ہونا جہادی اور عسکری قیادت کے ساتھ ایک طرح سے روحانی منصب ہے اور روحانیت کے مقام پر وہ نزلوں کے منصب کا دعویٰ نہیں کیا کرتے۔ البتہ ان کی کارکردگی اور عظمت ایسی ہوتی ہے کہ لوگ عہدوں اور منصبوں اور خود ان پر صدقہ داری کرتے ہیں۔ پھر مہدی کی مسند پھوٹوں کی تہ نہیں، انھوں نے جرات ہے۔ اس میں جوں نہیں ہو گا کہ مہدی موجود ہونے کا دعویٰ کر کے کوئی صاحب مسند نشین ہو جائے، البتہ رائے وصول فرماتے رہیں اور امت نے مسائل حل کرنے اور اس کی شہرت کو چند صدیوں سے نکالنے کے لیے قربانی دیئے، بھائیوں کے لیے یا مسئلہ میں کو مسند نشین ہو جائیں۔ مہدی ہونے کا مطلب پوری دنیا کے عسکری طاقتور اس سے ٹکرائیں، وہ ان پر بھی غلبہ و مسلمانوں کی مدد کے لیے گئے۔ یا اسے گزر کر فتح کا حصول اور خون کا نہ رہا، پھر کر کے "خلافت" یہی ملی منہاج الملوک کا قیام ہے۔ اب فرمائیے کہ اس میں ہماری کئی کئی ہے اور عمل آراء اور کئی کئی ترقی ضروری ہے؟ مگر ذاتِ الہی کی طرح کے مردوں اور ویرانی کے پائوں کا یہاں کیا اثر ہے؟ یہاں یہ بات نصیحت سے محفوظ ہے کہ حضرت مہدی جس طرح اپنے کے پردوں سے چھٹے ہو یا اور کعبہ پر مسند کرتے ہوئے امت کی بدنامی پر، وہ ہے ہوں گے، انہی طرح یہ حالت ملے گی ان کی جستجو میں۔ یہ ہیں۔ یہ ہے اب ہوں گے۔ ان کے ساتھ موجود ہیں سو افراد بھی دنیا بھر سے ان کی خوشی میں زمین میں اپنے بچے ہوں گے اور پانچ سب بچے امیر کے ایک شہر پر نائے کے لیے تپ رہے ہوں گے۔ امت مسلمہ کے لیے امیر اور مامور کی یہ تپ اور رحمت و مہیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ امت کی خدمت کا کام لیتے۔ ان کی چیزوں کو آسان کرتے اور صحیح وقت پر کچھ چیز کی تہیں توفیق عطا فرماتے ہیں۔ پس اسے حضرت مہدی کے متعلق معلوم ہے کہ شوق ہے اسے پہلے تو اپنی حالت مدد دینی ہے، حقوق اللہ و حقوق العباد کی اور ان کی کا اشتہار کرنا چاہیے اور پھر اپنے بھائیوں کے لیے چاہا جائے۔ امت مسلمہ کی تہی ہونے میں حاد، مشائخ اور مجاہدین کا ہاتھ ملنا چاہیے۔ اپنے جان و مال اور مال میں مسلمانوں کے لیے اور حشر رکھنا چاہیے۔ اپنے حق کو

کی تسلیں اس سہارے لشکر میں شامل ہو سکتی ہیں۔ محض اندازے، قیاسات، تخیلات اور عمل کے بغیر حسبِ مشائخانی کی اُمید یا قرہانی کے بغیر نئے جذبات کسی کام کے نہیں۔

ان دو جواہروں کے بعد بعض قارئین کی نظر میں پہلا سوال ختم ہو گیا ہوگا لیکن درحقیقت مسئلہ سے یہ سوال ایک نئے پہلو سے سر اٹھاتا ہے۔ حضرت مہدی کون ہوں گے؟ اس سوال پر اب تک جو بات ہوئی ہے وہ کنالی یا علی اور ذہبی ہے۔ لیکن کیا محض اس سے تحقیق ہو جاتی ہے؟ اس تخیلاتی تعارف کو عمری تطبیق کی شکل دیے بغیر بات پوری ہو جائے گی؟ یہ عاجز سمجھتا ہے کہ بات کو یہیں تک لا کر چھوڑنے سے گمراہ اور نفس پرست قسم کے لوگوں کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ جہاں چاہیں تطبیق کرتے پھریں اور جسے چاہیں مہدی مان کر اس کے لیے پہانی مٹی جھوٹی روحانیت اور نفسیاتی مراعات کی گڑگڑائی ہاتھ دھوئے رہیں۔ ہمارے ہاں چونکہ طبعیتیں اور ذاتِ فتنہ زدہ ہیں اس لیے جھوٹے مدعیوں کے پیچھے چلنے والے بہت ہیں اور بچے مہدی کی طلب رکھنے والے کم ہیں۔ کیونکہ جو یہ طلب رکھنے کا اسے اس کے تقاضے بھی پورے کرنے پڑیں گے اور نا آسودہ حسرتوں اور تھکنہ تھناؤں کے مارے ہوئے آج کے مسلمانوں کے لیے یہی وجہ ہے جس سے ہماری جان جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی طرح اس کی علامات کو بھی کسی قدر مبہم رکھا ہے۔ ان کی صحیح تفسیر کسی کے بس کی بات نہیں۔ بہت سے محققین کے اندازے بھی غیر واقعی ثابت ہوئے ہیں۔ البتہ حتمی تفسیر اور مکمل ابہام کے درمیان محض امکانی تطبیق اور ممکنہ صدوق کی حد تک بات کی جائے، اس کی صحت پر اصرار نہ کیا جائے ورنہ اس کی بنیاد پر شریعت کے خلاف یا اکابرین کے مشرب سے بہت کر کوئی تاویل کی جائے اور غلامی کرام و مشائخ نظام کی توجیہات و تنبیہات کو قبول کر لینے کے لیے تیار رہا جائے تو زبان کھولنا شاید ممنوع نہ ہوگا، خصوصاً اس لیے کہ مقصد صرف اور صرف علوِ مسلمانوں کو اصطلاح نفس اور جہاد و جہاد کی دعوت دینا ہو۔ تو آئیے ایک نکتہ ذرا اس پہلو پر ڈالتے ہیں۔

وہو العاصم من الضرور والفقن

دم مست قلندر

دوسری بات حضرت مہدی کون ہوں گے؟

حضرت مہدی کون ہوں گے؟ یہ سوال جتنا اہم ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ ان کے ساتھ چلنے والے کون ہوں گے؟ امیر کی پہچان جتنا اذوق ہے اتنا ہی لازمی یہ بھی ہے کہ اس کے ماسوہ اور اس کے سردار و جہ دست کی پہچان ہو تاکہ حضرت مہدی کو کوئی پائیکل یا سائیکل مان غلط فہمی نہ پھیلے جو موت سے نکل موت کی تیرہی میں کام آسکتی ہیں۔

قادر مین محترم! احادیث میں دو ایشاد سے ایسے ملتے ہیں جن سے آخری زمانے کے کامیاب قائد اور اس کے خوش نصیب کارکن دونوں کی کسی قدر پہچان ہو جاتی ہے اور وہی وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی کئی کئی قربانی دینے اور بعض کے خلاف ڈٹ جانے کا حوصلہ ملتا ہے۔ یہ دونوں احادیث بندہ کے سامنے عربی میں یا موالہ موجود ہیں۔ حوالہ مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف کا ہے۔ نہیں اگر ہم عربی مبادت کی طرف گئے تو یہ تحقیقی مضمون بن جائے گا ذیل بندہ تحقیق کا اس غمیں تحقیق کے لیے بیٹھا ہے اکابر کی حرف و جوش کرتا ہے۔ اللہ پاک نے ہمارے کارنامے اور بندہ کو جس علم اور تقویٰ سے نوازا وہ واضح ہے۔

جو خیم و بصیرت عطا کی اور کامل ہے ہماری خوش نصیبی یہ ہے کہ ان سے پوچھ پوچھ کر چلتے رہیں اور ان کی تقلید میں احتیاط اور نجات کو مضمر سمجھیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے والد حضرت مفتی و عظیم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی نامی ہوئی جس محرکہ آثار کتاب کی تحقیق و تبلیغ کی ہے اور اس کے آخر میں ’فہرست علامات قیامت‘ کے عنوان کے تحت تیسری علامت یوں تحریر ہے ”نزول یحییٰ تکامل امت میں ایک جماعت حق کے لیے برسرِ پیکار ہے مگر جو اپنے مخالفین کی پروا نہ کرے گی۔ اس جماعت کے آخری امیر امام مہدی ہوں گے۔“ (ص: 142) اس میں آخری جملہ (اس جماعت کے آخری امیر امام مہدی ہوں گے) بہت اہم ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے حضرت مہدی نہ کسی غیر، جہاد کی جماعت کے سربراہوں کے نہ کسی اور قسم کے نظری یا تنظیمی کردہ کے نہ وہ جہادی جماعتوں کے آخری امیر ہوں گے۔ امت حق کی تمام جہادی جماعتیں دوران کے ذمہ دار بن جائیں جماعتوں کو ان کے اجماع میں رہ کر ان کے ساتھ فہم ہو جائیں گے اور دنیا بھر میں اٹل اٹل جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ حضرت مہدی کے جہنم سے ملے جب آشوبی ہوں گی تو مجاہدین کی بے مثال قربانیاں اور حضرت مہدی کی فحشا اور جرات مند قیادت کی ترغیب دہانوں وہ تشدد و چال و دھوکے کی جو عرصہ ہوا کم ہو گئی ہے اور فتح و نصرت اور ترقی و کامیابی کی کازی کے چاندوں کا ر (علم، تقویٰ، دعوت، جہاد) موجود ہونے کے باوجود پھل کے نہیں دے رہی۔

اب مامورین اور کارکنوں کی پہچان کی طرف آئیے۔ مسئلہ ہی بالکل صاف ہو جائے گا۔ دنیا میں اس وقت مسلمہ نوس کے تین مخالفین ہیں: یہود و ہنود (مشرکین)، عیسائی۔ حضرت مہدی کی جنت مسلمانوں (یہودی یونین) سے ہوگی۔ ہندوؤں اور اہل اوی فکر کے حکام نام نہاد مسلم حکمرانوں کو اکثریت مہدی کی طرف سے ہندوستان کے لیے تشکیل دیہا جاناہار

تکست دے کر اور چیزیاں لگو کر گرفتار کر کے لائیں گے۔ یہود اور ان کے سربراہ الہ جال اعظم نے خاتمہ کے لیے حضرت مسیحی علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ اس کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے تحاشا ستایا۔ جان لینے کی کوشش کی۔ آپ کے خون یوں نے آپ کے گرد جانیں اے کر آپ کی حفاظت نہ کی۔ انہی یہود نے مشرکین کے ساتھ مل کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت ستایا۔ جان لینے کے واسطے ہو گئے۔ آپ کے صحابہ نے آپ کے گرد اپنے دوسروں کی دیوار کھڑی کر دی۔ مہاجر صحابہ تو شکہ ہی کہوتیاں بنا کر تھے لیکن انصار کا حال بھی یہ تھا کہ جب تک ایک بھی زندہ تھا، ممکن نہ تھا کہ اس پر دستہ گزرتا۔ بغیر کوئی آپ تک پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس وفادار لڑائی پر امت محمدیہ کو یہ انعام دینے لگے۔ جس طرح اس امت کے شروع کے لوگوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ مل کر "یہود" بننے لگے، اُنہیں مانتے کا کارنہ سائنجام یا دای طرف اس امت کے آخری لوگ "یہودوں" بننے لگے۔ خاتمہ کے لیے بھی دوبارہ بحیثیت امتی آئے ہوئے پہلے پیغمبر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بن کر ساتھیوں کی یاد تازہ کریں گے۔

دوسری وجہ یہ کہ جوں کو غیر معمولی سائنسی طاقتیں حاصل ہوں گی۔ مغرب میں مصروف کار تمام دنیا کے ذہین ترین دماغ جو چھوٹے بچہ کر رہے ہیں، یہ دراصل دجال کے ظہور کے لیے یہ ان ہموار کر رہے ہیں۔ یہ اپنی ساری نیکیاں اوتی اس کے دامن میں ایسے ہی اٹھیں گے جیسے کہ ہل حق میں سے خوش نصیب لوگ حضرت مہدی کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونے پر اپنا سب کچھ ان کے پاؤں سے ڈال دیں گے۔ امریکا اور تیار ہوتے تھے امریکا؟ اے ہوسے زمین وہ غلوں کی ابداد است کہاں تک پہنچیں گی؟ اس کا اندازہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے لگا جاسکتا ہے جس میں "انہیں" سے مل جاتا ہے۔ پر جوں کی غیر معمولی "شعبہ" دونوں "بیان" کی ہیں۔ ایک تازہ

ترین ایجادیں لیجیے۔ ”برمودا اثر کی اینٹھل“ نامی مقام میں ٹکون میں جوبہریں کارفرمایاں انہیں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ان کو اگر کسی انسان، جہاز یا کسی بھی دیوبیکل چیز پر ڈالا جائے تو وہ ویسے ہی غائب ہو جائے گی جیسے برمودا کے ٹکون میں سالم ہوائی اور بحری جہاز غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز حاصل ہونے کے بعد محفوظ ہو چکی ہے۔ عنقریب جب حالات کی بھیجی میں جنگ کی آگ مزید گرم ہوگی تو اس ایجاد کا استعمال مادہ پرستوں کی آنکھوں کو خیر و کرڑا لے گا اور وہ ارضی خداؤں کی جھوٹی خدائی کے پہلے سے زیادہ قائل ہو جائیں گے جبکہ خداست ملنگوں کو اس کی ویسی ہی پروا نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ حدیث میں بیان ہوا ہے اور جیسا کہ آج دنیا اچھی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ دجال اعظم کو حاصل اس طرح کی غیر معمولی سائنسی قوتوں کے مقابلے کے لیے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غیر معمولی ”جڑواں“ قوتیں دی گئی ہیں۔

جب حضرت مہدی کی یورپی عیسائیوں سے جنگ ہوگی اس میں حضرت کے ساتھ بارہ ہزار کے قریب مجاہد ہوں گے:

”بارہ ہزار کی تعداد کو کسی کی بنا پر شکست نہیں دی جاسکتی۔“ (حدیث شریف)

دوسری طرف متحدہ یورپی فوج میں نو لاکھ ساٹھ ہزار کا لٹری ڈیول ہوگا۔ بارہ ہجندے ہوں گے اور ہر ہجندے کے نیچے اتنی ہزار سورما ہوں گے۔ $(9,60,000 = 80 \times 12)$ ۔ یہ لوگ یورپ کے دروازہ قسطنطنیہ (استنبول) سے گزر کر شام کی سرزمین پر آئے ہوئے ہوں گے۔ گویا خطہ ہر میں دونوں طریقوں میں کوئی جواز ہی نہ ہوگا۔ اس پر ”یورپین کونیشن“ حضرت مہدی بلوران کے دفعتاً پر رحم کھا کر ایک پیش کش کرے گی۔ ایک آسان سامعہ اب رکھے گی کہ یہ پورا کردہ ایم داکس چلے جاتے ہیں۔ تم صرف اتنا کرو۔ ”تم نے ہمارے جو وہی قیدیے تھے اور وہ ہمارا مذہب چھوڑ کر تمہارا مذہب اپنا چکے ہیں۔ اب تمہارا سامعہ مل کر ہم سے

لڑنے کے لیے آئے ہیں، تم ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاؤ، ہم صرف ان سے لڑنے کے لیے آئے ہیں۔ تم سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔"

آپ نے نور فرمایہ چند گوری چڑی والے ورنی جنگی قیدی مسلمانوں کا دس سوکڑیجہ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کی مسلمان نہیں، تو مسلم ہیں اور حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے کے جادوئروں کی طرح ان کا ایمان کا کامل ہو چکا ہے کہ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ شام ہو کر ساڑھے نو لاکھ سے فکرنے کے لیے تیار ہیں۔ ان چند نو مسلم افراد کی جواہلی پر دنیا کی ترقی یافتہ ترین متحدہ قوتوں کا لشکر انہیں جانے پر تیار ہے اور چند ہزار نو لکھ بھی لے مجاہدین کی ہاں بٹھائی اس سے مشروط ہے جنہیں موت سارے سے نظر آ رہی ہے۔ لیکن ان چند کامل ایمان جہاد یوں کا جواب دینے

"اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ اسلام قبول کرنے کے ہمارے بھائی ہیں چھ میں۔ ہم انہیں کسی صورت میں ایکایک نہیں چھوڑیں گے۔"

انہ اکبر! جانتے ہیں جرات اس وقت روئے زمین پر موجود کس طبقے میں ہے؟ کون ہے جو یقین پورا کر سکیں، تمام پیر پادریوں، تمام پادریوں، تمام پادریوں، تمام پادریوں کا جواب دے سکتے ہیں کہ ملک جاتا ہے تو جانے، حکومت چھٹی ہے تو سہ بار پچھتے، ہم کسی مسلمان کو کفار کے حوالے کرنے کی ہے نیرتی بھی نہیں کر سکتے۔ وہ اور ہوں گے جو چند اوروں کے عوض مل بیٹ کو بیچتے ہیں اور پھر اس کی گالی کھاتے ہیں۔

جانتے ایمان میں کوئی مشکل رہ گئی ہے؟ کوئی سمجھ رہی ہے؟ سمجھتے تو اس کی مرضی اور کوئی حجاب، کوئی رکاوٹ، کوئی حائل نہیں۔

"بہت تم دیکھو، خراسان کی چوب سے یہ دھندلے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل نہ ہاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے ریف پر کھست نہ لگا کر اکت کر کے کہیں نہ چاہے۔"

چاہے کہ اس فکر میں اللہ کے آخری نایفہ مہدی ہوں گے۔"

یہاں پہنچ کر یہ سوال کافی حد تک حل ہو چکا ہے۔ غور نہ تعارف سے جو شرائط تعارف تک کا سلسلہ کافی مستفیض خیرہ داتا ہے۔ اس میں بہت لوگ پا تو نہایت جلدی کرتے ہیں اور جھوٹے مدعیوں کو سچ سمجھتے لگتے ہیں (ایک جھوٹے مدعی شہباز کا: آپ کی حال ہی میں سرکردہ کے بعد فیصل آباد سینٹرل جیل میں اس کے چیلوں نے جیل گونیاں جھوٹی ۴ بہت بہتر نے پڑھ کالی لگائی ہے) اور کچھ لوگ اس کے نہایت دور دراز اور طویل المدیہ دیوتوں کے قائل ہیں۔ دراصل سچ تعین تو ممکن ہی نہیں۔ نہ اس مسئلے کی نہ اس جیسے دیگر مسائل کی بلکہ مکمل ایہام بھی تو بل قدر روشن نہیں۔ حتیٰ ایام اور حتیٰ تعین کے درمیان کا راستہ حتماً اور ممنوعاً ہے۔ حدیث شریف میں آیت اور جہاد کی تفسیر و تفسیرات کے بعد ہم نے جملہ میں نے ذکر کیا ہے: "الغزول میں ہے: اس زمین میں آیت جماعت حق کے لیے ہر سر پیکار دینی کے لیے جو اپنے مخالفین کی پروا نہ کرتے گی۔"

اس میں جماعت حق کی دو مخصوص صفات ذکر کی گئی ہیں: ۱) جہاد اور مسلسل جہاد۔ ۲) مخالفین کی پروا نہ کرنا۔ آج کون ہی سر زمین ہے جہاں جہاد کی فریضہ مست پانے کے بعد زندہ ہو اور مسلسل زندہ رہے۔ دنیا میں جہاد کی کوئی قسم نہ ہوگی جو یہاں نہ لڑی گئی ہو۔ مگرین، ملحدین، باغیہین، مرتدین اور اب تعدد کافرین کے خلاف فریضہ ہر نوں کا جہاد یہاں ہوا اور ہو رہا ہے۔ مخالفین کی پروا نہ کرنا (قراری) انجمن شیعہ سب عجیب ہے۔ کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں (یہ کس کا کس کا کام اور مخصوص حراج ہے لاف زاری کی تازہ رپورٹ ہے۔

تعدیداً جس قسم کی "FEROCITY اور RESILIENCE کا نظام ہر ہے ہیں۔ اس سے دشمن اور نیچے عظیم کے دور۔ دارالخلافوں میں خدشہ کی

کھینچیں جتنا شروع ہوگئی ہیں اور SOUL SEARCHING ایک نیا اور نئے رہائے کا ایک لکھتا RAGTAG بطاوت نے اس طرح دنیا کی طاقتورین ان کو اپنے قریب تک آنے سے روکا ہوا ہے۔

سچان میں ایک طرف ایک ایسی ٹھہری ہوئی منتشر اور نئی پھوٹی ہے دوسری جماعت ہے جن کا اپنا ملک بھی اس کے خلاف ہے۔ دوسری طرف 143 ایسے ملک ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی دنیا کے کسی ملک کو دھمکی دے تو اس کے اسان میں ہوجائیں۔ لیکن نتیجہ کیا ہے؟ جو آج سے سات گھنٹہ مائل پہلے تھا کہ فضائی حملوں سے اتنا ابھرا وہیں فضائی حملوں پر بات بھی کی ہے۔ قریب آتا تو دور کی بات ہے، زمین پر آنے کی جرات کبڑا مشکل ہوگیا ہے۔ 4.9 ملین ملک "ایران" میں شامل ملکوں کو بھی ملان لکھنے کے بعد سامنے آتے ہیں۔ مادی طاقت کے لحاظ سے تو امریکا آیا ہی کافی تھا۔ کسی کو تو جیسے تو نہیں ہی سمجھاتے تو اس کا کام ہو جاتا ہے۔ فوج بڑے تو کہہ گئے لیکن یہی بھول جاتے ہیں۔ اس سے آئیے میں نے پڑا تو سمجھو! امریکہ و شرکاء! "لے گئے اس نے تین سو پچاس۔ 26 ملین ملکوں سے چلے آئے۔ جبکہ دنیا فتح کرنے کے لیے ان میں سے دس بھی کافی تھے۔ لیکن بات پھر بھی نہ بنی۔ غیر متفقہ اور غیر ریاستہائے متحدہ پھر بھی بھاری پڑنے لگے تو ان تین سو ملین کو ملایا گیا۔ دس عربی پارٹنرز کے آنے سے بات 14 ملین جا چکی۔ اب تو زمین کے ہر دو کسی اور سیارے کو روندنا بھی ممکن تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ افغان قوم دس سے مسلمان ہوئی، چیز سے دیگر است۔ چنانچہ سات کے قریب ان تین سو ملین پارٹنرز بھی آچکے۔ ان میں "لی بیونڈ کی کو بھی نظام ہوا" کے مصداق سنا پور جیسے ملک کے چھٹے بھی شامل میں اور نیوزی لینڈ جیسے دور دراز واقع جن کا حالات سے لولی سرور کا نہیں، بھی موجود ہیں۔ ان تمام ملک کے بعد خود اپنا ملک افغانستان بھی خلاف ہے۔ آخر سے طاقت کے

قلیل لشکر کا چاوت کے متحدہ لشکر سے مقابلے کے بعد، ہر ابراہیم اب کے بعد، ایوبی کی صلیبی فسطوں کے بعد، لیا انسانی تاریخ میں کسی نے ایسا منظر، یکجا ہو گا کہ ایک طرف تو 44 ممالک اور دوسری طرف کوئی ملک نہیں، فوج نہیں، منظم طاقت نہیں، بکھری ہوئی "ناہوت امکان" میں رہنے والی جماعت جس کا کوئی فرد سرعام اپنی شہادت بھی نہیں کر سکتا۔

لیکن اس کی خود اعتمادی کا حال یہ ہے کہ پوری دنیا کی خوفناک ترین عسکری طاقتوں کی اسے زبردستی بردہ نہیں۔ "ہم مست قلندر" کا نعرہ لگاتے تو بہت سے لوگ ہیں لیکن بھایا اسے کسی نے ہی ہے۔

کامیابی کا راز

دوسرا سوال: حضرت مہدی کی جد و جہد کیہ ہوئی اور کس طرح ہوگی؟

حضرت مہدی سے متعلق دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ ظہور کے بعد ان نے جد و جہد کی نوعیت کیا ہوگی۔ درجہ کچھ نہیں مگر وہ ان کے لیے ایک نگر ممکن ہو گا۔ بہت جہاد کے بعد قیام خلافت تک انہیں دنیا بھر کی ترقی یافتہ ترین طاقتوں سے جس قیامت خیز معرکہ آرائی کا سامنا ہو گا، اس کی نمری سے وہ کیونکر سرخرو ہو کر ظہور کریں گے؟ جبکہ آج کی دنیا میں سیاسی، فکری، معاشی، فکری غرض ہر سطح پر طاقتوں کا مکمل ظلمت لور پر غالب نظر آ رہی ہیں۔ زمین پر اور سمندر میں ان کی ٹھکانی ہے۔ فضا اور خلا میں ان کی برتری کا شور ہے۔ بظاہر ایسی کوئی صورت مستقبل قریب میں دور دور تک نظر نہیں آتی کہ مسلمان اس غلبے کے ظلم و توہین سے کسی ایک ملٹی پیپل نہیں کا بنے کسی مسلم ملکوں سے زیادہ ہے۔ ایک ایک تھک نیک ایسا ہے کہ اکیلا ہی مغرب کو سو سال کی منصوبہ بندی کر کے رسد پا رہا ہے۔ اتحاد بھی ان میں ایسا ہے۔ امریکا اور روس و چین میں رابہ دشمنی اور بعد اسٹر قین کا عملی مسداق ہوتے ہوئے بھی پاکستان کی مخالفت میں اٹھنے کی تڑپ نے خود کو فاطما لائے ہو جاتے ہیں۔

پھر دوسروں کا تو کہنا ہی کیا۔ ان کا اتحاد تو وجود میں ہی "ہجرت کردی" کے خاتمے اور "عالمی حکومت" کے قیام کے لیے آیا ہے۔ دنیا بھر کی معیاری ترین یونیورسٹیاں مغرب میں ہیں۔ امریکا میں 5758 یونیورسٹیاں ہیں۔ جبکہ پوری مسلم دنیا کے 57 ملکوں میں یونیورسٹیوں کی مجموعی تعداد صرف 500 ہے اور پورے عالم اسلام میں ایک بھی یونیورسٹی ایسی نہیں جسے دنیا کی نامہ 500 یونیورسٹیوں میں شمار کیا جاسکتا ہو۔ مغربی حکومتیں پوری مسلم دنیا کے ذہین ترین دماغوں اور اعلیٰ ترین ہنرمندوں کو پرکشش مراعات کے عوض بھیج کر اپنے ظلم میں جکڑ لیتی ہیں اور پھر وہ ہمیشہ ہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ فقط نااہل، ستاد پرست اور حزب الوطنی سے عاری کچرا مال ہی موجود ہے اور کرسی کی شکل میں باقی رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں میں نظم، ضبط، تعلیم و تربیت، اعلیٰ اخلاقیات، بلند نظری، اجتماعیت، صبر و تقویٰ، غرضیکہ ہر وہ چیز جو کسی انسانی گروہ کو قوم اور فتح کر لو قاتع بناتی ہے، ہر اس چیز کی ایک ایک کڑی پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی ذہانت کا وہ باق آج بھی دنیا بھر میں بھر پور ذہانت اور بے مثال صلاحیت مغرب کے آنکھن میں روشنی پھیلانے کے علاوہ کسی کام آئے نہیں دے رہی؟؟؟ جن جنوں وقت آگے بڑھ رہا ہے، ہر صبح مغرب کی کسی نئی انوکھی ترقی کی نوید اور ہر شام مسلمانوں کی مزید بد حالی کی خبریں مل رہی ہیں۔ اس سورت حال میں کیا ہم یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت مہدی کسی "مادراء القلطر" قوت کے مالک ہوں گے کہ ان تمام مادی قوتوں کو طبعی قوانین سے بہت کر شکست دینا ان کے لیے ممکن ہوگا؟ کیا شخص خلاف عادت ظاہر ہونے والی کراستوں سے وہ ان تمام سائنسی ایجادات کو پامال کر دے گا جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں مل رہی یہ اس میں ان کی اور ان کے ساتھیوں کی فکری، عملی اور فکری جدوجہد کا عمل دخل بھی ہوگا "اور اگر ہوگا تو اچانک یہ کیا کیسے پلٹ جائے گی کہ مغرب نے حق میں زحمت کرنے چلنے والی ہوا میں مشرقی کے مظلوموں کے لیے ہمارے کی

نوح بن جانیس کی ۴۴۹

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ نیاے کفر کے اس فتنہ خیز غلبے کا توڑ حضرت مہدی کی بے لوث اور اہل قیادت اور مسلمانوں کی بکھری ہوئی صلاحیت اور مستشرق جدوجہد دونوں مل کر کریں گی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مہدی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ محیر العقول کی کرامات کو بھی ظاہر فرمائے گا لیکن ان کی جو سب سے بڑی کرامت ہوگی وہ یہ کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو گناہوں سے بچاتا ہے کہ وہ کافر مٹی ہوئی مسکنوں کو زندہ کریں گے تو اس کی حرکت سے ان کے تمام ساتھیوں کو یکسوئی اور یک لکری نصیب ہو جائے گی۔ ان سب کی سوچ ایک فکر ہی نہیں، مادہ از فکر بھی ایک اور طرز عمل بھی ایک ہوگا۔ ان کے دل سے حسد و بغض، کینہ و عداوت نکل جائے گا۔ باہمی اختلافات و راءیر کی نافرمانی کی نحوست ستہ آزاں و جائیں گے۔ وہ جینے مرنے میں حضرت مہدی کی کامل اطاعت کریں گے اور موت کو سامنے دیکھ کر بھی مت نہیں موڑیں گے۔ موت سے مراد طبعی موت ہی نہیں، موتی، طبیعت کی موت بھی ہوتی ہے یعنی آج کل بہت سے لوگ قربانیاں دے رہے ہیں۔ موت کو خوش خوشی سے گلے لگا رہے ہیں لیکن بات جب نفس کی موت کی آتی ہے تو وہ اس پر ویسا غلبہ نہیں پاسکتے جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس نبوی تربیت کا مثالی مظاہرہ کیا تھا۔ حضرت مہدی کی یہ نفسی اور اجتماعی مقصد کے حصول کی نکلن اور اس نکلن میں فی حیت اس قدر واضح ہوئی کہ تمام مردے اوش کے صالح مسلمان اپنے آپ کو مٹا کر اپنا سب بچاؤ کو سوچ دیں گے اور ان پر ویسا اعتماد کریں گے جیسا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی پر اس دور کے مسلمانوں نے کیا تھا۔ تاریخ کے حلقہ پر یہ بات ٹھنی نہیں ہوتی چاہے کہ پورے یورپ کی سلیبی افغان کے اتحاد کے مقابلے میں سلطان کی اپنی فوج (مصر و شام کی فوج) کچھ اتنی زیادہ نہ تھی البتہ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے سپاہی قابل دست و پاؤں کو دیکھتے

کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ایک جانب سے دوسری جانب تک یوں پتھر اٹکارے ہیں جیسے دکھتے بچے کی دل اس کی تلاش میں بولائی بولائی پھرتی ہے۔ آنکھوں میں "سو ہیں اور ہاں پر ایک ہی نعرہ ہے" "یا لہ اسلام، یا لہ اسلام!" "اے مسلمانو! اسلام کی مدد کرو۔ اے مسلمانو! اسلام کی خبر لو۔" تو یہ قیول جوائی مصیبت سرکشی اور انفرادی مزاج میں مشہور تھے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سلطان کے ساتھ جینے مرنے کا عہد کر لیتے تھے اور تہ تیغ گواہ ہے کہ سلطان کے پاس خراج نہ دوتا تو اپنے خراج پر اپنے اٹلے سے اپنے جی ہاں سے میدان میں اڑنے رہتے تھے اور سلطان کا ساتھ چھوڑ کر جاتے کہ کفر وارثہ اسے زہر دہشت خاں والی بات سمجھتے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ اگر شکست ہوئی تو سلطان ان کو چھوڑ کر بھاگے گا نہیں اور اگر فتح ہوئی تو اس کے قوالہ سلطان خود ہرگز نہیں سمیٹے گا بلکہ یہ سارے فرائض و تانے اسلام کی جھولی میں جا میں گئے۔ اگر آج کی قیادت اپنے کارکنوں کو یہ یقین دلائے کہ خدا کی قسم! کیا پلٹنے میں اتنے ہی دن لگیں گے جتنے قائم کا واپسی بے نفس اور اسنام کے لیے فدایت و قربانیت کرنے میں لگتے ہیں۔

حضرت سیدنی کی کامیابی کا راز یہی ہو گا کہ وہ دیوت سے پہلے ہی قیادت کی اس ممتاز صفت کو ثابت کر دیں گے (اس کی تفصیل پہلے گزری ہے) تب دنیا بھر میں پتھر سے ہوئے قاتل و لائق علانہ طلبہ (یا طالبان)، مجاہدین، انجینئرز، ڈاکٹر، پرو فیسر، سائنس دان، سرمایہ دار، انتظام کے ماہر، مسکریات و واقف غرضیکہ مختلف مہر و قوں کے حامل افراد اپنا سب کچھ سامراجی خاطر ان کے قدموں میں ادا لیں گے اور دل سے ان کی کامل اطاعت کرتے ہوئے اپنے آپ کی مائی انا کی اپنی خواہشات و ہرجا جوں کی انفرادیت کی مکمل نفی کر دیں گے۔ یہ دیا دگار معتقد اور وہ مبارک روحانی کیفیت ہوگی جو پورے پہلے سب ابراہیم رضی اللہ عنہم سے مشورے سے وہ ان آسمان نے انکسیمی تھی، جس نے "محسن"

کے معرکے سے نقل ایروپی کی ہتھیائیں ٹھنڈی کی تھیں اور جسے مانو اور نان نیز ممالک کا اتحاد آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور جسے دنیا ایک بار پھر بالآخر آخری معرکے سے قبل دیکھے گی اور جب دیکھے گی تو سارے مسائل اور بے دردشپ، سادی چوکڑیاں، اوٹن کنولیاں، سادی پروازیں بھول جائے گی۔

”افغانستان اور پاکستانی قبائلی علاقوں میں لڑائی کے شدت اختیار کرنے کے بعد عالمی تجزیہ نگاروں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کو آٹھ سال گزرنے کے بعد اب یہ واضح ہو رہا ہے کہ جنگ دراصل اتحادی نہیں بلکہ القاعدہ اور طالبان جیت رہے ہیں۔ اسی تناظر میں یورپ کے کئی اعلیٰ جہد یہ اوروں نے القاعدہ کے ساتھ امن معاہدوں کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کر دی ہے۔ ماروے کے دارالحکومت اوسلو سے شائع ہونے والے مقامی اخبار ”ڈائمنس او سین“ نے لکھا ہے کہ ماروے شاید اب مسلم گروپوں سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کی پالیسی پر عمل کر رہا ہے۔ اخبار کا مزید لکھنا ہے کہ جب نائب وزیر خارجہ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے پیچھے ہٹ رہے ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ دراصل دوستوں کے ساتھ تو امن اور مذاکرات چلتے ہی رہتے ہیں مگر حقیقی امن کے لیے ان لوگوں کے ساتھ بھی امن مذاکرات ہونے چاہئیں جنہیں آپ اپنا دشمن قرار دیتے ہیں۔ نائب وزیر خارجہ رائے موئر یوہانسن کا کہنا تھا کہ وہ اس معاملے میں تجا نہیں ہیں بلکہ دیگر یورپی ممالک بھی یہ خواہش رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے کچھ ہی قبل سوڈر لینڈ بھی اس خواہش کا اظہار کر چکا ہے کہ وہ القاعدہ اور اسلام بن لادن سے مذاکرات اور امن معاہدہ کرنا چاہتا ہے اور اس مسئلے میں کسی بھی ابتدائی اقدامات کے لیے بالکل تیار ہے۔ دو نہیں چاہتا کہ امریکا کی دہلیزی کے بعد انتہائی کارروائیوں کا نشانہ بنے۔“

تین خوش نصیب طبقے

چند برس قبل، اندہ آئیٹم مجلس میں کچھ نو جوانوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ بات عام اسی طرح کے حالات اور مسئلوں پر درپیش برہمت معرکہ آرائی کے حوالے سے ان کے رد ورنی طرف مڑ گئی۔ ایک صاحب اعلیٰ سے بیٹھے تھے۔ نو جوان مایوسی کی باتیں کرتے۔ ملکانات کے نقد ان کا شکوہ کرتے اور میں انہیں حوصلہ دلاتا کہ سرفرایٹ ہزار میل کا جو تو پھر بھی شروع فلیٹ قدم سے ہی ہوتا ہے۔ اتنے میں ان بڑے صاحب سے نہ رہا تھا۔ بندہ سے مخاطب ہو کر بولے:

”اے صاحب! آپ بچوں کو ویسے ہی درخشا رہے ہیں، سیدھے سادھے ملن کیوں نہیں دیتے کہ آپ ہر ذلّیل پر ہر گرجو تنگ سے میدانِ فکس مار لیتے۔ مغرب بہت آگے جا چکا ہے۔ آپ کے تصور سے بھی بہت آگے۔“

”آپ مغرب کو جتنے آگے دیکھ رہے ہیں، ہم اس کو اس سے بھی بہت آگے دیکھ رہے ہیں۔ یہ ہو رہا ہے۔ نے کے معمولاتی اندازوں کے تصور سے بھی آگے، مقامی آگے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ہم مغرب کی معاشی طاقتوں کے خارجی قوتوں سے آگے (میں نے

”کہ حقیقت میں () نہ جائے گی، آخری معرکہ ہی برپا نہ ہوگا۔ اور آخری معرکہ کو سورہ نمل
والے ہی جیتیں گے بشرطیکہ ان کو سورہ کہف بھی یاد ہو۔“

مخترم سوموف تو ہکا بکا ہو کر بندہ کی شکل دیکھنے لگے کہ یہ کیسا جبر لوگھما و قسم کا آدمی
ہے، بات کو کہاں سے کہاں پھیر دیتا ہے؟ ”ان کو تو کچھ نہ سوجھی البتہ جن نو جوانوں نے ٹھٹھکو
چل رہی تھی، ان میں سے ایک بولا:

”جناب شاہ صاحب! اگلتا تو یہی ہے اگر حضرت مہدی بھی آجائیں تو ان کو حالات
سہ مدارے میں بہت عرصہ لگے گا۔“

”نہیرے عزیزو! چند سال بھی نہ لگیں گے۔ اس لیے کہ مغرب کی چکا چند جو آپ
کو نظر آ رہی ہے، اس میں مسلمانوں کا خون پسینہ شامل ہے تو یہ چراغ جس رہے ہیں۔ اب
مغرب اپنی اس کامیابی کے پیچھے مسلم دنیا کے قابل ترین و مانعین اور منہنی ترین باغی
بطر مندوں کی موجودگی کا اعتراف کرے یا نہ کرے بلکہ اس کی جوت پر بھی اپنا ٹریڈ مارک
لگاے۔ لیکن ایک دیا جاتی ہے کہ مسلمان اپنی قیادت کی طرف سے حوصلہ افزائی اور
اعتراف و تحسین نہ ہونے کی وجہ سے مغرب کی چاند گاڑی کو اپنی صلاحیتوں سے ایسے
دے رہے ہیں۔ گوروں میں اتنے جھگڑیں نہیں پیدا ہوتے جتنے ہم میں۔ ہم سے مراد عالم
اسلام اور بالخصوص پاکستان ہے۔ پیدہ ہوتے ہیں۔ جب اجتماعیت کی پُر خلوص آواز لگے
گی اور قیادت کا بے لوث پن سامنے آنے لگا تو یہ سب بوڑھے ددڑے نہیں گئے تب آپ
عمری باز رہ چکے گا۔“

”لیکن آپ تو ایک مضمون میں کہہ رہے تھے کہ دنیا میں اس وقت مختلف علوم و فنون
میں خصوصاً جینیاتی اور عسکری سائنس میں یہودیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کے نوکل
انعام یافتہ۔ انکس دانوں کی تحسین ہے جو ان کو دجال کی قیادت میں دنیا پر غلبہ داتے اور

موت پر بھی قابو پانے کے لیے کام کر رہی ہے۔

”یہ بات آپ نے خوب اُٹھائی ہے۔ دنیا کی تاریخ کو ستر ہدیل کر دینے والی ہر ایجاد کے پیچھے یہودی ہیں۔ مثلاً: مائیکرو پروسیسنگ، پیپ کے پیچھے شیلٹل، نیوکلیئر جینز، ری ایکٹر کے پیچھے لیو۔ آپریشنل فابریکیشن کے پیچھے ہینر۔ ٹریٹنگ لائن کے پیچھے چارلس ایڈلر۔ اسٹین لیس، اسٹیل کے پیچھے ہینوئرس۔ ویڈیو ٹیپ کے پیچھے چارلس کنسبرگ۔ یہودی نے اسٹینڈ کنٹرول بینکناؤچی حاصل کی ہے جس سے دو انسانی ذہنوں کو اپنی مرضی کے مطابق پھرنے کی صلاحیت کسی قدر حاصل کر چکے ہیں۔ یہ دجال کا سب سے بڑا ہتھیار ہوگا۔ اس کا نام ایم کے الٹرا ہے۔ سی آئی اے جیسے ادارے کے ڈائریکٹر سلین فیلڈ نے ۱۹۷۷ء میں ”مرحوم تسلیم“ یا تھا کہ لاکھوں (البرز جاہد) لو نے باغیات اور روحانیات کے مطالعہ پر خرچ کیے گئے ہیں۔ سویت کی دھنوں میں ”بیک ٹریٹنگ“ کے ذریعے یہودی شیطانی بیانات (مثلاً: Kal your Mum) رپورٹس ٹریٹنگ میں چھپا کر پوری دنیا میں نشر کیے جا رہے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں ایک دہر کی یہودی سائنس دان گولڈسٹائن نے (موت کی شعاعیں) Deau Thray ایجاد کرنے کا اعلان کیا۔ ۱۹۸۷ء سے یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں زمین کی قدرتی گردش کو متاثر کر کے ”زمین کی بنس“ سے چھینڑ چھاؤ کی کوششیں شروع ہیں حتیٰ کہ زمین کا مقناطیسی میدان ختم ہو جائے گا اور اس کی گردش ختم کر دے شریف میں بیان کر دو ظہور دجال کی علامات کے مطابق سست ہو جائے گی۔ آئین دن ایک سال کے برابر، پھر ایک دن ایک ماہ کے برابر، پھر ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا۔ آکسفورڈ کی پروفیسر سوس گرین فیلڈ نے کہا ہے کہ انسانی دماغ کی پوری یہودی کمپیوٹر میں فیڈ کرنا ممکن ہو چکا ہے۔ اس پروفیسر صاحب نے اگلے مرحلے کا آئینہ نہیں کیا۔ وہ ہم جیسے فقیر جیسے دیتے ہیں۔ اگلا عمل اس پوکس ہوگا یعنی کسی کمپیوٹر کی مدد سے انسانی ذہن میں اپ کو نوکر دی جائے گی

تاکہ سپہن (اللہ جل جلالہ عظیم) کا راستہ ہموار ہو جائے گا جو وقتی طور پر غیر ذہنی تھے گا۔ یہودی سائنس دانوں نے انسانی حیاتیاتی کوڈ پڑھ لیا ہے۔ یہ تین ادب سروف کا استخراج ہے۔ مذکورہ کامیابی کو انسانی تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب عجیب انجمنوں کی ایجادات ہیں بلکہ۔ لیکن جب حضرت مہدی آئیں گے تو صالح اور فاسق مسلمانوں کے علاوہ (گناہ) کو مہدی کے طریقے ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے:

(۱) ایک تو وہ یہودی جو آج کل کی متعصب یا ہی یہودیت یعنی صیہونیت سے بیزار ہیں۔ (صیہونیت سے مراد سیاسی اسرائیلیت ہے۔ اس لیے صیہونی ہر وہ شخص ہے جو اسرائیل کا حامی ہو چلا ہے وہ غیر یہودی ہو یا غیر اسرائیلی) ان کے خیال میں جب یہودی ریاست کا قیام اور یہودیت کا دائمی غلبہ ”مسیحا“ کی قیادت میں ہو گا تو یہودیوں کو گھر سے بہتر اہمیت سے نجات دلائے گا، تو اسرائیل کے قیام کے لیے لاکھوں فلسطینیوں کو گھر سے بہتر دور کر دے اور اس کے استحکام کے لیے ہزاروں قتل کرنے و دہشت گردی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیوں نہ ہم مسیحا کا کام اس کے ذمہ چھوڑ دیں اور اس مقصد کے لیے اپنے یہودیوں کو نہ مروا لیں جو وہ مسیحا کی آمد سے پہلے حاصل کر رہے ہیں۔ یہ معتدل فرقہ ”حیدر“ کہلاتا ہے۔ یہ اس کا قہریم نام ہے۔ ان کا جدید نام یہودی ہے۔ یہ انتہائی قہریم مذہبی یہودی ہیں جن کے اصل مراکز نیو یارک اور لندن ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ صیہونی تحریک نے جو اسرائیل قائم کیا ہے وہ درحقیقت ”غیرت کی ریاست“ کا وہ خطہ ہے جس میں تورات کی پیش گوئی کے مطابق یہودی آخری زمانے (ایڈ آف ٹائم) میں آخر زمانے میں اکٹھے ہوں گے اور اللہ کے فضل و امانت کا شکار ہو کر نابود ہو جائیں گے۔

ربانی ہر شے ان کا مشہور مذہبی رہنما ہے۔ عرافت کی لہجہ میں اتھارٹی میں یہودی معاملات کا جو وہ پرکھ لیا تھا وہی طے سے اتفاق رہتا تھا۔ مشہور فلسفی اور ماہر انسانیات نوم

چنانچہ ملی بھی اگرچہ اس فرقے سے نہیں لیکن وہ اس نظریے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بھی ”غیر مسیحیوں کی“ یہودی ہیں۔ یعنی وہ مذہبی حدود پر اس بات کے قائل نہیں لیکن غیر مذہبی سیاسی طور پر اس نکتہ انحراف کو تسلیم کرتے ہیں۔ برطانیہ میں مختلف مواقع پر اس فرقے کے لوگ فاسٹ لینڈوں پر اسرائیلی مفالم کے خلاف اپنا رد عمل بیکارڈ کر دیتے رہتے ہیں۔ حضرت مہدی جب ظاہریوں کے اور یہودیوں کے مکرر و متعدد آثار قدیمہ یعنی تابوت سیکل، عصائے موسیٰ، والوح تورہ کے ٹکڑے، نامذہبی اسرائیلیں، من و سلوی کے قصص میں برتن، تخت داودی (پتہ گم شدہ شیخ، ملکہ برحالیہ کی کرسی میں نصب ہے) کو برآمد کر لیں گے تو یہ معتقد مزاحیہ یہودی اپنی انساف پسندی کی بنا پر حضرت پر ایمان لے سکیں گے۔ ان کو یقین ہو جائے گا کہ، ”وہ بڑوں نے اپنے کتابوں اور بد اعمالیوں کی محسوس سے شس چیز کو گم کیا۔ اس کو دریافت کرنے والے ہی آخری مسیح (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیٹا و کارور ہے“ (حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا ہے۔ تابوت سیکل کو رکھ کر چند یہودیوں کے ایمان لانے کا ذرا جدیث شریف میں ہے اہل بیت ان کی اس مذکورہ بالا فرقے پر تطبیق بندہ کی خیالی کاوش ہے۔ یہ یہودی اپنے ساتھ جو سرمایہ اور ٹیکنا و جی نے کر مسلمانوں سے آئیں گے، اس سے مسلمانوں کی مادی طاقت بھی ”کسی حد تک“ بہتر ہو جائے گی۔

چند سال کی بات بندہ نے اس لیے کی ہے کہ حضرت مہدی اپنے ظہور کے بعد (جو پچیس سال کی عمر میں ہوگا) سات سال تک دنیا کی مین بڑی غریب طاقتوں میں سے وہ کے خلاف جہاد فرمائیں گے۔ چند دواں اور جیسا کہ انہوں نے خلاف شہادہ قیاس حاصل کریں گے۔ اب پیچھے صرف یہودی، روحانیوں نے۔ ”تھوہیں سال و پال ظاہر ہوگا اور وقت یہود عروج پر پہنچ جائے گا جو برحقیت شیعہائی حقائق کا قند ہے۔ رانی سال آخرت میں ہی یہ الامام زوال کرنا میں گئے۔ ان سال و پال نے نقل و اثر سے کہہ ”راش“ لے جاتے گے بعد ”خود

تین سال کی اسلامی خلافت کے قیام اور استقام کا جوٹھ۔ (۱۵ سال کی عمر میں حضرت مہدی انتقال کر رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر: چار سو چارھ کریتا اٹھاس میں ان کو دفن فرمائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام 38 سال غمزد میں رہیں گے۔ اس طرح حضرت مہدی ظہور کے بعد زمین پر کل نو سال رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت مہدی سات سال اور وفات مہدی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی سال رہیں گے۔ چھ کے دو سال دونوں قادیان اکٹھے گزاریں گے۔

(2) اس تفصیل کے بعد اب ہم اس دوسری قوت کا ذکر کرتے ہیں جو اہل نیکن دینی اور مہربان سے مسلمانوں کو دنیا کا مادی طاقت کی کمی پوری کرے گی۔ یعنی وہ خوش انجیب بیسالی حضرات نور میں ہیں اور انسانیت کی خدمت انہوں سے کرتے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلمانوں کی جدہ کی جماعت میں نزول کے بعد ان کو بھی ”بڑے گوری کا ملہ“ دینے کے بجائے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ انہیں یہ عادت ان کی روحانی رحم دلی اور انصاف پسندی کے سبب سے کی۔ یہ لوگ یورپ اور امریکا کی حیران کن سائنسی طاقت میں سے ”کچھ حصہ“ کے کرمسور سے نہیں گئے۔ اوپر بننے والے یو ایس کے ڈاکٹر میں ”کسی حد تک“ اور بیسالی حضرات کے ڈاکٹر میں ”کچھ حصہ“ کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی کامیابی کی اصل نیکن دینی یا امن میں انفس و سہ کے خاتمے اور ظہار میں تقویٰ و جہاد کے پائے میں ہے۔ یعنی یہ نہیں ہوگا کہ مسلمان بھی مائیکس ویلانوونی اور عسکری و معاشی اسٹیل میں اس حد تک پہنچ جائیں گے کہ کفر کے غلبے کو مادی طاقت کے ذریعے ختم کریں۔ نہ صرف محترم بھائی! اب نہیں ہوگا۔ غزوات البتہ ہمیشہ غیر مادی طاقتوں کے درمیان لڑے گئے ہیں۔ اللہ والوں اور شیطان قوتوں میں خدا براہِ زمین آسمان کا فرق رہا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا حق اور باطل کی نفی اور حق سے جانا نہ ہوتا ایک جیسے ہو جاتیں گے۔ اللہ کی نعمت اور رحمت کا یہ مسلمانوں سے حق میں نہ ہوگا طاقت بھرا کب آئے گا؟

اب بھی وقت ہے!

تجربہ: جس فقیر لوگ اپنا موع میں کہہ دیتے ہیں۔ انہیں سننے والے ہی مایوس رہے ہوتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور سوچ لیا ہے؟ کہ اتنے میں ان کی تعداد بھی کم نہیں ہوتی۔ چھٹے مضمون میں ہندو کے قصہ سے یہ مسئلہ اُٹھ گیا تھا: "۱۹۸۳ء۔ زمین کی قدرتی گمریش کو متاثر کر کے "زمین کی بغض" سے پیچھے چھاڑ کر "دشمن شریعہ" میں اپنی کردہ زمین کا سفاکیتی میدان شہر ہو جائے گا اور اس کی "دشمن شریعہ" میں پکارا کردہ ظہور و جلال کی غلامت کے مطابق سست ہو جائے گی۔ ایک دن ایک سال کے برابر۔ پھر ایک دن ایک۔ وہ کے برابر۔ پھر ایک دن ایک دن ایک دن کے برابر ہوگا۔"

یہ مسئلہ ہندو کے اس فاعل میں کہے تھے؟ پیسے سے تجربہ میں تو آتے چلتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: "قیامت میں وقت تک قائم نہ ہوگی؟ ہاں تک پہنچا اپنے مرکز سے ہٹ نہ پاؤں گا۔" اس طرح حدیث شریف میں ہے: "قیامت کے قریب سورج مغرب سے ظہور ہوگا۔" ہاں یہ بات بھی غلط ہو جائے تو یہ کہ دروازہ بند نہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد کوئی

ایمان لائے یا تو یہ کرنا چاہیے تو مقبول نہ ہوگی۔ جب ہم فلکیات پڑھتے پڑھاتے تھے اور اکثر قارئین کے ہم میں ہوگا کہ جلد المرشد میں اس علم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ہمارے شعبہ فلکیات کی تحقیقات کو دنیا کے مسلم و غیر مسلم کے نامور ماہرین فلکیات قدرتی نظر سے دیکھتے اور سو فیصد قابل اعتبار دیکھتے ہیں۔ فلکیات میں جب قید رکھنے کی بحث آتی ہے تو عام لوگ ”قطب نما“ کو استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں اسے قابل اعتماد ذریعہ نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے کہ قطبین کے پاس موجود مہتابی لمبوں کا یوریکل ذخیرہ اپنا مقام بدلتا رہتا ہے جس سے قطب نما کی سوئی متاثر ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے احسن الفتاویٰ، ج: 2، ص: 347) بعض لوگ ”قبل نما“ استعمال کرتے ہیں جبکہ یہ ”قطب نما“ سے بھی زیادہ خدوش ذریعہ ہے۔ اس میں دن سے بارہ ورے کا ٹنڈیاں فرق پایا جاتا ہے۔ لہذا عوام کو چاہیے کہ مساجد کا قبلہ رکتے وقت یا جانچ کر وائے وقت مستند علماء سے رابطہ کریں۔ نہ اسے اس فن کے شاعر جتنے کا دعویٰ نہ کریں جس کی اچھ سے بھی عام لوگ واقف نہیں ہوتے۔

یہ تو ایک بات ہوئی۔ دوسری بات یہ کہ قیامت کے قریب سورج مغرب سے طلوع ہوگا؟ اس کی فلکیاتی توجیہ کرتے ہوئے وہ مانچکرا جاتا تھا۔ زمین تو ویسے ہی ”چکرائی کولہ“ ہے لیکن جب آپ طلب کو اس پیرا میٹ کی تشریح سمجھا، شروع کرتے ہیں تو تھوڑی دیر کے نیچے وہ مانچکرا کھا کے رہ جاتا ہے۔ اس کی آسمان تشریح سوچتے سوچتے اور اس بارے میں ارضیاتی سائنس کا مطالعہ کرتے کرتے وہ بات بات گلی جو پچھلے کالم میں بریکل مذکور آگئی تھی اور جس کی تصدیق اس چونکا دینے والی خبر سے ہو رہی ہے جو اسی نشتہ سرخیوں کے ساتھ پوری دنیا کے باسیوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے لیکن آسمان کداس کے نیچے پر ۴۰۰ سال مسیح پر ہماری لوگ توجہ دیں گے۔ اب پہلے ایک کلمہ اس خبر اور اس میں مذکور اس آج ہے۔

مقاصد اور مترقعات خطرات پر، پھر ان شاء اللہ وہ سب کچھ جن سے حدیث شریف کی پیش گوئی پوری ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ خبر 11 ستمبر 2008ء بروز جمعرات ملک کے تمام قومی اخبارات میں چھپی ہے۔

”نیکو کالی کی مصروفیت کے یورپی ادارے سرن کے زیر انتظام دنیا میں طبیعیات کا سب سے طاقتور تجربہ شروع ہو گیا ہے جس کا مقصد کائنات کی تشکیل کا راز جاننا ہے۔ دنیا میں مہیارت کا سب سے طاقتور تجربہ جس کے بارے میں نین دہائیاں تھیں سوچا گیا تھا۔ اقوام متحدہ کے ملاحظہ سے، ہندوستان اپنے مضمون میں 1957ء کو کھولا تھا۔ 27 کلومیٹر لمبی مرکز میں ذرات کی پہلی نیم یا شعاع چھوڑ دی گئی ہے۔ پانچ ارب یا ڈیڑ لاکھ سے تیار ہونے والی ان مشین میں ذرات کو دہشت ناک طاقت سے آپس میں ٹکرایا جائے گا۔ ان کی طبیعیات میں تباہی کی علامتوں کو آشکارا کیا جائے گا۔ اس تجربے کا دنیا کی مقصد کائنات میں ایک نیا نئے پتہ کا پتہ ہے۔ اس سے کائنات کی تخلیق کا راز سمجھنا ممکن ہے۔ فرانسیس اور سوئٹزرلینڈ کی سرحد کے نیچے کھودی گئی اس بہت بڑی سرنگ میں ایک ہزار سنڈرو کی شکل کے ستارے یا سیاروں کو، ماحولیات کو دھماکا ہے۔ ان میں مقامی سیاروں سے پروٹون ذرات کی ایک ٹیسر پیدا ہوتی ہوئے ہیں۔ کلومیٹر تک دائرے کی شکل میں بنائی گئی سرنگ میں ٹھوسے ہیں۔ سرنگ میں پروٹون ذرات کے ٹکرائے سے دو ٹکریں پیدا ہوں گی جن میں اس مشین سے اندر روشنی کی رفتار سے مخالف سمت میں سفر کیا جائے گا، اس طرح ایک سیکنڈ میں یہ ٹکریں کیا ہزار گز سے ٹکریں گیں۔ لیکن ان کے مطابق سائنس دان کائنات کے وجود میں آنے کی تصویریں جب پیش کرتے ہیں تو ہائیڈروجن کے لیے جو تجربہ کر رہے ہیں، اس سے دو گز سے کچھ ناقص ہیں۔ یہ تجربہ کیا ہے کہ اس تجربے کے نتیجے میں ٹکریں دو ٹکریں پیدا ہو جائیں گے ایک دوسرے سے ٹکریں ہوں گی۔ انہیں ہول اس وقت تک تک رہتا ہے جب تک اس کی توانائی کافی زیادہ ہو۔

پھر اس میں چیزوں کو اپنے جواب سمجھنے کے لیے ملاجیت ہوتی ہے۔

خبر کے آخر میں سائنس دانوں نے جو خدشات ظاہر کیے ہیں، حقیقت میں بات اس نے آگے کی ہے۔ کائنات کو متغیر کرنے کا جو منصوبہ "یہودی کتب بردار" نے بنا دیا ہے، یہ تحریر اس کا حصہ ہے۔ اس میں یہ 80 سائنس دان (بشمول دو پاکستانیوں کے جو تالیف کرنے پر اکتفا کر رہے تھے) شریک ہیں، ان کی کثرت یہودی سے۔ اس پر جو اس رب ذریر سرمایہ خرچ ہوا ہے وہ یہودی کا کہنا ہوا ہے۔ یہ دراصل منہ کیا چاہتے ہیں؟ یہ جھوٹے زمینی خدا (شیخ کا لب لابس) کے ظہور سے قبل زمین کو تباہ کر لینا چاہتے ہیں کہ اس کی کرشمہ اس سے پیدا ہونے والے موسم، بارشیں، زونیں، فصلیں، پانی، نباتات، حیوانات و جنگلات۔ غرض ہر چیز پر انہیں کنٹرول حاصل ہونے کا نعرہ زمین پر اسے زلزلہ رہتے ہیں جو دہال و خدا نے اور جو اس نے جھوٹی عذابی کو دھکا دے اس پر زمین ٹک کر دی جائے۔ یہ درحقیقت اس ایسی مشین کی تکمیل ہے جس کے ذریعے وہ جہاں جس کو چاہے گا تباہ کرے گا، جن کو چاہے گا قاتلے کرے گا۔ (وہ اس میں عذابی مواد تیار کرنے والی تمام بڑی کمپنیاں خاص یہودی ملکیت ہیں) جس کی زمین میں چاہے گا فصلیں اُٹھیں گی جس کی چاہے گا بارش بھی روک دے گا۔ (شیخ پیشات ہوں گے اور بارشیں مصنوعی ہوں گی۔ قدرتی بارش کے محل کو ہی حد تک متحرک کرنے کا ایک مفاہم وینچر کے حامی الیکس آسٹر 2008ء میں ہو چکا ہے)

یہ تو اس منصوبے کے مقاصد ہیں۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ دشتِ قحط جاتے جاتے اور ارجح کے خدو راج کی شرمِ کھل ہو پونے گی۔ مشہور حدیث شریف کے مطابق جب رسولِ نکلے گا تو زمین پر چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر دوسرا ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ایک دن کے برابر ہوگا۔ نتیجہ سائنس دان کا یہ ہوں گے برا ہوں گے۔ اس طرح اس

کے دنیا میں ٹھہرنے کی کل مدت ایک سال دو مہینے اور چودہ دن کے برابر بنتی ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا تھا کہ یہ دن حقیقت میں بے نہ ہوں تھے۔ پریشانی کے باعث لوگوں کو طویل معلوم ہوں گے۔ لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اکثر علماء حدیث کے نزدیک حدیث سے اس کا خابری معنی ہی مراد ہے یعنی یہ دن فی الواقع اتنے لمبے ہوں گے جتنے کہ حدیث شریف میں ذکر ہے۔ اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کھلی دلچسپی ہے کہ باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ پہلے تین دن عام دنوں سے الگ قسم کے ہوں گے۔ نیز دہان کا نقشہ ایسا نہیں کہ اس سے یہاں ہونے والی پریشانی تین دن میں ختم ہو جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ان عباد اور محدثین کرام کو بہترین جزائے خیر دے جنہوں نے حدیث شریف کو جہتہ عمل غلطی میں پہنچایا اور اس کا جو معنی بھی قرین قیاس و دلائل کیا۔ کچھ معنی ایسے تھے جو تہذیب و دور میں آج بھی آتے تھے لیکن آج ان کو سمجھنا آسان ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ کیسے؟

سمجھا جاتا تھا کہ زمین کی گردش پچھوڑ میں ہر صدی کے دوران ۱۰ ملی سیکنڈ سست ہو رہی ہے۔ اس گردش کے سبب دن رات بنتے ہیں لیکن جدید تحقیقات کے نتیجے میں سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے کہ رفتار میں یہ کمی بعض اوقات جیڑی سے مزید گرتی ہے اور اس کے تین بڑے اسباب ہیں:

(۱) مختلف سیاروں کی کشش ثقل اس رفتار میں کمی لانے کا سبب بنتی ہے کیونکہ وہ زمین کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

(۲) گردش کی رفتار کو سست کرنے کے عمل میں آرڈریشن کا اپنا کردار بھی ہے۔ یہ کردار ہواؤں میں تبدیلی کے نتیجے میں انجام دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فوری گردش میں سستی لانے کا ۱۱۰ فیصد عمل ہواؤں کی تبدیلی ہی کرتی ہے۔ اگر ہوائی رفتار زیادہ جاتی ہے تو گردش میں

رفقہ درست ہو جاتی ہے۔

(3) تیسرا اور اہم سبب Haarp نامی ادارہ ہے۔ یہودی سرمایے سے یہودی سائنس دانوں کی زیر نگرانی چلنے والا یہ ادارہ موسموں کے انداز میں تبدیلی، زمین کی بحوری گردش میں کمی لائے، نیز کرہٴ زمین میں زلزلوں میں اضافے کا بھی ذمہ دار ہے۔ Haarp ایک پروجیکٹ ہے۔ اس کا معنی ہے: ”ہائی فریکوئنسی الیکٹرومگنیٹک ریڈیو پروجیکٹ“

1987-92 کے دوران اس ادارے کے سائنس دانوں نے ایک ایسا ہتھیار پیش کر دیا جو زمین کے نیچے کرہٴ متحدہ صیسی کرہ کے کسی حصہ کو تہہ مل کر نکالتا ہے۔ 11 اگست 1987ء کو رپورٹ ہونے والے اس عسکری ہتھیار کو مشہور یہودی سائنس دان برنارڈ ہے ایلمنڈ نے ایجاد کیا تھا۔ 1991ء میں امریکی محکمہ دفاع کے سب سے بڑے ملٹری کسٹریکٹڈ ”آرمی“ نے یہ ہتھیار خرید لیا اور ان میں سب سے بڑا آئی بی پیئر کرے کا ٹھیکہ لیا۔ یہ ہتھیار، جو یونیویورسٹی آف کیلیفورنیا کی فطری قوتوں میں رد و بدل اور انڈر اس کی شدت میں اضافہ نکالتا ہے۔ یہ رد و بدل دیوالی مشین کی تکنیک اور دیوال کے ٹھہر کو قریب لانے کی کوشش ہے۔ آپ نے دیکھ چکا کہ گزشتہ چند سالوں سے زمین کے دسم میں بحیرہ صوبی تہہ ملیاں آ رہی ہیں۔ یہودی سائنس دان ماحول (فضا) میں اس طرح کیا ڈبیا کر رہے ہیں اور کیا وہ واقعی فضا میں کیا پیدا کر لیتے ہیں؟ اس کا جواب ہے کہ وہ فضا کو مینہ لڑا ڈی آؤنا کر کے دباؤ پیدا کر لیتے ہیں۔ 1998ء میں وائٹ ہاؤس کے مشیر موسمیات اسپیڈن ہارڈن نے رد و بدل نے کہا تھا کہ ٹھک دھان جائزہ لے رہا ہے کہ اہل طریقے تلاش کیے جائیں جن کے ذریعے زمین و آسمان میں آنے والی تبدیلیوں کو استعمال کر کے موسموں پر اثر انداز ہو جائے۔ مثلاً کسی شخص سے دھ میں فضا کو ایک الیمنٹ ڈکٹیم نے فارمے آئیو کیا یا مٹی آئیو کیا یا جائے۔ یہ 1998ء کی بات ہے اور سب 2008ء ہے۔ یہودی سائنس دانوں

کی زمین کے قدرتی نظام سے چھینر چھاز اور اسے اپنے قبضے میں لینے کی کوشش بہت آگے جا چکی ہے اور شاید وہ وقت دور نہیں جب وہ کوئی ایسی حرکت کریں گے کہ ہماری زمین کی قدرتی گردش کسی "بم بیگ" کے نتیجے میں شدید متاثر ہو۔ وقت کچھ دیر کے لیے قلم جائے اور پھر کچھ دیر بعد اپنی اصلی حالت پر آئے۔ مثلاً تین دن بعد جن میں سے پہلا دن بہت لمبا (سال کے برابر) دوسرا کچھ کم (سینے کے برابر) اور تیسرا اور کم (بغض کے برابر) ہو۔ اس اہمال کی تفصیل تھوڑی سی تشریح چاہتی ہے۔ آئیے اس پر ایک نظر ڈالیں۔

ہماری زمین ایک یوٹوکل متناطیس ہے جو گردش کے مختلف درجوں کے ساتھ متناطیس میدان تخلیق کرتی ہے۔ زمین جس قدر تیزی سے گردش کرتی ہے اسی قدر طاقت ور اور کثیف متناطیس میدان بنتا ہے۔ ایک اور قوت بھی ہے جو زمین کی گردش سے براہ راست تعلق رکھتی ہے اور یہ "زمین کی گمک کا توازن" ہے۔ یہ توازن بنیادی گمک کا توازن یا Schumann cavity Resonance کہلاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے "زمین کی نبض" بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی شناخت 1899ء میں ہوئی تھی۔ تب سے 1980ء کے عشرہ کے درمیان تک زمین کی نبض 7.8 ہرٹز یا 7.8 سائیکل فی سیکنڈ تھی لیکن 1986-87ء کے بعد جب سے گمک ارض کی فضا سے براہ راست لہ کے ایجاد کردہ آلات سے چھینر چھاز شروع کی گئی ہے، نبض کی رفتار میں تیزی آگئی ہے۔ 1995ء کے آخر تک ایک اندازے کے مطابق یہ 8.6 ہرٹز تھی اور اب بتا ہے کہ یہ 10 کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ مذکور بالا تجربے اور اس جیسے مزید تجربوں سے اس میں تیزی سے اضافہ ہوگا۔ غالب امکان ہے کہ جب زمین کی گمک 17 سائیکل فی سیکنڈ تک پہنچے گی تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ متناطیس فیلڈ زیر و کے قریب ہو جائے گا۔

Awakening to Zero point نامی تہذیبی سائنسی انشائیات پر مبنی کتاب کا

معصوف کریگ بریڈن اس وقت کو ”زیر و پوائنٹ“ کہتا ہے جب زمین کا مقناطیس میدان بالکل ختم ہو جائے گا کیونکہ ہمارے پیارے کی گرائڈ رک جائے گی۔

دجال کے خاتمے کے بعد جب حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو جائیں گے اور دنیا آخری وقت کے قریب پہنچ جائے گی تو زمین کچھ لمحوں کے لیے اپنی محوری گردش روک دے گی اور پھر مخالف سمت میں اپنے محور پر کچھ عرصے کی تو سورج ایک دن کے لیے مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر اس کے بعد گردش اپنے معمول پر آ جائے گی اور حسب معمول سورج مشرق سے طلوع ہوگا۔

چین ممکن ہے کہ اس کا ظاہری سبب بھی کائنات کے فطری نظام میں یہودی غیر فطری مداخلت کی وجہ کو بخش ہو جو وہ ظہیر دجال سے پہلے اس کے استہال کے لیے کرتے رہے۔ اس کے کچھ اثرات تو زمین کی گردش کچھ کریمین دن تک متاثر ہو جائے سے ظاہر ہوئے اور کچھ اثرات دجال کی ہلاکت کے بعد قیامت سے ذرا پہلے ظاہر ہوں۔ یہ محض ایک امکانی توجیہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہر چیز کا حقیقی سبب اللہ رب العزت کا حکم ہے۔ وہ قادر مطلق کسی ظاہری سبب کا محتاج نہیں..... اور اگر کوئی چیز اس سے حقیقی حکم کا ظہری سبب بن جائے تو یہ اس کی ”مہر شن“ کی پھیل کا ذریعہ ہے۔ نہ توئی چیز اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہے اور نہ کوئی طاقت اس کی مٹا کے خلاف کچھ کر سکتی ہے۔ اوپر جو کچھ لکھا گیا وہ یہ ناقص سمجھ کا ناقص اظہار ہے۔ حقیقت تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہاں اس ساری تفصیل کا مقصد ایک یاد دہانی ہے۔ حدیث شریفہ میں آتا ہے: تین واقعات ایسے نمودار ہوں گے جو ایک دوسرے کے بعد رونما ہوں گے اور پھر تاریخ وقت والوں کے پاس بھی وقت نہ رہے گا۔ ”اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ تین باتیں رونما ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان ان باتوں کو فائدہ نہ دے گا جس نے پہلے ایمان قبول نہیں لیا تھا۔“

ایمان سے کوئی خیر کا کام نہیں کیا تھا۔ جب سورج اپنے غروب ہونے کے مقام سے طلوع ہونا شروع کر دے گا، جال نمودار ہوگا اور زمین کا جانور نمودار ہوگا۔ (صحیح مسلم) اسی وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ”جس روز تمہارے رب کی بعض خصوصیات نشانیاں نمودار ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کرائی ہو۔“ (اتقرآن) جب یہ نشانیاں نمودار ہو جائیں گی تو پھر توبہ کا دوزخ دینہ کر دیا جائے گا۔ پھر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ گویا کہ ہمارے پاس اب بھی وقت ہے۔ آئندہ نہیں معلوم کہ یہ وقت ہمارے ہاتھ میں رہتا ہے یا یہود کی چھینر چھانڑ سے ختم جاتا ہے۔ اے میرے بھائیو! اس رمضان کو جتنی توبہ کا رمضان بنا لو۔ اس مرتبہ کے روزوں کو حقیقی تقویٰ کا ذریعہ بنا لو۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جان مال لگانے، عزت آبرو لگانے کا عزم کرو۔ ورنہ اسے معلوم کہ مہلت ختم ہو جائے۔ خاتمے کی ابتداء ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔

جب لاد چلے گا بنجارا

حضرت مہدی کی معاون تین قوتیں۔

اب ہم اصل سوال کی طرف پھرتے ہیں۔ مہدیؑ کا کنہ حضرت مہدیؑ نے۔ تین تین طرف کی قوتیں جو جائیں گی۔ (۱) اس کے اور قابل سلطان (۲) ایک بخت سیدہ کی، ان کا سر یہ اور علم (۳) عبادت و بندگی اور ان کا تخریب و ٹیکنا ہوگی۔ پھر خود حضرت مہدیؑ کی قابلیت، ذہانت، برکت اور ان کے ساتھ بھی ہدایت (یعنی ہر موقع پر درست فیصلے کی علامت) بھی ہوگی۔ لیکن اس سب کے باوجود سات سال کے قیامِ غریبے میں آخر اس طرف و وجہائے کے ان پہنچاؤں کی جگہ سے ہاتھیں کے بازو رشتہ و قلم سوسالوں میں مغرب نے بھی کھانٹ لیا ہے۔ کیا ہے؟ اس سال کا جواب یہ ہے۔ ظاہر میں حضرت کی کامل اتباع اور باطن میں رب تعالیٰ سے کامل فیض کی برکت سے اللہ پاک ان کی جدوجہد اور بہادری و قتال میں ایسی برکت عطا فرمائے گا کہ کائنات میں کافرو، کفری قوتیں ان کے ساتھ نہ جائیں گی۔ مغرب کی دہانہ آتش محض مادہ پستی یعنی بہ مادہ، اللہ کی نظر میں پست اور حقیر ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ وہ قوتیں اور نفس پست افراد کو جو حقیر ہے۔ اس نے بنا ہے

میں حضرت مہدی اور حضرت جی علیہ السلام بلند مرتبہ روحانی شخصیات ہوں گی۔ ان کو غیر معمولی کراماتی اور معجزاتی طاقت دی جائے گی۔

☆ ”نویائے ختم ہو جانے کا وقت قریب ہے۔ اس لیے میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت، قرآن کریم کے احکام پر عمل، باطل کو قطع کرنے اور مستحق کو زندہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔“ (بیعت کے بعد حضرت مہدی کے پہلے خطبے سے اقتباس)

☆ ”حضرت مہدی کو اللہ تعالیٰ ایک رات میں صلاح (کے بلند مقام) تک پہنچا دیں گے۔“ (حدیث شریف)

☆ ”حضرت مہدی کے خلاف نکلنے والا لشکر جس کا سربراہ سفیانی نام کا شخص ہوگا، زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔“

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا تم نے کسی ایسے شہر کے متعلق سنا ہے جس کے ایک جانب فگش اور دوسری جانب سمندر ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی اسماعیلی کے ستر ہزار افراد اس شہر کے لوگوں سے جہاد نہ کر لیں۔ چنانچہ مجاہدین جب وہاں پہنچ کر کریں گے تو نہ اسلحہ سے لڑیں گے اور نہ تیر بھگنے کی نوبت آئے گی، صرف ایک مرتبہ ”لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر“ کہنے سے شہر چاہ کا ایک دھڑ کر جائے گا۔

ایک اہم نکتہ:

اس روایت میں ایک لفظ ”ستر ہزار افراد میں بنی (صحابہ) آیا ہے یعنی بنو اسحاق میں سے ستر ہزار مجاہدین۔ اس کے بارے میں بعض محدثین نے اسے یہ ہے کہ دراصل یہاں ”ستر ہزار“ مراد چنانچہ تمام مسلم شریف کے تمام نسخوں میں ”ستر ہزار“ ہے۔

یعنی وارو ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "القول لعلانی: كذا هو في جميع أصول
في جميع مسند" اس میں "سحق" قال: قال بعضهم: المعروف المخطوط "من
سعی بسعی" وهو الذي يدل عليه الحديث، وسبقنا ذكر إسناده الثابت،
وهذه المدينة هي المصططبة. " (نووی عی: خمس - مسلم: ۳۹۶/۴)

ترجمہ: "قاضی عیاض نے کہا ہے: "سعی" اس میں "سحق" کا قتل علی صحیح کے تمام
سنحوں میں آیا ہے۔ دانت مشہور و مستقیم بات یہ ہے کہ مراد "سعی بسعی" ہوں چونکہ اس معنی
پر حدیث کی دلالت بھی ہے اور سنی حدیث کا مضامین بھی ہے چونکہ ان سے مراد عرب میں
اور مدینہ سے مراد مصططبت ہے۔"

نئی اسمیں کے لیے یہی اہم فائدہ لانے کی ایک تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت
افتخار علیہ السلام کی اسمیں کے چچا ہیں، اور "م" اور "ن" (چچا والد کے قائم
مقام ہوتا ہے) کے دونوں کے مطابق چچا کی طرف نسبت بھی درست ہے۔

بعض محققین کا کہنا ہے کہ اگر حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر ہی رکھیں تو یعنی افتخار
سے مراد وہ افراد ہوں گے جو اس زمانہ میں مسلمان ہو کر فطرہ مہدی میں شامل ہو جائیں گے
جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ یہاں بتاوا سحاق ہی درست ہے اور اس سے مراد بچہ ہیں
کہ مونا بچہ کے ایک طبقہ کے مطابق نسلی طور پر یہ طلبہ کتاب ہیں اور طالبان کی شکل میں
حضرت مہدی کے ساتھ ہوں گے۔

ایک اہم وضاحت:

یہ یاد رکھیں کہ حدیث شریف میں مذکور ہے: "لن یصلح من لم یصلح لہ" جس کا صحیح معنی

کی نوبت آئے گی۔" اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنے طور پر جو بہترین وسائل دستیاب ہوں، انہیں حاصل کریں اور غلبہ دین کے لیے قربانیاں دیں اور دیتے رہیں، آگے ایک وقت پر اللہ پاک خود ہی غیب سے کوئی صورت پیدا فرمائیں گے۔

یہ بات اس وقت اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس دن فجر کی نماز میں نازل ہوں گے، اس دن فجر کے بعد وہ دجال اور اس کی یہودی فوج (امریکن و اسرائیل آرمی) کے خلاف جہاد شروع کریں گے۔ دجال ان کو دیکھتے ہی چونکریاں بھرتا ہوا فرار ہوگا۔ اس کی ساری شیطانی اور مادی طاقتیں سلب ہو جائیں گی اور شام تک ہر چھر پکار کر مجاہدین سے کہے گا: "اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چمپا ہے۔ اسے آکر ختم کر دے۔" اب بتائیے! جب دجال ان کو دیکھتے ہی پھسلنا شروع ہو جائے گا۔ (شاید وہ سنس ملین ڈالر بین یا ریویئر کی طرح جزائی طور پر وحالت پر مشتمل انسان ہوگا) قتل پر از یہودی مجاہدین کے ہاتھوں شام تک برباد ہو جائیں گے تو ایک دن میں کون سی ساتھی دیکھنا لوتی ہوگی جو اہل حق کو حاصل ہو جائے گی؟

اگر آپ اس امر کی تصریح چاہتے ہیں کہ تقویٰ اور جہاد کے عمل پورے پر نہیں تو نہیں کمزور دنیا تو اس مسلمانوں کے ہمراہ ہوں گی اور باطل کی مادی طاقت کو پھلکا ڈالیں گی، لہذا ہمیں مادی طاقت حسب حیثیت حاصل تو کرنا چاہیے لیکن اس سے ڈرنا یا اس کو خرب آڑ نہیں سمجھنا چاہیے۔ تو اس کی وضاحت بھی مل سکتی ہے۔ "علامات قیامت" (مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب) میں الدر المنکر کے حوالے سے یہ حدیث موجود ہے:

"عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ پس لوگوں کی آنکھوں اور ناکوں کے درمیان سے تاریکی بٹ جائے گی (یعنی اتنی روشنی ہو جائے گی کہ لوگ ناکوں تک دیکھ سکیں) اس

وقت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہوگی۔ جس لوگ ان سے پوچھیں گے آپ کون ہیں؟ وہ فرمائیں گے میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور اس کی (پیدا کردہ) جان اور اس کا کلمہ ہوں (یعنی باپ کے بغیر محض اس کے کلمہ "کن" سے پیدا ہوا ہوں) تم تین صدقوں میں سے ایک کو اختیار کرلو: (1) اللہ رجال اور اس کی قوتوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کر دے۔ (2) ان کو زمین میں دھنسا دے۔ یا (3) ان کے اوپر تمہارے اسلحہ مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔ "مسلمان کہیں گے: "اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ طہارت کا باعث ہے۔ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ذلیل و ذلیل والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ بیت کی جگہ سے اس کا ہاتھ نکال دیا جائے گا۔ پس مسلمان (پہاڑ سے) اتر کر ان سے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور رجال جب (عیسیٰ) ابن مریم کو دیکھے گا تو سب کی طرح تھکے ہوئے جی جی کر عیسیٰ علیہ السلام اسے چالیں گے اور قتل کر دیں گے۔"

اب بتائیے! جب نتیجہ ہی تقویٰ اور جہاد مسلسل کی یہ کٹ سے دشمن کے ہتھیار ناکارہ ہونے اور مسلمانوں کی طویل جدوجہد کے بعد انہیں یہود پر مسلط کیے جانے پر موقوف ہے تو پھر اس بات پر افسوس کا کیا فائدہ کہ دشمن کے پاس یہ ہے اور وہ ہے۔ اور اس پر دل چاہئے سے کیا حاصل کہ ہمارے پاس یہ نہیں اور وہ نہیں۔ ہمیں اس بات پر کبھی پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ غلوں کی پیروی و فرسٹیم ہمارے پاس نہیں یا ہم اتنے فٹ اوپر کی آواز نہیں بھر سکتے۔ ہمیں اپنے طور پر جائز ذرائع سے دستیاب وسائل کو لے کر کام جاری رکھنا چاہیے اور بس! مادی طاقت سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے نہ اس پر غرور مند ہونے کی کہ ہم ان کے برابر آئے بغیر اس طرح ان پر غلبہ پائیں گے؟ ہاں اس پر نہ و غرور مند نہ چاہیے کہ خارجی ٹانگوں پر ہند کی نہیں ہو رہی (یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا وقت ہے)

یہ عصر کی جماعت کا اجتماع نہیں (یہ یہودیوں کے کھن خانے کا وقت ہے) تو کئی محل میں ہے نہ اطلاق اور برآمد میں (حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھی رات کو مصلے اور دن کو گھوڑے پر سوار ہوں گے۔ ہم میں رات کو نہ بد شنب زلہ و بار اور دن کے وقت شہسوار سکتے ہیں؟) جہاد کو حرام یا بدعت گردی کہنے والوں کے پروپیگنڈے سے کوئی متاثر تو نہیں ہو گیا؟ (حضرت مہدی کے ساتھی وہی ہوں گے جو آخری وقت تک ساری دنیا کی مخالفت و ملامت کی پروا کیے بغیر جہاد کی بابرکت سنت پر ڈٹے رہیں گے) جہاد کی ہوسانی، یعنی، نظریاتی، فکری تربیت سے تو کوئی ناغل نہیں (حضرت مہدی سے ساتھ دو لوگ نہیں ہیں بلکہ سب سے منہیں جان و مال، پیش، آرام، گھریلو، تہذیبی، بچوں کی محبت، دامِ خدا میں جوئے سے روٹی ہو گئی)

”مختار علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ایک جماعت قیامت تک مسلسل حق پر قائم رہے گی (اور) اب رہے گی۔ فرمایا پھر (ان میں) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا: ”یہ! ہمیں نماز پڑھائیے! وہ! ہمیں کے نصیحت! بدعت میں سے بعض لوگ اٹھیں پر امیر ہیں (چنانچہ امتی آئے بڑھ کر ساتھ نبی کو نماز پڑھائے گا) کہ ختم نبوت کا مسئلہ واضح ہو جائے (اس امت کی خداوند عزت واکرام سے جدا ہے۔“

ایمان والوں کو چاہیے کہ خود کو اس وقت کے لیے دائمی و دسمالی طور پر تیار کر لیں جب جہاد کی ایمان کا مہیا ہوگا۔ حضرت مہدی کے ساتھ وہی چاہنے والے جس نے پہلے سے جہاد کی تیاری کر لی ہوگی۔ عین وقت پر تو وہ جب تیار لاوا چلے گا، سب خاصہ پڑ رہ جائے گا۔

دودھاری تلوار

تیسری بات: حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟

تیسرا سوال کہ حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ اتنا اہم نہیں جتنا مذکور ہے۔ یہ ایسی دودھاری تلوار ہے کہ زراعی پھسل نہیں سے کہیں پہنچا سکتی ہے۔ پہلے تو قرآن کریم کی ہدایات ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اگرچہ قیامت کے متعلق ہیں لیکن بندہ ایک سے زائد مرتبہ عرض کر چکا ہے کہ علامات قیامت بھی قیامت کی طرح مبہم اور پیچیدہ ہیں۔ ان میں علامتی زبان استعمال کی گئی ہے اور اس موضوع کا سارا حراعی اس تجسس میں ہے جو اس ابہام اور ذہنی علامتی لغت سے پیدا ہوتا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے: "قُلْ عَسَىٰ اَنْ يَّكُونَ فَرِيْدًا" (اے نبی!) کہہ دیجئے عین ممکن ہے کہ وہ وقت بالکل ہی قریب آگیا ہو۔" (آیت: ۵۱) بالکل اسی طرح کی ایک بات سورۃ المعارج میں بھی وارد ہوئی ہے: "اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيْدًا وَّنَرَاهُ فَرِيْدًا" "یہ لوگ اسے دور سمجھ رہے ہیں جبکہ ہم اسے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں۔" (آیت: ۶)، ۷) قرآن حکیم میں متعدد بار آیا ہے: "قُلْ اِلٰهِيْ اَقْرَبُ اَم بَعِيْدُ مَا تُوْعَدُوْنَ"

”(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب آنی لگی ہے یا ابھی دور ہے!“ (سورۃ الانبیاء: 109) ”قل ان الذی القریب مانتو عدون ام یجعل له ربی العدا۔“ (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ قریب پیش آنے والی ہے یا ابھی میرا رب اس کے ضمن میں کچھ تاخیر فرمائے گا!“ (سورۃ النجم: 25)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے پوچھا: ”قیامت کب آئے گی؟“ آپ نے فرمایا: ”تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟“ بالکل یہی بات اس سوال کے متعلق کہی جاسکتی ہے۔ مہدویت کے موضوع کا سب سے سنی فیئر اور تجسس آمیز سوال یہی ہے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ ہم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کیونکہ جس طرح ”حضرت مہدی کا ساتھ دینے والے ہمطابق حدیث شریف روئے ارض کے صالح ترین مسلمان ہوں گے اور ان کی فضیلت اصحاب بدر والی ہے۔ اسی طرح ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والوں کے لیے وعید بھی اتنی ہی سخت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”اس پر (یعنی مسلمانوں کو کافروں کے حوالے نہ کرنے پر) جنگ شروع ہو جائے گی اور مسلمان تین گروہوں میں بٹ جائیں گے: (1) ایک تہائی لشکر تو میدان جنگ سے بھاگ جائے گا، ان کی تو بہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہیں فرمائیں گے۔ (2) ایک تہائی لشکر غیبیہ ہو جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے۔ (3) ایک تہائی لشکر کو فتح نصیب ہوگی، یہ آئندہ کسی فتنے میں جلا نہ ہو سکیں گے۔“ (مسلم شریف)

حضرت کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والے کون ہوں گے؟ جنہوں نے شرک و بدعت کو بنی سمجھ رکھا ہے۔ جنہوں نے اپنے من یا شرم کا کوجہ امت سے آشنا کر رکھا ہے۔ جن کے دلوں میں حسد، بغض اور کینہ ہے۔ نہ اپنی پرتھویرت، توبہ اور تبت ہے۔ آنکھ میں خیانت، و ترص

اور ہوس ہے۔ ہاتھ میں غل، کرپشن اور لٹراڈ ہے۔ منکرات سے تو بچیں کی اور دنیا سے منکرات سے کلی خاتجے کے لیے جہاد کرنے والوں میں شامل ہونے کا شوق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت کو سین میدان جنگ میں کیا اچھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

تو میرے بھائی! ہم یہ نہیں کہ حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ ہم یہ نہ کہ اگر وہ ظاہر ہو گئے تو ہم میں سے کس نے اس کے لیے کتنی تیاری کیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ ظاہر ہوں تو ہم کسی ایسے فتنے کا شکار ہوں کہ ان کا ساتھ دینے کی بجائے پیٹھ دکھا دیں یا ان کے مقابلے میں آکر ستمیں۔ جی ہاں! کچھ بد نصیب نام نہاد مسلمان سب سے پہلے ان کی مخالفت میں تم ٹھونک کر تھکیں گے اور وردِ ناک طریقے سے برباد ہوں گے۔ احادیث سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے زمانے میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک طبقہ اور دو گروہ حضرت کا ساتھ پھوڑ کر بھگائے والوں سے بھی زیادہ بد بخت ہوگا۔ وہ اسلام کا جوے دار ہونے کے باوجود حضرت کے مخالفین میں۔ ہوگا اور اسے اشد قونی ماری دیا کی آنکھوں کے سامنے دردناک عذاب میں گرفتار کرے گا۔ دوزخ و جہنم کے ساتھ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو قحط کل کے سب سے بڑے فتنے یعنی ”فکری ازمہ“ کا شکار ہو چکے ہوں گے اور ان کا سربراہ ”عبداللہ مہدی“ نامی شخص ہوگا۔

یہ سفیانی کون ہوگا؟ یہ یہودیوں کا تیار کردہ ایک مسلم ایڈر ہوگا جس کو عالمی میڈیا مسلمانوں کے ہیر و اور اور قائد کے طور پر پیش کرے گا۔ بعض جنگوں میں وہ مغرب کے خلاف قاتلانہ کردار ادا کرنے کا ذرا مدد چاہے گا اور پھر جب مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کر لے گا تو اصل روپ میں ظاہر ہو جائے گا۔ ”عیم بن حماد کی“ ”تاب الخسین“ میں ہے کہ ان کا نام عبداللہ ہوگا اور اس کا فریج مغربی شام میں ”اندلس“ ہی جگہ سے ہوگا۔ یہ لفظ اصل میں ”اندلس“ ہے۔ ”بجلی دور کا“ ہے۔ ”اندلس“ اس وقت شہنشاہ اسرائیل کے

ضلع "الانصرہ" کا ایک قصبہ ہے جس پر اسرائیلیں نے 24 مئی 1948ء میں قبضہ کر لیا تھا۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے یہ شروع میں مسلمانوں کا بھروسہ دار و خیر خواہ ہوگا، بعد میں اس کو دل بدل جانے لگا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے باطل قوتیں مسلمانوں کی جعلی قیادت کے نیچے تیار کر رہی تھیں جیسا کہ آکسفورڈ اور کمبریج کے طلسم خانوں میں دیکھا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں میں شکیبہ حاصل کر لے گا تو اصل چلان پر عمل شروع کر کے حضرت مہدی کے خلاف صف آرا ہو جائے گا۔ اس کی سوچ و فکر کا خلاصہ "فکری ارتداد" ہے۔

فکری ارتداد یہ ہے کہ اسلام کے حلال اور حرام کو حرام نہ سمجھا جائے۔ شرعی تعلیمات کو حرف آخر نہ مانا جائے۔ ان میں اتنے شکوک و شبہات اور سو سے بڑا کیے جائیں کہ شراب اور زنا جیسی قطعی حرام چیزوں کو بھی پوچھنے سے کہ زور پر حلال قرار دیا جائے۔

مثلاً: "اس دن وہ شخص سب سے بڑا حرام ہوگا جو توکلپ کے مال غنیمت سے محرم رہا۔" (یعنی ہر صاحب ایمان مجاہد اس مال غنیمت میں سے کچھ نہ کچھ ضرور لے) اگرچہ اونٹ کو نہ ہٹنے کی رسی ہی کیوں نہ ہو؟ سچا یہ کہ ارام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ لوگ ان کے اموال کو غنیمت اور بچا کو ان کے مسلمان ہونے کے باوجود کیسے فیصلہ دیا کریں؟ فرمایا: "وہ شراب اور زنا کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر قرار دیے جائیں گے۔"

چوتھا: "سفیانی زمین میں قسار پائے ہوئے ہوگا حتیٰ کہ ایک عورت سے ان کے وقت و مشق کی جامع مسجد میں شراب کی ایک مجلس میں بدکاری کی جائے گی۔ اسی عورت ایک عورت سفیانی کی زبان پر آکر یہ سوچائے گی: "جگہ وہ جامع دمشق کی حرب میں بیٹھا ہوگا۔ اس وقت ایک غیرت مند مسلمان نے مسجد کی یہ بات سنی اور یہ کہہ کر نکلا کہ اس کو مار دو۔" اسی وقت وہ کچھ کہہ کر قسار پائے ہوئے کے بعد قسار سے ہوا یہ ناپا کر لیا۔

سفیلی کو حق کی یہ بات کڑوی لگے گی اور وہ اس کو کھڑے حق کہنے کی پاداش میں موت کے گھاٹ اتار دے گا اور صرف ہی کو نہیں بلکہ جس نے بھی اس کی تائید کی ہوگی وہ کو بھی قتل کر دے گا۔“

یہ ہے وہ ”فکری ارتداد“ یہ ہے اللہ کے اذکار (حدود اللہ کی پامالی) جو آج کے ”تھک فلسف“ کا پر پا کر وہ عقیدہ ترین فتنہ ہے۔ اس سے جو دوسے جنم لیتے ہیں ان کی بنا پر آدمی مس کو مسلمان ہوتا ہے، شام کو کافر، شام کو مسلمان ہوتا ہے تو صبح کو کافر۔ اس فتنے کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو حضرت علامہ ابراہیم جواد علیہ السلام اور ان کے تیار کردہ با جواب قسم کے بالکل فتنہ پر وازوں کے پروگراموں میں دیکھ لیجئے۔ جہاں سیدھے سادھے نوجوانوں سے یہ سوال ہوتے ہیں ”خدا کا وجود ہے بھی یا نہیں“ ”مہدی کی تعریف کیا ہے اور یہ تعریف کس نے کی ہے؟“ ”پیر کے پر دے کا تکلف کس نے جاری کیا؟“ وغیرہ وغیرہ۔ ان لوگوں کی بد فہمی یہ ہے کہ ان کے پروگراموں کی فہرست دیکھ لیجئے۔ ایک بھی تعیناتی عنوان نہیں ملے گا۔ اصنافی موضوعات سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ ان کا سارا زور تشکیک پھینکنے اور دوسرے پیرائے پر ہے۔ کوئی دنیا دار مسلمان دین کی طرف آج کے اس کی ان کو کوئی فکر نہیں۔ سارا زور اس پر ہے کہ جو بچے کچھ مسلمان دین پر نوا چھوٹا عمل کر رہے ہیں، وہ کسی طرح سے آخر اذیاء ہو جائیں؟ طہارت کے مسئلے نہ جاننے والوں کو ملٹی گاڑی مباحث میں الجھانے کا آخر اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

تو جناب میں اشراب و زنا کو حلال و سود و خمر کو جائز سمجھنے والے اور سنت نبوی کو حقیر ہونے والے وہ بد مذہب مشفق ہوں گے جو حضرت مہدی کی تلوار کا شکار ہوں گے۔ یہی فکری ارتداد کا انجام ہے۔ یہ لوگ جہانوں کی حیرت دہانی سے جائیں گے۔ آج کل خنزیر انسان کی خیریں بہت آتی ہیں۔

”حضرت مہدی ان کے سردار سفیان نامی شخص کو ایک چٹان پر بکری کی طرح قوی کر دیں گے۔“

جو لوگ فتنے کا شکار ہو چکے ہوں وہ ظالم کے لیے رحم اور مظلوم کے لیے سزا دے سکتے ہیں۔

انہی اپنی بنیادیں رکھے۔ ائمہ اہل حق کا لہجہ یہ ہے کہ ان فتنہ باز پروپیگنڈوں اور اناکاروں کے مدعا کے خلاف اور باطنی بیٹھے والے کو۔ کفر یہ کاموں اور کفر یہ نظریات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خیر یہ کام تو پھر بھی توجہ دلائے سے بھٹک جاتے ہیں۔ آخر کے نظریات کا کارنامہ اٹھو بھٹکنا والے سے نہیں نکلتا۔ ان لیے میرے بھائیو! اللہ کے واسطے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ ایمان والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ نبی کی صحبت میں بیٹھو۔ نبی کی روش اختیار کرو۔ ایمان کے ڈاکو ہوتے چاہتے رہتے ہیں۔ وہاں ائمہ کراموں کے رہتے ہیں۔ خیر بھی نہیں ہوتی کہ خارج حزیانوں سے لیتے ہیں۔ پروگرام شروع نہیں ہو چکا۔ ائمہ کے لئے لک چکا ہوتا ہے۔ خدا کے لیے خوار پرہیز کرو۔ کہیں موت کے وقت کلمہ کی روایت ہاتھ سے نہ نہ جانی رہے۔

حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ حضرت چونکہ اس صدی کے مجدد ہوں گے جس میں وہ ظاہر ہوں گے اس لیے اتنی بات تو ملے ہے کہ وہ کسی اسلامی صدی کے شروع میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ یہ شروع میں ہوں اور ظاہر اقصیٰ صدی سے پہلے ہوں۔ عرب کے محاربتوں میں نسبت سے پہلے تک کو ”شروع“ کہا جاتا ہے۔ اب وہ یہ صدی ہوگی یا اگلی؟ اللہ ہی دیکھتا ہے۔ ہمیں وہ دور دیکھنا ہے اب ہو گا یا نہ رہی کلی تہن تسلیم کو ان کا زمانہ ملے گا؟ ان تمام افسوس کے عواہد کسی کو اس کا صبر نہیں۔ اتنی بات ہے کہ اگر ہم عالمہ جہاں تک پہنچ چکا ہے اور مسلمان جتنے حد میں سے مخصوصیت کا شکار ہیں وہ قربانیوں کے باوجود یکے پہلے جا رہے ہیں۔ یہ آواز دہائی جاتا ہے۔

کوئی ابہام سا ابہام ہے!

حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟

احادیث مبارک میں ظہور مہدی کی جتنی علامات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے کچھ میں کنٹکو علامتہ واستعارہ ہے۔ کچھ علامتیں بالکل واضح ہیں لیکن ان کے حقیقی ظہور سے قبل ان کے وقت ظہور کے بارے میں کچھ کہنا بہت مشکل ہے۔ ذیل میں ان دونوں اقسام میں سے کچھ نمایاں اور اکثر احادیث میں مشترک طور پر مذکورہ علامات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ آسمان سے قلاب نکال دیا جائے گی جو امام مجاہد کے ظہور کی ساری کرے گی۔ اس علامت کا حقیقی مصداق تو بالکل واضح ہے لیکن اوّل تو یہ ان کے ظہور سے بعد ہوگی جبکہ ہم قبل ظہور امام ان کے زمانہ ظہور کے اندازہ لگانے کی فکر میں ہیں۔ دوسرے ممکن ہے اس میں بھی علامتی کنٹکو کی کمی ہو۔ یعنی یہ صدائے نکلے کی چوٹ پر آسمان سے آنے کی ضرورہ، لیکن آج کل کون سی جگہ ایسی ہے جس میں سیلانٹ سسٹم سے وابستہ جہاز ذرائع ابلاغ موجود نہیں یا کون شخص ہے جس کی ان ذرائع سے رسانی نہیں؟ حضرت کائنات کعبہ میں ظہور اور اس کا ردّ غلط تازہ بہ تازہ خبر کی صورت میں منسوخ ہوتا رہا۔

لو بہ لحو نشر کریں گے اور آواز ان سے منستی خیر اذاعات کے سنائی بھیجیں گے۔

نہ ۔ ایک ملامت یہ ہے کہ آپ صدی کے مجدد ہوں گے۔ صدی کے مجدد کا اس کے شروع میں آقا ضروری نہیں، وسط سے پہلے پہلے آنے والے کو انی صدی کا مجدد مانا جائے گا۔ اب خدا جانے کہ وہ بھی پُر آشوب صدی ہے جس میں کوئی قسم نہیں جو مسلمانوں پر ڈھایا نہ گیا ہو اور کوئی قربانی نہیں جو مسلمان زحماً و وجہ دین نے نہ دی ہو اور اگر یہ صدی نہیں تو انی ہم تسلیم کر لیں کہ اتنی زبردست قربانیوں کے باوجود بھی کفر ہم پر مزید آتی صدیوں تک بے جھڑک نکلوانی کرے گا؟؟؟

”تجلی نے کہا، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہے دنیا کے لیے صرف ایک دن باقی ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے ایک آدمی کو ایسے کا جو دنیا کو انسانیت سے بھر دے گا اس طرح یہ کلمہ و اسم اور اللہ تعالیٰ سے ہماری ہوگی۔“ (مسند احمد، اقتباس: 20-21)

نہ ۔ ایک ملامت یہ ہے کہ فرات دریا سے پانی ہٹ جائے گا اور اس میں سونے کا پہاڑ نکھرے گا۔ وجہ و فرات دونوں ترکی سے نکلتے ہیں اور عراق سے گزرتے ہوئے فلج عرب میں گرتے ہیں۔ ترکی نے فرات پر متعدد ڈیم بنائے ہیں جن میں سے ”اتارک ڈیم“ دنیا کے بڑے ڈیموں میں سے ایک ہے۔ اس کی وسعت 816 مربع کلومیٹر ہے۔ حفاظت غنائیہ کے بعد ترکی میں فری مسن انڈیا میں رہے ہیں۔ اگر ترک چاہے تو فرات کا پانی عراق سے آسمانی روک سکتا ہے اور نئی ترکی پر مسلمانی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی دنیا آنکھوں سے دیکھی گی کہ سونے کا پہاڑ نکھرے گا۔ دنیائے اسلام پر فحش پڑے گی اور سو میں سے ٹانگوں سے اس لالچ میں رہ جائیں گے کہ شاید میں بھی وہ خوش نصیب ہوں جو اس سونے کا ٹکڑا بنے گا۔

نہ ۔ ایک مشہور روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے کہ زمین

ہیں انھیں کوٹھل جائے گی جو حضرت نے لڑنے کے لیے نکلے گا۔ اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین یک جہت چھٹ جائے گی اور اس بد نصیب فوج کو دیکھتے ہی دیکھتے لقمہ ہالے کی جو مسلمان ہونے کی ہو یہ ارنہو بہر بھی مسلمان کے ذات و ہندو کا نام سے لڑنے اٹھ کی۔ یہ بھی ارکان ہے کہ یہ لشکر جب شام سے آئے گا (شام کے اقلہ میں لبنان اور فلسطین...) یہ وہ اسرائیل..... کے عداوہ اردن بھی شامل ہے، جہاں کافی عربی سے عربوں کا ایک خدا خانہ ان ٹھکان ہے جس کی مکاتیں وہ مکین یہودی و بری نوی سے ملتی ہوتی ہیں اور مسلمان ختم ان کو بھجائے گئے فوج میں طاق ہوتی ہیں) اور اس کی مدد اسرائیلی افواج کریں گی جو ارضیہ زمین میں پس ہندوئیوں، جاکوئی کے وجود کے انتظار میں بیٹھی ہیں تو فریقین میں یہ آیت حرب کے استعمل سے زمین میں بھاری ٹھکر کو سے پڑے گا۔ یہ بھی چھوڑ جائیں گے وہی انھوں اور سب لقمہ سے انھوں زمین سب اعدائی محمد بن علی العدلیہ و علم و کھائی کی تو آپ نے بلا تو تھیں اس کی حقیقت کے قریب ترین تھے۔ یہ بھی لکھی لکھی۔

ان احادیث سے یک ہا ہے یہ سائے آئی کہ حضرت امام علیہ السلام ان کی طرف سے فوری اور عالمی پذیرائی نہیں سے گی۔ اس لیے کہ جب اختیار عمران و جنت، اصلاح کی صبر اور روحانی استیوں کو اپنے اندر و سورف کے یہ ہیئت سے نہر و کھجے چلے آئے ہیں۔ اور ہم نے کسی سستی میں ڈرنے والا نہیں بھجی ٹھکر ہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا جو پیغمبر کے نزدیک ہو ہم اس کے قابل نہیں۔ (۱۰ لقمہ ۳۴)

حضرت مہدی نہ رسولی ہیں اور نہ نبی، وہ مصطفیٰ اور کجاہ ہیں۔ لیکن امرا کا وطیرہ رہا ہے کہ قمع حق کے مشعر پر داروں کی تضحیف و تعقیر کریں ہا ہے وہ جس حیثیت میں ہوں۔ اس میں تہ تو ان کو کھجائے ہا ہے جو کا بہا ابھی حاصل ہوگا یہودی پانی میں منہک ہو چکے ہیں۔ سادہ ان اقتدار سے قہ نے ان کو حق کو لیا۔ وہ ایک رکت ہے یہ وہ ہا ہے کے

سرکب اور ہمیش پرستی کے عادی ہیں۔ سنت کا اتہار اور جہاد قتال ان کے نزدیک متوار طالبان کا کام ہے۔ جو دہانے پسند ترین خطے "خراسان" سے آئیں گے جو پاکستان اور افغانستان کے چند علاقوں پر مشتمل علاقے کا قدیم جغرافیائی نام ہے۔ ان علماء کے نیسے علمائے یہودی مثال صادق آتی ہے کہ وہ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچان کر بھی زبان سے اس کا اظہار اور تصدیق کے بجائے مخالفت کرتے تھے۔

۱۵۔ ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سال ذی الحجہ میں منی میں خون ریزی ہوگی لیکن یہ بہت قریب کی علامت ہے۔ اس لیے کہ اس ذی الحجہ کے فوراً بعد محرم میں عاشورہ کی رات حضرت کے ہاتھ پہ بیعت جہاد ہوگی۔ اس لیے یہ قریب ترین علامت ہماری بحث سے خارج ہے۔

۱۶۔ ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک خلیفہ کے انتقال پر شدید اختلاف ہوگا۔ اس اختلاف کی نوعیت ظاہر یہ تھی ہے کہ عہدِ تخت پر اتحادی افواج اپنی مرضی کا آدمی منتخب چاہیں گی جبکہ اہل اسلام کسی ایسے شخص کو پسند کرتے ہوں گے جس کے نظریات اتحادیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتے ہوں گے۔ مہدیات پر نظر رکھنے والے کچھ حضرات اس کا مصداق شاہ فہد کو سمجھتے تھے لیکن جب اس کا انتقال ہوا اور شاہ عبداللہ کی جانشینی کا عمل بخیر خوبی انجام پام کیا تو ان کے تہاذوں کو زبردست اچکا لگا لیکن ادا اذے تو ادا اذے ہوتے ہیں۔ کچھ حضرات کے نزدیک شاہ عبداللہ کے انتقال پر اس طرح کی صورت حال کا اندیشہ نسبتاً زیادہ ہے۔

اب ہم دوسری قسم کی علامت کی طرف آتے ہیں جو نہایت قطعیت کے ساتھ اس لمحہ معلوم کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن مسئلہ یہاں یہ ہے کہ ہم اس علامت کی قطعیت کے باوجود قبل از وقت اسے دریافت نہیں کر سکتے۔ یہی علامت ہے جس نے چند سال قبل تمام مومنین میں جنم آنے والے پیغامات سننے کا موقع پیدا کیا تھا لیکن اس میں فنی

طود پر ایک اہم فلکیاتی نکتے سے توجہ ہٹ جانے کے باعث یہ سنسنی خیزی، اقلیت کی سامان پر تہ چڑھ سکی۔ بعدہ اس سے قبل ”دو چاند گرہن“ کے عنوان سے مختصر طور پر لکھ چکا ہے کہ اصل چش گوئی یوں ہے کہ حضرت مہدی کے ماہِ محرم میں ظہور سے قبل ماہِ رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا۔ اب اس میں انوکھا بن محض اتنا نہیں کہ دونوں کو ایک ماہ میں اکٹھے کر بن لگے گا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ تو پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ اصل انوکھی باتیں دو ہیں اور دونوں فلکیات کے قوانین کے اعتبار سے عام طور پر ممکن نہیں۔ ان کا عدم امکان حتیٰ ان کو بحیرہ اطلالِ خلاصت بناتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ فلکیات کی رو سے چاند گرہن ہمیشہ اسلامی مہینے کے وسط میں اور سورج گرہن آخر میں ہوتا ہے جبکہ اس مرتبہ چاند گرہن شرواع میں اور سورج گرہن وسط میں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مہینے میں دو مرتبہ چاند گرہن نہیں ہوتا۔ اس سال ایک رمضان میں دو مرتبہ چاند گرہن لگے گا۔ یہ واضح ترین علامت ہوگی کہ تین ماہ بعد محرم میں حضرت مہدی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اب اسے افراط و تفریط کے علاوہ کیا کہا جائے کہ کچھ لوگ تو ان علامتوں کے بغیر راہ چلتے شعبہ ہائے دہلی کو مہدی جیسی مقدس شخصیت مان لیتے ہیں اور کچھ لوگ ان واضح علامات کے بعد بھی حضرت کو ماننے سے ویسے ہی انکار کریں گے جیسا کہ یہود و مسیحی و مسلمانوں کو پہچان لینے کے بعد بھی بوجہ ایمان لاکر دیتے تھے بلکہ مخالفت پر کراہندہ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسوا ہو گئے۔

آج کل کسی بھی فلکیاتی ویب سائٹ پر آپ مستقبل میں کسی بھی لمحے چاند سورج کی حرکات اور گرہن کا شیڈول دیکھ سکتے ہیں لیکن یہ دلوں انوکھی علامتیں چونکہ ہیں ہی خلاف معمول، اس لیے کوئی مابر فلکیات دان بھی ان کا وقت بتانے سے قاصر ہے۔ آخری رمضان سے پہلے اور ان کے وقوع سے پہلے وقت کی تعیین ممکن نہیں۔ اس حوالے سے درج ذیل مضمون میں کافی تجزیہ تفصیل کی گئی ہے:

دو گراہمن دو چاند

”جنگل میں موہاگل غونوں پر ایک صبح چل رہا ہے جس کا خلاصہ کچھ یہ ہے: ”قیامت کی آخری نشانی۔ آسمان میں دو چاند نظر آئیں گے۔ بی بی سی پر بھی بتا دیا گیا ہے کہ 27 اگست کو دو چاند نظر آئیں گے۔ یہی حضرت امام مہدی کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ”یاء ایہ الذین امنوا انظر آجائے گی اس کے بعد تو یہ قبول نہیں ہوگی۔“ اس بیخبر کو ہمتا ہونے کے دوسروں تک پہنچائیں۔“

اس صبح پتھر ہو تو ہم بعد میں کریں گے پہلے حضرت مہدی کے ظہور کی علامات میں سے جس علامت کی طرف اس پیغام میں مبہم، ناقص اور غلط اشارہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ہو جائے۔ احمدیہ کی جستجو کی جائے تو (۱) علامت وہی ملتی ہیں جو حضرت مہدی کے ظہور سے پہلے کائنات میں ظاہر ہوں گی اور دیا تو نتیجہ کریں گی کہ مسلمانوں کی جمیعتوں کے خاتمے (اگرچہ یہ اچھا وقت آگ اور خون کے دریا سے گزرنے کا موقعہ رکھنے والوں کے لیے آئے گا) اور کفر کی امیدوں پر پانی بھرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ان میں سے ایک چیز ایسی ہے جو دنیا کی پیدائش سے آج تک نہیں ہوئی اور ایک مرتبہ کے بعد بندہ بھی نہیں ہوئے کیونکہ کائنات میں کارفرما قوانین کے مطابق یہ ممکن ہی نہیں۔

علم اخلاقیات کی رو سے یہ ایک طے شدہ اور سلسلہ قانون ہے کہ چاند گرہن ہمیشہ قمری مہینے کے وسط اور سورج گرہن ہمیشہ مہینے کے آخر میں ہی ممکن ہے۔ یہ مسند للنبیات کا باطل ابتدائی اور نام سائنسہ ہے۔ اس کی وجہ اس فن کے مبتدی بھی جانتے اور باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں چاند گرہن ہمیشہ اسلامی تاریخ کے حساب سے 13، 14، 15 اور سورج گرہن ہمیشہ 27، 28، 29 کو دیکھا جاسکتا ہے آج کے سچے نہیں ہو سکتا۔ لہذا پاک نے ممکن نظام ہی تجویز کیا رکھا ہے۔ اچھا حضرت مہدی کے ہاتھ پر جس ماس کے تحریر

میں عاشورہ کی رات کو خیر اسود اور مقدمہ ابراہیم کے ارمیان بے جہاد و خلافت ہوگی اور اس محرم سے پہلے ذی الحجہ میں مثنیٰ میں جنت خوریزہ کی ہوگی اس سال رمضان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے چاند گرہن 13، 14، 19، 20 رمضان کے بجائے یکم رمضان المبارک کی رات کو ہوگا اور سورج گرہن 27، 28، 29 رمضان کے بجائے 5 رمضان المبارک کو ہوگا۔ یہ دونوں باتیں نہ ممکن ہیں اور یہ حقیقت کائنات سے آفاق تک ہوتی ہیں لیکن قانون سے بہت کر خوشی منے و نا چیز اس کی علامت بھی عام تو نہیں۔ سے بہت کر ہوتی ہے۔

14123ھ بمطابق 2002ء کے رمضان میں چاند اور سورج گرہن دونوں کے اٹھنے گرہن ہونے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ (اس موقع پر بحث و تحقیق اور تجزیوں و تجویزوں پر مشتمل کئی مضامین آئے لیکن اس عاجزی زبان اور قلم خاموش رہا۔ وہ چار شمارے پہلے حرق کی جائیگی ہے۔ اور زرا نظر مثنیٰ مضمون اس وعدے کی تکمیل کا ان شاء اللہ آغاز ہے جو اس کالم میں ہوا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ مذکورہ کچھ اور ہوا روایت کچھ اور) لیکن اس کی نوعیت یہ تھی کہ دونوں گرہن عام قلوب کے منہ بقی اپنے اپنے وقت پر ہونے تھے یعنی چاند گرہن اور رمضان کے وسط میں اور سورج گرہن مہینے کے آخر میں۔ رصد گاہوں کا ریکارڈ دیکھا جائے تو ایسا 2002ء سے پہلے اور کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ اس موقع پر درج و استیعاب کی طرف سے جو سنی تجزیہ میں شروع ہونے تھے ان میں یہ غلطی تھی کہ چاند سورج کے اٹھنے گرہن کو دو مدت لیا گیا تھا جو اکٹھے ہونے کے بعد وہ اپنے وقت سے پہلے ہونے سے شروع تھی۔ بلکہ احادیث مبارکہ کو دیکھا جائے تو چاند سورج دونوں کے اٹھنے گرہن ہونے کے ساتھ یہ بھی ہوگا کہ چاند کا گرہن ایک مہینے میں دو مرتبہ ہوگا۔ ایک تو فی رمضان کو اور دوسرے ماہ رمضان کے آخر میں کسی اور دن۔ حدیث شریفہ میں یہ تصریح نہیں۔ دوسرا گرہن حسب معانی 3، 14، 19، 20 رمضان یعنی مہینے سے بہت کر کسی مرتبہ میں

ہوگا۔ یاد رہے کہ ایک قمری سینے میں دو چاند گرہن یا (سوانح گرہن) نہیں ہو سکتے البتہ شمس سینے میں ہو سکتے ہیں جب کہ 2003ء کے جولائی میں ہوا کہ یکم اور 31 جولائی کو دو سورج گرہن ہوئے۔ گویا یہ دوسری دشانی بھی خلاف معوس ہوئی۔ آج کل جو حضرات حج کے موقع پر حضرت مدی کی جستجو میں ہوتے ہیں انہیں حج سے پہلے ایسے مضامین کی جستجو کرنی چاہیے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ چاند سورج کی آئندہ نئی دوسرا کی سینکڑوں سیکنڈ کی حرکت کا حساب بنانے والے فضائی تو اعداد و دہرہ مسائل اس موقع پر اس لیے کوئی مدد نہیں کر سکتیں کہ یہ دونوں گرہن خلاف معمول ہوں گے اور تعلیمات کائنات ان کا سرخ پانے سے عاجز ہے۔ اس لیے جو سفرات ”قلایات“ یا ”معدوبات“ سے مناسبت رکھتے ہیں وہ اس طرح کی متعین پیش گوئیوں اور غیر ثقہ بیانات کو بہت نہیں دیتے۔

اب اس ناقابل اعتبار سیح کی طرف واپس آتے ہیں جو کڑے چند دنوں سے غیر ثقہ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے سنسنی پھیل رہا ہے۔ اتفاقاً آپ بھوکے دیوں گے کہ 27 اگست کو نہ رمضان ہے نہ دونوں گرہن نہ دو چاند گرہن البتہ ایسی صبح راہِ عمل سے افراد کے خواہش مندوں کے لیے وقتی تسکین بفرج تو ہو سکتی ہے حقیقت۔ اس کا وہی تعلق نہیں۔ اب اس کی حقیقت سمجھیے۔ 27 اگست 2003ء کو صبح 50 ہزار سالہ تاریخ میں پہلی بار زمین کے اچھائی قریب اور خوب روشن تھا۔ جس کو بعض واقف مہربانوں نے چاند سمجھ لیا اور اب ہر سال اگست میں مسلمانوں کے جذبات سے ٹھیکنے کے لیے کچھ شہرت یافتہ ایسا مسیح سب کو بھیجتے ہیں اور تحقیق کے بغیر ہمارے ملاح مسلمہ ان اسے آگے چلا دیتے ہیں۔ اس لیے ہم ہمیشہ اپنے احباب کو تیار کر رہے ہیں کہ ہمیشہ دیدہ و نماز کی صحبت اختیار کریں۔ اس سے صرف مستند کتابیں پڑھا کریں۔ ہمارے وکیرہ اللہ تعالیٰ نے عمر راج کے ساتھ قتل کامل و عذریہ کی قتل کی۔ انہی پر امتحان کریں اور انہی کے قدروں میں بچے رہنے میں اپنی نجات سمجھیں۔

حضرت مہدی کے ظہور کے لیے ماہِ رجب کی تیسریں اور ستائیسویں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی طرح علامتِ قیامت کو بھی مبہم رکھا ہے۔ تاکہ غفلت میں پڑے ہوئے مسلمان زندگی کے ہر دن کو آخری دن اور ہر رات کو قیامت کی رات سمجھ کر بد عملی اور بے عملی سے قویہ کر میں اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں نشت جائیں۔

۵۶ . ۵۷ . ۵۸

نتیجہ کیا نکلا؟ ہم علامتوں پر گفتگو کے بعد بھی ظہورِ مہدی کے وقت کے متعلق ابہام باقی ہے۔ اگر ہم تو رات کی طرف جائیں تو وہاں ایک ہی چیز گواہی دیتی ہے جس سے کچھ محققین نے وقتِ موعود کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے۔

مہلت کا اختتام

حضرت داؤد علیہ السلام (اللہ کی رحمت اور سلامتی ان پر ہو) بنی اسرائیل کے مقدس پیغمبر تھے۔ جب یہودی بادشاہوں کی پہلی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بادشاہ کو ان پر مسلط کیا اور اس نے عراق سے آکر یروشلیم کو تاراج کر ڈالا۔ یہکل سلیمانی کی لبت سے ایبٹ بنادی۔ تو رات کے سوتے جا ڈالے۔ یہود کا قتل مام کیا۔ شہر کو برباد ویراں کیا۔ باقی ماندہ بچے کچھے یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ باہل لے گیا۔ تو جس ذہ نے میں یہود وہاں غلاموں کی زندگی گزار رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کھاتے ہوئے اس عذاب سے نجات کے لیے ان میں پھر سے انبیاء بھیجے شروع کیے۔ انہی انبیاء میں سے ایک حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی شخصیت و کردار میں سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ان دونوں پیغمبروں کو آغاز میں خاصہ عیال تھا اور پھر ایک وحشی ملک میں اجنبی و مظلوم شخص کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کی دوسری پادشاهی اور روحانی تربیت کی تھی کہ وہ پیغمبر بننے کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے بھی بڑے عہدوں تک پہنچے۔ دونوں کو اللہ

تعالیٰ نے انہوں کی تعمیر کا خصوصی علم بخش دیا تھا۔ وہ مشکل حالات میں بھی لوگوں کو خدا کے واحد کی طرف جلاتے۔ بہرِ ظلم کے ماحول میں کلمہ حق یا خُرف و جھجک کہتے رہتے۔ دونوں پر حق پر وادہوں نے بہت نکالی جس کی نوعیت الگ وٹک تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کی پاکیزگی اور پاکدامنی ایسے دل سے ظاہر فرمائی کہ دشمن بھی انکار نہ کرتے اور محافی مانگنے پر مجبور ہو گئے۔

بخت نصر کے بعد فیوڈل شاہنشاہ زاد بادشاہ ہوا۔ اس نے ایک خواب دیکھا۔ جس کا مطلب سمجھنے میں وہ عاجز رہا کہ پریشان ہو کر رہ گیا۔ اس نے ملک کے تمام مشہور نجومیوں، جادوگرؤں، کائناتوں اور مستقبل کا حال لانے والے کو جمع کیا اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ جب علم کا بے جا دعویٰ کرنے والے سب عاجز آ گئے تو کسی نے سے بی سرائیں کے دانشمند اور صاحبِ فہم نوجوان دانیال کی اطلاع دی۔ اس نے ان کو بلا لیا۔ حضرت دانیال نے اپنے اسلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ ان پر یہ ظلم مزید کمود جائے اور اس خواب کی صحیح تفسیر انہیں سمجھا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پادشاہیوں کرنی اور انہیں خواب کا صحیح معنی مطلب القاء کر دیا۔

فیوڈل شاہنشاہ کے اس خواب میں اس وقت کے بادشاہ سے لے کر قیامت تک آنے والے مختلف ادوار، حکومتوں اور بادشاہوں کے متعلق جو پیش گوئیاں کی گئی ہیں وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہیں۔ ماسوائے ان چند باتوں کے جن میں یہودی اور عیسائی حضرات نے تحریف کر دی ہے، وہ اسے توڑ مروڑ کر کہیں اور منطبق کرنے کی ناکام کوشش ہی ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام کے کلام میں آخری نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح پیش گوئی ہے اور یہ کہ آیا ابھی پیغام دار ہمیشہ کا خبر رہے والا دین ظاہر ہوگا۔ اہل کتاب لی پر بھیسی کہ وہ تحقیق نہ انکار اس وقت کرتے ہیں جب وہ ان کے سامنے

واضح ہو جاتی ہے۔ سر دست ہمارا موضوع اس خواب میں سے عددی پیش گوئیوں پر مشتمل دو حصہ ہے جو ہر دور میں بحث و تحقیق کا موضوع رہا ہے اور اب تو ان کے دن افق سے در سے نہیں، اُترے دکھائی دیتے ہیں۔

اب آگے چلنے سے پہلے ایک واقعہ یہ بیان کرتے چلیں جسے ابنِ اخطی، ابنِ ابی شیبہ، امام بیہقی، ابنِ ابی الدینا اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ’المستور‘ نامی شہر فتح ہوا تو قاتح فوج میں شامل صحابہ و تابعین نے وہاں حضرت دانیال علیہ السلام کا مزار در یافت کیا۔ آپ کا جسم مبارک ایک تابوت میں بالکل اصل حالت میں بغیر کسی قسم کی تبدیلی و تغیر کے موجود تھا۔ ان کے سر پر کپڑے کا ایک خط تھا جس پر انجیلی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ در یافت کنندہ جماعت میں جن تابعین کے نام ہیں ان میں ابو العالیہ اور معمر بن مالک مشہور ہیں۔ یہ حضرات یہ تحریر لے کر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے مشیر رستمی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ (جو پہلے اہل کتاب یہود میں سے تھے اور سچا اسلام لے آئے تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو) سے یہ تحریر پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابو العالیہ تابعی فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ شدہ تحریر کو پڑھنے والا پہلا شخص میں تھا۔ اس میں درج تھا: ”تمہاری تمام تاریخ اور معاملات، تمہاری تقریر کی سحر آفرینی اور بہت کچھ جو ابھی واقع ہونے والا ہے۔“ (ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج 1، ص 42-40، بیہقی: دلائل المنہج ج 1، ص 381، ابن ابی شیبہ: المصنف 4-7، انکری: شفاء الصدور ج 1، حبیب الیونین صفحہ 336)

تورات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیت المقدس میں فاتحانہ داخلے کا بھی تذکرہ ہے۔ مثلاً ”ذکر کیا“ کی صورت میں یہ بیت دی گئی ہے:

"اے صبیہوں کی بیٹی! غوغی سے چڑو۔ اسے بروہلم کی بیٹی! مسرت سے پہنچو۔
 دیکھو! تمہارا بادشاہ آ رہا ہے۔ وہ عارل ہے اور گدھے پر سوار ہے۔ ٹھہر یا گدھے کے پیچے پر۔
 میں پافریم سے گاڑی کو اور بروہلم سے ٹھوڑے کو بیٹھہ کر دوں گا۔ جنگ کے پرتوڑ دینے
 جائیں گے۔ اس کی خبر انی سمندر اور دریا سے زمین کے کنارے تک ہوگی۔"

یہ الفاظ واضح ہیں لیکن بیسائی اسے حضرت حبیبی بن مریم علیہما السلام کے بروہلم میں
 خبر مسافر کی حیثیت سے دریافت کو مراد دیتے ہیں۔ انہی کے افکار کو انہوں نے اسی لیے گدھے
 سے تبدیل کیا ہے۔ یہ ان حضرات کی دید و دانش پیدا کر دینا چاہی ہے اس لیے کہ بے شک
 مذکورہ پیش گوئیوں میں "اسلامی تصور" اور "حضرت مریم علیہا السلام" کا نام نہیں دیا گیا۔
 فارسیوں اور رومیوں میں سے کوئی بھی حکمران ایسا نہیں کرتا کہ اس نے فارس کے ساحل
 سے بحر وسط اور بحیرہ طبریہ سے ہند تک مکمل قبضے میں لایا ہو۔ یہ حقیقت صرف حضرت مر
 رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر صادق آتی ہے۔

اب ہم باطل واقع کی طرف آتے ہیں۔ بادشاہ نے حضرت ائیال علیہ السلام کو
 بلا سمجھا۔ جب یہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: "میں نے تیرے بارے میں سنا ہے کہ
 انہوں کی زوجہ تھ میں ہے اور نور اور دانش ور کمال فعلت تھ میں ہیں۔ نصیم اور نبوی
 میرے حضور حاضر کیے گئے تاکہ اس نوشت کو پڑھیں اور اس کا مطلب مجھ سے بیان کریں
 لیکن وہ اس کا مطلب بیان نہیں کر سکے اور میں نے تیرے بارے میں سنا ہے کہ تو تعمیر اور
 صن طحکات پر قادر ہے۔ پس انہو اس نوشت کو پڑھو اور اس کا مطلب مجھ سے بیان کر۔
 تو ارغوانی خلعت پانے کا اور تیری گردن میں زرین طوق پہنا دیا جائے گا اور تو ملکیت میں
 نصیم۔ درجہ کا حاکم ہوگا۔" اب ائیال علیہ السلام نے بادشاہ کو جواب دیا: "تیرا انعام
 تیرے ہی پاس رہے اور اپنا صلہ کسی اور سے نہ کرے گا۔" انہی میں بادشاہ نے اپنے اس نوشت کو

پڑھوں گا اور اس کا مطلب اُس سے یہاں کروں گا۔" (سورہ راتیں، پ 5، آیت 13-18)

اس کے بعد بادشاہ نے خراب سنا یہ اور حضرت نے اس کی تہیہ بتائی۔ اس میں دنیا کی تاریخ کے مختلف ادوار اور مختلف حکومتوں کے آغاز و انجام کے متعلق پیش گوئیاں ہیں۔ اس میں سے اُس پیش گوئی کا ترجمہ اور ترجمہ زمانے میں ہزاروں برس بعد قیام خاص حکومت کے قیام کے متعلق ہے اس کا ہم انہیں نے "نفرت کی ریاست" اور "مختاروں کی مملکت" کہا ہے۔ اس ریاست کے قیام سے دنیا کے انہماک کا آغاز ہوگا اور اس میں کہہ ہوں گی مجھ سے جو آغاز اپنے انجام کی طرف بڑھے گا اور یہی وقت روحانی غنیمتوں (دعائے مہدی اور نصرت میں جن میں تمام انسانوں) اور دینے والے نصیب (الذوال الاثر اور یاجون و ماجون) کے تجربہ کا وقت ہے۔

حضرت ذوالیال سایہ اسلام کی اس پیش گوئی کے جس حصے سے ہمیں دلچسپی ہے وہ یہ ہے "مختار بادشاہ کی جانب سے جو بھی حکمرانی جائیں گی اور وہ مختار مملکتوں کا پاکہ کر دیں گی۔ پھر وہ روزانہ کی قربانیوں کو چھین میں لیں اور وہی نعت کی ریاست قائم کریں گی۔"

اس عبارت میں مختار مملکتوں کا پاکہ کرنے سے مسجد اقصیٰ پر یہودی قبضہ اور وہاں خنزیر کے سوسوں کے ساتھ شراب نوشی مراد ہے۔ روزانہ کی قربانیوں چھیننے سے نمازوں پر پابندی کی طرف اشارہ ہے۔ قربانی سے عبارت مراد ہے کیونکہ روز روز ہوتی ہے جبکہ قربانی روز نہیں ہوتی۔ نفرت کی ریاست جو اقدس (برائے خدا) پر قبضہ کرے یہاں "مختار مملکت" کا ترجمہ کر لے گی۔ اس سے موجودہ اسرائیلی ریاست مراد ہے۔ یہ ریاست قائم کیسے ہوگی اور اس کے کردار کیا ہوں گے؟ ملاحظہ فرمائیے

"اور فریق اس میں نہ کریں گی اور انہماک مقدس دنیا پا۔" (یعنی قربانی کو موقوف

کریں گے اور اجازت دے والی نکرہ چیز نصب نہیں گے۔ اور وہ عبدِ مقدس کے خلاف شرارت کرنے والوں کو بڑھتے کرے گا لیکن اپنے خدا کو پہچانے والے تقویٰ پر کچھ کر دکھائیں گے۔“ (تورات ص 846) (دانیال ص 11-12 آیت 31-32)

نفرت کی ریاست کی مدد کرنے والی افواج امریکا اور برطانیہ ہیں۔ انہوں نے دہلی نکرہ چیز کی تحصیل سے مسجدِ اقصیٰ کی جگہ دہاں کے قعرِ صدارت کا قیام ہے۔ شرارت کرنے والوں کو بڑھتے کرتے سے مراد نیٹو، نیا کوریا اور غلامی کی متاخذ کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اپنے خدا کو پہچاننے والوں کے کچھ کرتے۔ فلسطینی فدا بین کی بہ مثال حمایت کی طرف اشارہ ہے اور یہ ان کی خدا پرستی اور خدا کے ہاں مقبولیت کی واضح خوش خبری ہے جو ان ظلموں کے زخموں کا علاج ہے۔

یہ ریاست کب قائم ہوگی؟ یہ یہی اس بحث کا اہم ترین سوال ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں:

بھر میں نے مقدس ٹھکانے کو کہتے سنا: ”یہ معاملہ کب تک اسی طرح چلے گا کہ یزبان اور مقدس مقام کو تہ میں سے روند دیا جائے؟“ ”پر دوسری آواز نے جواب دیا: ”دو ہزار تین سو (2300) دنوں تک کے لیے۔ پھر یہ مقدس مقام پاک صاف کر دیا جائے گا۔“ (تورات ص 846-847) (دانیال ص 13 آیت 14) اس پیش گوئی سے معلوم ہوا کہ نفرت کی ریاست 2300 سال بعد قائم ہوگی۔ کس لمحے سے 2300 سال بعد ۲۰۴۰ء یہ ہم آگے چل کر بتا سکیں گے۔ پہلا آخری پیش گوئی جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ ریاست ۲۰45ء بعد ختم ہو جائے گی۔

حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں: ”اگرچہ کہ میں نے فرشتوں کی یہ بات سن لی تھی، میں نے کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ میں نے اللہ سے دعا کی: ”اللہ! تمہاری اس طرح قسم

ہوگا؟ اللہ نے جواب دیا۔ دانیال اپنے کام سے کام رکھو۔ الفاظ پر قفل چڑھا دیے گئے ہیں اور معاملات پر مہر لگا دی گئی ہے۔ اب آخری وقت آنے پر سارا راز فاش ہوگا جس دن کہ قربانیاں جھین لی جائیں گی اور نفرت کی ریاست قائم کر دی جائے گی۔ اس کے بعد سے ایک ہزار 2 سو 90 دن باقی رہ جائیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایک ہزار 3 سو 35 کے اختتام تک پہنچ جائیں گے۔ لیکن (اس دانیال) تم اپنا کام دنیا کے اختتام تک کرتے رہو۔ تمہیں آرام دیا جائے گا۔ (تورات: ص 847، باب 12، آیت 8-13)

میسائی اور یہودی شارحین یہاں پہنچ کر سخت تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں، انہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس میں وقت کا جو تعین کیا گیا، اس سے کیا مراد لیا جائے؟ کیونکہ دنیا میں ایسی ریاست نہیں جو 2300 دنوں کے بعد قائم ہوئی ہو اور جس 45 دن قائم رہنے کے بعد ختم ہوگئی ہو۔ (45=1235-1290)

مگر وہ تورات ہی سے مرے لیں اور آئینہ دیکھنے سے نہ ڈریں تو تورات میں دنوں سے مراد سال لیا جائے گا۔ مثلاً قفل میں ہے: "میں نے تمہارے لیے ایک دن کو ایک سال کے برابر کر دیا ہے۔" لہذا اس آیت میں 45 دنوں سے مراد 45 سال ہیں۔ اب پیش گوئی کے مطابق اس ریاست کا قیام 2300 سال بعد ہوگا۔ تورات و انجیل کے شارحین کے مطابق ان سالوں کا آغاز سکندر اعظم کے ایشیا فتح کرنے سے ہوتا ہے جو 333 قبل مسیح میں ہوا۔ چنانچہ نفرت کی ریاست (Abomination Of Desolation) کا قیام 333 قبل مسیح کے 2300 سال بعد ہوگا (1967=2300-333) یعنی 1967ء میں۔ یہی وہ سال ہے جس میں اسرائیلی افواج القدس میں داخل ہوئیں اور مسجدِ قسطنیٰ کی ہولناک آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا۔ اسرائیل اُن پرچہ 1948ء میں بنالین القدس (یروشلم) بسپ تک رسائی یہود کا اصل مقصد ہے۔ وہ 1967ء میں اسرائیلوں کے قبضے میں آیا۔ اب اگر یہ

ریاست اپنے قیام کے 45 سال بعد تجاوز بر باد ہوئی ہے اور اس کی بربادی حضرت مسیحی مسیح
السلام اور حضرت مہدی کی افواج کے ہاتھوں ہوئی اور نہال اور کستارچہ یودیوں نے غلبے
پر ہوئی تو پھر بعض محققین کا کہنا ہے کہ $(2012 = 1967 + 45)$ کے فارمولے سے نفرت کی
اس گنہی مملکت کا اختتام یا اختتام کے آغاز کا زمانہ 2012ء کے آس پاس بننا
ہے۔ وا خدا علم بالصواب۔

”وہ پوچھتے ہیں یہ سب کب ہوگا؟ کہہ دیجئے: شاید یہ منقریب ہی ہو جائے۔“

عالم عرب کے مشہور محقق محمد امین بن عبد الرحمن المونی جنہیں حق گوئی کی
پاداش میں متعدد مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑی ہیں، ان کا کہن ہے: ”یکہی
حقہی سالیں گزریں۔ ہاں انہر یہودی حضرات ہم سے شرع نکال چاہیں بیسے۔ اہل قریش
سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی قس آرمہ لاسی ردید کے ہدایت ہیں۔
وہ اپنی شرط ہم سے ہار جائیں گے۔“ (یوم المذنب ترجمہ رضی اللہ عنہ ص 174)

یہودیہ شرع ہادیہ عدہ ان کا ارض فلسطین بارنا اور آخری و باوی کا دارمہ حقہی
ہے۔ اور قورات کے مطابق مبارک ہیں وہ لوگ جو تقویٰ اور بہادری پر کار بند رہتے ہوئے
مظلوموں کا ساتھ دل زبان و کام سے دیتے ہیں، ان کے لیے تجاہدوں میں رہتے اور
زمانیں کرتے ہیں، ان کے لیے یک جذبہ رہتے ہیں اور ان کے ساتھ مشر کے حقہی
ہیں۔

نفرت کی ریاست کے خاتمے پر اہل حق خوشی کے زائے پڑھیں گے، یہ دشمن پاک
ساف ہو جائے گا۔ تمام اشرار زمین اور آسمانی مخلوقات یہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعریف
کریں گی

”اللہ نہ! تجاہد، مملکت، عزت اور خوف۔ سب نے یہ ہم خدا کے راہ اور ہیں اور

ہمارا رہنہ ہے۔ اس کے فیصلے درست ہیں کیونکہ اس نے اس طوائف کو مزادتی جس نے اپنی بدکاری سے روئے زمین کو بھردیا تھا۔ اس نے اللہ کے بندوں کا خون بہایا تھا اور اللہ نے اس سے اس کا انتقام لے لیا۔“

روئے زمین کو ظلم سے بھرنے والا امریکا ہے اور اللہ کی سزائوں سے مراد ہوا، طوفان، زلزلے، اور طاعون (ایڈز) ہیں جو امریکا کو ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ عالمی شر کے خاتمے کے بعد عالمی خیر کا وقت آئے گا اور خدا اپنے بن و قوادار بندوں کو انعام دے گا جو حق کی فتح پر عاجزی کے ساتھ اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

”کیونکہ پھر میں لوگوں کے لیے ایک پاکیزہ زبان دوں گا جو اللہ کا نام پکاریں گے اور جو کدھ سے کدھ حاملاً کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔“

یہاں پہنچ کر عیسائی و یہودی محققین گنگ ہو جاتے ہیں کہ اگر آخری فتح ان کی ہوئی تو پھر کدھ سے کدھ حاملاً کر جمہ کے گیت وہ کس طرح گائیں گے؟ یہ ان کا تامل مارنا اور اللہ کی آیات میں معنوی تحریف ہے۔ پوری دنیا خصوصاً عیسائی اور یہودی اچھی طرح واقف ہیں کہ اسلام کے علاوہ دنیا میں کوئی مذہب نہیں جس میں عبادت گزرا ”بنیان مرموص“ کی مانند کدھ سے کدھ حاملاً کر کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی زبان پر پاکیزہ و عظیم کلمات اور حمد کا ترانہ (سودہ فاتحہ) جاری ہوتا ہے۔

غفلت زریبا نہیں

حضرت حارث و حضرت منصور:

حضرت مہدی کا تہ کرہ مکمل نہ ہوا جب تک حضرت حارث اور حضرت منصور کا ذکر نہ ہو گا اور ذریعہ کی حدیث ہے

بلال ابن مرہ سے روایت ہے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صبی امہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص ماورا، انہر سے چلے گا۔ اسے حارث حراث (سنان) کہا جائے گا۔ اس کے لشکر کے اگلے حصہ (مقدمہ الجیش) پر مامور شخص کا نام منصور ہوگا جو آپ محمد کے لیے (غزوات کے مسئلہ میں) ارادہ ہوا کرے گا یا مضبوط کرے گا جیسا کہ اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے ٹھکانا دیا تھا سو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس لشکر کی مدد کرے یا یہ فرمے یا کہ (ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ وہ) اس شخص کی اعانت کرے۔" (ابوداؤد: 3739)

خود کو آنے سے تمہیں سوال نہ دے گا پہلے قیام دہائی ہے۔ وہ اس شخص سے

تشریف لے گئے تھے کہ ان سے حارث حراث ابو نے فی حقیقی فی ہے اور اس سے فی

پر دارالافتاء کی مہر ثبت کر دی جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ حدیث شریف میں جس شخص کو حارث الخمرات کہا گیا ہے وہ آخر اس کا اسمکان تو ہے کہ وہ میں ہوں۔ تو آپ حضرات اس عاجزانہ تجویز پر مہر تصدیق ثبت فرمائیں تاکہ ایک اہم غلطی نہ ہو۔ ان کے پاس کاغذات کا جو پلندہ تھا اس میں دنیا جہاں کے دستخط، تصدیقات اور مہر لگا تھیں۔ ان کے پاس موجود قسمائے قسم تصدیقات دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ انہیں مہروں کے ٹکڑے جمع کرنے کا شوق ہے، جیسا کہ کچھ لوگوں کو کنگٹ، سکے یا ماٹیس کی ڈیبا وغیرہ جمع کر کے گینٹر بک آف دی ورلڈ ریکارڈ میں نام لکھوانے یا اور کسی طرح کا اعزاز پانے کا شوق ہوتا ہے۔ ایسا میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج تک مہدویت کا دعویٰ کرنے والے تو بہت سے کذاب سامنے آئے۔ یہ سارے کذاب شیطان صفت ہوتے تھے یا نفس پرست، جاہ پرست اور مال پرست۔ حضرت مہدی کے ساتھی جو نے کا دعویٰ کرنے والا پہلی بار سامنے آیا تھا اور وہ تھا بھی ایسا مرتعجب مرتج، بھولی بھالی اور معصوم، بے ضرر شخصیت کہ اس پر غصہ کے بجائے اس سے شغل کرنے اور لطف لینے کا دل چاہتا تھا۔ بندہ نے ان سے عرض کی کہ یہ روحانی مناصب کچھ کر کے دکھانے والوں کے لیے ہیں۔ ان میں ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے کسی کو مقدس شخصیت بنا کر ان پر فائز کرو یا چائے اور پھر اس سے درخواست کی جائے کہ وہ اب ہماری تجویز اور تلبید کی لاج رکھنے کے لیے نذرانے کی وصولیوں کے علاوہ بھی کچھ کر کے دکھایا کرے..... لیکن ان کا پس کی اصرار تھا کہ پہلے کسی شخص کو (بلکہ بالعمین انہی کو) حادث مان لیا جائے پھر بات آگے بڑھے گی۔ بابا جی مزاج کے برے نہ تھے۔ بس ان کے دماغ میں کسی طرح یہ سودا سما گیا تھا۔ بندہ نے ان کو شام تک اپنے ساتھ رکھا اور جب دارالافتاء کا وقت ختم ہو گیا تو انہیں اپنے ساتھ "فتیری تھلے" پر لے گیا۔ بندہ کی مسجد کے ساتھ ایک تھلہ تھا جس کا نام بارگاہوں نے "فتیری تھلہ" تجویز فرمایا تھا۔ مغرب سے دو بجے تک وہاں صراف پڑھائی ہوتی تھی اور عشا،

کے بعد طعام و کام اور فقیری نشستیں۔ یہاں ہم نے بابائی کو خوب چانچا پر کھا۔ نزل نزل کر دیکھا۔ دل اس پر تھا کہ اگر یہ کسی فتنے کا آغاز ہے تو ان کے پاس موجود تصدیق نامے اور کاغذات کا پلندہ غائب کر دیا جائے اور ان شخص بے ضرر قسم کے شخص کو ایک شوق چڑھ گیا ہے اور آگے چل کر ایسا کوئی خطرہ نہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ خوب چھان بھٹک کے بعد یہی سامنے آیا کہ بابائی بات اچھی طرح کر سکتے ہیں نہ تعلیم یافتہ ہیں۔ نہ دھمکا اور مہروں کے نقش جمع کرنے سے آگے کا کوئی منصوبہ ہے۔ ظاہر میں جتنے معصوم نظر آتے ہیں حقیقت میں اس سے بھی زیادہ بھولے ہیں۔ اس لیے ایک دروازہ مہدائی کے بعد رخصت کر دیا۔ بوقت رخصتی ان کو شکوہ تھا کہ تم ساری بات کہتے ہو لیکن انہماں جھٹکا اور مہر نہیں دیتے۔ بتائیے! ایسا شخص بھی حادثہ و اثرات ہو سکتا ہے جسے یہ بھی خبر نہ ہو کہ ہم ان کے پاس موجود بقید تصدیقی ذخیرے کو کھکانے لگانا چاہتے ہیں اور وہ ہم سے ہماری تصدیقی نہ ملنے پر شکوہ کر رہا ہے۔

حادثہ اور منصور دو قہب ہیں۔ دوقہ مداریاں ہیں۔ دو عظیم خدمات ہیں جو یہ حضرات دین اسلام کی سر بلندی کے لیے انجام دیں گے۔ جب حضرت مہدی سات ماہ کے مجبور کرنے پر امارت قبول کرتے ہوئے اصلاً و جہاد پر بیعت لیں گے تو پہلے جہل انہیں رہائے کفر سے زیادہ اپنے ان لوگوں سے فخر ہو گا جو غفلت و دنیا پرستی، فتنہ و مادیت میں مبتلا ہو جانے یا مادیات کی مصر حاضر پر تطبیق نہ کر سکنے کی وجہ سے انہیں اصلاحی و جہادی قاتلہ ماننے سے انکار کر دیں گے۔ اس وقت سے پہلے حضرت مہدی کی کوئی جماعت، کوئی تحریک یا تنظیم وغیرہ کچھ نہیں ہوگی۔ ایک یا دو تنہا، غریب و مسافر شخص جس کے ساتھ چند علماء اور ان علماء کے متعلقہ چند جانناز ہوں گے۔ اسے غیر ہوں گے علاوہ اپنوں کی بھی شد یہ مخالفت کا سامنا ہوگا۔ اس کو جس نہر سے اور امانت کی نہر سے ہوگی اس کے لیے اللہ تعالیٰ دو افراد

کو توفیق دے گا کہ ایک ان کی مالی کفالت و خبر گیری کرے گا اور دوسرا ان کے لیے عسکری کمک و رسد کا انتظام کرے گا۔ پہلے کو مدیت شریف میں "حادث" یعنی کسٹن کہا گیا ہے کہ وہ زراعت و غیرہ کے ذریعے کسٹن کی طرح بہت کرے گا اور دولت لگا کر حضرت کی خدمت میں پیش کرے اتفاق فی سبیل اللہ کا، وہ عمل زندہ کرے گا جو صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی پیاری سنت ہے۔ دوسرے کو "منصور" یعنی وہ شخص جس کی یہی مدد کی جائے گا، علامتی مدد دیا گیا ہے۔ وہ عسکری امور کا ماہر جو قابل اور دلیر سالار ہوگا اور حضرت مہدی کے دشمنوں کو روندے گا اور حضرت مہدی کے لشکر کی راہ ہموار کرتا ہو اور محتاجا ہونے کا اور قدرت کی یہی مدد کی بدولت اس کا اور اس کے ساتھ مجاہدین کا راستہ کوئی نہ روک سکے گا۔ اس کی مثال اثر سمجھنا چاہیں تو آج کے دور میں عالم کفر کو مطلوب و اہم شخصیات میں سے ایک نے دعوت سے برسرِ پیکار لشکرِ اسلام کی عسکری مدد کی ہے، ان کو پناہ فراہم کی ہے اور دوسرا اللہ کے لیے کوائف کئے اموال میں سے اللہ کے پیادوں پر اللہ کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ حدیث شریف کا بعضہ صدیقی یہ وہ شخصیتیں ہوں یا نہ ہوں، لیکن برحق حدیث اس طرح کی شخصیات کی مدد کرتا سنت کے ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔ ان شخصیات کو تصدیقی دستخط اور ممبروں سے نہیں، ان کے کارناموں اور دین کے لیے دی گئی قربانیوں سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت حادث و حضرت منصور یعنی جہاد با ممال اور جہاد بانفس کے فریضے کو ادا کرنے کے لیے اپنا تین تین دھن لگانے والی یہ مبارک شخصیات جو حضرت مہدی کا دست راست ہوں گی، کے علاوہ احادیث میں ان سات علماء کا تذکرہ بھی حضرت مہدی کے تذکرات کے ضمن میں آتا ہے جنہوں نے تین سو تین چار افراد سے دین اسلام کی خاطر بیٹھے سرسے ان نیت سے رکھی ہوئی اور ذکرِ ارض کے مختلف حصوں میں غالباً ان کی

کوششوں کی قیادت کر رہے ہوں گے اور پھر آخر کار حضرت مہدی کی تلاش میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرمین جاسکیں گے۔ یہ لوگ امت کو اپنی طرف نہیں بلانیں گے، بلکہ اسلام کی تحفہ دہانی اور غلبہ حق کے لیے اصلاح و جہاد کی دعوت دے رہے ہوں گے۔ لیکن مسئلہ یہاں بھی اسی آتا ہے کہ ان کے ساتھ بھی وہی جمل سکے گا جو اپنے دل کو غیر اللہ سے اور اپنے عمل کو شریعت کی مخالفت سے پاک صاف کر کے فدائیت و خائیت حاصل کر چکا ہوگا۔ حضرت مہدی کے ساتھی بہت تھوڑے لیکن اصحاب بدر کی طرح بہت منتخب لوگ ہوں گے۔ ان کی عقل ترین تعداد کو دیکھ کر ہی عام مسلمان کہیں گے کہ یہ تو رشتہ گرد و پوچانوں کا ٹولہ ہے۔ پوری دنیا کی فوج کے خلاف لڑ کر خود کشی کا شوق پورا کرنے چلا ہے۔ یہ تو شریعت کی سکھائی ہوئی حکمت کے خلاف چل رہا ہے۔ یہ تو خود بھی مرے گا اور ہمیں بھی ”پتھر دلوں کے دور“ میں پہنچا کر پھونڈے گا۔

سو مہدی مسعود کی اس دنیا میں تشریف آوری لاچار اور بے یار و مددگار مساکین کی اعانت کے لیے ہوگی جو بے شکل اپنی زندگی کے لاشے کو کادھارے ہوئے ہوں گے۔ اپنے گرد و پیش کی پراگندگی سے بے پردا اپنے ایمانوں کو سینوں سے لگائے نہیں جانتے کہ رہنمائی کے لیے کدھر کا رخ کریں۔ ”اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے گا۔“ یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن میں بار بار ہرانی مگی ہے۔ ارتعاش گواہ ہے کہ ہمیشہ دنیا کے کمزور ترین ہی سب سے پہلے آگے لا کر توبہ ہدایت کو سینوں سے لگاتے ہیں اور اپنی نجات پاتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح، یہ غریب و عاجز ہی ہیں جو حضرت مہدی سے وقار داری اور اطاعت شعاری کی بیعت کریں گے۔ دنیا ٹھیک پھاہٹ اور بغیر کسی لالچ و دھوکے کے۔ یہ ان جذبات و احساسات کا نہایت عظیم خیر پز جوش عبور غائی ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اولین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سوزان کر دیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مراد ہی ایک حدیث

تصدیق کرتی ہے کہ حضرت سہدی بھی امت میں عقیدت و محبت کے ان حضرات میں سے تھا کہ وہ اس کے کردار سے جس کے قدر میں ہدایت پاتا تھا۔ وہ آپ کی پرکشش اور دلربا شخصیت پر فریفتہ ہو جانے کا۔ عقل و عشق کے یہی دور ہے جب جہاں عقل شاہ دل عقلی مزاج و مانع پر سبقت لے جاتا ہے اور فہم و فہم سے کسی کام نہیں آتی۔ کیونکہ علم و دانش اگر کسی کا سر آسکتا ہے تو جو جس دایہ لب ایمان نے دلوں میں آگے ہوتے۔ کیونکہ دایہ لب و جہد غیر معمولی آدمی تھے اور اپنی فطری ذہانت اور نگاہ بڑھتی جہد سے عزت و احترام والے تھے، لیکن وہ عقل کی طالب نہ ہونے کے باعث پرے سے رو گئے اور عیشی و روی دنیا و آخرت کی عزت پا گئے۔

انھیں خلاصہ یہ کہ حضرت سہدی کے تصور سے پہلے یہ دو شخصیات ان کے لیے رہا ہوا کر رہی ہوں گی اور ان حضرات نے ان کے لیے اپنے آئند کے ساتھ ہی کرنا قرار دیا اور باہمی کی شاندار روایات و آثار کو ان کے اہل علم اور مسلمانوں کے قلب کی آویز بنائی۔

اس شخص کے بعد یہ موضوع تقریباً منسلک ہو چکا ہے۔ آخر میں چند باتیں عرض کرتی

ہیں۔

(۱) ان حضرات کو اشکال ہے کہ یہ بحث پھیلنے کا کیا نہ ہو؟ ہندو کا بھی عرصے تک یہی تردد تھا۔ لیکن اس کا جواب اس مسئلہ مضامین کے آغاز میں عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نہیں البتہ فائدہ کی امید ضرور ہے۔ نقصان تو ان شاء اللہ اس لیے نہیں کہ جو نے مدعیوں کی مدامت کھوں کر کر رہا کر رہا ہے۔ ان کی جہد یہ مضامین پر ہونے والے ان شاء اللہ اپنے کسی کا وہب کے پھر میں نہیں آئیں گے بلکہ ان کی نجات کی میں نور و انوار میں گئے اور اقاویت کا پہلو اس طرح ہے کہ اگر حضرت سہدی کا زمانہ قریب ہی ہوتا تو امت مسلمہ کے صالح اور فہیم افراد اس کے لیے خواہ مخواہ تیار نہ ہوتے۔ بجاہدین کی موصوفہ انسانی ہوتی۔ مایوس لوگوں کو تقویت ملی کی۔ اور ان کو ایسا نہ تھا تو ان کے لئے یہاں اور آخری

مقصد اصلاحِ ذات اور اقامتِ شریعت کی جدوجہد ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس میں لگ جاتا ہے تو یہ ہے وہ حضرت مہدی کا زمانہ پالے۔ یا نہ پاسکے لیکن ان کے ساتھیوں کے لیے میدان ہموار کر جائے، اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے؟ سولانا روم مشکوی شریف میں فرماتے ہیں کہ صوفیا، لوگوں سے کہتے ہیں ”موت قریب ہے، تیاری کرو۔“ فلسفی کہیں ہے: ”ساتھ ستر سال سے پہلے مرنا نہیں، جلدی لی کیا ضرورت ہے؟“ یہ یہی ہے جیسے کوئی تندرست شخص کسی مسافر سے کہے: ”میرے راستے میں چلی نہیں، مشکیزہ ساتھ لے لو۔“ دوسرا کہتا ہے: ”انسانی بوجھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ پانی آگے مل جائے گا۔ اب احتیاط کس میں ہے؟ اسی میں کہ موت کو قریب سمجھ جائے۔ پانی کا مشکیلہ دساتھ دیکھ لیا جائے۔ اگر زندگی نے بہت دیر اور نازہ پانی آگے مل گیا تو، اتنا مانی نہیں گئے ورنہ یہ بات تو نہ مر رہے۔ بالکل سی طرح اگر حضرت مہدی، حضرت مسیح علیہ السلام اور دیاج کا مذکورہ حسبِ احادیث میں اتنا اہتمام سے کیا گیا ہے کہ نئے والوں کو لگتا تھا کہ ان کا ظہور بہت ہی قریب ہے، جبکہ ان پیش گوئیوں کو یہاں ہونے آج چودہ ہوائتیس سال ہو چکے ہیں۔ تو قریب کی علامات دیدہ کے ظہور کے بعد ان حضرات کا اہتمام سے تذکرہ کیوں نہ کیا جائے، جبکہ علامتِ متوسطہ بھی ظاہر ہونے لگی ہیں اور علاماتِ قریبہ سامنے دکھائی دے رہی ہیں۔ ان علامات کے تذکرے سے قبر و آخرت یاد آتی ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ اصلاح کی فکر پیدا ہوتی ہے اور ان نیک شخصیات کی طلب سے اور ان کا ساتھ دینے کے جذبے سے ایک خاص قسم کی کیفیت اور فضا ملتا ہے جو دوسری چیزوں میں نہیں، اس لیے کہ ہر عمل، ہر سنت اور شریعت کے ہر پھول کا رنگ اور خوشبو دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

۱۱۔ ہم لوگ اس وقت نہایت غلطی کرتے ہیں جب سمجھتے ہیں کہ حضرت مہدی

حضرت مسیح و وہاں کا مذکور و محض رجائیت پسند ملنا کرتے ہیں۔ ہم میں سے کئی نہیں جانتے کہ امریکی بہت مذہبی لوگ ہیں۔ وہ ہم سے زیادہ ”مسیح“ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ متعدد یہودی شدت سے کسی نبی سے زندہ کے منتظر ہیں۔ 1967ء سے پہلے وہ یہ دعا کرتے تھے: ”اے خدا! یہ سال بڑے ظلم میں“۔ 67ء میں مسجد اقصیٰ پر قبضے کے بعد اب ان کے ہونٹوں پر یہ الفاظ ہوتے ہیں: ”اے خدا! مسیحا جلد آجائے“۔ جیسا انہوں نے خصوصاً امریکی و برطانوی عیسائیوں میں ”مسیح آ رہا ہے“ میں ”کاغذ“ م ہے۔ اس حوالے سے ان کا نفس نہایت شدید ہے۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں کسی مسیحا کے انتظار میں ہیں۔ مسلمان اور عیسائی تو حضرت مسیح علیہ السلام کے انتظار میں (جن کے ساتھ حضرت مہدی کا شکر ہوگا) اور یہودی ”مخالف مسیح“ (Anti Christ) یعنی وہاں آنے کے انتظار میں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہودی اور عیسائی اس کے لیے جاری لڑ رہے ہیں۔ میدان ہموار نہ ہے۔ یہودیوں کی مذہبی چیخ گوئیوں میں تحریف ہو کر کچھ کا کچھ بچا لیا گیا ہے۔ صرف مسلمانوں کے پاس سچے نبی کا سچا کلام باقیہ و تبدیل موجود ہے لیکن وہ اس سے بے فکر ہیں، بے مدد ہیں اور چگائے وادوں پر تارافض ہیں کہ کیوں نیند خراب کرتے ہو؟ انہی تو دنیٰ بہت دور ہے۔

(۶) پاکستان کے حکمرانوں نے قیام پاکستان سے آج تک اللہ تعالیٰ سے اتنی بد عہدیاں کی ہیں کہ یہ کبھی طور پر اپنے وجود کا جواز کھو چکا ہے۔ تقاضا اسلام کے دھندے سے انحراف اور جہل و فتنہ کو فروغ دینے تک کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کوئی کسر چھوڑی گئی ہو۔ لیکن یہاں کے عوام کا بڑا غلبہ مسلمان اور دین سے بے لوث تعلق کے علاوہ پانچ کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ مخلوق اور درمند پائستہ یوں سے (اور افغانوں) سے لے گا۔ اس بنا پر یہ ملک آج تک جیسا تھا باقی ہے اور بدل رہا ہے۔ ہمیں اپنی نجات سے اور بچائے اس واسطے سے نہ ہرگز نہ غفلت کسی طرح نہ ہونی چاہیے۔

آخری بات یہ کہ بندہ نے یہ سب کچھ خود سے نہیں کھوار ذخیرہ اعداد و ثمر سے جو روایت ہمارے نگار نے اپنی کتابوں میں لی ہیں، ان کی عصری تطبیق کی کوشش کی ہے۔ اثر یہ درست ہے تو اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے اور انکار کی برکات میں۔ بندہ تو محض ناقص ہے۔ ورنہ اس میں کوئی غلطی ہے تو بندہ کی کج فہمی ہے۔ اللہ سے توبہ اور اس کے مقبول بندوں سے اصلاح کا کھ سب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر استقامت اور اپنے انکار میں سے مضبوط تعلق نصیب فرمائے۔ حق کی پہچان اور اس حق کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوسرا باب

مسحیات

بچے اور جھوٹے وعدوں کی کشمکش

بچے اور جھوٹے مدعیوں کا تعارف

دس سوالات، بڑی جرات، ابہام کی تشریح، ایجنٹوں کی سلجھن

سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں مغربی وجاہت کی پامالی کی روداد

مسیح کا معنی

مسیح عیسیٰ کی زیر زمین کے نیچے زیر اور آخر میں جا۔ یہ اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور دجال دونوں پر بولا جاتا ہے، لیکن جب اس سے مراد دجال ہو تو مسیح سے ساتھ دجال کا لفظ ضرور آتا ہے، یعنی ”مسیح دجال“۔ لہذا عیسیٰ علیہ السلام ”مسیح الہدیٰ“ اور دجال ”مسیح الضلال“ ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نام ”مسیح“ کیوں رکھا گیا؟ اہل علم نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں:

- (1) مسیح کے معنی چھوٹے ہیں۔ آپ کو مسیح اس لیے کہا گیا کہ آپ جس بھی مصیبت زدہ کو چھوڑتے تھے وہ اللہ کے اذن سے صحت یاب ہو جاتا تھا۔
- (2) آپ نے دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہوئے زمین میں سیادت کی اس لیے مسیح کہا گیا۔

ان ذواتوں کی بنیاد پر مسیح بمعنی مدح (اسم فاعل) یعنی چھوٹے والا یا سیادت کرنے

(3) ان کے پاؤں پر سے زمین پر لگتے تھے، تلووں میں غلا نہیں تھا اس لیے مسیح کہا گیا۔

(4) چونکہ انہیں برکت کے ساتھ مسیح کیا گیا یا مکنا ہوں سے پاک کیا گیا، اس لیے وہ بابرکت تھے۔

ان دو اقوال مطابق مسیح بمعنی مسوح (اسم مفعول) کے ہو گا۔

ناسوں کی ان وجوہات میں کوئی تضاد نہیں۔ اس قسم کے تمام فضائل ہی ان میں جمع تھے لہذا تمام وجوہات اپنی جگہ درست ہیں۔

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہتے ہیں، دجال اکبر کو بھی مسیح دجال کہا جاتا ہے۔ دجال اکبر کا نام مسیح کیوں رکھا گیا؟ اس کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ درائع قول یہ ہے کہ دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں: مسیح وہ ہے جس کے چہرے کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مٹا ہوا ہو، اس میں نہ آنکھ ہو اور نہ ہی ابرو۔ اسی لیے دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "وَإِنَّ الدَّجَالَ مَسْلُوحٌ الْغَيْنِ، غَلَبَهَا طُفْرَةُ غُلَيْظَةٍ." "يا شبہ دجال مٹی ہوئی آنکھ والا ہے جس پر ایک ٹھیکڑا ہے اسانا خونہ (مٹھلی) ہے۔"

مسیح کا انتظار

علامات قیامت کا دسیہ بھی نہ کرو، تو گناہوں کا تو حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر لازم آئے گا۔ یونکہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے: "اور وہ (حضرت مسیح علیہ السلام) قیامت کی (لکھائیوں میں سے) ایک نشان ہیں۔" حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ بے پیچھے فرستے جنہیں یہودی آخری تنبیہ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہود نے آپ سے پہلے بہت سے انبیاء کی تکذیب کی، انہیں ستایا، کشتی کی، بہت سوں کو شہید بھی کیا۔ دوسرے جلاوطنی کی سزا، بیکار، عیسائی کی بربادی اور مرد قلم کی تباہی سے ہر جو وہ نہ کر سکا۔ دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اسرائیل میں سے آخری نبی ان کے پاس بھیجا کہ اس کی پیروی کریں۔ یہ ان کے دین کی تجدید کریں گے۔ یہودی تحریقات کو ختم کر کے اصل دین کو اس کی اصلی شکل میں ظاہر کریں گے اور یہود کے لیے۔ بچے مسیح عابت ہوں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو پہلے ان سے ہی اللہ تعالیٰ نے بچے بھیجے ہوئے کی متعدد علامات کے ساتھ مہوت فرمایا۔ آپ بطور باپ کے کنواری مقدس سریم کے ظہور سے پیدا ہوئے۔ آپ ماں کی نوز میں ہی باقی کر گئے تھے۔ بچپن سے ہی بہت تک مسلح تھے۔ آپ کی امن موعظی شخصیت اور پاکیزہ کردار سے

مگر وہ نہ کر لیتا تھا۔ سوائے یہود کے کہ ان کی بدبختی نے ان کو کہیں کا نہ چھوڑا۔ ان کے امہار (علاء بن سواد) اور رہبان (جھلی پور) نے اپنی روایتی روایت پرستی، دین یزیدی، سنگ دلی اور ہت اصری دکھاتے ہوئے جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا۔ ان کی مقدس و مطہر ماں پر بہتان عظیم لگایا۔ ان کو طرح طرح سے ستایا۔ ان کے ماننے والوں کا مذاق اڑایا۔ اپنا تمام تر ظلم و فضل آپ کی دعوت کی مخالفت کرنے، معتز ضائد اظہارات اٹھانے اور آپ کی شخصیت کے خلاف فتی پروپیگنڈا کرنے پر خرچ کیا۔ حتیٰ کہ حاکمان دلت کو آپ کے خلاف ورغلا کر جھوٹے الزامات کے تحت آپ کے قتل کا حکم جاری کروا دیا۔ غرضیکہ "آخری حبشیہ" کو "آخری مہلت" سمجھنے کے بجائے مسلسل "آخری غلطی" پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر جب ان کی نفس پرستی اور شیفت آفری حد کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے جناب مسیح کے حوالے سے ایک اور معجزہ دکھا کر فرمایا جو انسانی تاریخ کا عجیب و غریب ہے۔ آپ کو بحفاظت زندہ سلامت آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ یہود اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔ آپ کا بال بھی بیکانہ کر سکے۔ اس کے بعد ایک آخری اور عظیم معجزہ پھر ظاہر ہو گا کہ بدنی کا غور اور سراپا شہر "الہ جال الکبر" جو اپنی معنوی اور فرضی خدائی کا مظاہرہ کر کے پورے روئے زمین پر انسانی بنوت کا سب سے عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے کل کائنات کی تسخیر کا ناپاک ارادہ لے کر دندناں ہانوکا اور حضرت مہدی اور ان کے ساتھ موجود فاتحین یورپ و عیسائیت یکجا دین کو سخت مشقت میں ڈال چکا ہو گا اس کو قتل کرنے اور زمین سے تمام راجائی قوتوں (یہود اور ان کے ہمواروں) کا خاتمہ کرنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے حوالے سے ایک بار پھر غیر معمولی واقعے کا ظہور ہو گا۔ آپ کو آسمان سے زمین پر بھیجا جائے گا اور ایسی غیر معمولی قوتیں عطا کی جائیں گی جو رحمانی ہوں گی اور جہاں کی شیطانی قوتوں سے سامنا ہوتے ہی ان کو کچھلا کر خاک کر چھوڑ دیں گی۔ یہ روئے ارض پر داخل و غریب کے نمبر داروں کا آخری

دن: دو کا۔

زیر نظر مضمون میں، ہم سیدنا مسیح علیہ السلام کے حوالے سے ان اہم پہلوؤں کا تذکرہ کریں گے جن کا عنصر حاضر میں جینے والے مسلمانوں کا جاننا ضروری ہے۔ سچے وعدوں اور احمد نے دلوں کے درمیان تشنگش میں مگرے برادران اسلام کو حق و باطل کی عظیم معرکہ آرائی کے دوران حق پر استقامت اور باطل کے خلاف مقادمت کے لیے ضروری ہے کہ جی حدیث کو بیان کیا جائے، درجہ نے کئیوں کے دہل سے بچا جائے۔ ہماری یہ تحریر دس سوالات یا یوں کہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حوالے سے دس عنوانات پر مشتمل ہے جو ان شاء اللہ اس پوری بحث کا جامع خلاصہ ہوں گے..... لیکن یہ سوالات یا عنوانات بعد میں اس سے قبل چند باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سی الجھنوں میں ہو سکتی ہیں۔

مسئلہ عقیدہ:

(۱) اللہ کے محبوب پیغمبر سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کا زائد آسمانوں پر اٹھایا جانا و قرب قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہوتا اہل اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ معنی بید میں ہمیدہ اور بعض معتزلہ اور ماسی قریب میں سرسید اور مرزا قادیانی اور حال میں چند گروہ کالرز نے علاوہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا اس عقیدے پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر تک لے جانے والی گمراہی ہے۔ جنہوں نے اس کا انکار کیا وہ معتزلہ کی طرح عقل پرست تھے یا مرزا قادیانی کی طرح نفس پرست (کہ خود کو مسیح قرار دلاتا چاہتے تھے) یا یہودیت زدہ بید یوں کی طرح زہ پرست کہ جہاد نے انکار کے لیے (حضرت مسیح علیہ السلام امام المہدین ہوں گے) حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا انکار دیتے۔ اللہ تعالیٰ بدعتی کی ہر شکل سے محفوظ فرمائے۔

معجزات کی حکمت:

(۲) سیدنا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جو مختلف قسم کے سچے معجزات دیے گئے تھے مثلاً: خطرناک بیماریوں میں جبرائیلؑ اس کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے بنے پرندوں میں پھونک مارنے سے ان کا زندہ ہو کر پرواز کر جانا، خورواغذہوں کی بیانی لٹا دینا وغیرہ وغیرہ۔ بعض حضرات نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس دور میں یونان کے اطباء کے ہاتھوں فتن طبع مردیچ پہنچ چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں آپ کو وہ یہ شفا عطا فرمایا کہ جس تک ماہرین طب کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ یہ حکمت اپنی جگہ حقیقت ہے۔ ان کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھیے کہ حضرت کے ان معجزات کا تعلق ایک اور نکتے سے بھی ہے۔ یہودی طریق سے مادیت پرستی کا کارہ تھے۔ یعنی دنیا کی محبت اور لذتوں کی شہوت کے آگے اللہ اور یوم آخرت کو بھولی پھلے تھے۔ جس وجہ سے ان کی قہریں نبی نفاق سے بڑا دی تمس اور دوستی خواہشات کے غلام ہو کر طاماحرام کی تیز بھلا بیٹھے تھے۔ معمولی مفادات کی بنا پر اللہ کی کتاب میں تحریف سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ یہی چیز اہل کے فتنے کا خلاصہ ہوئی یعنی خدا پرستی اور مادیت پرستی۔ فانی دانشمندی کی چکا چوند کے سامنے دین کی نعمتوں کو بھلا دینا اور واقعی لذتوں اور عارضی مفادات کے ہر لئے جہنم کا داعی عذاب خریدنے پر تیار ہو جاتی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے روحانی معجزات سے یہود کی اس عقلیت پسندی اور مادیت پرستی پر ضرب لگائی اور انہیں احساس دلا کہ اللہ کی طاقت تمام مادی طاقتوں سے بالا و برتر ہے۔ زمینی قوتوں کا تمام سوکڑا آسمان والے کو بھلا دینا برترین طاقت ہے۔ آپ نے اپنی روحانی قوتوں کے اظہار سے مادیت پرستوں کو سبق دیا کہ سب کچھ صرف وہی نہیں جو آنکھوں سے نظر آتا ہے، اس سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ یہود نے آپ کی بات نہ مانی بلکہ آج تک ہی مرض میں مبتلا ہیں اور ان کا سربراہ و مہتمم مسیح

کاذب، دجال اکبر چونکہ مادیت پرستی (جو کہ آج کل مغرب کا نظریہ حیات ہے) کا سب سے بڑا علمبردار ہوگا اور اس کی صفوں میں یہودی پیش پیش ہوں گے اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا کہ اپنی روحانی قوتوں سے دجال کی شیطانی اور یہودی مائنس قوتوں کو ایک نظر میں پامال کر ڈالیں۔ چنانچہ دجال آپ کو دیکھتے ہی ہوں پھٹنا شروع ہو جائے گا۔ جیسے ٹنک پانی میں گھلتا ہے یا چربی صابن میں گھلتی ہے۔ آپ کی مائنس بس کافر تک پہنچے گی اسی وقت سر جائے گا اور جہاں تک آپ کی نظر جائے گی وہاں تک آپ کا مائنس پہنچے گا۔ یہود جس پتھر یا درخت کے چیمپے تھیں گے وہی ان کے خلاف ہجری کرتے گا۔ اس طرح اللہ کے سچے پیغمبر کے ہاتھوں ان کائنات کا سب سے جمود، شخص اور سب سے فریبی اور مکار کو روک دینے کا کام کو پہنچے گا۔

راہِ وفا کے راہی:

(۱) عیسائی حضرات نے (اللہ ان کو نیک ہدایت دے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت تو بہت کی لیکن محبت کی تکلیف راہوں پر چلتے ہوئے جب امتحانِ عشق میں سرخروئی کا مرض آیا تو سچی محبت کے دو تھکے فراموش کر گئے۔ (۱) ایک تو مکمل اہمیت اور جانثاری۔ (۲) دوسرے محبوب کے دشمنوں سے نفرت اور بیزاری۔ لہذا ان کا مسئلہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کے بجائے ان کو خدا بنایا اور آپ کے دشمنوں سے جہاد کے بجائے ان سے دوستی کا ٹھنڈی۔ دنیا میں ایسی قوم نہ ہوئی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ مل کر جان دینے والوں سے تو نفرت اور جھٹ کرے بلکہ پیغمبر کی جان دینے کی کوشش کرنے والوں کی حمایت میں اتنی آگے چل جائے کہ ان کی ”گلیگا دریا ست“ کا دفاعی دھارنہ بن جائے۔ ستم ظریفی ہے کہ عیسائی حضرات باوجود اس عقل و دانش کے جس نے مغرب کی غیر اعتدالی ماویٰ ترقی کو پران چڑھایا، لیکن کچھ کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے پیغمبر حضرت مسیحؑ پر ایمان لائے کہ مسیح

یہ جان دیکھتا ہے کہ آخری دور کا عظیم ترین جہاد کریں گے اور یہودی مسیح مخالف دجال اکبر نے ساتھ مل کر ان کے پیغمبر کے خلاف ہولناک جنگ لڑیں گے۔ اس کے باوجود عیسائیوں کی نفرت مسلمانوں سے ہے جو موائے محبت اور ادب کے ان کے پیغمبر کا تذکرہ نہیں کرتے اور ان کی محبت و حمایت یہود سے ہے جو تمام انبیاء کی طرح عیسائیوں کے مسیح پیغمبر کے بھی گستاخ اور بڑھم خود قاتل ہیں۔

آخری معرکہ کا میدان:

(4) حضرت مسیح علیہ السلام کا انتظار دنیا کے قیوں بڑے مذاہب کر رہے ہیں۔ اسلام، یہودیت اور عیسائیت۔ قیوں میں کسی مسیح کے خضر کی پیش گوئی ہے جو نجات دہندہ کے طور پر سامنے آئے گا۔ فرقہ افتا ہے کہ یہودی مسیح کا زب کوہ دتی سمجھ کر رہنا مانتے ہیں اور مسلمان وہی مسیح صادق کے خضر ہیں۔ لیکن ہم نے جو فرقہ امت کے ساتھ ذکر کرنا ہے وہ یہ کہ عصر حاضر کے یہود اور عیسائی نہایت شدت سے مسیحائے غائب کے ظہور کے متنبی ہیں۔ اہل مغرب کی اکثریت لاد مذہب یا بے دین ہونے کا عنوان رکھتی ہے لیکن اس سے باوجود وہ اس حوالے سے نہایت پر جوش، تجسس اور سرگرم ہیں۔ امریکا میں تقریباً 80 ہزار بنیاد پرست پادری موجود ہیں جن میں سے بہت سے پادری ایک ہزار کرچن ریڈیو ایشیوں سے تقریر نشر کرتے ہیں اور ان کے ایک سرکرچن نیلی ویزن ایشیوں بھی ہیں۔ ان میں ایک خاص بڑی تعداد Dispensationalism کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی غریب آہاد عظیم ترین جنگ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد ہر ارب بڑھ رہی ہے۔ بڑی دربار تعلیم گاہیں جو Dispensationalist عقیدے کی تعلیم دیتی ہیں۔ ان میں دی بائبل انسٹی ٹیوٹ آف شکاگو، فلاڈیلفیا کالج آف بائبل، دی بائبل انسٹی ٹیوٹ آف ایس انجیلز اور ان جیسے تقریباً سو کالج اور انسٹی ٹیوٹ شامل ہیں۔ 1998ء میں بائبل اسکولوں کے طلبہ کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں 80 سے 90 فیصد مساترہ

اور ان کے حاملہ عہد بھی Dispensationalist ہیں۔ یہی بائبل کا سچے لے کر ترجمہ ہے۔ یہاں سے نکل کر پادری ایس کے اور اپنے عقائد کی تبلیغ جہنم میں کریں گے یہ اپنا الٹ بائبل اسوں کو لیں گے اور ان میں تعلیم دیں گے۔ یہ لوگ اس عقیدے پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ ایک خون کا تاجی تے کو ہے نہیں انہیں ایک علی کی بھی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ انہیں پہلے ہی نجات (Rapture) مل چکی ہوگی۔ اس عقیدے کے مقلد اپنے سبک میں شدید بنیاد پرست ہیں اور اس وقت سر کی باشندوں کی تقریباً ایک چوتھائی تعداد اس ہی ماننے والی ہے۔ اس عقیدہ کو ماننے والے اور ابھر کر نئے والے ہوتے ہوتے اور مشہور ثروت مند امریکی ہیں۔ یہ تحریک بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اس کا مقصد ایک بلین ڈالر جمع کرنا ہے تاکہ کہ ماضی کے ہر فرانک مسیح کا پیغام پہنچا دیں۔ سولہ ہزار مسیحی پادری جن کی تعداد مسیح پروردگار کے اضافہ زور رہا ہے۔ مسلمان اور بلین ڈالر کے مجتہد سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کل وقتی مبلغ رو کر، ذرا تو کتب اپنے پیغام پہنچاتے ہیں اور آمدنی عین ڈالر سے زیادہ نصیبات اکٹھا کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا اثر امریکی عوام کے ہر طبقے پر ہے۔ امریکا کی مشہور سیاسی اور عین اور قومی شخصیت اس سے متاثر نظر آتی ہیں۔ حتیٰ کہ دانا، لیکن سے لے کر ریش جو نیو یارک کے عجیب و غریب بیانات ماننے آتے رہے ہیں جن کی توثیق نہ ہو چکی ہوئی تو یقین بھی نہ آتا کہ ایسے جدت پسند ایسی قدامت پسندی پر مشتمل بات کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً صدر لیکن نے پادری جمہیر سے 1981ء میں بات چیت کرتے ہوئے کہا تھا:

”خدا سوچئے! کلمہ سے تم میں کروڑ سپاہی بلاد مشرق سے ہوں گے اور کروڑوں مغرب سے ہوں گے۔ سلطنتِ روا (یعنی مغربی یورپ) کی تحدید نو گئے بعد پھر میں نے مسیح ان پر حملہ کریں گے جنہوں نے ان کے شہر پر و غلبہ کو ناسات کیا ہے۔ اس کے بعد وہ ان فوجوں پر حملہ کریں گے جو کہ یحزقیاہ کی ولایت میں اکٹھا ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دشمن سے وہ سبیل غلبہ نہ انہوں جسے ماکہ و مدینہ سے کھنڈوں کی بات تے برابر ہوگا۔ یہ ساری وادی

جتنی سالانہ اور جانوروں اور انسانوں کے زخم و جھسور کے درخون سے بھر جائے گی۔ اسی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسے غیر انسانی عمل کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن اس دن خداوند نے انہیں انہی کی اُپرست کو یہ اجازت دے دی کہ اپنے آپ کو پوری طرح دکھا کر کہے۔ دنیا کے سارے شیر لہند، پیرس، لونیو، نیویارک، لاس اینجلس، شکاگو، سب صلیبیستی سے نابود ہو جائیں گے۔

مشہور امریکی مصنفہ کریس باں ہیل اپنی مصنفہ الزا آکرب جس کا ترجمہ ”امریکا کی عالم اسلام پر پینارہیوں؟“ کے نام سے زندہ کے مطابق اور مصنفہ کے تعارف کے ساتھ شائع ہو چکا ہے لکھتی ہیں:

”امریکا میں آٹھ سو سال تک ایسا صدر بھی (روئالڈ ریمین) رہا ہے جسے یقین تھا کہ وہ وقت کے خاتمے پر (قرب قیامت کے دنوں میں) زندہ ہے بلکہ یہ سن گئے بیٹھا تھا کہ یہ اقتدار اس کے انتقال کے زمانے میں ہی پیش آئے گا۔“

صدر ریمین نے ایک مرتبہ صدارت لگائی۔ ”مجھے پروردگار سے خدا سے ہدایات ملتی ہیں۔“ ایک مرتبہ ایک فضائی سفر کے دوران صدر صاحب موسوف نے جو بیرو پرستوں کے خلاف مہم میں پیش پیش ہیں اظہارے میں بنی ایک ”عانیہ قریب منقطع کی جس میں مختصر موند، الیزا راکس صاحب نے فضائی ادا گزاروں کو مزید مذہبی رسومات کے مطابق سروس فراہم کی۔

یہ تو دو مشہور امریکی صدور کی کارگرداریاں تھیں۔ دیگر امریکیوں کی ذہنیت سے آگاہی کیسے آئے مذکورہ بالا مصنفہ کی تحریر سے مزید کچھ اقتباسات دیکھتے ہیں:

”رہنما“ ”رہنما کا سٹیڈ ویٹ ایک غلطی کو مثل پادری ہیں۔ انہوں نے بائبل کی ایسا عبارت کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ یہودیوں کے تیسرے جنرل کی تعمیر لازمی طور پر بدعالم میں مسیح کی دوسری بار آمد سے پہلے ہوئی۔ کھنڈ سرخ تلے یہ نوٹوری گائے کو جو بائبل ہے واضح ہونا چاہئے کہ اسے لیے کہتے ہیں جس نے ہدایت دینا مکمل کی تعمیر کی رسم پوری ہوئی۔ اس

کی خاطر قہیم اسلامی عبادت گاہوں (مسجد اقصیٰ اور مکہ منورہ) کو مسمار کر دینا ہوگا۔ لوٹ کو یقین ہے کہ خدا کی شراکت سے یہ کام مناسب وقت میں ہو جائے گا۔“ (نویارک ٹائمز 27 دسمبر 1998ء)

۱۹۹۸ء کے اواخر میں ایک اسرائیلی خبر نامہ، ویب سائٹ پر دیکھا گیا جس میں کہا گیا کہ اس کا مقصد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو آڑا کرنا اور ان کی جگہ ایک یہودی ٹیکل کی تعمیر ہے۔ خبر نامے میں لکھا ہے کہ اس ٹیکل کی تعمیر کا نہایت سوزوں وقت آگیا ہے۔ خبر نامے میں اسرائیلی حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ طحطاہ اسلامی قبضے کو مسجد کی جگہ سے ختم کرائے۔ تیسرے ٹیکل کی تعمیر بہت قریب ہے۔

۱۔ اسرائیل کو اپنے آخری عظیم تاریخی ڈرامے میں اسٹیج کی مکمل تیاری کے لیے بس ایک واقعہ ہونا پاتی ہے۔ یہ ہے اس کی قدیمی زمین پر عبادت کے لیے ایک قدیمی عبادت گاہ کی از سر نو تعمیر۔ حضرت موسیٰ کے فرامین کی رو سے ایک ہی جگہ ہے جہاں اس عبادت گاہ کو تعمیر کیا جانا ہے۔ یہ ہے داؤنٹ موریا (Mount Moriah)۔ وہی جگہ جہاں اس سے پہلے کی عبادت گاہیں تعمیر کی گئی تھیں یعنی عین مسجد اقصیٰ اور گنبد معراج پر۔

انفرنس! تھو مختصر! مغرب اپنی مادیت پرستی کے باوجود اس قدر انتہا پسند ہے کہ شدت سے "مسیح" کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ مقدس باپ کے آنے کے بعد انہیں آسمان پر اٹھایا جائے گا جہاں سے وہ آخری ہولناک جنگ کا مظاہرہ بالا خانوں (Grand Stand Seats) میں بیٹھ کر کریں گے۔

جبکہ دوسری طرف مسلمان مذہب پسند ہونے کے باوجود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی باتوں کو انہوں پر ایسے متوجہ نہیں ہیں جیسا کہ دورِ حاضر میں ان باتوں کو انہوں کے آثارِ قریب دیکھ کر چوکنہ اور متوجہ ہونا چاہیے۔ حضرت مسیح کا ساتھ جن لوگوں نے دیا ہے، "سیما کے انتہا" ان کی غفلت کچھ میں نہ آنے والی بات ہے۔

بیچ کی کڑی

قیامت کی علامات دو قسم کی ہیں: (1) علامات بعیدہ معنی وہ علامات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں یا ان کے زمانے کے بعد نہیں آج سے کافی پہلے ظاہر ہو چکی ہیں اور ان کے اور قیامت کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ (2) علامات مقربہ وہ علامتیں جو ظاہر ہو چکی ہیں مگر ابھی انجام کو نہیں پہنچیں۔ سب یہ عروج کو پہنچیں گی تو تیسری قسم کی علامات کی ابتدا ہو جائے گی۔ (3) علامات قریبہ: یہ علامات قیامت کے بالکل قریب کی ہیں۔ ایک دوسرے کے بعد پے در پے ظاہر ہوں گی اور جب یہ سب (کُل دس کے قریب ہیں) ظاہر ہو جائیں گی تو کسی بھی وقت قیامت آچانک آجائے گی۔

پہلی اور تیسری قسم کی علامات کا تعلق کائنات میں ہونے والے واقعات سے ہے جبکہ بیچ کی دوسری قسم کا تعلق انسانوں کے احوال سے ہے۔ مثلاً: پہلی قسم میں یہ علامات آتی ہیں: آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور وقت شمس القمر کا اجتماع اور غیر وہ۔ دوسری قسم وہ منہ اور پورا اتر لیاں ہیں جن میں انسان جبر ہو کر جائز و ناجائز کو بھلا دے گا۔ برائیوں کا اٹھ چلن ہو گا کہ سچا دھوکا دے گا اور اس کی موت بھی ضروری ہو جائے گی۔

تھنوں اور دائیں بائیں سے گانے بجانے کی آوازوں سے متاثر ہوں گے۔ یہ ستر سے کچھ اوپر گناہ ہیں جو احادیث شریفہ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ تیسری قسم کا تعلق عجیب و غریب کائناتی واقعات سے ہے۔ یہ دس ہیں اور ان میں سے پانچ کا تعلق حضرت یسعی علیہ السلام کے نزول تک ہے اور پانچ کا آپ کے نزول کے بعد سے۔ ان آخری پانچ کو علامات قربانی یا کبریٰ بھی کہا جا رہا ہے کہ ان کے بعد قیامت بس ہوں چاہو جائے گی جیسے حاملہ اونٹنی کے آخری دن کہ نہانے کب پڑ جن دے۔ پہلی پانچ علامات تک دنیا پر تیر کا غلبہ ہو گا اور آخری پانچ شر کے کئی غلبہ ہو گی۔ بالآخر سب انسان چاہے خیر کے حامل ہوں یا شر پر کار بند، آخری حساب کے لیے پیش ہو جائیں گے۔

ان پانچ پانچ علامات سے پہلے یہ سمجھیے کہ حضرت مہدی علامات متوسطہ اور علامات قریبہ کے درمیان کی کڑی ہوں گے یعنی جب دنیا پر ہمہ گیر شر اور ظلم غالب ہو کر دائمی اور حتمی غلبہ کے قریب ہو گا اور اہل حق سخت آزمائش میں ہوں گے تو اہل حق کی قیادت کے لیے حضرت مہدی کا ظہور ہو گا جبکہ حضرت یسعی علیہ السلام کی وفات علامات قریبہ اور علامات قربانی کی درمیانی کڑی ہو گی یعنی حضرت یسعی علیہ السلام کے ہاتھوں پوری دنیا میں اسلام کا نفاذ ہو گا، پھر ان کی وفات کے بعد حالات بدلنے شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ روئے زمین پر شر ترین لوگ رہ جائیں گے جو سزا کوں پر کھلم کھلا گدھوں کی طرح بدکاری سے بھی نہیں شرمائیں گے۔

پانچ "علامات قریبہ" یہ ہیں: ظہور مہدی، خروج دجال، نزول مسیح، ہر مجنون (Armagedon) نامی عالمگیر جنگ جو اسرائیل کا خاتمہ کرے گی اور یا جوج ماجوج ... پانچ "علامات قربانی" یہ ہیں: (۱) نصف یعنی زمین میں جنس بانے کے تین واقعات۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں۔ (۲) کائنات میں ہر طرف پھیلا

ہوا (حوالہ 3) سورج کا مغرب سے طلوع ہوا (4) زمین سے ایک بحیرہ اٹھتے جانور کا نکلنا جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور انہیں آخری مرتبہ بد اعمالیوں کے برے انجام سے ڈرائے گا۔ (5) یمن سے ظاہر ہونے والی آگ جو لوگوں کو ہنگامہ کشم کی طرف لے جائے گی۔

جب حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام علامات قیامت میں سے آخری اقسام کی بیج کی کڑی ہیں اور حضرت مہدی کا ظہور اس وقت ہوگا جب زمین گناہوں سے اور عالم انسان فقر کے ظلم و جبر سے بھر جائے گا۔ مسلمان اپنی قیادتوں سے تنگ و تالاں ہوں گے اور کسی نجات (بندہ قائد کا شدت اور بے یقینی سے انتقاد کر رہے ہوں گے اور اس جبر کے عالم میں بھی آخری پیش قدمی کے سامنے اپنی جہادی مزاحمت جاری رکھیں گے حتیٰ کہ پوری دنیا میں تھوڑا سا نکلا رہ جائے گا جو ان کی پناہ گاہ ہوگا۔ جب یہ سب کچھ "ایضاً ف نامم" کے آثار میں سے ہے تو پھر اس دور میں جینے والے مسلمانوں کو ایک رات بھی تو پ کیے بغیر بستر پر جانا اور ایک صبح بھی جہاد اور مجاہدین کی اعانت کی نیت کے بغیر گھر سے نکلنا بردا نہیں۔ ان تحریموں کا خلاصہ اور حاصل یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ یکے تو فیض عطا فرمائے۔

اس تمہید کے بعد ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے حقائق چند اہم باتیں ذکر کرتے ہیں جو اس موضوع کو واضح اور صاف کر دیں گی ان شاء اللہ! اس میں ہم نے یہ روش اپنائی ہے کہ خود سے کچھ کہنے کے بجائے دس سو اٹھائیس گے اور جواب میں حدیث شریف کا ترجمہ مکمل نقل کر دیں گے تاکہ دلچسپی کا عنصر بھی پیدا ہو اور موضوع کی شکابہت بھی قائم رہے۔ حوالے کے لیے ہم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی کتاب "علامات قیامت" سے مدد لیں گے۔ ذیل میں دی گئی احادیث کا ترجمہ مذکورہ کتاب سے بیحد لیا گیا ہے۔

مسیحیات سے متعلق دس سوال

(۱) آپ ہی کیوں؟

مسیحیت کے حوالے سے سب سے پہلا سوال ذہن میں یہ ختم لیتا ہے کہ یہ ہر دور و جہاں کے قتل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ اور کیا حید ہے کہ انہی کو یہ کام سپرد فرمایا گیا؟ حدیث شریف ہمیں بتاتی ہے:

”حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی پیروی کرنے والے کم اور تکذیب کرنے والے زیادہ ہیں تو اس کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی۔ اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میں تم کو (اپنے وقت مقررہ پر طبعی موت سے) وفات دوں گا (پس جب تمہارے لیے طبعی موت مقرر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں پر بھی دیکھو اور بغیرہ پر جان دینے سے محفوظ رہو گے اور (فی الحاشیہ) میں تم کو اپنے (عالم بالا) کی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور جس کو میں اپنے پاس اٹھا دوں وہ مردہ نہیں۔ اور میں اس کے بعد تم کو کانے و چاں پر بھیجوں گا اور تم اس کو قتل کرو گے (آئے فرمات ہیں کہ) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے جس میں آپ نے فرمایا

ہے۔ ”ایسی امت جیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں عیسیٰ ہوں اور آخر میں عیسیٰ؟“
(الدر المنور، بحوالہ ابن جریر)

(2) آپ کی پہچان کیسے ہوگی؟

بہت سے لوگ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے کرتے دنیا کو حشرات سے نکالنے کے بجائے گمراہی میں داخل کر چلے گئے۔ اہل حق مسلمان بچے مسیح کو کیسے پہچانیں گے؟ زبان نبوت جواب دیتی ہے۔ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور ان کے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نئی بات نہیں، اور وہ نازل ہوں گے جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد و قامت میانہ اور رنگ سرخ و سفید ہوگا۔ ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ہوں گے۔ سر کے بال اگرچہ بھیتے نہ ہوں تب بھی (چمک در صفائی کی وجہ سے) ایسے ہوں گے کہ گویا ان سے پانی نچک رہا ہے۔ اسلام کی خاطر کفار سے قتال کریں گے۔ پس صلیب توڑ ڈالیں گے، خزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے۔ اور اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ختم کر دے گا اور (انہی کے ہاتھوں) مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہ کر وفات پائیں گے، اور سفیان ان کی قماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، مسند احمد، مجمع ابن حبان، ابن جریر) صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حرید علامات بیان فرمائی گئی ہیں: ”رجل آدم کما حسن ما انت راء، من آدم الرجل مبسط للشعولہ لعة کما حسن ما انت راء، من اللحم تضرب لنتہ بین مسکبہ بفطر راسہ ما اربعة احرر کائناتہ عرج من دیسلہ۔“ عیسیٰ علیہ السلام نہایت حسین گندی رنگ کے ہوں گے۔ بالی بہت مختصر پائے نہیں ہوں گے۔ ہاتھوں کی لمبائی شانوں تک ہوگی۔ سر سے پانی نچکتا ہوگا۔ معتدل جسم و قامت کے ہوں گے۔ سر فی مائل رنگ ہوگا۔ جیسے

ابھی جنام سے (خسل کر کے) آئے ہوں۔

(3) آپ کے ساتھی کون ہوں گے؟

آپ علیہ السلام کن لوگوں کے درمیان نازل ہوں گے؟ کس وقت اور کس کیفیت میں نازل ہوں گے؟ جن خوش نصیب لوگوں میں آپ آئیں گے وہ کن صفات کی بنا پر اس عظیم سعادت کے مستحق ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر کی رفاقت ان کو نصیب ہوگی؟

لسان نبوت ہمیں آگاہ فرماتی ہے:

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایک جماعت (قرب) قیامت تک حق کے لیے سر بلندی کے ساتھ برسرِ پیکار رہے گی۔ فرمایا: ”میں صیٹی بن حریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو اس جماعت کا امیر ان سے کہے گا: ”آئیے! نماز پڑھا جائے“ آپ فرمائیں گے نہیں اللہ نے اس امت کو اعزاز بخشا ہے اس لیے تم (ہی) میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔ (مسلم و صحیح)

☆ ”وہ آخری ہارون کے علاقے میں ’انیٹی‘ نامی گھاٹی پر نمودار ہوگا۔ اس وقت جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا ہارون کے علاقے میں موجود ہوگا۔ (مسلمانوں اور دجال کے لشکر کے درمیان جنگ ہوگی جس میں) وہ ایک تہائی مسلمانوں کو قتل کر دے گا۔ ایک تہائی کو شکست دے کر بھاگ دے گا اور ایک تہائی کو باقی چھوڑے گا۔ رات ہو جائے گی تو بعض سوشن بعض سے کہیں گے کہ تمہیں اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے (شہید) بھائیوں سے جاننے (شہید ہو جانے) میں اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز زائد ہو وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دے دے۔ تم فجر ہوتے ہی (عام معمول کی بہ نسبت) جلدی نماز پڑھ لینا، پھر دشمن کے مقابلہ پر روانہ ہو جانا۔

پس جب یہ لوگ نماز کے لیے اٹھیں گے تو یحییٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ (ساتھ سے) اٹھ کر جاتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اور دشمن خدا (وجاہ) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تا کہ مجھے دیکھ لے) ابو حازم (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں) کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وجاہ (حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی) ایسا بھٹکے گا جیسے دھوپ میں چٹائی پکھلتی ہے اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ (ایسا بھٹکے گا) جیسے ٹھک پانی میں گھلتا ہے اور اللہ وجاہ اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا چنانچہ وہ ان سب کو قتل کر دیں گے۔ حتیٰ کہ شجر و حجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے زمین کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے۔ اے قتل کر دے۔ فرض اللہ تعالیٰ ان سب کو قتل کر دے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے۔ پس مسلمان صلیب کو توڑ دیں گے بخیر کھنڈ کر دیں گے اور جزیرہ بند کر دیں گے۔

”اب یحییٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ پس لوگوں کی آنکھیں اور ناگوں کے درمیان سے تاریکی ہٹ جائے گی (یعنی اتنی روشنی ہو جائے گی کہ لوگ ناگوں تک دیکھ سکیں گے) اس وقت یحییٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہوگی، پس لوگ ان سے پوچھیں گے آپ کون ہیں؟ وہ فرمائیں گے: ”میں یحییٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور اس کی (پیدا کردہ) جان اور اس کا کلمہ ہوں (یعنی باپ کے بغیر محض اس کے کلمہ ”کن“ سے پیدا ہوا ہوں) تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو کہ (1) اللہ وجاہ اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آجائے نازل کر دے۔ (2) ان کو زمین میں دفن کر دے۔ (3) ان کے اوپر تمہارے اسلحہ کو مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔ مسلمان کہیں گے: ”اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ

طمانیت کا باعث ہے چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ذلیل و ذلت والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے۔ میت کی وجہ سے اس کا ہاتھ کھواتا تھا جسے گا۔ یس مسلمان (پھاڑے) آخر کرین کے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور وہ جال حب (یعنی) ابن مریمؑ دیکھے گا ترسے۔ (پاراگراف) کی طرح بکھنے لگے گا۔ حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام اسے چالیں گے اور قتل کر دیں گے۔

(4) آپ کا مشن کیا ہوگا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کن کاموں کے لیے نثر فیض لائیں گے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پیغمبر کی حیثیت سے نہیں آئیں گے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کوئی نبی یا پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کی آمد اس لیے ہوئی: "عیسیٰ ابن مریم شخص میری امت کے ایک منصف حکمران ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ ختم کریں گے۔" (بن عبد کتاب الاثن، 4077، اقتباس 20-58)

منصف حکمران سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن اسلام کی حکمرانی کو چھوڑ دینا پر قائم کرنا ہوگا۔ خنزیر کو ہلاک کرنے اور صلیب کو توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صلیب کی عبادت کرتے ہیں وہ اس کی عبادت چھوڑ دیں گے اور جو خنزیر کھاتے ہیں وہ اسے کھانا چھوڑ دیں گے۔ دراصل ان دونوں میں دو اہم حقیقتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ عیسائیت نے یہودیت کی سازش سے جناب مسیح علیہ السلام کے دین میں بوسہ اصل چیزیں داخل کیں ان میں سے عقائد میں سب سے زیادہ دو عقیدہ ہیں جسے صلیب ظاہر کرتی ہے اور اعمال میں زیادہ برا عمل خنزیر کھانا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودہ تحریف شدہ عیسائیت کی تیغ دور کیا۔ اس کا ناسخ کرنے کے لیے علامتی طور پر صلیب توڑیں گے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد

کر دیں گے۔ جو اس بات کی استہوا کی کہ دنیا میں اب قصر ان سرفہ صلائی نکاح کی ہے۔
 آپ کے ہاتھوں اس محل کی تکمیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور معجزہ اور آپ کی
 صداقت کی ایک اور دلیل ہوگی کہ خود میرا نیت (آج کل کا نام مغرب) کے مقدس پیغمبر اکرم
 اسلام کی حقانیت کو ثابت اور کما تافذ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی خوشخبری اور باطل
 پرستی کی قطع کے لیے یہ چیز مقدمہ کر دی ہے اور ضرور ہو کر رہے گی۔ اس حدیث کا ایک درہم
 یہو یہ ہے کہ میں نے کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر جزیہ (فلس) نام کر دیں گے۔
 اگر آپ دنیا پر ایک نظر ڈالیں تو ہر ملک نے اپنی رعایا پر فلس نام کر دیا ہے چاہے وہ مسلم ہو یا
 غیر مسلم۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان میں ایک کہ مغرب، آئی ایم ویف اور ورلڈ بینک کے ذریعے
 مجبور کرتے ہیں کہ یہ فلس نافذ کرے۔ کیونکہ یہ ایک نامی حکومت کا حصہ ہے اور ایسا ہے کہ ایک
 خزانہ ہے جس کے ذریعے ہر فرد کی جاسوسی (اس کے کوائف سے اگلی) ممکن ہے۔ اور
 ارض پر نئے واپس ہر شخص کے کوائف کا علم فلس کے اندام کے تحت ہی حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ
 سب کچھ کج مخالف ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلس کے خلاف انہی کے واسطے مقرر
 کر دیے گئے۔ پول بھی وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلس نام نہ جال کا نافذ ہے۔

(5) خصوص وقت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ناموس وقت میں ظاہر ہوں گے۔ اس کی حکمت کیا

ہے؟

اللہ تعالیٰ ٹھیک اس وقت خاص طور پر صبح افق مریم کو بھیجے گا کہ جب دو جل ایک
 نوجوان کو، درگزر نہ کرنے کے ساتھ شہداء یا ہوگا کسی اور وقت کیوں نہیں؟ اس لیے کہ زندگی
 اور موت یہ یہ اعتبار ایک ایسی بات ہوگی جو لوگوں نے اپنی زندگیوں میں نہیں دیکھی ہوگی اور
 لوگوں کے لئے یہ سزا یہ سمجھتے ہوئے کہ جہاں ان کا خدا ہے مقرر ہے جو پائیں گے (اس کا

مذہب قبول کر لیں گے) یہ الفاظ دیگر سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہوگی۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی کی حیثیت سے اور اللہ کے حکم سے یہ معجزے (مردوں کو زندہ کرنا) دکھائے گئے ہیں۔ وہ یہ معجزہ دوبارہ دکھائے گئے ہیں۔ یہ ایک مقابلہ معجزاتی قوتوں کا سائنسی قوتوں سے ہوگا اور معجزاتی قوتیں مٹا پائیں گی اور اس دفعہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو بھٹکنے اور ہال کا پناہ دہانے کی کمر لای سے چالے گا۔

(6) مدت قیام:

زمین پر فزونی اور خاتمے کے بعد آپ علیہ السلام کتنا عرصہ یہاں رہیں گے؟ عالمی خلافت اسلامیہ کے قیام کے بعد آپ کا مسلمانوں کے ساتھ رہن سہن اور بیاد و باش کیسی ہوگی؟ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں (آنزل ہوتے کے اکیس سال بعد) نکاح کریں گے اور (نکاح کے بعد) دنیا میں انہیں سال قیام فرمائیں گے۔ (اس طرح دنیا میں قیام کی کل مدت چالیس سال ہو جائے گی جیسا کہ پیچھے صحیح احادیث میں گزرا ہے) (فتح البہاری، بحوالہ نسیم بن حماد)

نوٹ:۔۔۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جذام کے وفد سے فرمایا: ”شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کی سسرال کا (یعنی تہہ ذرا آنا مبارک ہو۔ اور قیامت میں وقت تک نہ آنے کی جب تک مسیح علیہ السلام شہبازی قوم میں نکاح نہ کریں اور ان کی اولاد پیدا نہ ہو۔“

قبیلہ جذام قوم شعیب بنی کی ایک شاخ ہے اور قوم شعیب کا حضرت موسیٰ کی سسرال ہونا قرآن فہیم (سورۃ القصص: آیت ۲۶) سے ثابت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا

کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام زمین پر نہ زل ہونے کے بعد قبیلہ ہندام کی کسی خاتون سے نکاح فرما لیں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ اس طرح اس قبیلہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سسرال ہونے کا شرف بھی حاصل ہو جائے گا۔“

(7) موضع نزول:

آپ علیہ السلام کہاں نازل ہوئے؟

حضرت ابی بن اسبغی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یحییٰ ابن مریم دمشق کی جانب شرق میں سفید میدان کے پاس نازل ہوں گے۔

(الدر الثوری، ریح الطبری، کنز العمال، ابن عساکر وغیرہ)

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دمشق کے شرقی دروازہ پر سفید پل کے پاس اس طرح نازل ہوں گے کہ ان کو ایک ہادل نے اٹھا لیا ہوگا وہ اپنے دو قرن ہائے دور رفتاری کے کاندھوں پر رکھے ہوئے ہوں گے ان کے جسم پر دو ملامت کپڑے ہوں گے جن میں سے ایک کو تہ بند بنا کر باندھا ہوا ہوگا، دوسرے چادر کے طور پر اوڑھ رکھا ہوگا جب سر جھانکیں گے تو اس سے چاندی کے موتی (کی طرح پانی کے قطرے) نکلیں گے۔ (تاریخ دمشق، ابن عساکر ص: 218، ج: 1)

(8) عالمی خلافت کے قیام کے بعد کے حالات:

(6) آپ کے دور کے حالات کیا ہوں گے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے آخر میں ارشاد ہے: ”اور یحییٰ ابن مریم نازل ہو کر اس (دجال) کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد کوٹ چالیس سال تک زندگی سے اس طرح لطف اندوز ہوں گے کہ نہ کوئی مرے گا نہ کوئی بیمار ہوگا (بناور بھی کسی کو نہ ماری نہ کھان پینچائیں گے نہ چانی حتیٰ کہ) آدمی اپنی کمریوں اور جانوروں سے سب کا چارہ نکھاس دے گا۔ (یعنی بڑے بڑے کے لیے نہیں

خبر پر وہ اپنے کنبھجے دستے گا) اور وہ بھری دھبھٹوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کمیت کا ایک خوش بھی نہ کھنے کی (بلکہ صرف ٹھہرے اور وہ چیزیں کھنے کی جو جانوروں ہی کے لیے ہیں تاکہ زراعت کا نقصان نہ ہو) اور سائب اور پھو کسی کو نہ نہ پہنچے گئے۔ اور دھبے ٹھہروں کے دروازوں پر (بھی) کسی کو ایذا نہ دیں گے اور آدمی زمین میں مل جالنے بغیر ہی ایک دھبہ ٹھہروں کے گاؤں سے سات سو (گندم) پیدا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان ہے کہ: ول الله صلى الله عليه وسلم فرمایا کہ: کبھی مایہ سلام کے نزول کے بعد زندگی بڑی خوشوار ہوگی، بادلوں کو بادشہ برساتے اور زمین کو جاناٹ، کائنات کی اجازت مل جائے گی حتیٰ کہ اگر تم کو بیخ کنی اور چٹکے پھرتیں بھی ہو، کہہ دو آگ آئے گا اور (اسی) (امان کا) یہ حال ہوگا کہ کوئی شہر کے پاس نہ گزرے گا تو تیرا نقصان نہ پہنچائے گا اور سائب پر پاؤں رکھو گے تو وہ نہ گرنے نہ پھٹنے کا۔ (نوروں کے مابین) نہ ٹکس ہوگا نہ صدمہ اور نہ ہیبت۔ (کنز العمال بحوالہ ابو نعیم)

(9) انتھال اور وفات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے خیال رہا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی تو کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے برابر مٹی کی جاذوں؟ آپ نے فرمایا: وہ جلد تمہیں تیسے مل سکتی ہے؟ وہاں میری اولاد نہ رہے، مرنے اور تین مہینے کی قبر کے علاوہ کسی کو نہ دیکھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا رشتہ ہے کہ تو رات میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سفات بھی بولی ہیں اور (چاکر) شہی اور مریم بن کے بھی آہن کیے جائیں گے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حدیث موقوف میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ نیز انہی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چوتھی ہوگی۔ (ترواح السحری ص ۱۷۳ و لطیفی کما فی تدریس السور)

(10) آپ کے بعد :

آپ کے بعد مسلمانوں پر اور اس دنیا پر کیا بیتے گی ؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم ماضی، حال و مستقبل کریں گے اور چار میں سے (دنیا میں) رہیں گے۔ لوگوں میں کتاب اللہ و میری سنت کے مطابق عمل کریں گے اور ان کی موت کے بعد لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق (محبوبہ) بنی قیم کے ایک شخص کو آپ کا خلیفہ مقرر کریں گے جس کا نام قعد ہوگا۔ قعد کی موت کے بعد لوگوں پر تیس سال گزرے گا پانچ برس گئے۔ قرآن پاک لوگوں کے سینوں اور ان کے مصحف سے اٹھایا جائے گا۔ بعض روایات حدیث سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیامت بہت جلد آجائے گا اور مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ایک سو تیس سال ضرور لگیں گے اس سے دونوں واقعوں میں تضاد کا شبہ ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگرچہ ایک سو تیس برس کی مدت ہو مگر یہ ایک سو تیس سال نہ بہت سرعت سے گزر جائیں گے۔ حتیٰ کہ ایک سال ایک عینیت کے برابر ہو ایک عینیت ایک ہفتہ کی برابر ہو ایک دن کی برابر ایک دن ایک ٹھنڈی برابر محسوس ہوگا۔ اچھا ہے میں شہید بن رہی تھی مگر وہی مسند احمد کی ایک حدیث صرف اس میں اضافہ ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

روایات کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیامت تک کم از کم ایک سو تیس سال ضرور لگیں گے مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اثر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قیامت سے پہلے ایک سو تیس برس تک عرب لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا رہیں گے؟؟ اور فتح انبیا میں تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ آقاؐ کے مغرب سے طلوع کے بعد لوگ دنیا میں ایک سو تیس سال تک رہیں گے پھر قیامت آئے گی۔

ایک اہم سوال کا جواب

مہدیات و مسکیات کے ضمن میں آپ نے جن جگہوں یا واقعات کا ذکر فرمایا،
 اس میں قدیم ذخیرہوں، قدیم مکتوبوں اور قدیم اسباب جنگ کا تذکرہ ہے۔ ایسا یہ مانتی
 زبان ہے یا حقیقی؟ گفتگو استعارے میں کی گئی ہے یا جدید و جدید ہیں قدیمت کی طرف اشارہ
 جائے گی۔ کوئی مالی انجمنی جنگ اسے (اچھا) صدیاں پیچھے لے جائے گی۔ اگر ایسا ہے تو
 حضرت مہدی اور حضرت مسیحی علیہما السلام کے دورِ مسیحیہ اپنے اور عالمی جنگ کا ذکر ہوگی۔
 تیسری جنگ عظیم تو انجمنی کے دور میں ہوئی ہے۔ الغرض یہ سواں بہت اہم ہے کہ آیا حضرت
 مہدی کے دور میں زمانہ دوبارہ اپنی قدیم روش پر آجائے گا یا یہ تمام مانتی کی وجہ سے آپ
 نے تعبیر کے وقت موجود ہوں گی؟ یہ ماننے پر اس سلسلے میں فقیر احمد مفتی یوسف صاحب
 لدھیانوی رحمہ اللہ نے ایک اہم سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: روزِ مہدی جنگ میں آپ کا مکتوبی احکامات قیامت پر اعلان میں کوئی شک
 نہیں کہ آپ ہر مسئلہ کا حل (میں) ان اشیاء میں اور قرآن و حدیث کے حوالے سے بیان کرتے
 ہیں۔ یہ مضمون انہی آپ کی میریت اور آئینہ کا ذکر ہے۔ میں ایسا بات کہہ رہا ہوں کہ میں نہیں مانتی۔

پورا مضمون پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت مسیحی علیہ السلام کے نکاح اور عیسائیوں سے جو معرکے ہوں گے ان میں گھوڑوں، اتواروں، تیرکھانوں وغیرہ کا استعمال ہوگا۔ تو ہمیں قہرِ نبویؐ کی طرح یہ ان جنگ میں آئے مہم سے ہو کر لڑیں گی۔

آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی (عظیمیہ) (Istanbul) سے نو گھڑ سواروں کو دجال کا چارہ صوم کرنے کے لیے مقرر کیا جائے گا۔ گویا اس زمانے میں نوائی جہاز دست یاب نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضرت مسیحی علیہ السلام دجال کو آئیلہ بخارے سے ہلاک کریں گے اور یاجوج، جوج کی قوم بھی جب فساد برپا کرنے آئے گی تو ان کے پاس تیرکھان ہوں گے؟ یعنی وہ اسٹین گن (Stun gun)، رائفل (Rifle)، پستول (Pistol) اور تباہ کن (Explosive Bombs) کا زمانہ نہ ہوگا۔ زمین پر آسمان کے وجود میں آنے کے بعد۔۔۔ مہمیں برپا ہونے کی ضرورت ہے اور قیامت کے آنے تک تو اس میں قیامت سے فیترقی ہو چکی ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مسیحی علیہ السلام اللہ کے قسم سے چند خاص آیتوں کے سوا اور یا جوج، جوج کی قوم سے بچنے کے لیے کوہ طور کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوں گے یعنی ان کے باقی اور باہر انسانوں کو جو سب مسلمان ہو چکے ہوں گے یہ جوج، جوج کے حملہ و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اتنے انسان تو ظاہر ہے اس قلعہ میں بھی نہیں رہ سکتے۔ میرے کسی کتاب میں یہ عاں بھی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ دجاں سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو بتائی تھی۔ مجھے یاد نہیں رہی۔ مندرجہ بالا باتوں کی وضاحت کے علاوہ یہ بھی تحریر فرمادیں تو غنیمت ہوگی۔

جواب: انسانی تمدن نے آسمان پر پہنچنے کی کوشش کی۔ آج ذرا ہی مہمات (War weapons) اور Communication system کی ضرورت

یاد شکل ہمارے سامنے ہے۔ آج سے چھ سو سال پہلے اُمر کوئی شخص اس کو بیان کرتا تو توہم کو اس پر "جنون" کا شہرہ چلا دیتا۔ اب خدا ہی بھگت رہا ہے کہ یہ سائنسی ترقی اسی راقی دے تو آگے بڑھتی رہے گی یا خواہ مخہ کیسے انسانی تمدن کو پھر تیرہ وکان کی طرف لوٹا دے گی؟

لہٰذا ہر بندہ اگر یہ دوسری صورت پیش آئے جس کا تصور ہر وقت موجود ہے اور جس سے سائنس دان خود بھی لرزہ برانداز ہیں تو ان احادیثِ طیبہ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

[illegible]

یہاں جہل قلم حضرات نے حضرت مہدیؑ کے حقوق و احوال سامانِ جنگ کی جہدِ تعمیرات بھی کی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صریحاً ایجابات تو بھی فتوحات میں امتحان فرمائیں گے۔ تاہم یہ کھٹن انداز سے ہی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم فتنے اور اس کے نگہبور سے پہلے خفا ہوئے وانی دلی فتنوں سے ڈرنا شروع ہے۔ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ ہمیں اور ہر دینی آل و اولاد و متعلقین کو اس شیطانی فتنے کے خلاف ہر پہلو پر کامیابی نصیب فرمائی جائے۔ اس میں شامل فرمائے۔ اس خوبصورت کو ہماری دینی آراء و عقائد میں تبدیلی نہ فرمادے۔ آمین ہمیں۔ اس کی مشکلات کو خوشی اور مصائب کو غم نہ سمجھیں۔ ہر قسم میں شامل ہوجائیں۔ آمین بارگاہِ عالمائے

تیسرا باب

دجالیات

- ۶۴ دجال کون ہے؟
- ۶۵ دجال کہاں ہے؟
- ۶۶ دجال کب پرآمد ہوگا؟
- ۶۷ دجال کی دعوت، دجالی فتنہ کی نوعیت و حقیقت
- ۶۸ دجال کے پیروکار، دجالی قوتوں کا تعارف
- ۶۹ دجال سے بچنے کے لیے روحانی و مادیاتی تدابیر

جھوٹے خدا کی تین نشانیاں

”جسید سے اللہ نے ذرا سی آہ و بیدار کیا وہ دنیا میں کوئی نکتہ چال کے نکتہ سے بڑا نہیں ہے اور اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے اپنی امت کو وہاں سے ڈرایا ہے اور میں آخری نبی ہوں اور تم بہترین امت (اس لیے) وہ اچھا تمہارے ہی اندر نکلے گا۔ اگر وہ میری موجودگی (زندگی) میں لکھ آہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابلہ کرنے والا میں ہوں اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر مسلمان اپنا دفاع خود کرے گا۔ اور اللہ ہر مسلمان کا محافظ و مددگار ہو گا۔ وہ تمام عواقب کے درمیان ایک راستہ پر مضبوط ہو گا، جس وہ دائیں یا بائیں (بڑھ کر) (بڑھ کر) پھیلنے کا اے اللہ کے بندوں تم اس وقت میری قوم رہنا۔ میں تمہارے سامنے اس فی وہ طمانتہ بیان کیا دیتا ہوں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں۔ وہ سب سے پہلے یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر یہ دعویٰ کرے گا کہ میں تمہارا رب ہوں (مگر اسے دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں ایسی تین چیزیں نظر آجائیں گی جن سے اس کے دعوے کی شہادت نہ ہو سکتی ہے (۱) ایک تو یہ کہ وہ آنکھوں سے نہ نکھر آ رہا ہو گا) حالانکہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے (تو اس کا نظر تیری اس بات کی دلیل ہو گا کہ وہ رب نہیں) (۲) اور (۳) دوسری یہ کہ وہ لوگ نہ ہو گا اور اللہ تمہارا رب نہ ہو گا، نہیں (۴) تیسری یہ کہ (اس کی زبانوں کے مضمون کے درمیان) ”کافرا“ لکھا ہو گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا بند ہے اور وہ اللہ کا بند ہے“

دجال کا نام اور اس کا معنی

یہودی اپنے ان نجات دہندہ کا آخری معصوم نام۔ ٹہلی، بچے مل یا نہیں جانتے ہیں جو ہماری اسلامی اصطلاح میں ”مذخوتہ“ اور جنوں کا نام ہے۔ اور اس کا لقب ”ان کے ہاں“ مسجیانہ بنا ہے۔

دجال کا اصل نام معصوم نہیں۔ احادیث میں آیا جو نہیں... یہ اپنے لقب سے مشہور ہے۔ ہمارے ہاں اس کا لقب ”ذوالی“ مشہور ہے اور یہ لفظ اس کی پہچان اور علامت بن گیا ہے۔

دجال کا مادہ ”دجل“ ہے۔ دجال کا لفظ فحاشی کے وزن پر مبالغہ کا معنی ہے۔ دجال کا معنی ہے: حائپ، لیز، اپیت لینا۔ دجال اس لیے کہا گیا کیونکہ اس نے حق کو باطل سے اٹھاپ دیا ہے یا اس لیے کہ اس نے اپنے جھوٹ، ملتے ساری اور تلخیوں کے ذریعے سے اپنے ”سُرکولوں“ سے چھپا لیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنی قوموں سے زمین کو حائپ سے چھپا لے گا۔ اس لیے۔ دجال کہا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ دجال اب ہرگز نہ ہو گا۔ یہ تو ان قوتوں کا ہے جو ان قوتوں نے اپنے اپنے اہل و عیال ساری کے

ساتھ پیش کرے گا اور اللہ کے بندوں کو شکوک و شبہات میں ڈال دے گا۔

”دجال“ عربی زبان میں جملہ زالِمِ ساز اور قریب کار کو بھی کہتے ہیں۔ ”دجل“ کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کو کہتے ہیں۔ دجال کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ اور فریب اس کی شخصیت کا نمایاں ترین وصف ہوگا۔ وہ ظاہر کچھ کرے گا اندر کچھ ہوگا۔ اس کے تمام دعوے، منصوبے، مکر و مہمان اور پروگرام ایک ہی محور کے گرد گردش کریں گے اور وہ ہے: دجل اور فریب۔ اس کے ہر فعل پر دھوکا دہی اور غلط بیانی کا سایہ ہوگا۔ اس کی کوئی چیز کوئی عس کوئی قول، اس شیطانی عادت کے اثر سے خالی نہ ہوگا۔

اس کا ایک معنی ایسی مہم یا پپ ہنس کی تہ جلد پر بچا کر بدنامی چھپائی جاتی ہے۔ آپ اس تعریف کو سامنے رکھیں اور ان خوشنما الفاظ کو دیکھیں جنہیں مغربی میڈیا (جو دجال کی جیلی عالمی پریس کانفرنس سے لے کر اس کے عالمی قحطی، انتشار تک اس کی نمائندگی کا فرض انجام دے گا) نے وضع کر رکھا ہے اور ان کے سہارے اپنی خوشنوازی، سنگ دلی اور قتل و غارتگری کو چھپا رکھا ہے۔ مثلاً: انسانی حقوق، مائتہ ایک، جمہوریت، عائشی خوشحالی، معاشرتی مساوات، ملاقات و پیوند کی خاطر خاندانی منصوبہ بندی، انون لطیف، قانون و دستور۔ یہ سب لفظ کھلے نعرے ہیں۔ ان کے پیچھے صرف سراب ہے۔

دجال اگر کا نام مسیح کیوں رکھا گیا؟ اس کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ واضح قول یہ ہے کہ دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں مسیح وہ ہے جس کے چہرے کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مٹا ہوا ہو، اس میں نہ آنکھ ہو نہ ابرو۔ اسی لیے دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال لیا ہے: ”ان الله اخذ الميثاق للمسلمين ان لا يقولوا شيئا طغوتاً عليه“ ”ہاں دجال

”مٹی ہوئی آنکھ والے جس پر ایک غیفہ عہدہ امانا خور (مصلیٰ) ہے۔“

ہمارے درستیج کا فقہ حضرت مہدی مایہ السلام کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جس کی

وجہ اور سبب عداوت اور کینہ کا اب کا فرق ہم نے دنیا کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

دجال کون ہے؟

(۱) دجال کون ہے؟ (۲) کہاں ہے؟ (۳) کب برآمد ہوگا؟

فقہ دین کا آغاز اٹھینا ہو چکا ہے۔ اس کا مرکز، عظیم کون ہو گا؟ اس کا نام؟
مروج کون سا ہے؟ ہو گا؟ اور یہ اس لمحے کے حقیقی اور میں یا تو یہاں کے عہد میں ہی رہے گا۔
میں؟

یہ وہ لمحہ ہے جس میں جو ہر اس واقعہ میں گردش کرتے ہیں وہ نیا نیا صرف دنیا تک
اور ماریت تک محدود نہیں بھٹے آخرت پر یقین اور روحانیت اور ایت کے درمیان ہونے
والی زیر دست نشانی پر نظر رکھتا ہے اور یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ وہ قیامت اس کے سرور اس
حوالے سے مولیٰ کیا جائے گا کہ ایمان والا ایت کے اس غصہ و غم کے میں اس نے اپنا وزن
سے چلنے میں لا اقل اور اس حوالے سے اس کا رویہ اور کردار یہ تھا۔

دندہ اس حوالے سے محض دراز تک سلاحت چھوڑا اور تشکیلی کاوشوں میں کاربائیں
ایک آدمی کے ہاں رہے کہ اس کا ذکر کرنے سے علاوہ کبھی اس میں طبع کوئی اور راست نہیں
چھینے اور نہ توئی بڑا لے کر۔ ان میں شخصیات کو اس میں طبع پر مست کو ہستی

مطلوبات سے آگاہ رہتے اور بہ وقت شخصیتیں کرتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کے نام بندہ کی کتاب "عالمی بیہودگی تنظیمیں" کے مقدمے میں دیے گئے ہیں اور اس کتاب کے آخر میں ان کی تصنیف کردہ مصداقی کتابوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ عربِ عرب میں سعودی عرب کے ڈاکٹر عبدالرحمن الجوالی اور مصر کے استاد محمد امین جمال الدین نے اس سوال سے بہت شاعرانہ کام کیا ہے۔ ڈاکٹر الجوالی کی کتابوں کا ترجمہ رضی الدین سید نے اور استاد امین کی کتابوں کا ترجمہ پروفیسر نور شید عالم قرآن کالج لاہور نے کیا ہے۔ تدریس ہزاروں میں سے دوکانا منظر اسٹیم گیائی نے "ادبی فن کے نمایاں حدود و احاطہ" اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "معاصر ادبیات و ادبیات میں ادب کی شخصیت اور فن کے نوعیت پر سورہ کتب کی روشنی میں مفصل اور حقیقی تشوکی ہے بولاقی یہ ہے۔ معاصرین میں رضی الدین سید (اور مولانا سید قرین پر جس کو چاہنا ہوں نہیں اس نہیں پر چھوڑیں 253-254 اور 303) اور انی الدین شرفی (کراچی) کے علاوہ اسرارہ الم (بھارت) نے بہت کچھ لکھا ہے (مؤرخ لکھنا کام اگرچہ سب سے اچھا اور مفصل ہے لیکن وہ کچھ کتابوں پر ادراک اعتبار سے بہت کئے ہیں اور یہ قلم کو کھلنے والی فکر کو جمہور کی تائید و تفسیر اور تشریح و توضیح سے انحراف سے بچانے کے لئے مثلاً تفسیری ذخیرہ اور نقد اسلامی پر ان کے غیر مناسب تبصرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور لوگوں پر ان سے درگزر فرمائے۔) مولانا مسم عمر اور مصنف مجید نقشبندی نے "حضرت مہدی و اقتدارِ جلال کی عصری تعلیم میں کافی کاوش کی ہے۔ حالی میں کامران رعد کی "قریٰ بیہودگی اور دجال" نامی شاندار کتاب تحقیقات لاہور سے چھپ کر سامنے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنتیں قبول فرمائے۔ باعثِ تعجب یہ ہے کہ اتنی متحدہ کوششوں کے باوجود ابھی ابھی متشوک تاویزیں لکھنے کے باوجود محام و خواص میں اس سوال سے خاص غور و تشویش اور بیکاری رونق کے آثار و اثرات معانی نہیں دیتے۔ دراصل سب تک خواص میں

پر بھر پور توجہ نہیں دیں گے، موائم کہاں اس کی زحمت کو ادا کریں گے کہ اس عالمگیر فتنے سے آگاہی حاصل کریں اور اس سے حفاظت کے تقاضوں کو سمجھیں؟ زبردست خطرہ ہر یک مقصد تجسس پھیلاتا نہیں، حفاظت ایمان کی دعوت کو آگے بڑھاتا اور شیطانی قوتوں سے اپنی، اپنے متعلقین اور اہل اسلام کے تحفظ کی طرف متوجہ کر رہا ہے، اللہ ولی المومنین۔

دجال کون ہے؟ اس حوالے سے مختلف باتیں کی جاتی رہی ہیں۔ بعض تو اجتماعی معجزہ خیز ہیں کہ سب اختیار غیبی آتی ہے۔ ہم ان سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں تین مشہور اقوال ذکر کرتے ہیں پر تبصرہ کرتے ہوئے چلیں گے۔

دجال کون ہے؟

(۱) سامری جادوگر:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو مگرابہ کے شرک میں مبتلا کرنے والا سامری، حقیقت دجال تھا۔ دجال کو عالم اشیاء میں تصرف کا جو بھر پور اختیار دیا گیا ہے اس کے تحت سونے سے بنائے گئے پھڑکے کو متحرک، جاندار اور آواز دہانے والا بنایا کچھ بھی جید نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے انکار، دست جرم سزا ہونے کے باوجود اسے جانے دیا اور جو بنی اسرائیل اس کے درغلانے پر شرک میں مبتلا ہوئے تھے، ان کی توبہ یہ طے ہوئی کہ ان کو قتل کیا جائے۔ آپ نے سامری سے فرمایا: "اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لِّیْهِ تَشْهَدُ" ہے شک حیرے لیے ایک وقت مقرر ہے جس سے تو آگے پیچھے نہ دیکھے گا۔ "یہ اس لیے کہ سامری کو اگر اس وقت قتل کیا جاتا تو وہ نہرہ، دجال جرحیح کا زب ہے، یہی دست تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قلعہ ہوئی ہے جو سچ صادق ہیں۔ سب سامری سے کہا گیا: "واحد۔" فارسی میں "ایک"۔

ان نفل لامساس۔ "چلا جا، تیری یہ سزا ہے کہ زندگی بھر کے گناہ مجھے نہ چھوڑے۔" تو دجال اُسکی یہ سامری مجروح حالت میں وہاں سے غائب ہو گیا اور اب کہیں روپوش ہے۔

یہ رائے حال ہی میں دجالیات کے حوالے سے شہرت پانے والے مصنف جناب اسرار عالم کی ہے۔ اس کی تائید میں کوئی قوس بندہ کو نہیں ملا اور سامری جادوگر کے بارے میں جو تفصیلات کتب تفسیر و تاریخ میں وارد ہوئی ہیں وہ دجال پر منطبق ہوتی دکھائی نہیں دیتیں۔ مثلاً وہ ایک چشم نہ تھا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہیں قید نہیں کیا تھا جبکہ دجال بیڑیوں میں مقید ہے۔ سامری کو کائنات سزا دی گئی تھی کہ وہ ہر آنے والے سے یہ کہتا تھا: "مجھے مت چھوؤ۔" تو دجال ایسا نہ کہے گا۔ وہ تو ساری دنیا کو اپنے قریب کرنے کی فکر میں ہوگا۔ پھر اگر سامری ہی دجال ہوتا تو حدیث شریف میں کہیں کوئی اشارہ ملتا چاہیے تھا۔ دجال کے متعلق حدیث شریف میں تفصیلی علامات ہیں لیکن کہیں یہ ذکر نہیں کہ وہ ہزاروں سال پہلے ۱۱۱ سامری تھا۔

(2) حیرم آریف:

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ اس سے حیرم آریف (یا حروآصف) مراد ہے۔ یہ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں بیکل سلیمانی کے نو بڑے معماروں (ماسٹر مینسٹر) کا سربراہ (گریڈ ماسٹر) تھا اور جنات سے تعلق رکھتا تھا۔ یہودی مذہبی داستانوں کے مطابق اس کو (معاذ اللہ) فرشتوں نے کائنات کی تعمیر کے جادوئی راز بتا دیے تھے۔ اس سے وہ راز لینے کے لیے اسے قتل کر دیا گیا۔ یہودی مذہبی دیکھیے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام سے اپنی نسبت کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت نہیں کرتے۔ ان پر جادو کے جھوٹے بتان لگاتے ہیں جب کہ دوسری طرف وہ حیرم آریف کو دیوتا (الوہی شخصیت) تصور کرتے ہیں۔ ان کے مطابق قرآن شریف میں جو یہ مذکور ہے (اور ہم

نے) جنہوں کو اس (سلیمان) کا تابع فرمان بنادیا جن میں ہر قسم کے معمار اور غوطہ خور تھے۔ ان معمار جنوں میں حیرم آویف بھی تھا۔ نیز آیت قرآنی "اور ہم نے آدہ یا سلیمان کو اور ذہل دیا اس کی کرسی پر ایک جسم....." سے یہی حیرم آویف مراد ہے جس نے مسخ شدہ یہودی روایات کے مطابق سلیمانی انگوٹھی چرائی تھی اور تخت سلیمانی پر قابض ہو گیا تھا۔ اس اسرائیلی روایات کو ہمارے مفسرین نے نقل کیا ہے اور اس پر سخت تردید کی ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت بیان کرتے ہیں جو بعینہ کثیر رحمۃ اللہ کے مطابق یہودی علماء سے لی گئی ہے:

"حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ بیت المقدس اس طرح تعمیر کریں کہ گویا کوئی آواز سننے میں نہ آئے۔ انہوں نے بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ تب انہوں نے ایک جن کے بارے میں سنا جس کا نام عزرا یا آصف تھا۔ وہ اس غنچک سے آگاہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلایا۔ اس نے حیرے کے ساتھ پتھروں کو کاٹنے کا عمل دکھایا۔ اس طریقہ سے شرط پوری ہوئی۔ چنانچہ یہ مکمل سلیمانی یا بیت المقدس تعمیر ہو گیا۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام غنچل کے لیے جا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی انگوٹھی آصف کے حوالے کی۔ یہ انگوٹھی بہت مقدس اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی مہر تھی (ایک اور روایت کے مطابق سلیمان علیہ السلام نے یہ انگوٹھی اپنی ایک بیوی کو دی جس سے آصف نے لے لی۔) آصف نے یہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور خود سلیمان علیہ السلام کا روپ دھار لیا۔ اپنا چہرہ اور وضع قطع تبدیل کر لی۔ اس طرح آصف نے سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور تخت چھین لیا۔ آصف نے سلیمان علیہ السلام کی ہر چیز پر اقتدار حاصل کر لیا سوائے بیویوں کے۔ اب ان نے ایسی بہت سی چیزیں کرنا شروع کر دیں جو انہیں نہیں تھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی تھے جس طرح مہر و مہنی اللہ عزہ حضرت محمد مصی اللہ صلیہ وسلم کے صحابی تھے۔ ان کو شبہ ہو کہ۔ سلیمان علیہ السلام کے روپ میں آصف ہے۔ چنانچہ انہوں نے آصف کا احسان لیا۔ ساتھی نے آصف سے ایک سوال پوچھا جس کا جواب اس نے تو رات کی تعلیمات کے خلاف دیا۔ اب سب لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص سلیمان علیہ السلام ہی نہیں۔ انجام کار حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سلطنت بھی واپس لے لی اور آصف کو گرفتار کر لیا۔“ (تفسیر ابن کثیر۔ ج 4، ص 400)

یہودی چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بچے چور کا دارو ماننے والے نہیں تھے انہوں نے اس داستان میں کئی توہین آمیز واقعات شامل کر دیے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اہل کتاب (یہودیوں) کا ایک گروہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اس لیے زیادہ امکان یہی ہے کہ ایسے لوگوں نے یہ داستانیں وضع کر لی ہیں۔“

الغرض حیرم آریف نامی انسانی جن یا جناتی انسان یہودیوں کی معرف داستانوں کے مطابق ”کائنات کا گریڈ آرکیٹیکٹ“ تھا۔ اسے قدس یکمل کے ٹکڑے پر لے جایا گیا۔ اس کی ایک آنکھ خراب تھی۔ اس پر مرنے وقت تشدد کیا گیا جس سے اس کا حلیہ بگڑ گیا۔ یہودیوں نے نزدیک ”G“ کا حرفی اشارہ God کی طرف نہیں، یہ The Grand Architect Of The Univers کا مخفف ہے۔

یہودی اس کو اپنا ایوان اور مسیحا خیاں کرتے ہیں اور کلوننگ کے ذریعے اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی امید پر سائنسی تجربات کیے جا رہے ہیں۔ خری میسن کی تیسری ڈگری کی تقریب (یہ خری ڈگری ہے جو غیر یہودیوں کی جاتی ہے) میں یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ”نماآت نیب سیم آماآت۔ یا آ۔“ یہ قدیم مصری زبان ہے۔ اس کا معنی ہے

”عظیم ہے فری سہزادی کا مقصد ماسٹر، عظیم ہے فری سہزادی کا جذبہ۔“ اس میں ”سہزادی“ سے یہی نیم انسان نیم جنم کا یہ عقیدہ بد عمل شخص مر لو ہے۔ یہودی ہو گئے ہیں مرد کو زندہ کر کے اٹھانے کی فکر میں ہیں لہذا وہ سڑک میں جانے کی تقریب کو ”Raisc“ اٹھانے کی تقریب کہتے ہیں، جانے کی تقریب نہیں کہتے۔ یہودی اپنے ماسٹر اور کائنات کے گرینڈ آرکیٹسٹ کی فطرت کو دیکھ کر سائنس میں مہارت کے ذریعے اٹھانے کی امید ہے۔

یہ رائے یہودی مخصوص مذہبی روایات کے مطابق درست ہو سکتی ہے..... مگر نبی الحقیقت کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لیے کہ حدیث شریف کے مطابق وہاں مرد نہیں، زندہ ہے۔ اس کی فطرت کسی سائنسی عمل سے زندہ نہیں ہوئی، الہوت حسب اللہ تعالیٰ کا نظم ہو گا، ان کے دنیائی قسم کے زندہ وجود کو دنیا میں فساد پھیلانے کے لیے رہائی مل جائے گی۔ کسی منظر، محدث، ذور یا متعلق نے آج تک یہ بات نہیں کہی کہ جوں بیکل علیحدگی نے مہاروں میں شامل تھا پھر اسے مادہ دیا اور پھر اسے یہودی زندہ کریں گے۔ جہاں تک بات یہودی مذہبی داستانوں کی ہے تو ان کا کہنا ہی کیا؟ یہودی کی رہائی کا سبب یہی گھڑا تو قہر کیا یاں ہی تو ہیں۔

دجال کا شخصی خاکہ

(3) امریکا:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ امریکا دجال ہے۔ کیونکہ دجال کی ایک آنکھ ہوگی اور امریکا کی بھی ایک آنکھ ہے۔ اس کی ماریٹ کی منگھ کھلی جبکہ روحانیت کی آنکھ چھوٹ ہے۔ دو مسلمانوں کو ایک آنکھ سے اور غیر مسلموں کو دوسری سے دیکھتا ہے۔ اس کو اپنے فائدہ کے لیے ہر شے کرتا ہے، دوسرے کے نقصان سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اس کی کرنسی پر ایک آنکھ بنی ہوئی ہے۔۔۔ دجالی آنکھ۔ جو شیطانوں کے دیر پر اسرار علامات کے بیچ میں ہے۔ اس کی سر زمین پر دجالی تہذیب جسم سے نکلی ہے۔ پروان چڑھ رہی ہے اور مادی طاقتوں پر غیر معمولی اقتدار کی بدولت دنیا کو درلڈ آؤٹ کے ذریعے دنیا میں دجال نظام برپہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ایک صدر (جو ہوتا تھا کریمست: دوا) کا بیان دیکھا رہا ہے ”مجھے خدا کی طرف سے نیا اور مست ہدایت ملتی ہیں۔“ یہ تو دعوے نبوت کے مترادف ہے اور دجال اپنے ایسا ہی دھڑکتا ہے گا۔ صدر کا حب موصوف یہ بھی فرما چکے ہیں ”ہم تمہیں پتھروں کے دور میں بھیجیں گے۔“ یہ دعویٰ سچی قوموں نے خدائی کے نام سے ہی کیا ہے اور دجال آخر میں

خدا کی کاغذی کرے گا۔ دجالیت دراصل جھوٹی خدائی کا دوسرا نام ہے۔ (غیر ۱۰ فیرو۔)

جو حضرات اس رائے کو اہمیت دیتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں: (۱) کچھ تو احادیث کاظم زبوں نے اور غلط فہمی کی بنا پر ایسا سمجھتے ہیں۔ ان کے پیش نظر کوئی غلط مقصد نہیں۔ یہ لوگ معذور ہیں۔ (۲) کچھ جان بوجھ کر کسی خاص مقصد (مثلاً یہودیت کی خدمت اور مسلمانوں کو دجالیت سے بے خبر رکھ کر وہاں کی راہ ہموار کرنے) کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ یہ خود دجال ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آج ہے کہ الدجال الاکبر سے پہلے تیس چھوٹے دجال نکلیں گے۔ ایک حدیث میں تو ستر سے کچھ اوپر دجالوں کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں اور دونوں اعداد اپنی جگہ درست ہیں۔ کچھ دجال فی کثرتی کے ہوں گے کچھ فی کفرتی کے۔ پہلے تیس ہوں گے۔ دوسری قسم ستر سے کچھ اوپر ہوگی۔ احادیث کو جس نے سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے اسے یقین ہے کہ دجال کوئی ملک نہیں، ایک مضمین شخص ہے جس کو انسانوں کی آزمائش کے لیے غیر معمولی صلاحیت اور طاقتیں دی گئی ہیں لیکن وہ ان کو ہمیشہ غلط سقاہد کے لیے استعمال کرے گا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ دجال اور دجالیت پر اپنی مشہور کتاب ”معرکہ ایمان و ہدایت“ کے صفحہ 135 پر فرماتے ہیں:

”جن احادیث میں دجال کا ذکر آیا ہے اور اس کے اوصاف و علامات بیان کیے گئے ہیں، وہ تو از معنوی کی حد تک پہنچ چکی ہیں، ان میں اس بات کی صاف وضاحت ہے کہ وہ ایک مضمین شخص ہوگا جس کے کچھ مضمین صفات ہوں گے۔ وہ ایک خاص اور مضمین زمانہ میں ظاہر ہوگا (جس کی صحیح تاریخ اور وقت سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا ہے) نیز ایک مضمین قوم میں ظاہر ہوگا جو یہود ہیں۔ اس لیے ان تمام وضاحتوں کی موجودگی میں دجال کے انکار کی گنجائش بے ضرورت۔ احادیث میں اس کا بھی قصہ کر دیا گیا ہے کہ وہ فلسطین میں ظاہر ہوگا اور وہاں اس کو عروج و غلبہ حاصل ہوگا۔ حقیقت فلسطین وہ آخری اسٹیج ہے جہاں

ایمان و مادیت اور حق و باطل کی یہ مکملش جاری ہے اور منہر عام پر آنے والی ہے۔ ایک طرف اخلاقی اور قانونی حقوق رکھنے والی قوم ہے جن کا سب سے بڑا اٹھتھار اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ دین اور دعوت الی اللہ کے حامل ہیں اور انسانیت کی فلاح اور مساوات کے داعی ہیں۔ دوسری طرف وہ قوم ہے جو ایک خاص نسل اور خون کے تقدس و برتری کی قائل ہے اور پورے عالم اور انسانیت کے سارے وسائل کو اس نسل اور عنصر کے اقتدار و سیادت کے اندر لے آنا چاہتی ہے اور فنی صلاحیتوں اور علوم طبعیہ کے وسائل و ذرائع کا بہت بڑا ذخیرہ اس کو حاصل ہے۔ انسانیت کے اس حقیقی اور فیعلی کن معرکے کے آج مشرق عربی اور مشرق اسلامی کے اتنی پر اسباب ظاہر ہو چکے ہیں اور حالات و واقعات وہ مناسب فضا اور ماحول تیار کر رہے ہیں جس میں یہ کہانی اپنے بچے کرہ اردوں کے ساتھ رہرائی جائے گی۔

اس عبارت کو غور سے پڑھا جائے تو مضمون کے شروع میں دیے گئے تینوں سوالات کے جوابات آ جاتے ہیں (دجال کون ہے؟ کہاں ہے؟ کب پر آئے ہوگا؟) لیکن ہم ان تینوں کی تشریح نہیں کرتے۔ فی الحال ہم پہلے سوال پر چل رہے ہیں۔

خلاصہً بحکم یہ کہ اگرچہ امریکا کی دجالی خصوصیات میں شک نہیں لیکن وہ دجال نہیں، اہل امریکا کی تہذیب جو سراسر مادیات پرستی پر قائم ہے، دجالی تہذیب ضرور ہے۔ بلکہ دجال اپنے ظہور کے بعد جو کام دنیا میں کرے گا، امریکی استعمار یہود کے ورغلانے سے (دجال کو سچا نجات دہندہ سمجھ کر) اس کی راہ حمواد کردہ ہے۔ دجال کو حقیقی آسمانی عدالتی کے مقابلے میں غرضی زمینی عدالتی کے نیچے جو مسائل درکار ہیں، امریکا بلکہ پورا مغرب انہیں مینا کرنے کے لیے دن رات سائنسی تحقیقات میں لگا ہوا ہے اور یہودی سائنس دانوں کے ساتھ مل کر مت نفی بھر اعتدال چیزیں ایجاد کرتے ہیں کی مائیں حکومت کی بنیادیں مضبوط

کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہا ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود اس ریگد جال نہیں۔ کیونکہ دجال کسی ملک یا حکومت کا نام نہیں بلکہ متعین شخص کا نام ہے۔

آئیے اگر ایک نظر ان احادیث پر جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جال الاکبر (مسح کاذب) ایک مخصوص جلیلہ کئے والا انسان ہوگا:

☆ "وہ (الدجال، مسح کاذب) ایک نوجوان مرد ہوگا۔ اس کے ہال چھوٹے

اور مضطرب یا لے ہوں گے اور وہ ایک آنکھ سے نابینا (کاٹا) ہوگا۔" (صحیح مسلم، 7015)

☆ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ کبے کا

طواف کر رہے ہیں کہ اس دوران انہیں دجال دکھایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ بھاری بھر کم جسم، سرخ رنگت، مضطرب یا لے ہال اور ایک آنکھ سے نابینا ہے۔ اس کی آنکھ

نکلے ہوئے انگور کے دانے جیسی ہے۔" (صحیح بخاری 9.242)

☆ "اس کی پیشانی پر لفظ کافر لکھا ہوگا اور ہر جمل ایمان چاہے خواہ مخواہ ہوگا یا

نہ خواہ مخواہ اس لفظ کو پڑھ سکے گا۔" (مسند احمد 3.367-368)

مذکورہ بالا احادیث صراحت کے ساتھ اس مسح الدجال کے خد و خال اور شخصیت پیش

کرتی ہیں، ان کے مطابق، اللہ جال ایک نوجوان ہوگا۔ دو سمتہ اور بھاری بھر کم ہوگا۔ اس

کا رنگ سرخ ہوگا۔ اس کے ہال مضطرب یا لے اور بہت چھوٹے (کٹے ہوئے) ہوں گے۔

اس کی دونوں آنکھوں میں عیب ہوگا۔ دو ایک آنکھ سے اندھا ہوگا۔ اس کی دوسری آنکھ اس

طرح ہوگی جیسے انگور کا دانہ ہو۔ اس کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ "کافر"

لکھا ہوگا (فیو کے جو نیک قبیح کی جنگ اور کوسو کی جنگ میں استعمال ہوئے ان پر لفظ

Kafir لکھا ہوا تھا)۔ ایمان والا چاہے پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ لیکن وہ "کافر" کا لفظ

اس کی پیشانی پر لکھا پڑھ لیس ہے جبکہ کافر آنسو پر کافر کی صورت ہو یا بارود کا سا، وہ یہ لفظ

نہیں پڑھ سکیں گے۔ اسے ایمان کی برکت اور کفر و کفایت کی نوبت کے علاوہ اور کیا نام دیں؟ جو جتنا زیادہ عمر کی تعلیم یافتہ ہوگا وہ اتنا ہی اس کے ڈنگل میں پھنسے گا۔ نیوٹن، مری تعلیم عقلیت پسندی نکھاتی ہے۔ جو جتنا سیدھا سادہ و سادہ جی، دینی تعلیم والا مومن ہوگا وہ اس سے اتنی ہی محفوظ رہے گا کیونکہ دینی تعلیم عقائت کے پار اچھٹنے کی صلاحیت پیدا کرتی اور روحانیت نکھاتی ہے۔ اب یہ نقطہ تجزیہ کی انداز میں نکھایا جائے تو اہل اور اک انداز میں اس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمیں اس تجسس میں پڑنے کے بجائے اس کی فکر کرنی چاہیے کہ ہم اس کے فتنے سے محفوظ رہیں اور وہ ہمارا دیرینہ گولڈن سٹک۔ اس کا طریقہ بتا رہے ہیں خبر نہاد، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور اس سلسلے کے آخری مضمون میں اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

بات: اور ہوتی پہلی کئی۔ بحث یہ ہو رہی تھی۔ وہاں کسی ملک یا تہذیب کا نام نہیں۔ یعنی طور پر ایک انسان کا نام ہے جو کچھ انسانی صلاحیتوں اور روحانی جہتوں کا رنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیت کی آزمائش کے لیے ہم انسانوں کی سمجھ میں آنے والی کچھ فتنیں عطا کی ہوں گی جن کی بنا پر وہ اس کے دھوکے میں آجائیں گے۔ ان کو آیات و حادثات کے ذریعے یقین دلایا گیا ہوگا کہ یہ جھوٹا خدا ہے، سراپا شر ہے۔ اس کے شیعہ و کچھ کراہیانا خراب ذکر و تبلیغ وہ ایمان کی کمزوری، اہل علم سے دوری اور مغرب کی مادہ پرست اور شہوت پرست تہذیب سے متاثر ہونے کی بنا پر اسے دھوکا باز کی جھوٹی دلیلوں کے سحر میں آجائیں گے۔

”جب سے اللہ نے درست آدم کو پیدا کیا، دنیا میں کوئی قوم نہ تھی جس کے فتنے سے بڑا نہیں ہو، اور اللہ نے اس کی کوکھی میں نہ لے کر لایا اس نے اپنی مروت و وہاں سے ارادے اور اس نے آزمائش کی تھی اور تم بہتر ہیں اس سے (اس لیے) اور انھوں نے کہا: یہ ہی اللہ کے نیکے کار ہیں۔“

وہ میری موجودگی (زندگی) میں لگا تو ہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابلہ کرتے والا میں ہوں، اور اگر میرے بعد لگا تو ہر مسلمان اپنا افاقہ خود کرے گا۔ اور اللہ ہر مسلمان کا مددگار ہے۔ وہ کھانا ہوگا۔ وہ شام و عراق کے درمیان ایک راستہ پر نمودار ہوگا، جس کو وہاں کے باشندے (ہر طرف) فساد پھیلانے لگا، اے اللہ کے بندو! تم اس وقت بہت قدم رہنا۔ میں تمہارے سامنے اس کی وہ علامات بیان کیے دیتا ہوں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں۔ وہ سب سے پہلے تو یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر یہ دعویٰ کرے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، (میرا سے) کہنے والے کو پہلی ہی نظر میں ایسی تین چیزیں نظر آجائیں گی جن سے اس کے دعوے کی گندہ بک جانتی ہے۔ (۱) ایسے تو یہ کہ وہ انھوں سے نظر آ رہا ہوگا، حالانکہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے (تو اس کا نظر آنا ہی اس بات کی دلیل ہوگا کہ وہ رب نہیں) (۲) اور (۳) دوسری یہ کہ وہ کائنات ہوگا، حالانکہ تمہارا رب کائنات نہیں، (۴) تیسری یہ کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا جو ہر سو کی طرف لگا ہوا ہو، لکھنا چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو۔

یہ تیسری سادگی بات ہوئی کہ جال دہانی تو توں کا حامل ایک نیم انسانی نیم جہانی قسم کی آزمائشی مخلوق ہے۔

”جس مسلمان شرم کے ”دل رنجان“ کی طرف بھاگ جائیں گے۔ اور دجال وہاں آنکراں کا محاسن دیکھ کرے گا۔ یہ محاسن وہ بہت سخت ہوگا، وہ ان کو سخت مشقت میں ڈال دے گا۔ پھر آخر کے وقت جیسی ابن مریم ہوں گے۔ وہ سبھیوں سے لپٹیں گے، اس غیبت کے اب کی طرف نکلنے سے قبل رہنے لپے لپا چنے لپے ہے، مسلمان نہیں گے کہ یہ شخص نہیں ہے، ہندو کا مڑا ہوا مشق ہے۔“

شما، جن حدیث کا قارئین ہے، جہاں کی امید و ہمتی اور مہینہ و مہینہ

شاید بعض مسلمانوں کو اس کے جن اوسنے کامن ہو یا ممکن ہے مسلمان یہ بات بطور تشبیہ کے کہیں کہ اس کی حرکتیں اور ایذا رسانیاں جنات کی طرح ہیں۔

مگر بالفرض دورہ خرمیں یہودی سائنس دانوں کی ہوشربا ایجادات اور محیر العقول تجربوں کے تناظر میں دجانی شخصیت کو دیکھنا چاہیں تو اہمال کی تعداد پر کچھ یوں فنی دکھائی دیتی ہے۔ ایک ایسا آدمی جو مختلف شعبوں میں محیر العقول مہارت کا حامل ہو۔ جو سپر مین قسم کا آدمی ہے۔ جو ایک وقت انجینئر، ڈاکٹر، سائنس دان، سیاست دان، شاعر، مقرر، سب کچھ ہے۔ جس کے لیے ناممکن کوئی چیز نہیں۔ ہر چیز کو وہ اپنی دسترس میں لے سکتا ہے۔ اگر جدیدیت سے متاثر کوئی شخص پوچھے: ”خیر یہ کیسے ممکن ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل یہ پوری طرح ممکن ہو چکا ہے کہ ایک انسانی دماغ کی پوری میسوری کمپیوٹر میں فیڈ کر دی جائے۔ آنسوؤں کی پروفیسر کریمن فینڈ نے آج سے اس سال پہلے سائنس دانوں نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ”اب ہم اس قابل ہیں کہ ایک انسان کی پوری یادداشت (میسوری) کمپیوٹر پر ڈال دیں اور ڈاکٹر لیں جو تقریباً 100 ٹریلین سیلوں (Cells) پر مشتمل ہوتی ہے اور جن میں 100 ٹریلین خلیے منتقل کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔“ (وی رچرڈ ڈیویس، ”ٹیکسٹری بی سی“، یکم دسمبر 1999ء) اور وہی ہے! آج اس سال بعد وہ اس منصوبے میں کہاں تک پہنچ گئے ہوں گے؟

ایک طاقتور تکنیک حقیقت جس کا انکشاف ڈاکٹر سوہن نے نہیں کیا۔ یہ ہے کہ عمل معکوس (Reverse Action) زیادہ آسان ہے۔ عمل معکوس یہ ہے کہ میسوری کسی کمپیوٹر سے انسانی ذہن کو اپ لوڈ کی جائے۔ اس صلاحیت کے ساتھ کائنات پہچانت، حذف کرنے اور مہارتوں کو فراہم کرنے کی قوت بھی آتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک پی ایچ ڈی انجینئر ایک دیکھنے والے آدمی نامی منور انجینئر کی یادداشت (میسوری) کے ساتھ ایک

بہترین سرجن اور سائنس دان کی یادداشت بھی اپ لوڈ کر دی جائے تو آپ سر میں کی تخلیق کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ ایک ایسا آدمی جو سب شعبوں میں مہارت رکھتا ہوگا۔ بہترین انجینئر، سائنس دان، سرجن، سیاست دان، عالم، مقرر، شاعر، منصف، ساز، مینجمنٹ کا ماہر ... نندو رنڈا رڈ کا مثالی آدمی۔ نئی نوڈ کا عالمی بادشاہ، ملحد جال الاکبر، الملعون الا عظم۔

مغرب کی تجربہ گاہوں میں اس پر دن رات کام جاری ہے۔ آپ ذرا تصور کریں انسان کی شخصیت اس کی یادداشت ہی تو ہوتی ہے۔ اگر یہ یادداشت کسی سے چرائی جائے تو وہ ... وہ نہیں رہے گا جو وہ تھا۔ اسی طرح اگر ایک فرد کی یادداشت دوسرے فرد کو منتقل کر دی جائے تو وہ ... وہ شخص بن جائے گا جس کی یادداشت چرائی گئی تھی۔ اس طریقے سے سموری کو زندہ رکھ کر انسان کو چارج مانع اور دائمی بنایا جاسکتا ہے۔ دجال وقتی طور پر غیر فانی لگے گا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنا حقیر، پست اور ذلیل ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس زمانے کے اہل ایمان مقررین کو اس کی کچھ پروا نہ ہوگی۔ جیسا کہ یہودی سائنس دانوں کو فرضی سر میں بنانے کے وسائل مہیا ہونے کی اللہ رب العالین کو کوئی پروا نہیں۔ سائنس کے میدان میں ان کی ساری ترسٹ پھرت کے باوجود ان پر ذلت و خواری کی مہر ان کو راستہ نہیں دے رہی ہے۔

تین ضمنی سوالات

دہالیوں کے ذہن میں چند ذیلی سوالات جنم لیتے ہیں۔ ان کو اس طرح بغیر دوسرے سوال کی طرف پرناقل از وقت ہوگا۔ وہ ذیلی سوالات کچھ یوں ہو سکتے ہیں:

(1) دہالی اس چیز کی دولت دے گا یا دوسرے لڑکھوں میں اس کے فتنے کی نوعیت کیا ہوگی؟

(2) دہالی کے چروکار کون لوگ ہوں گے؟

(3) اس کو کون کون سی غیر معمولی قوتیں حاصل ہوں گی؟ اور کس بل بوتے پر حاصل ہوں گی؟

ان میں ہمارے تین سوالات سے متعلق یا متضاد خیالات کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

(1) دہالی مذہب:

دہالی ایک مذہب کی دعوت دے گا۔ ایک ایسے مذہب جو نئے مذہب کی جس میں یہ مذہب کا دعوتی کرنے کا اور پھر مذہبی کا ان پر سخت کام ہے۔ ان مذہب کی

ہوگا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے جتنا کچھ نوازا اس سے خیر کا کام لینے کے بجائے شر کا وہ عظیم طوفان برپا کرے گا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: ”حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت قائم ہونے تک دجال کے نقشے سے بڑھ کر کوئی نقشہ نہیں۔“

یہ مذہب فری میسنری کا خفیہ مذہب ہوگا۔ یہ ان نظریات پر مشتمل ہوگا جسے دجال کی بیٹلی تنظیم فری میسن نے ایجاد کیا اور اسے پھر آہستہ آہستہ دنیا نے قبول کر لیا۔ مثلاً: مغربی جمہوریت جو فری میسنری کے ”برادرز اور ماسٹرز“ کو برسرِ اقتدار لانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ بعد یہ نظامِ تعلیم جو انسانیت کی خدمت کے بجائے شکم پرستی اور نفس پروری سکھاتا ہے۔ مغربی نظامِ معیشت جو سود، جوئے، غم و ضرر اور بے حساب منافع خوری پر مشتمل ہے۔ ٹیکس کے نظام کا کلی رواج اور زکوٰۃ و صدقات کے نظام کا انہدام، یعنی نظام جس میں مخلوق دینے کے بجائے لینے کا مزاج بناتی اور اپنے ہی عوام کو بستی کھسکتی ہیں۔ مغربی تہذیب جو باحیث اور عقلیت پرستی پر مشتمل ہے یعنی وحی کی رہنمائی میں چاروٹا چاروٹا کی تعمین کے بجائے عقل اور شہوت کی بنیاد پر درست و نادرست کی تعمین وغیرہ وغیرہ۔

فری میسنری پر کام کرنے والے تقریباً تمام ہی محققین (بشمول عیسائی دلائل مذہب صحافیوں کے) اس بات پر متفق ہیں کہ یہ وہ اکلونی تھیہ تنظیم ہے جو مذہب کا نام لیے بغیر اپنے نظریات، رسومات اور اصطلاحات میں ایک مکمل مذہب کی شکل رکھتی ہے۔ فری میسنری جس نئے عالمی نظام کی ترقیب ہے وہ درحقیقت ایک ”عالمی مذہب“ ہے اور انیسویں صدی کے مذہب جو باحیث نہیں شیطانی مذہب ہے۔ جو تحریف شدہ یہودیت اور نفس و شیطان پرستی کا ملغوبہ ہے۔ ایک نظر ذیل کے اقتباس پر (۱) ایسے جو فری میسنری کے اصلی ہدف ”عالمی حکومت“ کے قیام کے لئے ہے لیا گیا ہے

”صرف ایک مذہب کی اجازت دی جائے گی اور وہ ایک عالمی سرکاری کلیسائی

شکل میں ہوگا جو 1920ء سے وجود میں آ چکا ہے۔ شیعیت، اہلبیت اور جادوگری کو ایک عالمی حکومت کا نصاب سمجھا جائے گا۔ [تایید! یہ کسی آسمانی مذہب کے جڑ و کاروں کی تعلیمات جو نکلتی ہیں اکوئی تھی یا جدج: اسکول نہیں ہوگا۔ تمام تہذیبی کرپے پیسے ہی سے زبرد زہر کیے جا چکے ہیں۔ چنانچہ مسیحیت، ایک عالمی حکومت میں قصہ پارینہ ہوگی۔ ایک ایسی صورت حال تشکیل دینے کے لیے جن میں فرد کی آزادی کا کوئی تصور نہ ہو، کسی قسم کی جمہوریت، اقتدار اعلیٰ اور انسانی حقوق کی اجازت نہیں ہوگی۔ قومی مفاد اور نقل و حرکت ختم کر دی جائیں گی اور بدوری دور میں ان کا ذکر بھی قابلِ غور ہوگا۔

یہ شخص کے ذہن میں یہ عقیدہ رائج کر دیا جائے گا کہ وہ (سرد یا عورت) ایک عالمی حکومت کی حقوق ہے اور اس کے اوپر ایک شناختی نمبر لگا دیا جائے گا۔ یہ شناختی نمبر برسرِ باقیم کے نیو کپیورٹز میں محفوظ ہوگا اور عالمی حکومت کی کسی بھی ایجنسی کی فوری دسترس میں ہوگا۔ سی آئی اے، ایف بی آئی، ریاستی اور مقامی پولیس ایجنسیوں، آئی آر ایس، فیما، سرشل سیکورٹی وغیرہ کی ماسٹر فیکس وسیع کر کے ان میں لوگوں کے کوائف کا اندراج امریکا میں تمام شہریوں کے ذاتی، بیکارڈ کے انداز میں کیا جائے گا۔

فری میسنری اپنی تحریکات میں (جن کا کچھ ذکر ”عالمی یہودی تنظیمیں“ میں آچکا ہے) جو اصطلاحات استعمال کرتی ہے، مثلاً: مقدس دستور (نورات یا سالہو)، مقدس شاہی حجاب، مقدس درخت (اکیشیا)، مقدس قربانی، مقدس علم (جیو میٹری)، بیکن سلیمانی سے نو معمار (ماسٹر مینسٹر)، موزی وقار معمار اعلیٰ (گریڈ ماسٹر) پارہ سروراء، ستر داتا بڑوگ، داؤد کی نقل سے غنچرب آئے والا عالمی بادشاہ (دیوان اکہ) وغیرہ۔ یہ سب اصطلاحات اور ان کے علاوہ نامائوس الفاظ مشابہتیں، چاہے مل آج بہل ان وغیرہ سب اس امر کی واضح علامت ہیں کہ جو تنظیم یہ تحریکات منعقد کرتے وقت اس چیز کو خیر و منہا جانتی ہے وہ شیطانی مذہب کی

طیبر دار ہے۔ وہ اپنے آپ کو ظاہر تو قلامی و سماجی تنظیم کی حیثیت سے کرتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ایک مستقل خفیہ غریب رکھتی ہے اور یہ تو ہر ایک سمجھتا ہے کہ رحمانی چیزیں خفیہ رکھنے کے لیے نہیں ہوتیں، چھپا چھپا کر تو شیطان کام کیے جاتے ہیں۔

درج ذیل طور میں کچھ سوالات ہیں جو فری مین کارکن بننے والے ایک امیدوار سے کیے گئے اور ساتھ ہی اس کے جوابات ہیں۔ یہ مکالمہ فری مین کی ابتدا میں 1750ء میں منعقد ہونے والی ماسٹر مین کی طرف برادری کی ایک تقریب سے قسط رکھتا ہے:

سوال: جب تم عمارت کے وسط میں پہنچے تو تم نے کیا دیکھا؟

جواب: حرف G کی مشابہت۔

سوال: حرف G کا حرف کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

جواب: اس استغی کا جو تم سے بڑی ہے۔

سوال: مجھ سے بڑا کون ہے؟ میں ایک آزاد اور مستند مسیحی ہوں۔ ماسٹر آف ان

ہوں۔

جواب: کائنات کا موجد اور سب سے بڑا معمار یا "ڈا" جو مقدمہ میں معبود ایکمل سلیمانی کے کلس کی چوٹی پر لے جایا گیا۔

یہاں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فری مین کی اصطلاح میں حرف G نہیں خدا سے لیے نہیں بلکہ "اس" کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو مقدمہ میں معبود ایکمل کے کلس کی چوٹی پر پہنچایا گیا۔ اور یہی وہ "مہنہ دار پروتا اور الوہی شخصیت" ہے جس کی بد نصیب یہود و عبادت کرتے ہیں۔ فری مین سب سے بڑی برادری کے ریکارڈ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شخص یا جن "جیم آریٹ" ہے جو ایک سلیمانی کے نوید۔ معماروں (ماسٹر میسنرز) کا سربراہ (گورنر ماسٹر) تھا۔ "عالمی یہودی" تھیں، میں اس کی تفصیلی تذکرہ دیتا ہوں۔

دجال ظاہر ہوگا تب بھی اس کو عام لوگ نہیں پہچان پائیں گے جس طرح کے یہودیوں کے قریب کا شکار لوگ ان کے ایجنٹ بن کر بھی ان کے شیطانی مذہب کو سمجھ نہیں پاتے۔ دجال جب ظاہر ہوگا تو وہ دجال ہونے کا دعویٰ نہیں کرے گا اور نہ ہی مئے مذہب کا راہی ہوگا۔ وہ جدیدیت کا علمبردار اور انسانیت کا دلویدار بن کر نمودار ہوگا اور یہود اپنے اس جھوٹے مسیحا کو بہت بڑا اور دمنہ اور انسانیت کے خیر خواہ کے روپ میں پیش کریں گے۔ تبھی تو لوگ اس پر اعتماد کریں گے کیونکہ ان کو دجالی مذہب کی اصطلاحات پر اعتماد کرنا سکھایا گیا ہوگا۔ لوگ مجبور ہو کر نہیں، متاثر ہو کر اس کی طرف بڑھیں گے۔ فری میسنری کے پلیٹ فارم سے ٹھیک یہی ترجمہ ہو رہا ہے۔ لوگ اس تنظیم کو اور اس کے ذیلی اداروں (رڈزی کلب، اسٹنز کلب، سٹرائٹز، مغربی این سی اور ایم ایس "مذہب سے بالاتر ہو کر" انسانیت کی خدمت کے لیے شامل ہوتے ہیں۔ اور پھر انہیں وہ "روحانی اطمینان" ملے گا یا نہ ملے جس کا انہیں جھانسا دیا گیا تھا، ایک نئے شیطانی مذہب کی آنکوش ضرور مل جاتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو دجال کی خبر سن لے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مؤمن سمجھ کر (یہ لفظ امتحانی قابل غور ہے) راقم اس کے پاس آئے گا اور پھر اس کے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرے گا۔" (سنن ابی داؤد، روایت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ)

(2) دجال کے ساتھی:

"دجال نے چار کاروں کی اکثریت یہودی اور عورتیں ہوں گی۔" (مسند احمد)

اب یہاں اشکال ہو سکتا ہے کہ یہودیوں کی تعداد تو بہت کم ہے۔ ان کے حل ہونے پر دجالی نفاذ صحت اور عالمی مذہب کے قیام کی کوشش کیسے کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی دھوکا دے کر اپنے ساتھیوں کو ملا لیں گے۔ یہودیوں پر اس شخص کو کب

ہیں جو یہودی ہو یا نہ، لیکن یہودی مقاصد (مثلاً عالمی دہائی ریاست کے قیام) کی تکمیل میں یہود کا آلہ کار بن جائے۔ یہودیوں کے فریب کا شکار وہ عیسائی، ہندو اور مسلمان ہوں گے جو دجال کے فتنے سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکیں گے اور اس کے چند نئے میں پھنس جائیں گے۔ امریکا اور برطانیہ ممالک یہود کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔ وہ یہودیوں سے زیادہ اسرائیل کے حامی ہیں اور اس کی عزت کو اپنے لیے باعث حرکت سمجھتے ہیں۔ یہود کے دھوکہ دہریہ اور مکرر دجل کا نشانہ دیکھیے کہ عیسائی مذہب میں جو پیش گوئیاں جناب مسیح صادق حضرت یحییٰ بن مریم علیہ السلام کے حوالے سے وارد ہوئی ہیں، یہودی ان کو دجال پر مشتمل کرنے میں اور پھر عیسائیوں کو دھوکا یہ دینے میں کہ تم مسیح موعود کا انتظار کر رہے ہیں اور مسلمان مسیح مخالف (Anti christ) ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کا اور یہود دجال اکبر کے منتظر ہیں اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام مسلمان مجاہدین اور خوش نصیب نو مسلم عیسائیوں کی مدد سے قتل کریں گے۔ یہودی عیسائیوں کے اور ان کے مقدس پیغمبر کے دشمن ہیں۔ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ستا یا بھگ کیا اور ہلاک خزان کے قتل کا منصوبہ بنایا جبکہ مسلمان آج بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا انتہائی احترام کرتے ہیں اور اس سے پہلے بھی کرتے تھے اور آئندہ بھی ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے جہاد عظیم کریں گے۔ ایسا دنیا میں عیسائیوں کی سادہ قوم بھی ہوئی جو اپنے پیغمبر کے کاموں سے خود بخود اور تعلق رکھے اور جو ان کے (اور اپنے) پیغمبر سے بے پایاں محبت رکھتی ہوئی اس سے نفرت اور دشمنی رکھے؟

بھارت کی اسرائیل سے دوستی کسی سے مخفی نہیں۔ کچھ عرصہ قبل جب امریکی طوائف شعل "کولمبیا" زمین کے مدار میں داخل ہوتے ہی برباد ہو گئی تو راز کھلا کہ اس میں چار امریکی، تین اسرائیلی، تین ایرانی، ایک بھارتی، ایک پاکستانی، ایک سی مشن پرستی، "مثلاً"

فضا کی تسخیر کے بعد خلائی تسخیر کا ارادہ رکھتی تھی۔ پاکستان کے انہی ہم ایجا کر لینے کے بعد اسے زیر دست لانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اب خلائی جنگ میں بھارت کو اتنی برتری دلائی جائے کہ پاکستان خدا نخواستہ اس کے سامنے کھٹنے ٹیک دے۔ وہ تو خدا کا کرنا کہ بھارت کی بمیں یہود کے گندگی کے ذریعہ نہ بیچھٹ سکی۔ ذریعہ ہی رکھ سے اڑ گیا۔

وہ مجھے دجال مسلمان، تو یہ وہ بد نصیب ہوں گے جو "فکری ارتداد" کا شکار ہوں گے۔ (اس گروہ کے سرخیل وہ تمام اسکالرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور نام نہاد دانش ور ہوں گے جو دین کا حلیہ بگاڑنے میں پیش پیش رہے۔) جو مال و مالدار کے فتنے میں پھنس چکے ہوں گے۔ جو حرام خوردی و حرام کاری سے توبہ نہیں کریں گے۔ جنہیں پیش پرستی اور لذت کو شہی راہ خدا میں اٹھنے سے روک لے لی اور جو دجال کی شعبہ باز یوں سے بچانے والے اہل حق کی پکار کو "پسماندہ مملکت" نہہر کر چکے ادیں گے اور پھر دجال کے ساتھ دنیا و آخرت کی رسوائی بھیٹیں گے۔

دجال اکبر کے ظہور سے قبل فریب کی دو ممکنہ صورتیں

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ لوگ کھس و فہم اور دین و ایمان رکھتے ہوئے کیونکر دجال کی جہ و کاری پر راضی ہو جائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کو اس نظر سے دیکھ رہے ہوں گے جس نظر سے مغربی میڈیا ان کو دکھاتا ہے۔ مغربی میڈیا دجال کو ان کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت کرے گا۔ بد اعمالیوں کی خواست کے باعث مسلمانوں کی ایمانی بصیرت ختم ہو چکی ہوگی۔ یہ عصر حاضر کو ان احادیث کی روشنی میں نہیں جانچ پا رہے ہوں گے جن میں دجال، دجالیت اور فتنہ دجال (مال و دولت، حسن، طاقت، ٹیکنالوجی) کی حقیقت سے مسلمانوں کو وضاحت کے ساتھ تائید کے ساتھ اور ایست کے ساتھ آگاہ کیا گیا ہے۔ پھر حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ نہیں سمجھ جاتے ہیں یہ دجال ہی

ہے مگر ہم اس کے پاس موجود ہولیات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ہم اس کے مذہب پر نہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان کا مشر بھی دجالوں کے ساتھ ہوگا۔ قتد دجال اکبر اور ضیور دجال ابرو کے ارض پر برپا ہونے والے اس مذہب سے بڑے معرکے کے نام ہیں جہاں فریب ہی فریب اور دھوکا ہی دھوکا ہے۔ قتد دجال اکبر ہر حقیقت فریب کا قتد ہوگا۔ یہ فریب دراصل فریب نظر ہوگا۔ مثلاً مستقبل میں گڈیل سلج کا پریڈنٹ دجال اکبر سر پہ قتد ہوگا لیکن عام لوگوں کو نجات دہندہ نظر آئے گا۔ یہ بات درست نہیں کہ مذہب دجال اکبر ظاہر ہوگا تو مسلمان اسے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب دجال اکبر ہوگا تو یہ وہ انصاف کی اور کفار کی ارض کی تعداد اس کی کروڑوں ہونگا اس کے چپے چپے اور اس کی ایک آواز پر جان دینے کو تیار ہو جائے گی۔ ان حالات میں مسئلہ اس کی بھی کثیر آبادی ہو جائے گا مصلحان ہونی اور مصلحوں دونوں لوگوں پر شخص ہوگی جو اس کے ظہور کے قبل ہی "فلسطیاتی" (عراق کے خیمے) میں داخل ہو چکی ہوگی، اس کے چپے ایک کہہ کر چل پڑنے کی جگہ اس کے جہنم سے تلے لڑنے اور جان دینے کو آمادہ ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں جو اس کی اس ظاہری خوش نہ صورت و میرت کے وجود یہ بات پس سے کہ اس متاثر کن صورت و میرت کے چپے پہ شخص سننی، ان مزید خوش بلکہ "دین اکبر" ہے وہی اصنامیں ویہاں ہوں گے۔ ڈاکٹر امراء عالم کہتے ہیں کہ میں ممکن ہے کہ انیسویں دجال اکبر کے ظہور کے لیے ایک ضمیر نمر کا بھی سہارا ملے۔ اس نمر و فریب کی وہ نمونہ صورتیں ہوتی ہیں:

روئے ارضیہ "دجال اکبر" کو ظاہر کرنے سے قبل ہی اچھے شخص کو جو روئے ارض پر مظلوموں کی اور بھی کے لیے اٹھا رہے ہیں، دیکھنے کے لیے دجال اکبر کو روایا سے دور اسے روئے ارض پر غروب چاند Demonise کر کے دے گا اس کے قلع قمع سے ہے

اصلی دیال اکبر کو "مسیحی ابن مریم مسیح" بنا کر دکھایا جائے جو روئے ارض پر مہا شکن صورت ویرت لے کر آئے اور خود کو "مسیح" کی طرح پیش کرے۔

دوسری صورت:

اس کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کو بے اختیار ظلم کرنے پر ابھارا جائے اور اس سے روئے ارض پر واقعی ظالم کی طرح برتاؤ کر لیا جائے اور لوہے کی آگ سے لڑے۔ اس کے ظلم سے چناؤ کے طلب گار ہوں اور انہیں کہیں بناؤ نہ ملے اور ٹھیک اس وقت وہ اصلی "دیال اکبر" کو اس ظلم کے خاتمے کے لیے "مسیح" بنا کر دکھایا جائے اور لوگ اسے سچا "مسیح" اور نجات دہندہ سمجھنے لگیں۔

فتنہ دیال سے بچنے کے دو ذرائع:

"فتنہ دیال اکبر" کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ نہ ہی ظہور دیال کوئی معمولی ظہور ہے۔ یہ ایک ایسی آتش ہوگی جس کی روئے ارض پر کوئی نظیر نہیں۔ اس کے فتنے ایسے ہر گیر اور بیت نامک ہوں گے اور پوری انسانیت اس طرح پے در پے جہنمی، مگھری، سیاسی، معاشی اور عسکری حملوں سے یہ دو م بھلائی جائے گی جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی گھڑی ہوگی جب دوسروں کی تو بات ہی جدا ہے خود انسان اپنے آپ پر اعتماد کرنا چھوڑ دے گا۔ مہر کہ دیال اکبر واصل معرکہ قتلِ عظیم (War of Megaladhi) ہے۔ اس تناظر میں "دیال اکبر" کے اس شدید فتنے سے بچنے اور اسے ناکام بنانے کے دو ہی راستے باقی رہتے ہیں:

(۱) ایسے مقامات اور مواقع سے بچنا جہاں ہلاکت "قتلِ عظیم" کی شکل لے سکتی

ہے۔ مثلاً: رہائش کے اعتبار سے از حد مرکوز رہائشی علاقوں (High Concentration

Residences) سے دور رہنا۔ امن ڈھوں میں اہل امن کو بڑے شہروں سے اجتناب کرنا اور

دیہاتوں، چاروں فیڈ ٹرف ٹھکان، ملینڈ ہوگا۔ قلعوں میں ایسے بھی فتنے۔ زیادہ اور ٹھیکوں کا

ماحولِ کم سن ہوتا ہے۔ اور دجائیت نیکوں سے دور گناہوں کی دلدل میں گم ہوتی ہے۔

(2) جہاد کے لیے دل سے تیار ہو جانا اور یہ طے کر لینا کہ قبل اس کے کہ کوئی بیماری جان لے ہم اپنی جان فدا کر کے ایہی حیات پالیں۔ دوسرے لفظوں میں ماکزیرِ قہرِ عظیم کو بے بسی کی سوت کے بجائے "پسندیدہ شہادت" کی صورت میں تبدیل کر دینا۔ یہ ایمان والوں کی فتحِ عظیم اور دجال و بلیسی قوتوں کی واضح ناکامی ہوگی۔

بیداری کا وقت

(3) بیداری کی حالت:

بہاؤن کی حالتوں تو ان اور میں نے پس موجود شیطان کی حالتوں سے کافی نہیں
درج ذیل روایت سے جتنی ہے
حدیث شریف میں آتا ہے

”بہاؤ“ ”دہال کے ساتھ صفیہ کے ستر پر موجودی ہوں گے جو اس کی چوہری
اور جیسے کہ ہوں گے۔“ (صحیح المصنف 7/134 روایت ابن ابی نعیم رحمہ اللہ سے)
”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دہال کے متعلق کہا: ان میں سے پس آگے
اور پانی ہوں گے۔ (جو) آگے (انظر آئے) وہ (مختار) پانی ہوگا اور (پس) پانی (انظر آئے)
کا وہ (آگے) ہوگی۔“ (صحیح البخاری روایت حدیث رضی اللہ عنہ)

”بہاؤ“ ”اس (دہال) نے پاس روٹیوں کا پیرا اور پانی کا گڑھا ہوگا (مطلب یہ
کہ وہ پاس پانی اور گڑھا ہوگا) ”میں میں سے (پس) سنی اللہ علیہ وسلم نے یہاں
پاس سے لیے ہوئے یہ حقیر کے نکلیں گے اس میں یہاں سے (پس) گڑھوں کو آگے

ہاں تک کہ وہ اپنے پر تعین رکھتے ہیں یا چاہیں۔" (صحیح البخاری، جلد ۹ صفحہ 244، روایت المنصور رضی اللہ عنہ بن شعبہ)

پھر: "اور پھر، چاہل اپنے ساتھ ایک دریا اور آگ لے کر آئے گا۔ جو اس کی آگ میں پڑے گا اس کو یقیناً اس کا صدر ملے گا اور اس کا بوجھ کم کر دیا جائے گا۔ لیکن جو اس کے دریا میں اترے گا اس کا بوجھ بڑھ کر اور بے کا اور اس کا صدر اس سے چھین لیا جائے گا۔"

(نسخہ اور ذر 4232)

پھر: ہم نے پوچھا: "اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس زمین پر کتنی تیزی سے چلا گا؟" پھر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اس طرح دو بار دور کو گزرا لے جاتی ہے۔" (صحیح مسلم 7015، روایت کو اس ابن سعد رضی اللہ عنہ)

پھر: "وہ (دو بار) ایک لمحہ پر سو روٹھ اس (لحد سے) آگے گانوں کے درمیان چالیس ہاتھوں کا فاصلہ ہو گا۔" (مسند احمد جلد 3 صفحہ 367-368)

پھر: "اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شیاطین و جیہے کا جو لوگوں کے ساتھ ہاتھیں کریں گے۔" (مسند احمد جلد 3 صفحہ 367-368، اقتباس 20-51)

پھر: "اولیاءِ ہدایت نے کہا: اگر میں تمہارے دوپہر میں کو تمہارے لیے دو بار دو زلزلہ آئے تو تم کو کہو گے: کیا تم شہادت دے گے کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ ہر ایک کا ہاں اپنا بچہ دو شیاطین میں بدو گے وہ اور دوپہر کے دوپہر میں اس کے مائے آجائیں گے اور کہیں گے: یہ اس کا علم مانو۔ یہ تمہارا خدا ہے۔" (ابن ماجہ: کتاب النسخ 4077، اقتباس 20-58)

"اللہ چاہے کہ دنیا میں اس کے لیے ہر ایک میں شیاطین کا مروج ہو گا۔ وہ یہ کہ وہ خدا کے میں ہی ہے (شہر و مملکت) میں خود زلزلہ آئے گا۔ ان کو اپنی و جہت میں

لوگوں میں سے ایک اس کے پاس آئے گا اور کہے گا میں تصدیق کرتا ہوں کہ تم اپنی جہاں ہو جس کا حلیہ ہمیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ امد جہاں لوگوں سے کہے گا اگر میں اسے قتل کر دوں اور پھر زندہ کروں تو کیا تمہیں میرے دعویٰ میں کوئی شبہ رہے گا۔ وہ کہیں گے نہیں! پھر امد جہاں اسے قتل کر دے گا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کر دے گا وہ آدمی کہے گا۔ اب میں تمہاری حقیقت کو پیسے سے زیادہ بہتر جان گیا ہوں۔ امد جو کہے گا میں اسے قتل کر، چچا ہوں لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ (صحیح البخاری 1006)۔ (۱۰) ولایت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

ان حادثے کی روشنی میں، جہاں کی قوتوں کو ایک ایک کر کے دیکھتے ہیں:

- (۱) اس کا قبضہ تمام زمینی بخش وسائل مثلاً پانی، آگ اور خد اور ہوگا۔
- (۲) اس کے پاس بے تحاشہ دولت اور زمین کے خزانے ہوں گے۔
- (۳) اس کی دسترس تمام قدرتی وسائل پر ہوگی۔ مثلاً بادش، فسیں، قلعہ اور خشک مانی وغیرہ۔

(۴) وہ زمین پر اس طرح چلے گا جیسے ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے۔ اس کے حکم سے (سواری) کے کانوں کے درمیان (۱۱) ہاتھوں کا فاصلہ ہوگا۔

- (۵) وہ ایک نقلی دولت اور دولت اپنے ساتھ لائے گا۔
- (۶) اس کی اجازت و مدد شیعین کریں گے۔ وہ سرود لوگوں کی قفس میں بھی چھ پر ہوں گے اور لوگوں سے تشکو کریں گے۔

- (۷) دوزخ کی اور موت پہ (خارجی طور پر) قدرت رہے گا۔
- (۸) زمینی اور موت پہ اس کا الشیہ ہوگا۔ وہ کچھ لیکے گا۔ اس کو کچھ لوگوں ہار دینا

اب قہقہے! اس موضوع کی سب سے اہم بحث شروع کرتے ہیں یعنی حدیث شریف میں بیان کردہ دو چہر کی قوتوں کو سر حاضر کے تناظر میں تخلیق کی جیسی خوش رائی سے پہلے حدیث شریف میں بیان کردہ اکثر حقائق پر ایمان بالغیب کے علاوہ چارہ تھا۔ مگر جوں جوں ہم دجال کے دور کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ حقائق عالم غیب سے آخر کار عالم شہود کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔ دجال مادی قوتوں پر دسترس رکھتا ہوگا اور سائنس مادہ میں پوشیدہ قوتوں کو جاننے اور کام میں لانے کا دوسرا نام ہے لہذا یہودی سرمایہ داروں کے پیچھے در یہودی سائنس دانوں کی محنت سے سائنسی ایجادات جیسے جیسے آگے بڑھ رہی ہیں، دجال کی قوتوں کو سمجھنا آسان ہوتا جا رہا ہے۔ "سینے اور بال کی قوتوں کو ایک ایک کر کے غصہ ضرے کے قاصر میں دیکھتے ہیں دولت اور خزانے"۔

یہ تو بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ دنیا کی معیشت نو بد ادارے "ورلڈ بینک" اور "آئی ایم ایف" (انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ) چارہ ہے۔ یہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کو عالمی معیشت کی نظم کہا جاتا ہے اور دنیا کی معیشت کا انحصار ان دونوں اداروں پر مانا جاتا ہے۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ یہ ادارے کس طرح مقروض ملکوں پر دباؤ ڈال کر وسائل پر تصرف اور مٹا صاف پراپی اجارہ داری قائم کرتے ہیں۔ لیکن یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ دنیا کے چلانے والے ان اداروں کو کون چلاتا ہے؟ ان کو "غیر پیش پیش گروپ" کا گروپ چلاتا ہے اور اس گروپ کو قریبی مسفری کے "بنک برادرز" چلاتے ہیں جو دجال کے عالمی اقتدار کی راہ ہموار کرنے کے لیے دنیا کی معیشت کو قابو میں رکھنے کے لیے سرگرم ہیں۔ کچھ حیرت انگیز بات یہ کہ انہیں "جی جی ٹی" کا پوریشن کی نسبت "ایک امریکی جرمن نے لکھی ہے جو دنیا امریکا یعنی شکل نمیشیوں کی اہمیت سوز کارروائیوں کو قریب سے دیکھتے رہے اور

آفرکار اس بات پر مجبور ہوئے کہ نوکری چھوڑ چھاڑ کر امریکا واپس جائیں اور اپنے ہم وطنوں کو "ناویہ وقوتوں" کی کارستانوں سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کرنسی نوٹ کے معلق نکھار کر آہستہ آہستہ یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کی جگہ کریڈٹ کارڈ نے لے لی ہے۔ پھر کریڈٹ کارڈ بھی ختم ہو جائے گا لوگ کمپیوٹر کے ذریعے اعداد و شمار برابرا سرابہ کریں گے اور بس! ہاتھ میں پتھر بھی نہ ہوگا۔ بندہ ایک عرصے تک اس جادوئی طلسم کے بارے میں سوچتا رہا کہ اگر نمبروں کا کھیل ہی اشیاء و خدمات کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا تو پھر یہ دنیا آسان ہوگی یا مشکل؟ نیز اس سے یہود کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کرنسی کے پیچھے سونے کے خاتمے سے بے کراستا کہ آنکھیں میں سود اور جوئے کی ترویج تک ہر چیز میں ملوث ہیں۔

تقریر اور طالعہ جاری تھا "اسٹریٹ" کا بیانیہ ہوا یہ منصوبہ ہاتھ لگا۔ آپ بھی سوچئے اور غور کیجئے کہ سامے کراہ جب غیر شرعی معاملات کے خطرناک نتائج یا مسلم دشمن طاقتوں کی پالیسی سے آگاہ کریں اور اس کو نہ مانا جائے تو آنے والی دنیا کا منظر ہمارے کیا ہوگا۔

"سینٹرل بینک، بینک آف انٹرنیشنل سٹیلٹ اور ورلڈ بینک" کام کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ پرائیویٹ بینک غیر قانونی ہوں گے۔ بینک آف انٹرنیشنل سٹیلٹ (BIS) منظر میں غالب ہیں۔ پرائیویٹ بینک، "بڑے دس بینکوں" کی تیاری میں جنسین ہو رہے ہیں۔ یہ بڑے بینک دنیا بھر میں بینکاری پر BIS اور آئی ایم ایف کی رہنمائی میں کنٹرول کریں گے۔ اجروں کے تنازعات کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مذہبی انحراف کی اجازت دی جائے گی۔ جو بھی قانون توڑے گا اسے سزائے موت دے دی جائے گی۔

مقتدا شرافت کے علاوہ کسی کے ہاتھوں میں ملحدی یا سکے نہیں، بے جائیں گے۔ تمام لیکن این صرف اور صرف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہوگا (اور آفرکار اسے مانگیر و چپ پائینڈیشن کے ذریعے لیا جائے گا) قانون توڑنے والوں کے کریڈٹ بھاری مٹا دیے جائیں گے۔

جائیں گے۔ جب ایسے لوگ خریداری کے لیے جائیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ ان کا کارڈ بلیک لسٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ خریداری باخود مات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ پرانے سکوں سے تجارت کو غیر معمولی جرم قرار دیا جائے گا اور اس کی سزا موت ہوگی۔ ایسے قانون شکن عناصر جو خود کو مخصوص مدت کے دوران پولیس کے حوالے کرنے میں ناکام رہیں ان کی جگہ سزائے قید بخشنے کے لیے ان سے کسی کھر بونسلے کو پکڑ لیا جائے گا۔

ان دونوں بیگزرائوں کے آخر میں 'حق کی سزا' کا تذکرہ پوری تاکید اور اہتمام سے ہے۔ تو میرے بھائی! جب یہ دو کے جنگلی میں پھنس کر بھی آخر کار قتل ہونا یا غلام بن کر رہنا ہے تو مرنے سے پہلے مرنے کا اختیار خود کیوں نہ استعمال کر لیں ۱۹۴۹ اس اختیار کے استعمال کی ایک ہی صورت ہے یعنی پورے غم اور حوصلے کے ساتھ شریعت پر استقامت، غیر شرعی اور حرام چیزوں سے 'افلی اجتناب' اور زبان و قلم، جان و مال کا اتنا فی کمال اتھارہ پائی اور خدا:

آپ آج کل دیکھ رہے ہوں گے کہ قسم قسم مصنوعی غذا، کس قدر فی غذاؤں کی جگہ سے رہی ہیں۔ بسکٹ چاکلیٹ، آئس کریمر، مکھن، اچھا، چٹنی اور جام و مربے کی غیر حقیقی، کوئلہ، ڈرنک اور مصنوعی شرابات نے تو ایسا میدان مارا ہے کہ گاؤں، دیہاتوں میں لوگ دودھ، لسی، سٹیفین، لٹھرونی، برتنہ ملنے تک بھول گئے ہیں۔ قدرتی دودھ دیکھتے ہیں بھی کسی قسم سے والے کو ملتا ہے۔ البتہ مصنوعی دودھ، میسوں، اقسام اور ذائقے کا ہر وقت ہر جگہ دستیاب ہے۔ اب تو شہد اور دودھ کے بعد ہر قسم کے کھانے بھی فن پیک میں آنا شروع ہو گئے ہیں۔ وہی جیسے شہدوں میں تو قدرتی ذبیحہ پر ایک طرح کا پابندی لگ گئی ہے۔ تمام تر غذا میں مصنوعی اور کیمیائی مادوں سے پرہیز ہیں۔ ذرا تصور کیجئے ایسے شیر کے مہکات پاندہ باشندوں کا کیا بنے گا جو ایک آدمی کی غذا کا بندوبست نہیں کرتے اور تمام تر انحصار یہودی ملی

نیشنل کمپنیوں پر کر رہے ہیں۔ جالور مصنوعی نسل کشی کے ذریعے پیدا کیے جا رہے ہیں۔
 فصلیں مصنوعی بیجوں اور کھادوں سے اگائی جا رہی ہیں۔ جہاں امریکی بیج لگ جائے وہاں
 کوئی دوسرا بیج چل ہی نہیں سکتا۔ آپ کو ہر سہ پہلی سے بیج خریدنا پڑے گا ورنہ آپ کی
 زمین میں دھول اڑے گی۔ پانی کا تو کہنا ہی کیا، دریاؤں اور چشموں کا معدنیات اور جراثیم
 بوٹیوں کی تاثیر والا صاف قدرتی پانی تو دیتا ہی وہ ہے جس کے پاس منرل وافر خریدنے کی
 سکت نہیں۔ شہروں میں ٹوٹیشن ہو گیا ہے کہ لوگ کہیں ملتے بھی جائیں تو منرل وائر کی برعکس
 ہاتھ میں اٹھاتے پھرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ "انٹیمس" کی ملامت ہے جبکہ یہ دہانی
 قوتوں کی سیاست اور طاقت کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ اس کا اندازہ دنیا کو اس
 وقت ہو گا جب انسان کے گھسے تہ پیٹ میں اترنے والی ہر چیز مصنوعی ہو جائے گی اور ملٹی
 نیشنل کمپنیوں کے ہاتھ میں ہوگی جو بھاری رشوت، دباؤ اور شیطانی جھٹکنڈوں کے ذریعے
 مقامی صنعتوں کو تباہ کرنے کے لیے قدرتی دیسی خوراک کی فروخت پر پابندی لگوا دیں گی
 اور پھر دہان اس کو پانی کا ایک قطرہ یا پکی پکائی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دے گا جو اس کے
 شیطانی مطالبات نہیں مانے گا۔ پانی اور غذا کو مصنوعی بنانے کی دہانی مہم اس لیے جا رہی ہے
 کہ مصنوعی چیز صانع کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ جس کو چاہے پیچھے نہ پیچھے، دے دے جبکہ
 قدرتی چیز قدرت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو کہ پھول اور کانٹوں کا یکساں خیال رکھتی ہے۔
 شہر تو شہر ہیں اب تو دیہاتوں میں بھی یہ حال ہے کہ وائرس یا آبی کی انسپیکشن اور ٹینک اپنا سب
 پن چکیاں وغیرہ این جی او لگا کر دے رہی ہیں جو آگے چل کر اس پر اجارہ داری قائم کریں
 گی۔ اور اس طرح شہروں میں تو پانی اور خوراک کے ذخیرے تو ہوں گے ہی "حالی
 انتھامیہ" کے ہاتھ میں، دیہات میں بھی قدرتی پانی کسی عام آدمی کے بس میں نہ ہوگا۔
 مستقبل میں پانی کے مسئلہ پر دنیا بھر میں ہونے والی جنگوں کے متعلق تو آپ پڑھتے اور

ہتے ہی رکتے ہیں، یہ دراصل آ کے چل کر وہ جالی توٹوں کی طرف سے پیدا کیے جانے والے مصنوعی بحران کی مشق ہے۔

حرف کی بات یہ کہ قدرتی پانی کو صحت کے لئے منسلک، دھوکہ دہی کے لئے مفید بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ صورتِ حال یہ ہے کہ منسلک دھوکہ دہی کے ذریعے اربوں ڈالر کمانے کے ساتھ ساتھ ہماری نسل کو "زشتہ" بنایا جا رہا ہے۔ اس لفظ کا مطلب کسی پنجابی بھائی سے پوچھ لیں، ہر سے ایک محترم دوست نے جب دیکھا کہ "لوگ غیر معیاری پانی پینے لگے ہیں تو انہوں نے منسلک دھوکہ دہی کی کتنی کائناتیں۔ ان کا ارادہ تھا معیاری کام کریں گے، پانی کے نفع ملے۔ جب وہ پلانٹ لگا چکے اور تمام تجربات مکمل کرنے کے بعد حکومتی نمائندہ اس کی منظوری دینے آیا تو ان کے کام: دھوکہ دہی کی تعریف کیے بغیر نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا سوال تھا کہ آپ اس میں "دھوکہ دہی" ملاتے ہیں یا نہیں؟ ان کو تعجب ہوا کہ ان سے منسلک پانی میں ملائے جاسکتے ہیں؟ کہانی کچھ یوں ہے: مائے آبی کہ انسان کے تولیدی مادے میں دھوکہ دہی کے جراثیم ہوتے ہیں۔ ایک کو "ایکس کروموسومز" اور دوسرے کو "دائی کروموسومز" کا نام دیا گیا ہے۔ پہلا زیادہ دھوکہ دہی کے حکم سے ڈکڑا اور دوسرا زیادہ دھوکہ دہی کو مولود نہ ہو سکتا پیدا ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے قطرے ملائے بغیر پانی کی فروخت کا لالچ نہیں دیا جاتا۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے ڈاکٹر ز اور ماہرین اس بات کی تصدیق کریں گے یا ناواقفیت اور دباؤ ان کے آگے آئے گا کہ "ایکس کروموسومز" کا کیا کرے کہ میں نے ان دوست کا پلانٹ خود دیکھا اور ان کی بے بسی کی داستان ان کے دفتر میں بیچ کر خود دینی۔ اس کو کیسے جھٹلا دوں؟ کیا نکلتی مجھے یہ کہانی سنانے کے لیے انہوں نے اپنا انجانا کیا پلانٹ نصب کر دیا ہوگا؟

اس طرح کی کہانیاں دنیا کے کئی حصوں میں جنم لے رہی ہیں۔ دنیا بھر کے انسان پینے کے پانی سے بحران کے ناخوشگوار پہلوؤں سے آگاہ ہو کر رہے ہیں۔ ورلڈ بینک کی پشت

بنامی میں لاتوا ہی سچ پر خدا اور پانی فراہم کرنے والی مٹی بھر کمپنوں نے انسانی معدی کے نام پر پانی کو اشیائے صرف میں شامل کر کے منافع خوری شروع کر دی ہے۔ یہ کمپنیاں نچلے، مہم درندہ بینک اور اقوام متحدہ میں اپنا غلبہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے گزشتہ سال مارچ 2005ء میں بالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں منعقدہ ورلڈ واٹر فورم کو اسپانسر کیا تھا۔ جس میں قدرتی پانی کے بارے میں مختلف بیماریوں پھیلنے کا کتنی پروپیگنڈا اور مستوی پانی کو خریدنے کی اہمیت پیدا کرنے کے لیے اس نے طریقے سوچے گئے اور اربوں ڈالر کی مالیت پر مشتمل منصوبے منظور کیے گئے تھے مختلف یہودی کمپنیاں مل کر اسپانسر کریں گی۔

قدرتی وسائل:

یعنی بارش، بھٹیلیں، موسم اور اس کے اثرات قحط، خشک سالی وغیرہ۔ آپ نے سمجھیں کیا ہو گا کہ اگر ارض کے موسم میں واضح تبدیلیاں آ رہی ہیں اور موسم نقصان پہنچا رہا ہے تو چارہ پور ہے ہیں۔ دنیا بھر میں اس حوالے سے سنہائیں اور سائنسی فوج لڑ رہی ہے۔ مجموعی درجہ حرارت میں اضافے سے طوفان، سیلاب اور بارشوں کی شرح غیر معمولی طور پر متغیر ہو گئی ہے۔ اگرچہ اس کو فطری عمل قرار دیا جا رہا ہے لیکن درحقیقت یہ ٹیخہ کائنات کے لیے کی جانے والی ان عظیمانی سائنسی تجربات کا نتیجہ اور مہموں کو قابو میں رکھنے کی کوششوں کا شاخسانہ ہے جو مغرب میں جگہ جگہ موجود یہودی سائنس دان، مہمات دان کی نسل سے آئی ہمارے عالمی غلبے کی خاطر کر رہے ہیں۔ کہہ ارض کا ہر دفاعی نظام ہے جو اسے سورج کی مہلک شعاعوں اور مختلف ستاروں دریاؤں سے آنے والی ہلکا دھڑوں کو انسانوں تک نہیں پہنچنے دیتا۔ ان خطرناک شعاعوں کو "الٹرا وائیٹ ریج" کہتے ہیں۔ یہ نظام تبدیل ہوتی ہے دراصل ہمارے خالق و مالک اللہ رب العزت نے وضع کیا ہے۔ اس کے متعلق 1880-88ء میں ایب ایس کی ویز ہودی سائنسدان ٹوماس ہلو نے اسے

Alternative Current پاور (بھلی) کا نظام اور اس کی ترسیل کا نظام ایجاد کیا۔ فی سیکنڈ 60 ارتعاشات (ہرٹز) کی سے سی بجلی کے پاور ٹرنڈوز زمین پر پھیل جائیں تو کرہ ارض اپنی معمول کی فریکوئنسی 8-10 ہرٹز کی بجائے ایک مختلف رفتار سے اچھلنے لگے گا اور اس سے خارج ہونے والی ریڈیائی لہریں سیونی کرہ کی فضا اور مینہ کو لازمی طور پر تہذیبی نرویں گی۔ آبی کرے کو گرم کرنے کے لیے جادو سے میں قطب شمال کے نزدیک تجربات کیے جا رہے ہیں۔ اس سے موسموں میں مسب فضا تبدیلی آجائے گی۔ اس منصوبے کا اظہار مختلف پیرایوں میں مختلف یہودی ائمہ ہدوں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً: 1958ء میں دہانت باؤس کے مشیر موسمیات نے بتایا کہ محکمہ دفاع ایسے ذرائع کا جائزہ لے رہا ہے جو زمین اور بالائی فضا میں برقی ذرات کو موسم پراثر انداز کرنے کے لیے استعمال کیے جاسکیں۔

1987-92ء کے دوران "ایسٹ لنڈ" رگو پاور ٹیکنالوجیز انکارپوریٹڈ (APT) کے سائنس دانوں نے ایک ایسا آلہ پیش کیا جو زمین کے آبیونی کرہ یا ماحولیاتی کرہ کے کسی حصہ کو تبدیل کر سکتا ہے۔ اگست 1987ء کو رجسٹر ہونے والے اس عسکری اہیاء کو یہودی سائنس دان برنارڈ سے ایسٹ لنڈ نے ایجاد کیا تھا۔ باق 3001 کو اس سسٹم کے مکمل طور پر زیر عمل لانے کا مجوزہ سال قرار دیا گیا۔

اس پروجیکٹ کے اہداف یہ ہیں:

- (1) انسانی ذہن کا عمل دوہم برہم کرنا۔
- (2) کرہ ارض کے تمام ذرائع مواصلات کو ختم کرنا۔
- (3) بڑے علاقے میں موسم تبدیل کرنا۔
- (4) واغہ انکف فی نعل۔ کائی کے انداز میں مداخلت کرنا (واغہ انکف کے

ہر پروگرام میں انمنس مائیکرو چپنگ، واضح دیکھی جاتی ہے۔ یہ جنگی حیات کی تعمیر کے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔

(5) انسانی صحت کو مٹنی انداز میں تبدیل کرنا۔ مختلف قسم کی دوائیاں، قطرے، ویکیسین وغیرہ کا جبری استعمال اس کی ایک شکل ہے۔

(6) زمینی فضا کی بالائی سطح پر غیر فطری اثرات مرتب کرنا۔

1958ء میں، بانٹ ہاؤس کے مشیر موسیات، آکٹین ہاؤزی اور اسیل نے کہا تھا کہ محکمہ فوٹ چائو، ملے رہا ہے وہ طریقے تلاش کیے جائیں جن کے ذریعے زمین اور آسمان میں آنے والی تبدیلیوں کو استعمال کر کے موسموں پر اثر انداز ہو جا سکے۔ مثلاً کسی قسم میں سے میں فضا کو ایک الیکٹرانک بیم کے ذریعے آبیہ تا زیادتی آبیہ تا کیا جائے۔

امریکی، فرانسیسی، انڈونے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو موسموں میں تبدیلی سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ یہ ادارہ نہ صرف موسموں میں تغیر کا ذمہ دار ہے بلکہ سمندر، ارض میں زلزلوں اور طوفانوں کے فضا کے بھی ذمہ دار ہے۔ اس پروجیکٹ کا نام Hauptmann ہائی فریکوئنسی آئیکو آرورل ریفرنس پروجیکٹ ہے۔ اس کے تحت 1960ء کے عشرے سے یہ تجربات ہو رہے ہیں کہ مائنوں اور مصنوعی سیاروں کے ذریعے بادلوں پر کیمیائی دھیرے (ہیریم پاؤڈر وغیرہ) چھڑکے جائیں جس سے مصنوعی بارش کی جا سکے۔ یہ ماری خوشامی قدرتی وسائل کو قبضے میں لینے کی ہیں تاکہ وہاں جسے چاہے بارش سے نوازے جسے چاہے قحط سالی میں مبتلا کر دے۔ جس سے وہ خوش ہو اس کی زمین میں میریالی پھرائے اور جس سے مجر جائے وہاں خاک اڑے۔ لہذا مسلمانوں کو قدرتی خداؤں اور قدرتی خوراک (مستنوں اور قحطی خوراک) استعمال کریں اور مصنوعی اشیاء سے خواہ

کو پتہ نہیں چڑا سکتے چل کر دھانی نہ اٹھیں بیٹے والی ہیں۔

دوا اور علاج:

پانی اور لٹو رکب پر ٹھیک ہوا پانے کا مرحلہ تو ابھی کچھ دور ہے لیکن دوا تو مکمل طور پر ملتی
نیشمل کینیسیاں کے قابو میں آ چکی ہے۔ انہوں نے مختلف مہا مک میں ایسے قوانین منظور
کر رکھے ہیں کہ وہی طریقہ علاج فوراً چھوڑ دیا جائے اور سستا ہونیکان مصنوع ہے۔ ان عالمی
کینیسیوں کے کارندے مقامی طریقہ علاج کو بغیر مادی دوا ساز کینیسیوں کے خلاف ایسا
پر وہ ٹھیکہ کرتے ہیں کہ دیا آہستہ آہستہ ان سے متفرق کر ان کینیسیوں کے چنگل میں پھنس گئی
ہے۔ قدرتی جڑی بوٹیوں پر مشتمل علاج پر آہستہ آہستہ مکمل پابندی لگ جانے کی اور دوا
تفصیل طور پر یہودی ملی پیکٹس دوا ساز کینیسیوں کے نرے میں آ جائے گی۔ یہ سب پانچ کئی
ملک کے مریضوں کو سلاتا تو پتا چھوڑ کر ان کے مرنے کا نشانہ دکھائیں گے۔ یہ دراصل اس
عالمی حکومت کا نقشہ ہے جس کے مطابق:

”تمام ضروری اور غیر ضروری ادویاتی مصنوعات، ذرائعوں، و صنعتوں اور دیکھو
کیمرہ و کمرہ کو کینیسیوں کی سیٹرونیٹک میں رجسٹر کیا جائے گا اور کوئی دوائی یا علاج اس وقت
تک تیار نہیں کیا جائے گا جب تک ہر شہر و قصبہ یا گاؤں کا زمرہ دار رجسٹرڈ نرس و اس کی
تحریری اپوزٹ نہیں دے گا۔“

دوا کی سواری:

وہ ایسی رفتار کے ساتھ کرے گا جو بالوں کو اڑا لے جانے والی ہوا کی جوتی ہے۔
ایسے جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جو ہوا سے آتی گناہیز رفتار کی سہ ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ بلاشبہ
یہ سواری ہوائی جہاز جیسے یا تشوہ یا سپر سائیکلر قسم کی سواری ہوگی۔ ایک عذابی قتل
یہ کالیس منٹ میں پوری زمین سے کروچکر نکالے گی ہے۔ یہ اسرار آزون طلشتہ یوں کا ذکر بھی

ہفتے میں آتا رہتا ہے۔ یہ سب دجال کی سواری کی ممکنہ شکلیں ہیں جو ہمیں بتا رہی ہیں کہ دجال کا وقت اب دور نہیں۔ اس کے گدھے کے کانوں کے درمیان 40 ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ کسی طیارے کے پروں کے درمیان تقریباً اتنا ہی فاصلہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں اسرائیلی ماہرین نے ہیرون (Heron) نامی ایک طیارہ ایجاد کیا ہے جو اسرائیل کے Palmahim نامی انٹرپورٹ پر کھڑا ہے۔ یہ طیارہ سازی کی جدید ترین ٹیکنالوجی کے تحت تیار کیے گئے۔ اس طیارے کی پہلی پرواز 14 جولائی 2006ء کو کی گئی جبکہ اسے منظر عام پر ایک سال بعد جون 2007ء کو لایا گیا۔ اس کی بلند ترین پرواز 9 ہزار میٹر (30 ہزار فٹ) ہے جبکہ یہ 30 گھنٹے تک مسلسل 225 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے وز سکتا ہے۔ اس کے دونوں پروں کے درمیان 16.5 میٹر کا فاصلہ ہے جو 85 فٹ بنتے ہیں۔ قارئین! حدیث شریف میں بیان کردہ مقدار "چالیس ہاتھ" اور اس طیارے کے پروں کے درمیانی فاصلہ "85 فٹ" کے درمیان مناسبت کو ملحوظ نظر رکھیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اس کی دم پر دو ابھار بالکل گدھے کے کانوں کی طرح ابھرے ہوئے ہیں۔ انہیں جس زاویے سے بھی دیکھا جائے گدھے کے دو کانوں کی تشبیہ صاف دکھائی دیتی ہے۔ ممکن ہے اسرائیل کی یہ ٹیکنالوجی مزید ترقی کرے۔ اسی طیارے کی رفتار اور صلاحیت پرواز میں مزید اضافہ ہو اور اس کا آئندہ ماڈل حدیث شریف میں بیان کردہ نشانوں کے عین مطابق ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنت اور دوزخ:

یورپ یا امریکا سے باہر بننے والوں سے مغرب کے بارے میں پوچھیے وہ اسے جنت قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنے ملکوں کو جہنم کہتے ہیں۔ دجال کے پاس کچھ اس طرح کی صورت ہوئی جن میں تمام سہولتیں اور آسائیاں ہیں اور وہ اسے جنت کہے گا۔ ایسے

ملا لے جہاں دنیاوی بخش و آرام نہیں ہوں مے انہیں جنم کیا جائے گا۔
شیعہ انول کی اعانت:

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سب سے بہتر و افضل تھے۔ کسی انسان کی تمام تر خوبیوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس قسم اور ان خوبیوں کی علامت "مہر نبوت" کی صورت میں ان کے کندھوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔ نہ سے انسانوں کی تمام خرابیاں و چال میں صحیح ہوں گی اور اس کے چہرے سے عیاں ہوں گی۔ اس کی داڑی آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا۔ اسی کی ایک آنکھ اسی کی نقص شخصیت کی علامت ہوگی۔ فرشتوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی ہدوی میں سے یہ تک و جاہل کی ہدایا ملین کریں گے۔ یہ سمجھوں گے لیے ایک خصیہ آزرش ہوگی کہ کیا وہ لہ بال پہ ایمان لاتے ہیں یا اللہ پر ایمان میں اشتقاق سے دلالت دیتے ہیں۔

انسانی آپا کی پختہ راز

جب سے انسان نے مہجوت بولنے کا نفاذ شروع کیا ہے، انسانی تاریخ میں نفاذ انسانی منصوبہ بندی کے فوائد پہنچنے سے بڑا مہجوت شایہ نہیں ہو گیا۔ مغرب نے کڑوا کرش کے کو مانگس یوس لیے مان پر سب میں کر پٹھو تیر اور پھر ان جرم پھیلنے کے لیے دنیا سے کہتے ہوئے مل ہیں آبادی پر بڑھاؤ اپنے ام پیدا کرو۔ حال کد آج بھی زمین کے خزانے اس قدر ہیں کہ کئی انا زیادہ انسانی آبادی کے لیے کافی ہیں۔ پاکستان کو نے بھی۔ صرف اندھ کے معدنی ذخائر اور صرف پنجاب کی زرخیز ترین اور مثالی نہری نظام پر۔ پاکستان کے لیے کافی ہیں اور صرف پاکستان و حدودی عرب کے وسائل پر۔ عالم اسلام کی کھاتہ کو نکلتے ہیں۔ لیکن غلبہ ہے کہ ان وہ مل کو استعمال کر کے موقوفہ الحال دنیا کے کام آتے کے بناتے وہ اپنی پسینا ان پر قبضہ تباری ہیں اور مسلمانوں کی غمی نسل و بیہوش سے پہلے

نیکو محنت کر رہے کاظم تعلیم کر رہی ہیں۔ جب ڈھارک، پانیڈر وغیرہ میں ذہنی مصروفیات زیادہ ہوتی ہیں تو انہیں طریب ملوں کو سستا جیتنے یا قلم کاروں کو بطور نصاب دینے کے بجائے سندھ میں ڈبوایا جاتا ہے۔ اس مسئلہ کی کوئی کام دیا جائے؟ دنیا میں فی ایکڑ پیداوار پہلے سے پانچ گنا زیادہ ہو رہی ہے، سال ہی میں تین فصلیں بھی حاصل کی جا رہی ہیں، لیکن کھن غیر زیوا کی آبادی کم کرنے کے لیے وسائل کی کمی کا دھندہ راجا بنا رہا ہے۔

بہ دہلی قوتوں کے زندگی موت پر اختیار کی طرف راہیں آتے ہیں۔ زندگی کا مصعب کسی جسم میں رون کی موجودگی ہے۔ جسم یہ روح نکال لی جاتی ہے جسم کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اس حالت کو "موت" کہتے ہیں۔ روح پہ غالب آتا نہیں کیونکہ روح کا ہم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے "اور یہ تمہارے روح کے ہرے میں پھپھکتے ہیں۔ کہہ دو۔ روح تو میرے رب کا علم ہے اور تمہیں اس سے پارسے میں بہت معمولی ضروریہ کیا ہے۔" (القرآن بادہاں کچھ مواقع پر) کچھ عرصہ کے لیے اس کو قتل ہوگا، لوگوں کو بلوک اور پھر زندہ کر سکے اور یہ اس معمولی مصر کی بدولت ہوگا۔ وہ اسے کس طرح کرے گا؟ ماننا مخلوق کے ذریعے۔ سائنس دانوں نے انسانی جینیاتی کوڈ پڑھ لیا ہے۔ فی اگاس اس سائنسی میٹر رفل کو جینیاتی امراض کے علاج کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے لیکن جب اسے یا قاعدہ پلٹ فارسی کر لوگوں نے اسے قبول کر لیا تو پھر "یو جین جیوٹ" کا ڈونر بالجبر نافذ کر دیا جائے گا۔ اس کا مطلب ایک مکمل جینیاتی ترجمہ سٹوڈیو ہے۔ اس کے تحت شادی کرنا غیر قانونی قرار دے دیا جائے گا۔ اس طرح کی خاندانی زندگی نہیں ہوگی جس طرح آج کل ہے۔ بچوں کو اس کے دل باپ سے جینیاتی عمر میں جینہ ڈنڈا دیا جائے گا۔ ریاستی اس کے طریقہ اور اس میں کی پرورش ہوگی۔ اس طرح کا ایک تجربہ شری برمنی میں کیا تھا۔ بچوں کو ان والدین سے الگ کر دیا جاتا تھا۔ انہیں ریاست کا دار لگن لگتی تھی۔ نو لگن

کو تازہ دنیا سوال کی تحریکوں کے ذریعے لے لیں کہ یہ پائے گا۔ جنہیں آزادی لازم ہوگی۔ خواتین کا تیس سالہ کی عمر تک ایک مرتبہ بھی جنسی عمل سے نہ کرنا سخت ترین مہر کا مودب ہوگا۔ خور اسقاطِ حمل سے گزرنا سکھایا جائے گا اور وہ بچوں نے بعد خرقہ عین اس کو پہننا معمول بنالیں گی۔ برصغیر کے بارے میں یہ مسئلہ نہ ملے گی حکومت کے علاقائی لیویئر میں درج ہوں گی۔ اگر کوئی عورت رو بچوں کو جنم دینے کے بعد بھی حمل سے گزرے تو سے ذہنیاتی اسقاطِ حمل کے کلینک میں لے جایا جائے گا اور سے آئندہ کے لیے بانجھ کر دیا جائے گا۔

ایب وہابی تو تیس برس تک کنٹرول پر مکمل پور حاصل کر لیں گی تو دنیا کا نقشہ یہ مجھوں گا
 "ایک عالمی حکومت اور دنیا جوت مائٹری سسٹم، مستقل غیر منتخب موروثی چند افراد کی حکومت کے تحت ہوگا جس کے ارکان قراہن و سٹی کے سرکاری نظام کی شکل میں اپنی محدود وقت و میں سے خود کو منتخب کریں گے۔ اس ایک عالمی وجود میں آوادی محدود ہوئی اور فی خاندان بچوں کی تعداد پر پابندی ہوگی۔ وہاں، فنکار اور فنکار کے ذریعے آبادی پر کنٹرول کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ صرف ایک ارب نفوس رہ جائیں جو حکمران (یہ طبقہ) کے علاوہ کوئی ہو سکتا ہے؟ طبقہ کے لیے کارآمد ہوں اور ان علاقوں میں ہوں گے جن کا غنی اور وضاحت سے تعین کیا جائے گا اور یہاں وہ دنیا کی مجموعی آبادی کی حقیقت سے رہیں گے۔"
 (فرانکفران کو یسین کی کتاب Conspiracy Hierarchy سے ماخوذ)

۔۔۔ یہ دنیا بھر میں ہونے کا وقت ہے۔ شریعت نے اس کام سمجھ میں نہ بھی نہیں نہیں ماننے کی۔ دت، دلو، مغربی پرو، یکٹھ ہانڈوں کی خلاف ورشی باقوں کا جو یہ سمجھ میں نہ بھی آئے پھر بھی ان پر یقین نہ کرو۔ مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے خاندانی منصوبہ بندی جیسی ایک نہیں نفی نہیں چل رہی ہیں۔ ایک ایک کو یہ پتہ نہ آ رہی۔ جو یقین خلاف شریعت ہے، اسے پہچان دو۔ اور نہ ہی پھر میں پہلے آئے اور نہ اس کے اپنے ہر ایک

''عالمی درجن نظم سے'' تک پہنچ چکے تھے اور، درجن نے کس گروہ میں ہوں گے اور کس
 انجام سے دوچار رہیں گے؟؟؟

دجال کہاں ہے؟

یہودیوں کی ایک مذہبی دستاویز میں لکھا ہے "شیخ (یعنی ادجال) کی رو سے اس جگہ جہاں وہ قید ہے۔ سردیا لگتی ہے اور یہودیوں کے احوال پر غمگین رہتی ہے اور بار بار ان کے گھر سے جوات قید کیے ہوئے ہیں پوچھتی ہے کہ "کب لکھے گی اجازت ملے گی"۔
 یہودی "شیخ" جال "یعنی" "جہاں آسیر" کے لئے موصیٰ اور کہتے ہیں "کے سوا وہ مقام ہر بائیس یا سو ذراہ چار گاہ کو نکاح نہیں کرتے۔ یا تو انہیں نے نہیں بھی اس کا علم واضح اور متعین نہیں دیا ہے یا اگر دیا ہے تو یہودی اداکار اسے بے حد غیورانہ طریقہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی خفیہ ترین بحثوں میں اس تعلق سے بر بات بھی جاتی ہے وہ نبوت "یعنی" "یہودیوں کے ساتھ ساتھ پراسرار بھی ہے۔ ان کی ایسے مذہبی دستاویز "مثنوی (Mishnah) میں ایک لکھت ہے:

"مثنوی درجوں" کی بات تین لوگوں کے مابین بھی نہ کی جائے۔ براہِ راست (مثنوی) کی بات دو لوگوں کے درمیان بھی نہ ہو اور "مثنوی" کی بات تو کوئی شخصیں تنہا بھی نہ کرے۔ اگر وہ "مثنوی" "مثنوی" کے ساتھ اسے اپنے ہم کا ہم ہو۔"

یہ بڑے سروریت اور رازداری کی کوششیں اپنی جگہ لیکن یہی بات یہ ہے کہ یہودیوں
 جہاں کے مقام کا صحیح علم ہے نہ اس تک ان کی حقیقت رہائی ہے۔ آج کل جیتے روحانی
 یہودی (جاء اور بھی ملے) ڈرے میں مثلاً: سہائاتی زیوی، اے انکل بن ایل، زریعل شیم
 وغیرہ۔ نہ دیا ہے جو وہ شیطان علم اور غیبت جہاں سے راہ لے کر دیتے، جہاں کا نمکنا
 "ہوم کرمکے" میں، نہ ان کے اہلکار اور جہاں (علماء اور پیر) کو اس کا کچھ علم ہے اور نہ ہی ان
 کے ماننے والوں اور خدوہ اس کی کوئی خبر لائے ہیں۔ اللہ پاک نے اپنی یہی کتاب اور یہی
 نبوت کے ذریعے جو اور جہاں علم مسلمانوں کو دیا ہے، اس کے علاوہ سب غلط ہے۔ یہودی کے
 خواص اس حوالے سے ایک دوسرے کو جس رازداری کی تلقین کرتے ہیں وہ یہودی عوام
 کے سامنے درحقیقت اپنی مہارت پر پروانے کی کوشش ہے۔

دب زیوریوں کی بات فحشی طور پر غلط ہے تو صبح بات کیا ہے؟

جن امور کا تعلق غیر بات یا، دہا، اہم حیات سے، وہ اس میں تارے پاس
 واحد ذریعہ معلومتہ وہی ہے۔ انسانیت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ جن
 چیزوں کو مشاہدے اور ذاتی تحقیق سے دریافت نہیں کر سکتی ان کے بارے میں اپنے ذریعے
 پر اعتماد کرے جو مستند بھی ہو اور تسلی بخش بھی۔ اور یہ ذریعہ عقل نہیں، وحی ہے۔ وحی کے نور
 کے بغیر عقل کمراد ہے اور گمراہی تک لے جانے والی ہے۔ حضور علیہ السلوٰۃ والسلام دوزخ
 میں جنہیں زمانہ جاہلیت کے شدید دشمن رکھنے والے جہاں انیس نے بھی "اسادق الامین" کا
 لقب دیا۔ آپ نے زندگی بھر کبھی بھی کسی طرح کا جہاں نہیں دیا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی بتائی ہوئی اخلاعات سے زیادہ مستند ذریعہ معلومات انسانوں کے پاس مٹی اور نہیں۔
 آئیے! دنیا کی سب سے بڑی "سب سے زیادہ قابل تمیز زبان" سے پوچھتے ہیں کہ
 "جہاں کہاں ہے؟" یہ بات انہیں۔۔۔ مٹی نے کوئی رازداری حدیث شریف میں جس میں

وہاں کے موجودہ مقام کا تذکرہ ہے، ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی تصدیق آپ کی حیات مبارکہ میں ہو گئی تھی جس پر آپ نے خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا:

”جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ”تمام لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟“ ”لوگوں نے کہا:“ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دلانے کے لیے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کے لیے اکٹھا کیا ہے بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے جمع کیا ہے کہ تمہیں واری پہلے عیسائی تھا۔ وہ آیا۔ اس نے بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے ایسا واقعہ بتایا جو ان باتوں سے تعلق رکھتا ہے جو میں تمہیں وہاں کے بارے میں بتایا کرتا ہوں۔“

اس نے مجھے بتایا کہ وہ ظلم اور جہادِ امِ قبیلہ کے عرصے آدمیوں کے ہمراہ ایک بخری جہاز میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا۔ سمندر کی لہریں مہینہ بھر انہیں ادھر ادھر دھکیلتی رہیں یہاں تک کہ وہ ایک جزیرے میں پہنچ گئے۔ اس وقت سورج فروغ ہو رہا تھا۔ وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ جزیرے میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت سے بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتا نہ چل رہا تھا۔ انہوں نے کہا: تیرا نام ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جیسا رہوں۔ انہوں نے پوچھا: ”یہ جیسا کیا چیز ہے؟“ اس نے کہا: ”اے لوگو! خائف و میں موجود اس آدمی کی طرف جانو و تمہاری خبریں سننے کا بڑے تجسس سے انتظار کر رہا ہے۔“ بیان کرنے والے واقعات یہ کہ جب اس نے آدمی کا ہم سے ذکر کیا تو ہمیں خوف لاحق ہوا کہ یہ جانور شیطان نہ ہو۔ پھر ہم تیزی سے چلے اور خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں ہم نے بھاری

بھر کر لہ کاٹھ کا ٹیک آؤ گی دیکھا جس کے غشوں سے غشوں تک بندھی ایک لوہے کی زنجیر تھی اور اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے تھے۔ ہم نے پوچھا: "تیرا نام ہو تو کیا چیز ہے؟" اس نے کہا: "میرا پتا تھیں جہنم جا کے گا۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟" ہم نے کہا کہ ہم عرب سے آئے ہیں۔ ہم جہاز میں سوار ہوئے۔ سمندر میں طوفان آ گیا، مہینے بھر اہریں ہمیں دھکیلتی رہیں۔ یہاں تک کہ اس جزیرے کے کنارے لے آئیں۔ ہم کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ یہاں ہمیں ایک جانور مدد جس کے بدن پر بہت برس تھے۔ بالوں کی کھڑت کی بہت سے اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: "تیرا نام ہو تو کیا چیز ہے؟" اس نے کہا: "میں برس برس ہوں۔" ہم نے پوچھا: "جس سے کیا چیز ہے؟" اس نے کہا: "طافتا میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ۔ دو تہہ دی خبر میں ملنے کا بہت شوق ہے انتظار کر رہا ہے۔ ہم تیزی سے تمہاری طرف آئے۔ اس دور سے کہ کہیں یہ شیطان نہ ہو۔"

اس نے کہا: "مجھے یہ مان کے غفلتوں کا حال بتاؤ۔" ہم نے کہا کہ اس غفلتوں کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: "میں جانتا چاہتا ہوں کہ کیا اس کے درختوں پر پھل آتے ہیں یا نہیں؟" ہم نے کہا: "ہاں! اس نے کہا: "مجھے طریقہ کی تحصیل کے بارے میں بتاؤ۔ ہم نے پوچھا: "اس کی کون سی بات جانتا پوچھتے ہو؟" اس نے کہا: "کیا اس میں پانی ہے؟" ہم نے کہا: "ہاں! اس میں بہت پانی ہے۔" وہ دہلا: "اس کا پانی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔" پھر اس نے کہا: "مجھے زعفران کے چشمے کے بارے میں بتاؤ۔" ہم نے پوچھا: "کون سی بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟" زنجیر میں بھڑکے آئی نے کہا: "کیا چشمہ میں پانی ہے۔" وہ لوگ اس پانی سے لپٹتوں کو یہ کہتے ہیں: "ہم نے کہا: "اس میں بہت پانی ہے۔" شیر کے رہنے والے اس سے مینوں کی قویاں کرتے ہیں۔" پھر اس نے

پوچھا ”مجھے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارے میں بتاؤ۔ اس نے کیا کیا ہے؟“ ہم نے کہا ”وہ کہہ سے نقل کرید (عدید) میں آئے ہیں۔“ اس نے پوچھا ”کیا عربوں نے اس کے ساتھ جنگ کی؟“ ہم نے کہا ”ہاں! اس نے پوچھا ”اس نے ان کے ساتھ کیا کیا؟“ ہم نے بتایا کہ ”دو روزہ کے عربوں پر غلبہ؟“ چلے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔“ اس پر اس نے کہا: ”کیا واقعی ایسا ہو چکا ہے؟“ ہم نے کہا ”ہاں! اس پر اس نے کہا: ”ان سے یہ بھی بہتر ہے کہ وہ اس کی اطاعت قبول کر لیں۔ اب میری جہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں وہاں ہوں۔“ مجھے عنقریب خروج کی اجازت مل جائے گی۔“ (صحیح مسلم حدیث: 7208۔ روایت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا)

اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ وہاں کئی اور سیارے ہیں جنہیں انہوں نے اور اہلارض کی طرف سے ہے۔ نہلاہوت لامکان میں ہے۔ وہ اسی زمین پر کی جڑا ہے جس میں مقید ہے۔ اب قبل اس کے کہ ہم یہ سوال چیخیں کہ ”وہ جزیرہ کہاں ہے؟“ مذکورہ بالا حدیث شریف میں مذکورہ وجہ کے تین سوالات پر غور کرتے ہیں۔ کیونکہ باہر سے آنے والے دینی سے خصوصیت کے ساتھ ان تین سوالات کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص بات پوشیدہ ہے۔ ان سے وہاں کا کوئی خاص تعلق ہے۔ وہ تین سوالات یہ ہیں:

وجہال کے تین سوالات

(۱) جہان میں واقع کھجوروں کے باغ میں پھل آتے ہیں یا نہیں؟

(۲) طہر پہ کی جہیل میں پانی ہے یا نہیں؟

(۳) زغر کے چٹم کے لوگ نہایتوں کو سیراب کرتے ہیں یا نہیں؟

ہم ان تین سوالات پر غور کرتے ہیں کہ تا کہ خروج و جہال اور ان کے درمیان سے تعلق واضح نہیں۔ اس کے بعد حدیث شریف میں مذکور آیت خدا سے نکلنے پر سوچیں گے یعنی

جزیرے میں موجود اس شخصیت کے کردار پر جسے ”الجماسہ“ کا نام دیا گیا ہے۔

(1) بیسان کا باغ:

بیسان فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مشہور کیا اور صحابی حضرت شریک بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ 1924ء میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد جب جزیرۃ العرب کے حصے غزے ہوئے تو یہ اردن کا حصہ بن گیا۔ 1948ء تک یہ اسلامی ملک اردن کا حصہ تھا۔ مئی 1948ء میں اسرائیل نے بیسان سمیت ارد گرد کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور ساحلی یہ اسرائیل کے قبضہ میں ہے جو دہالی ریاست ہے۔ یہ ملائکہ قدیم زمانے میں سمجوروں کے باغات کے لیے مشہور تھا جس کی تصدیق صحابی رسول نے کی۔ لیکن اب یہاں پھل نہیں پیدا ہوتا۔ مشہور مؤرخ اور سیاح علامہ یاقوت حموی اپنی مشہور آفاق کتاب ”معجم البلدان“ میں فرماتے ہیں کہ میں کئی مرتبہ بیسان گیا ہوں لیکن مجھے وہاں صرف دو پرانے سمجوروں کے باغ ہی نظر آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کے باغ پہلے پھل دیتے تھے۔ 526ھ تک جو علامہ حموی کی تاریخ وفات ہے، ان درختوں نے پھل دینا بند کر دیا تھا۔ اللہ اکبر! یہ دجال کی اس بات کی تصدیق ہے کہ ”دو زمانہ قریب ہے جب ان درختوں پر پھل نہیں آئیں گے۔“ گویا دجال کے خروج کی تین بڑی علامتوں میں سے ایک علامت پوری ہوئی ہے۔

(2) بحیرہ طبریہ کا پانی:

دجال کا دوسرا سوال یہ تھا کہ بحیرہ طبریہ کا پانی خشک ہو چکا ہے یا نہیں؟ گویا اس پانی کے خشک ہونے کا دجال سے خروج سے ضرور کوئی تعلق ہے۔ بحیرہ طبریہ اسرائیل کے شمال مشرق میں اردن کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس کی لمبائی 33 کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ 13 میلزائی 13 کلومیٹر ہے۔ اور انتہائی گہرائی 157 فٹ ہے۔ اس کا کل رقبہ 1600 مربع کلومیٹر

ہے۔ اس پر اس وقت اسرائیل کا قبضہ ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا پانی بھی بیخ کنی
 فلاحی بیج کے ساتھ دفن خشک ہو چکا ہے۔ اسرائیلی حکومت فلیج عقبہ سے پانی کی پائپ
 لائنوں کے ذریعے یہاں پانی پہنچاتی ہے۔ لیکن بحیرہ طبریہ کا پانی بیخلاء، سندھ کا پانی کڑوا
 ہے۔ اس لیے اسے سُکھا کر کے کیے بڑے بڑے پائپ لائنیں نصب کرتے پائے ہیں جس
 سے بڑے پائے پر اٹھا جاتا آتے ہیں۔ بحیرہ طبریہ کے خشک ساحلوں کی تصویریں ان
 سال پہلے ان کالوں کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ اس کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ
 وہاں کی نہانی ماس کے خروج کی نہانی داسری علامت بھی پوری ہو چکی ہے۔

(۳) زغر کا چشمہ:

وہاں کا تیسرا اور ۔۔۔ جو حقیقت اس کو خروج کی اجازت ملنے کا وقت قریب
 آنے کی تیسری علامت ہے۔ زغر کے چشمے کے بارے میں قرآن و زغر اسرائیل حضرت اوط
 علیہ السلام کی صاحبزادی کا نام ہے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ”ریہ“ اور ”زغر“۔ بڑی
 صاحبزادی نواختان کے بعد جس جگہ دفن کیے وہاں قریب ہی ایک چشمہ تھا جس کا نام ”نہین
 رہہ“ پڑ گیا۔ عربی میں چشمے کو ”عیس“ کہتے ہیں۔ چھوٹی صاحبزادی کے انتقال پر انہیں بھی
 ایک چشمے نے قریب دفن کیا گیا تو اس کا نام ”عیس زغر“ (زغر کا چشمہ) پڑ گیا۔ یہ جگہ بھی
 اسرائیل ہی میں بحر مرداد (Dead Sea) کے مشرق میں ہے۔ وچل کی تفتیش اور تعمس
 کے بین ملاتی یہ تیسری جگہ بھی اسرائیل میں واقع ہے اور اس کا پانی پوری طرح خشک
 ہوتے ہی اسے خروج کی اجازت مل جائے گی۔

وچل کے جاسو کی:

حدیث شریف میں وہاں کے ان تین سالوں کے علاوہ ایک اور نکتہ قاسم نام
 ہے۔ سہابی نے فرمایا ”جو کہ میں ہمیں ایک عجیب و غریب مخلوق ملی جس کے بدن پر

بہت بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: حیران اس ہو۔ تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جسامت ہوں۔“

”جسامت“ جاسوسی کرنے والے (جاسوس یا جاسوس) کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جزیرے پر دجال کے علاوہ جو واحد جاندار موجود تھا وہ جاسوسی پر متعین ایک عجیب و غریب مخلوق تھی۔ اس سے سمجھ لیتا چاہیے کہ جاسوسی اور اطلاعات کا حصول دجال کا اہم ترین حربہ ہوگا۔ اطلاعات کا حصول نگرانی اور خفیہ اطلاعات کا حصول خفیہ نگرانی سے ہوتا ہے۔ دجال دنیا بھر میں اپنے کئی اقتدار کے قیام و استحکام کے لیے خفیہ نگرانی کا جال بچھائے گا اور زمین پر موجود کسی شخص کو اپنی مخلوق آنکھ کے دائرے سے باہر نہ جانے دے گا۔ اس کے لیے کچھ ایسی چیزیں ابھی سے شروع ہو چکی ہیں جو دجال کے اس ہر گیر گزشت اور جابرانہ جکڑ بندی کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ مثلاً:

1۔ ڈیٹا انفارمیشن:

کچھ عرصے سے پوری دنیا میں ہر ذی روح کے کوائف جمع کرنے کا ایک نظام متعارف ہو رہا ہے جو دھیرے دھیرے اپنا دائرہ کار بڑھا رہا ہے۔ بظاہر اس کا عنوان متاثر کن ہے۔ مثلاً: ملکی سلامتی کے لیے وطن کے اصل باشندوں کے کوائف جمع کرنا۔ چنانچہ روئے زمین پر بسنے والے اکثریتی آدم کے نام، پتے، تصویریں، اٹھکیوں کے نشانات کسی نہ کسی عنوان سے کہیں نہ کہیں محفوظ کیے جا چکے ہیں۔ کسی فرد کے بارے میں مکمل معلومات انگلی کی ایک حرکت سے اسکرین پر لائی جاسکتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ملکی سلامتی کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اس کا کیا جائے کہ ملکی سلامتی کے لیے اربوں روپے خرچ کر کے جمع کیا جانے والا یہ مواد مجسم کے دار الحکومت برسلز بھیج دیا جاتا ہے اور ہر ہر فرد کو نیوکی زیر نگرانی کام کرنے والے ایک ماسٹر کمپیوٹر کی ٹیمیل ڈال دی جاتی ہے۔ نادر ایسے ادارے اسی لیے وجود

میں لائے گئے ہیں کہ کچھ سالوں بعد تک کوئی بھی فرد خفیہ نگران کاروں سے چھپانہ راستے۔ وہ جہاں چائے ٹاویہ یا آٹکھوں کی خفیہ نگرانی کے مسائل میں رہے۔ مختلف افراد کے بارے میں معلومات اور اطلاعات مہیا کرنے کے لیے ریٹا کمپنیاں وجود میں آگئی ہیں جو مختلف اشیاء کے ٹکڑوں یا استعمال شدہ گان کے نام پر، فون نمبر، ای میل ایڈریس فراہم کرتی ہیں۔ اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے خواہشمند پرنس میں ان سروے کمپنیوں کی جانب سے مہیا کی گئی معلومات پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسے "کنزورسرو" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح "ایلیٹہ سرو" اور دیگر سروے ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی معلومات بھی براہ راست برسرِ پہنچ جاتی ہیں۔ "پ" کی نظروں سے کئی مرتبہ اس قسم کے سروے فارم گذرے۔ یہ وہاں گئے جنہیں آپ نے معمول کی کارروائی سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو گا۔ "براؤن" ایک چائیتی ہے۔ عوام کو استعمال کرنے کا جدید طریقہ یہی ہے۔ انہیں یہ چیز ہارل اور ممبروں کے مطابق محسوس ہو۔

جب ایک فرد کسی بڑے مشورہ مثلاً ایڈوائسنگ یا سٹوڈیو میں شاپنگ کے لیے جاتا ہے تو اسے لائسنس کا ورڈ پیش کیا جاتا ہے جو آپ کو ڈسکاؤنٹ دلاتا ہے۔ اس لائسنس کا ورڈ میں خریدار کے بارے میں معلومات درج ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کا ایڈریس، فون نمبر، وہ شاپنگ جہاں نے کر رکھی ہے اور وہ رائلڈز جو اسے پسند ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مشورہ میں نصب نمبر۔ خریدار کی ہر حرکت محفوظ کرتے رہتے ہیں۔ ان کمپنیوں کے ذریعے خریدار کی نقل و حرکت اور پوزیشن کا بھی پتہ چتا رہتا ہے۔ کون سی مصنوعات اس نے فوراً انعامیں اور کتنی مصنوعات کے بارے میں وہ متذہب رہا؟ اور کن کو اس نے پسند کر کے متبادل کی طرف ہاتھ بڑھایا؟ یا آخر ان کا ورڈ میں درج معلومات بھی پیرسپیئر میں محفوظ کرنے کے لیے رورنگ کر دی جاتی ہیں۔ مغرب کے نگران کاروں کے پاس شرقی کے پاسوں کا ریکارڈ کرنے کا

تیس ڈیرہ "این بی اوڈ" میں۔ یقین نہ آئے تو شاہد حمید کی تہائی من لیجیے۔

"شرعیہ میڈ" جذباً حسب ذہنی سے سرشار ایک نوجوان تھا جو پاکستان کے سپر بائمر کرنا چاہتا تھا۔ اس شوق کی تھیں نے لیے وہ ایک ملحد کی حیثیت سے اپنی طویل ملازمت کو خیر باد کہہ نے ایک این بی اوڈ میں شامل ہو گیا۔ اس کا کام شہر اس کے معلومات میں رہنے والے ایک ہر فرد کے بارے میں معلومات انھیں کرنے تھا جو کلمہ از قوموں افروپ اثر انداز ہو سکے۔ یہ معلومات مختلف ذرائع کے مرئیت تعلیم، مذہب، ادوار و ٹیپو گرافی پر مشتمل تھیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ مذکورہ معلومات غریب لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے ضروری ہیں وہ دن رات خوش و ہلہ کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اسے قلماط علم میں تھا کہ وائیک ویسا Data لکھا کرنے کے لیے استعمال ہو گا۔ ہاں ایک مٹی نمونہ کے TSP کے لیے پرنسپل کو نوید لیا جائے گا۔ TSP سے مراد Total Surveillance Program (مکمل نگرانی) ہے۔ اس نے سمجھیں کیا کہ یہ مٹی معلومات ارسال کر رہا ہے۔ این بی اوڈ کے ڈائریکٹرز خاموشی سے وصول کیے جا رہے ہیں جبکہ مملہ رائے کے لیے کچھ ضمیمہ کیا جا رہا ہے۔ یہ صورت حال جاری رہی، یہاں تک کہ اس نے ہر پارہ استفسار کیا کہ ان معلومات کا استعمال کیا ہوگا؟ اس امر اور سمجھنے کے لیے ہر بار گوشش کے باوجود کام ہونے پر وہ ملی برداشت ہو کر واپس اپنی پرانی ملازمت میں آ گیا۔ خوش قسمتی سے اس کا باس ان معلومات کو ایسی طرح سمجھتا تھا کہ چنانچہ اس نے ختم و پیشانی کے ساتھ اسے واپس ملازمت میں لے لیا۔ اسے معلوم ہو کر کہ "ہر دوری" کے لوگ نہ صرف این بی اوڈ کے ذریعے ضروری معلومات انھیں کرتے ہیں بلکہ ہر منزل و بناؤ تک چوری کر کے بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال فرسوں نے راجہ وادی کی پوری نئے رہنما مدد جنگ کے رپورٹ کرنے میں دی ہیں۔ پورے میں آجک رانیا لیکن ان کے مکان پر جوں تک نہ تکی

”اسلام آباد (جنگ رپورٹر) ہاوثوق ذرائع کے مطابق پاکستان نرسنگ کونسل ہیڈ کوارٹرز سے ایک ہارڈسک اور کمپیوٹر سسٹم چوری ہو گئی ہے جس میں ہزاروں نرسوں کا فوٹو موجود ہے۔ بتایا گیا ہے کہ پاکستان نرسنگ کونسل کی انگریزی کمپنی کا ایک اجلاس سرسفیض عالم کی سربراہی میں ہوا۔ جس نے اسلام آباد پولیس کو اس چوری کی مزید تحقیقات کرنے سے روک دیا ہے۔“ حیرت ہے کہ پولیس کو اس چوری کی تحقیقات سے آخر کیوں روک دیا گیا؟

(روزنامہ جنگ لندن، منٹلی، 29 اگست، 2008ء)

یہ کام عورتوں میں دلچسپی رکھنے والے کسی ہنونی کا نہیں۔ یہ قتل سازش ہے 1998-99ء میں ایک امریکی کمپنی پاکستان کی سڑکوں، گلیوں کی پینائٹ ایک ایک انجی کے مناسب لئے رہی تھی۔ اس کمپنی نے اپنا کام مکمل کیا۔ اپنا سامان ہندوستان پر واپس کر دیا۔ پاکستان میں کسی سرکاری یا غیر سرکاری فرد نے ان سے یہ پوچھنے کی زحمت کوار نہیں لی کہ اتنی باریک پینائٹس کا مقصد کیا ہے؟

ٹینسڈا انٹرنیٹ ایک ایڈوانس ہے جسے قیصرتی دنیا سے ڈیٹا اکٹھا کرتے کے لیے فری میسنری استعمال کرتی ہے۔ مکمل طور پر فنگر پرنٹس بھی حاصل کیے جاتے ہیں۔ ہر سال اس انٹرنیٹ میں نئے ملک شامی کیے جاتے ہیں۔ صرف 70 ہزار (ان میں سے کسی ایک کا بھی نام منظر عام پر نہیں آتا) ملین یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اپنی ارض موعودہ، مواقع کی سرزمین غریبی میں کی سرزمین آئینہ آف امریکا کی شہریت ملے گی۔

2۔ گنگراں کیمرے:

دنیا بھر میں شمالی کانگریز ”انجام دینے والے“ سرے جا ہی نصب ہو گئے ہیں اور جی پی سے ہر جگہ پھیل رہے ہیں۔ کراچی میں بڑی شاہراہوں کے علاوہ حبیب پورگی جی جگہ میں بھی کیمرے لگا دیے گئے ہیں۔ یہ لگاؤ اور نصب ہے جسے دیکھ کر اپنے ملک کی

”تیز رفتار ترقی“ پر شک آتا ہے۔

عام طور پر کیمروں کی موجودگی کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس طرح جرائم سے تحفظ ملوگوں کی جان و مال کی حفاظت اور شاہراہوں پر تیز رفتار حادثوں سے روکے میں مدد ملتی ہے لیکن اصل مقصد ”مگرانی“ ہے اور اس مقصد کے لیے کرۂ ارض کے ارد گرد درجنوں سیٹلائٹس (مصنوعی سیارے) ہیں۔ یہ سیٹلائٹ اپنے کیمروں کے ذریعے زمین کے ایک ایک مربع گز کی واضح ترین تصویر حاصل کر کے کھوٹی ہوئی سوئی بھی تلاش کر لیتے ہیں لیکن وہ ابھی تک کیمروں کے اندر ہونے والی سرگرمیاں نہیں دیکھ سکتے۔ جہتوں کے نیچے ہونے والی سرگرمیوں کے بارے میں جاننے کے لیے انہیں سروے انظار میٹرن پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جن کا ذکر ابھی گزارا۔ آپ کے گھر سے نکلنے اور واپس آنے تک آپ پر نظر رکھی جاتی ہے۔ گلیوں میں نصب کیمروں، دکانوں، بسوں، ریل گاڑیوں میں نصب کیمروں کے ذریعے آپ کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ہوائی پورٹ کیمرے تو نہایت حساس اور امن کے سائز کے ہوتے ہیں۔ برادری کے ”بک برادر“ آپ کو ہر جگہ دیکھ رہے ہیں۔

3۔ چینل اور کمپیوٹر:

جب آپ واپس گھر آ جاتے ہیں تو سیٹلائٹ چینل سسٹم پرشن اور Payas you watch کے ذریعے ”انہیں“ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کون سے چینل میں دلچسپی رکھتے ہیں؟ آپ کے ٹیلی فون دیکارڈ کے ذریعے ”و“ آپ کے خاندان اور دوستوں کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔ آپ کے کمپیوٹر کے ذریعے انہیں علم ہے کہ آپ کون سی ویب سائٹس وزٹ کرتے ہیں۔ کون سی ای میل آپ کو ملتی ہے اور آپ کے کمپیوٹر انکس کیا ہیں؟ کچھ کلیدی Key Words File میں جو محفوظ ہیں۔ انہیں کوئی نیشنل سسٹم (مذاہلہاتی محکمہ) میں فیڈ کیا گیا ہے مثلاً اس میں ”دون“ آپ انہیں ”دون“ انہیں ”دون“ کریں۔

خصوصی مگر انی از خواہ آپ کو اپنے نوکس میں لے جاتی ہے۔ آپ چاہے فون پر ہوں، انی سیں
نہیں یا کوئی ویب سائٹ وزٹ کر لیں۔ آپ کی چاہی ہوئی شروع ہو جائے گی۔ یہ ہے
ہمارا

4۔ سفری ٹکٹ:

آج کل ٹکٹ ہوائے کے سے ذاتی معلومات دینی پڑتی ہیں۔ فون نمبر معلومات دیتا
ہے۔ اندرون ملک پروازوں کے لیے بھی ٹن فیس کا ڈیڑھ لڑی ہوتا جا رہا ہے۔ مہربان چاہتا
اور بیرون ملک سفر کرنے تو اپنے آپ کو ہر لمحے تیار رکھو، آگے آگے آگے کی عمرانی میں
رہنے کا مترادف ہے۔ یہ دراصل ہاتھ باندھ کر رہنے کے مراد ہے۔ وقت گزرنے کا ہمارا جلت
کرنے کی طرف پیش رفت ہے۔
5۔ رقم کی منتقلی:

دہائی قوتوں نے سرمایہ کی منتقلی پر سخت کنٹرول لگایا ہے۔ اس کا اندازہ اس
سے کریں کہ بیرون ملک سے کوئی شخص کسی فرد یا ادارے کو رقم بھیجنے چاہے تو یہ اس وقت تک
نہیں ہو سکتا جب تک وہ یاد رکھے کہ اس کی کاپی نہیں ہے ہو جائے۔ اندرون ملک رقم بھیجوانے
کے لیے بھی ایسی ہی سہولیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نہ صرف عوام کی زندگی تک ہوتی جا رہی
ہے بلکہ اس کے کردار جہاں کی چاہی ہوئی فہمیرا بھی جگہ ہو رہا ہے۔

دجال کا مقام

اب ہم اصل حوالہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہاں اکبر کہاں ہے؟ کس جگہ روپوش ہے؟ اگر اسی زمین پر ہے جس کا چپو چپو پھان مارا جا چکا ہے، جس کا آواز وسیلانہ آتی مگر نی میں ہے تو اس کا انکشاف کیوں نہیں ہوتا؟ اس تک پہنچا کیوں نہیں جاسکتا؟

یہودی علماء (احبار و رہنما) "دجال اکبر" کے موجودہ مسکن کے حوالے سے نہایت تصدیقانی کا شکار ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ دجال اکبر "قن" یا "قنم" میں ہے۔ "قنم" سے معنی کبھی چن یا کھنسلہ لڑتے ہیں۔ کبھی بکڑی کا تابوت اور کبھی چباز کا غار۔ کبھی اس کا قید خانہ، ماوراء مارض طبقات میں بتاتے ہیں، کبھی زمین کے قریب سیاروں میں، کبھی خلا کے نامعلوم مقام میں۔ اسے وہ "جیل" یا "زحل" کہتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ کج الدجال کی موجودہ پائش گاہ ہے۔ جہاں ان کا نجات، ہندہ اس وقت رہتے ہیں۔ یہی رہنما گاہ اس کے تصور سے وقت روئے ارض پر آکر بدو غم میں قائم ہو جائے گی۔ یہودی کے بدو یا ت علم نے سوئے مطابق اصل تک اور قربان نامہ بھی، جہاں اس کج الدجال روپوش ہے۔ کج کا آثار اصل اس تک اور روئے زمین پر قائم کرنے کے لیے ہوئے۔ یہ

سب اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش اور ٹانگ ٹوٹیاں ہیں۔ سچی بات وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی ہے کہ وہاں زمین پر ہے۔ مشرق کی جانب میں ہے۔ ایک جزیرے میں ہے۔ فرشتوں کی قید میں ہے اور وقت سے پہلے ساری دنیا کے سیلابات مل کر اسے تلاش کر سکتے ہیں نہ پوری دنیا کے یہودی مل کر اسے جہزوا سکتے ہیں۔

یہ بات کھلی طور پر صحیح نہیں کہ سیلابات کے ذریعے زمین کے پچھلے پچھلے کو چھان مارا گیا ہے اور خشکی و سمندر کی کھلی سکیننگ، وہ بھی ہے۔ ابھی حال ہی میں خبر آئی تھی کہ برازیل کے جنگلوں میں ایسے وحشی قبیلے کا انکشاف ہوا ہے جہاں جدید دور کے انسان کے تمام آج تک نہیں پہنچے۔ انہی بات میں راز قیاس نہیں کہ دنیا میں اب بھی بہت رتوں گزرا چکے ہیں جہاں ”نادیدہ آنکھ“ اب تک نہیں پہنچ سکی۔

ایسی سمندر اور شیطانی مکوں :

حدیث شریف میں آتا ہے

(یہ واقعہ سننے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا منبر پر مار کر فرمایا : ”یہ ہے طیبہ۔ یہ ہے طیبہ“ یعنی مدینہ منورہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”میں تم کو یہی بتایا کرتا تھا۔ جان لو کہ وہاں شام کے سمندر (بحیرہ روم) میں ہے یا یمن کے سمندر (بحر عرب) میں ہے۔ نہیں! وہ مشرق میں ہے! مشرق میں! اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔“ (صحیح مسلم : حدیث 7208)

اب جزیرۃ العرب سے مشرق کی جانب دیکھا جائے تو دو جگہیں ایسی ہیں جنہیں مغرب کے جیسا نیوں کے ہاں بھی ”شیطانی سمندر“، ”شیطانی جزیرے“ یا ”جہنم کا دروازہ“ کہا جاتا ہے اور اس کی بات یہ ہے کہ دونوں کا آخری سرا امریکا سے جاملتا ہے۔

(۱) مشرق بعید میں بحر الکاہل نے وہاں اور نیو تیا، جزائر آتے ہیں۔ ان کے

’دو گرد کے گہرے اور خوفناک پانیوں کا نام اس ’’شیطان سمندر‘‘ (Devils Sea) ہے۔ یہ جنوب مشرقی جاپان، آریو جیائی یونین اور جزائر ماریانا کے قریب ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی سمائی ملک نہیں پھر اسے ’’شیطان سمندر‘‘ کا عالمی نام کس نے دیا؟ مسلمان ایسی نکتہ نظر دی کریں تو سمجھ میں آتی ہے، غیر مسلموں نے اسے کیوں ایسی نمکناک قرار دیا؟

یہاں یہ بات بھی مد نظر رہے کہ مشرق کی جانب واقع سمندر میں امریکا کی ایک سمندری ریست بھی موجود ہے۔ امریکا کی پچاس ریاستیں ہیں جب کہ اس کے پرچم پر موجود پچاس ستاروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں سے اڑتالیس تو اٹھنی ہیں۔ دو اور ناقابل سے ہیں:

(۱)۔ ۱۱۔ کان۔ اس کے اور امریکا کے بیچ میں کیوبا کاٹل ہے۔ یہ ۱۸۹۷ء تک روس کے پاس تھی۔ اس کے اور روس کے بیچ میں صرف دو ہیرنگ، می ٹلک سمندری گڈر کاہ ہے۔ جو ۱۷۰ ذکری ٹالہ جنوباً واقع ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ شمالی امریکا کی حدود میں آتی تھی اور امریکی برآ مغرب میں ایشیائی روس کی موجودگی امریکیوں کو نہایت کھلتی تھی۔

امریکا کے سرکاری صدر اینڈریو جانسن کی زندگی میں سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو ۱۱ لاکھ ۵۵ لاکھ ۸۶ ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ریاستان روس انلیکٹرز درومہ (۱۸۸۱ء۔ ۱۸۵۵ء) سے سات ملین ڈالر کی بابت کے برابر ہونے کے بدلے خرید کر امریکی وجود کو روسی رخ سے پاک کر لیا۔ اس طرح ۱۱ لاکھ ۵۵ ہزار مربع رقبے اور قیمتی معدنیات کے ساتھ انچاموین، ریاست کی حیثیت سے شرف حاصل کیا ہوا۔

(۲) جزیرہ ہوائی جس کا صدر مقام ’’ہونولولو‘‘ ہے۔ اس کا رقبہ کیا، جزائر مربع میل ہے۔ یہ ۱۸۹۸ء میں پچاسویں ریاست کے طور امریکا میں شامل ہوا۔ بحر الکاہل کے بیچ میں ہے اور ۱۹۰۰ء میں اس سمندر سے جس کا فیل مقام ’’ہونولولو‘‘ کی ایک کبری ترین بندر

ہے، جس کی تہہ میں خوفناک آتش فشاں ہیں، جس میں ذرا تب دلائے آتے رہتے ہیں..... اور..... جس کا ایک حصہ "شیطان مسند" کے نام سے مشہور ہے۔

(2) اور پھر بحر الکامل کے پار امریکا ہے۔ امریکا کے قریب مسند میں ایسا عجوبہ خط ہے جس کے متعلق عجیب و غریب قصے کہانیاں مشہور ہیں۔ ان میں حقیقت آم اور افسانہ زیادہ ہے۔ حقیقت آتی ہے کہ یہ "شیطان ٹکون" ہے۔ "ٹکون" سے آپ کے ذہن میں کیا بات آتی ہے۔ ٹکون کہاں استعمال ہوتی ہے؟ کس فرقے کا مخصوص نشان ہے؟

کس ملک کے نمونے برابر امن ٹکون چھپی ہوئی ہے؟ "برمودا ٹرائی اے ٹکون" آج کی ترقی یافتہ سائنس کے لیے بھی ایک مسئلہ ہے۔ جدید ترین طیاروں اور بحری جہازوں کے آلات اس خطے میں داخل ہوتے ہی بے کار ہو جاتے ہیں۔ قریب پہنچتے ہی متاثر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے اندر اللہ پاک کسی کو اپنی قدرت سے لے جائے تاکہ وہ دنیا والوں کو آگاہ کر سکے تو اس کی خصوصیت ہے۔ عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ زمین چونکہ گولی ہے اس لیے آمد و جل کے مقام کو سمجھ رکھنے کے لیے مشرق کی طرف اشارہ کیا جائے جو کہ آگے جا کر بہر حال (زمین کے گور ہونے کی وجہ سے) "غرب تک پہنچے گا تو یہ اور مقام باد حدیث حریف کی ایک نمائندگی ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سے زیادہ قوی تاویل دو ہے جو ایک مصری محقق عیسیٰ داؤد نے اپنی کتاب "مشلف برمودا" میں کی ہے کہ پیسے دجال بحر الکامل کے ان ویران جزائر میں قید تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اسے بیڑیوں سے توراہائی مل گئی۔ وہ زنجیروں سے آزاد ہو گیا ہے اور اپنے خروج کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ لیکن اسے ابھی خروج کی اجازت نہیں ملی لہذا وہ "شیطان مسند" سے "شیطان ٹکون" تک رابطے میں ہے جس کے قریب شیطان تہذیب پر وہاں چڑھا کر تہذیب کو بچھنے میں مدد ملے گی۔

بحر شیطان سے مشلف شیطان تک بحر الکامل کے شیطان مسند راہ راہ اوقیہ نویں کی

”شیطان نکون“ میں کئی خصوصیات کے اعتبار سے مماثلت پائی جاتی ہے جو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ ان دونوں میں کوئی ایسا تعلق ضرور ہے جو دنیا کی نظر سے پوشیدہ ہے اور یہ تعلق لازماً شیطانی ہے، زمینی یا انسانی نہیں۔ مثلاً:

(1) دنیا میں یہ دونوں ایسی جگہیں ہیں جہاں قطب نما کام نہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ دونوں میں متحدہ دوائی اور بحرِ جہاز غائب ہو چکے ہیں۔ بحرِ شیطان میں لہر اور مثلث شیطان (برسودا) میں زیادہ۔ انتہائی تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان دونوں جگہوں کے درمیان ایسے جہازوں کو سفر کرتے دیکھا گیا ہے جو بہت پہلے غائب ہو چکے تھے۔

(2) دونوں کے اندر ایسی جتنا طبعی کشش یا برقی لہریں یا لیزر شعاعیں قسم کی چیز موجود ہے جو ہماری نگاہ سے ہزار گنا عاتقور ہے۔ یہ اجنبی طاقتور لہریں ہوائی یا بحری جہازوں کو توڑ مروڑ کر گھل کر ان کا نام نشان مٹا دیتی ہیں۔

(3) دونوں کے درمیان آژن طشتریاں اُڑتی دیکھی گئی ہیں جنہیں امریکی میڈیا کی مخصوص ”ادیدہ طاقتیں“ غلامی مخلوق کی سواری قرار دیتی ہیں جبکہ وہ دجال کی تیز رفتار سواری بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ”دجال کے گدھے کے دونوں کاتوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اس گدھے کا ایک قدم زمین دن کی مسافت کے برابر ہوگا اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سمندر میں ایسے تھس جائے گا جیسے تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چھوٹی نالی میں تھس جاتے ہو۔“ (کتاب الفتن، نعیم بن حواد۔ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تین دن کی مسافت ایک قدم پر تقسیم کی جائے تو تقریباً 83 کلومیٹر فی سیکنڈ بنتے ہیں۔ آژن طشتریاں جہاں انتہائی تیز رفتاری سے دباؤ دہنسا کی طرح سمندر کی گہرائی میں بھی تھس کر گہرائی میں لے جاتا حجم چمک دیا کرتے اور فضا میں ختم ہاتے زمین میں

کہیں بھی اتر جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ امریکا کا یہودی میڈیا ان کے متعلق سامنے آنے والے حقائق چھپاتا رہتا ہے۔ کچھ ماہرین نے انہیں منظر عام پر لانے کی کوشش کی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ موضوع تفصیل چاہتا ہے۔ اس پر ان شاء اللہ الگ سے لکھا جائے گا۔

(۴) دونوں جتھوں کو خواص و عوام قہیم زمانے سے شیطان کی طرف بہت کرتے ہیں اور یہاں ایسی توہوں کی کارستانیوں کے قافل ہیں جو انسانیت کی بھرپور عینیں، خوفناک، پراسرار اور جان لیوا ہیں۔ لیکن ان کے گرد اسرار کے ایسے پردے آویزاں کر دیے گئے ہیں کہ بال کی کمال اُتارنے والے مغربی میڈیا اور چیونٹی کے ہلوں میں گہرے فٹ کر کے ان کی طرز زندگی پر تحقیق کرنے والے مغربی سائنس دان مہرب لب ہیں بلکہ یہ بات دیکھاؤ پر ہے کہ ان دونوں جتھوں کے درمیان سفر کرتی فکڑ آتے والی اُڑن طشتریوں کی حقیقت تک پہنچنے والے دو سائنس دانوں ڈاکٹر مورلیس صبیو ب اور ڈاکٹر جیمس ای میکڈونلڈ کو ہلاک کر دیا گیا اور ان کی ہلاکت کو خود کشی کا نام دے کر اس راز کو تیا سے چھپانے اور دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دجال کی قید گاد کے پارے میں تین جتھوں کا نام لیا۔ روکی لٹی کی اور ایک کی عید کی کہ دجال وہاں مقید ہے۔ ان تینوں میں مسند رکابہ آتا ہے۔ اس کی تشریح ایک دوسری حدیث سے ہوئی ہے کہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "المیس اچا تخت مسند پر لگا ۲ ہے۔ لوگوں کو تختے میں ڈالنے کے لیے اچا لشکر روانہ کرتا ہے۔ جو اس کے لشکر میں سب سے زیادہ قند پرور ہوگا ہے وہ المیس کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔" مسلم شریف کے شارح علامہ راوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد المیس کا سرگز ہے یعنی المیس کا مرکز مسند میں ہے۔

اس سے ہمیں دجال کے مقام کو سمجھنے میں کچھ مدد ملتی ہے۔ وہ اس طرح نہ دجال ابلیس کے ترش کا سب سے کارآمد اور زہر میں بھیج دیا گیا ہے۔ اللہ کی ہنگامہ خیزی کے مقابلے میں جھوٹی خدائی تو ختم کرنے کے لیے ابلیس کا سب سے اہم ہتھیار اور کارآمد حربہ ہوا ہے۔ ان دونوں کی باہمی ملاقات اور شیطانی قوتوں کی دجال کے ساتھ بھرپور امداد احادیث سے ثابت ہے۔ کیا عجب کہ ابلیس کے مرکز میں ہی دجال مقید ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے شیطانی سمندر اور شیطانی جزائر میں مقناطیسی کشش پیدا کر کے عام انسانوں سے مخفی کر رکھا ہو۔

دیہالی شعبہ دلوں کی دو اشرفیتاں :

احادیث میں دو چیز کو دیکھنے والے جن غیر العقول شعبہ دلوں کا ذکر کرتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ ان کا تعلق بھی انہی جن میں عیسائی لہروں یا لیزر شعاعوں سے ہے۔ ان شعاعوں کے ذریعہ وہ کام کیے جاسکتے ہیں جن کو دیکھ کر کمزور ایمان اور ناقص علم والے تو جھوٹے خدا کو چاہتے ہیں ریختیں کریں گے۔ یہ کام دو طرح کے ہوسکتے ہیں :

(1) بعض میں تو حقیقت وہ ہوگی جو دکھائی دے رہی ہے۔ یعنی ان شعاعوں کو کسی انسان یا انسانوں کے قریب پرز لا جائے تو وہ جھٹک کر قابو ہو جائے گا۔ کھیتوں پر ڈالا جائے تو سرسبز گیہاں جل کر راکھ ہو جائیں گے اور پھر گیہاں لہلہائے آئیں۔ ہاورز اعداد جس کی بیانی ہوٹا دینا اعداد اسرار کا مدنی سرودینا، چاند اور کوہِ ردّ النایا غائب کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب یہ خواہش شعاعوں کے ذریعے ممکن ہے۔

(2) دوسری قسم وہ ہے جس میں نظر بند کی ہے۔ حقیقت وہ نہیں ہوگی جو نظر آرہی ہے۔ مثلاً اشرف المزاہدوں، دیوانہ بکل جہازوں اور غائب کر دینا۔ سمندر کی قہر میں یا زمین کی کھالی میں موجوں کی جہازوں کو چلانے والے بیچ کر دینا۔ زندہ انسان کو دو ٹکڑے کر دینا وغیرہ۔

نمودینا۔

یہودی سائنس دانوں نے ان شعاعوں کو جو ان وسیطائی جزائر میں پائی جاتی ہیں، محفوظ کرنے اور حسب احتیاط استعمال کرنے میں ابتدائی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یہ اس قدر طاقتور ذریعہ توانائی ہے کہ سو سو دوسرے سائنس کی تمام ایجادات اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

ہوائی پہاڑ لٹو چھوڑیں، اگر اس کو کار میں استعمال کیا جائے تو دوسرے ذریعہ توانائی سے چلنے والی کاروں سے انکھوں گنا ہزاروں گنا تیز رفتاری سے چلے گی۔ دہانوں جس قسم کی اژدہا طشتریوں پر سواری کرے گا اس میں یہی توانائی استعمال ہوگی۔ اس کی خیرات انگیز شعبہ بازیوں کی پشت پر یہی توانائی کار فرما ہوگی اور کمزور بھان والوں کو گراہ کر پھینکے گی۔ آج کل یہ آئری ممر کے لیے تیاری کر رہے ہیں اور دنیا کا ذہن غارت ہے۔

”نجات دہندہ“ کی آمد قریب ہے۔ ”تخریب“ جیسے ہی وہ اس پر سب سے زیادہ غلطی حاصل کریں گے، انسانیت کے خلاف فیصلہ کن جنگ کا باطلہ دہل جانے لگیں گے۔ ان کے خیال میں یہ ناقابل شکست بین الاقوامی ہے جو دنیا کی ”عالمی حکومت“ کے قیام میں داخل ہو۔ فائدہ تو یہاں لے جانے لگا۔ بلکہ وہ تو اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں کہ یہ لہزار لاکھ لاکھ ان اومحوت پر قائم ہو جائے گی کیونکہ موت ان کے لیے یقینی طور پر جہنم کا دروازہ ہے۔ اور سنیہ الحقیقت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں کہ محاذِ فتنہ محاذِ فتنہ، فتنہ العزت و فتنہ لڑکے زمین و آسمان کی بادشاہت اپنے نام کر لیں۔ لیکن ان کی غلطی یہ ہے کہ وہ اس موقع پر بھروسہ جاتے ہیں کہ سب طاقتوں کے اوپر ایک طاقت موجود ہے۔ شیطان وہی طاقتوں کی جہاں فتح ہوئی ہے۔ ان دہانوں کی روحانی حالت کی ابتدا ہوتی ہے۔ اللہ واپس تھوڑے سے محبت ہے خصوصاً اسے عہد کرنے والوں کی خاطر ہوتا ہے۔

وہ اپنے لوٹے ہوئے ہاتھوں سے اسے مشتق ہے۔ وہ ان کی قربانیوں کو ان کا نہیں پاتے

دے گا۔ وہ ان شعاعوں کے مقابلے میں مجاہدین کے امیر حضرت مسیح علیہ السلام کو انہی شعاعوں کی طاقت دے گا کہ جہاں تک ان کی نظر جانے لگی کافر مرنے جائیں گے اور دنیا کو برمودا کی شعاعوں کا شعبہ دکھانے والا دجال تو ان کو دیکھتے ہی پھٹنے لگے گا۔ اور اس کے ساتھ موجود یہودیوں کو کلید اُتار دے گا اور بے سرو سامان مجاہدین پر پتھر اور درخت کے پچھلے سے پکڑ پکڑ کر ہرا ہر کر لیں گے اور جن جن کو ختم کریں گے۔ یہودیت، شیطانیت اور دجالیت ہمیشہ اس حقیقت کو بھول جاتی ہے۔ اس کو مادی طاقت کا زعم رہتا ہے اور دنیا بھی ان کی طاقت سے مرعوب ہو کر خدائی احکام اور جہاد فی سبیل اللہ سے منہ موڑ لیتی ہے۔ یہ انسانیت کی بد قسمتی ہے۔ جو حشر ہوئی، یہ یہودی اور اس کی ہم نوا صیغہ فی طاقت کا افغانستان میں ہورہا ہے۔ وہی مشر دجال کی "نا قابل شکست ٹیکنالوجی" کا آرہیگا! ان کے میدان میں "افغان" کی آہنی میں ہوگا۔

دجالی شعبہ دلوں کو ناکام بنانے کا طریقہ:

نفسہ رطیہ المسلمون! وہ اسلام نے ابن صیاد سے فرمایا تھا: "لنفس نعلین فخرکے"

یعنی مرد و تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ابن صیاد جیسا دجال اعتراف یہودیوں کا سچاے منتظر دجال آنیروں کو رب تعالیٰ ایک حد سے آگے کی نہ طاقت دیں گے نہ اپنی مخلوق کے لیے اسے ایک حد کے بعد آزمائش بنائیں گے۔ دجال کی یہ شعاعیں اس مسلمان کے آگے قطعاً بیکار ہوں گی اور اس کو نہ نقصان پہنچا سکیں گی۔ اس کی نظر بتدی کہ جس کی جو:

(۱) سورہ کہف کی (یا اس کی ابتدائی یا آخری آیات کی) تلاوت کرے گا۔

(۲) تسبیح و تہجد اور تکبیر و تہلیل (تیسرا اور چوتھا کلمہ) کا ورد کرے گا۔ (۳) اور جودجال کے

منہ پہ تھوکتے کہ اس کے خلاف علم جہاد بلند کرے گا۔ جہاں وہ ٹیکنالوجی ہے جو یہود

فی صدیوں کی محنت سے حاصل کردہ سائنسی ٹیکنالوجی کو ایک طبقے میں جہاد کر لے جائے گی

اور ان کے پتے سوائے دولت و برصائی کے کچھ نہ چھوڑے گی۔ جب تمام دینے والے اس پر شکست کھائی تھی تو طالبان نے جہاد کی بدولت اسے اس کی اوقات یاد دلادی۔ مغربِ جب تم ہر دشمن خیال دینا دجال کو خدا تسلیم نہ رکھی ہو گی کہ خراسان کے کالے جھنڈے والے اس کی مہوئی فدائی کا پردہ چاک نہ کر ڈالیں گے۔ کاش مسلمان اس دن کی تیاری بھی سے کریں۔ تقویٰ اور جہاد۔ تقویٰ اور جہاد۔ تقویٰ اور جہاد۔ اہل اسلام! تقویٰ اور جہاد۔ ان دو چیزوں کو دنیا کی کوئی طاقت غلبہ نہیں دے سکتی۔

دلت یہ ہے:

دجال کہاں ہے؟ یہ سوال اسرار و رموز کے دبیز پردے کے پیچھے چھپا تھا۔ اب جیسے جیسے اس نے ظہور کا وقت قریب آ رہا ہے، ایسا لگتا ہے اللہ تعالیٰ ایسی اور دجالی قوتوں کے نکلنے کے کو پیچھے نہ آٹھکانہ کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال اس کا معلوم نہ دینا معلوم و واضح ہوا کہ ہم معلوم ہو کر بھی مظلوم رہنے یا بالکل تبدیل رہنے بات یہ ہے جس چیز کو حدیث شریف میں جتنا بتایا گیا ہے اس سے زیادہ جاننے میں یقیناً ہوا، افادہ نہ تھا اس لیے اسے مہم رکھا گیا۔ ہمیں اس ابہام کی تشریح کے پیچھے پڑنے کے بجائے اس مقصد پر نظر رکھنی چاہیے جو ابہام کا نشانہ تھا۔ یعنی دجال نے مسکن کی تعمیر سے بجائے دجالی تختے کے متعلق تیاری۔ آج اگر ہمیں اس کا مسکن معلوم بھی ہو جائے تو نہ توئی قبل از وقت اسے قتل کر سکتے ہیں نہ اس جزیرے تک پہنچ سکتے ہیں، البتہ جب دجال نکلے گا اور پوری دنیا میں دغا دے گا تو جس نے اس کے مقابلے کے لیے دنیا کی محبت سے جان چھڑا کر موت کی تیاری نہ کی ہو گی، حرام چھوڑ کر طالع کی پابندی نہ کی ہو گی، سورۃ کہف اور ذکر تسبیح کی عادت نہ زالی ہو گی، اللہ کی طاقت کا شوق نہ رکھتا ہو گا اور جہاد سے غافل رہا ہو گا، وہ اس کے تختے کا ٹکڑا ہونے سے بچ سکے گا۔ تختے کا مہم مظلوم دن اتنا اہم نہیں جتنا تختے کا ٹکڑا ہونے سے بچنے

کی تیاری کرنا اور نفع سے بچنا اتنا کامیاب قدر نہیں جتنا اس کے ماتھے کے لیے فیصلہ کن
 جدوجہد کا عزم کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان و استقامت کا اعلیٰ درجہ اور جدوجہد و جہاد کا
 لازمہ الٰہی جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

دجال کب برآمد ہوگا؟

اس بحث کا تیسرا اور آخری سوال . جو پہلے دو سوالوں سے زیادہ نازک و تحقیق طلب اور تھی جواب سے بعید ترین ہے . یہ ہے کہ دجال کب نکلے گا؟ اسے زمینداروں سے آزاد کر دیا جائے گا؟ اور دجال کا راستہ ہموار ہونے، اس کی تیار ہونے اور دجالی قوتوں کی مادی ترقی کے علاوہ عروج پر پہنچنے کے بعد وہ کون سا لمحہ ہے جب وہ خروج کر کے دنیا کو تاریخ انسانی کی سب سے بڑی آزمائش سے دوچار کرے گا؟

ہمیں قرآن مجید سے اس طرح کے سوالات کے دو جواب ملتے ہیں: پہلا یہ کہ دجال تو وہی ہے جو سورہ نوری اسماء میں آیت نمبر 51 میں وارد ہوا ہے: "فان عسی ان ینکون فریقا".

ترجمہ: "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ میں ممکن ہے کہ وہ (کچھ مسعود) بالکل ہی قریب آ گیا ہو۔"

بالکل اسی طرح کی ایک عبارت سورۃ لعمان میں بھی وارد ہوئی ہے: "انہم یریدونہ عیدا و یریدہ فریقا".

یعنی "یہ وہی استہدود مجھوت ہے جس نے جوہنم سے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں۔"

(آیات ۶۷)

اور دوسرا وہ عمومی جواب ہے جو قرآن مجید میں متعدد روایات سے ملتی ہے: "وہاں جلیات اور ان کے بہت سے مخالف جلیات ہیں۔"

یعنی "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب آنے والی ہے یا انہی دور ہے۔" (سورہ انعام: 109)

"فَلَا تَعْلَمُ الْغُيُوبُ ۚ مَا كَانَ لَكَ مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ سَبِّحُ لِلَّهِ الْمُسْتَعِیُّونَ ۖ

یعنی اور "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ قریب ہیں آگے والی ہے یا انہی دور ہے اس کے ضمن میں چوتھا نسخہ فرمایا ہے۔" (سورہ النجم: 25)

نمازیہ یہ کہہ کر رہے احقرات نے جن نے اس شخصوں کے تحت قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا۔ اسے سولہ صدیہ تک کھاتا ہے۔ اسی طرح علامات قیامت کے ظہور کے وقت کی تمہی تعبیر بھی ناممکن نہ تھی ہے۔ البتہ بعض قرآن و شواہد کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم نے اب تک جو کچھ فرمایا ہے، قرآن میں ہم سے یا انہی نفس کرتے ہیں:

(1) یہ تصفیہ کے مشیور عام دین اور دجلیات سے خصوصی دیکھنے والے

اور اس پر مفصل کتاب کے مؤلف حضرت مولانا سید منیر الحسن کی اپنی مہر کی آواز کتاب "وہاں قند کے نمایاں ضد و خاص" کے مقدمے میں لکھتے ہیں

"مغرب کا چہرہ تمدن و ترقی کا علم ہوتا ہے۔" "آئینہ الدجال" کے خروج کی

نہیں تیار کر رہا ہے، آئینہ اپنی اقتدار کی آواز سے دنیا میں پھیلنے لگا ہے وہ بھی بھی یاد رہا ہے۔ جس میں "آئینہ الدجال" اپنی قدرتی قوتوں کا استعمال کرے گا۔ خدا

ہزاروں یا خدا کے انکار کو برحق بنا دینے کی راہ پر صاف گمراہ ہے یا کرچکا ہے نہیں بنائے خدا کے خود اپنی خدائی کے اعلان کی جرات اس میں ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ مسیح الدجال اسی قصے کی تکمیل کر دے گا۔ کچھ بھی ہو، مسیح اور صاف چچی کی بات جس میں خواہ مخواہ نبوت کے الفاظ میں سمجھنے میں اور رکیک تاویلوں کی ضرورت نہیں ہوتی یہی ہے کہ ”مسیح الدجال“ کے خروج کا دعویٰ تو قبل از وقت ہے مگر ”مسیح الدجال“ جس فتنے میں دنیا کو مبتلا کرے گا اس فتنے کے ظہور کی ابتدا کسی نہ کسی وقت میں مان لینا چاہیے کہ ہو سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ دجال آیا نہ تو آیا نہ نہیں ”دجالیت“ کی آگ بھینکا بھڑک چکی ہے۔ فرعونوں میں یہ بھی تو آج ہے کہ ”مسیح الدجال“ سے پہلے ”دجالہ“ کا ظہور ہو گا۔ بعض رہنماؤں میں ان کی تعداد نہیں اور بعضوں میں سو چھتر تک بتائی گئی ہے۔ ”دجال“ سے پہلے ان ”دجالہ“ کی طرف ”دجالیت“ کا انتساب دیا ہی نہیں گیا ہے۔ بظاہر یہی مفہوم دیا ہے کہ ”مسیح الدجال“ جس فتنے کو پیدا کرے گا کچھ اسی قسم کے فتنوں میں اس سے پہلے ہونے والے ”دجالہ“ (دنیا کو مبتلا کریں گے)۔“ (ص 24، 25)

(2)۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ کہف اور دجال سے اس کے خصوصی تعلق پر کئی کتاب ”معارف ایمان و مادیات“ میں رقم طراز ہیں:

”بعد آخر میں یہودیوں نے (مختلف اسباب کی بنا پر جن میں بعض ان کے نسلی خصائص سے تعلق رکھتے ہیں، بعض تعلیم و تربیت سے، بعض سیاسی مقاصد اور قومی منصوبوں سے) علم و فن اور ایجادات و اختراعات کے میدان میں بڑھ چڑھ کر مدعا لیا۔ انہوں نے ایک طرح سے تہذیب جدید پر پورا کٹھن وائی کر لیا اور ادب و تعلیم، سیاست و فلسفہ، تجارت و صحافت اور قومی و مذہبی کے ہر شعبے و مسائل ان کے ہاتھ میں آ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

انہوں نے مغربی قبذیب (جو مغربی ماحول میں پیدا ہوئی) کے ایک اہم ترین عصری حیثیت حاصل کر لی۔ جدید تعبیرات کا جو نژاد لینے سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ بین الاقوامی یہودیت کا اثر درمیان مغربی معاشرہ میں کس قدر بڑھ چکا ہے؟ اب یہ قبذیب اپنے تمام سرمایہ علم و فن کے ساتھ اپنے مٹتی و مٹاؤ کی طرف بڑھ رہی ہے اور تخریب و فساد اور تباہی و دہشت کے آخری منظر پر ہے اور یہ سب ان یہودیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے جن کو ملک مغرب نے سر آنکھوں پر بٹھایا۔ اور ان کے دور میں عقیدہ متنازعہ انتقامی صیغہ اور تخریبی مزاج سے ناقابل واپ پرواہ ہو کر ان کی جڑوں کو اپنے ملکوں میں فوب پھیلنے اور گمراہیوں کا موقع دیا اور ان کے لیے ایسی سودھیں اور مواقع فراہم کیے جو طویل صدیوں سے ان کے خواب و خیال میں بکھراؤ تھا۔ ان کے ہونے۔ یہ انسانیت کا سب سے بڑا انتقامی ہے اور نہ صرف عربوں کے لیے (جو ان کو بھگت رہے ہیں اور نہ صرف ان ہی دور قیہ کے لیے جہاں موت و زبانت کی یہ کشمکش ہو رہی ہے) بلکہ برائی دنیا کے لیے۔ اب سے بڑا خطرہ ہے۔" (ص 10-11)

(3) عالم عرب کے مشہور عالم، داعی اور محقق شیخ سفر عبد الرحمن الھوالی اپنی

کتاب "ایم الخصب" میں کہتے ہیں:

"زبا آخری مشکل سواں کہ خصب والادان نب: نزل ہوگا 17 اشد تعالیٰ" اور پانے کی گندگی "کو کب تہ و کرے گا؟ بیت المقدس کی زنجیریں کب کنٹیں گی؟ اس کا جواب ہم نے ضرور پہلے ہی دے دیا ہے۔ پہلے نذر چکا ہے کہ: "ایہاں نے عرب اور کشمکش کے درمیان 45 برس کا قہقہہ کیا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وائیل کی نشاندہی کے مطابق پالیہ ریاست 1967ء میں قائم ہوئی۔ [یعنی اسرائیل کا بیت المقدس پر قبضہ 1967ء میں ہوا۔ راقم] تو اس صورت میں اس کا خاتمہ یا اس کے ختم کا آغاز (1967ء-45) 2012ء میں ہوگا۔ اس سال اس کے قیام کی توقع ہے لیکن اب تک وہ اہمات تصدیق نہیں کرتے۔ ہم

کوئی قطعی بات نہیں کہہ سکتے۔" (ص: 122)

(4)۔ جامعہ اذہر کے استاد، اور مہدویات کے مشہور مصری محقق، الامام سید امین محمد جمال الدین اپنی معرکہ آرا کتاب "برمجدون" (آرمی گاڈون) کے صفحہ 33 پر رقم طراز ہیں:

"نعیم بن حماد نے روایت کی ہے کہ کعب نے کہا: "ظہور مہدی کی علامت مغرب سے آنے والے جہنڈے ہیں جن کی قیادت کندہ (کینیڈا) کا ایک نٹلز آدمی کرے گا۔"

مجھے گمان تک نہ تھا کہ امریکی ایک نٹلز کا انتخاب کر کے اسے کمانڈر انچیف کے منصب پر فائز کریں گے بلکہ میں اپنے دل ہی دل میں سمجھتا تھا کہ امریج کے لفظ سے مراد ایک کمزور شخص ہے جس کی رائے میں کوئی وزن نہ ہوگا۔ میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ دنیا کی فوج کا سپہ سالار ایک نٹلز کو بنانا روا سمجھیں گے۔ بد شگونی کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ فوج اپنے قائد کی طرح عاجز و درماندہ ہوگی۔ جب میں نے دیکھا کہ کینیڈا سے تعلق رکھنے والا جنرل رچرڈ مارٹن میسا کیوں پر چل کر آ رہا ہے تاکہ وہ امریکی عوام کے سامنے افغانستان کے خلاف بری، بحری اور فضائی آپریشن کا اعلان کرے تو میرے منہ سے نکل گیا۔

اللہ اکبر! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا ہے۔

اتحادی فوج کے جہنڈوں (سیلیبی جہنڈوں) کا کینیڈا کے نٹلز جرنیل کی زیر قیادت خروج کشت و خون کے آغاز کی علامت ہے اور جی و قیوم کی قسم! یہی ظہور مہدی کی علامت ہے۔ اگر ہم نٹلز امریکی کمانڈر انچیف پر حیران ہو رہے ہیں تو ہمیں ایک اور عبارت پر بھی حیران ہونا چاہیے جس کو نعیم بن حماد نے ہی روایت کیا ہے۔ اس میں اسی نٹلز کا وصف بیان ہوا کہ پھر نٹلز کینیڈین خوبصورت بیچ لگا کر ظاہر ہوگا۔ جب تو نٹلز کو خوبصورت فوجی وردی، تمغوں اور بیچوں میں دیکھے گا تو بے ساختہ حیر۔ منہ سے نکلے گا:

سبحان اللہ! اقی مہدی کا ظہور قریب تر ہے کیونکہ کینیڈین نٹلز جرنیل ظاہر ہو چکا ہے۔"

تھوڑا آگے چل کر صفحہ 36 پر دو کہتے ہیں

"1400ھ کی دہائیوں (دو دہائیوں) میں مہدی امین کا خروج ہوگا۔ وہ

ساری دنیا سے جنگ کرے گا۔ سب گمراہ اور اللہ کے غضب کے مارے اس کے خلاف
اٹھتے ہوئے نہیں گئے اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی جو امراء اور معمران کے ملک میں نفاق کی
مددگاری تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ سب مجدد دنیا کی پہاڑ کے قریب جہنم میں گئے۔ ساری دنیا
کی مکار اور بدکار ملک جس کا نام امریکا ہے، اس کے مقابلہ کے لیے نکلے گی۔ اس دن وہ
پوری دنیا کو گمراہی اور کفر کی طرف دھکا دے گی۔ اس زمانہ میں دنیا کے یہودی اور کمال
تک پہنچے ہوں گے۔ بیت المقدس اور پاک شہر ان کے قبضے میں ہوگا۔ روم اور فضا سے
سب ممالک آجھکیں گے سوائے ان ممالک کے جہاں خوفناک برف پڑتی ہے۔ خود ک
کمری پڑتی ہے۔ مہدی دیکھے گا کہ پوری دنیا بڑی بڑی سازشیں بنا کر اس کے خلاف صف
آ رہا ہے اور وہ دیکھے گا کہ اللہ کی تدبیر سب سے زیادہ کارگر ہوگی۔ وہ دیکھے گا کہ پوری
کائنات اللہ کی ہے اور سب نے اسی کی طرف ٹوٹ کر جانا ہے۔ ساری دنیا بکترانہ ایک
دوخت کے ہے جس کی جڑیں اور شاخیں اسی اللہ کی ملکیت ہیں۔ اور ان پر انتہائی
کربناک تیر چھینکے گا اور زمین و آسمان اور سمندر کو ان پر جلا کر رکھ کر ڈالے گا۔ آسمان سے
آفتیں برسیں گی۔ زمین والے سب کافروں پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر کفر کو مٹانے
کی اجازت دے دے گا۔"

(5) برصغیر کی ایک مشہور بزرگ شخصیت جن کی خدمات قیامت کے بارے

میں منظم پیش گوئیاں معمرات آ رہی ہیں یعنی مولانا نوح اللہ شاہ المعروف (شاہوں

نوح) اپنی پیش گوئیوں میں فرماتے ہیں

۔ اپنے منہ پر بھیجیں گے جو پادشاہوں کے دشمنوں کے دوست ہوں

جسے دراپنہ کی قیامت بعد و بیچان کے ملاقاتی ان کی امداد کریں گے۔

پھر ماہ محرم میں مسلمانوں نے بہ تجو میں تلو اور آجائے کی۔ اس وقت مسلمان جادو جادو
اللہ ام شروع کر دیں گے۔ ان کے بعد پورے ملک ہندوستان میں شورش برپا ہو جائے گی۔
اس وقت مسلمان جہاد کا عہد ادا ہو کرے گا۔

- راجہ بنی ماتھو اللہ کا ایک حبیب جو اللہ کی طرف سے صاحب قرآن کا درجہ
دیکھے گا، اللہ کی مدد سے اپنی تلوار یا سر سے نکال کر اللہ ام کرنے گا۔

سربد کے بہادر خاندانوں سے زمین مرقد کی طرح لٹنے لگے گی جو اپنے مقصد میں
کا میابی کے لیے پروانہ و امرا تھیں گے۔ یہ بیویوں لہروں کی طرح رتوں رات قہر کریں
گئے اور حق بات یہ ہے کہ قوم انھوں پر اور فتح یا ب ہو جائے گی۔

اللہ کی وائی اور برائی ملی اور ہندوستان پر وادہ واریش کر لیں گے۔

دین اسلام کے تمام بدخواہ مارے جائیں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا لطف
تازل فرما دے گا۔

تندہ کے فتنے و زمرے قوم مسلمان خوش ہو جائے گی اور پورا ہندوستان ہندوستان
روح سے پور ہو جائے گا۔

ہندوستان کی طرح یورپ کی قسمت شراب ہو جائے گی اور تیسری جنگ عظیم پھر
چھڑ جائے گی۔

جنم التوال کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک الف (امریکا) بدگام
نحوہ کے کی طرح الف یعنی یہود اور مشرکین ایک جگہ ہو گا اور وہ الف مغرباۃ یعنی
انھیں پاملسا دے گا۔

- شہر سے نور اور یعنی فرشتے ہوں گے۔ مائیکہ ہوں گے اور ان کی اطاعت کرنی ہوگی۔

تیار کر کے ہمراہ لائے گا۔

- الف یعنی انگلستان اپنے منہ میں سے کہ ان کا ایک لفظ بھی صفحہ ہستی پر بجز تاریخوں میں ان کی یاد کے اور ان کے کچھ باقی نہ رہے گا۔

- فیہ سے سزا سننے کی جگہ گارنام پائے گا اور پھر کبھی عیسائی طرزِ سر نہ اٹھائے گا۔

- بے ایمان ساری دنیا کو خراب کر دیں گے۔ آخر کار ہمیشہ کے لیے جہنمی آدم کا نذرانہ دو جائیں گے۔ وہ رات رات ہیں جو میں نے کہا ہے اور موتیوں کی طرح پرو دیا ہے۔ تیری امرت دکانیالی کے لیے ایک اسٹانڈ بھی کا کام دے گا۔

اگر تو جلدی نہ جتا ہے اور فتح چاہتا ہے تو خدا کے لیے احکام الہی کی پیروی کر۔ جب آئندہ کسان زہد کا سال شروع ہوگا تو حضرت مہدی اپنے مہدویہ مذہب پر مٹوا دیں ہوں گے۔

”نعمت نہ موش ہو جاؤ اور خدا کے رازوں کو آشکارا مت کرو۔“ مسکن سکر

(749 ہجری) میں نے یہ اشعار لکھے ہیں۔

(6) صدر دارالعلوم کراچی حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم ماہنامہ ”ابلاغ“ میں شائع شدہ اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں۔

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقبل کے بارے میں بظاہر میں اور ان کی طبیعی صورت حال کے بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب۔ اس سلسلہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگی خبریں دی ہیں اس کی تردید سے انکار دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کی دنیا کی سیاست، جغرافیہ اور حالات میں جو تبدیلیاں ہوئی تھیں اور ہوتی ہیں یہ سب اس دور کی طرف انبیاء کو لے جا رہی ہیں جو حضرت مہدی کے ظہور سے پہلے آئے ہیں۔

میدان اس کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ اور روایت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مہدیؑ کے زمانے میں مسلمانوں میں اختلاف عروج پر پہنچا ہو گا تو اختلاف کا خاتمہ ہی کریں گے اور دوبارہ خلافت اسلامیہ قائم ہوگی۔ جس کے سربراہ حضرت مہدیؑ ہوں گے۔
 بظاہر وہ وقت اب زیادہ دور نظر نہیں آتا۔

سوال: حضرت مہدیؑ کے ظہور کے پسو بہ پہلو جال کا ظاہر ہونا بھی آتا ہے؟
 جواب: وہ پوری امت کے لیے تو زمانہ کا وقت ہوگا۔ بس قتی بات ہے کہ اس زمانہ کی ذات کا وقت نہیں ہوگا جس لیے کہ مسلمان ایک امیر کے جھنڈے کے نیچے متحد ہوں گے اور حق ان کے سامنے کھلا ہوا ہوگا۔ حضرت مہدیؑ کو قول حق ہوگا اور ان کے خلاف جو ہوگا وہ باطل ہوگا۔ اس مشکل میں وہ دو چار نہیں ہوں گے جس مشکل میں اب ہم رہے ہیں کہ کس بات کو ہم صحیح نہیں کہیں گے غلط نہیں۔ ٹھیک ہے، جانیں بہت جائیں گی، قربانیاں بہت دی جائیں گی۔ لیکن کس کس نہیں ہوئی، ذات نہیں ہوگی، مسلمان کی موت ہوگی تو عزت کی موت ہوئی۔ (الابلاغ ج 6، شمارہ 11، جنوری 2004ء)

یہ تو اس سلسلہ میں حضرت کا اندر دیکھو۔ آپ کا ایک مضمون ”انہی کی مرز میں چند روز“ بھی ”ابلاغ“ میں قسط اور شائع ہوا ہے اس کی یہ کچھ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:
 ”انہی میں جن جن تاریخی مقامات پر پہنچا ہوا کتبہ اسرائیل کے مقبوضات بھی ساتھ ہی نظروں سے جو انہوں نے مسلمانوں سے چھینے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تاریخی شاہد اعمال کا نتیجہ ہے۔ دل جو شہادت اعمال سے پہلے ہی دشمنی ہے، ان شاخروں چشم خود کچھ دیکھ کر اور بھی چوٹ پر چوٹ نہ رہا، لیکن پوری دنیا جس خطری سے بدلتی رہی ہے، وہ اس طرح بدل رہی ہے، خصوصاً مشرق وسطیٰ (Middle East) میں تقریباً ساٹھ سال سے جو انتحاریات، دہشت گردی، میں انہیں انہوں نے اس کی تباہی، جان فرسودہ، ملامت کی

روشنی میں دیکھا جائے تو صاف پہ چلتا ہے کہ یہ سب بہت تیزی سے قیامت کی طرف رواں دواں ہے۔

اور ان اور شام کے اس سفر میں قدم قدم پر نظر آتا رہا کہ یہ حضرت مہدی کے ظہور اور دجال سے ان کی ہونے والی جنگ کا میہ ان تیار ہو رہا ہے۔ اور ان جنگ کے دوران حضرت مسیحی علیہ السلام کے نزول کے فوراً بعد ان کے ہاتھوں دجال سے قتل اور ساتھ ہی یہودیوں کے قتل عام کا جو واقعہ ہونے والا ہے اس کی تیاری میں خود بخود ہی آگاہی ملتی ہے۔

دجال علیہ السلام کی بعثت سے کافی پہلے "بخت نصر" بادشاہ نے جب یہودیوں پر ضرب کا یہی لگائی تو یہ تفرقہ ہو کر پوری دنیا میں ذلت کے ساتھ پھرتے تھے۔ اب سے تقریباً سو سال پہلے تک ان کا یہی حال تھا۔ اب ہر دوں سال بعد ان کا پوری دنیا سے بھیجنے کی فطرت میں آ کر دوسرے ملکوں میں اپنے مشن میں آ کر جمع ہو جاتا۔ یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت مسیحی علیہ السلام اور ان کے لشکر کا کام آسان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ (دراصل حضرت والد ماجد (مفتی محمد شفیع صاحب) رحمہ اللہ کے حضرت مسیحی علیہ السلام کو پوری دنیا میں کہاں کہاں تلاش کرتے پھرتے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہودی دجال کو اپنا شیوا مانتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کی آمد کے اسی مقام پر پھر میں جہاں بھی گرامس کا قتل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے مطابق مقدر ہو چکا ہے۔

ہمارے ایک صاحبان حسن روح نے جن کا ذکر پہلے بھی کیا تھا آچکا ہے۔ یہ سطر بادشاہ قسطنطین کے ہیں۔ وہاں سے ہجرت کرنے آئے 25, 30 سال سے عمان کی ہیں۔ انہیں ان کے زمانہ کے اب سے یہی پتہ ہو چکا ہے کہ ان کے قتل کے بعد دجال

کے ایک شہر "لذہ" بھی جانا ہوا، جو یہ امتقدس کے قریب ہے۔ وہاں ایک بڑا منیت درگھا جو "ابن السد" (مد کا دروازہ) کہلاتا ہے۔ اس پر اسرائیلی انتظامیہ نے لکھا ہے "تھما یحییٰ ملکت السلام" "سلامتی کا بادشاہ (و حال) یہاں تک ہر ہوگا۔"

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دیکھیے جس میں "پہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت میں حضرت حسن علیہ السلام کے زل ہونے کی تفصیلات ارشاد فرمائی ہیں۔ یہ حدیث احنی درہب کی صحیح سندوں کے ساتھ آئی ہے اور اسے آئین سماجہ کرام اور ایک اہم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے روایت کیا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "وطلب حنی مذکر کہ باب لذرہ فیخلہ۔" (صحیح مسلم، ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ و مسند احمد)

ترجمہ: "انہیں جیسی (مابین اسلام) درجہ کو سناؤں کر رہے ہیں یہاں تک کہ اسے "بائبل" (قرآن) کے دروازے پر چالیں گے اور قتل کر دیں گے۔"

یہ رہے ایک اور میزبان جناب علی حسن احمد البیاری جو "Irbid" کے معروف تاجر ہیں اور تبلیغی کام سے بھی وابستہ ہیں۔ ہمارا "عمان" سے "ارد" کا سفر ان ہی کی حماری میں ہوا تھا۔ ان کے والد بھی اصل باشندے فلسطین کے تھے۔ بلکہ خاص شہر "لد" ہی کے رہنے والے تھے۔ 1948ء میں ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ یہیں 1951ء میں علی حسن احمد البیاری صاحب پیدا ہوئے۔ انہوں نے آٹھ سیاست و انجمن پر پٹی عالی شان کونکھی میں شیفٹ کا مہتمم کیا تھا۔ اس پر نصف مجلس میں انہوں نے "بنیاد و اقتصادیات" کے 1980ء میں یہ دس روزہ اپنے آبائی وطن "لد" میں جا کر پڑھے۔ انہوں نے ڈاکٹر وہابی "بے سند" ہی کے ساتھ میرا ایک تعاون ہے۔ یہ وہی شیعنی تنظیم ہے جس نے وہابی سے یہ دس روزہ "لد" کے لیے اس کو یوں ہاتھ کر کے ساما کر چند روزوں اور صحت طرح کی شقیوں

سے بھی اس کو ختم کیا جاسکا۔ مجبوراً سرک وہاں سے ہٹا کر گزرا دینی پڑی۔ وہاں اب یہ لکھا ہوا تھا کہ "هذا مکان نارنجی" (یعنی ایک تاریخی مقام ہے)۔

ان علی بنی حسن بخاری صاحب نے بتایا کہ ان کے ایک ماسوں زاد بھائی بھی جو "علامت قیامت" کی تحقیق و جستجو میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں، لکھ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک محل دیکھا جہاں اعلیٰ انتظامیہ نے اپنے "مسلک السلام" (دجال) کے لیے بنایا ہے۔

(7) ... علامت قیامت، آخری زمانے کے فتنوں اور ان کی عصری تخلیق رکھنے والے ایک اور صاحب بصیرت عالم حضرت مولانا حامد عمر فاضل دہلوی معلوم و یوینڈا علی مقبول عام کتاب "تیسری جنگ عظیم اور دجال" میں فرماتے ہیں:

"جہاں تک تعلق وسائل پر قبضے کا ہے تو اگر آج سے پچاس سال پہلے جنگوں کے بارے میں یہ کہا جاتا کہ یہ دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے ہیں، تو کسی حد تک درست تھا لیکن اس دور میں ان جنگوں کو تیل اور معدنی وسائل کی جنگ کہنا اس لیے درست نہیں کہ امریکا پر حکمرانی کرنے والی اصل قوتیں اب تیل اور دیگر دولت کے مرحلے سے بہت آگے جا چکی ہیں۔ اب ان کے سامنے آخری ہدف ہے اور وہ اپنی چودہ سو سالہ جنگ کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں۔" (ص: 23)

مولانا موصوف "مدائے امت" میں "عظیم کشائی" کے نام سے برسرِ انکوں پر لکھے گئے کالم میں فرماتے ہیں:

"یہ فتنہ دجال ہے جس کو یاد کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم روئے تپتے تھے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے گھر مندور رہے کہ مدینہ منورہ میں ایک لڑکے (ابن میاد) کی پیدائش کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی جس میں دجال کی نشانیاں پائی جاتی تھیں تو آپ صلی اللہ

ملیہ و سمغورہاں کے مہر تشریف لے جاتے اور چھپ چھپ کر اس کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سچا ماننے والی امت اپنے گرد و پیش کے تمام خطرات سے بے نیاز، نامعلوم باتوں میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان دنوں ہٹسٹریوں اور برمودا ٹریکوں کے واقعات کی بجائے جتنے ہی تنبیہ کیے اس موضوع کی طرف توجہ کرتے، لیکن یوں ہے کہ دجال کے اگلے کا وقت قریب ہے کہ حد سے بھی اس کا تاثر و ستر و خراب سے گرنے پھوڑ دیا ہے۔"

(۸) دجالیات کے مشہور محقق ڈاکٹر اسرار عالم نے اپنی کتاب دجال کی قیوں

جلدوں پر تقریباً ایک بیساکہ شیک ہے۔ فرماتے ہیں:

"انیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی تک آتے آتے واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ امت: تاریخ انسانی کے اس مرحلے میں داخل ہو چکی ہے جس کی خبر دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "انقریب قومیں تم پر ثبوت پائے گئے لیے وادیں گی جیسے جوئے (جانور) کھالے پھوٹ پڑنے کے لیے جا رہا ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی)

اس اندوہناک صورتحال سے زیادہ گراں کی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ جو دیر لیا وواحد گروہ ہے جسے ماضی، حال اور مستقبل کا کافی علم (ماسبیحاں و صاحبہ کائنات) دیا گیا۔ آج جو دن اور ناواقف واد بھٹک رہی ہے اور دنیا کی تاریکیوں سے روشنی کی بجائے تاریکی رہی ہے۔ چودہ صدیوں بعد اب آثار قیامت کے ظاہر ہونے کی رفتار تیز ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، مگر کوئی بار ثبوت جائے اور سے جدا ٹکڑے والے گرائے گئیں۔" (مجاہدیت)

دجال نامی کتاب کی جداول اول، دوم و سوم کا مقدمہ

مقدمہ کی کتاب "تقدیر دجال" کے مقدمے میں بھی بیچوں میں اللہ علامہ رہی

ہیں۔ دلائل و دلائل اپنی ان کتابوں میں بھی چھپا دیے۔ علامہ اقبال نے بہت سے

میں۔ لیکن ان کے ورورلی اور موضوع پر نظر اور نکتہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اصلاح اور امت کی فلاح کے لیے بہترین کام کی توفیق دے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی ایک اور کتاب ”مستمر کتب دیال اکبر“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”صور شاہ کی نزاکت بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امت کی ذمہ داریاں بھی۔ صورت مالی کی نزاکت اس کی متقاضی ہے کہ اس کتاب کے حقوق سے امت کا ہر خاص و عام لریا دوتہ زیادہ اور جلد سے جلد واقف ہو جائے، لہذا اصرار کی جاتی ہے کہ قارئین اور پخصص اس مہم حسب استطاعت اسے عام کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس میں برکت و مہم فرمائے۔“ (ص 16)

(۱) کامران رحمانی کتاب ”فرق مسخری اور دیال“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ”میں نے یہ تحقیقی کام اخلاص و نیت کے ساتھ اس سازش کو مسلمانوں کے سامنے لے کے مقدمہ سے لیا ہے جو 1095ء میں شروع ہوئی۔ اس سازش نے انسانی زندگی کے ہر اس شعبہ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے جس پر خدائی قوانین کا اطلاقی ہونا چاہیے۔ یہ منصوبہ ایک مہلک ذریعہ گروہ نے تیار کیا جو تائیس کے روپ میں ابھرا اور اپنے منصوبہ پر اب اس طرح عمل کر رہا ہے جس طرح ”خاک کی وردی والے لوگ“ مستعد ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد لوگوں کو خدا کے راستے سے منحرف کر کے شیطان کے غیر انسانی راستے پر گامزن کرنا ہے تاکہ انہیں ٹھیک وہ روزوں سالانہ مسخر آجائیں جن میں اس کذاب، اللہ بال کی آہٹیں ہونگے۔ وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے کہ جب ہم کچھ کر نکلنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ہم یہ ورلڈ آرڈر کے خلیجے میں اپنی طرح بکھرے جائیں گے جو ہماری طرف ماری اور خاموشی کے سلسلے پر مستحیلا آ رہا ہے۔“ (ص 7، 8)

(۱۱) "میری محمود بیگم، انا مسلمان ہارڈوی مدرن جمیع اسلامیہ و جمیل،

بھارت اپنی کتاب "ظہور مہدی" میں "کہوں؟" کہے؟ میں فرماتے ہیں

"احادیث میں بہت سی تائید کے ساتھ حضرت مہدی کی تحلیف آوری اور اس کے جہاد میں مسلمانوں کے عربوں اور قریبی کی بھی خبریں دی گئی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس وقت، کئی سال، اس ماہ میں آپ کا ظہور ہوگا اس کی تعین نہیں کی گئی۔ بالآخر احادیث سے اس زمانہ میں آپ کا ظہور ہونے والا ہے اس وقت کے امت مسلمہ کے احوال کا کافی حد تک اندازہ ہو سکتا ہے جس سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ اب ظہور کا زمانہ قریب ہے۔" (ص 79)

(۱۱) "غرض زمانہ کے فتنوں کے حوالے سے امت کو مسلسل دعوت دینے والے

نیک اور ارادہ مند اور صاحب اس مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ شرفی شہرہ اور کئی مصلحت کر لیں۔ اس میں کسی کو شک نہیں ہے۔

"اب بات احمدیوں، مسلمانوں، یہودیوں کی نہیں، انوں اور مسلمانوں کی رہنمائی ہے۔ اللہ کے لیے چاہیے کہ انہیں کھول کر حالات کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی رہنمائی فرمائے اور سامانہ سلام اور صحت اور کامیابی کا حامی و ناصر ہو۔" (ص 3)

(۱۲) "اسلام اور احمدیہ دنیا پر مشتمل کتاب سادہ اور موجود و مسلمان

انہوں کا دینی، اخلاقی اور مستقبل اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری کے مقدمے میں کہتے ہیں

"انہیں انسانی حالات میں تیزی کے ساتھ تہذیبی طور پر ہیں اور تاریخ میں ہر حق و باطل کے درمیان جدائی ہے۔ اس کے پیش نظر منہ و ملت کا دور رکھنا اور ان کے لیے پختہ پر مجبور ہے کہ امت مسلمہ اور اسلام کا مستقبل آپ کو کامیابی و انصر میں نہیں دیکھائی دیتا ہے کہ اسلام مخالف موقف میں اب واحد پر پاور سے قائم ہے۔" (ص ۱۰۰)

کہنا بھی غلط نہ ہوگا۔ کے جھنڈے سے تلے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف متحد ہو چکی ہیں اور قسم عمر یعنی یہ کثرت و طاقت کے نقشے میں سرشار اس سپر پاور کے سر پر ”یہودی“ سوار ہے جس کی مسلمان دشمنی جتنا بچہ بیان نہیں۔ اس خاطر میں صاف نظر آتا ہے کہ امت کا مستقبل نہایت تاریک ہے اور شدید اندیشہ ہے کہ دجالی نقشے کا یہ سیلاب مسلمانوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔“ (ص: 3)

اسی کتاب میں آگے چل کر اپنے تاثرات کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں۔

”حالی ہی میں ایک اور کامیابی انیس مئی کی جنگ کے بعد حاصل ہوئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطینیوں سمیت تمام عرب ممالک نے اسرائیل کو اس حد تک تو تسلیم کر ہی لیا کہ اس کے ساتھ مذاکرات کی پیر پر بیٹھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب ظاہر ہے کہ ان کی آخری منزل مقصود ”دو چار ہاتھ بندھ لپ بام رہ گیا!“ کی مصداق کامل بن چکی ہے اور وہ ہے عظیم تر اسرائیل کا قیام اور مکمل سیرانی کی تعمیر نو۔ اس آخری منزل تک پہنچنے کے لیے یہودی سازشی ذہن ایسی تدابیر اختیار کرے گا کہ ”مسلم فذ مغلولم“ کا ہوا دکھا کر مغرب کی عیسائی دنیا کو مسلمانوں خصوصاً عربوں سے لڑوا دے۔ چنانچہ یہی سلسلہ ”عالم“ کا اصل پس منظر ہوگا اور اس کے ضمن میں جب اسرائیلی یہودی دیکھیں گے کہ حضرت عہدی کی قیادت میں مسلمانوں کا جڑ بھاری ہونے لگا ہے تو کوئی اسرائیلی لیڈر ”ان المسیح“ کا نعرہ لگا کر میدان میں کود جائے گا۔ چنانچہ یہی ”السبح الذخاں“ ہوگا جس کے ہاتھوں مسلمانوں کو شدید بزمیت اٹھانی پڑے گی اور ایک بار تو عظیم تر اسرائیل قائم ہو ہی جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اصل حضرت مسیح علیہ اسلام کو بھیج کر یہودیوں کا قلع قمع کر دے گا اور وہی عظیم تر اسرائیل ان کا عظیم تر قبرستان بن جائے گا۔ وما ذلت علی اللہ

ان درجن پھر حوالوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ کہ اس موضوع سے دلچسپی رکھتے والے عرب و عجم کے اہل علم اب اس وقت کو کچھ زیادہ دور نہیں سمجھتے۔ ان سب کا وجدان، شعور اور ادراک یہ کہتا ہے کہ امت کو اس مشکل وقت کے لیے خود کو تیار کر لینا چاہیے جو انتہائی خوفناک فتنوں کو اپنے جلو میں لے کر قریب ان پر آ پڑنے والا ہے۔ ایک آفت کا حتمی وقت معلوم ہو تو اس کی تیاری اتنی مشکل نہیں جتنا کہ اس چیز کی جو قریب آ کر در پہنچی جائے اور پھر وہ درم کر قریب و کھائی و۔۔۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے قلوب کو خیر کی قبولیت کی صلاحیت دے۔ اور اسے حق کے دفاع و غلبے کے لیے جان مال لٹانے کی توفیق عام عطا کرے۔ و تبحر دعوا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کرنا کیا چاہیے؟

یہاں پہنچ کر انہی کا بیان ان اور خیمہ میں سے پوچھنا ہے کہ کب کرنا چاہیے؟
 غار سے سب سے پہلے اور پہلے پہلے ان کو خطاب ہی کریم علی اندامیہ و علم سے اپنی
 پہلی دعاویہ میں کہیں اس خطرناک دور کے نواسے سے چار قمیصیں اور چار کمرانی ہیں۔
 ہمارے لیے ان کے لئے کرنا کوئی چیز بحال یا حصار نہیں ہو سکتی ہم پہلے ان دورانی تدابیر
 کو کرنا کریں گے۔ اس کے بعد ان کی ہر ماحول پر تکیہ کرتے ہوئے کچھ تدابیر اور ان تدابیر
 پیش کریں گے۔ نکتہ دجال سے لے کر وہ تمام کی تدابیر کے بغیر نہیں چکا سکتے۔ لیکن ان تدابیر کے
 تدابیر سے پہلے ان کا خلاصہ سمجھ لیجئے کہ ہر تدابیر کا۔ نکتہ دجال کے ہر تدابیر کے مختلف مرحلے
 ہیں: اندامیہ اور ناقابلِ قتل لغت۔ امت: طرہ ان وقت پہلے سے (شدید) میں داخل
 ہو چکی ہے۔ دوسرے دوسرے مرحلے (اندامیہ اور ناقابلِ قتل لغت) کا۔ ان کے وقت یہ سامان
 ہے۔ ان تمام مراحل سے مراد وہی کے ساتھ نکلنے اور پھر اپنی نوعیت کو کھاتے کا مہیا
 ہے۔ ہمدرد کر لے گا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے: چار قمیصیں اندامیہ۔ چار کمرانی
 اور کچھ ہمدرد سے لیے قتل کی قمیصیں گنت۔ اس کے علاوہ وہی تدابیر اور کچھ ہمدرد کوئی

حیلہ کار نہیں ہو سکتا۔ باقی سب چیزیں تعلیم، تبلیغ، سیاست، تحریک، علم، بینکاروں کی اس کے تابع اور ماتحت ہوں تو خیر بنائے ہیں۔ لیکن اس سے بالمشافہ اور کثرت کی قیمت پر تو یہ سب غیر مؤثر ہیں۔ آج تک مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کا راز یہی رہا ہے اور آئندہ بھی اللہ کا قانون تبدیل نہیں ہو سکتا۔ مصر حاضر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مغرب کی جبران کن مادی ترقی کا مقابلہ اتنی ہی مادی طاقت حاصل کر کے کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس میدان میں مغرب ہم سے اتنا آگے ہے کہ اس کا تعاقب کھیلوں میں ممکن نہیں۔ زندگی کی عملی حقیقتوں میں ایسا کہاں ممکن ہوگا؟ پچھلے اور پہلے گیمز (بیجنگ، چین) میں پاکستان زور لگا کر بھی ایک تمغہ نہیں جیت سکا۔ پورا عالم اسلام مل کر بھی اٹلیں امریکا کے ایک چھوٹے سے ملک "جرمنی" جیتنے سے قاصر رہیں۔ جیت کا۔ دینی کی ایک مشنری کو جو وہ کرائے کا شوق ہے یا انہیں جب پہلا ہی مقابلہ منوبلی کی ٹیم سے ہوا تو یہ شوق و ہنگامہ تو جب کھیلوں میں یہ حال ہے حضور! تو آپ رہتے کس دنیا میں ہیں کہ مغرب سے سجالنے چلے ہیں۔ البتہ میدان میں پھر لانے کا مقابلہ ہو تو مغرب ہم سے نہیں بھگ سکتا۔ جس طرح عالم اسلام کے میں چالیس ملک مل کر ایک چھوٹے سے امریکن ملک سے نہیں جیت سکتے، اسی طرح "عظیم ترین امریکا" چالیس ملکوں کو ساتھ لے کر سب سے طاقتور ملکوں کے آگے بڑھ رہا ہے۔ اے مسلمانو! اللہ کے لیے سوچو! انھوں سے دیکھنے کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اب تو سمجھو! اب تو مان لو! دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں سے تعلیم و بینکاروں کے عملی ہوتے پر کسی ایک کا مقابلہ تم نہ کر سکتے لیکن جہاں کے مبارک عمل کی بدولت دنیا کے ہر سامعہ ترین ملک کے غیر مستقیم کامیاب رہنے دنیا کے تمام پر پور زور دیتی ہے۔ پور زور کو وقت و فراغ ہے۔ یہ کیا کرشمہ ہے؟ ترقی کا کیا کھانا آ رہا ہے جو حضور نبلی اللہ علیہ وسلم میں سما کر گئے ہیں۔ ذیل میں ذکر کی جائے، الی ساری ترمیمیں اس ایک نکتے کے لئے جمع ہوئی ہیں۔

روحانی تدابیر

اللہ تعالیٰ جو بیماری نازل کرتا ہے، اس کا علاج بھی بتاتا ہے۔ احادیث میں جس طرح آخر زمانے کے فتنوں اور غوریز معرکوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے اسی طرح ان سے نجات کی راہوں کی بھی اتنی دقیق تفصیل ہے کہ کوئی چیز کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ہر آنے والے فتنے اور واقعے کے بارے میں معلومات چھوڑی ہیں۔ لیکن جس طرح آخری زمانے کے فتنوں اور ان میں ہونے والی ہلاکتوں کے بارے میں احادیث اور آثار غیر معروف ہیں، اسی طرح وہ آثار جن میں ایسی نبوی ہدایات اور قیمتی نصیحتیں ہیں جو نجات کی راہوں پر روشنی ڈالتی ہیں، غیر معروف ہیں اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ہمیں اس موقع پر اکابر علما نے اہل حق کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ ہمیں ان سے آگاہ کرتے اور مطلع رکھتے ہیں۔ ان کی پکوشش نہ ہو تو ہماری جہالت اور بے حسی ہمیں لے ڈوبے۔

راہِ نجات کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت راستے کے روشن نشانات ہیں جن کی روشنی میں انسان آنے والے فتنوں کی تاریکیوں میں منزلِ تلاش کر سکتا اور مہلک و خون ریز معرکوں میں نجات حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن میں احادیث سے مستنبط شدہ وہ ہدایات درج کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان پر عمل کی توفیق دے اور ہمیں چھوٹے بڑے ظاہری اور باطنی ہر طرح کے فتنوں سے بچائے۔ آمین۔

حکلی ہدایت:

آخری زمانہ کے فتنوں اور حادثات کے بارے میں جاننا اور ان سے بچنے کے لیے نبوی ہدایات سمجھنا اور ان پر عمل کرنا جو مسلمان پر لازم ہے۔ "ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پر

یقین کو خطیب طے کیا جائے، اپنے رب کے ساتھ سفیہ ط بنیادوں پر تعلقات استوار کیے جائیں۔ دین کے لیے فدایت اور فدایت کا جذبہ پیدا کیا جائے اور فتنوں کے حوائی سے حدیث شریف میں بیان کی جانے والی ٹیپتوں اور آخری تدبیر سمجھ کر ان پر سختی سے عمل کیا جائے۔ کیونکہ فتنے کسی کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ جو ان کو پہلے سے جانتا ہو گا سچ جائے گا اور جس کا ایمان قوی ہو گا اور اللہ پر یقین پختہ ہو گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

دوسری ہدایت:

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے زما کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے فتنوں کا شکار ہونے سے بچائے اور حق کی مدد کے وقت باطل والوں کے ساتھ کڑے ہونے کے عذاب سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فتنوں کے درمیان سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہو گا جو چسپا رہے اور پاک و ناف رہے۔ اگر سامنے آئے تو کوئی اسے پہچان نہ سکے اور اگر سامنے نہ ہو تو کوئی اس کا حال احوال نہ پوچھے۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ بد نصیب وہ ہو گا جو بلند آواز سے فصیح و بلیغ خطبہ دے گا اور وہ سوار ہو گا جو سوار کی کوتاہی کو بھرتا ہوئے پر بھروسہ کرے گا۔ ان فتنوں کے شر سے وقف اجاڑ پائے گا جو سمندر میں ڈوبنے والی طرح غلوں سے دھماکتے گا۔“

اللہ اب صاحب ایمان پر ولا قریب از سر ہے کہ دل کو باطنی گندگیوں سے پاک کرے اور اسے دیکھائی اور بزرگوں اور مسند جیسے امراض سے صاف کرے۔ یہ بیماریاں دلوں کو مرنے والی ہیں اور بسے لوگ فتنوں کے دوران استقامت نہیں رکھتے۔ خود انہماک کی چابک اور شرف و جاہ کی تمنا یہ سب سب تھیں۔ جیسا کہ اب عام ہے۔ پھر اس کے بعد اسے چاہیے کہ اگر ان غلوں سے ساتھ ایسا نہ کرے گا، لگے ہوئے میں ڈوب جائے۔ ایسی عمارت

مسند میں ڈوبتے والا نکلتا ہے۔ یہ دعا اس کے دل و دماغ سے بلکہ اس کے ہر ہر عضو اور ہر بال کی جڑ سے نکل رہی ہو۔ یہی دعا وہ ڈھال ہے جو قتلوں میں کام آئے گی۔ یہ دعائیں پابندی کے ساتھ مانگنا چاہیے جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کو سکھانے کے لیے مختلف قتلوں سے بچنے کے لیے ان کا نام لے کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔

تیسری ہدایت:

ان تمام گروہوں اور امت کی پیدا شدہ جماعتوں سے علیحدہ رہنا جو طمانے حق اور مشائخ نظام کے متفقہ اور معروف طریقے کے خلاف ہیں اور اپنی جہالت یا خود پسندی کی وجہ سے کسی نہ کسی طرح کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "ایک وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین ماں وہ بھیڑ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹی اور بادشہ سے مقامات پر چلا جائے گا تاکہ وہ اپنے دین کو لے کر قتلوں سے بھاگ جائے۔" اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر نے اپنی مشہور تصنیف "فتح الباری" میں لکھا ہے: "سلف صالحین سے اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ قتلوں کے زمانے میں صاحب ایمان آدمی عام لوگوں سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ کر اختیار کرے یا نہ؟ بعض حضرات ایمان بچانے کے لیے کوششیں یا پیاراڑوں میں نکل جانے کی اجازت دیتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ شہروں میں رہ کر قتلوں کے خلاف لڑنا چاہیے۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب فتنہ ماسد ہو، لیکن اگر فتنہ ختم ہو جائے تو پھر قتل و دہشتوں سے علیحدگی اور تھپائی کو ترجیح دی جاتی ہے۔" یعنی قابلِ ہذا اشت حالات میں تو انسان کو معاشرے کے درمیان ہی رہنا چاہیے اور ان کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے۔ البتہ جب قتلوں کا ایسا دور ہو کہ اپنے اور اپنے چارہ پیش ہو جائے تو پھر مذاہب الہی آئے۔ پہلے ان لوگوں پر معاشرے سے

الگ ہو جائے چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عبد اللہ بن عمر! اگر تو کوئی درجہ کے لوگوں کے درمیان رہ گیا تو پھر کیا کرے گا؟ یہ وہ لوگ ہوں گے (اس کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنئے) جنہوں نے اپنے عہد و بیان اور امانتوں کو ضائع کر دیا، پھر وہ ایسے ہو گئے۔“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلیوں کو آپس میں پیوست کر لیا۔ انہوں نے پوچھا: ”ایسے وقت میرے لیے کیا حکم ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عام لوگوں کو چھوڑ کر خاص لوگوں کے ساتھ مل جا۔“

ہمارے زمانہ میں عہد و بیان کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ لوگ وعدہ کر کے سانس نہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دیتے ہیں کہ یہ کوئی قرآن وحدیث تھوڑا سی ہے۔ امانتوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ خیانت اور کرپشن عام ہے اور وہاں ان کے جس پر اللہ کی رحمت ہے، سب کے ضمیر بھڑکتے ہیں۔ یہ فراموش کر رہے ہیں جو حق جائز ٹی اور حرام ایک ایسا وقت آنے کا کہ عوام میں رہنا اپنی آخرت کو برباد کرنے کے مترادف ہوگا۔ اللہ والے خواص (علماء، مشائخ، اصلاحی حلقے، مدارس، خانقاہ) کی صحبت کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ چوتھی ہدایت:

جب حضرت مہدی کا ظہور ہو تو ان کے خلاف نکلنے والے لشکر میں کوئی مناسب ایمان پر گمراہ شامل نہ ہو۔ بلکہ حضرت مہدی کی بیعت میں (جب ان کو احادیث میں بیان کر رہے ہوں ان کے مطابق پائے) جلدی کرے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جو جو سب لشکرِ مہدی کے ساتھ لڑنے کے لیے پہلے پہلے تیار ہونے لگے وہ ائمہ کا نہیں، مسلمانانہ لشکر ہوگا۔ ان میں سے جو قویات ہوں گے ان

کو بڑائی پر مجبور کیا اور کھلیں کچھ اور اس کو جی سمجھ کر لڑنے کے لیے نہیں گئے۔ یہ وہ نام نہاد مسلمان ہوں گے جو ”فکری ارتداد“ کا کارہو چکے ہوں گے اور ان کو حضرت مہدی کے رفتہ و پشت آورد شدت پسند، بنیاد پرست وغیرہ نظر آ رہے ہوں گے۔ ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کا حشر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق ہوگا۔ ہر مسلمان اس کی حقیدار کرے گا اس کا ختمہ اس مخصوص طریقے سے نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اپنا لینے والے اپنی نعمت مہدی (کے میدان) میں پہنچے گی تو زمین میں جنس طربش فوج بھیجی جائے گی۔ وہ دو بیابان (کے میدان) میں پہنچے گی تو زمین میں جنس بدے گی۔“

حضرت مہدی کی مخالفت کے بجائے جب ان کے ظہور کا اعلان ہو اور ان میں سچے مہدی کی علامات پائی جائیں تو پیچھے بیان ہو چکی ہیں تو ان کے ہاتھ پر یہ الٰہی نذات میں حقیقت سے جاننے کی کوشش کی جائے۔ اس زمانے میں ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ احادیث مہدی کے حلقہ مجاہدین میں شامل ہو کر مالا مال اللہ کے لیے اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال پیش کرے۔ حضرت مہدی کی پہچان کا ایک ذریعہ تو وہ علامات ہیں جو احادیث میں بیان ہوئیں۔ دوسرا ذریعہ امیر مہجاری کی تجلی طلب ہے۔ اس کی برکت سے بھی اللہ مدد فرمائے گا، دل میں خیر کا اللہ کرے گا اور سچے مہدی اور ان کے ائمہ و انصار کی پہچان ہو جائے گی اور جن کو طلب نہ ہوگی وہ علامات دیکھ کر بھی ان کا سر جھولے گی بلکہ ٹھہرائیں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور مجاہدین پر قبضے کر رہے رہیں گے۔ اسلامی مہجاری نے اپنے میر پہا کی بھی طلب اور تہجو آخری زمانے کے لوگوں نے لیے۔ ان باتوں کا امت اور آخرت کا

تاپ سہی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کے ہیں تاکہ آپ مہجاری کے تپ سے تپ کرے اور نہ ہو

تھیں برف پر سے گھٹنوں کے بل چل کر آتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔
پانچویں ہدایت:

امریکا اور مغربی ممالک کے گنہگار ہوں پھرے شیروں کے بجائے حرمین و ارض شام،
بیت المقدس وغیرہ میں رہنے کی امکانی حد تک کوشش کرنا۔ خونی معرکوں میں زمین کے یہ
خلفے اہل ایمان کی جانے پناہ ہیں۔ رجال ان میں داخل نہ ہوتے گا۔

نہیم بن مہموون نے کتاب الفتن میں روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک دجال چار مسجدوں، مسجد نراہم، مسجد نبوی، مسجد طبرستان اور مسجد
اقصی کے سوا ہر جگہ پر پہنچے گا۔“
چھٹی ہدایت:

پانچویں تہذیب اور قبیل و کسب کی مادت ذالی ہائے۔ اس وقت کوئی لذت سے
آشنائی ہوگی۔ ان کو ذکر سے ایسی علامت نصیب ہوگی کہ ان کے پیٹ سے بے نیاز ہو جائیں
گے۔ دجال کے نقشے کے عروج کے دنوں میں جب وہ مخالفین پر غدائی پاندہاں لگائے گا،
ان دنوں ذکر و تسبیح لفظ کا کام دے گی لہذا ہر مسلمان صبح شام سنو سنو تسبیحات (درود شریف،
تیسرا یا پوچھ کلمہ اور استغفار) کی مادت ذالے اور سورۃ بقرہ کی قراءت کی و آخری دن آیتیں
یاد کرنے ان کے درود کا معمول بنائے۔ دجال کے فتوں کے دنوں میں یہ چیز نہایت برکت
والی اور روحانی روا کے ساتھ نہ سہانی خدا بھی ثابت ہوگی۔

ایک عالم الشان حدیث میں ہے ابو امیر رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے روایت کیا
ہے۔ اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھاتے ہیں کہ دجال نے زمانہ میں ہم
جنگ اور یہ میں ہا کیے، اسکا کریں کہ وہی کہتا ہے پتیا کیا ہے۔ اللہ کے رسول (صلی
اللہ علیہ وسلم) ان دنوں میں ہی پتیا کو توں نے ہے۔ یا مے کش، یعنی ”پتیا“ اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ”شیخ (جعان اللہ کرنا)، جمید (اللہ نہ کرنا)، تعبیر (اللہ اکبر کرنا) کھانے پینے کی جگہ ان کے اندر سرایت کر جائے گی۔“

یہ حدیث لوگوں کو ذہن نشین کر لینی چاہیے اور اسے اپنے عمل کی بنیاد بنانا چاہیے۔ وہاں کے زمانہ میں اس حدیث سے بھوک اور پیاس کے فتنے کا سامنا کرنا چاسکتا ہے۔ پس اللہ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت میں گم رہیں۔ ابھی سے ”قیام اللیل“ (رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے اور ذکر و وظائف) کی عادت ڈالیں۔ وہاں کے زمانہ میں یہ عادت ایسے خوش نصیبوں کے لیے آج بھی حیات ثابت ہوگی۔

مساتویں ہدایت:

سورہ کہف کی تلاوت۔

ایک مشہور حدیث جو ابو داؤد، ترمذی، نسائی، احمد، بخاری وغیرہ جیسے عظیم محدثین کی کتابوں میں پائی جاتی ہے، میں بیان کیا گیا ہے کہ وہاں کے فتنے سے جو محفوظ رہنا چاہتا، اس کو چاہیے کہ سورہ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیتوں کی تلاوت کرے۔ اس کی تلاوت وہاں کے فتنے میں بھگا ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اس میں پچھائی ناغیر اور برکت ہے کہ جب ساری دنیا وہاں کی دھوکا بازیوں اور شہد و طرازیوں سے متاثر ہو کر اس کی خدائی تک تسلیم کر چکی ہوگی، اس سورت کی تلاوت کرنے والا اللہ کی طرف سے خصوصی عطا میں ہو گا اور یہ وہ جہاں اللہ کے دل و ماں کو متاثر نہ کر سکے گا۔ مستند راویوں میں یہ بھی ہے کہ جو بندہ بعد سے دن سورہ کہف پڑھتا ہے وہ اگلے جمعہ تک راز و رشتی میں رہتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک اس کے تمام کیش ریلے جائیں گے۔ یہ بھی ہے کہ سورہ کہف جس کچھ میں پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان، غل نہیں ہوتا۔ وہاں سے جسے شقیں موانع نظر آئیں، ان کی حاجت پوری کتاب ”تفسیر وہاں سے نمایاں خدا تعالیٰ“ میں ہے۔ ”مسلمانوں کا عام عقیدہ یہ ہے کہ ان میں شقیں اور

پر یہی نورِ انوار ہے جو سورۃ کہف نورِ معجزات کرتے ہیں۔ مسجدوں میں اپنی لیے اس سعادت کے متعلقہ افراد کے رکھنے کا عام رواج ہے۔ صاحبِ خیر لوگوں کو یہ بھی کرنا چاہیے۔ سورۃ النہم کی طرح سورۃ کہف کے معتقد شخص بھی چھپوا کر مساجد میں رکھوئے جائیں۔ (لا حول و لا قوۃ الا باللہ)۔

مفسر اسرارِ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب سورۃ کہف اور دجال کے تعلق پر لکھی جانے والی اپنی تحقیقی کتاب ”معصر کے ایمان و ملامت“ میں فرماتے ہیں: ”جمہور کے روزِ جن سورقوں کے پڑھنے کا شروع سے میرا تعلق ہے۔ ان میں سورۃ کہف بھی شامل ہے۔ حدیثِ نبوی کے مطالعہ کے دوران مجھے ہم ہر سورۃ میں سورۃ کہف پڑھنے اور اس کو یاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کو وہاں سے حفظِ ظہر کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچ کر لیا اس سورۃ میں واقعی ایسے معانی و حقائق اور ایسی تسکین دہان چیزیں ہیں جو اس قدر سے بڑھ سکتی ہیں جس سے دل اس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور و بار بار ادا کرتا ہے اور اپنی اُمت کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور جو وہ سب سے بڑا ”خبرِ نیک“ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ یہ ہے ”وہو من جنتہ“ اور ”فمن قدم المشاء“ اور ”تکبر من الضحیٰ“ (آدم کی پیدائش سے قیامت تک وہاں سے بڑا دینی واقعہ نہیں ہے۔) میں نے سوچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جو کتاب اللہ اور اس کے اسرار و علوم سے سب سے زیادہ واقف تھے) قرآن کی ساری سورقوں میں آخری سورہ کا انتخاب کیوں فرمایا ہے؟ مجھے محسوس ہوا کہ یہ اولیٰ اس راز تک پہنچنے کے لیے ہے تاکہ یہ سب سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔ اس قصیدہ کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث اور پکار کا جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، سورہ سے کیا معنوی تعلق ہے؟ قرآن مجید میں یہ سب باتیں (قصا، مسلسل اور ان منقطع ابواب کی صورتیں) درج ہیں۔ کیا سب سے زیادہ اہم باتیں سورہ کا انتخاب کیوں کیا اور یہ پڑھا جانے والی سورہ میں رکھی گئی۔

بمخلاف مجھے اس کا یقین ہو گیا کہ یہ سورہ قرآن کی ضرور ایسی منفرد سورہ ہے جس میں عہد آخر کے ان تمام فتنوں سے بچنا کا سب سے زیادہ سامان ہے جس کا سب سے بڑا علمبردار دجال ہوگا۔ اس میں اس تریاق کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے جو دجال کے پیدا کردہ ہر پلچے اثرات کا توڑ کر سکتا ہے اور اس کے تیار کو مکمل طور پر شفا یاب کر سکتا ہے۔ مگر کوئی اس سورہ سے پورا تعلق پیدا کر لے اور اس کے معافی کو اپنے دل و جان میں اتار لے (جس کا راستہ اس سورہ کا حفظ اور کثرت تلاوت ہے) تو وہ اس عظیم اور قیمتی امت خیر فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اس کے جہاں میں ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔

اس سورہ میں ایسی رہنمائی و واضح اشارے بلکہ ایسی مثالیں اور تصویریں موجود ہیں جو ہر عہد میں اور ہر جگہ دجال کو تاحرر کر سکتی ہیں اور اس بنیاد سے آگاہ کر سکتی ہیں جس پر اس فتنہ اور اس کی دعوت و تحریک قائم ہے۔ مزید برآں یہ کہ یہ سورہ ذہن و دماغ کو اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے تیار کرتی ہے۔ اس کے خلاف بغاوت پر اُکساتی ہے۔ اس میں ایک ایسی روح اور اسپرٹ ہے جو دجالیت اور اس کے علمبرداروں کے طرز فکر اور طریقہ زندگی کی بڑی وضاحت اور توجہ کے ساتھ نشی کرتی ہے اور اس پر سخت ضرب لگاتی ہے۔

لہذا اہل ایمان کو چاہیے کہ یا تو پوری سورہ کو بکف حفظ کر لیں یا کم از کم اس کی پہلی دس یا آخری دس آیات یاد کر لیں تاکہ دجال کے خروج کے وقت ان کی عبادت ہر ایک کے لیے ممکن ہو۔ ان آیات میں ایسی قدرتی تاثیر ہے کہ ایسے لوگوں کو دجال کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور دجال فتنے کے ظہور سے پہلے ان آیات سے ورد کا نادمہ یہ ہوگا کہ دجالی قوتوں کے مٹنے پر وہ یقیناً کائنات کا اثر انسان کے دل و دماغ اور ایمان و عمل پر ہم سے کم ہوگا۔ ان خزائن کا قول ہے: ”میں نے ابوالحسن اصفہانی کو کہتے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: میں نے عہد ابوالحسن اصفہانی کو کہتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ابوالحسن نے جمعہ کے دن سورہ کو بکف

جڑ سے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ابراہیم نصاب میں شامل کرنا چاہیے تاکہ وہ مکتب کے تمام بچوں کو سکھادے۔ ”اندازہ کیجئے اسے زمانہ پہلے ہمارے اکابر کوفتنوں سے بچنے کا اس قدر اہتمام تھا۔ آج ہم کفتوں کے صندوق میں پھنسے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور حریفِ عظیم فتنے ہمارے سر پر کھڑے ہیں۔ ہمیں تو ان چیزوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ بالخصوص اُر حقیقی عظیم فتنے ہمارے دور میں ظاہر نہ ہوئے تو جھوٹے دجالوں کے جھوٹے پروپیگنڈے اور میڈیا دار سے تو ان آیات کی برکت ہمیں ضرور محفوظ رکھے گی۔“

آٹھویں ہدایت:

عراق میں دریائے فرات کا پانی رکنے سے اس کی تہ سے جو سونا نیر آمد ہوگا، اس کی لابی کو نبی مسلمان نہ کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”قریب ہے کہ فرات سونے کے پھاڑ سے بچھے بہت جائے۔ چنانچہ جو بھی اس وقت موجود وہاں میں سے کچھ بھی نہ لے۔“ ایک اور روایت میں ہے ”اس پھاڑ پر مسلمان ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں گے تو سب میں سے نانوے تول ہو جائیں گے اور ان میں سے ہر آدمی کہے گا ہو سکتا ہے کہ میں بچ جاؤں۔“

لہذا ہر مسلمان حرص و ہوس اور طمع و لالچ کے بجائے اتفاق فی سبیل اللہ کا مزاج بنائے اور اپنے نادار دوستوں کے بجائے اپنے اور مائے کی عادت ڈالے۔ ورنہ دنیاوی حرص انہیں کانچھوڑے گی۔

ترذیرانی تدابیر

روحانی تدابیر کے بعد اب ہم ظاہری اسباب کے تحت کی جانے والی عملی تدابیر کی طرف آتے ہیں۔ فتنہ ہال آہ اور دجانی نکلے کا متاخذہ کرنے کی تدابیر اور حضرت مہدی

و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا استقبال کرنے کے لیے کی جانے والی تیاری کے بنیادی خطوط کار و رنج ذیل ہوں گے:

- (۱) سخا بہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے ملکوئی اخلاقی پھیلاؤ
- (۲) جہاد کو نقطہ نکال پر لے جانا یعنی جہاد کو علمی و عملی، اعلیٰ و غار، حی اعتبار سے عمیق
- تر اور وسیع کرنا۔

- (۳) مالی اور اولاد کے فتنہ میں پڑنے سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرنا
 - (۴) مجلس بے راہ روئی کو ممکنہ حد تک کم سے کم کرنے کے لیے پوری کوشش صرف کرنا
 - (۵) غذا، لباس اور رہائش کو قدرتی، فطری اور سنہن مع پر لے جانا
- ان پانچ مذاہب کو اختیار کیے بغیر نہ دجانی میکا نرم سے بچا جاسکتا ہے نہ اس کو تورا جاسکتا ہے اور نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ جو شخص ان پانچ میں سے کسی ایک چیز پر عمل سے محروم ہے وہ انتہائی دجانی میکا نرم کا قکار یا شریک کار ہے اور جو موسیٰ فرعون، معاشرہ، تنظیم، تحریک اور حکومت دجانی میکا نرم کا جتنا بکار یا شریک کار ہے اس کی بحیثیت مزین ختم ہو جانے کے اندیشے اسی قدر زیادہ ہیں۔ سورۃ البقرہ میں مذکور حضرت علوت کی جانوت کے ساتھ جنگ کے واقعہ کی عمدہ مثال سامنے رکھ لیجیے۔ بنی اسرائیل کے لشکر کے کم حوصلہ اور بے صبر سے سپاہیوں کی طرح دجانی نظام کے پتے دریا سے جو جتنا پانی پے گا اس کے اندر دجال سے لانے کی طاقت ہی قدر کم ہو جائے گی اور جو جتنا تقویٰ و طہارت اختیار کر کے پیش پرستی سے دور رہے گا اس پر دجالی حربے سامنے ہی کم اثر انداز ہوں گے۔

پہلی تدبیر: اتباع صحابہ:

نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے ارض پر ایک عظیم الشان فکری، دینی، علمی اور فکلی اسلام پر مشتمل بے مثال انتساب دیا۔ یہاں اور انتساب تھا

”سنت اللہ“ کو ”سنت نبوی“ کی شکل میں روئے ارض پر عملاً جاری، ساری اور نافذ کر دیا۔
حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روئے ارض کے وہ اعلیٰ ترین،
ارفع ترین اور جامع ترین اشخاص ہیں جو روئے ارض پر برپا ہونے والے اس عظیم الشان
فکری، دینی، علمی اور تخلیقی رحمانی انقلاب کے شاہکار نمونہ، اس کے دست و بازو اور اس کی بے
مثال نشانی تھے۔ روئے ارض پر برپا اس عظیم الشان انقلاب کا جو سوت صحابہ کرام رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین نے پیش کیا وہ سبزد اور ان کے برپا کردہ و جالی نظام کے مقابلہ اور اس پر فتح
پانے کے لیے ہمارے پاس موجود ”راہ حل“ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین صفات ایسی
ہیں جنہیں اپنانے والے ہی مستقبل قریب میں برپا ہونے والے عظیم رحمانی انقلاب کے
لیے کامیاد ضرورت ہو سکتے ہیں۔ یہ تینوں صفات ایک روایت میں بیان کی گئی ہیں۔ ان
کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دلوں کی پاکیزگی، علم کی حقیقت اور تکلف سے
اجتناب میں تمام امت سے زیادہ بلند مقام پر تھے۔ ان تینوں صفات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔
(۱) ”سُحُفَ دُلِّہَا“ (صحابہ کرام کے دل ”بر“ سے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ گئے تھے)
”بر“ سے مراد ہے انسانی دل کا خالص و مخلص حالت و صورت میں آ جانا، باطنی بیماریوں اور
روحانی آلائشوں سے بالکل پاک صاف ہو جانا۔ ”آدمیت“ کا ایسی حالت کو بازیافت
کر لینا جو ہر طرح کی آلودگی اور خرابی سے پاک ہو۔

(۲) ”اعصفتہا عنفا“ (وہ علم کے اعتبار سے اس عالم امکان میں طہیت اور حقیقت
مناسی کی آخری گہرائیوں تک پہنچ گئے تھے۔) علم کی حقیقت حاصل کرنے، اور کائنات یعنی
آفاق و انفس کی حقیقت کو جان لینے کے اعتبار سے عالم امکان میں جو آخری درجہ ہو سکا
ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس تک پہنچ گئے تھے۔ وہ اس علمی مقام اور بلند درجہ جانی مرے
تک پہنچ گئے تھے جہاں نہ ان سے پہلے دنیا کو چھوڑ کر کوئی انسان پہنچ سکا اور نہ آئندہ پہنچ

سکتا ہے۔ یاد رکھیے! اصل علم اشیاء کی حقیقت کا علم ہے۔ یہ علم سائنسی لینڈ ریزیوں میں پیشاب اور خون کے تجزیے، مچو ہے اور سینڈک پر قریبات سے نہیں، نور معرفت سے حاصل ہوتا ہے اور یہ چیز عقد کے چھوڑے پر مبنی تھی۔ ہذا جو مزاج نبوی سے جتنا قریب ہوگا اسے کائنات اور اس میں موجود شیا و عناصر کی حقیقت کا علم اتنا ہی زیادہ نصیب ہوگا۔ مغرب کے مادہ پرست سائنس دانوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

(3) اَفْلَہُ، ذٰلِکُمْ (وہ روئے ارض پر کم ترین تکلف کے حامل بننے میں کامیاب ہو گئے۔) اس سے مراد ہے کہ صحابہ کرام اس نکتہ کو پانچ گنے کہ روئے ارض پر مقصد رہائی کی تکمیل کرنے، نہایت آسانی سے یہاں کی آزمائشوں اور اجازت سے گزرے اور اطمینان اور جہاں اکبر کے کروید کو، کام کرنے کے لیے ”بہترین روئے“ یہ ہے کہ انسان حلال میں تکلف نہ کرے اور حرام میں موٹ نہ ہو۔ لہذا اس وقت ہو کا دہ دوپہنی، انفرادی و اجتماعی سہولیات، حقیقت کو کم سے کم سطح پر لے آئے۔ سہولیات کا اندیشہ نہ بنے، جہت کشی اختیار کرے۔ پیش پرست نہ ہو، سخت جان اور دینار و قربانی کا عادی ہو۔

الغرض نکتہ جہاں اکبر کا مقابلہ کرنے کی امن و آسائش ایسی ”صانع اُمت“ بننے کے لیے جو ایک جانب اپنی توانائیوں کو یکسو کر کے غلبہ اسراء کی ایسی طبع نگاہ اور سرمایہ طلب بن جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر حضرت مہدی علیہ السلام جیسی قیادت پیدا کریں اور اس کی حضرت عیسیٰ ابن مریم سے نصرت کریں اور دوسری جانب وہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اپنے قائد کی طرح قبول اور جذب کر سکے۔ لازم ہے کہ اُمت مسلمہ ان تین صفات کو پھر سے زعم و فکر کے صحابہ کرام جیسے فکری، ذہنی، جسمی اور تخلیقی اصحاب و ارجح لوہے سے حاصل کرے۔ اس کے بغیر نہ عروج پر پہنچی ہوئی مغربی مادیات کا مقابلہ نہ کیا جاسکے نہ ان کے تحریفین سلطنتی سرحدیت سے نکالا جاسکے۔

لہذا افسوس و جاں نیک کا مقابلہ کرنے کے لیے لازم ہے کہ اہل ایمان سچا کرام رشی
اللہ جہم اچھین کی مبارک منت پر عمل کرتے ہوئے:

ہم اپنے دل و دماغ و روزیان و عمل کی مکمل اصلاح کی فکر کریں۔ ظاہر کو سنت
کے مطابق بنانے اور باطن کو نفس کی خواہشوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ یہ
دولت مدرس اور خانقاہوں میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی صحبت کی برکت سے ملتی
ہے۔ کسی سچے اللہ والے واقعہ سنت پر آمگ کی خدمت میں اپنے آپ کو پامان کیے بغیر انسان
کے اندر کا اندھیرا ختم نہیں ہوتا اور مرتے دم تک اسے نفس کی گندگیوں اور باطن کی آفات
سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔

ہذا... روحانی اور روحانی علم کی جستجو کریں۔ یہ علم سچے اللہ والوں کی صحبت کے بغیر
عاجز نہیں۔ روح اور اس علم کے بغیر کائنات اور اس میں موجود اشیا کی حقیقت سمجھ نہیں سکتی۔
ہم اپنے نکلنے، سادگی اور جنائشی اختیار کریں۔ مغرب کی ایجاد کردہ طرح
طرح کی ہوائیات اور تفریحات سے بچنے کے ساتھ عجیب۔ معراج، چارواکی، فتح بستہ علاقوں اور
تپتے صحراؤں میں ہر طرح کے حادثات میں رہنے، کھانے، پینے اور پہننے کی عادت ڈالیں۔
حیرت، گھڑ سواری کرنے، چاروازی پر چڑھنے اور ورزشوں کے ذریعہ خود کو بچاؤ و چوبند
رکھنا، ہتھام کریں۔ تہذیبوں اور عمارتوں میں رہنے سے نہ کترائیں۔

مغرب کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو صحابیانہ صفات سے عاری کر کے ٹھانہوں و
سیولٹ پسندی اور عیش پرستی میں مبتلا کیا جائے۔ مٹی پھیل گئییاں ہمیں صریح طرح کی
راہنمائی، اللہ تعالیٰ اور تفریحات میں مبتلا کرنے کے لیے نئی نی ایجادات کی تشبیہ کرتی ہیں۔ انکا
پیہ بھی نانی ہیں اور ہال کے خارش زدہ نو تیار کرنے کے مرتے پر بھی تیار ہے عمل کر رہی
ہیں۔ انسان اپنے سمک و درست پہچانے کے لیے کہاں غلبہ ملتا ہے؟ انکا کر سکتا ہے؟ کتنی

فضولی فرماتی کہ کتنا ہے؟ روح سے توجہ دینا کونٹیس کے پسندوں میں نقد گرفتار ہو سکتا ہے؟ ان چیزوں کا جتنا تصور کیا جاسکتا ہے، ملٹی میڈیا کمپنیوں نے اس سے آگے کی لذت پرستیوں کو باقاعدہ منصوبے کے تحت حقیقت کی شکل دے رکھی ہے اور وہ دنیا کو بالخصوص اہل اسلام کو کابل، ہست، آرام پسند اور پیش پرست اور اتالذت کو شہ بنانا چاہتے ہیں کہ وہ قاری مرغیوں کی طرح کسی کام کے تدریس۔ دجال اور دجالی قوتوں کا مقابلہ نہ کر سکیں اور یہودی منزل آسمان ہو جائے۔ آپ سڑکوں کے کنارے لگے بڑے بڑے اشتہارات پر نظر ڈالیں، اشیائے تعیش سے بھرے، بڑے شاہجہان مالز میں چمکدار دکائیں اور چمکاتے ہوئے کس مناظرہ کیجیے۔ مراعات یافتہ طبقوں کی لذتوں، شہوتوں اور نوابی محروم چوچلوں کو کبھی دیکھیجیے۔ دجالی تختے میں سوٹ بننے کے آثار ہر جگہ واضح نظر آئیں گے۔ ان سے بچ کر رہو، جفاکش اور بے تکلف زندگی گزارنے والا ہی یعنی حست، ایمان اور آخرت کو بچائے گا۔

دوسری تدبیر، جہاد:

جہاد اسلام کو پڑتی پر لے جانے والی واحد سبیل اور مسلمانوں کی ترقی کا واحد ضامن ہے۔ یہودی حقیقت کو ہم سمجھنا زیادہ جانتے ہیں۔ یہودی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر از خود بیہوشی اور عزم جہاد کا زرخ بھیر کر انہیں غیر حقیقی میدان کارفرما کر دیا جائے۔ یہ میدان کار بظاہر حقیقی اور مفید لیکن درحقیقت فرضی اور قطعاً غیر مفید ہو۔ ریگولر ہو، سیکولر قطعاً نہ ہو۔ یہ Megalothymia مغربی اسطوانات میں تعمیر ہو کر جو رہی نہ ہو۔ یعنی اس کے نتیجے میں امت مسلمہ اپنی مرضی سے ہنسی خوشی غلری اور علمی بحث و مباحثہ دجال خیل کرنے لگے۔ اس کو عظیم کار خیر تصور کرے۔ عصری تعلیمی ترقی کے لیے کوشاں ہو جائے۔ مسنون اعمال کو زندگی کا جز بنانے کے بجائے اسلام کو مغربی تہذیب سے زیادہ سلاست مند اور کارآمد ثابت کرنے کی کوشش میں جلی رہے۔ میں اور میں، تحقیقی، صنعتی اور ادبی اور ادب کے قیام کی

طائفہ ہجرت کے اور علمی، تحقیقی، صنعتی، فنی اور مالی صلاحیتوں کے پیمانے میں ایسی مشغول ہو جائے اور ان میدانوں میں مغرب کی ترقی نظر آتی ہے اور اس کے نکلنے میں اتنی مشغول ہو جائے کہ اسے یہاں کے ذریعے حاصل ہونے والی بے شمار، تیز رفتار و خوش رہائشی کا خیال ہی نہ رہے۔ وہ مغرب کا پیچھا کرتے کرتے سرگرداں پھرے اور اللہ رب العالمین نے اس کو مغرب کی خوش رہائشی اور ترقی کن مادی طاقت پر لپٹے کا جو بے بہا لہذا ہے اس سے غافل رہے، اس کی آغوش میں کرے، قرآن کا ارتکاب کرے حتیٰ کہ "تسورہ میں لو جھٹ" یا "سورۃ الاحزاب" آج کے جتنے بھیجے کہ وہ مری چیزوں میں فلاح و نجات تلاش کرنا کی سرکوب ہو، اللہ تعالیٰ کے غضب و انتقام کا پتلا ہو جائے۔

یاد رہے اب یہ مقدمہ اور سبھی علمی تحقیقی، سیاسی و اقتصادی میں پیش رفت دیکھ کر یہ سہا سہ امور یہودیت کی اصلاحات میں "قیمی" ہیں، ان سے بااثر اور بااثر اور بااثر اور یہودیت کو انتظامیہ مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اندر کم ہوتے ہیں یا اثر نظر آتا ہے یہاں تک کہ بھی تو یہودیت اس کے کنٹرول پر پوری طرح قابو ہے، لہذا وہ ان کے یہ عالم اسلام کو مشاورت، تکنیکی معاونت اور فنڈ فراہم کرنے پر بھی تیار ہوں گے۔ نام نہاد مسلمان مسیحیت اور ریسرچ سینٹر کا قیام ان کے لیے نہایت اطمینان کا باعث ہے۔ اہت جہاں کا نام بیٹے والوں کا وہاں پانی بند کرنے کے لیے کسی چیز پر اتنا نہیں کریں گے، یہودیت کے خزانے "تخریبی امور" سے مراد ہے، یہ جہاد و عمل ہے جس سے یہودیت بدحواس ہو جاتی ہے۔ قوم یہود کے حواس اس سے غفلت ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیسری امور کو کنٹرول کرنے کے لیے ان کے پاس میکا لازم ہے۔ جہاد و کٹر وائی کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی میکا نہیں ہے۔ ہونے اس کے کہ وہ جو قتل و کشتہ کاریں، لیکن وہ جانتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے، یہ ان کے اس کی چیز نہیں، یہ ان کے لیے یہ بھلاؤ "کفر" ہے۔

نامتکس جہد و جدت ہوئے ہیں۔ نیز بے تماشا جان لینا ان کے مسائل میں اضافہ کرتا ہے مگر نہیں۔ جبکہ مسلمانوں کو جدید تکنیکنا لوجی کے حصول میں مصروف کر کے خود اونچی چوٹی پر کمزے ہو کر ان کی بے بسی کا تماشا دکھانا ان کے لیے نہایت مفروضہ بخش عمل ہے۔ ان کو ہوتا ہے کہ وہ اس میدان میں اسنے آئے ہیں کہ ماری مسلمانوں کو تسمیں ملی کر بھی ان کے پائے کا ایک تعلیمی ادارہ جاسکی ہیں نہ ان کے تیار کردہ سائنس دانوں جیسے سائنس دان تیار کر سکتی ہیں۔ لہذا اس میدان میں ہماری کچھ بے نی چاہی دان ترقی سے انہیں کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ یہو راور یہودیت زدہ مغربی دنیا جہد ہے جہاد اور شوق شہادت کا دئی تہا دل نہیں رکھتی۔ یہ چیز رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو بخشی ہے۔ اور اس کا کوئی تور یہودی۔ سائنس دانوں اور مغربی تھک ٹھک شخص کے پاس نہیں۔ لہذا مسلمانوں کی بقا و قیام اس میں ہے کہ اپنے نئی نسل میں جہاد جہاد کی روٹ چول کر اس دنیا سے جائیں۔ فلسفہ جہاد وان کے اندر نوٹ نوٹ کر ہر دین اور ان کا ایسا فکس بنادیں کہ وہ اس پر کسی قسم کے سمجھوتے کو تارن از مکان قرار دیں۔ نیز ہر مسلمان اپنے متعقدین اور اپنے نوجوانوں کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کرے کہ جہاد کے علاوہ کسی اور چیز... چاہے وہ جدید تعمیر ہو یا تسمینا لوجی کمپیوٹر سائنس یا خلائی تعمیر... کچھ میں نائی باندھنا ہو یا کمر میں بیٹ کٹنا... کسی چیز کو اپنی ترقی و کامیابی کا ذریعہ نہ سمجھیں۔ لہذا جہاد اور شوق شہادت میں تقاضیت کے بغیر مسلمانوں کی بقا و ترقی کا تصور پہلے تو نہ آ پیدا ہو سکتا ہے۔

تیسری تدبیر: فقیر مال و ولاد سے حفاظت:

فقیر، جاں اکبر کے پانچ ستروں میں سے ایک ستون "فقیر مال و ولاد" ہے بلکہ فقیر و جاں و راضی ہے ہی مال اور مادیت کا فقیر۔ اس فقیر کے نتیجے میں پہلے پہل "انعام رزق حاس" "مستند ہوتا ہے چہ "انعام رزق" کا انہدام شروع نہ جاتا۔ جبہ اور آخر میں

”تھام اتفاق فی سبیل اللہ“ ای کلی طور پر منہم نہ جاتا ہے۔ ان انکاسوں کے انہدام سے مال اور رزق طیب نہیں رہتا، غصبت ہو جاتا ہے اور غصبت رزق سے چلنے والے اجسام دہالی تندر کا آسمان بدف اور مرغوب بھگاریوں کے۔

”تھام مال واولاد“ سے خود کو نکالے بغیر اہل ایمان کا تندر و حال اکبر سے نکلا محال ہے۔ تندر و حال اکبر سے تھامے یا اس سے بچنے کی کوئی شرط ہے ”تھام اتفاق کا قیام“ اور ”تھام رہا (سود) کا انہدام“ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان حلال و حرام کا علم حاصل کریں۔ ہر طرح کے حرام سے کلی اجتناب کا اہتمام کریں۔ حریف اور صرف حلال مال کمائیں اور پھر اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور بچوں کو اس کی عادت ڈالوانے کے لیے ان کے ہاتھ سے بھی فی سبیل اللہ خرچ کروایا کریں۔ بچوں کے دل میں حلال کی اہمیت اور حرام سے نفرت پیدا کریں۔ رزق کمانے کے دوران چاہے ملازمت نہ یا کاروبار شریعت کے احکام پر سختی سے عمل کیا جائے تاکہ حلال طیب حاصل ہو، وہ جسم و جان میں جو کچھ جائے، خیر اور نیکی کی رعیت اور توفیق کا سبب بنے۔ کسب حلال کے شرعی احکام اصولی ہوں یا فردی، داخلی ہوں یا خارجی، مان کا بھر پورا اہتمام کیا جائے۔ مثلاً ایک فرفری یا خارجی ختم یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان سے لے کر جمعہ کی نماز کے ختم ہونے تک تمام مسلمان خرید و فروخت معوق کر دیں اور اللہ کی یاد سے لیے مسجد چلی پڑیں۔ ایسا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آبادیوں میں جمعہ کا دن (جو میں کہنے لگوں) طریح جمعی کا ہو۔ جمعہ کے دن پہلی اذان تک سارا شہر مسجد میں داخل ہو جائے تاکہ دوسری اذان سے ملے کر نماز ختم ہونے تک مسلمان سب کچھ چھوڑ چھڈ کر ہر گاہ واپسی میں حاضر ہوں۔ اس طرح وہ اللہ کی نظر میں مقبول ہو جائیں گے اور ان یہود کا مقابلہ کر کے ان پر غالب ہو سکیں گے جو یہودیوں کے مقدس دن ہفتے کے دن اپنی دی کی کا دن میں شغول ہو کر اللہ کے منصب کا شکار ہوئے۔

چوتھی تدبیر: فقہ جنس سے حفاظت:

فقہ جہاں اکبر کے پانچ عناصر میں سے ایک، ہم غنہ ”فقہ جنس“ ہے۔ دجالی نظام کو نیا پر غالب کرنے والوں کی کوشش ہے کہ پورے روئے ارض پر جنس کے قطری اور بابرکت نظام یعنی ”نظام ازدواج“ کو درہم برہم کر دیا جائے۔ اس کے بعد وہ روئے ارض پر قطری تولیہ کے نظام کو درہم برہم کر دینا آسان ہو جائے گا۔

فقہ دجالی اکبر کا مقابلہ کرنے کی ہم ترین تدبیر ”سبب نکاح“ کا قیام اور اکمال ہے۔ یعنی نکاح کی سنت کو درجہ اکمال تک پہنچانا۔ مرد و عورت کے حلال ملاپ کو رواج دینا اور آسان بنانا۔ حرام پر سزا دینا اور اسے مشکل تر بنانا۔ آج کل تقریباً نکاح کے حوالے سے کی جانے والی رسومات کی بڑے پر حواس مشکل ہے اور حرام آسان۔ ہم جسے مسنون نکاح کہتے ہیں، وہ نکاح تو ہے لیکن ”مسنون“ نہیں۔ اس میں اتنی رسومات، اسراف اور ریاکاری شامل ہو گئی ہے کہ نام تو ”نکاح مسنون“ اور ”ولیمہ مسنونہ“ کا ہوتا ہے لیکن ان تقریبات میں اکثر کام غیر شرعی اور خلاف سنت ہوتے ہیں جس سے نکاح مشکل اور فاشی (زنا) آسان ہوتی جا رہی ہے۔

”استعمال سبب نکاح“ کی کوشش کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) ہمہ جہت جنسی علیحدگی یعنی مرد و عورت کا مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ ماحول میں رہنا جو شرعی پردے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

(۲) عورتوں کو زیادہ سے زیادہ شرعی مراعات دینا اور ان کی مخصوص ذمہ داریوں کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں سے انہیں سبکدوش کرنا جو ان کی فطرت اور شریعت کے خلاف ہے۔

(۳) نکاح کو زیادہ سے زیادہ آسان اور فتح نکاح کو زیادہ سے زیادہ مشکل

بنا۔

(۴) کسی بھی مرد میں جنسی و نفسیاتی محرومی کو ہم سے تم واقع ہونے دینا بھڑا بڑی محرومی کے مردوں اور محروموں کو بھی پائیز و تحریروں کی کڑا دینے کے لیے نکاح ثانی کی آسانی فراہم کرنا۔

(۵) اکثریت نکاح اور کثرت اولاد کو رواج دینا۔ ایک سے زیادہ نکاح ضروری سے زیادہ بچوں کو خوبی اور قابل تعریف بات بنانا۔ ایک نکاح اور دو بچوں پر امتحانی بہت ٹھیک کرنا۔ ورنہ نامت سکڑتے سکڑتے دجالی فتنے کے آگے سر نہٹوں جو جائے لی۔

"انکسمل" سے نکاح "آگے" یہ وہ عنوانات تھے جن کو اسلام نے قائم کیا۔ وجاہل کے زمانے کی قرب کی ایک علامت یہ ہے کہ کسان میں سے بیشتر آج درہم برہم ہو چکے ہیں۔ اس کی تاثر پر ضرورت ہے کہ ان تمام امور کو از سر نو نافذ و مکمل بنایا جائے۔

فتنہ دجالی آج سے بچنے کے لئے امتداد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر قسم کے مہر و ہنسی ملل اور حرام تولید سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔ حرام ہنسی و زور حرم تولید سے فتنہ دجالی اکبر کے زمانے میں فرو اور معاشرے کو بچنا تاثر بجا محال ہو جائے گا۔ اس سے بچنے کی واحد صورت یہ ہے کہ حلال ہنسی اور حلال تولیدی صورتوں اور پہلوئوں کو آسان سے آسان تر بنانا اور زیادہ سے زیادہ احتیاط کرنا۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہونی چاہئیں جن کو صانع مرد اور خاتون کو زیادہ سے زیادہ قس اور رائج کرنا ہوگا۔

۱۔ باغی ہونے کے بعد مردوں اور عورتوں کی شادی میں رعب نہ کرنا

۲۔ مردوں کی ایک سے زیادہ شادی

۳۔ بچکان و طلاق و اقسام کی نہ دینی

۴۔ مردوں اور عورتوں کی شادی کو رائج و عقیدہ سے آسان کرنا

ضرر کی معاشرتی پابندیوں کا خاتمہ کرنا

پہلے معاشرے میں آسان نکاح کی بہت افزونی کرنا اور مشکل نکاح سے پشیمندی کا اظہار نہ دینی کہ اس کا پانچواں نمبر ہے۔

یوں کہ بہت دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ان کے غیر شرعی شادی کی رسوم کو جاری رکھیں یا بھٹکے نفاذ کے لیے آسان اور مستحق نکاح کریں اور وہ پروردگار کی بات کے وقت سے اور فضول خرچی سے بھرپور شادی کو جاری رکھیں، ان کا سخت پانچواں نمبر ہے۔ ایسے لوگوں کی مجلس نکاح میں شرکت کرنا اور رسوم رکھنا یہاں بھی ہوگا جیسے ”مسجد ضرر“ میں نماز پڑھنا۔ تاہم دہال اکبر کے مقابلے اور جنسی بے راہ روی سے نمائندگی کے لیے لازم ہے کہ شرعی حدود پر سخت نکاح کی اور ان کی کا اتمام کیا جائے اور یہ اسی وقت ہوگا جب عقد نکاح کی تقریب کو رسومات، شہوات و لذتوں سے بالکل پاک کیا جائے۔ اس سے نتیجہ میں بیحد رسوم کا خاتمہ ہوگا، نکاح پر کم سے کم شرعی ہوگا، تمام جنسی مذاپ کا سد باب ہوگا اور مستحق نکاح کے عمل کو زندہ کرنے سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔

فقہاء دہال اکبر سے مقابلے کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ زندگی یا تو ان اداروں اور ہسپتالوں میں کر لی جائے جہاں اللہ کے دین کے مطابق زندگی ہوتی ہے۔ مسیحائے روپ میں منڈلاتے بھیڑیے نماؤں اور ڈائلریاں فیس و ریمیشن کی لالچ میں فطری تولید کو روک کر نیم ضروری آپریشن پر زور دیتے اور راستہ مسلمہ کی حق کو تولیدی صلاحیت سے متوجہ محروم کرتے ہیں۔ چونکہ اندیشہ ایسا ہے کہ اکثر بچوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، اس لیے امت میں اس کا ہتھامہ ہو کہ زندگی، برا اور توجہ کارروائیاں کی زیر نگرانی سمجھوں میں رہے، زندگی کے لیے Caesarian آپریشن سے حتیٰ التوقع ایسا ہی کیا جائے۔ اور ان کے حصول کے لیے تعلیم غلطی کے تمام راستوں سے کلی اجتناب لیا جائے۔ ورنہ ان

حصول کے لیے غیر فطری طریقوں کا استعمال قطعاً مذکین جائے مثلاً: مادہ منویہ کو تجمد طور پر محفوظ رکھنا، مصنوعی طور پر جسی کا رحم میں ڈالنا، ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ افزائش کرنا، رحم کا عمار بننا استعمال کرنا اور دگرہ۔

فتنہ و جال اکبر کے مقابلے کے لیے لازمی ہے کہ اہل ایمان خالص اور مخلص بنیں۔ طلال نسب اور حلال رزق کے علاوہ کسی چیز کو رواج نہ پانے دیں اور روئے ارض پر ہر سر پکار و جانی اقوام کے مقابلے میں اللہ کا سپاہی بننے کی تیاری کریں۔

پانچویں تدبیر: فتنہ غذا سے حفاظت:

فتنہ و جال اکبر کا مقابلہ کرنے والی موثر تدابیر میں سے غذائی تدابیر بہت اہمیت کی حامل ہیں اور اس کے برخلاف فتنہ و جال اکبر کے روز بروز بڑھتے طوقان کے مقابلے میں اہل ایمان کو کمزور سے کمزور تاحتی کہ باطل بے بس کر دینے بلکہ آلہ کار بنادینے والی چیز غذائی سطح پر حرام سے چشم پوشی اور حلال سے انحراف ہے۔

فتنہ و جال اکبر سے بچنے اور اپنے اہل و عیال کو بچانے کی سب سے موثر تدبیر طیب و حلال طریقے سے حاصل کردہ غذا سے جسم کی پرورش ہے۔ فتنہ و جال اکبر کے سامنے سب سے زیادہ اور آسان شکار (Soft Target) حلال و طیب کے بجائے حرام و فحشیت مالی اور غذا سے پروردہ جسم ہوتا ہے۔ لہذا وہ چیزیں جنہیں قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے آپ کو سختی سے بچایا جائے۔ اپنے جسم میں حرام نغمہ یا حرام ٹھونٹ داخل نہ ہونے دیا جائے۔ نہ حرام لباس سے خود کو آلودہ کیا جائے۔ نیز مصنوعی طور پر Cross-Pollination اور Hybridization کے ذریعہ پیدا کردہ غذاؤں سے بچا جائے۔ مستحق غذا انہیں حرام کرنے والی بیوقوفی کو بھیاں تو بہتہ آہستہ چوری چوری کی خوراک کو و جال کے قبضے میں

دینے کے لیے، قدرت آگے بڑھ رہی ہیں۔ یہ اصل و جال کی مصنوعی خدائی کو مٹانے کے لیے ذخیرہ نوراک کے ارد گرد کا کراد اکر رہی ہیں۔ ذہن خدائی اشیاء قدرتِ تقدروں سے زیادہ قابلِ اطمینان سمجھی جاتی ہیں اور منقرض مقام کی حامل ہیں۔ کچھ اسلامی شہروں مثلاً دہلی، راجستھان وغیرہ کا تو انھیں ہی سنا ہے۔ یہ قابلِ اطمینان نہیں، انتہائی تشویش ناک امر ہے۔ دوسرے غلطوں میں یہ اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو دشمن کے ہاتھ میں گر دی، کہنے کے مترادف ہے۔ "مصنوعی طور پر پیدا کردہ غذاؤں سے زیادہ فساد آلودہ غذائیں ہیں جو جینیاتی طور پر پیدا کردہ ہیں۔ اس کے علاوہ کیمیائی طور پر تیار کردہ غذاؤں سے بھی بچا جائے۔ قدرت و جال اکبر سے بچنے کے لیے ان سب طرح کی غذاؤں سے کلی اجتناب لازمی ہے۔

امت مسلمہ اپنے علاقوں میں اطری اور قدرتی غذا کے حصول کے لیے ذرا امت و شجر کاری پر توجہ دے۔ چنے پودوں بالخصوص بھس، دار جڑوں کے لگانے، گھاس کی افزائش پر خصوصی دھیان دے۔ اسی طرح جنگلات کی کٹائی کو حتیٰ الوق روکا جائے بلکہ جنگلات لگانے جائیں۔ امت مسلمہ مصنوعی طریقہ تولید سے جو نور پیدا کرنے کے بجائے قدرتی افزائش کی شکل پر توجہ دے۔ اونیوں، گایوں، بھیلوں اور کبریوں کی افزائش پر خصوصی دھیان دے۔ مصنوعی طریقے سے پیدا شدہ مویشی اور ان سے بچ عرق۔ اب ان یورپی کمپنیوں کی مرضی کے قی حور، برعایع ہوں گے جو نباتات کی طرح حیوانات کو بھی اپنے قبضے میں لینے کے لیے منت سے تجربا ہے کر رہی ہیں۔

۱۶ ۱۵ ۱۴

یہ وہ تاج ہیں جو تختہ رجال سے حفاظت اور ان سے خلاف جدوجہد کے لیے ہر لمحہ ہوا کرتے ہیں۔ ان کی قیامت تو آن وحدت نہ ہوئے نور و کھرمے، یہ تاج و تاجیب دی

عینی ہے۔ جو مسلمان چاہتا ہے کہ اس عظیم فتنہ کے خلاف برسرِ پیکار عظیم المرتبت لوگوں کی صف میں شامل ہو جائے، اسے چاہیے کہ ان کو اپنا لے۔ اپنی زندگی میں داخل کر لے اور ان پر ختمی سے کارِ بند ہو کر اپنے اہل و عیال سے بھی ان کی پابندی کروائے۔ دوسرے مسلمانوں میں بھی اس کی دعوت چلا سارے۔ فتنہ درجاءل سے خدا تعالیٰ کو جتنی نفرت ہے، اس فتنے کے خلاف کسی طرح کی جدوجہد کرنے والے ائمہ رب العالمین کے ہاں اسے ہی مقبول، اس کی رحمت کے مستحق اور کامل اجر و ثواب ہیں۔

آخری بات

یہاں چونکہ کتاب کا بھی اختتام ہے اور کتاب کے پیغام کا بھی۔ لہذا یہاں ہم اپنی بات کا پھر سے خلاصہ کرنا چاہیں گے۔ نقشہ و چال سے سرد اندہ وارد دفاع اور اس کے خلاف جارحانہ اقدام کے لیے کی جانے والی تدابیر کے آغاز میں عرض کیا تھا کہ یہ ساری تدابیر صرف ایک نکتے کے گرد گھومتی ہیں اور وہ ہے جہاد۔ جہاد۔ جہاد۔ مافی جہاد، زبانی جہاد، قلمی جہاد اور عسکری جہاد۔ یعنی اعلائے کلمہ اللہ کے لیے قتال فی سبیل اللہ! اللہ کے راستے میں قتل ہونا اور قتل کرنا۔ زبانی اور قلمی جہاد اس وقت جہاد ہوگا جب قتال کے موضوع پر لکھا اور بولا جائے۔ پھر دس بھرے جوہر پر ودانی چمڑے کی ترغیب کو بھی جہاد کہنا حماقت کی چوٹی پر چڑھ کر اوندھے منہ لڑھکنے والی بات ہے۔ اب آخر میں ہم نقشہ و چال سے بچنے کے دو طریقے، احادیث کی روشنی میں بیان کر کے اپنے پیغام کا خلاصہ کرنے میں قادر نہیں کیے دکر تے ہیں۔

نقشہ و چال سے بچنے کے دو طریقے:

نقشہ و چال کے زمانے میں جو مسلمان زندہ ہوں۔ اور تاریخ انسانی کے اس ظہیر

اور دجال کے نقشے کا سامنا کریں گے، ان کو بھارت اور آپ کے سرور کی انس نہایت نے محسن
اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبدایات دی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ
اسلم نے ایمان والوں کو دجال سے علائقہ بجاوت کرتے ہوئے اس کے خلاف اپنی قلم
طاقت صرف کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہے: ”تم میں سے جس کسی کے سامنے دجال آجائے
تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور سورہ کہف کی آیت لئی آجائے پڑھے۔“
(طبرانی، معجم)

دجال جھکی عظیم طاقت کے منہ پر تھوکتا کتنے مضبوط ایمان اور جرات کا متقاضی
ہوگا؟ اس کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے؟ اس لیے آپ نے اس
کے انتقام سے اپنے کسی ذحال اور حصار اپنے اُمتی کو نکالتے ہوئے فرمایا کہ سورہ کہف کی
آیت لئی آجائے پڑھنے میں ایسی تاثیر ہے کہ دجال کا کوئی اور اس صاحب ایمان پر کار کرے
ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی
دجال کے آنے کی خبر سے تو اس سے دور بھاگ جائے۔ اللہ کی قسم ایک شخص اس کے پاس
آئے گا۔ وہ خود مومن بھڑبا ہوگا۔ لیکن اس کے منہ سے کلمات نکلیں اور شعبدوں سے
متاثر ہو کر اس کی پیروی شروع کر دے گا۔“ (ابوداؤد و طبرانی)

ان دو احادیث کو لے کر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وقت و جال سے بچنے کے دھڑلے ہیں۔
(۱) ایک یہ کہ اللہ پر توکل کر کے پورے عزم اور واسطے کے ساتھ دجال سے کھل کر
درمیانہ بیعت کی جائے۔ اس کے سامنے اس کے منہ پر تھوک، یا بجائے اور کمر کس کر اس کو
کے خلاف میدان میں اتر لیا جائے۔ جنت اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے بنائی ہے۔

تیم بن جہاد کی روایت ہے: ”جو لوگ جال کے یا اس کے گھوڑوں کے باتموں شہید

ہوں گے، ان کی قبریں تاریک اندھیری راتوں میں چمک رہی ہوں گی۔" ایک اور روایت ہے ان کا شمار افضل ترین شہداء میں کیا جائے گا۔

(۲) جو ایسا نہیں کر سکا وہ دجال کے زیر قبضہ ملکوں اور دجالی حکومتوں کے زیر اثر علاقوں سے ہجرت کر جائے۔ دیہاتوں، پہاڑوں اور جدید دنیا کی شیطانی سمجھوتوں سے ہٹ کر ان علاقوں کی طرف نکل جائے جہاں دجال کی جھوٹی خدائی کا بول بالا نہ ہو۔ اپنے گھر، وطن، کاروبار اور پیشہ آرام کو اللہ کی خاطر چھوڑنے والا ہی اللہ کی رحمت اور مغفرت کا مستحق ہوگا۔ ان چیزوں کی محبت میں ان شہروں میں پڑا رہنے والا جہاں دجال کی خدائی تسلیم کی جاتی ہو اپنے ایمان کی حفاظت نہ کر سکے گا۔

انفرن جہاد یا ہجرت ہجرت یا جہاد یہ وہی چیزیں ہیں جو اس فتنہ آخر الزماں سے حفاظت کی ضامن ہیں۔ ان کے بغیر تو مغربی سینڈ ہائکے روندتے ہوئے بناستی لوگ جو پہلے سے ارتداد کی لگڑ کا قکار ہوں گے، اس فتنے کے آئندہ کار یا اس کے شکار بن سکتے ہیں، اس سے بچ نہیں سکتے۔

کتابیات

حضرت مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد اور فتنہ درہال کو سمجھنے کے لیے کام آمد کتابیں

مخطوطات:

کتاب الغیہ و اصلاحہ	علامہ علامہ ابن ابی شیبہ
کتاب الغیہ	علامہ نعیم بن شہاد
الاشیاء لا تفرط الساعة	سید محمد بن رسول البرزنجی
کتاب شریعت میں خلافت مہدی آخر الزماں	شیخ علی نقی ہمدانی
قانون الحدود، حرم و ملاقات مذہبی المستط	علامہ ابن حجر عسقلانی
اشیاء است اور شرائط مستقیم	مولانا محمد یوسف لہ حیاتوئی شہید
حقیقۃ امام مہدی	علامہ شہداء الرحمن فاروقی شہید
مقیہ و مقبول مہدی (امامت کی روشنی میں)	حضرت مفتی کلام الدین شامی شہید
اسلام میں امام مہدی کا تصور	پروفیسر محمد یوسف خان مولانا نذیر اقبال
ظہور مہدی	مولانا محمود بن محمد اسحاق
ظہور مہدی ایک اعلیٰ حقیقت	مولانا سعید قر

مطبوعات:

خدمات قیامت	حضرت شاہ رفیع الدین صاحب
امامت قیامت اور نزول مسیح	مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
آیات سے پہلے آیا ہوگا	مختلف مفسرین کی تقریرات کا مجموعہ امیر منیر، دہلی

د جالیات:

دجال	لامرادی کش (ترجمہ محمد طیب طاہر)	کتاب سروسے، ۱۴ ہجری
دجال تشک کے نمایاں خدو خال	مولانا سید مظہر حسن گیلانی	المیزان، ۱۴۰۰ ہجری
سعر کذا الحان وادایت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی
تیسری جنگ عظیم اور وچل	مولانا جہانگیر	المیزان پبلیکیشن، کراچی
دجال (حسن چلہ)	اسرار عالم	ادارہ تحقیقات، ۱۴۰۰ ہجری
فتنہ جبال اکبر	اسرار عالم	ادارہ علم بنی دینی
معرکہ دجال اکبر	اسرار عالم	ادارہ علم بنی دینی
پہلے دن (اردو ترجمہ)	ترجمہ: پروفیسر خورشید عالم مجلس، کراچی	مفتی بخش، ۱۴۰۰ ہجری
فری میسنری اور دجال	کاہران ریچ	تحقیقات، ملی پلازہ، ۱۴۰۰ ہجری
خونخاک یہ یہ سلیبی جنگ (اردو ترجمہ)	مفتی گریس ہل علی مترجم: رضی اللہ عنہ	وٹنر پبلیکیشن، آف اساتذہ، ریفری، کراچی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چین کو بیاں	محمد ذکی علیہ بن شرفی	0332-3728179
معرکہ عظیم	رضی اللہ عنہ	0340-2397571 02-4500140 02-4407821
حالی حالات اور قیامت کی نشانیاں	ترجمہ: رضی اللہ عنہ	
ترغاض کے آخری ایام	ترجمہ: رضی اللہ عنہ	
دب سوز بھونکا جائے گا	مترجم: رضی اللہ عنہ	



یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں کیا گیا انسانی تاریخ کا سب سے طاقتور تجربہ جسے دہائی روایت کے مطابق "کائنات کے راز" جاننے کا نام دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ درحقیقت نظریہ کائنات کے دہائی منصوبے کا اہم حصہ ہے۔ تصویر میں پانچ ارب پاؤں کی نظیر لاکھت سے چار سو لے والے دو مشین نظر آ رہی ہے جس کے ذریعے سے کیا جانے والا ہشت آگ تجربہ دہائی کے قلمبر کی ایک خاص علامت کا ارمیہ ہے۔ گاہیکھیل کتاب میں ہے۔



اس دن اور اسرائیل کی سرحد پر واقع بحیرہ طبریہ جو آج پتہ نہ مل سکتا ہے۔ یہاں تک ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ یہ ہے جس کا دھال کے خروج کے ساتھ گمراہی ہے۔



یہاں فلسطینی کا ایک علاقہ جس پر 1948ء میں اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔ یہاں گھوڑوں کے ہار پہلے پہل رہتے تھے۔ اب نہیں رہتے۔ ان لوگوں کا شگ ہوتا دھال کے خروج کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔



وہاں ایسی رفتار کے ساتھ سفر کرے گا جو بادلوں کو ڈاڑھے چالنے والی ہوا کی ہوتی ہے۔ ایسے جہاز کافی پہلے ایجاد ہو چکے ہیں جو آواز سے کئی گنا تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ ایک خلائی فضا میں پوری زمین کے گرد چکر لگاتی ہے۔ بڑے اسرار آؤں مشینوں کا اگر بھی شے جس آواز جاتا ہے۔ یہ سب وہاں کی سواروں کی ممکنہ فیکٹس ہیں جو ہمیں بتا رہی ہیں کہ خال کا وقت اب دور نہیں۔ اس کے کہ جس کے کانوں کے درمیان 40 ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ کسی طیارے کے پروں کے درمیان تقریباً اتنا ہی فاصلہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں اسرائیلی ماہرین نے ہیرون (Heron) نامی ایک طیارہ ایجاد کیا ہے جو اسرائیل کے Palmahim نامی ایئر فورس پر کھڑا ہے۔ اس کے وینچل جسے پروا ہمارا ہیں جو کہ جس کے کانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔



فری میس کی فریضی داستانوں اور جیسی دنیا کی علاقائی تعبیر پر مشتمل بتاؤنی تصاویر جو بلاوجہ کا زعم اور
وہی مقلد کا اظہار کرتی ہیں۔



اس گمشدہ صندوق کی بنیادی
تصویر میں میں یہودیوں کے
مقدس حرکات دکھائی گئی ہیں۔
یہودیوں کے خیالی کے مطابق
اس کو وہاں برآمد کرے گا اور
ان حرکات کی مدد سے اٹھائے
تک رسد کرے گا۔



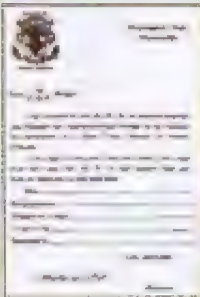
ایک ٹری میسن ہال کا وہ کمرہ جہاں وہ چینی فرنیچر شامل ہوتے والے گروٹ سے وہ دوسری صورت اور دوسری کا منسلک ایسا ہے۔



وہاں کی راہ ہموار کرنے والے بدنام زمانہ شوہر تعلیم پلری میسن کی تقریب حلقہ داری کے دوران استعمال ہونے والی یاد دہانی اشیاء۔

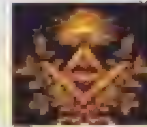
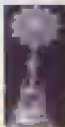
فری میسن کے فقہی اشارات

سیکھوں والے دھرم (شیطان) کے لیے ہاتھ کا اشارہ فری میسن کی انیسویں علامت ہے۔ اس فتنہ اور بدارج اہل ضد و فری میسن ہیں جس کا حتمی تصویر میں انھیں دکھایا گیا ہے۔



میں نے اپنے میں یا تمہارے میں
اہل انجیل فری میسن اپنے اہل
ہام کے ساتھ سرگرم تھے۔ فری
میسن اہل راہ لہذا کے کچھ شہ
کارم انکس آپہ کچھ ہے ہیں۔

اہل انجیل فری میسن کے اشارات و علامات





احادیث کی صرف طریق ہوتے قرار دیا گیا
مفسرین نے اس کو اہل تہذیب کے خیر انکشافات

دُجَالِک

عالمی و جالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

تالیف
مفتی ابوبکر شاہ منصور

السعید

دَجَّال (2)

عالمی دجالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

مفتی ابوالسبب شاہ منصو



دِجَال (2)

جامی و ہائی ریلوے انتظامیہ

جملہ حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب..... دِجَال (2)
مصنف..... مکتبہ اہل بیت و مشور
شعبہ اول..... مجرم 1431ھ - جنوری 2010ء
نشر..... السعید

ملنے کے لیے

پتہ: تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے
رابطہ: 0313-9264214

دِجِیَال (2)

عامی و جالی ریاست، ابتدائے انتہائے

جملہ حقوق طبع و نشر بحقوق محفوظ ہیں

کتاب دیال (2)
مصنف مشتق الہیاد پشاور
صحیح اول محرم 1431ھ - جنوری 2010ء
ناشر السعید

پیشکش

پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رابطہ: 0313-9264214

- 103..... دیکھیں پراگرام کی آڑ میں
- 104..... کہانی آگے بڑھتی ہے
- 106..... وجہاں کے سائے (دوسری قسط).....
- 106..... پاکستان کے خلاف حیاتیاتی جنگ
- 114..... وجہاں کے بے درام غلام (تیسری قسط).....
- 128..... وجہاں ریاست کے قیام کے لیے فضائی تسخیر کی کوششیں
- 128..... امریکا نمبر 51 (پہلی قسط).....
- 133..... گلوبل ویج کا پریذیڈنٹ (امریکا 51 کی دوسری قسط).....
- 134..... اژن طشتریوں کیا ہیں؟
- 135..... فوٹو مختصر یوں میں کون سی ٹیکنالوجی استعمال ہوتی ہے؟
- 135..... اژن طشتریوں کہاں سے آتی ہیں؟
- 136..... اژن طشتریوں کے بارے میں نرہیسا کی حضرات کا نظریہ
- 137..... اژن طشتریوں کے بارے میں امریکی حکام کا تبصرہ
- 140..... شیطانی کھٹولوں کا راز جو نئے والوں کی سرگزشت (امریکا 51 کی تیسری قسط).....
- 146..... شیطانی جزیرے سے شیطانی ٹکون تک (امریکا 51 کی چوتھی اور آخری قسط).....
- 153..... امریکا میں خفیہ وجہاں حکومت.....
- 153..... الوینا کی کیا ہے؟
- 156..... دنیا پر قبضے کا الوینائی منصوبہ
- 167..... معرکہ عشق و عقل
- 167..... انسداد اور قیوم
- 167..... افغانی اور افغانی بنیاد
- 168..... ارض مقدس سے ارض مقدس تک

- 169..... محسود عرب اور حیدر عرب
170..... تین جزائر شہروں کی کہانی
171..... کشمکش کا نقشہ
173..... زمانی ریاست کی تقسیم
175..... ناپاک آرزوؤں کا علاج
176..... تین اہم ترین اسلامی ملک
177..... مشرق کی بھٹیوں سے
178..... قسطنطنیہ دجالی سے بچنے کی تدابیر

سوالات جوابات

- 187..... چند پیش گوئیاں، مسجد قصبی یا یسکسل سلیمانی، جہان کی حضرات کا آیت بے شک سوال
197..... مصلحت یا غیرت، کلوننگ یا شہر میں، سو سال بعد
203..... جنگ، ہند کی ترغیب، جہاد کی عملی تدبیر، امیر کی تلاش
207..... پچیس سوالات ایک مجموعہ
224..... مغرب کی گھڑی ہوئی فرضی شخصیات اور دجال
226..... کاؤنٹ ڈاؤن
234..... اتحاد یا غلطی؟

نظم

- 235..... اے خدا! محفوظ فرما قسطنطنیہ دجالی سے



دل کی درزوں میں

وہاں جگہ دل میں "وہاں" کی شخصیت اور اس کے ظہور پر غور کی گئی تھی۔ "وہاں 2" میں اپنی ریاست کے قیام پر ابتدا سے انتہائی ایک نظر ڈالی گئی ہے۔ وہاں کی شخصیت جتنی قدر نگین اور غلبہ پروردگی، اس کی ریاست اتنی ہی عظمت انگیز اور قدر پروردگی۔ فتنہ وہاں کے حوالے سے پیارا موضوع اگر "ہدنی کا پرچشمہ" ہے تو دوسرا "برائی کا ٹھکانہ" ہے۔ جو لوگ انہی کے مرتد تھے (کتاب وسنت کے فیض حاصل کرنا چاہتے ہیں اور غی کے مکر اور تقویٰ اور جہاد سے جزا نہ دینا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے وہ برائی اور شر سے واقف رہیں تاکہ یہ خبری کے عالم میں فتنے میں نہ پڑ جائیں۔ خصوصاً وہ فتنہ جس کی بنیاد ہی اصول کا غریب، حق و باطل اور حقیقت کو سمجھنے پر ہے۔

"وہاں 2" کے بعد "وہاں 3" بھی زیرِ تہیہ ہے۔ اس سلسلہ دار کھوج کرید، تحقیق و تفتیش اور آگاہی و خبر داری کی غرض لفظ یہ ہے کہ اس فتنہ زدہ و غمناک عالم میں یہ مخلص و طہارت مہربان کا بہترین نور نیر ہے۔ مغربی دنیا الظاہ اور اہل الطبیعت کی منکر ہے اور کثیف مادہ کے آگے کسی لطیف شے کے قابلِ غور نہیں آتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ اس آہوا کا ہوں۔ تعجب نیز حقیقت یہ ہے کہ۔۔۔ مغرب میں اس وقت وہاں علامات و نشانات کا سیلاب آیا ہوا ہے اور وہاں کے لیے پھیلائے گئے شیطان پرستی کے جہاں میں وہاں کے حکمرانوں، دانشوروں اور سرمایہ داروں سے لے کر اداکاروں، گلوکاروں اور عام پیروکاروں کے غم و غم کی پھلتی ہوئی نظر آتے ہیں۔ مغرب کے بہت کدوؤں میں ان دیکھنے والے کا اہل ایمان نے اس موقع پر مغرب کے فہم و عقل اور سلیم الطبع اور مختلف کتابچوں اور بڑی محنت سے تیار کی گئی آگاہی کے ذریعے ان شیطان

پہلے میں سے نکالنے کی کوشش کی ہے اور اس سے ہے کہ اس میں مشرق و مغرب کے لیے یہ کتاب کی سند
اسی نوع کی ایسی کتاب ہے کہ اس کا نام ہے جو اس کی اللہ کے حضور میں محفوظ ہو کہ شیطان کے اس وار
سے بچ سکے جس کے بارے میں الصادق المعصوم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کا علیہ السلام
سے کچھ آ کر وہ اس کا قتل کرے گا۔

اس کا نام دجال چاہے انوں کے خلاف آپ حسب بھی کوئی بات کریں گے تو دشمن کے پیروں
کی ہدایت و نصیحت بیان کیے بغیر آگے نہیں چل سکتے۔ لہذا اس کتاب میں "مذہبی کے" "کافر" "کافر"
کی "انصاری" "مکرمی" کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا ہے، دجال کے لیے میدان معرکہ کرنے والوں کی
تیسرا سنی مہمات کے بارے میں جو کچھ آگاہی دی گئی ہے، اس میں کوشش رہی کہ وہ دینی حقائق و حقائق
کی تصدیق شدہ مصداقات پر قطعی کے ساتھ میں لکھی جائے، اس لیے یہ ان شاء اللہ تاریخی کا پروردگار
کے دور کی آیتوں کی طرف پلکے میں معاون میرت ہوگی۔ ورنہ، ہوا میں اس سے چھوٹا اور نکل سالی
سے بھگتا ہے اور جب دل کی دروزوں میں آکر جائے تو ایسی بھیجی جہاں کی کھالوں کے واسطے سے
داخل و خارج میں چلنے کے بجائے ایسے دھوکوں کو اپنی ان کے منہ پر دہریے کی جرات سے دھارتا ہے۔

"دجال" مختلف اوقات میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہیں، اس میں اول تا آخر تصنیفی رابطہ
و تسلسلہ "جو چہم نہیں کہ ہے، نہیں ہے" کا مصداق تھا۔ دجال 2 البتہ مربوط تالیف کے
معیار پر ان شاء اللہ پوری آخر لکھی۔ دجال کی اشاعت کے بعد جنسوں ہونے والے حالات
کے ہر اہم کتاب کے آخر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ نقد دجال کے مقابلے کے لیے دفاعی واقعہ اسی
تذریع کا خلاصہ۔ یہ مضامین کے ساتھ آخر میں دوبارہ دہرایا گیا ہے تاکہ اس کے بعض معلومات کا
پائیدار و جرات مند اصل کے ساتھ اس حقیقت اور مقادیر کی تحریک و ترقی ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق و دھال کی کشمکش کا فیصلہ ان کے ہاتھ سے ہو اور ان کے "قوم پر مولیٰ
باشی" کے پلڑے میں ہو تاکہ شیطان کے چیلوں کے ساتھ نہ لے لے دے دجال کے
کارندوں کے ساتھ۔ آمین

و جہانی ریاست کی کہانی

(پہلی قسط)

نکتہ آغاز و اختتام:

”و جہانی ریاست“ کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ سمجھنی جانے تو بہت مختصر ہے۔ چیلانی جانے تو مسیحیوں پر محیط ہوئی ہے۔ اس کی ابتدا ”چونکہ ارض مقدس فلسطین سے ہوتی ہے (یعنی یہودی فلسطین سے جاری فلسطین سے جو خدا اب اُنکی کے نتیجے میں تھی) اور انہی بھی ہمیں آئیں تو انکی (یعنی یہودی یہاں) واپسی کی ترغیب جو کمر فریب اور ظلم، جمل کی بنیاد پر ہوئی (اور اس لیے ہم گفتگو کی ابتدا ”خلیہ آغاز و اختتام“ فلسطین سے ہی کرتے ہیں جس کا قدیم نام ”یروشلم“ تھا۔

یروشلم تینوں مذہب کے چروکاروں کے لیے ہمیشہ سے ایک مقدس شہر رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے بھی اور یہی کتاب کے لیے بھی۔ مسلمان چونکہ تمام انبیاء کے کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ کوئی بھی ایسی جگہ جو کسی نبی سے تعلق رکھتی ہو مسلمانوں کے لیے مقدس ہے۔ فلسطین اور بیت المقدس کا تعلق دیگر بہت سے قابل احترام انبیاء کے کرام علیہم السلام سے ہے۔ واقعہ صحرائ بھی یہیں سے ہوا تھا اور یہاں موجود مقدس چنان مسلمانوں کا قبلہ اول بھی ہے اس لیے مسلمانوں کا اس سے عجیب تعلق دلکاؤ فلک و شب سے بالاتر ہے۔ چونکہ حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ اور محمد حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہم السلام اور دوسرے بہت سے انبیاء کے نبی اسرائیل کا تعلق اسی شہر سے رہا ہے، اس لیے یہودی بھی اسے مقدس و محترم مانتے ہیں۔ یہی نبی بھی حضرت سلیمان علیہ السلام اور نبی اسرائیل کے دوسرے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کا احترام کرتے ہیں، لیکن اس سرزمین کی تقدیس ان کی نظروں میں اس لیے

عالمی وچالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

ادھر تر ہے کہ ملت جنتی یہ اسلام، نیست الہم میں پیدا ہوئے تھے اور پھر زندگی کا بیشتر حصہ دُشمنِ قدس میں گزارا۔ ”مستقبل کی عالمی وچالی ریاست“ کی کہانی ماضی کے ان تقدیریں بھرے رویوں کے برخلاف، شکستِ جہنم لے کی۔ یروشلم کی تقدیریں کی اجودہ تو آپ نے سمجھ لیں، آئیے اس کی تکریبِ نئی یہاں وچالی قوتوں کی کارفرمائی کی ابتدا کروا دیکھتے ہیں۔

مسلمانوں نے تو رات کی پیش گوئی کے مطابق (اس پیش گوئی کا ذکر ”وچالی“ نامی کتاب میں باحتمال موجود ہے) جب بیت المقدس فتح کیا تو تنہا یہاں کے لیے اس کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی بھی مذہب کے تلامذہ کی یہاں آمد پر یا ہند کی عائدہ کی پناہ چھڑے ہوئی اور عیسائی زائرین کی آمد و رفت آزادی سے جاری رہی۔ یہ معمول صدیوں تک یہ قرار رہا۔ 1095ء میں جب پہلا جنگ کا سب سے بڑا مذہبی رشتہ ”چوپہ اردن دوم“ تھا۔ اس نے عیسائی یورپ پر زور دیا کہ ارض مقدس کو کافروں (یعنی مسلمانوں) سے چھین لیا جائے۔ یورپ اردن کا پورا جیتنے لگا۔ مسلمانوں نے غزائوں میں کئی جہانوں کو فتح کر لیا ہے۔ دنیا کے بہت سے حصے پر قبضہ کر لیا ہے اور یورپیوں کے لیے رہنے اور حکومت کرنے کی جگہ رکھ کر دی ہے۔ خود مسیحی مذاہنین کا کہنا ہے کہ عیسائیوں کے فتح کے بارے میں چوپہ اردن کا دعویٰ جھوٹ کا پلندہ تھا۔ اس جھوٹ کا ایک طے شدہ مقصد تھا۔

سیاسی اور بشارتی جھوٹ:

مذکورہ یورپ نے عیسائی عوام کو مسلمانوں کے خلاف ”مقدس جنگ“ چاہا۔ ارنلڈ کے لیے صرف یہی ”سیاسی جھوٹ“ نہیں رہا، بلکہ اس نے اس طرح کے لیے ایک ”بشارتی جھوٹ“ بھی نکالا۔ اس نے عیسائی جنگجوؤں کے لیے خدائی بشارت وضع کی کہ جو مسلمانوں سے لڑے گا، اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اور وہ جنت کی بلند دریاہ وادیوں میں دائمی نعمتوں کا مستحق ہوگا۔ یہ جھوٹ جو عیسائیت کی بنیادی تعلیمات (یعنی گھڑیا کا دھوکے میں سنائی تھا) کو لے کر ضرورت پر پورے قیاس پیش آئی، اس کی وجہ سے عیسائی مذہبی رہنماؤں کے سامنے کھڑا ایک مشکل رہا۔

تھا۔ ان کو یہ بات سمجھ نہ آتی تھی مسلمان، قابلِ آئینہ کیوں ہیں، وہ اپنے خدا کے لیے اپنی جائیں قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار نہیں رہتے ہیں؟ عیسائی اس طرح کیوں ٹھیک ہیں؟ یہ بہت بڑا سوال پوپ اردن اس کے ہم عصر و پڑاؤ کی فائدہ دہی کے سامنے جواب طلب تھا۔ جب انہوں نے خود کیا تو مسلمانوں کے "ظلم و شہادت" کی روشنی میں اس سوال کا جواب بہت سادہ اور آسان تھا۔ مسلمان جہاد میں اپنی جانیں دینے کے لیے ان کے لیے تیار رہتے ہیں کہ انہیں موت کے بعد جنت کی زندگی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ان پر انہوں نے سوچا کہ عیسائیوں کے لیے ایسی کوئی ہی بے رست نہ ہو کہ وہ بھی صلیب کے لیے جانیں دینے پر تیار ہو سکیں؟ انہیں اس کی کوئی بے رست نہ تھی۔ مجبور ہو کر کچھ روزہ ماہوں نے انہوں نے بالذات عیسائی اعتبارات ہاتھ میں لیتے ہوئے کچھ بڑی باتیں وضع کر لیں۔ عیسائی عوام سے وعدہ کروایا گیا کہ جو لوگ صلیب کے فائدہ کے لیے لڑیں گے ان کے تمام "گناہ معاف" کر دیے جائیں گے اور ان کے لیے نجات یقینی ہوگی۔ پوپ اردن نے یہ وعدہ اپنی مذہبی حیثیت کا غلط استعمال کرتے ہوئے کیا۔ یہ وعدہ بنیادی طور پر عیسائیت کی تعلیمات کے بھی منافی تھا۔ عیسائی عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدم کے بیٹوں کے گنہگاروں کے گناہوں کے سزا کے لیے اپنا خون پہلے سے بہا چکے ہیں۔ اب صلیب کے بیٹوں کو اپنا خون سینے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ وعدہ مشہور عیسائی نظریے "اعترافِ گناہ" (Confession) کے تصور کو بھی ختم کرتا تھا۔

عیسائی جنگ یا نسلی دھرم کی آزادی

ہر حال اس وعدہ کے اپنا اثر اٹھا یا اور عیسائی عوام "یقینی نجات" کے حصول کے لیے حقوق و حقوق "کافروں" سے لڑنے نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے پوپ کی دعوت پر اٹلیہ گئے۔ ایک جوتی کروہو نو سب مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا جو مغربی سے قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ سے ترکی، شام میں اتر آئے۔ یہ جنگجو واصل غیر منظم شہری تھے جنہیں پہلے تو خود ترکی کے سپاہیوں نے تہ تیغ کیا اور پھر رہنے والوں کا صفایا عثمانی نچاہریں اور ترک مسلمانوں نے کر دیا۔ اس کے بعد صلیب

کے لیے ان کے والوں کی دوسری اور آخری۔ اس وقت تقریباً ہر بونے والے مسیحی جنگجو "کلیس" یعنی یورپ کے سردار تھے۔ انہوں نے القدس پر طوقانی یا غارتی اور فلسطین کے ایک علاقے میں چھوٹے سے ایک ایک مسیحی ریاست قائم کر لی۔ مسیحی پرچم کے ساتھ یہ پہلا کامیاب عمل تھا جس نے نہ صرف ناقابل تلافی مسلمانوں کے خلاف یورپیوں کو مسلحہ یا بغاوت دھوکے کا ایک نیا دور شروع کیا جو بعد میں صدیوں میں بھی جاری رہا اور ابھی تک۔ مختلف شکلوں اور عنوانوں سے۔

یاد کی بنیاد پر ان وقت تک جاری رہے گا جب مسلمانوں کے حقیقی اور سچے رہنما جناب مسیح علیہ السلام تشریف لائے ان وقت پروردہ جانی قوتوں کو تہہ تیغ نہیں کر دیں گے جو مسلمانوں کو جانی و مال و اہل اسلام کے خلاف حملہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سب کو "مسیحی جنگ" کہا گیا جس کا مطالبہ کافروں (یعنی مسلمانوں) کے خلاف "مقدس جنگ" تھا۔ اسے بعض اہل کلمہ "جنگی جہاد" سمجھتے ہیں جو غلط ہے۔ اس اصطلاح میں جہاد کا لفظ غیر مسلموں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جبکہ جہاد کے مقدس عمل کا تصور صرف مسلمانوں کے ہاں ہے۔ بقیہ مذاہب کی طرف سے ہر کیا ہونے والی جنگوں کے لیے یہ اسلامی اصطلاح استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں اس عبادت کی توہین کا پہلا پایا جاتا ہے۔ اس "لیکن مسیحی جنگ" کے پس پردہ پائے جانے والے مذہبی محرکات یا پاپ کے مذاہب کیا تھے؟ اس کے لیے "کلیس" یعنی ان یورپی جنگی سرداروں کی ان سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالنا کافی رہے گا جو وہ پروجیکٹ کرتے ہوئے سر انجام دے رہے تھے۔ تاریخ ان کی نگہانداری نہاتے ہوئے ہمیں بتاتی ہے:

"اساتے ہیں وہ مسلمانوں، یہودیوں اور سیاہ فام مسیحیوں کا قتل عام کرتے رہے۔"

کلیس کے ان کارناموں کو دیکھا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا یہ واقعی مقدس مذہبی جنگ تھی؟ نہیں..... قطعاً نہیں! یہ تو ایک نسلی معرکہ لڑی تھی۔ وہ نسلی معرکہ لڑی جہاد کی جنگ کے نام پر جوہر میں آئی اور مذہبی احساس برتری کے شکار بنی اور انہل کے ایک مخصوص نتیجہ کو دیا جسے اس مقدس شہر پر تسلط دلانے کے لیے تھی جو وہ اپنی بد اعمالیوں کی بدولت کھو چکا تھا۔

خوفِ ایک خواب، وحشتِ ناک تھی۔

یہ پہلی جنگیں چاہی رہیں۔۔۔۔۔ اور جیسے جیسے وقت گزر رہا منہ بے ہنگاموں کی تعداد اور مقدار میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسی طرح پختہ کی تعداد اور مشیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اور ان میں عیسائی جو شیعہ مسلمانوں کی جگہ یسوی زعماء نے لینا شروع کر دی اور انہیں سے یہ تم یکساں بل کر رہا حال کے کارندوں کے ہاتھ میں آئی تھی۔ "ٹائٹس" کے نام اور خطابات مختلف تھے جو ان کے تعارف، پس منظر اور فرائض کے حوالے سے رکھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک نمایاں گروہ "کمپلور ٹائٹس" کا تھا جو عیسائی ٹائٹس کے مختلف گروہوں کے ختم ہو جانے کے بعد بھی باقی رہا۔ اس گروہ نے تاریخ میں بے انتہا شہرت پائی اور آٹھ تک (نام بدل کر) زعماء ہے اس لیے کہ یہ عیسائی نہ تھے، شروع میں تھے بھی تو بعد میں ان میں ایک خضم "انٹینی پراوری" کے لوگ شامل ہو گئے جنہوں نے یہ چاہا کہ ان کی شہرت و نام حاصل کی۔

کمپلور ٹائٹس (امپری سربراہ) ایک ایسا گروہ تھا جس کے سامنے ہزاروں کوئی مقصد اور کوئی نصب العین نہیں تھا، لیکن درحقیقت ان کے سامنے ایک بڑا نصب العین اور مقصد ایچڑا تھا جس پر وہ سبھی جنگجوؤں کی مدد سے کام کرنے لگے۔ ان کی نظموں میں پوری دنیا پر نیچے کا حصول اور عظیم ترین فرمانروائی تھی۔ اگر سوال اٹھایا جائے کہ قبول سے ہے کہ جو مسلمانوں سے بیت المقدس نہ لے سکتے تھے، پوری دنیا پر فرمانروائی کا خواب کیسے دیکھ رہے تھے؟ تو اس کا جواب سمجھنے کے لیے ہمیں ان کی دنیا اور اس منظر کو تفصیلی سے دیکھنا ہوگا۔ ان کے اس خواب نے دنیا کو بہت سی آزمائشوں میں ڈالا اور ان کی اس اہمیت پریم کے نتیجے میں انسانیت بہت سی آزمائشوں میں مبتلا ہوئی اور یہ آزمائشیں آج بھی جاری ہیں۔ آگے چل کر یہ گروہ مذہبی عظیم سے بڑھ کر معاشی اجارہ داری کا ختم کرنے والا گروہ بن گیا، پھر معاشی طور پر مختصم یہ گروہ دنیا کی سیاست میں دخل دینا کا ارشاد کرتا نکلا۔ جس پر وہ بڑے ہوئے دنیا کی فلم میں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا اس کا مخصوص ہنر تھا۔ اس کے بعد اس کا کرٹ "عمرات کی طرف سے وہ" یہودی روایتی تاریخ کے حوالے

سے یہ خود میدان میں آ کر کبھی ٹھس ٹرا۔ یہ دوسرے کو لڑوا کر فتح کے شہزادے اپنی جھولی میں ڈالنے کا
 جادوی ربا ہے۔ لہذا دنیا کی اقتصادیات، سیاسیات اور عسکریات پر کنگنول کا کر کے یہ اس خوب
 کی تھیں کے لیے جت کیا جس کی تعمیر انتہائی خوفناک ہے یعنی ایٹم کی عالمی خطرانی کا قیام اور
 ”وہاں کی عالمی ریاست“ کی تشکیل۔ ہم جس گروہ کی درجہ بدرجہ پیش قدمی (مذہب سے معیشت،
 معیشت سے سیاست یعنی جمہوریت، سیاست سے عسکریت اور پھر عالمی حکومت) کا جو سہو لیتے
 ہوئے آگے چلیں گے تو کمال اہمیت کے خلاف مانسی، محال اور پھر مستقبل قریب میں جو کچھ اس
 زمرہ میں پڑنے والے گروہوں نے کیا، کھل کر سامنے آئے اور وقت ہاتھ سے نکلنے سے پہلے اس غیر
 انسانی بلند شیطانی منصوبے کے راستے میں مضبوط روک ٹوک کرنی ہی چاہئے۔ اس کی ہر سہولت
 آنے سے یہ سوال بھی حل ہو جائے گا کہ ”وہاں“ تو یہودیوں کی امیدوں کا آخری سہارا ہے۔
 مسیحی جنکھوں کا اس ایک چشم برونواز حق کے نام پر قائم ہونے والی ریاست سے کیا تعلق ہو سکتا
 ہے؟؟؟ (جاری ہے)

نائنس ٹمپلز سے فری مین تک

(دوسری قسط)

زیگل کے خندہ کے قریب۔

اگرچہ ارض مقدس پر کئی وقت مختلف عرصہ کے لیے تھانگن ان کا یہ مختصر قسط پوری دنیا کی تاریخ کو تبدیل کرنے والا حادثہ ثابت ہوا۔ اس مختصر عرصہ کے دوران نائنس کی ایک عرصہ سی تنظیم تشکیل دی گئی۔ جس کا مقصد بظاہر کئی دلائل کو مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ ایک مذہبی تنظیم تھی جس کے فرانس میں "مقدس معبد" (بیت المقدس) میں سیدہ فاطمہ (کا فرانس) یعنی مسلمانوں) سے بچانا بھی شامل تھا۔ چنانچہ یہ تنظیم اور اس کے ارکان دیا بھر کے مسلمانوں کے لیے کابل احاطہ میں گئے۔ اپنے مذہبی فرانس اور کئی طرح حیات کی وجہ سے انہیں "ارباب" کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں یہ خطاب ترک کر کے انہیں "ٹمپلز" یعنی "معبدی" کہا جانے لگا۔ "ٹمپلز" معبد یعنی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ ٹمپلز کا معنی ہوا: معبد یعنی عبادت گاہ سے وابستہ خفیہ گروہ۔ یہ تنظیم بہت جلد منظم منظم بن گئی اور "نائنس ٹمپلز" (معبدی سردار) بنائے گئے۔ جن کو "نائنس ٹمپلز" اور "نائنس ٹمپلز" کے بارے میں پھر اس طرح تحریر ہے:

"ایک مذہبی منظمی تنظیم جو ۱۱۱۴ء میں برطانیہ میں تشکیل دی گئی جس کا مقصد مسیحی تاریخوں کو مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ عید یعنی زیگل سلیمانی کے خندہ کے قریب رہتے تھے۔ ان کی حدود پائش رانہوں جیسی تھیں۔ لیکن ان کی سرگرمیاں جیادادی طور پر منظمی اور انتہائی تھیں۔ ارض مقدس میں یورپی جیسی سلطنت کی نگہداشت میں اہمیت رکھتے کے ساتھ ساتھ ان کی مذاکعات میں بھی تھیں اور وہ بین الاقوامی بنکاروں کی حیثیت سے بھی کام کرتے تھے۔ وہ

اسپین و اٹلی ۱۰۰۰ عشتہ ازاداری کے ساتھ برانچا ہویتے تھے۔

مقدس تبرکات کے معنائوں۔

اس تنظیم کے باقاعدہ قیام کے حقیقی اغراض کے بارے میں مختلف داستانیں پائی جاتی ہیں۔
 شروع میں انہوں نے اپنے آپ کو "نیکل کا محافظ" کہلایا۔ سوال یہ ہے یہ لوگ کس چیز کا تحفظ
 کر رہے تھے اور کس سے کر رہے تھے؟ اس نکتہ پر پچھ تحقیق دانے رکھتے ہیں کہ مہلر..... ان کی
 تعداد بارہ تھی۔ دراصل کسی خزانے یا مقدس حرکات کی حفاظت کر رہے تھے جو بیت المقدس یا
 نیکل سیہانی سے ملے تھے۔ قدیم زمانے میں باب یہودی یہ و ختم میں آکر آباد ہوئے تو وہ
 حضرت موسی علیہ السلام کا صندوق بھی ساتھ لائے تھے جسے بعد ازاں "نیکل سیہانی" میں رکھا گیا۔
 اس صندوق کو "تابوت سکینہ" یا "تابوت یہود" کہا جاتا تھا اور اس میں حضرت موسی علیہ السلام پر
 نازل ہونے والے تورات کی تختیاں (الوہ تورات) رکھی گئی تھیں۔ عہد نامہ قدیم یعنی تورات کا
 کہنا ہے یہ تابوت خدا اس سونے کا بنا ہوا تھا۔ عہد نامہ میں اس کی شکل و صورت اور مہائی چوڑائی کی
 تفصیل سے موجود ہیں۔ عہد نامہ کے مطابق اس صندوق یا تابوت میں وہ اصلی الوہ (تختیاں)
 موجود تھیں جو کہ سینا پر حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی تھیں۔ اس کے
 علاوہ حضرت یارون علیہ السلام کا عصا (قرآن کریم کے مطابق یہ حضرت موسی علیہ السلام کا عصا
 تھا) اور "من وسلوی" کا برتن بھی اس تابوت میں محفوظ تھا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اسے نیکل
 سیہانی میں رکھا گیا تھا لیکن یہ نہیں بتاتی کہ بعد ازاں اس کے ساتھ کیا ہوا؟ مہلر کے دور میں
 نیکل سیہانی کا یہ حصہ زائین کے لیے کچھ عرصہ تک مرمت کے لیے مونس قرار دے دیا گیا تھا۔
 (ایک روایت کے مطابق ۱۵ سال اور دوسری کے مطابق ۱۳ سال اس دوران اسے مہلر نے کسی
 شخص سے خرید لیا تھا یا خود مہلر کو بھی یہ حرکات باوجود گئے اور دودیا کو دھوکہ دینے کے
 لیے خود کو یہ انداز مشہور کیے ہوئے ہیں؟ روایات مختلف ہیں اور ان حوالے سے مشہور مذہبی
 داستانوں میں زبردست تضاد پیش پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدیم مہلر دونوں یا پھر فرقی میں

عالمی، جہاں یہ راستہ بہت دور ہے۔

یہودی قوم کے روحانیوں یعنی سفی جاہلوں کو یہودیوں یا یہودیوں کے خدایوں کے متعلق یہودیوں کی رائے، ان مسیحیوں میں سے بھی کسی شخص سے معلوم کہ یہ قدس تھیں کہ نہیں تھیں؟ وہ ان کی کھوشی میں سرگرداں ہیں کہ انہوں کو دنیا پر وہ بارود خدا ان کے ہاتھ نہیں مل سکتا، انہیں یہ تھیں کہ ان کو ملنے کے نہیں دے رہے۔ اور یہ ان کو کبھی ملیں گے۔ انہیں تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پر آمنا ہے کہ انہیں سے ان کے حوالہ کا جواب ”وہاں“ نامی کتاب میں دے دیا گیا ہے کہ حضرت کے ہاتھوں ان کی پر آگئی دیکھ کر وہ معتدل مزاج یہودیوں کی قسمت میں ایمان ہے، مسلمان جو چاہیں گے اور وہ حق مزاج یہودیوں ان تھیں کہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دیکھ کر بھی ان کی امانت کرنے میں اہل کرتے رہے تھے، وہ اب بھی وہاں کے ساتھ رہنے پر ہی اذیت ہیں گے اور پھر وہ ان کے ساتھ اپنے اور ان کے ساتھ رہنے کے۔

ماہنامہ ”عظیم“ اور ”عظیم“ کے نام سے

تھیں کہ ان کے ہاتھوں کے طور پر معلوم دنیا میں مذہبی حیثیت مستحکم کرنے کے بعد یہودیوں اور حقیقت موجودہ فرقہ بین عظیم کی سادہ عقل تھے۔ اپنی مالی حیثیت مستحکم کرنے اور اسے مستحکم بنیادوں پر ترقی دینے کی فکر، وہ یہودی۔ عوام کی توجہوں میں محفوظ دولت جسے ہر وقت لوٹ لینے جانے کا خطرہ درپیش رہتا ہے۔ یہودیوں کو کون سا یہودی ہو سکتا تھا جو وہودیوں کے مالی پرست کا پیش کرنے کی مادی قوم یہودی کے کام آتا، یہودیوں کا محنت سرمایہ کاری اور کچھ میں محنت کے مزے یہودی سوا خود، مہا بنوں کے۔ یہودی کی سوا خودانہ ذہنیت کے حوالے سے اس سے بہتر کیا سورت ہو سکتی تھی کہ سرمایہ کی اور کا وہاں نفع یہودی سوا خودوں کو ملتا رہے، نہ چاہیے یہ وہودی تھیں کہ وہ دنیا میں یہودی بنکاری کا کام نہ ہو اس کی ابتدا یہودی سوا خودوں نے کی۔

مزافوں، یعنی ساروں نے دنیا کے سامنے سب سے پہلے توجہوں (کاروں) کا نظام متعارف کرایا۔ انہوں نے لوگوں کے ذہن پر اس کے اور ”ماہریت“ کے لئے محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ یہودیوں نے یہ ”کار“ پارت ”سلسلہ“ لوگوں کو پسند آیا اور بہت جلد مقبول ہو گیا۔ آج کل وہ

عالمی چیلنج، پاورسٹ، وابجہ سے انچائی تک

کئی۔ معائنہ بینک، معرکزی بینک سے اور مرکز کی بینک عالمی بینک سے منسلک ہو گیا اور اس طرح دنیا کی معیشت ان دونوں کے ہاتھ میں آ گئی اور وہاں کے غرض سے پہلے جو تحلی کے سیدھے میں حرام کا قلعہ پہنچے تے پاس کے تاک میں رہتے تاک کہ حرام کے عالمی سوداگر کا دسب ظہور ہو تو اور ایسی تر و متراہوں کے لیے میدان ہموار ہو چکا ہو۔

سو وہ سے ٹیکس تک:

بالکل کی تعلیمات سودی ممانعت کرتی ہیں چنانچہ اس زمانے میں عیسائی معاشرہوں میں بھی سو سے گریہ کیا جا تا تھا، لیکن ٹیکسز..... مقدس سمجھے جانے والے ٹیکسز..... اس کی نافرمانی پر داد نہیں کرتے تھے۔ وہ صرف قرضوں پر سود وصول کرتے، بلکہ یہ جاری شرع کے ساتھ سود جانہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر ایک قرض (۱۰۰۰) تک سود سود دیا کرتا تھا۔ قدیم زمانے میں منظم بینکارش نظام کے ساتھ یہ لوگ اپنے رو کے جدید سرمایہ کار بن گئے۔ عوام ق موام، حکومتیں تک ان سے قرض لیا کرتی تھیں۔ یہ بینکاری شرعاً پر انہیں سودی قرضے دینا کرتے تھے۔ بہت سی بادشاہتیں ان کے قرضوں کے ہوجھتے دی گئیں۔ بقیہ یورپی ممالک کو قرضے، بیچے، انگریز حکمران ماندا ان بھی ٹیکسز کا مشروط تھا۔ بادشاہوں، ہتھی سوم اور ایڈورڈ اول انھی ٹیکسزوں سے قرض لیتے تھے۔ ۱۲۶۰ء سے ۱۲۸۶ء کے درمیان بادشاہ انگری نے اپنے تاج کے بیروں ٹیکسزوں کے پاس رہیں رکھے ہوئے تھے مختلف بادشاہوں کو مشروط کر کے بعد ٹیکسز آگے بڑھے۔ صحرانوں کے تاجوں میں جڑے بیروں کے روئے رکھنے کے بعد اب وہ عالم کو بھی اپنے پاس کر دئی دھم چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے ہر طریق کار وضع کیا، وہ ان کی شکستہ نہ شیطان سے حق کا مکاں تھا۔ اس طریقے نے فرق تک دیا تو ان کے ہاتھوں سے آگئی نہ وہ ہمارا حساب۔ انہوں نے علم انوں کو بے گئے قرضوں کی وصولی دیکھی دے کے لیے وقت ضائع کیے بغیر پابندی عائد کر دی کہ ٹیکس کی وصولی صرف ٹیکسز کریں گے۔ انھیں وصولی کے اختیار سے ان کی طاقت اور دولت میں بے پروا اضافہ کر دیا۔ اب نہ صرف وہ پابندیت کو دے جانے والے طریقے سے وصولی

عالمی و باطنی ریاست مانتا ہے اور انھیں

کرتے ہیں۔ بادشاہوں (حکومتوں) کی طرف سے انھیں بھی وصول کرتے ہیں۔ انھیں اپنے دولت اور قوت میں تیزی سے اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ اب وہ اپنے وطن کے قہر سے سرحد کا قہار کرنے کے قابل ہو گئے۔ غازی دہلی شہریت کے ہاتھ کا مرنے کے بعد اب وقت اور ضرورت کی طرف ان کا سفر شروع ہوا۔

ایک سی سیاست یا اصول کی ضرورت

اس کے لیے انھوں نے یہ طریق کار وضع کیا۔ اور بادشاہ اٹھارہ سو سال کا ہوا اور انسانی زندگی رکھتا ہے۔ ان کے لیے ایک طریق کار کو اپنی سیاست کے نام کو کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ کہ دنیا میں جہاں جنگ ہوتی ہے جنگ میں شریک دونوں فریقوں کو قابو میں۔ کتنے ممالک سے فائدہ اٹھاتے۔ اگر انھیں جنگ نہیں ہو رہی تو یہ جہاز تھلک کرتے اور پھر دونوں فریقوں کو اسلوب اہم کرتے۔ چنانچہ جنگ میں شریک دونوں فریق ان کے مقاصد اور ان کا اثر ہو جاتے۔ کھوئے ہوئے پر حکم کو واپس لینے اور پوری دنیا پر غلبہ پانے کا یہ سلاکات مشن برطانیہ کی افواج قیامت اور انسانی روایات کو پاؤں کرتے ہوئے جاری تھا کہ یہاں تک کہ ان کو برکی تیر و تارشاہ اور جہاں آ گیا۔ تیر و تارشاہ کا ایک ٹیڈر کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔ (جاری ہے)



تیرہ تاریخ کا جمعہ

(تیسری اور آخری قسط)

تیسری اور آخری قسط

ہونے لگی کہ ٹیڈنگز برادری کی ترقی و ترقی کے تھکرائوں اور مصیبت پر کنٹرول و عام لوگوں کی
 نظروں سے اوجھل رہا۔ یہاں یہاں تک کہ خطہ یورپی بادشاہی ایسے طرح سے متکثر اس بات کو سمجھ
 سکے کہ "برادری" ان کے ساتھ کیا کر رہی ہے اور کیا کرتا چاہتی ہے؟ بالآخر فرانس کا بادشاہ فلپس
 چہارم اس سازش کو سمجھ گیا۔ وہ ان سے اپنا اور اپنی قوم کا جو بچھا بچھڑا چاہتا تھا، لیکن چھٹی صدی
 عیسائیت اس کی راہ میں حائل تھی۔ ٹیڈنگز نے جیسائی عوام کی مذہبی حمایت حاصل کر رکھی تھی۔ ان
 کے خلاف کارروائی آسان نہ تھی۔ میرٹھ چٹنگز ٹیڈنگز کے ساتھ تھا اس لیے وہ ان کی بارہادری نہ
 توڑ سکا۔ اس نے حکومت سے کام لے گا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے اس وقت کے ٹیڈنگز
 کے ساتھ ملے ہوئے پوپ "کونی فیوٹیم" سے جان چھڑائی اور پھر اس کے چالیس "بھتیجی" دست
 بازو "بھتیجی" سے بھٹکارا حاصل کیا۔ ۱۵۰۸ء میں بادشاہ فلپس نے اپنے پوپ "کلیمنٹ ہفتم" کا ہتھیار
 لیا۔ اس منصف پوپ کی مدد سے بادشاہ نے ٹیڈنگز کے معاملات کی عملی چھان بین کرائی۔
 تحقیقات کے نتیجے میں ہر حقائق سامنے آئے وہ توقع سے زیادہ خطرناک تھے۔ غصے کی گھنٹی
 نے اسے فوری اور سخت قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ پناہیہ اس نے ملک بھر میں سرکاری عدالتوں
 میں ہزاروں حکامات بھیجے۔ ترتیب یہ بتائی گئی کہ ان حکامات کو ہر جگہ ایک وقت یعنی جمعہ ۱۳ اکتوبر
 ۱۵۰۷ء کی صبح طلوع آفتاب پہنچوا جائے۔ ان غلیظ حکامات کے مطابق ملک بھر میں اس ہتھیار کو
 "مطلوبہ" کے ٹیڈنگز کو گرفتار کر کے ان کی علاقہ کو ضبط کیا گیا۔ ٹیڈنگز کو یہ بات پرانی اور ناممکن

چلا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں مہاراجپورپ میں پھر سے انگریز تھے۔ اس مرحلہ پر تعداد اور طاقت دونوں میں کم ہو چکی تھی۔ یہ نئی شناخت ان کی داخلی کمی کی شہرت سے زیادہ طاقتور اور موثر ہے اور یہ شناخت ان کو برطانوی کی بااثر بہت دے رہی ہے۔ اپنے نظریہ اختلافوں پر وہ وقت آنے کے لیے تیار رہی ہو گیا کہ وہ اپنے تمام اختلافات کو ختم کر دیں۔ اب جو کام انہوں نے اپنے آپ کو متعارف کرانے کے لیے کیا تھا وہ "فری مین" تھا۔ "FREEMASON" اس لفظ کو بہت سے لوگ جانتے تھے مگر اس کا مفہوم کم لوگ جانتے تھے۔ مہاراجہ کے لئے فری مین گروپ کا برطانوی شاہی خاندان میں سے پیدا ہو گیا۔ فری مین آف دی ویلز فریڈرک تھا۔ بعد میں آئے والوں میں پرنس فیلپ، ڈیوڈ کاہل، ٹیڈ اور ملکہ انگریز تھا، وہ برطانوی شامل ہیں۔ برطانوی جمہوری حکمرانوں میں وزیر اعظم، مسٹر چرچیل اور وزیر خارجہ کیمبر پانچویں کا نام نمایاں ہے۔ برطانوی الامارہ کی ایک خاتون فری مین ہے جو برادری "کارکن" میں گروہ جہاں کی بات ریاست کے لیے راستہ یا راستہ بنیاد رکھتے تھے۔

انتہائی آج کی بات سے انتہائی برطانوی ملک

اس نئی شناخت دور گروہ میں شامل ہونے والے لوگ معاشرے کے سربراہ اور لوگ تھے۔ معاشرے میں ان کی عزت اور مقام نے فری مین کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ اور وہ اس قافلہ ہوتے چلے گئے کہ "بروٹھم" واپسی کے سفر کا پھر سے آغاز فرمیں اور استقبال کی دنیا کے عظیم ترین نمائندے "جیمز جیکس" کی بنیاد رکھیں۔ برطانوی شاہی خاندان میں اثر و رسوخ حاصل کرنے، برطانوی جمہوری حکمرانوں کو اس میں گروہ اور یہودی سربراہ سے برطانوی مقررہ ریاست کا بہرہ رکھنے کے عوض قدیم مہاراجہ اور جدید فری مین نے یہودی دہلی برادری کے لیے "سلطنت عظمیٰ" برطانیہ اور اس کے "شاہی گروہ" کو بے دریغ استعمال کیا۔ انگریز چوہاں اہلین لیا کے ہاتھوں کہ اہلین کو خلافت کے لیے سے چھیننے سے لے کر اس اہل کے قیام کے مطالبہ تک برطانیہ کو استعمال کرنے کے حوالے سے فری مین کی کامیابی کے دعوؤں کی طو میں تاریخ ہے۔ یہودی اس تاریخ مقدس میں دہلی ریاست کے قیام کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں لیکن وہ

عالمی دجالی ریاست، ابجد اسے انتہا تک

جیسے جیسے اس ریاست کو عظیم سے عظیم تر بنانے کا خواب پورا کر رہے ہیں ویسے ویسے وہ اپنے منہ کی
اتجام کے قریب ہوتے چارہ ہیں۔ اسرائیل کی تعمیر شدہ بیسیوں میں ان کی اجتماعی آبادی ان
شاء اللہ ان کی اجتماعی بربادی پر تیار ہوگی۔ ان کی یہ بربادی صرف 'دجالی ریاست' کا ہی اختتام نہ
ہوگا بلکہ دنیا سے شر اور فساد کے کھل خاتمے کی نوید بھی ہوگا۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس زمانے میں زندہ ہوں گے اور توفیق الہی سے 'عالمی دجالی
ریاست' کے منصوبے کو ناکام بناتے ہوئے 'عالمی اسلامی خلافت' قائم کریں گے۔ ایسی خلافت
جو کائنات میں بسنے والے ہر ذی روح کے لیے سایہ رحمت ہوگی۔



رحمانی خلافت سے وجہی ریاست تک

برادر اسلامی ملک ”ترکی“ دنیا کا وہ ملک ہے جو نہ کسی مذہبی اور مذہبیوں کے عقلم پر واقع ہے۔ یہ دونوں براعظم مغرب و اُسل کے اعتبار سے ہی نہیں، بلکہ سب و نظریہ کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے متضاد اور پائے جاری ہستی کے حامل رہے ہیں۔ اس کا جغرافیائی محل وقوع ایسا ہے کہ یہاں سے حیثیت کے گوارے ”براعظم یورپ“ میں داخلے کا راستہ نکلتا ہے۔ اس راستے کے کنارے عیسائیت کا روحانی مرکز اور مشہور مسیحی مقدس خطہ تھا۔ اس لیے اس کے خاتمین کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم بشارتیں سنائی تھیں۔ اس شہر کی فضا کا واقعہ جتنا عظیم الشان تھا، اس کے حقوق اور خلافت عثمانیہ کے اہل و عیال کا حوالہ آتا ہے، حدود اور اندوہناک تھا۔ 1288ء کے ایک مبارک دن میں یہاں رحمانی ریاست خلافت عثمانیہ کی بنیاد پڑی تھی اور 1924ء کے ایک نامبارک دن میں خلافت کے سقوط اور وجہی ریاست کے راستے میں حائل رکاوٹ کے خاتمے کا اعلان ہوا۔ آئیے اس آغاز اور اختتام، اس تضاد اور تقابل پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ مستقبل قریب میں پھر یہی کہانی ملکوں انداز میں گوارے کے اختلاف کے ساتھ دہرائی جائے والی ہے۔

۱۰۔ بروز مجہوریہ، خلافت عثمانیہ (1288ء - 1924ء) کی جانشین ریاست ہے۔ خلافت عثمانیہ اس دور کے زمین پر آخری خلافت تھی۔ اس کے سقوط سے اس زمین پر انجی ریاست اور انجی نظام وائی مسائل کا اختتام ہوا اور وجہی ریاست کے قیام کا آغاز ہوا۔ یہ آغاز تشکیل سے پہلے ان شاء اللہ اختتام کو پہنچنے کا اور پھر اللہ کے حکم سے اللہ کے مقرب بندے پوری دنیا میں عالمی انجی خلافت کا قیام کریں گے جو کج معنوں میں رحمانی ریاست ہوگی۔ خلافت عثمانیہ، خلافت راشدہ (232ء

۱۶۶۱ء۔ خلافت عوامیہ شرق (۱۶۶۱ء۔ ۱۷۵۰ء) خلافت عوامیہ مغرب (۱۶۵۶ء۔ ۱۷۹۲ء)
 اور خلافت عوامیہ (۱۷۵۰ء۔ ۱۸۲۵ء) کے بعد قائم ہوئی تھی۔ خلافت عثمانیہ کو یہ مغرب و اقصاء کا کہ
 اس نے ۱۷۵۳ء میں قسطنطنیہ (سلطنت روم کا دار الحکومت اور مسیحیت کا ولی) کو فتح کیا اور
 اسلامی سلطنت کی سرحدیں یورپ کے اہم ممالکوں تک پھیلادیں۔ سلطنت عثمانیہ کے عروج کے
 زمانے میں اس میں جمہوریت کی نئی علامت افریقہ کے بعض علاقے (مصر، الجزائر، تونس، الجزائر، تونس) نے
 عرب یعنی عربین و قباہ، یورپ میں سے آسٹریا اور ہنگری تک کے علاقے اور علاقہ بلقان کا بیشتر
 حصہ (سربیا، کروشیہ، بوسنیا، رومانیہ، مقدونیہ، صربیا، بلغاریہ، رومانیہ اور یونان) شامل
 تھے۔ گویا وہ چین، براعظم ایشیا، افریقہ اور یورپ کے اہم ممالکوں پر ایک وقت حکمران تھی۔ اس
 کوئی کے بعد والی نے شامت اہل کلام سے تبارکی اور کچھ لی۔ اب ہرزہ والی کی آخری حد
 سے گزرتی ہے جس اور جب اپنے آئندوں اور بھائیوں سے اپنے گناہوں کو جوڑ لیں گے تو ان شاء
 اللہ وہ بارہ عروج و زار مقدر ہوگا اور وہ ایسا گناہ گار ہوگا کہ تاریخ انسانی نے اس کی مثال نہ دیکھی
 ہوگی۔

یورپی ممالک اس عظیم اسلامی سلطنت کو کیسے برداشت کر سکتے تھے جو ان کے قلب میں بالوں
 والا پتھر بند کیے ہوئے تھی؟ ان کی ہمدردیاں بلقان کے عیسائیوں کے ساتھ تھیں اور وہ انہیں
 ترکوں کے خلاف بغاوت پر اکساتے رہتے تھے۔ یورپ نے یہاں مسیحیت اور قومیت کا آزمودہ
 ہتھیار استعمال کیا۔ دانشوروں اور شاعروں نے پہلے یونانیوں کو ان کے ماضی کی یاد دلانے کی کوشش
 ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ یونان سے ”شرقی مسئلہ“ (Eastern Question) پیدا
 ہوا اور یورپی ممالک کی مداخلت سے یونان مارچ ۱۸۳۰ء میں آزادی حاصل کرنے میں کامیاب
 ہو گیا۔ یونان کے بعد دوسری یورپی ریاستیں بھی آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں۔ ساتھ
 ساتھ سلطنت عثمانیہ نے خلاف یورپی طاقتوں اور سمجھوتہ سازوں کی مسلسل دباؤوں
 کے نتیجے میں کئی دوسرے افریقی اور یورپی علاقے ترکوں کے قبضے سے نکلنے لگے۔ ۱۸۳۰ء میں

فرانس نے الجزائر پر اور 1832ء میں برطانیہ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ انکی نے 1911ء میں طرابلس (موجودہ لیبیا) کا علاقہ چھین لیا۔ اس کے بعد مغربی افریقہ میں نے ترکی کا حوصلہ پست کرنے کے لیے "سروچاڑا" کی اصطلاح ایجاد کر لی۔ اس زمانے میں سلطنت عثمانیہ کی اندرونی حالت بڑی نازک تھی۔ فری میسن ہر طرف سرگرم تھے۔ قدامت پسند اور ترقی پسند سیاست دان ایک دوسرے سے دست اُگڑ رہے تھے۔ اپریل 1909ء میں فری میسن کے تیار کردہ ترقی پسند گروہ (باقی گروہ) نے سلطان عبدالحمید کو تخت و تاج سے معزول کر کے سلطان محمد خامس کو تخت خلافت پر بٹھوایا۔ انکی پوزیشن "مقامی خطرہ" سے زیادہ گئی۔

اکتوبر 1912ء میں روس کے اکسائے پر باقائی ریاستوں نے ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس جنگ میں ترکی کو سب سے زیادہ مائی و جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اس کے متعدد علاقوں پر بیسائیوں نے قبضہ کیا۔ ٹرولٹ مار اور قس کا مار کا بازار گرم ہو گیا۔ (30 مئی 1913ء کو لندن میں فریقین کے درمیان صلح ہو گئی لیکن اس صلح کی رو سے سلطنت عثمانیہ اپنے انکی علاقوں اور جزیروں کی ملکیت سے دستبردار ہو گئی۔

28 جولائی 1914ء کو پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی۔ ترکی، جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور باخاریہ کا حلیف بن گیا۔ دوسری طرف برطانیہ، فرانس، روس، جاپان اور امریکا تھے۔ ترکی کو امید تھی کہ فتح کے بعد جو امن حکومت ہوگی تو کستان، مصر، لیبیا، تیونس اور الجزائر کو استعماری طاقتوں سے چھین کر ترکی کے حوالے کر دے گی۔ اسے یہ بھی توقع تھی کہ مغربی مبینہ نجات کے مسلمان ترکی کے تعلق میں بغاوت کر دیں گے اور سلطنت کے عرب مسلمان ترکوں سے بچہ راجد اتحاد کریں گے لیکن ترکی کی یہ خواہشیں پوری نہ ہوئیں۔ جنگ شروع ہوتے ہی مشہور انگریز شاہکاروں کا دُعا تھا کہ مقدس (سعودی عرب) پہنچ گیا اور حسین (شریعت مکہ) اور اس کے بیٹوں امیر فیصل اور امیر عبداللہ کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر اکسائے گا۔ ہر خارجی حکومت نے "شریعت مکہ" سے وعدہ کیا کہ ترکی میں خلافت کے خاتمے کے بعد اسے خلیفہ تسلیم کر لے گی اور اس کے فرزند فیصل کو شام کا اور عبداللہ کو

عالمی و جهانی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

فلسفین، اوروں کا بادشاہ بنا دے گی، جبکہ انگریز نے کسی کو خلیفہ تسلیم کرنا تھا نہ خلافت کے ادارے کو باقی چھوڑنا تھا۔ اسے تو اسلامی سر بلندی کی ہر علامت سے دشمنی تھی۔ ایک انگریز مصنف نے اپنی کتاب ”جزیرۃ العرب“ میں صاف صاف الفاظوں میں لکھا ہے:

”برطانیہ اور اسلام دونوں اس دنیا میں زعمہ نہیں رہ سکتے۔“

اس کا کہنا تھا: ”دو قوتیں دنیا میں برتری کے لیے کوشاں ہیں: ایک انگریز اور دوسری مسلمان۔ دور با نہیں دیا میں چھانچا ہوا ہوں۔ انگریز کی اور عربی اور ان دونوں سے ایک کو فتح ہونا چاہیے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی کی ترقی کا تقاضا ضروری اور اس کے ذریعہ اسلامیت کی تبلیغ تھی مفید ہے۔

اس نے لکھا تھا: ”جب تک اسلام کی مرکزیت نہ ختم ہو اور جزیرۃ العرب اس کی مرکزیت سے جدا نہ کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیا جائے اسلام کی طاقت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔“

اس نے بعد میں دیا کو یہ بھی بتایا تھا: ”انگریز کی دیادی طریقوں سے اپنے بڑے کھدی رنگ میں رنگ کر خلافت کے ذریعہ انتظام علاقے کی حدود میں وہاں کے عیسائیوں اور کافروں میں رہتے تھے تاکہ عربوں کی کمزوریوں کو معلوم کر سکیں اور ان کو ترکوں کے خلاف اکٹھا کریں۔ عیسائی و مسیحیت، ریاست اور قربانی کا نتیجہ تھا کہ مشہور فری مین سمیت کرائی لارنس اور وہودا کرائس سے مدد ملی اب اس پلین کو جنگ عظیم ۱۹۱۴-۱۹۱۵ کے دوران عربوں سے ترکوں کو قتل کرایا تھا اور ہر ایک کے قتل پر انعام مقرر کر رکھا تھا۔ خود کرائی لارنس نے جو حکایات برداشت کیں اور انہیں طرح طرح جان پر پھیل کر یہ قماشایا ہوا ایک عجیب داستان ہے۔“

دسمبر ۱۹۱۶ء میں عرب مسلمانوں نے نائی کاملاً جاکر تے ہوئے سینین (شریف) کے قریب اپنی اپنی اقتدار علی اور خلیفہ کے خلاف بغاوت کردی اور انگریزوں کی حدود سے باز آمدن میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ برطانیہ نے یہ حکمت عملی دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی

ساحلی چالی ریاست، اور فلسطینی انتہا پسند

آموز بھی ہے جس کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ اس بغاوت کے قتل جنگ عظیم میں ترکوں نے جس جاہل بازی و جواں مردی کا ثبوت دیا تھا وہ ان کی شجاعت و کارروائیوں میں بھی حد تک مثال ہے۔ لیکن عربوں کی ناکامی اور فری جمن کے ہاتھوں بغاوت سے ترکوں کو فلسطین اور فلسطین کا سامنا کرنا پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام عرب علاقے عراق، مصر، شام، اردن اور فلسطین انتہا پسندوں کے زیر تسلط آ گئے۔ ۱۹۴۰ تا ۱۹۴۸ء تک وہ اس کے مقام پر اسرائیل کے جنگ کے سلسلے میں بات چیت کا آغاز ہوا۔ بالآخر ۱۹۴۹ء میں ۱۹۲۰ء کی ترکی کے ساتھ باہمی صلح کی بنیاد پر شہر اٹلا "معاهده بیروت" کے نام سے مشہور ہوئی تھیں۔

اس چارہ کہ اس صلح نامے کی رو سے ترکی کو تمام عرب علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔ چار مقدس میں شریف کمری خود مختار حکومت کو تسلیم کر لیا گیا۔ اردو زبان اور تمام دیگر اہم دورے میں الاقوامی تنظیموں میں دسویں گئے۔ تنظیم یک اتحاد، یوں نے ترکوں کی قومی آزادی کو تسلیم کرنے کا حوالہ دیا اور ترکی اتنا ہے جس قدر کہ اس نے ۱۹۴۰ اگست ۱۹۲۰ء کو اس معاہدے کی توثیق کر دی۔ وہ چالی قوتوں کو غلط تھا کہ یہ سیاست کے دل میں خلافت قائم کرنے والی اس۔ راستہ سے اس قدر ہے جس بھی اتحاد و فہم ہے کہ یہ پھر سے خلافت کا یہی قیام شروع کر سکتی ہے۔ اس سے عداوت کے لیے فوج کو جمع ہوا۔ یہ تھوڑے دنوں میں ہوا۔

حاصل کیا کہ ترکی نے سیاسی نظام کی بنیاد پر منظم و منظم سیاست ہے کہ اس میں سیاسی انقلاب اور جمہوری نظاموں پر قابو پانے کے لیے مسلح افواج کو مستقل طور پر قائم کر دیا گیا ہے۔ ترکی کی فوج نے صرف ملکی سلامتی و امن کیلئے ہی نہیں بلکہ کمال، آزادی کی کامیابی اور سلامتی اور صلح شدہ تہذیبی ورثے کی بھی محافظ ہے۔ چنانچہ فوج کی پیشہ ورانہ تربیت مخصوص غیر مذہبی و سیکولر اصولوں میں کی جاتی ہے جس سے نتیجے میں فوج کا مجموعی مزاج سیکولر ہوتا ہے اور وہ آزاد ترک کی مغربی طور پر اصلاحات و اقتصادی روح کے مطابق نافذ کرنے کے لیے کوشش کرتی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے فوج ۱۹۶۱ء، ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء میں بحال حکومت کو برسرِ طغی کرنا پڑا۔ حالانکہ ۱۹۸۱ء

عالمی، دہلی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

اور ۱۹۵۲ء کے آئین کے تحت قومی اسمبلی کی تشکیل بھی اسی سلسلے کی گڑھی ہے۔ فوجی سربراہ قومی خدمت قدمہ والے گورنر جنرل شہری پر ۱۹۵۸ء کے عرصے پر محیط لازمی فوجی تربیت کی پابندی لگائی گئی ہے۔ اس طرح بر شہری، کچھ عرصہ فوج سے منسلک رہتا ہے۔ اس اقدام کا مقصد یہ ہے کہ بر ترکی شہری سیکولر مزاج اپنائے اور سیکولر نظام کی محافظ فوج سے زندگی بھر ہم آہنگ رہے۔

ترکی کے سیاسی نظام میں فوج کا آئینی کردار متعین کرنے سے سول معاملات میں فوج کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا ہے۔ اس سے ایک طرف فوج کی پیش ورائہ کارکردگی متاثر ہوئی ہے تو دوسری طرف فوج کا سیکولر مزاج عوامی خواہشات کے سامنے رکاوٹ بن گیا ہے۔ اب یہ فوج پر منحصر ہے کہ وہ جس کی چاہے اس کی حمایت کرے، خواہ عوام اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ ترکی کے سیاسی نظام میں فوج کا آئینی کردار فری میسن سے ذہنی لینے والے فوجی عنصر انوں کے ذہن ہی کی اختراع ہے۔ ترکی میں اسے بدنام زمانہ فری میسن جزائی بنال مرسل نے متعارف کرایا تھا۔ ترکی میں فوج کے آئینی کردار کے تعین کے بعد فوج کو اب مدبثل الکاٹے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ خود ہی ”بادشاہ و سرکار“ بن گئی ہے اور وہ لازمی طور پر عثمانی سلاطین کی جگہ لینے کے لیے ایسے بادشاہوں کا انتخاب کرتی ہے جو کسی حالت میں ترکی کو جو دنیا کے بہترین نظریاتی خطے میں واقع ہے، اسلام کی طرف لٹا دے اور اس کے زمین کی طرف باقی رہمانی ریاست والے نظام کی طرف نہ جانے دے۔ یہ سارا کارنامہ منہاجم دینے کے لیے مسجد بنی ہا فتوں کے ترکوں کے جس بدترین دشمن کا انتخاب کیا اسے ”کامترک“ (ترکوں کا باپ) کا لقب دیا جبکہ وہ قوم یہود کا اپنی غلام تھا۔ بنی بابہ کو بنی اور بنی مسن کا تراشا ہوا بنی پارہ مصطفیٰ کمال تھا۔

مصطفیٰ کمال کا والد سائونیکا (یورپی ترکی) میں ”چنگی“ کا تھر تھا۔ بعد ازاں ترکی کا کاروبار کرنے لگا۔ مصطفیٰ کمال ابھی کمسن ہی تھا کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد بہت دین دار لیکن ثبات غریب خاتون تھیں۔ اس نے مصطفیٰ کمال کو ایک دینی مدرسے میں داخل کرا دیا لیکن مصطفیٰ کو بنی علی بن علی سے فوجی افسر بننے کا شوق تھا۔ چنانچہ چند برسوں بعد وہ خود ایک فوجی سکول میں

وہیں ہو گیا۔ اسکول کی تعلیم کرنے کے بعد قسطنطنیہ (استنبول) کے مٹری کالج میں چلا گیا اور 1903ء میں کالج سے بیٹھنٹس دیں کر لیا۔ فوجی ملازمت کے سلسلے میں اس کو شام، فلسطین، مصر اور لبنان وغیرہ میں گھومنے پھرنے کا موقع ملا۔ یہاں وہ برادری کے "جبک ماسٹرز" کی نظر میں آ گیا۔ چنانچہ اس کے "انجمن اتحاد و ترقی" کے انقلاب پسند ممبروں سے تعلقات قائم ہو گئے۔ یہ انجمن جیسا کہ نام سے ظاہر ہے صیہونی دماغوں نے تخلیق کی تھی۔ نوجوان اور تعلیم یافتہ ترکوں نے سلطان عبدالحمید خان ثانی سے مجاہد حاصل کرنے کے لیے قائم کر رکھی تھی۔ اپریل 1909ء میں ترکی فوج نے علم بغاوت بلند کیا اور معمولی کشاکش کے بعد سلطان کو تخت سے اتار دیا گیا۔

مصطفیٰ کمال نے اقتدار میں آتے ہی ترکی کو "ترقی پسند" ملک بنانے کے لیے ہر شعبہ زندگی میں مغربی طرز کی جدید اصلاحات رائج کیں۔ اس شخص نے چوبیسوں کے مختصر عرصے میں غرضیسم، دانش وروں کی بدولت ترقی کے سماجی، قانونی، تعلیمی اور سیاسی نظام کو مکمل طور پر بدل دیا۔ اتاترک کی اصلاحات کی بنیاد اس کے ورثہ اہل چو طاعونی اصولی تھے جن میں سے ہر ایک اصطلاح پکار پکار کر اپنے وضع کرنے والے دماغوں کی نشان دہی کر رہی ہے کہ وہ کون تھے اور کیا کرنا چاہتے تھے؟ وہ چوبیس فریب اصول یہ تھے:

- 1- جمہوریت پسندی Republicanism
- 2- قوم پرستی Nationalism
- 3- خواہشیت پسندی Populism
- 4- لامذہبیت Secularism
- 5- اصلاح پرستی Reformism
- 6- مملکتی اشتراکیت Etatism (Fr) Statism

یہودی کشاکشے مصطفیٰ کمال نے ترکی کو یہودی سپنوں کے مطابق مغربیت کے رنگ میں رنگنے، رضائی نظام کے خاتمے اور اچانی نظام کی سر بلندی کے لیے 4 مارچ 1924ء کو خلافت کا

عالمی و جہاں ریاست، جہاں سے انجیا تک

بازگشت عہدہ، جو مسلمانوں کے لیے مختص اس لیے اور رحمت کا سائبان تھا، ختم کر دیا۔ اس کے ایک ماہ بعد قومی اسمبلی نے دیوانی معاملات میں شرعی عدالتوں کے اختیارات کو قیثا ختم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وزارت اوقاف اور مذہبی تعلیمی ورگاہوں کو ختم کر دیا۔ علماء اور طلباء کو منتشر کرتے ہوئے مدرسوں اور خانقاہوں کو بند کر دیا گیا۔ شیخ الاسلام کا عہدہ و پیسے ہی ۱۹۲۲ء میں ختم کیا جا چکا تھا۔ مذہبی معاملات سے ٹپنے کے لیے اختیارات سے محروم اور اسلامی روح سے عاری "مذہبی امور کا بورڈ" اور "مسٹر و کمادات کا بورڈ" قائم کیا گیا۔ ۲۴ اپریل ۱۹۲۴ء کو ترکی کا نیا آئین منظور کیا گیا۔ آئین کی دفعہ ۲ کے تحت ترکی کو قیثا "یشناس ری پبلک، مسکورا اور مشعل ریاست" قرار دیا گیا اور اقتدراطلی (Sovereignty) کا سرچشمہ ترک قوم کو مانا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے مقابلے میں اس انسان کو حاکمیت کا اختیار دیا گیا، جو دوسرے انسانوں کے ہاتھوں میں پھیلنے ہوئے یہ ملک نہیں سمجھتا کہ وہ خلائی نہیں تھلوتا ہے۔

ترکی میں سکولر طرز زندگی کو فروغ دینے کے لیے شرعی قوانین کی جگہ یورپ کے نظام ہائے قانون کو اپنایا گیا۔ مسٹر لینڈ کے نمونے پر سال ضابطہ قوانین، اضلوی نمونے پر فوجداری ضابطہ قوانین اور جرمین نمونے پر تجارقی قوانین رائج کیے گئے۔ "مذہبی اصلاحات" کا نام نہاد مشنوں و گروہوں نے کرام کے حقوق اور ان کی حفاظتوں پر پابندی لگا دی گئی۔ یہی اور جرمینی تیار اندر کی جگہ سے سویڈن لائڈ رائج کیا گیا۔ یہ مسٹر لینڈ اور دوان (آئین سے نریا و شادیوں) کو تو کونامم نوع قرار دیا گیا۔ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دینے کے لیے جو شخص خیالی اور فخری تھے۔ ان پر تمام مادیاتوں کے دروازے کھول دیے گئے، مسٹر گمر کا ورہ الزدینہ کر دیا گیا۔ ۱۹۳۴ء میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے عورتوں کو رائے سازی کا حق دیا گیا اور اس کے فوراً بعد بہت سی عورتیں اسمبلی کی ممبر منتخب ہوئیں۔

آئین قسطنطنیہ کی آیت ۱ کے چند جملہ جملہ نے کے لیے ہی متحدہ و تقاربات کیے گئے۔ یہ شادی و نکاح کے لیے مسلمانوں کے ساتھ ہونے کے لیے عری نام اللہ کے

ترکی، ایران اور افغانستان اسی غلطی کا شکار ہوئے۔ مصر نے بھی یورپ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے مصری قومیت کا نعروں لگایا مگر ہر حالت میں ان اسلامی ممالک کو خوفناک نتائج پہنچتے رہے۔ ترقی کارانہ لباس میں نہیں ہوتا۔ پانچ ٹھیٹھوں والی ٹوپی کی جگہ انگریزی ہیٹ سر پہ رکھ لینے سے انگریز کی چستی و فرسش شامی اور حسب الوطنی کی صفات ماسخ نہیں ہو جاتیں۔ ترقی کارانہ پاکیزہ اخلاق، مافیہ تربیت اور انسانی متحرک نظریہ کو اپنانے میں ہوتا ہے۔ اس راز کو اپنی بصیرت کے فقدان کے باعث ان اللہ خان، مرزا شاہ پهلوی اور مصطفیٰ کمال نہ سمجھ سکے۔

اسلام چونکہ غالب رہنے کے لیے آیا ہے۔ اس لیے عالمی مسیحیت جو اسلامی خلافت کی جگہ اسرائیلی ریاست کو برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود ترکی میں اسلام کی طرف رجوع کی تحریک علماء اور مسوفی کی زیر سرپرستی چل رہی ہے اور حسب آخری ونوں میں آخری مصر کے کا ایک اہم راولفہ ایشیا یورپ کے اس سنگم یعنی ارض اسلام اور ارض عیسائیت کے اس ماپنی تکتے میں لڑا جانے کا قہر ترکی کے مسلمان ان شاء اللہ کالے بھندے والوں کے ساتھ ہوں گے۔ وہ اس خطے میں عیسائی اتحادیوں کو قلت تعداد کے باوجود حیرت انگیز اور زبردست شکست دیں گے اور جب عیسائی اودھ بولے ہو چکے ہوں گے تو انھیں کے بعد بدی کا سب سے بڑا طغیان دار ”و جال اکبر“ عیسائیوں کو شکست خوردہ اور مسلمانوں کو تھکا، نہ دو کیہ تر خروج کرے گا۔ یہ دودھ ہوگا جب و جالی کارندوں اور رہنماںی مجاہدین کے درمیان فیصلہ کن معرکے کا آغاز ہو جائے گا۔ اہل حق قلیل تعداد، قلیل وسائل اور بے شمار آزمائشوں کے باوجود استقامت سے ڈائے رہیں گے۔ ان کے مجاہدے و جہاد کی برکت اور اللہ کے فضل سے طاعنوں کی قوتوں کے منصوبوں میں یتاد و جانی ریاست کا خواب وہ پختہ پھر ہوگا کہ انھیں کے ماننے والوں اور اس کی مدد سے دنیا میں شیطان نظام کا تکرار نے والوں کے سامنے سے دنیا پر حکومت کا خیال نکل جائے گا اور متقی مجاہدین کی قربانیوں کے جلو سے رہنماںی ریاست کا وہ چمکتا، مکتا سورج برآمد ہوگا جس سے پھوٹنے والی امن اور خوشحالی کی گرمی پوری دنیا کو روشن کر دیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز!

عالمی و جانی ریاست کا خاکہ

(مکملی قسط)

ڈاکٹر "جون کوئین" (پیدائش 1939ء) برطانیہ کی مشہور عالمی جانی ریاستی "ایم سلس" کے سابق ڈائریکٹر ہیں۔ وہ طویل مدت تک دنیا کے نمایاں ترین خفیہ اداروں میں شمار ہونے والی اس سرگرمی کے اعلیٰ عہدیدار رہے۔ خود کو تنقید میں کیے جانے والی خدمات کی ادائیگی کے دوران انہوں نے محسوس کیا کہ انٹر عالمی معاملات کا پس منظر وہ نہیں جو کہ ان کے اکثر یا پھر سمجھتے ہیں۔ خود برطانیہ جو عالمی برادری کا اہم رکن سمجھا جاتا ہے، کے اہم معاملات کوئی نادرہ قوت تسلیم کرتی ہے جو برطانوی عوام یا جومانی دنیا کے مفادات کے بجائے کچھ ورڈز کو دیکھ جاتے والے مقاصد میں لگجی رہتی ہے۔ انہیں یہ چیز چونکا تی اور سمجھ کر تی رہی۔ اس چاریدہ قوت سے متعارف ہونے اور اس کا سراغ لگانے کی خواہش نے انہیں اتنا بے چین کر دیا کہ انہوں نے معاملات کو جھوٹی نظروں سے دیکھنے اور تنقیدی نگاہ سے کریدنے کی حاجت مانی۔ انہیں محسوس ہوا کہ دنیا میں کچھ سادگی عناصر ایسے ہیں جو کسی قومی، علاقائی یا بین الاقوامی حدود کو خاطر میں نہیں لاتے۔ جو اسے طاقتور ہیں کہ تمام ملکوں کے قوانین سے بالاتر ہیں اور سیاست کے علاوہ تجارت، صنعت، بینکاری، انشورنس، معدنیات حتیٰ کہ فکلیات کے کاروبار تک پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی "برادری کے بڑوں" کے علاوہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں۔ اس برادری کے "مافا بڑوں" (بگ برادرز یا گرہٹ مافا بڑا خود تو عالمی واقعات پر گرفت رکھتے ہیں لیکن ہمارے چند لوگوں کے ان کے وجود سے کوئی ناخبر نہیں۔ یہ خفیہ گھرانے، عالمی اداروں، گورنمنٹ ایجنسیوں اور بہت ساری تحریکوں اور تنظیموں کے ذریعے۔ جو انہوں نے پروائی چاہتی ہیں۔ دنیا پر خاص

قسم کے دستور کی غمرانی کے خواہاں ہیں۔ اس کے لیے وہ فریب دیتے یا جبر کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کے لیے کوئی مذہبی یا اخلاقی قدر، کوئی قانونی روایت یا کوئی انسانی اصول غرض کہ کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔ ترقی یافتہ ممالک ہوں یا پسماندہ دنیا، سب ان کے لیے نخر ہیں۔ سب میں ان کے ایجنٹ زندگی کے اہم شعبوں میں موجود ہیں یا موجود کر لیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ٹولمین نے ان سب باتوں کے سبب جو انہیں ایک عالمی سطح کی انتہائی جنس الجھنی کا اعلیٰ عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے حاصل تھیں، نیز اپنے فطری تجسس سے مجبور ہو کر وہ حالات کو کسی اور رخ سے دیکھنے لگے۔ وہ رخ جو عام لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ رفت رفتہ وہ جس نتیجے تک پہنچے اس کو دنیا تک۔ بالخصوص مغربی دنیا تک۔ پہنچانے کو انہوں نے اپنا فرض سمجھا۔ اس احساس امداد داری نے ان سے کئی کتابیں تصنیف کرائیں جو پوری دنیا کے لیے چشم کشا بھی ہیں اور معلومات افزا بھی۔ ڈاکٹر ٹولمین کا مقصد ان کتابوں سے جو بھی رہا ہو لیکن ان کی تحریروں سے حقیقت کی گروہ کشائی اور مشکلات کے حل تک رسائی میں بہر حال مدد ملی جاسکتی ہے۔ یہ تصنیفات تحقیق و جستجو کا شاہکار اور محاط اندازوں کی بنیاد پر مرتب کی گئی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- (1) The Committee of 300 (دنی کی کمیٹی آف 300) Beyond The
- (2) Conspiracy (بے یوٹ دنی کا سپر سکری) The Club of Rome (دنی کا کلب آف
- (3) What you should know about the United States (4)
- (4) Constitution and the Bill of Rights (آپ کو امریکی قریب ہونے کے بارے میں
- (5) Illumination in America (ایلیمنیشن ہن امریکا) (6)
- (6) One World Order (7) Diplomacy by Deception (ڈیپلومیسی ہائی ڈیسیپشن)
- (7) Nuclear Power: amathema to the New World (8)
- (8) Order (نئی کٹر پاور آف جھگمگم نو دنی جو جھلک آؤٹ) (9) Tavistock Institute of

Human Relations (نویسے: ایلیفینٹ آف نیو یارک پبلیکیشن) (10) The
Rothschild Dynasty (دلی ریڈیو جوائنٹ ڈسٹریبیوٹ) (11) We Fight For Oil
(دی فائٹ فار آئل)

ان کتابوں کے ذریعے انہوں نے مغرب کو... ہاتھ دھس امریکا و برطانیہ کے باشندوں کو...
بتایا کہ ایک غریب گروپ ہماری زندگی کے مختلف شعبوں پر حاوی ہے اور اپنی مرضی سے ہمارے
محامات کی ذمہ دار رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "اگرچہ کسی نظر نہ آنے والی قوت کا ہماری زندگی کے ہر
شعبہ پر قابو پایا ہماری سمجھ سے باہر ہے اور ہم میں سے اکثریت کے لیے ایسے کسی گروپ کا وجود
ناممکن لگتا ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے اور اگر آپ کا بھی یہی خیال ہے تو آپ بھی اس
اکثریت میں داخل ہیں۔" اکثر امریکی یہ کہتے ہیں اور ایسا کہنے میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں کہ
ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے اصول اور قوانین، ہماری تہذیب اور دستور اس کی اجازت نہیں دیتے۔
ہماری ترقی یافتہ تہذیب کو کوئی باقی جیک نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر کولین کہتے ہیں: "لیکن... ایسا ہو رہا
ہے۔ آپ کے اصولوں کو پامال کر کے ایسا ہو رہا ہے۔"

ڈاکٹر کولین کی کتاب "Conspirators Hierarchy" 1992ء میں شائع ہوئی۔ یہ
نئی برسوں کی تحقیق کا نتیجہ تھی۔ اس میں مستقبل کی دنیا کا یونٹس کیپی کیا تھا، اس میں سے بہت
مناظر سامنے آچکے ہیں اور منتخب جمہوری حکومتوں کی طرف سے قانونی طور پر تسلیم یافتہ جدید
دنیا کے باسیوں پر مسلط کیے جا چکے ہیں۔ بہت سے اعلیٰ ذریعہ تخیل ہیں اور خلاقی اقتدار انسانی
تہذیب اور سمجھت عامہ کے مقابل میں نمودار ہونے والے ہیں۔ ڈاکٹر جان کولین نے گروڈ ولس پر
آنے والے دنوں میں جس مقتدر عالمی حکومت کا نقشہ کھینچا ہے اس کے متعلق انہوں نے یہ نہیں
بتایا کہ اس کا "سربراہ" کون ہوگا؟ نیز اس کے دستور کی بنیاد کیا ہوگی؟ اس حکومت کو کس
نظمیہ کے حامل لوگ چلائیں گے؟ اس پہلو پر انہوں نے کوئی حیرت نہیں کیا۔ انہوں نے
گروڈ ولس کا مشہور ذکر کے دوران اندیشی پر مشتمل اپنی معلومات اور اندازے بیان کیے ہیں۔ لیکن

عالمی و جاہلی ریاست و مملکت سے انہما تک

انہوں نے دینی و دنیوی سے مدد نہیں لی، لہذا وہ حقائق و واقعات کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔ جبکہ یہ بات یقینی ہے کہ اس "عالمی ریاست" کا سربراہ اعظم و مصلحان اکبر و وہاں اعظم ہوگا اور یہ ریاست یورپی کاظم کردہ عالمی و جاہلی ریاست ہوگی۔ ہم اس دعوے کی صداقت کے لیے یہاں تین چیزیں بیان کریں گے جس سے ان شاء اللہ ہمیں پوری یقین ہو جائے گی جو ان کے کولمبوس کی و قیاس کو وہاں سے یہودی باقی کے بعد نصف پندرہویں کے سامنے وہ حقیقت آج کے لیے اس ملک مغربی مملکتین میں سے آگاہی اور اس کی عصری تخلیق سے ناواقفیت کے سبب نہیں پہنچ سکتے۔

(۱) اتمام یورپیوں کی "عقیدہ برادری" کا اصل ہدف۔

(۲) اس ہدف کے حصول کے لیے موجودہ حکومت مملکتی۔

(۳) اس صورت مملکتی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی و جاہلی ریاست کا خاکہ۔

اس دوسری اور مغربی عالمی ایک ہی مقصد ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے اور شیطان کے ان کاپیوں کی عبادت سے آزادانی حاصل کرنے کی بدست یہودی پاپائے شیطان کے ان کاپیوں کا دیا پھر میں پھیلا ہوا بیحد و رکاب ہلا کام تیز کر چکا ہے اور جب تمام وسائل استعمال کر کے صرف عالم اسلام نہیں پوری ہی نوع انسان کو گمراہ کر کے، شیطان کا مومن میں جتنا کر کے، پہنچائی حکومت کا تمام ہٹا چاہتا ہے۔ ان حالات میں "جرمان" کے شیدائیوں کے لیے ان سب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام انسانیت کو ان گمراہیوں اور گمراہیوں سے بچنے کی توفیق دے جن کا منصوبہ یوحنا اور اس کی لہجہ و لسانی طاغوتی قوتوں نے بنایا ہے اور پوری دنیا کو اس میں موٹ کر نے کے لیے بے تکبر مہم چلا رہے ہیں۔

(۱) عالمی عقیدہ برادری کا اصل ہدف

حتیٰ ہدف "برادری" حاصل کرنا چاہتی ہے وہ کفر ارض پر فہم اور بلا شرم غیرے لہجی غلبہ ہے۔ چاہے یہ معاشی، تعلیمی، مذہبی، مذہبی ہو یا پھر قدرتی یا ذاتی وسائل ہوں۔ اس ہدف کے

حصول کے لیے وہ صدیوں سے کام کر رہے ہیں۔ اپنے ہدف سے یہ لوگ کتنے دور ہیں؟ بد قسمتی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ یہ وہی اہم مسئلہ، جو صنعت اور برآمدہ جو ہم ضائع کر رہے ہیں، اجتماعی مقاصد سے ہٹ کر اپنے معمولی ذاتی مقاصد کے حصول میں مصروف ہیں، مگر ان کے بجائے باہمی اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں یہ لوگ اگلی کھٹی میں چیزی سے "گھٹی" یا سستا کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ کسی ایوانے کی بات نہیں ہے نہ یہ کوئی غلطیوں کا کردار ہے جو شخص ضیائی پناہ پانچا کر پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ نہیں ایسے انتہائی نریک تعلیم یافتہ منصوبہ ساز اور ترقی یافتہ لوگوں کا ایک نیت اور گ ہے۔ ان کے پاس زیادہ سے زیادہ وسائل ہیں جن کے ذریعے وہ ہماری کمزوریوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جب بھی ہم صراطِ مستقیم سے ہٹک چکے ہیں، ان کے ہاتھ میں پھنس جاتے ہیں۔ انہوں نے قوموں کے درمیان اختلافات تخلیق کیے ہیں اور انہیں برقرار رکھا ہے تاکہ جنگیں برپا کر سکیں۔ ان کے نتیجہ میں متاثر و ممالک ان لوگوں کا اطمینان کرتے اور ملنے والی مدد استعمال کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ قومیں اور ملک خود کو "دوسری" کے ہاتھوں مغلوب کر رہے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم نے نہ صرف "برادری" کو آدمی سے زیادہ دنیا متروک کرنے میں مدد دی بلکہ یہ نئی نوع انسان کو دو طرح کے اقتصادی نظاموں میں تقسیم بھی کر گئی۔ یہ نظام تھے اشتراکیت اور سرمایہ داری۔ دونوں طرف یہود تھے اور موت جس کروٹ چاہتا تھا، نہ ہود کو بھی ہوا تھا۔ ان نظاموں کے برپا کرنے میں نظریاتی تجزیہ کے علاوہ اقتصادی غلبہ بھی یہود کا مقصود تھا۔

کتنی دلچسپ بات ہے؟ برادری اس انداز میں دونوں طریقوں کا شکار کرتی ہے۔ دونوں کو اپنی گرفت میں نہتی ہے۔ دونوں طرف کے لوگوں کو محسوس ہوتا ہے وہ انتحاب آ رہے ہیں۔ وہ آزادی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جبکہ وہ یہودی غلامی کے مراحل طے کر رہے ہوتے ہیں۔ نظریاتی غلامی، اقتصادی غلامی اور باقِ عمر غلامی۔ یہ ہے انتحاب اور یہ ہے انتحاب کی آزادی اور

یہ ہے جمہوریت۔ ان انتخابات میں کاہنہ ایک عالمی حکومت کی تشکیل کی طرف اہم قدم تھا۔ اسے تین مرحلوں میں مکمل کیا جاتا تھا:

(1) قومی مرحلہ: قومی معیشتوں پر عالمگیر تنظیمیں کی گئیں۔

(2) علاقائی مرحلہ: علاقائی معیشتوں کی مرکزیت، یورپی مائٹری یونینز اور بحرالکاہل ٹریڈ یونینز

مثلاً "NAFTA" کے ذریعے۔

(3) عالمی مرحلہ: عالمی معیشت کی مرکزیت، ایک ورلڈ سینٹرل بینک اور عالمی کرنسی کے ذریعے

اور "GATT" جیسے معاہدوں کے ذریعے خود مختار قومی معاش کا خاتمہ۔

پہلے دو اہداف پوری طرح حاصل کر لیے گئے ہیں۔ اپنے ملک کے کرنسی نوٹوں پر ایک نظر ڈالیں۔ انہیں کون جاری کرتا ہے؟ حکومت یا اسٹیٹ بینک؟ یہ اسٹیٹ بینک کس کے ماتحت ہوتا ہے؟ سب جانتے ہیں۔ تیسرا ہدف عالمی بینک کس حد تک مکمل ہے۔ "ایک عالمی دولت" یا "ایک عالمی کرنسی" کا ہدف (اب دور عالمی معیشت کے ڈالر اسٹینڈرڈ (معیار زر سے آزاد) کی تشکیل پر زور دینے کے ذریعے تقریباً حاصل ہو چکا ہے۔ بقیہ ہدف یورپ میں یورو ڈالر اور عالمی سطح پر امریکن ڈالر پر زور دینے کے ذریعے حاصل کیا جا رہا ہے۔

تیسرا ہدف: یعنی خود مختار قومی معاش کا خاتمہ اقوام متحدہ کی افواج کے ذریعے حاصل کیا جا رہا ہے۔ جب ایک ملک مقررہ شرائط کو نافذ نہ کرے تو اس کی حالت تک پہنچ جائے تو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ذمہ داریوں کے تحت اقوام متحدہ کی فوجوں کو مکمل اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اس ملک میں داخل ہو جائیں اور اقتصادی اور بدعنوانی کے مسائل کا "مکمل" حل دیا جائے۔

کچھ برس پہلے بی بی سی ویمن کے ایک پروگرام "The Future War" میں امریکی فوج کی مشقیں دکھائی گئی تھیں۔ یہ مشقیں امریکی ریاست ساز محمد علیہ وینا میں کی گئیں۔ ان مشقوں میں امریکی فوجی اس بات کی مشق کر رہے تھے کہ وہ انتخاب کردہ ہوں میں منقسم شہر کا کنٹرول کس طرح حاصل کرنا ہے؟ اس کا مطلب ہے امریکی یا اقوام متحدہ کے فوجی اس وقت جنگ میں شریک ہوں

کے جب اس کا فیصلہ ہو جائے گا یا ہونے کے قریب ہوگا کہ ملک کا دیوالیہ ٹکڑا کیا ہے یا خانہ جنگی کے نتیجے میں طوائف اسلام کی پھیل گئی ہے اور وہ خانہ جنگی میں جتلا شہروں کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے آگے آئیں گے۔

(2) ان اہداف کے حصول کے لیے حکمت عملی:

ان اہداف کا حصول بہت وسیع جہان پر وسائل کے علاوہ بہت اعلیٰ سطح کی ذہانت، نظم و نسق، معیاری منصوبہ بندی اور اس پر مہارت و دلچسپی سے عمل چاہتا ہے۔ قوم بیورو نے جو صدیوں سے اس پولیسی مشن کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس غرض کے لیے مربوط حکمت عملی تشکیل دی ہے۔ ایک مربوط تحقیقی "پراورسی" کی اس حکمت عملی کی تفصیل کچھ یوں بتاتی ہے:

"(۱) ایک عالمی حاکمیت قائم کی جائے (جیسے اقوام متحدہ کہتے ہیں اس کی ذیلی تنظیمیں بھی ہوں) مثلاً: ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن وغیرہ۔ (۲) عالمی حاکمیت یا قائدہ عالمی حکومت میں تبدیلی کی جائے جو کہ غائبیوں پر ایک کی زندگی پر کنٹرول کے اختیار دست رکھتی ہو۔

(3) دنیا بھر میں تنازعات کے اسباب کو جاری رکھا جائے اور سوویت یونین کے بعد القاعدہ جیسے خطرات کو استعمال لیا جائے تاکہ انہی اور روایتی ہتھیاروں کی تیاری کے لیے اخراجات میں زبردستی اضافہ ہوتا رہے۔ اس طرح ایٹمی جنگ کے شرف میں اضافہ ہوتا رہے اور عالمی سطح پر خوف کے مظلومات میں شدت آئے۔ امریکی یورپی دفاعی اتحاد (نٹو) تشکیل دیا جائے اور اقوام متحدہ کے تحت عالمی امن فوج کا قیام عمل میں لایا جائے اور پھر ان دونوں کو بین الاقوامی تنازعات کنٹرول کر کے مابین میں ملا کر عالمی فوج بنادیا جائے۔

(۶) یورپ، امریکا اور ایشیا کے براعظموں میں تین آزاد تجارتی خطے تشکیل دیے جائیں۔ انہیں ابتدا میں محض تجارتی گروہوں کو فروخت کیا جائے لیکن پھر بتدریج ان کو مرکزی سیاسی یونین میں تبدیل لیا جائے جن کا ایف سی سیل بینک اور ایک کرنسی ہو۔ (یہ اقدامات وہ سنگ بنیاد ہوں جن پر عالمی سطح کے ادارے تعمیر کیے جائیں۔ یورپین انٹراکٹ کمیونٹی (EEC) اور یورپی یونین (EU)۔

حاشیہ: جہاں ریاست، اہمیت اسے اسے تک

اس طرح کے اولین ادارے تھے۔ بقیہ خطوں میں ایسا ادارہ سرحد تک نہیں تھا۔

(۴) رائے عامہ پر قابو پانے کے لیے خوش رفت، اس ضمن میں تحقیقی کام اور انسانی نفسیات و استعمال کرنے کی سمجھ بوجھ میں اضافہ کرنے کے اقدامات کیے جائیں تاکہ افراد اور گروہوں کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کیا جاسکے۔ (آج کل اس ایجنڈے میں لوگوں کی مانگ و چھٹک اور نیک گھٹیل نوپوں کے ساتھ متعلقہ تعلق کا یہدف شامل ہے۔)

(۵) ایک خلائی ریاست تخلیقی کی جائے اور حاشیہ نظام کے متبادلات کو تیار کر دیا جائے اور جب مطلوبہ حد تک لوگہ دستہ نگر ہو جائیں تو ریاست کی خلائی سرپرستی ختم کر دی جائے تاکہ ایک وسیع ترین دستہ طبقہ وجود میں آجائے جو نامید اور بے بس ہو۔ (آج کل یورپی ممالک کے خلائی فہم کی بہت سے لوگہ مشاغل دیکھتے ہیں اور ان "ولفینڈ اسٹینس" اور "کام" اور فاروقی" کی اسلامی ریاست کا نمونہ بناتے ہیں۔ مگر انہیں اس "خارج و بیحد" پر مشتمل نظام کے قیام کو اس رخ سے بھی دیکھنا چاہیے جس کا تذکرہ اس حق میں ہوا)

(۶) ان سب عزائم کی تکمیل کے دوران، بے تحاشہ و انتہ "طبقہ اثرانیہ" کے کشمکشوں میں ویلے گئے دیکھوں اور کمپنیاں کے ذریعے کھائی جائے۔

(۷) عوام کا روپاری اداروں اور ریاستوں پر قرضوں کے بوجھ میں مسلسل اضافہ کرنے کو ان پر کنٹرول بڑھایا جائے۔

ایک اور دیرینہ کشف کرتی ہے۔

"تیسری جنگ عظیم نام نہاد اتحاد پیدا کرنے کے چیلنجی جوائے گی۔" "ہزاروی" کے ایکٹ سیاہی سمیو یوں اور اسلامی دنیا کے نیڈہ روں کے درمیان فساد کھڑا کر دیں گے۔ یہ جنگ اس انداز میں آگے بڑھائی جائے گی کہ تمام عرب اور مسیحی اسرائیل ایک دوسرے کو تیار کریں گے۔ اسی دوران بقیہ ممالک ایک دفعہ پھر اس مسئلہ پر تقسیم ہو جائیں گے۔ انہیں مجبور کیا جائے گا کہ اس طرح آجکل میں برسرِ کار ہوں کہ جسمانی، ذہنی، روحانی اور اقتصادی طور پر ایک دوسرے کو مظلوم

۱۲۵۔ ایک عالمی حکومت کو برسرِ اقتدار لانے کے لیے یہ سب سے پہلا کام ہے۔

۱۲۶۔ عالمی و جہلی حکومت کا خاکہ:

درجہ بالا حکمت عملی کے نتیجے میں جو مطلق اجماع غلبہ حاصل ہوگا اور اس کے ذریعے جو مطلق عالمی حکومت قائم ہوگی، کیا اس میں انسانیت کی بھلائی کا کوئی عنصر موجود ہوگا؟ کیا اس سے بنی نوع انسان کے لیے کسی بہتر رویہ یا خیر خواہی کی کوئی امید رکھی جاسکتی ہے؟ یہ قسمتی سے ایک فیصلہ بھی ایسی امید نہیں ہے۔ ذیل میں مستقبل کی اس عالمی حکومت کا خاکہ ملاحظہ کیجئے جس کے متعلق ڈاکٹر نوین جیسے تحقیق کار بھی تاحال بے خبر ہیں کہ اس کی یاگ و دورِ حقیقت کس کے ہاتھ میں ہوگی؟ یہ اس عالمی و جہلی حکومت کا بیورو پرنٹ ہے جس کی طرف ہم لحدِ بالحد ہڑختے جا رہے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی شکل انسانیت کے پاس سوائے رجوعِ اعلیٰ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے موجود نہیں ہے۔ "عالمی و جہلی حکومت" کے قیام کی فطرت کا کچھ یوں ہوں گے۔ (جاری ہے)

مستقبل کی عالمی وجاہی ریاست

(دوسری قسط)

”ایک عالمی حکومت اور ان یونٹ مینٹری سسٹم، مستقل غیر منتخب موروثی چند افراد کی حکومت (یعنی بنی اسرائیل کے ستر منتخب افراد اور پھر ان ستر افراد کے اوپر بار و منتخب ترین افراد۔ دوسرے لفظوں میں بنی اسرائیل کے ستر افراد پر مشتمل گریڈ جیورنی اور پھر ان کے اوپر آل واد میں سے بارہ گریڈ ماسٹرز۔ بنی اسرائیل کے ستر مختار افراد کا ذکر سورۃ اعراف کی آیت نمبر 55 میں اور بارہ تعظیموں کا ذکر سورۃ مائدہ کی بارہویں آیت میں ہے۔) کے تحت ہوگا جس کے ارکان قرون وسطی کے سرداری انتظام کی شکل میں اپنی محدود اقداد میں سے (یعنی دنیا بھر کے فری میسنری تھنک ٹینکس میں سے) خود کو منتخب کریں گے۔ اس ایک عالمی وجود میں آبادی محدود دینی اور فی خاندان بچوں کی تعداد پر پابندی ہوگی۔ وہاؤں، جنگوں اور قتل کے ذریعے آبادی نہ کمزورایا جائے گا۔ (جیسا کہ امریکا کی دریافت کے وقت ریڈ انڈینز کو محدود کرنے کے لیے کیا گیا تھا) یہاں تک کہ صرف ایک ارب نفوس رہ جائیں جو حکمران طبقہ کے لیے کارآمد ہوں اور یہ ہے اختیار مخلوق ان طاقتوں میں ہوگی جن کا خفی اور وضاحت سے تعین کیا جائے گا اور یہاں وہ دنیا کی مجموعی آبادی کی حیثیت سے رہیں گے۔

صرف ایک مذہب کی اجازت دی جائے گی اور وہ ایک ”عالمی سرکاری عقیدہ“ کی شکل میں ہوگا۔ یہ (1920ء سے 1930ء تک ہے) ”حیثیت“ میسریت اور جائزہ کی ایک عالمی حکومت کا نصاب کچھ جائے گا۔ کوئی نئی دینی اصولیں کوکے نام سے کہیں گے۔ یہ نئی سند اور وہ سب سے پہلے ہیں۔ چنانچہ ستر بنی اسرائیل عالمی حکومت میں قسماً و برائے ہوئی۔ یہاں ہی صورت حال تبدیل

جائیں وہ چالی ریاست واپس آئے اور جہاں تک

چین (نومبر 2008ء) کی بہت سی وجوہات، صوفیائی چارہاں ہیں۔ لیکن اس پہلو پر اکثر تجویز
نکاروں کی نظر نہیں آتی) اجرتوں کے تنازعات کی اجازت نہیں دی جائے گی، نہ ہی اعتراف کی
اجازت دی جائے گی۔ جو بھی قانون توڑے گا اسے سزائے موت دے دی جائے گی۔

طبعاً اثراتی (ایلیٹ کلاس جو پیشینہ آلہ داد میں سے ہوگی) کے علاوہ کسی کے ہاتھوں میں
نقدی یا سکہ نہیں دیے جائیں گے۔ تمام لین دین صرف اور صرف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہوگا
(اور آخر کار اسے بینکار و چپ پائیشن کے ذریعے کیا جائے گا) "قانون توڑنے والوں" کے
کریڈٹ کارڈ معطل کر دیے جائیں گے۔ [کارٹین سمجھ سکتے ہیں کہ قانون توڑنے والوں سے
یہاں کون مرے ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے مراد وہاں اور اس کے شیطانی قانون کی خلاف
ورزی کے مرتکب لوگ ہیں] جب ایسے لوگ خریداری کے لیے جائیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ ان
کا کارڈ بلیک لسٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ خریداری یا خدمات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ [پھر بینکوں میں
پیسے رکھوانے والوں کا انجام بھوک، بیماری اور اذیت ناک موت ہوگا] پرانے سلوں سے تجارت کو
غیر معمولی جرم قرار دیا جائے گا اور اس کی سزائے موت ہوگی۔ ایسے قانون شکن عناصر جو خود کو مخصوص
دلت کے دور ان پولیس کے حوالے کرنے میں ناکام رہیں ان کی جگہ سزائے قید بخشنے کے لیے ان
کے کسی گھر والے کو پکڑ لیا جائے گا۔

مستارب کردہوں اور فرقوں کے اختلافات برقرار رکھے جائیں گے۔ انہیں ایک دوسرے کو ختم
کرنے کے لیے جنگ پھیلانے کی اجازت ہوگی۔ انہیں یہ جنگیں فیو اور اقوام متحدہ کے ممبرین کی
نظروں کے سامنے لڑا ہوں گی۔ یہی ہتھکنڈے وسطی اور جنوبی ایشیا میں تھکوں، پاکستانی
مسلمانوں اور بھارتی ہندوؤں کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔ یہ تصادم ایک عالمی حکومت کے
قیام سے پہلے ختم لیں گے۔"

۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹

تو جہاں میں ایسے ہیں ہماری برہادی کے وہ مشورے جو زمین پر خدا بننے کے شوقین، شیطان

ساحلی اچائی، یا ست ماہیہ سے متعلق

کے پیادہوں نے سوچ رکھے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک کتا چھ ہاتھ کا تھا اس کا نام تھا "دی نیو میلسٹم" اسے ہاتھ چھاپنے والے ایک ادارے کے بعد دی نیو میٹ سے بڑی تعداد میں مختلف فارم سے لیا پھر میں تقسیم کیا تھا۔ شاید آپ میں بھی کسی کے ہاتھ لیا ہو۔ اس میں مستقبل کی منظم نشی پھر اس انداز میں کی گئی تھی:

"آلودگی، بیماری اور غربت ناقابل تصور تعداد میں امیڈات کا سبب بنیں گی۔ مستقبل میں رہنے والی جنگ کے ملک اعداد و شمار زیادہ بتاؤ گے ہیں۔ مختلف طاقتوں میں تشدد طبع معمولی حدود کو پہنچ جائے گا۔ نسلی، قبائلی اور مذہبی امتیازاتوں سے پیدا ہونے والا یہ تشدد اگلی ربع صدی میں تصادم کی انتہائی عام شکل اختیار کر لے گا۔ ہر سال ہزاروں لوگ مارے جائیں گے۔"

یہ درحقیقت ہمدردی نہیں، مستقبل کے وہابی منصوبوں کے لیے ذہن کو تیار کرنے کی سازش ہے کہ جب غیر متوقع چیزیں ہونے لگیں تو انہیں متوقع سمجھ کر خود کو "کافی حالت" کے ریلے میں پہنچا دیا جائے اور ہاتھ جھٹلائے بغیر قوم یہودی مسلمان کروہانہ یا موت کو قبول کر لیا جائے۔ یہ سب خطرات بنی نوع انسان کو یا عمومی اور عالم اسلام کے لیے یا خصوصاً یہودی پر آمادہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ مسلم دنیا کو یا غیر مسلم۔ ساری دنیا کے ماسم بہ حس ہیں۔ دنیا حاصہ جنگ میں ہے، اسے کسی کی پروا نہیں۔ وہ یہ جنگ ہادری ہے مگر اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے کہ صبح کے سینڈویچ، دوپہر کے برگر اور شام کی شراب کے علاوہ کسی اور مسئلے پر سوچنے کی رحمت ہی نہیں کرتی۔ کیا ہم سب "آزاد معنوں" کی برپا کردہ صورت حال کو امن و امن قبول کر لیں؟ انہیں اچھا نہیں۔ ہم میں سے جو اللہ اور اس کی رحمانی طاقتوں سے جھکا کر رہا ہو سکتا ہے اسے ہونا چاہیے۔ جو شیطان اور اس کے یہودی چیلوں سے جھکا رہا ہو سکتا ہے، دوسروں کو دور کر سکتا ہے۔ اسے چوری اللہ سمیت کوثر کے ان محروم سے بچانے کی کوشش کرتی چاہیے۔ یہاں ملعون کے شیطانی منصوبوں کے خلاف عقیدہ و رجحان جدیدہ کرنی چاہیے۔ اسے رحمانی طاقتوں کا ساتھ دینے کے لیے۔ چاہے وہ ضعیف، کمزور اور بے حیثیت معلوم ہو رہی ہو۔

عالمی وچوں ریچرست مابندہ سے انجینئرنگ

اپنا جان مال اگانے سے دریغ نہیں کرتا ہے۔ شاید ہزارا شماران لوگوں میں سے ہو جائے جو انکرچہ تم نہیں لیکن ہیں ضرور!! اور انکرچہ مشقت برداشت کریں گے۔ لیکن تمیں مسئلہ الی نجات ان کی برمشقت کی تکلیف بھلاؤ گئے تیار۔



د جالی ریاست کے قیام کے لیے ذہنی تسخیر کی کوششیں

جادو، ایم کے انٹرنیٹ، چپنگ، شارٹ ویڈیو، ایک ٹریکنگ

افغانستان کے نیچے مسلمان مسلسل آٹھ سال سے دنیا کی چار ترین اور ترقی یافتہ قوتوں کی
انتہائی یلغار کی زد میں ہیں۔ عراق میں خون کی بولی کھیلی جا رہی ہے۔ کشمیر اور چیچنیا کا مسئلہ آہستہ
مسلم کے جسم کا رستا زخم ہے۔ ابھی یہ زخم برے تھے کہ فلسطین کا درون کاکیہ الیہ پیش آ گیا۔ اس مرتبہ
سنگ دل، سپہ رحم اور انسانیت سے عاری یہود کی یلغار انتہائی جارحانہ اور سفاکانہ ہے۔ فلسطین
میں فوجوانوں کی خون آلودا شیں، بے سکر و بے نیتھے سحھے ڈھی پھول، بے یار و مددگار زخمی، بے
کورہ کفن شہداء، شہید مساجد، تباہ شدہ اسکول اور ہسپتال، بے کاہر بی شہری غارتیں اور ان
سب کے بیچ میں کھڑے حیران و سرگرداں فلسطینی مسلمان جنہیں سمجھ نہیں آتا کہ وہ کہاں جائیں؟
اس سے مانگیں؟ اسے اپنا کھڑا ستان میں؟ کوئی ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ کوئی
ان کے لیے ہمدردی کے وہ بول نہیں پڑا مادہ نہیں۔ کوئی ان کے لیے فخر و مول لینے کی جرات نہیں
کر رہا۔ مصر نے زخمیوں اور مجاہدوں کے لیے اپنی سجدہ بند کر رکھی ہے۔ وہ خود آج چائے دیتے
پر تیار ہے نہ دوائیں۔ اس نے اسرائیل سے تو کیس اور پٹرول کی فراہمی کا پچیس سالہ معاہدہ کیا
ہے لیکن وہ مظلوم فلسطینیوں کو نہ مانگی قیمت پر بھی بکلی، کیس اور پٹرول بھی جس دن کے لیے بھی
فروخت کرنے پر تیار نہیں۔ اس نے الجزائر کے نیچے ہوئے وہاؤں سے نکلے وہ وہاؤں کے لیے

مالکی و حنبلی ریاست مانتے اسے ابھی تک

ہیں۔ مصری حکمرانوں کا کہنا ہے کہ دو انہیں اس وقت جانے دیں گے جب دواؤں کی مدت ختم ہو جائے گی۔ اتنی سنگ دلی اتنی بے رحمی اتنی بے دردی ایسا الہی ایسا مانتا کیا ہے؟ ماروے میں 40 روکڑے اسرائیل کے خلاف جنگی مقدمہ درج کر کے کی تحریک چلانے کے انتہائی پر دستخط کیے ہیں لیکن پاکستان میں فلسطینیوں کے حق میں تین ہزار سے زائد وفد جمع نہیں ہو سکے۔ اس سے زیادہ وفد تو روز "کینا پارک" کی سیر کو جاتے ہیں۔ اس بے رحمی پر جو مذہب آنے والا تھا وہ کتنا بے ادب آنکر رہے گا۔ لیکن اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کا سبب آفریقا ہے؟ ہم سے ایسا کون سا گناہ ہوا ہے کہ ہم سے ایمان کی آخری ملائیں بھی چھین لی جارہی ہیں۔ بندہ حرام سے روزانہ اس کی ٹوہ میں لگا رہا۔ سودا خوری، دفعتی، حرام خوردی، حرام کاری یا کچھ اور۔ پرانے والیکٹرک کتب میں پائے گئے جیسے بھارت، بھارت، اور سائنس و بھارت کے راستے دلی و رمان پر گرفت ہے۔ یہ دن دکھایا ہے یا کوئی اور معشوق بھی اس پر دکان کاری کے پیچھے ہے۔؟ آخر مسلمان جتنا بھی گناہ کا روبرو اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپتا ضرور تھا۔۔۔ اس مرتبہ عالم اسلام کو ہوا لیا ہے اور کون سی چیز ہے جس نے سکوت مرگ۔ طارقی گمراہ کیا ہے۔ روئے والی آنکھ ہے نہ ٹہپنے والا دل۔ نقصان فشی اور پاؤں کا پی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ کہیں کہیں نہیں آ رہی۔ کسی کو اس کی آہو نہیں شرمیں۔ بندہ ایک م سے تک دل کے زخموں کو جگر کے آنسوؤں سے پونچھتا رہا۔ جو تھو میں آیا جوشی خدا سے ہے۔

اب ہم سسٹم کا امروہیں سے جوڑتے ہیں جہاں سے کچھ قسط پر لوٹا تھا۔

یہ کہنا ہے جانے ہوگا کہ اس وقت مغرب کی فخر یہ کاموں میں جس بڑے منصوبوں پر کام ہو رہا ہے ان میں زیادہ شیعہ رقم کا حامل منصوبہ انسانی ذہن کو کٹر دلی میں لینے اور اس سے حسب مشا کام کر والے کا ہے۔ اس منصوبے پر ہم جہت اور مختلف انواع کام ہو رہا ہے۔ یہودی کی روحانی شخصیات جو جادو کی بدترین اقسام کی ماہر ہوتی ہیں (اس لیے انہیں سفلی شخصیات کہیں چاہیے) اپنا زور دکا رہی ہیں۔ انسانی دماغ اور نفسیات پر کام کرنے والے یہودی و یوڈی سائنس دان اپنا

زور لگا رہے ہیں۔ نہیں معلوم کہ توہینِ فطرت کی خلاف ورزیاں اور انسانی ذہنوں کی تسخیر کی یہ جتنی کوششیں مستقبلِ قریب میں انسانیت کے لیے کیسے کیسے اہلہ جنم دیں گی؟ ذیل میں ہم اس طرح کی چند غیر انسانی بلکہ شیطانی کوششوں کا تذکرہ کریں گے کیونکہ ان سے انسانیت کی بھلائی کے لیے ذرا بھی کام نہیں لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔ یہ تمام تر کوششیں شیطان کے سب سے بڑے برکار نے ”دجال اکبر“ کے ایلیسی نظام کے پوری دنیا پر غلبے کے لیے کی جا رہی ہیں۔



:

1- جادو اور سفلیات

شریعت اسلام میں جادو تمام آفاقی مذاہب اور مذہب دساتیر میں پایا، مقررہ اور ناجائز ہے۔ یہ دراصل کائنات میں موجود کچھ غفلتی قوتوں کا غلط استعمال ہے۔ یہ خیر و شر کے معرکہ میں فاصلہ نہیں اور بے ایمانی کے غلے میں جوتے پر چیتے کی کوشش کا نام ہے۔ یہ اللہ کی نصرت و نصرت کے مقابلے میں شیطان اور شیطان کی قوتوں کو ناجائز طریقوں سے خوش کر کے ان کی قافی اور نہ فریب جھوٹی طاقت کو ساتھ لینے کا نام ہے۔ کائنات میں موجود غفلتی رازوں کو دریاخت کر کے کا ایک طریقہ سائنس ہے اور دوسرا جادو۔ آپ انہیں ”سحر“ اور ”سحر“ بھی کہہ سکتے ہیں۔ پہلے کی اجازت ہے دوسرا عمل ممنوع۔ ”سحر“ کے تحت وہ امور آتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے خطر بنایا ہے یعنی اس کے اختیار میں دیا ہے، جبکہ جو کے تحت وہ امور آتے ہیں جن کو انسان نے از خود اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ”سحر“ کیا ہے بعد ازاں کے منع کر لے کے جادو ان پر اختیار حاصل کر لیا ہے۔ ان دونوں کے مابین وہی فرق ہے جو ”Merchandise“ (قابل فرخت و خریدارینا) اور ”Contraband“ (دواشیہ جن کا حصول درآمد، برآمد، خرید و فروخت ممنوع ہے) کے مابین ہوتا ہے۔ یہ دونوں میں سبقت لے جانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ سائنس میں تو میں انعام جیتنے کی طرف سے ہر نامہ زین سفلیات جادو میں بھی یہ لڑائی رکھتے ہیں۔ دنیا بھر میں اس فن میں ان کی ممتاز حیثیت کی وجہ ان کی انتظامی مہارت اور بددلتی ہے۔ جو شخص اپنے غلاب میں جتنا چلید اور باطن میں جتنا خبیث ہوگا، اس کو شیطان سدا تو ہی قرب حاصل ہوگا اور شیطان کی قوتیں اس کے جادو میں جھوٹی تاثیر کے لیے لگا ہی اس کا ساتھ دیں گی۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی

مالی اہالی ریاست، ابتدا سے نہیں تھا۔

اساتقی سے بڑھ کر باطنی تجاست کیا ہوگی؟ یہود تو خدا کے بھی گستاخ ہیں۔ حضرت جبریل و دیگر مقرب فرشتوں کے بھی اور انبیاء کرام و مران کے ساتھیوں کے تو یہ قاتل ہیں۔ اس لیے ان کا جاوہ شیطان کی شیطنت کا سب سے بڑا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان شخصیات پر اور سے بیٹھ کر جاوہ کے ہٹکنڈے کا سیلاب نہجوں و بیوہی حسینوں کو جاوہ لٹھا کر ان کے قریب بھیج دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال شاہ فیصل شہید کے قاتل کی ہے۔ آج تک تمام تجزیہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ یہ قتل درجہ اولیٰ آگمنوں سے چھپا ہوا ہے۔ اکثریت کا کہنا ہے کہ قاتل کا وفاق تو ازان درست نہ تھا لیکن کیا وفاق تو ازان سے محروم ہوگے تھے ورنہ جی ورنہ جی سے اپنا جہف حاصل کر لیتے ہیں؟ اگر ایسا ہونے لگ جائے تو یوانوں کی اس دنیا میں خزانوں کا گزر بھی ممنوع ہو جائے۔

شاہ فیصل کا یہ بھتیجا 27 مارچ 1975ء کو وائس فی سی کیٹ میں تھا۔ یہ اس جاوہگر بیوہی حسین کا نیا دھڑ تھا جو اس سے امریکا میں تعین کے دوران ٹکرائی تھی اور اپنی ایک بھینک دکھا کر اس کو ایسا دیوانہ بنا گئی کہ وہ اس کے وصال کے لیے ہر مشکل سے مشکل شاہ پوری کرنے پر آمادہ تھا۔ حتیٰ کہ اپنے اس بچا کو بھی قتل کرنے پر تیار تھا جو نہ صرف اس کے خاندان کا ممتاز ترین فرد تھا بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے وادار دوست و مشفق باپ اور سرایا بندہ تھا۔ اس بیوہی حسین کی شہرہ تھی کہ وہ اگر بہادر اور اس کے عشق میں سچا ہے تو اپنے بچا کو قتل کر کے دکھائے جس نے قتل کی رولت کو جنگ کا انتخاب دیا کہ مغرب کے خلاف کامیابی سے استعمال کیا تھا۔ شاہ وادہیں اس نے 1967ء میں پاکستان سے سعودی افواج کو تربیت دینے کا معاہدہ کر کے اپریل 1968ء میں تمام برطانوی فوجی ماہرین کو ارض حرم سے رخصت کر دیا تھا۔ عشق کا جنون ایسا چڑھ کر نہیں بول سکتا تھا۔ اس میں سامری کے ظہور کی آمیزش ضروری تھی۔ تمام یعنی شاہدین کا کہنا ہے اور تمام مصرین کا اتفاق ہے کہ قاتل اس دن نیم مہوش کی کیفیت میں تھا جب وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا شیطانی کام کرنے جا رہا تھا۔

حالمی و جالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

نہ صرف اس نے عالم اسلام کو ایک جبری حکمران سے محروم کیا بلکہ اسے وہ حسینہ بھی پھر کبھی نظر نہ آئی جس نے سحری سفلیات اور وہابی تسخیر کے وہ غیر شکستہ وں کے مل بوتے پر یہ رذیل ترین حرکت کرنے پر اسے ایک بے بس معمول (ردیوٹ) کی طرح آمادہ کر لیا تھا۔ جادو اور ایم کے لٹرائے استخراج کی یہ ایک اور بدترین اور افسوس ناک ترین مثال ہے۔



2- ایم کے الشرا

”نامتور بال“ کینیڈا کا مشہور شہر ہے۔ اس کے وسط میں ایک پارک ہے۔ باہر سے یہ سب آباد اور ایران نظر آتا ہے۔ یہ امرچہ عوامی پارک ہے لیکن اس کے دروازے عوام پر بند ہیں۔ جس سے انگلیز طور پر اس کے گرد باز لگا کر اسے غیر ضروری افراد کا داخلہ روکنے کے لیے ہانگل بند کر دیا گیا ہے۔ اس پارک کے اندر قدیم طرز کی ایک عمارت ہے۔ باز اور درختوں میں گھری ہوئے کی بنا پر یہ دور سے اچھی طرح نظر بھی نہیں آتی۔ کوئی جھانک کر دیکھ بھی لے تو اس بوسیدہ اور اجازت عمارت پر توجہ نہیں دیتا۔ کینیڈین عوام خود کو تعلیم یافتہ اور معلومات کے لحاظ سے اپ ڈیٹ سمجھتے ہیں۔ لیکن انہیں علم نہیں کہ ان کے ایک اہم شہر کے وسط میں موجود اس متروکہ عمارت میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے؟ امریکا اور کینیڈا کی حکومتیں، اختیاردارے اور ان اداروں کے تنخواہیافتہ شیطانی دماغ رکھنے والے سائنس دان یہاں کیسا گھناؤنا اور خطرناک کھیل، کھیل رہے ہیں؟ یہاں کھیلے جانے والے کھیل کا نام ”ایم کے الشرا“ (MK Ultra) ہے۔ عام طور پر کوئی کھیل کھلاڑی آپس میں کھیلتے ہیں لیکن یہ کھیل مادہ لوح انہیوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ عام طور پر کسی کھیل کو کوئی، منیجر اور ریفری کھلاتے ہیں، لیکن یہ کھیل ایسا ہے جس کی گمرانی تو تک ٹیکس، سائنس دان اور یہودی سرمایہ دار کرتے ہیں۔ ”ریٹھ کار پوریشن“ جیسا یہ نام نہایت تھکنک ٹینک اس کھیل کا گمران، ایوان کیمرہ دان جیسے ذہین یہودی سائنس دان اس کے کوچ اور راک فیلر جیسا یہودی سرمایہ دار اس کا اسپانسر ہے۔

ایم کے الشرا ”ہائپر کنٹرول“ ہے۔ Mind-M کے لیے اور K، Kontrol کے لیے ہے۔ مؤخر الذکر لفظ کے بچے جن جن طرز پر کیے گئے ہیں۔ کھیل کے نام اور کام میں مناسبت آپ

کے لیے نامانوس نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کھیل میں لوگوں کے ذہنوں سے تھکھکھا جاتا ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر ان کے دماغوں کو مخصوص پیغامات بھیجے جاتے ہیں۔ لہذا وہ اور شعاعوں کے ذریعے تسلسل کے ساتھ بھیجے جانے والے یہ پیغامات لوگوں کے ذہن کو رفتہ رفتہ اپنا معمول بنالیتے ہیں اور وہ بے خودی اور خود فراموشی کے عالم میں سوچے سمجھے بغیر وہ سب کچھ کرتے چلے جاتے ہیں جو ”برادرہی“ ان سے کروانا چاہتی ہے۔ مائٹریال میں موجود اس پارک میں مصروفہ کل یہودی روحانی ماہرین و طبیعات اور ماہرہ طوطیات یعنی چارہ اور سائنس کے اجتماع سے اس پروجیکٹ پر کام کیا ہے۔ جوں جیسے ”ایم کے انٹراپرائزٹ“ کا نام دیا گیا ہے۔ پروجیکٹ کو ”ایڈکارپوریشن“ کا نام دیا گیا ہے۔ عالمی وہابیوں کا ادارہ چلا رہا ہے اور اس کے لیے ایوان لیسروں جیسا کہ ہندوؤں کا رسائنس دان جو یہودیوں کے خلیہ جلدولی علم ”قبالہ“ کا ماہر اور ان کی خدائے رب کی روحانی شخصیات جنہیں شیطانی شخصیات کہا جائے تو زیادہ بجا ہے۔ میں سے ایک ہے۔ ایوان لیسروں کا کوڈ نام ”ڈائنو وائٹ“ رکھا گیا ہے۔ کوڈ نام کی ضرورت واضح کر رہی ہے کہ اس پروجیکٹ کے پیچھے سی آئی اے کے ماہرین بھی ایلا تھے۔ اور سہارے لیے کامیابی کے اظہار میں کھڑے ہیں۔ سی آئی اے کے سابقہ افسر ”ایڈوایٹ“ اس پارک کے چکر تسلسل سے لگاتے رہتے ہیں۔ یہ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے راک فیلڈ جیسی مال دار یہودی فیملی کے سامنے اس پروجیکٹ کے اخراجات پر اترنے کے لیے سچ کے ذریعے کامیابی کا کام بندھنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہودی ائمہ اس پروجیکٹ میں اپنا دلچسپی ہے، اور اس پر خطیر رقم کیوں خرچ کر رہے ہیں؟ اس طرف جاننے سے پہلے بہتر ہوگا کہ سمجھ لیں کہ اس پروجیکٹ میں کسی قسم کی خفیہ نالوثی استعمال ہو رہی ہے؟ آئی کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کی اکثریت ایسا کی کارہ ترین ایجادات سے آگاہ ہے۔ اسے اپنی معلومات کا زخم ہے، لیکن ایم کے انٹراپرائزٹ میں انسانی ذہن کو ستر کر کے اپنا جہد، بلکہ علم بنانے کے لیے اس طرح کام کیا جا رہا ہے، اس سے دنیا کے تعلیم یافتہ حضرات کی اکثریت آگاہ نہیں۔ ہندو بڑے کا سی آئی اے کے دور کے انسانوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔ خصوصاً ان انسانوں کے لیے

کی طرف گرا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے سامنے سے کوئی ماری گئی ہو اس کے آگے کون بیٹھا تھا؟ اس کا اپنا ہونی کا رونا چارہ اور اندریں کینیدی کی کار کے آگے آگے وائی گاڑو چار گاڑا لگھیر رہے ہونے تھے لیکن اس کی کار کے ساتھ کوئی کار نہیں تھا۔ کیوں؟ اسی آئی اس کے سابق عہدیدار سبیلے شیر۔ (1957 تا 1975ء) کا کہنا ہے:

”فائل اور قتل کا مقدمہ محض ایک اور مقدمہ اور اصل کہانی ابھی بتائی جا رہے نقاب نہیں کی گئی۔“ (21) دوسری مثال جان کینیڈی کے بھائی رابرٹ کینیڈی کی ہے۔ کینیڈی کے قتل کے بعد قاتل ترشورہ خونا کے باوجود تیس شتم کر دیا گیا۔ یہ اقدام کواسم اور کینیڈی خاندان کے لیے نہایت پریشان کن تھا۔ اس کے بھائی رابرٹ کینیڈی اور اس کی بیوی جیکو لین کینیڈی نے امداد داری سنبھالی۔ رابرٹ کینیڈی نے عزم کیا کہ وہ اس سازش کے خلاف کھڑا ہو گا۔ وہ اپنے بھائی کے قتل کے مقدمہ کو انجماہ تک پہنچانے کا اور مقدمہ جلی حدالست میں لائے گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ بھائی کے قتل کی تحقیقات کو از سر نو شروع کرائے گا۔ اس امر نے اسے زبردست مشہوریت دی اور اس کے صدیقی انتخابات میں اس کے جیتنے کے امکانات قوی ہو گئے لیکن ”برادری“ کے ایجنڈے میں یہ چیز شامل ہی نہیں تھی۔ ان کے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا کہ وہ رابرٹ سے جان چھڑائیں۔ چنانچہ رابرٹ بھی قتل ہو گیا۔ اس کے قتل کا شبہ ”سربان“ (تھیا پاگل: Lone Nutter) پر کیا گیا۔ پانچ جون 1968ء کو سربان نے رابرٹ کینیڈی پر فائر کھولی دیا جس سے رابرٹ کینیڈی کی موت واقع ہو گئی۔ تحقیقات کے مطابق دیوار پر گولیوں کے نشانات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں سربان کے علاوہ بھی کسی نے فائرنگ کی تھی کیونکہ سربان کی گرن میں پائی جانے والی گولیوں کی تعداد سے زیادہ گولیوں کے نشانات موجود تھے۔ باقی گولیاں کس نے چلائیں؟ تمام ثبوت اور شاہد پولیس نے ضبط کر لیے۔ آپ فوٹو گرافر نے تو اسے کے بعد تصاویر کھینچی تھیں وہ بھی پولیس نے قبضے میں لے لیں۔ جب پولیس پر عوامی دباؤ بڑھا کہ یہ تصاویر شائع کرے تو وہ مجبوراً تیار ہو گئی لیکن ہوا کیا؟ پولیس جاتے ہوئے راستے میں پولیس کا رستہ تصاویر پھیری کر لی گئیں۔ واہ واہ! ہے ناموسے کی

ہاں۔ "برادری" کی کارروائیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

(۱۹۱۱ء) کے انشائیہ تیسری بڑی مثال جان لینن کے مشہور قتل کی ہے۔ اس کے قاتل نے اسے اتنا آسان لیا کہ لینن کو قتل کرنے کے بعد دو سو گز کی دوسری طرف کھڑا ہو کر "Catcher in the Rye" نامی کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گیا تاکہ ہڈنگ کے گارڈ کو اتنا وقت مل جائے کہ وہ عمارت سے باہر فون باکس پر آکر پولیس کو اطلاع کر سکے۔ تعجب ہے کہ قاتل نے جانے تو نہ بت کوئی حرکت نہ کی اور اطمینان سے اپنی گرفتاری کا انتظار کرتا رہا۔ کیا وہ ایک اور تھپاگل "Loose Nuttel" تھا؟ لینن کے بیٹے کو سو فیصد یقین تھا کہ یہ لی آئی اسے کا کام ہے البت اسے یہ علم نہیں تھا کہ سی آئی اے کے چھپے کون تھا؟ اس حقیقت کو افسانے میں بدلنے کے لیے ہالی ووڈ نے ایک فلم اس واقعہ کے حوالے سے بنائی۔ اس کے کرداروں میں بروکس ڈیسن اور جولیا روبرٹ بھی بیٹھے اور مشہور اداکار جیمز فلم کا نام "کالہی ریکی تھوری" رکھا گیا۔ ہالی ووڈ اور اصل "برین واشنگ" (دینی تحریک) کے درمیان جدید ترین آم اور ذرا بڑھ ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگوں کی آواز اور حقیقت کی عکاس ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ ہالی ووڈ فری میسنری کی آواز اور اس کے مقاصد کی عکاس ہے۔ اور ٹھیک اس وقت سے ہے جب امریکی فلمی صنعت کے ہالی ووڈ پلیرز فری مین نے "دینی برتھ آف ایٹھشن" (۱۹۱۵ء) بنائی تھی۔ اس کے بعد سے میڈیٹا اور مائیکل جیسن تک یہی صورت حال ہے۔ کوئی ہالی کالہی نہیں جو بیوقوف پروپیگنڈوں اور سرمایہ کاروں کو خوش کیے بغیر اس آواز کو لپال اوارے میں ترقی کا سوچا بھی سکے۔ یہاں ان سب کی فہم سست دینے کا موقع نہیں لیکن قارئین کو یہ بتانا ضروری تھا کہ ہالی ووڈ پر غلبہ رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ ہالی ووڈ لبرل "ہولی" (پاپ) نہیں ہے، بلکہ ہانگل بھی نہیں ہے۔ درحقیقت "برادری" تخریب کو طویل عرصے سے استعمال کر رہی ہے۔ یہ ہر دور کے بڑے بڑے نام و عرف کاروں کی سرپرست تھی اور اس نے ان کو اپنی جہر کے استمال کیا ہے۔ آگے چل کر ان شا، اللہ ہم بتائیں گے کہ اسکرین اور موسیقی کو کس طرح سے برادری اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔

عالمی و جہانی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

یہ تو چند مثالیں تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا اور کینیڈا کی حکومتوں کی سرکاری سرپرستی میں رواں دواں اس پروجیکٹ نے جو کل کھلائے ہیں، انہیں منظر عام پر لایا جانے تو بھونچال آ جانے کا۔ اس طرح کی معلومات کو یہودی منصوبہ ساز اور امریکی فوج و خفیہ ادارے تحقیق کے ساتھ چھپا رہے ہیں۔ وہی فوج جو دنیا میں امن کی دھوئے دار ہے، وہ اسرائیل میں دنیا کی سب سے بڑی ہتھیاروں کے انوکھے کے جذبات متعلق نہ ہونے دینے کے لیے اسی پروجیکٹ پر جادوگر سائنس دانوں کے ذریعے دنیا والوں کے اذہان کو طلسم میں جکڑنے کی سرگرمیوں کو شش کر رہی ہے۔ آپ کو یقین نہ آئے گا لیکن بل کلنٹن... جی ہاں! سابق کامیاب ترین امریکی صدر... نے 1995ء میں ایک کھلی کانفرنس میں تسلیم کیا تھا کہ امریکی حکومت لوگوں کے علم میں لائے بغیر انہوں پر کنٹرول کرنے اور دیگر غیر اخلاقی تجربات میں گزشتہ پچاس برس سے مصروف ہے۔ (ڈراما ہالینجے، گزشتہ 50 سال سے اعلیٰ کلنٹن کا کہنا تھا کہ وہ اس پر شرمندہ ہیں۔ ہمیں ان کی اس "مہارت کی سچائی پر یقین کر لینا چاہیے... لیکن ہمیں اس یقین کے بعد یہ سوچنا ہوگا کہ اس شرم میں گزشتہ 15 سال (1995ء تا 2009ء) کے دوران ان شرمناک غیر اخلاقی تجربات کا دائرہ کہاں تک پھیل چکا ہوگا؟ اپنے ارد گرد دیکھیے! بے حسی اور غرونی کا شکار کھوئے کھوئے مسلمانوں کا شرمناک جمود ہمیں کیا کہانی سنانا ہے؟

ہے؟

امریکی صدر کے اس اعتراف کے بعد کینیڈا کے متروکہ پارک میں جاری شیطانی کھیل کے گھبراہٹوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ خیر آئی تھی کہ اس اعتراف کے بعد "ایم کے ایٹر پروجیکٹ" کے ذمہ داران اسے منظر عام پر لانے کے لیے کاندھات کی "مہاجری" کر رہے ہیں۔ یہ بڑی خوبصورت اصطلاح تھی۔ یوں کہہ لیجیے کہ یہ طے کیا جا رہا تھا کہ سادہ لوح امریکی عوام کو کون سی بات بتائی جائے اور کون سی لپیٹ لی جائے؟ پھر یہ بیان بھی آیا کہ اس پروجیکٹ کو ختم کیا جا رہا ہے... ذرا دیر کے لیے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ تقریباً گزشتہ 65 برس سے جہاں یہ پروجیکٹ جس پر جان مبالغہ کر رہی ہے وہاں غریبوں کو چمکے ہیں، مرثیوں سے احتجاج پر ختم کر دیا گیا ہے۔

ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن کیا لوگوں کے ذہنوں کو بدلنے اور انہیں وجہی پیغامات کا تابع اور معمول بنانے کے لیے یہی ایک طریق کار تھا جسے مشہور کرنے سے یہودی سامری سائنس دانوں کے ہاتھوں ستانی ہوئی سادہ لوح دنیا، جہاں کے طلسمی چکر سے نکل جائے گی۔ ۲۲۲ نہیں! بات اتنی سی نہیں! اس سے کہیں آگے کی ہے اور یقینی طور سے چند اور جہاں ایسے بھی ہیں جو ہمارے گرد چند حرام چیزوں کے استعمال کی عادت ڈالوانے کے دوران تائے جا چکے ہیں۔ علمائے کرام منع کرتے رہے لیکن دہرے منچلے، جہائے اور روشن خیالی رہنماؤں نے قوم کو ان کے گرداب میں پھنسا کر پھوڑا اور آج نئی نسل کے مسخ شدہ ذہن اپنی شناخت تک بھولتے جا رہے ہیں۔ آئیے! دیکھتے ہیں سامری جادوگری کے اور کون کون سے سفلی طلسمی پسندے ایسے ہیں جن میں ہم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو، اپنی اگلی نسل کو بھولتے رہے ہیں اور علماء و مشائخ کے منع کرنے کے باوجود چند مخصوص کتابوں کا نسخہ ہمیں یہود کے ٹکڑے میں ایسا پھنسا تا جا رہا ہے کہ انرا اب بھی تو بے نہی تو منقریب و دور وقت آجائے گا جب اس جہاں سے نکلنے کے لیے ہم بھٹنا پھرنے لگے، وہ کھال کے اتنا ہی اندر آتا چلا جائے گا۔

3- مائیکرو چپس

ماوراء الطبعیات کے بعد سب طبعیات کی طرف آتے ہیں۔ یہودی کی کوششیں دونوں میدانوں میں بھرپور طریقے سے جاری و ساری ہیں۔ ایسی چپ (Chip) ایجاد ہو گئی ہے جس سے بائی فریکوئنسی مائیکرو میز فارغ ہوتی رہتی ہیں۔ یہ چپ کسی کے بدن میں چپکا دی جائے تو اس کے دماغ میں آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔ وہ انسانی رہ بوث کی طرح ہر حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ قصہ صاف اگر اسے شراب یا غشیات کا عادی بنا دیا جائے یا جادو نوئے سے اس کی "قوت ارواحی" توڑ کر اسے نفسیاتی مریش جیسا کر دیا جائے تو اس کے ذہن کو کنٹرول کرنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے اور اسے شراب میں لانے اور مرضی کا کام کروانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ پھر اسے کپ ڈیو (امریکی یہودی جادو گروں کے عظیم کا سب سے بڑا مرکز) بلا کر کسی معاہدے پر دستخط کروا لیے جائیں، ورلڈ جیوش کانگریس جیسے بدنام فورم پر بلا کر دوشی کی بیٹھکیں بڑھائی جائیں یا کوئی ایسی شے منظور کروائی جائے یا ایسا حکم منوایا جائے جو اس کی چرئی قوم کے مفادات کے خلاف ہو۔ وہ سب کچھ کرتا چلا جاتا ہے اور راجا رمت کے بعد بھی اسے خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں؟

ایم کے ایٹا کا راز فاش ہونے کے بعد انکا پروجیکٹ "EDOM" کے تحت چلا رہا جارہا ہے۔ اس سے مراد "Electronic Dissolution of Memory" ہے۔ EDOM کا آپت حصہ یہ ہے کہ انسانوں کو اغوا کر کے ان میں مائیکرو چپس کی چونداکاری کی جائے۔ ان چپس کو انجینئرز اس کے ایک "کنٹرولر شیم" نے ترقی دے کر اس ٹیکنالوجی کی چوٹی تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ ان چپ انجینئروں کا تعلق "ہیروا" جنرل الیکٹرونکس، آئی بی

ایم اور ہونٹن میڈنگل سینٹر جیسے شہر و آبادی امریکی اداروں سے ہے۔ مائیکرو چپنگ کے تحت چلنے والے بڑے پروگراموں میں سے ایک منصوبہ انوں ورلڈ ویڈیو تکب لکھنے کا ہے جو وہاں کی عالمی ریاست میں چلنے والا واحد سڈوائٹ الوقت ہوگا۔ یہ سڑکی ایک عالمی مالیاتی بحران کے بعد۔ شاید مختصر بے بی۔۔۔ متعارف کروائی جائے گی۔ آپ کو یہ سب سمجھو یونے کی بڑی محسوس ہو رہی ہو۔۔۔ لیکن یہ۔۔۔ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ان شواہد پر ایک نظر ڈال لیجیے جو اس طرح کے اداروں کی تصدیق کرتے نظر آتے ہیں۔



یہ افریقہ یا ایشیا کے کسی پسماندہ ملک کا نہیں، برطانیہ اور سویڈن جیسے ملکوں کا قصہ ہے۔ پہلے کا تعلق فرد واحد سے اور دوسرے کا بچوں کے ایک پورے گروپ سے ہے۔ ابتدا ہم کورڈوں کے دیس میں غیش آئے والے ان کا لے کر قوتوں سے کرتے ہیں جن کا تعلق سویڈن کے ایک شہر سے تھا۔ سویڈن کو دنیا کے حسین ترین ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ خوشحالی، ترقی یافتہ اور مذہب دنیا کے لیے دہلی بادل سمجھے جانے والے یہ ملک یہودی جاوگروں کا سب سے بڑا مسکن ہے۔ اس کے بعد جنوبی افریقہ کا ٹبر آتا ہے۔ اس کے بعد۔۔۔ غیر چھوڑے اہل ہو جائے گی۔ سویڈن کے مغللوں کو جس طرح سامری ظلم کروں نے مجہم زور بنایا ہے اور اس شخص نے ملک کو جس طرح شیطانی آگ کی تیشہ سے جھلکا رکھا ہے اس کو جاننے والے یورپ کے پانچویں پرتوں کھالے لگتے ہیں۔ آج اس ملک کے دار الحکومت کے ایک باغی کا واقعہ آپ کو بتاتے ہیں جو بے شمار انسانوں کے ساتھ غریب شیطانی کھیلوں کی بدترین مثال ہے۔

دہریت نیز لینڈ اسٹاک ہوم کا رہنے والا تھا۔ وہ مارٹنگل کے شہر سے وابستہ ایک تعلیم یافتہ انسان تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا۔ بیماری اتنی گھمبیر تھی کہ آپریشن کا مشورہ دیا گیا۔ وہ ایک مقامی ہسپتال میں چھوٹے سے آپریشن کے لیے گیا۔ آپریشن

عالمی وچالی ریڈ سے وابستہ استاذِ تہذیب

کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی شخصیت تبدیل ہو رہی ہے۔ عجیب و غریب خیالات اس کے ذہن میں اُتر رہے ہیں۔ اس کے دماغ میں آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔ گویا وہ آئینوں سے چھپے کئے کھل کھج کر رہا ہے۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس کا چہرہ کیا جاتا ہے۔ کچھ اُسے خفیہ طور پر اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ جب صورتِ حال زیادہ خراب ہوئی تو اس نے انکسے کمرانے کا فیصلہ کیا۔ انکسے نے میں دکھائی دیا کہ اس کے دائرہ میں تھکنے میں ایک ٹرانسمیٹر نصب ہے۔ وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور اس کے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ اسے یوں لگا جیسے اس کی خاک میں قہرِ ذال دی گئی ہے۔ وہ کسی ناویدِ موت کا ٹھکانہ ہو گیا ہے۔ اس نے خاموشی سے یہ ٹرانسمیٹر نکال دیا اور اس کا تجربہ کر کے لیے ایک لیبارٹری میں لے گیا۔ وہاں اسے کہا گیا کہ اس دن کے بعد واپس آئے اور چاروں دنوں کے بعد کیا ہوا؟ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں؟ ٹرانسمیٹر کم ہو چکا تھا۔ لیبارٹری سے ہسپتال اور ہسپتال سے لیبارٹری تک پھیلا ہوا ”براوری“ کا جال منظم ہو کر کام کر رہا تھا۔

اب دوسرے واقعے کی طرف آئیے اور طایفہ کے ساحلی شہر لیور پول میں ایک عظیم طبی خیمہ کے انکشاف ہو رہے۔ ”فرسٹ لیور پول چلڈرن“ نامی ہسپتال کے متعلق پتا چلا کہ یہاں بچوں کا ”دماغ“ چھلایا جاتا ہے۔ دنیا کے سائنس دان بھی اس اہم مذہب و خیال کے سامنے۔ یہ حقیقت پہلی مرتبہ سامنے آئی کہ دماغ کے افعال سمجھنے کے لیے ٹری سینس براوری کے ذہنوں نے والدین کی اجازت لیے بغیر مصحوم بچوں کو گھبراہٹ (Guinea Pigs) کی طرح استعمال کیا ہے۔ یہ معمول نہیں برس تک بر ملا یہ جیسے ترقی یافتہ ملک کے ایک بڑے شہر کے ہسپتال میں جاری رہا۔ یہ صرف ایک ہسپتال کی کہانی ہے۔ پتا چر جب یہ خبر باہر نکلی تو متعلقہ ہسپتال ”فرسٹ لیور پول ایڈ“ ہے چلڈرن ہاسپتال“ نے ایسے امکان کی بھی غلطی سے تردید کر دی۔ میڈیا کو قہر لے کر لے کر ”براوری“ سے مذاہم کو کس کو تھپا ہے؟ بچوں

کے والدین نے بہت زہری۔ وہ اپنے جگر گوشوں کے ساتھ یہ بغرض کیسے بھول سکتے تھے؟ بالآخر ۱۹۹۱ء کے دہائیوں کی جدوجہد سے ہسپتال بحرم ثابت ہو گیا اور ہسپتال انتظامیہ کو اعتراف کرنا پڑا کہ ان کے پاس بچوں کے کئی اعضا ہیں۔ جب کچھ سائنسی تجزیے کرے اور تجزیہ ہو تو ہسپتال نے بالآخر تسلیم کر لیا۔ اس کی تحویل میں ۱۹۹۱ء حرام ہو گیا (دماغ کا دس فیصد) ہیں۔ لیکن ساتھ ہی بنی اسرائیل کی روایتی دروغ گوئی کا سہارا لیتے ہوئے یہ تذکرہ لایا گیا: ”ایک طالب علم نے اپنے استعمال کے لیے حاصل کیے تھے جو بی ایچ ڈی کے لیے بچوں کے دماغ کے اوزان جانچ رہا تھا۔ یہ بی ایچ ڈی مقالہ بھی شائع نہ ہوا۔ یہ بات آپ کو کیا بتاتی ہے؟“ کیا بی ایچ ڈی ۱۹۹۱ء بچوں سے زیادہ اہم تھی اور دونوں ٹیموں میں طالب علم تھا جسے تم انہیں اور انسانی اقدار سے باہر قرار دے دیا گیا اور اس نے اپنی بی ایچ ڈی کے لیے پچیس سال لگا دیے۔ یہ بات اطلاعات کے حصول کے حق پر زور دینے والے اس ملک میں کبھی نہ بتائی گئی۔ دماغ کے تمام ٹیپوں کے والدین کو جانیں کیے گئے۔ والدین کو اپنے ان بچوں (کے مانگوں) کی دوبارہ تدفین کی اذیت سے گزرنا پڑا۔ انہیں وہ ایک مریض پہلے ہی دفن کر چکے تھے۔ لیکن بات اتنی ہی نہ تھی۔ دل دوز انتشارات کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔ کچھ عرصہ بعد انسانی دماغوں کے کچھ اور ٹیپے برآمد ہوئے جو جان بوجھ کر چھپا لیے گئے تھے اور کبھی واپس نہ کیے گئے۔ اس نے مزید اذیت تاکہ سمجھوتہ جاری رکھی۔ والدین اپنے مخصوص بچوں کی تیسری تدفین کی جاری کرنے لگے۔ انہیں مطمئن کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ سبھی بغرض یا جنونی شیا کا کوئی پس ماندہ ملک نہ تھا کہ والدین رو بہ پیت کر خاموش ہو جاتے۔ اس وعدہ ایملہ نے اپنی ایچ ایس درست اور یونیورسٹی نے ایک مشورہ کیا کہ جان باری کیا ہو؟ باری کے بے رحم دل اور بھٹ کی عادی زبان کا ان کا اس ہے۔ ”یہ خلیے انکھ سے ذخیرہ کیے گئے تھے اور تحقیقی مطالعہ کی غرض سے رکھے گئے تھے۔“ سمجھوتہ کی بات یہ ہے کہ اس وعدہ یا کامل اور اپنی ایچ ایس کی تیسری

بار بھی بھرت بول رہے تھے۔ باقی رقم 26 جنوری 2001ء کو انہوں نے ادا کر لی۔
 ”بچوں، سنا ایشیا پر ایئر ویٹ اداروں کو فروخت کیے جا رہے تھے۔“

یہ کون سے پرائیویٹ ادارے تھے جو برطانیہ جیسے انسانی حقوق کی ”محافظہ ریاست“
 کے تحت گیر قانون اور انسانی اقدار سے بالاتر تھے؟ کیا صرف ان کے پاس ایسی خفیہ روکے
 تھے یہ مزید باقی تھے؟ اس اعتراف کے بعد ان کے خلاف سخت ترین کارروائی کیوں نہ
 ہوئی؟ ابھی پانچ مہینے نہیں ہوئی۔ ذرا بے کا آغری پہ وہ 31 جنوری 2001ء کو اٹھا۔ جب
 ایک ذہنی پوچھا اور جسٹس ”ڈاک“ ان ویٹیز ان ”کو قریانی کا کمرہ بنایا گیا۔“ ”برادری“ نے اپنے
 ”سے“ ”طبی چرخیہ“ اس ڈاکٹر کے سزا دل دی۔ ”برادری“ میں اس کو ”بے بی بوجھ“
 (بچوں کا قصاب) کا نام دیا گیا۔ ”شکر ہے“ ایڈیٹی صاحب کو غور جانے سے روک دیا گیا ہے
 لیکن انہیں یہ خطاب نہیں دیا گیا۔ ایڈیٹی صاحب نے بچوں، بوزھوں، مردوں، عورتوں،
 قیاموں اور ادا رتوں۔۔۔ سب کی خدمت کی ہے اور اس میں وہ اتنا آگے گئے ہیں کہ اپنا
 قہرستان تعمیر کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر وان میں اور ان میں اس اتنا فرق ہے کہ وہ بچوں پر قہر و
 تھا، ایڈیٹی صاحب پر مردے کو نوازتے ہیں۔ ڈاکٹر ”وان“ نے بچوں کے دل، دماغ،
 پیچھے، گردے، جگر، آنکھیں۔۔۔ سب کچھ چرایا۔ صرف ان کی روکھیں نہ چرایا۔ ایک
 انجمن سے زیادہ اعضاء، جن میں دماغ، دل، پیچھے، گردے، مرد و پیدا ہونے والے بچوں کے
 پورے جسم کے لیے۔ کچھ بچوں کو ٹھنڈی ٹول کی حالت میں دفن کیا گیا۔ یہ سارا معاملہ
 خاتما ”میسوٹک“ ہے۔ کیا صرف ایک آدمی اتنی بڑی سفاکی کا ذمہ دار تھا؟ اس سفاکی
 کے ذمہ دار صرف ایک شخص کو ظہیر نامہ کم مافی اور ناواقفیت ہے۔ اس کے پیچھے انسان کے
 نہیں میں وہ تمام شیطان موجود ہیں جو دنیا پر شیطان اکبر کی مجبوری مسلط کرنے کے
 لیے سرگرم ہیں۔ اس کے پیچھے قوم یہود کے دو ماہر ڈاکٹر ہیں جنہوں نے میڈیکل میں نوٹس
 انی حاصل کیا۔ وہ ماہر یہ دار ہیں جنہوں نے شیطان کو خوش کرنے کے لیے بے دریغ پیچھے

اٹایا۔ وہ سائنس دان ہیں جو دجال کو غیر معمولی تسخیری طاقتیں فراہم کرنے کے لیے دن رات تجربہ گاہوں میں سرگرم ہیں۔ برسرِ اقتدار رہنے والی حکومتیں بھی مجرم ہیں جنہوں نے یہ سب کچھ ہونے دیا۔ اور وہ سب لوگ اس کے ذمہ دار تھے اور آج تک ہیں جو برطانیہ جیسے ملک میں انسانی دماغوں کو تسخیر کرنے والے یہودی ڈاکٹروں اور فری میسن سائنس دانوں کے ان کرتوتوں کے سامنے آنے کے بعد بھی خاموش ہیں۔



4- شارٹ ویژن

آپ کے گھر میں ٹیلی ویژن موجود ہے؟ آپ نے اسے اپنے بچوں کو تفریح فراہم کرنے اور انہیں اپ ڈیٹ رکھنے کے لیے کمر میں لایا ہوگا۔ شام کو بچوں کو ٹیلی ویژن کے سامنے دیکھ کر آپ کو خوشی محسوس ہوتی ہوگی کہ آپ کے بچے کمر میں آپ کی آنکھوں کے سامنے نظریات موجود ہیں اور اپنی معلومات میں اضافہ اور ذہن کو وسیع کر رہے ہیں۔ لیکن آپ کے دماغ و گمان میں یہ ہوگا کہ یہ سب ضرور دکھائی دینے والا ذہنی تحریک ہے۔ لیکن ایک خاص عقیدے کے تحت استعمال کیا جاتا ہے۔ "شارٹ ویژن" (Short Vision) ایک اور کامیاب پروجیکٹ ہے جو لوگوں کے ذہنوں تک پیغام پہنچانے کے لیے چلایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے ٹیلی ویژن میٹ کو مخصوص شکل نظر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ متحرک تصویر، جو ٹیلی ویژن اسکرین یا سینما اسکرین پر ناظرین دیکھتے ہیں، وہ ایک سینکڑوں 45 فریمز یا فوٹوز پر مشتمل ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظوں میں 45 ساکن تصویروں ایک سینکڑوں کا متحرک منظر بناتی ہیں۔ اگر اس ایک سینکڑوں کے درمیان ایک ساکن تصویر دکھائی جائے تو یہ سینکڑوں کا پینٹا سواں حصہ لگتی ہے۔ جو انسانی آنکھ سے قابل دید نہیں۔ اگرچہ یہ آنکھ سے قابل دید نہیں ہوتی لیکن ہمارا شعور اسے دیکھ لیتا ہے کیونکہ یہ ہمارے شعور سے زیادہ تیز ہوتا ہے اور پیغام وصول کر لیتا ہے۔ چنانچہ نہ جانتے ہوئے یا نہ سمجھتے ہوئے بھی ہم اشعوری طور پر اس پیغام سے تحریک لے لیتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں: اس پروجیکٹ کے تحت ایک تجربہ کیا گیا۔ جس میں لوگوں کو گاڑی ایک بوتل شارٹ ویژن سینما کے قماشایوں کو وقف سے کچھ دیر پہلے دکھائی گئی۔ یہ شارٹ ویژن پیغام منظر ثابت ہوا اور وقف کے دوران فلم بینوں کی اکثریت نے لوگوں کو گاڑی پر پار کی عقیدت ترقی پذیر ممالک میں انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا۔

ہے۔ انتخابات کے دوران قومی ٹیلی ویژن اسٹیشن اپنے ”مہترین پروگرام“ نشر کرتے ہیں۔ لوگ ٹیلی ویژن سیٹوں کے سامنے جے بیٹھے ہوتے ہیں۔ نشریات کے دوران انتخابات کو بھرپور اہمیت دی جاتی ہے۔ جمہوریت میں لوگوں کی دلچسپی بڑھائی جاتی ہے اور اس دوران ”شارٹ ویژن“ کسی مخصوص امیدوار کو منتخب کروانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پہلے پیشمل فی وی چینلز پر یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ اب یہ ایجنڈا سٹیلاٹ چینلز نے سنبھال لیا ہے۔ آج کل کے والدین ٹی وی کی تباہ کاریوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے بچوں کو ٹھیکہ ٹھیکہ مہیا کرنے اور انہیں آپ ڈیٹ رکھنے کے لیے ٹیلی ویژن اسکرین میں جھونکے رکھتے ہیں اور اس بات سے قطعاً بے خبر ہوتے ہیں کہ شارٹ ٹکنلز کے ذریعے ان کے بچوں کے دماغ میں جھماکے کیسے جا رہے ہیں۔



5۔ بیک ٹریلنگ

ماہیوں کو حرکت میں لینے کی ایک اور تکنیک ”بیک ٹریلنگ“ ہے۔ مہاسے کو رام کہتے ہیں کہ بعد سے شریضہ کے مطابق موسیقی ”شیطان کی آواز“ ہے۔ عوام نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں اس کے بغیر کاری نہیں چلتی۔ وقت نہیں گزرتا۔ آہستہ دیکھتے ہیں موسیقی سے بچنے والی کاری اور اس کی دھنوں میں موجود گزرا ہوا وقت کیا جیسا تک تہید کرتا ہے؟ موسیقی کے شائقین جو کچھ سنتے ہیں وہ فریڈ کا ”فادر“ ہے۔ اس کے ساتھ ہی رپورس میں ”ٹرک مسیج“ چھپا ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ عجیب مستحضر ہوتا ہے۔ یہ ہمارے شعور کی گرفت میں نہیں آتا لیکن الاشعور اسے قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ہمارے شعور پر مختلف نہیں ہوتا لیکن ہمارا الاشعور اسے فری کو فر کے قول کو لیتا ہے۔ جب ٹریلنگ ورنہ چلایا جائے تو اس مسیج ویڈیو کو ٹھکانا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک راجہ یا کسٹ کو ٹھکانا چلایا جاتا ہے۔ اصل پٹا مای میں چھپا ہوتا ہے۔ اس ذاتی گرفت والے خطرہ پھنکار کا تجربہ خود کیجیے یا پھر وہ آواز کسٹ سے جنسین ”شیدو“ کہا جاتا ہے۔ کئی مثال بھی درمیان لائیجئے۔ آسٹریا وطنی جی رپ کا وہ ملک ہے جو یہود کا گڑھ رہا ہے۔ اس کا دار الحکومت دینامو موسیقی کے حوالے سے دنیا بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ یہاں کے ادیب اور ان میں ”عصر و فہ کار“ پیاؤ دہانے کے ماہر لیا بھر میں اپنی طبعیہ شناخت رکھتے ہیں۔ آسٹریا کے باشندوں کو ان پر فخر ہے۔ لیکن کیا انکی جتنی بے فکرانہ معقول ہو سکتی ہے جس کے متعلق پوری قوم کو مہم دہی نہیں کہ قادیانہ مہم کا وہ وہ رائج کی مدد سے ان کے ساتھ جیسا تک تھیل تھیل رہے ہیں۔ وہ نقشہ کا تک ایڈس موزا ہے آسٹریا کا نامور ترین موسیقار ہے۔ اس نے ایک دھن بنائی جسے ریلیز ہونے ہی افسانوی شہرت ملی تھی۔ رادور کی اپنے منسلکوں کو یونگی آگے ہڑھاتی ہے۔ اس دھن کا نام ”ری

مائی دہائی، دوست، دشمن، اچھا، بُھّا

میں نے فکرت نہ کیا۔ نہ لکھا اور نہ شش نام۔ برادری کا اسمان چھو گیا ہے۔ اس میں چھوٹی کا شہاوت پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے "ایکویٹنس" بھی لکھی تھی۔ یہ بھی بہت دھڑکی۔ دنیا میں اس طرح کی بہت سی چیزیں بہت دھڑکی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر چھوٹے بڑے کے ذہن میں گونجتی اور دماغوں پر چھا جاتی ہیں۔ اس کے پیچھے کون ہوتا ہے؟ ان کے پس منظر میں کیا پیغام ہوتا ہے؟ حدیث شریف کے مطابق موسیقی دل میں خالق کے جذبات اُلگاتی ہے۔ اس طرح کی موسیقی سننے والے کے دل کی دھڑکیں جب مجھ جیسی لائق ہیں تو اسے یا محسوس ہوتا ہے "اس کا دل کیا کچھ کرنے کو چاہتا ہے؟" یا اس پیغام کا معنوں نقش ہے جو اس کے کانوں کے ذریعے اس کے دماغ کے تمام خانوں تک پہنچا تھا۔ اللہ اپنی پند میں رکھے۔ میرے چند لڑکوں کے بعد ہمیں "تجربا پاکوں" (Lane Nitters) کی کہانیاں سننے کو ملتی ہیں۔ امریکا میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ اچانک کوئی شخص اٹھ کر لوگوں پر فائرنگ شروع کر دیتا ہے۔ اب یہ واقعات یورپ میں بھی رونما ہو رہے ہیں۔ یہ درحقیقت ذہنی طور پر گرفت میں لیے گئے لوگوں کی ایک شیطانی مثال ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ پاپ میوزک کے بیک اور اس مختلف قسم کے شیطانی پیغامات مثلاً "Kill your Kill your Fellow man" فیڈ کر دیے جاتے ہیں۔ جب بچے یا نوجوان یہ میوزک سنتے ہیں تو ان کے پیچھے جو اس طرح کے بے ہودہ پیغامات جن کی مگر یہ مثال لکھنے سے قلم کا سر ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے لاشعور میں جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ وہ دیکھ کر صدمہ بعد اندرونی ذہنی تحریک کے باقیوں مجبور ہو کر وہ سب شیطانی کام کرنا شروع کر دیتے ہیں کا خود اسے بھی پتا نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ اس نے کیوں کیا؟

انسانی ذہنوں سے یہ شیطانی کھیل کھیل تو ہم ہر دور کے ان کارناموں کی جھلک ہے جن کی بنا پر وہ ہند اور غزہ پر ہٹائے گئے۔ اس مردود قوم کے جھنڈوں کو دیکھتے ہیں پہلے ان کا فکار ہونے پر حیرت نہیں، انہوں تو اس پر ہے جو ان شیطانی حربوں سے واقف ہو کر بھی دش اور دوستی نہ پہچانے۔ اپنی نکاہوں اور کانوں کی خواہش نے کرے۔

بہر حال! شیطان کے کارندوں کی یہ کارستانیاں اپنی جہد... انہیں رحمن کے رضا کاروں کی جہد جہد بھیجے رائیگاں نہیں جاتی۔ دنیا بھر میں مساجد، مدارس، خانقاہوں اور تبلیغی مراکز میں روحانیت کو پھیلانے اور روحانیت کو غلبہ دلانے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، وہ من دجالی نرہ قوتوں کا شافی علاقہ ہیں۔ ان حضرات کے مجاہدے اور شہداء کے خون کی برکت سے اللہ تعالیٰ حق کو غالب کر کے رہیں گے۔ ان کی معمولی محنت، جب سنت کے مطابق ہوتی ہے تو چاہے وہ ایک عرصہ ہو، چادگروں کی ساری رسیوں اور رانیوں کو نکل جاتا ہے۔ یہود کے تمام تر شیطانی منصوبوں اور حیوانی کوششوں کے باوجود خزاں اسلام آباد کے نوجوانوں جیسی چنگاریاں ابھی ہمارے خاکستر میں باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو سنت سے محبت اور ستون اعمال کی پابندی نصیب فرمائے۔



شیطان کی سرگوشیاں

حضرت ابوہریرہؓ پر شاہ منصور صاحب اہلسنت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مضمون "شارت و یشان اور بیک ٹریڈنگ" پڑھا۔ اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی قلمی کاوشیں گرامر فقہ ہیں۔ اور اس پر فتن و در میں جامعۃ الناس کے لیے رہنمائی کا بیش بہا ذریعہ ہیں۔ بالخصوص آپ کے اس مضمون سے جس طرح آپ نے تصویریں اور بصری سازشوں کو بے نقاب کیا ہے وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ دل سے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مہتممی اور شری تصاویر کے جو حقائق تحقیق کے ساتھ آپ نے پیش فرمائے ہیں وہ آج کے ماخبر اور باشعور افراد کی سمجھ میں فوراً آتے ہیں۔ بین المذاہب حقائق سائنس جدت اور دلیل کے ذریعے ہی سامنے لائے جا سکتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس دہم اور فتن تحقیق اور اہل حقیقت کو دلچسپی ملے۔ جس میں جانبداری تصویر نہ ہو (عوام تک پہنچے نہیں۔ ان مثالوں کو عمومی طور پر دکھایا جائے تاکہ حقائق کا پیغام زیادہ زور اور طاقت کے ساتھ پہنچے۔ ان شاء اللہ اس کے دور رسا اثرات مرتب ہوں گے اور گناہوں سے بچنے کی ہوی غیر سامنے آئے گی۔ اس ضمن میں ہماری نیم جو دلی پروموشن کا قہور اہست تحریر بخشتی ہے اس کی خواہش ہے کہ وہ اس مضمون پر کام کرے۔ اس خط کے ذریعے آپ کی اجازت بھی مطلوب ہے۔ مزید عملی مثالوں کا مواد بھی۔ ہم اس موضوع پر دلی دلی بنانا چاہتے ہیں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ ہم آپ کا پیغام آپ کی تحقیق اور علمی کاوش کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

عالمی وجودی ریاست، ابتدائے انجیل

والسلام۔۔۔۔۔معمودی ترجمہ انجیل

وہیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ آپ کے ذہنی جذبات میں ترقی دے اور اس ٹیکہ مقصد میں آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ ایک شرکات کی شیطانی تقلید پر مواد اور مثالیں پیش کرنے سے پہلے ہم تین چیزوں پر غور کریں تو بات سمجھنی آسان ہو جائے گی

(1) انسانی ذہن کیسے کام کرتا ہے؟

(2) ایک شرکات کیسے کی جاتی ہے؟

(3) کیا اس کا انسانی ذہن پر اثر دیتا ہے؟

ان تین نکات کو مختصراً سمجھ کر ہم ان شاء اللہ اس کی چند مشہور مثالیں پیش کریں گے۔ ایک مسلمان کے لیے اصل خوش نصیبی کی بات تو یہ تھی کہ جب اس کے رب اور مولیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمایا تھا کہ "اور مومن شیطان کی آواز ہے۔ یہ اس کا شغریٰ ک جال ہے جس میں وہ آرام کے بیڑوں کو چلتا ہے اور ان کے ماں اباسے دشمنی کا مظاہرہ لیتا ہے تو ایک مسلمان کے لیے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے تھا۔ اسے یہ گناہ شیطانی کام چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ لیکن اس "بے شیطانی برادری" کے ان مہیوں کا جنہوں نے اس "محرّم قلعہ" کو بھی "مباح اصلی" قرار کرانے میں نہ نہیں چھوڑ لی حتیٰ کہ یہ گناہ کیسے وہ اس سے متکافو ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ہر حال اب ہم ان شاء اللہ تحقیقی شواہد کی روشنی میں جوہر کریں گے کہ شیطان کی آواز و مستی کی دھنوں میں مدغم ہو کر کس طرح ہمارے بچوں کو خدا کی عبادت سے چھڑا کر اپنی نڈائی میں جکڑ رہی ہے؟ اللہ کرے اس سے قارئین کو حقیقت حال سمجھنے اور سادہ لوح مسلمانوں کو بچانے میں مدد ملے۔

(1) انسانی ذہن کیسے کام کرتا ہے؟

ذہن پورے جسم میں مشترکہ دلی کا کام کرتا ہے۔ یہ ذہنی مختلف Senses (حیاتیات) کے ذریعے مسلسل اطلاعات وصول کرتا ہے، بلکہ ساتھ ساتھ تجزیاتی معلومات جوگزشتہ تجربات سے

ملی، جہاں ریاست، ابتدا سے انتہا تک

ماہرین کی فہمی ہوں، ان کو بھی محفوظ کر لیتا ہے۔ یہ کام دو مسلسل کمرے رہتا ہے اور ذہن کے ان دو مسلسل کاموں سے کیجئے اور یاد رکھئے کامل عمل ممکن ہوتا ہے۔ ذہن دو حصوں میں منقسم ہے۔ دایاں حصہ اور بائیں حصہ۔ دایاں حصہ پیچیدہ و بھری خام کے اور جذبات کے اظہار کے لیے مخصوص ہے جبکہ بائیں حصہ زبان کے استعمال، حساب کتاب اور ذہنی عمل کے مستعمل کو کنٹرول کرتا ہے۔ ان دونوں حصوں کے درمیان ایک مسکرین "Membrane" ہے۔ کوئی بھی انداز جو دماغ کو بھیجی جاتی ہے وہ بائیں حصہ سے داخل ہوتی ہے۔ دماغ کا یہ حصہ اس کو جانچتا ہے۔ اب یہ جانچی ہوئی بات اس شخص کے اپنے عقائد، تعلیم، یقین اور پہلے سے محفوظ کردہ معلومات کی کسوٹی پر ہوتی ہے۔ اگر کوئی اطلاع اس کی اندر دردم، تجربہ، یقین یا مشاہدے کے خلاف نہ ہو تو پھر یہ اطلاع اسکرین سے پار ہو کر دماغ کے دائیں حصے میں داخل ہوتی ہے جہاں ذہن تمام اطلاعات کو جمع کر کے قبول کر لیتا ہے۔ "بیک ٹریکنگ اور بیک ماسکنگ" (Backmasking and Back Tracking) کے طریقہ کار کی ذہن کے عمل میں اثر انگیزی اور اس میں عقل اندازی، انھیں کہ اس طریقہ کار میں پیچھے ہوئے پیغامات کو کان ذہن تک پہنچا کر رہتا ہے۔ ذہن اس کو قبول اور وصولی تو کرتا ہے لیکن سمجھ نہیں پاتا۔ کیونکہ یہ پیغامات تحریف شدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی حالت میں ذہن کو پہنچتے ہیں۔ ذہن کا بائیں حصہ (جس نے پیغام وصول کیا) ایک تلاش کی حالت میں ہوتا ہے کہ اس پیغام، جیسے یا الفاظ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اسی تلاش کے دوران بائیں حصہ پیغام و اسکرین سے گزر نہ دیتا ہے اور یہ پیغام دائیں حصے میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں یہ اطلاعات قبول کرنی جاتی ہیں اور دماغ اس کو ایک حقیقت کے طور پر مان لیتا ہے۔ یہ پیغام وہاں پر پہنچا جاتا ہے اور مستقبل میں کبھی عقل پر ظہور ہو کر پناہ رنگ دکھاتا ہے۔ ذہن و عقل کو مسرا نیز کر کے پیغامات کو وصول کرنے کا ثبوت بہت کمپیوٹوں سے مل رہا ہے۔ یہاں پر صرف ایک مثال پر استخفا کیا جاتا ہے۔ چین میں نشر یا بر ماہ نو جوانوں کی شب بیدار شخصیں منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں جون ہولیڈے (John Holiday) کا ۲۵ ہے۔ اس نو جوان کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ نہیں جسے پرائمری اسکول سے نکال دیا گیا تھا اور

سائنسی دہائی، یہ ہے، انتہا ستا اچھا نمونہ

روانے کا واس کو اپنا لینا۔ پوری دنیا میں تھوڑے میوزک کی دھم مچنے لگی۔ بیباں تک پہنچ کر مائٹن سوسیتا رخا خوش ہو گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ خاموش کیوں ہوا؟ اس کو بول سہو یا یہ اس پر جزواں لوگوں کے ایک گروپ کی تصویر ہے۔ جس کے درمیان میں ایک شخص کی تصویر ہے۔ اس شخص کی تصویر بالکل جیکسن کے مشہور زمانہ ابمر "Dangerous" کے طور پر بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم اوپر شیطان کے اس بجاہی نے متعلقہ تصویر تفصیل دے چکے ہیں۔ اس شخص کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ یہ فطرت ایسا شقی کتاب اور طبیعت شخص تھا کہ اس کے اپنے والدین نے اسے "خونگوار جنگلی" کا لقب دیا تھا۔ اس نے "Satanic Bible" کے نام سے کتاب مرتب کی اور اس کتاب کا استعمال "Satanic" کا نام پر ہی میں ہوا۔ "Alistair Crowley" جس نے اس چہرے کی بنیاد رکھی۔ اس نے اپنی کتاب "Magie" میں یہ شیطانی فیصلہ کی ہے "Backward" لکھنا سکھو۔ "Backward" دیکھا اور "Play" کرتا سکھو۔ اس سے اندازہ لگا میں کہ شیطانی براہی (فری میسن) اس تکنیک پر متاثر ہو رہی ہے اور ایک ہم جہاں اور جہاز سے روٹن خیال تھم ان اور نو جہاں نسل ہے کہ ان شیطانی جہاں میں بے چلے جا رہے ہیں۔

ایک اور پریشانی میوزیشن نے توبہ کے بعد اس شیطانی تکنیک سے آگاہ کیا۔ اس کا میوزک پورے ریڈیو Lotus اور دوسرے بہت سے اسٹیشن سے سنا جا رہا تھا۔ یہ میوزیشن کبھی غور نہ پڑھنے مسجد نہ آیا تھا لیکن بچہ ایک دھماکہ کے لیے جانے لگا۔ ہم یہ اس نے یہ کیا کہ اس نے گھر سے ریڈیو ملی دی اٹھا کر پھینک دیا۔ استدعا ہے اس نے بتایا کہ اس نے خود ایک تکنیک کے ذریعے "علوم کیا کہ یہ جو تھے یا پانچویں Note پر جس کو میوزیشن "Keynote" کہتے ہیں، فری میسن سوسیتا اس Note پر خاص طریقے سے ایک لفظ "Add" کر دیتے ہیں جس کا ذکر "Backmasking" میں ہم نے کیا کہ لفظ ان کتابوں دیتے ہیں۔

اس طرح اگر چاہی گائے ہوں یا اردو۔ ہائی ووڈ کے تیار کردہ ہوں یا ہائی ووڈ کے۔

مالی و مالی ریاست وابتدائے اساتذہ

چوتھے وپانچویں Keynote پر نئی سلسلہ جاری ہے اور جملہ Add ہوتے ہیں۔ وہاں لکھے ہوئے جاتے ہیں۔ اگر ان کو مرتب کر کے چھڑا جائے تو ایک مکمل جملہ بن جاتا ہے۔ جو دراصل ایک خفیہ پیغام "Hidden Message" ہوتا ہے۔ جب ان کانوں کے Keynotes کے الفاظ کو ترتیب دیا گیا تو آجھ اس طرح کے پیغامات ملے: "Kill your Sister! Kill your Mother" اور مزید ایسے جملے آتے تھے جو انتہائی بے ہودہ اور فحش تھے۔ نیوزیشن نے مزید بتایا کہ جب یہ الفاظ ان "Keynotes" پر لکھ کر دیتے ہیں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ اگر یہ کوئی جنسی پیغام "Sexual Message" ہے تو سننے والے جنسی حمل "Sexual Action" کریں گے۔ اگر کوئی تھک رہا ہے پیغام "Vulgent Message" ہے تو آپ کا سننے والوں کو ایسے ہی انکیشن کرنا کچھ نہیں گے۔ دنیا بھر کے مشہور ترین میوزیشن یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ عام لوگ اس حقیقت سے آگاہ نہیں۔ اب تو ایک چیز ایسی ہے جس سے ہر شخص اس شیطانانہ طعن کو پہچان سکتا ہے۔ ان گلوکاروں کے پروگراموں "قسم نہیں" میں حاضرین پر دوا لگی چھا جاتی ہے۔ بچہ دنیا دہاویاں سب بخر ہو کر کھلم کھلا دشمنی کرتا ہوتا ہے۔ شیطان کے پینے اس تاپنے اور لچھانے کو اس بے خودی اور خوف و ہوش کو اس شہوانی، سستی اور نفسانی مومن سے تو "وجہ" کا مہ دیتے ہیں۔ دوسرے کئی تھکاتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ اگر یہ سچ ہے، اگر یہ دوسرے کی نڈا ہے تو پھر اس میں مارنے کا شیطان کی پوجا و اسٹیلین ہوتے ہیں۔

دو دو ہون جو مہربانی و سستی میں رہے ہیں یا مذہب یا پاکستانی گانے یا بچے کسی بھی ملک کی مہربانی سننے کے شوقین ہیں، ان سب کو بیدار رکھنا اور ذہن آزاد کرنا ہے۔ عوام انہیں یہ حقیقت اس وقت ظاہر ہوگی جب وہ حال اپنے نقشے کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ مگر وہ حال کی احادیث کے سبب میں یہ (کہتا ہے کہ وہ حال کی آواز کے پیچھے نہیں کے وہ ایک نیم بے ہوش (Hypnosis) کے عالم میں ہوں گے اور وہ حال اس کیفیت کو تحرک (Activate) کرے گا۔

۱۔ کیا اس تکنیک کا مطلب فی انسان پر اثر ہوتا ہے؟

کیا Back Tracking کا ذہن پر اثر ہوتا ہے؟ بہت سے لوگ اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ میں تو بچپن سے میوزک سن رہا ہوں۔ مجھ پر تو کچھ اثر نہیں ہوا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ Back Tracking کا اثر شعوری طور پر ذہن سے ہوتا ہو اور ناں تک پہنچتا ہے۔ اب یہ اس شخص کی روحانی، پہلی اور جسمانی کیفیت پر منحصر ہے کہ جو ذہن اس پوچھیدہ و پیغام کو "Decode" کر رہا ہے اس کی کیا کیفیت ہے؟ جیسے دوا کی مثال ہے۔ ایک شخص کو کبھی خوراک سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے کے لیے یہی خوراک زیادہ دفعہ ہوگی تو اثر کرے گی۔ اسی طرح موثریتی ہے۔ کوئی شخص صرف ایک دفعہ سن کر متاثر ہو جاتا ہے۔ کسی دوسرے پر یہ اثر 10 دفعہ سننے کے بعد ہوگا۔ کسی پر 20 دفعہ سننے کے بعد۔ ہر لوگ اعصاب کے مضبوط ہوتے ہیں، مہادات توبہ سے کرتے ہیں، نرم جہز باقی اور نرم ہاتھی ہوتے ہیں، اثر استعمال نہیں کرتے، ذہنی نشن کا شکار نہیں ہوتے، ان پر یہ پوچھیدہ شیطانی پیغامات دیر سے اثر انداز ہوں گے۔ اس کے برعکس نشن کے حاوی، شہوات سے مغلوب اور گناہوں کی شامت سے اتنی بولی بد حالی کا شکار ہوگے بعد اس حال میں پھنس جاتے ہیں۔ فحاشی اور شراب نوشی سے ان کی قوت مدافعت اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ وہ زیادہ دیر تک اس شیطانی نفسیاتی یاخار کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ اور وہ جلد ہی کچھ ہی عیشیں خریدنے کا شوق پورا کرنے کے بعد ہی اپنے اندر کی ایمانی طاقت کو شیطان کے چیلوں کے ہاں گروی رکھوا دیتے ہیں۔

ہمارے معاہدے میں یہ بات اتنی ہے کہ جو بچے (یا بڑے) مسیحیت سے شغف رکھتے ہیں ان کی اکثریت مسجدوں کا رخ کرنے سے گھبراتی ہے۔ ان کا دل قرآن پڑھنے میں نہیں لگتا اور انہیں ان شوق موثریتی سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے تو "Violent" ہو گئے یا پھر "Bustve" برا بھلا کہنے والے بن گئے۔ مسیحیت سننے وقت ایسا شخص اپنے آپ کو مست اور بے خود محسوس کرتا ہے۔ جسے آج کے دور میں "Alter State of Consciousness" (شہور کی بدلی ہوئی کیفیت) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کیفیت میں اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور وہ اپنی انگلیوں سے

موتی قتی کی تان کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے آپ کو ایک دوسری ہی دنیا میں محسوس کرتا ہے۔ لیکن جب موتی قتی جتنا بند ہو جاتی ہے تو ایسا شخص مکمل طور پر Demoralised (اخلاقی طور پر بد حال) ہو چکا ہوتا ہے۔ اگر اس موقع پر والدین اپنے بچوں کو کچھ بتانا چاہیں جس کو وہ پسند نہ کریں تو ان بچوں کو مکمل طور پر بد تمیز اور بد اخلاقی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح بین الاقوامی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اپنی حکومت سے کچھ مخصوص میوزیکل گروپس کے متعلق درخواست کی کہ ان گروپس کو Ban کیا جائے کیونکہ جو عوام ان کا میوزک سن رہے ہیں ان میں سے کچھ خودکشی کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ حوائے سے دوستانہ عیش کی جاتی ہیں:

(1) روزنامہ "جنگ" 11 نومبر 1998ء کو ایک خبر چھپی جو بغیر کسی تبصرے کے حاضر ہے۔ مئی کے قاتل ماں باپ کا بھیہر مکمل کیا۔ نیپ الٹی چلانے سے بچ سامنے آ جائے گا۔ تفصیل "11" اور جنگ فارن ڈیسک "نیپ ریکارڈ" کی آوازوں کی ٹیکنالوجی کے ماہر ڈیوڈ جون اوٹس نے مضمون جن ویٹ کے ماں باپ کے بیانات پر مشتمل نیپ کو نارمل رفتار سے آگے چلا دیا تو ان کے تمام الفاظ اٹنے سنائی دیے۔ ان لفظوں میں Novels کہلانے والی آوازوں کو اس نے ہور کر سنا تو ان کے معنی بھی اٹنے ہو گئے۔ پتا چلا کہ اس بچی کو ماں باپ نے قتل کیا ہے۔ ہفت روزہ جریدہ "ورلڈ نیوز" نے لکھا ہے کہ ڈیوڈ جون اوٹس نے اس کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ نیپ پر ریکارڈ ہونے والے تمام بیانات کو اٹنے چلا کر ہر جھوٹ کی الٹ کہانی مبنی جاسکتی ہے اور جھوٹ پکڑا جاسکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شعوری طور پر جھوٹ بولنے والے کی آواز کو اٹھا کر دیا جائے تو اس کے اٹھنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ جو جھوٹ کے بجائے حق کو سامنے لے آتی ہیں۔ دوسری ماہر نے اپنی اس ایجاد کو انٹرنیٹ پر دے دیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ جس نے میری اس ایجاد کو سمجھا ہے وہ انٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل الفاظ سے "www.reversespeech.com"۔

(2) انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی ایک خبر کے مطابق "نویڈا" شہر میں رہنے والے دو بھائیوں جن کی عمر بالترتیب 18 اور 20 سال ہے۔ کانوں کا ایک مخصوص البم "Judas Priest" بہت شوق اور

ماٹھی دہائی ریاست، بلنڈرا سے اچھٹھ

باقاعدگی سے سنتے تھے۔ 23 دسمبر 1985ء میں ان دونوں بھائیوں نے اس وقت خودکشی کی کوشش کی جب وہ یہ اہم سن رہے تھے۔ ایک بھائی ”رے“ تو اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ جب کہ ”جیمز“ نے اپنے آپ کو زخمی کر لیا۔ پھر یہ بھی 3 سال کے بعد اسی زخم کے باعث مر گیا۔ ان کے والدین نے اس مخصوص میوزک گروپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ ان کا پکا یقین تھا کہ ان کے بچوں کی خودکشی کا ذمہ دار اس میوزک گروپ کے گانے کے پیغامات تھے۔ بعد میں ماہرین نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ان مخصوص گانوں کے بولوں میں یہ پیغامات تھے۔ ”Let's be dead“ (”و! چل کر مر جائیں۔ چنوا یا کرتے ہیں“)



شیطان کے پھندے

سوچتی۔ مجھے۔ فلم۔ کارٹون۔ فرضی کہانیاں۔ ناول۔

بیک۔ لڑکھٹک کی چند مثالیں۔

11) انگریز جینکسن پاپ میوزک کی دنیا کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے انھوں نے دنیا میں دیکھا کہ برنس کیا ہے۔ فری میسنز سے منسلک تھا۔ اس کے کئی شواہد ہیں۔ بعد میں ایسی اطلاعات بھی آتی رہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر عیناً ہی ہے تو ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اسلام کی برکت سے اس کی جھٹلی ساری غریبیں معارف فرما دے۔ فی الحال ہم ایک ایسی چیز کا ذکر کر رہے ہیں جو ان کے ”زمانہ جاہلیت“ سے منسوب ہو کر سامنے آئی تھی۔ ہماری غرض اس سے قطعاً یہ نہیں کہ ان کی جھٹلی غلطیاں دنیا کو یاد دلاستے پھریں۔ اگر وہ سچے دل سے اسلام لے آیا تھا تو اسلام پچھلے کتنا خوشگوار رہتا ہے۔ ہم کو یوں ہوتے ہیں کہ ان کا تکرار کرتے پھریں۔ ہماری غرض فقط یہ ہے کہ ”برادری“ دنیا کی مقبول ترین شخصیات کو بھی ان کی بے خبری میں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔ مائیکل جینکسن کے ایک اہم ”Dangerous“ یعنی ”خطرناک“ کے گور پر بدنام زمانہ فری میسنرک علامت ایک آنکھ بنی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک جھیل کی تصویر ہے جس میں چلتے ہوئے شے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جو بھی اس پانی میں داخل ہوگا اور اصل آگ میں کود رہے گا۔ شیطان آگ سے بنا ہے اور یہ جھیل خطرناک شیطانی مرکز ”برادری“ کی طرف اشارہ ہے۔ گور پر ایک آدمی ”ایرسل کرو“ کی تصویر ہے جو ایک بدنام زمانہ فری میسن تھا۔ یہ وہ بد بخت شخص ہے جس نے شیطان کا پیچاری دن گر ایک کتاب لکھی۔ ”The New Law of Man“ یعنی ”انسان کا نیا قانون“۔ اس کے مطابق نعوذ باللہ آج کو ایک دن انسان کے قانون سے بدل دیا

جائے گا۔ شیطان اور اس کے پیروں کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ قرآنی آموزیوں اور قرآن کا دستور ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ ہر قیمت پر شیطانی آموزوں اور شیطانی نظام کو قابو کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں مدارس اور کالجوں میں چٹائی پر بیٹھے معصوم بچوں کی روع پر آواز اڑائیں تو بڑی گنتی ہیں لیکن انہم کی وادیوں کی طرف ہٹکے والی شیطانی صہ اولوں کو وہ روع کی غذا کھہراتے ہیں۔

ان ایک ٹریلنگ کے ذریعے شیطان کی عبادت دنیا میں پھیلاؤنے کی ایک اور مثال گھوڑا روہ میڈوٹا کی ہے۔ اس کے ایک الہم کا شہیر کا نا "Like a prayer" سنا جائے تو اس کے ہول ہیں:

When you call my name ,

It's like a little prayer ,

I'm down on my knees ,

I wanna take you there in the midnight hour !!

"دب تم میرا ہم بکارتے ہو تو یہ مجھے ایک دعا کی طرح لگتا ہے۔ میں اپنے گھٹنوں کے مل جھک جاتی ہوں اور جھپٹیاں آدھی رات میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔" یہ الفاظ دراصل خدا سے مخاطب ہو کر نہیں، شیطان سے مخاطب کر کے کہے جا رہے ہیں۔

دب ان الفاظ کو Backward چلایا جائے تو آسانی یہ الفاظ سنے جاسکتے ہیں: "O, hear us : satan" (اے شیطان! ہمیں سنو!)

(3) ایک ٹریلنگ کی ایک اور مثال انگل گروپ "The Eagles" سے سامنے آتی ہے۔ ان کے ایک گانے کا نام ہے: ہوکل نیلی فوریا The meal is on the ceiling۔ اس گانے میں Yeah satan آسانی Backward کر کے سنا جاسکتا ہے۔ اس گانے کے پیچھے بھی ایک انتہائی پر اسرار شیطانی کہانی چھپی ہوئی ہے۔ گانا آگے کی طرف چلایا جائے تو یہ مصرعے ہوں گے:

I fell on the Felling she put Shamane on ice she said we

are all just prisoners here of our own device in the masters
chamber gathered for big feast gathered with the feeling but
they just can't feel.

گاتے کو اٹھا چلاؤ، جائے تو یہ الفاظ واضح سنائی دیتے ہیں "YFH SATAN" شیطان ہے۔

اس پیغام کے ساتھ گاتا ہذا خود ایک داستان ہے۔ گانے کا نام کیلی فورنیا کوئی ہوگی نہیں،
در اصل امریکا میں موجود ایک سڑک ہے۔ اس سڑک پر ایک چرچ کا ہیڈ کوارٹر ہے لیکن یہ وہ چرچ
نہیں جس میں عیسائی حضرات جمع ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں، بلکہ یہ تو شیطان کا چرچ ہے جس
میں شیطان کی پوجا ہوتی ہے۔ اس کے ہائی کا نام وہ پختی سیزو ڈیٹنی ہے جو "شیطان بائبل" کا
تفسیر والا ہے۔ امریکا کے چوتھی کے مشہور اداکارنی وی اور فلم کے ذریعے اسی چرچ کی تعلیمات کو
فروغ دے رہے ہیں۔ یہ لوگ فلم اور موسیقی کے ذریعے شیطان کے مبلغ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔
جیسا کہ "رونک اسٹون" نامی گروپ کے ایڈنگر "سٹیجا" نے ایک گانا "Sympathy for
the devil" (شیطان سے ہمدردی) جب "ایڈورنی" کے زیر انتظام یہ چرچ شروع ہوا تو
دکھانے کے لیے عیسائیت کی تعلیمات کو فروغ دے رہا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے اصل روپ دکھایا
اور نہ سب سے مکمل بغاوت کی جانب رواں دواں ہو گیا۔ آج اس میں شیطانی عناصر جمع ہیں۔ یہ
امریکا میں شیطان کی پوجا کا مرکز اور اس کا سب سے بڑا ادائی ہے۔ جو والدین اپنے بچوں کو عسکری
موسیقی سننے کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں، وہ سوچ نہیں کہ اپنے معصوم بچہ کو خوش کوکوں کو کمن لوگوں کا معمول
بنا رہے ہیں۔

(4) اس حوالے سے ایک میوزک گروپ "Cheap Trick" کی مثال بھی پیش کی جاسکتی
ہے۔ اس میوزک گروپ کے ایک ایلم کے تعارف میں لکھا "Lead Singer" لکھنے والے نے لکھا
"This song is the first from our album" یہ گانا ہمارے ایلم کا پہلا گانا ہے۔

اس انٹرنسٹ کو Anti Clockwise چلایا جائے اور مختلف تکنیک سے Backtrack کیا جائے تو یہ الفاظ سنے جاسکتے ہیں۔ "My servant is a Musician" (میوزیشن میرا غلام ہے)۔ سچ ہے موسیقی کا کام کرنے والے شیطان کے غلام ہیں۔

(5) ایک اور مثال لیک دوسرے گروپ "Slyx" کی ہے۔ گریک میٹھ (Greek Myth) کے مطابق یہ نام "شتم کے لیک دریائے" کا ہے۔ اس کے ایک الم کا نام "Paradise Theatre" ہے۔ اس الم کا ایک گٹا ہے جس کے بول Snowblind ہیں۔ اس گٹے کو سنیں۔ اس کے بول سمجھ یوں ہیں: I try so hard to make it so (یعنی میں اس کام کے لیے جس قدر محنت کرتا ہوں؟) انہی باتوں کو اسی ترتیب اور اسی پوزیشن میں Backword چلایا گیا تو یہ بول سمجھ یوں تھے: Satan move in our Voices (لو شیطان! ہماری آوازوں میں گردش کرو)

اسی گروپ "Slyx" کے ایک دوسرے الم کے ایک گٹے کے بول ہیں "I am Ok" (میں ٹھیک ہوں) جب گٹا کے سٹیں تو اگلے بول ہیں: I had finally found person. (..... میں نے بالآخر اس شخص کو پایا جس کی مجھے تلاش تھی) آپ ان معنی خیز باتوں کو ملاحظہ کیجیے۔ گلوکار جس کی تلاش میں ہے کہ جس کو اس نے پایا اور اب وہ اس کی خوشی منانا چاہتا ہے؟ جب ان الفاظ کی Back Tracking کی گئی تو اس سوال کا جواب بھی مل گیا: I am your servant we shall stick by the, serpent of Alpha۔ "میں تمہارا غلام ہوں۔ ہم شیطان کی علامتی پر ختم رہیں گے۔" لفظ "Serpent" (سانپ) دراصل عیسائیت کے اس تصور کی نشاندہی کرتا ہے کہ جب شیطان نے حضرت آدم کو طعینا اسلام کے دل میں دھوس ڈالا تو اس موقع پر وہ سانپ کے بہروپ میں تھا۔ اس نے سانپ کا لباس پہن لیا تھا۔ آج وہ آدم کی اولاد کو دہرانے کے لیے پھر سانپ کی شکل میں آ رہا ہے۔ آپ اپنے ارد گرد غور کریں۔ بہت سی چیزیں ہیں جہاں سانپ کی شبیہ درسیاں یا لہریں بنی ہوئی دکھائی دیتی ہیں

گئی۔ یہ شہوری یا الاشعوری طور پر شیطان کی موجودگی، اس سے مدد مانگنے اور اس کی توجہ کھینچنے کے لیے بنائی گئی ہوتی ہیں۔

(۱۹۹۶ء پر کانوں میں جتنا "Hidden Messages" (پوشیدہ پیغامات) کا ذکر کیا گیا ہے، ان شیطان پیغامات کی قریب تک یہ کام نہ کیا کی کہ زبان کی دستکاری میں ہو رہا ہے۔ کیا پاکستان میں بھی کسی نے ایسی اسٹاکس میں ایسا کچھ کرنے کی کوشش کی؟ تحقیق کی جائے تو جواب اثبات میں ملتا ہے اور کیوں نہ ہے کہ پاکستان تو "برادری" کا خصوصی ہدف ہے۔ 21 مارچ ۱۹۹۹ء کو ایک انگریزی اخبار کے آرٹیکل سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۹۵ء کے آغاز میں لاہور کے ایک صحافی نے کانوں کی کچھ کیسٹوں کی 5000 کاپیاں خود تیار کروا کر کانوں میں مفت تقسیم کیں۔ لوگوں نے ان کیسٹوں کی آوازیں سن کر عموماً کہا کہ ان Tapes میں کچھ پر اسرار آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ ان لوگوں کی تصدیق کچھ تو بلاض کے آرٹیکل سے ہوئی۔ ان کانوں وغور سے سننے پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی پکار رہا ہو "ایلیس ایلیس" کسی کیسٹ میں "Jewooda" کے الفاظ سنائی دیتے ہیں، کانوں کے کیسٹ "آتش راج" کے فرضی نام سے تیار کیے گئے اور بینڈ کا نام "عذاب" قرار دیا گیا۔ (ایلیس کا مادہ آگ سے بنا ہے اور آگ جہنم کا اصل عذاب ہے) جب کیسٹ تیار کرنے والے کی مائعات ایک صحافی سے ہوئی اور اس نے ان کیسٹوں کی پراسرار آوازوں کی حقیقت پوچھی تو اس نے یہ کہہ کر مذاق میں ٹال دیا کہ دراصل اس نے یہ پیغامات معاشرے کے اوپر ایک طنز اور ایک انتقامی رد عمل کے طور پر تیار کروائے۔ یہ شخص جلد مزید Tapes مارکیٹ میں لانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

خبر کے آخری جملے کا مطلب ہے ایسی اور بھی کیسٹیں مارکیٹ میں آئیں اور انہوں نے "ایلیس ایلیس" پکار کر جہنم کی آگ اور عذاب کو دنیا میں ہی ہمارے ارد گرد بڑھکا دیا۔ حال ہی میں ہمارے ہاں سے مشہور ترین ٹی وی چینل نے اپنا سیزنک چینل "آگ" کے نام سے شروع کیا ہے۔ اس کی بھڑکائی ہوئی آگ کی لہریں نئی نسل کے ایمان، حسب الوضی اور مثبت صلاحیتوں کو بچاتے

عالمی و جهانی ریاست، ابھڑا سہ انتہا تک

رہی ہیں۔ ان میں ٹھکے اور ٹھکے کے خفیہ ہندو بات پیدا کر رہی ہیں۔ سوچا جانا چاہیے کہ ”وہی“ جیسی ”لطیف“ چیز کا آگ بھی بھڑکتی بھڑکتی چیز سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ قیمتی بات ہے کچھ لوگ ہم سے کھیل رہے ہیں اور اس وقت تک کھیل رہے ہیں کہ جب تک ہم دین کی طرف لوٹ کر اللہ کی پناہ میں نہیں آجاتے۔ اور ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ہم شیطان کے چنگل سے نکلنے کا عزم کر کے شیطان کا مچھوڑنے کا شہیہ نہیں کر لیتے۔

موسیقی پر ایسا موقوف ہے؟ ساری انجمنیت کی دنیا فری میسن کی نشانیوں اور کارستانیوں سے بھری پڑی ہے۔ امریکی فلم انڈسٹری میں یہ بات مکمل طور پر نمایاں ہے مگر فی وی بھی اس سے پیچھے نہیں۔ عام پروگراموں کو تو رہنے دیجیے۔ فری میسنز نے بچوں کے کارٹونوں تک کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ بچوں کی کہانیاں اور ٹائل تک اس سے محفوظ نہیں۔ بطور نمونہ سب کی ایک ایک مثال دی جا رہی ہے۔

فی وی اور فلمز:

فی وی کے ذریعے ایک بہت بڑی تعداد میں ناظرین کو ایک نئے خیال سے متعارف کرایا جا رہا ہے اور وہ وقت شاید بہت زیادہ دور نہیں جب وہ خیال حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آجائے گا۔ بس دنیا کے ذہنوں میں اس خیال کے چائزیں ہونے کا انتظار ہے۔ وہ خیال ہے، ”ایک گلوبل لیڈر جو دنیا کو مسائل سے نجات دلا سکے۔ آپ آج کل گلوبل کا لفظ بہت سنتے ہوں گے۔ گلوبل ویلج، گلوبل یونین، گلوبل... یہ سب کیا ہے؟ عالمی وہابی ریاست کے عالمی لیڈر ”دجال“ کے لیے ذہن سازی ہے۔ ”ریڈ یارڈ کمپلک“ ”ایک فری میسن“ مصنف ہے۔ اس کی کتاب ”The Jungle Book“ پاپی وڈ کی فلم بنائی گئی جس میں شان کوہنہ، ماونگل مین اور سعید جعفری جیسے مسوئک اداکاروں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ کتاب روپیائیوں کی کہانی ہے جو انڈیا سے ”قریب“ ایک ملک میں جاتے ہیں۔ ملک کا نام ”کافرستان“ ہے۔ پچھلے ہی وہاں کے لوگ جنہیں ”کافر“ کہا جاتا ہے انہیں گرفتار کر لیتے ہیں۔ جب انہیں قتل کیا جائے گا تو ان میں

سے ایک سپاہی کی گردن کے گرد بار لٹا ہے جس پر مسیحا تک آنکھ کا کھل کھدا ہوتا ہے۔ کافر اس کو خدا سمجھتے لگتے ہیں اور بعد میں سپاہی بھی اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگتا ہے۔ قیدی سپاہی کو خدا کے در سے تک پہنچانے کا کیا مطلب ہے؟ یہ دجال کے غرور کی در سیر سل ہے۔ گلوبل لیڈر کون ہے؟ مسلمانوں کے نظریے کے مطابق دجال ہے۔ حدیث میں آیا ہے: "کافروں میں سے ایک شخص اٹھنے کا ہوا اپنی ایک آنکھ سے پیچھا جائے گا۔ وہ دنیا کا لیڈر ہونے کا اعلان کرے گا اور بعد میں خدائی کا دعویٰ کرے۔"

کارٹون:

میت گراؤنگ ایک مصداق فری میسن ہے۔ یہ "مسٹر سمسن" Mr. Simpson نامی کارٹون میں دجال کا خالق ہے۔ وہ کھلے عام اقرار کرتا ہے کہ "وہ ایسے طریقے سے اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچا رہا ہے جس کو وہ باسانی نہیں منظم کر سکیں۔" یہ کارٹون ہمارے بچوں کو دراصل کیا سکھا رہا ہے جس کا ان تک باسانی منظم ہونے والے کون سے پھیلاوت پہنچا رہا ہے جس کا کارٹونوں کے ذریعے بہت سے شیطانی سبق ہمارے بچوں کے معصوم ذہنوں میں اندر پیٹ جا رہا ہے۔ جیسے کہ ماں باپ سے بغاوت، حکومت کی جانب سے لگائی گئی جانور پابندیوں کو توڑنا، برے اخلاق اور نافرمانی وغیرہ۔ اخلاقیات کی یہ پامالی معمولی چیز ہے۔ "برادری" تو انسانیت کو اس سے کہیں آگے اس مقام پر لے جانا چاہتی ہے۔ جہاں شیطان تعین الہی کا انکار کر کے پہنچ گیا تھا۔ فرعون اور شہداد نے تو بادشاہی کے بعد خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ فری میسنری بیماری سے شفا یاب ہونے والے سرینس کو خدائی کا دعوے دار بنا رہی ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کیسے؟ امریکا جیسے ملک میں کھلے عام یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے؟

اس کارٹون میں بڑی کی ایک قسط میں انتہائی پریشان کن صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسط میں سمسن فیملی کا سربراہ "جوہر سمسن" ایک گروہ کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ یہ گروہ درحقیقت دجال کی راہ ہموار کرنے والی عالمی یہودی تنظیم "فری میسنری" کا ہے۔ گروہ کے ممبران جوہر

”کھنکھن کے جسم پر بیڑا نئی نئی دیکھتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ تم اللہ کے جتنے ہوئے ہو“
 پر نبوت اترتی ہے۔ یہ تیار تیار ہر کھنکھ کو اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں، یہ تیار تیار ہوتا ہے جس کا اقرار وہ
 ان الفاظ میں کرتا ہے: ”میں جیسا سوچتا تھا کہ کیا کوئی خدا ہے؟ اب مجھے پتا چلا کہ وہ کون ہے؟“
 تو میں خود ہوں۔“ کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ صرف ایک مذاق ہے مگر اللہ کی قسم! یہ مذاق نہیں۔ یہ سب
 ہوا وہم ہے۔ یہ ایک بہت بڑا پردہ دیکھتا ہے جس کے ذریعے غیر محسوس طریقوں سے لوگوں کی
 سوچ بدلی جا رہی ہے۔

کہانیاں:

”Piper Piper“ انگریزی ادب کی مشہور زبان لوگ کہانی ہے۔ ریڈرز
 ڈائجسٹ کی ایک راپرٹ کے مطابق یہ لوگ کہانی فرضی نہیں بلکہ حقیقی کہانی تھی جو کالے بادام
 شیطانیت کے پوشیدہ اسرار پر مبنی تھی۔ شیطان کی بچاری ”برادری“ نے جادو کی تاثیر اور شیطان کی
 طاقت لوگوں کے دلوں میں مضامین کے لیے یہ کہانی تحریر کروائی اور اسے انگریزی کی خواہش کے
 گھر گھر تک پہنچا دیا۔ یہ کہانی چھوٹی ہے کہ ایک جہتی میں چوبیس سے پچیس تہا
 کروڑ۔ لوگوں کے گھروں میں چوبیسوں نے چیزیں گھڑائیں۔ بستی کے لوگ اس آفت سے
 بہت ہلکے آگئے اور ان کی کوئی تدبیر چوبیسوں کو مارنے کی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ ایسے وقت میں ایک
 اجنبی اس بستی میں داخل ہوا۔ اس کو دس سیکلے کا ملم ہوا تو اس نے بستی والوں کو اپنی خدمات پیش کیں
 کہ وہ اس فتنے سے ان کو نجات دلا سکتا ہے۔ اگر بستی والے اس کو مقررہ مقدار میں ہونا (لکھ) دے
 پیش کریں۔ بستی والے اس کی اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اس شخص نے شرط طے کرنے کے بعد
 ایک پائپ (بالسری) منہ کو لگا دیا اور ایک دھن دھن کی۔ اس دھن کا سنا تھا کہ بستی کے برکوں سے
 چوبیسوں نے ٹھکانا شروع کر دیا۔ وہ شخص دو دھن دھن سے باہر نکلا اور تمام چوبیسوں کی اس
 دھن کے پیچھے چلتے گئے۔ حتیٰ کہ وہ اجنبی تمام چوبیسوں کو دریا کے کنارے لے گیا اور تمام چوبیسوں
 میں گڑگڑ ہلاک ہو گئے۔ بستی والوں کو چوبیسوں سے نجات ملی، لیکن اس شخص کو وعدے کے

مطابق مونا (رقم) کی ادائیگی نہیں کی۔ بستی والوں کی اس وعدہ خلافی کا اس شخص نے اس طرے بدلے لیا کہ اس نے پھر اپنا پانچپنہ گونہ لکھا اور ایک دوسری ضمن لکالی۔ اس کا سنا تھا کہ قماربستی کے بچے اس ضمن کے پیچھے چل پڑے اور وہ شخص ضمن بچا کا بیوا بچوں کو اپنے ساتھ لے کر ایسا غائب ہوا کہ چھ دو شخص ملانہ نہ سکتے۔ موسیقی، کالا جادو اور شیطانی کڑوت قیوں چیزوں کو اس کہانی میں ایسی چابک دستی سے سمو کر پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا غیر شعوری طور پر ان کا بییطانی چیزوں کے رسم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یوں انگریزی ادب کے مطالعے کا فیشن اسے جو روٹ لگاتا ہے، مرتے دم تک اس کی تلاقی نہیں ہو پاتی۔

ناول:

بیری پونر کے ناولوں نے مثالی شہرت حاصل کی اور ریکارڈ برنس لیا۔ ہمارے ہاں کچھ والدین ایسے تھے جو یورپ کے والدین کی تقلید کرتے ہوئے اپنے بچوں کو یہ ناول پڑھتے دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ ان کے بچے دنیا کے ساتھ چلنا سیکھ رہے ہیں۔ ایسے حضرات بدست کے بچوں پر ترس کھاتے تھے۔ جن کا ذہن ان شیطانی اثرات سے آلودہ نہ ہوا تھا۔ کہ وہ کیا جانیں دنیا کا اسٹائل، آرٹ اور انہیں کیا معلوم ادب لطیف کیا ہوتا ہے؟ ان ناولوں میں کیا تھا؟ جادو، شیطانی طاقتوں، بدروحوں اور سادرائی چادوئی طاقتوں کی کھیر العنوں کا رستائیاں۔ ان ناولوں کو پڑھ کر ہمارے بچوں نے کیا حاصل کیا؟ جادو کی تربیت، اس کے کمالات، اس کے بارے میں مشکل نشانی یہ سب کچھ غیر محسوس طریقے سے ان کے محسوس ذہنوں میں فیذا کر کے انہیں ان چابک چیزوں سے مانوس کر دیا گیا تاکہ کل وہ آسانی سے ”عالمی و جہلی ریاست“ کے وفادار شہری بن سکیں۔ گویا ہم نے اپنے ہاتھوں اپنے بچوں کو شیطان کے پیہا یوں کا وہ فرسودہ مواد خرید کر دیا جو انہیں رحمان سے بغاوت سکھائے۔ جو انہیں شیطان کی عبادت کے قریب لے جائے۔

الغرض شیطان کی محنت جاری ہے۔ وہ اور اس کے پیلے پرورش سے قلم آور رہے ہیں۔ وہ انسانیت کو گناہ میں مبتلا کر کے جہنم کا امید حسن بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ خوش نصیب

لوگ ہیں جو بے سرو سامان ہیں۔ بے وسائل اور بے آسہ ہیں لیکن خدا کی محبت کی آس میں، اس کی نصرت کے آسے پر انسانیت کو جہنم سے بچانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ وہ دین کی طرف، جوش کی دعوت، ہر حالت میں دے رہے ہیں۔ وہ شریعت کے نفاذ کی جدوجہد میں ہر لمحہ لگے ہوئے ہیں۔ سعادت مند ہے وہ شخص جو ان مبارک کوششوں میں اپنا حصہ ڈالے اور خود کو دہرائے بچوں کو اور تمام مسلمانوں کو شیطان کے چنگل سے بچھڑا کر زمین کی آغوش میں لانے کی جدوجہد میں شامل ہو، ان تمام کتاہوں کو چھوڑنے اور چھڑانے کی جدوجہد کرے جو مغربی تہذیب کے جال میں ہمارے محاصرے میں پھیلنے چلے جا رہے ہیں۔ موسیقی، فلم، ٹاول، کارٹون جیسے شیطانی پھندوں سے انسانیت کو بچھڑا کر دینے خالص کی ابدی نعمتوں کا شوق ڈالنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی اور اس قدر زور و زور کا نہات یافتہ خوش قسمت ہے۔

[تقریباً کریم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ان مضامین کی اشاعت کے کچھ عرصے بعد ایسی ڈاکوئریز تیار ہو کر آگے شروع ہو گئیں جن سے ان مضامین میں بیان شدہ آیت، نیک امر کی تشریح ہوتی ہے۔ اس موقع پر اکثر اصحاب رابطہ کر کے پوچھتے ہیں کہ آپ کی معلومات کا "تورینڈ" کیا ہے۔ یہ عاجزان سے عرض کرتے ہیں کہ ان معلومات کو آپ تک پہنچانے کا مقصد کیا ہے؟ اس کو آپ سمجھ لیں اور آگے بھجوا شروع کر دیں تو ایک "ایسی دہلوی" کی محنت ٹھکانے لگ جائے گی جو آپ کے لیے مغرب کے واقف کاروں سے پہلے شیطانی جھگڑوں کی حقیقت، بیع شریعی رائج ہونے کے کچھ جانے کے لیے کوشاں ہے۔ انسان کو "مقصدیت پسند" بنانا چاہیے نہ کہ شخصیت پرست۔ ا



دجالی ریاست کے قیام کے لیے جسمانی تسخیر کی کوششیں

(پہلی قسط)

”چونکہ ایک طاقت کی حتمی سلامتی کا مطلب باقی ساری طاقتوں کی حتمی غیر سلامتی ہے اس لیے اس کا حصول فتح سے ممکن ہے۔ جائز فیصلے سے ایسا بھی نہیں ہوتا۔“ (ہنری تسخیر، دی مین آف نیشن، ورلڈ پالیٹکس ان موڈرن ٹائم، نیو یارک، 1965ء)

☆☆☆

عنوان پر زور کر پہلے آپ کو کچھ شخصی محسوس ہوئی ہوگی پھر آپ نے اسے معمول کی چیز یا شخصی پھیلا کر توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہوگا۔ ہم آپ کے کسی رد عمل کی پٹی نہیں کرتے نہ اسے یکسر ناواقفیت قرار دے کر رد کرتے ہیں۔ ہماری آپ سے درخواست ہے کہ پہلے ذہن کا ایک اقتباس پڑھ لیجیے۔ پھر کچھ ایسے حقائق جو مغرب کے منصف مزاج اور انسانیت پسند محققین نے تادیقہ آنکھوں کی نگرانی اور خفیہ ہاتھوں کی کارستانیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے دنیا کے سامنے پیش کیے اور آخر میں ایک نوجوان کا وہ خط جو اس نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے تحریر کیا۔ اسی خط سے جہاں دنیا بھر میں سرگرم انسانیت دشمن و جہاں قوتیں بے نقاب ہوتی ہیں، وہیں یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ پاکستان پر دجال کے کارندوں کی خصمہی نظر ہے اور تاریکی کے نقشے ”دجالی اظم“ کے خلاف جو ہدایت یافتہ لشکر فحشے کا اس میں اہل پاکستان کا بھی بہت بڑا کردار ہوگا۔ تو آئیے! پہلے مستقبل کی دنیا کا ایک خاکہ جو دجالی قوتوں نے ترتیب دیا دیکھ لیتے ہیں تاکہ یہ سمجھنے میں

آسانی ہو کر دشمن کے بندے اس شیطانی مہم سے آگاہی کے بعد نیا آئینہ کر سکتے ہیں؟

بارہ سرداروں کے ایک عرب غلام

ایک عالمی حکومت اور دن پونت مائٹری سسٹم، مستقل غیر منتخب سربراہی چند افراد کی حکومت کے تحت ہوگا۔ جس کے ارکان قرون وسطی کے سرداری نظام کی شکل میں (یعنی بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے بارہ سرداروں والے نظام کی شکل میں) اپنی محدود تعداد میں سے خود کو منتخب کریں گے۔ اس ایک عالمی وجود میں آبادی محدود ہوگی اور فی خاندان بچوں کی تعداد پر پابندی ہوگی۔ وہاں جنگوں اور قحط کے وسیع آبادی پر کنٹرول کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ صرف ایک ادب نفوس رہ جائیں جو حکمران طبقے کے لیے کارآمد ہوں اور ان ملاقوں میں ہوں گے جن کا تعلق اور وضاحت سے تعین کیا جائے گا اور یہاں وہ دنیا کی مجموعی آبادی کی حیثیت سے رہیں گے۔

اس اقتباس میں مستقبل کی ان منصوبوں کی نقشہ کشی کی گئی ہے جو دنیا کی ایک مخصوص قوم کے فوری زور و مار میں پلتے ہیں۔ دنیا میں ور پر وہ مصروف کار ایک مخصوص گروہ دراصل کرۂ ارض پر بلا شرکت غیر سے حکمرانی چاہتا ہے۔ اس کی اپنی تعداد چونکہ بہت کم، محدود اور قلیل ہے اس لیے وہ برصورت میں رنگ دار فلسفوں اور صاحب ایمان افراد کو ختم یا کم کرنا چاہتا ہے۔ یہ تعصب مذہبی بھی ہے اور نسلی بھی۔ اس کی زمر میں رنگ دار پس ماندہ اقوام بھی آتی ہیں اور چھوٹی خدائی اور چھوٹی نبوت کے سامنے قوت کرکھڑے ہو جانے والے صاحب عزت اہل ایمان بھی۔ اس گروہ کو اپنی نسلی برتری کا جھونکا زعم ہے۔ اس کے خیال میں دو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ ان کے منصوبے کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام رنگ دار اقوام کم تر اہلیت اور اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کے باوجود خدشہ یہ ہے کہ وہ محض اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے زور پر دنیا میں تسلط اور غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ رنگ دار اقوام کی اس بڑھتی ہوئی آبادی کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکا اور یورپ کا اپنی تباہی کو بڑھانا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ امریکا اور یورپی اقوام خود اپنے ہی دام میں پھنس کر اپنی آبادی کی شرع خطرناک حد تک کم کر چکی ہیں اور نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے

کہ عام یورپی اور امریکی فرد خاندان اور بچوں کے کسی شخصیت میں پڑنا ہی نہیں چاہتا اور "Enjoy thyself" کے معروف مغربی اصول کے تحت اپنی زندگی فساداری سے پاک اور تیش و عشرت سے بھرپور گزارنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مغربی پالیسی سازوں کو اب یہی عمل نظر آتا ہے کہ دوسرے خطے کے لوگوں کی آبادیاں بھی اس حد تک کم کر دی جائیں کہ کبھی ان کے مقابلے کے کا خطرہ پیدا نہ ہو سکے۔ اس کے لیے کوششیں کی جارہیں ہیں۔ ایک جہاں جہت مہم چلائی جا رہی ہے۔ علمی و نظریاتی سطح پر لٹریچر کی تیاری اور اشاعت، ایڈیٹری محاذ پر سرگرمی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی میدانوں میں آبادی کے حوالے سے مطلوب پالیسی اقدامات اور ان اقدامات کے لیے بااثر حلقوں کی حمایت کا حصول اس جہد کیڑمہم کے اہم عناصر ہیں۔ مکت عملی یہ ہے کہ براہ راست بھی اور بالواسطہ طور پر عالمی اداروں کے ذریعے بھی غربت کے خاتمے، اقتصادی ترقی اور مائیں بچے کی صحت جیسے پروگرامات کے پردے میں تحدید آبادی کی مہم کو کامیاب بنایا جائے۔ اس ضمن میں اگر ترتیب دیکھیں تو کام نہ نکل سکے تو جنگ، جبر، زور و زبردستی حتیٰ کہ ایٹمی اور کیمیائی جنگ کے بارے میں بھی سوچنے اور عمل کرنے کے لیے چورہا جائے۔ انسانی آبادی کم کرنے کی مہم کو افلاح و بہبود کا نام دیا جاتا ہے۔ مختلف بیادریوں کے طاق کے لیے مفت گولیوں، ٹیکوں اور قندروں کی فراہمی کو انسان دوستی کہا جاتا ہے۔ یہ افلاح و بہود ہے اور نہ انسان دوستی۔ یہ انسان کشی کی وہ سنگداند مہم ہے جو انسانیت کو اپنی مرضی کے تحت مقنوم و محدود بنانے کے خط میں جتا ایک گروہ نے برپا کی ہے۔ آپ شاید اس کو مباحثہ یا حمایت قرار دیں گے لیکن اس مضمون کے دقتا م تک نہرے ساتھ چلتے رہے تو آپ پھر اس نتیجے تک پہنچ جائیں گے جو تحقیق اور حقائق کی قہر سے برآء ہوا ہے۔

انسانیت کے خلاف جراثیمی جنگ

اس وقت ہم دنیا میں خاندانی منصوبہ بندی، تولیدی صلاحیت کم کرنے والی ویکسین وغیرہ کی شکل میں جو انسانیت مہم نیتی دیکھ رہے ہیں، یہ درحقیقت ایک مضموم و انسانی گروہ (جو خوفناک حد تک

شکندل اور خود غرض ہے۔ اس کے مفاد کے لیے کھیل جائے والا طاقت سیاست اور مذاقات کا عالمی کھیل ہے جو کہیں ترغیب و ترہیں اور کہیں جبر و دباؤ کے ذریعے کھیل چاہا جا رہا ہے۔ ابھی اس کے لیے انسانیت کا لبادہ اوڑھ لیا جاتا ہے اور کہیں یوگت ضرورت و ریاضی طاقت اور ریاضی اور اسے جبر و تشدد کا جھنڈا استعمال کرتے ہیں۔ مانع حمل گولیوں سے لے کر متعدد جراثیمی بیماریاں پھیلاتے تک ایک نرہ چیز شیطانی سلسلہ ہے جو ابلیس کے نمائندہ "لعلم" "الہ جال الکبر" کی عالمی حکومت کا خواب پورا کرنے کے لیے پھیلایا جا رہا ہے۔ آئیے! ایک نظر اس شیطانی مہم پر اور پھر یہ دلیرانہ عزم کہ ہم ان شاء اللہ شریعت سے چھٹے وہ کمر ساری خبر گزار دیں گے کہ اسی میں ہمارا بچاؤ ہے اس عالمگیر جہاد سے جس سے ابلیس کے کارندے انسانیت کو وہ چار کرنا چاہتے ہیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی تک یہ بات زیادہ واضح ہوتی جا رہی تھی کہ یورپ اور سفید قوم امریکا کی آبادی تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ اگرچہ جہاد یا مکیا تو تیسری دنیا کی اقوام کی آبادی کا بڑھتا ہوا حجم "فری میسوز" کے زیر کنٹرول ممالک کی قومی سلامتی کو شدید خطرے سے دوچار کر دے گا۔ مغرب جس پختی و آزادی اور بے راہروی کا شکار ہو گیا ہے اس کے بعد اب وہ بچوں کی ذمہ داری سنبھالنے پر کسی صورت تیار نہیں۔ مختلف قسم کی ترغیبات اور مراعات کے باوجود مغرب کی مادر پدر آزادی نسل خاندان کی کفالت کرنے یا بچوں کی تربیت کا جو جو اٹھائے کے لیے تیار نہیں۔ خاندانی نظام کی اس تباہی کا نتیجہ یہ ہے کہ بچوں کی تعداد خوفناک حد تک کم ہوتی جا رہی ہے اور صورت حال بھی ایسی تو مغرب کی قوت صارفین (Consumer Power) اور پیداوار کی سلامیت کم ہو جائے گی اور نتیجے کے طور پر وہ مکمل طور پر تیسری دنیا کی آبادی پر انحصار کرنے والے بن جائیں گے۔ اس تناظر میں کسی نہ کسی طرح مغربی آبادی اور تیسری دنیا کی آبادی کے درمیان مابین اس خلیج کو پائے کی ضرورت تھی تاکہ عالمی سطح پر مغربی برتری یا زیادہ واضح الفاظ میں "میں براہوری" کے تسلط کو بحال کیا جاسکے۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں صدر جمی کارٹر نے "عالمی رپورٹ برائے ۲۰۱۸ء" تیار کرائے کو کہا۔ رپورٹ کے نتائج میں دنیا بھر کے تقریباً تمام مسائل کا ذمہ دار

عالمی دہائی دیا ست ماہ بعد اسے انتہا تک

”غیر سفید قلم“ لوگوں کی آبادی میں اضافے کو خطرہ دیا گیا۔ رپورٹ میں یہاں تک سفارش کی گئی کہ مغرب کی برتری کو بحال کرنے کے لیے 24000 تک تیسری دنیا کے ممالک کی کم از کم 2 بلین آبادی کو شہ زمین سے مٹا دیا جائے۔ اس کی صورت کیا ہو؟ انسانی آبادی کے خاتمے کا ایک طریقہ تو جنگ ہے، لیکن اس کو شروع کرنا تو انسان کے بس میں ہوتا ہے، ختم کرنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا، اس لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا جو اس منصوبے کو چلانے والی قوتوں کی انتہائی سنگدل اور انسانییت دشمنی پر دلالت کرتا ہے۔ وہ طریقہ اب تک مٹانے والی بیماریاں جس سے سب سے زیادہ خطرناک بیماری پھیلانے کی شکل میں تھا۔ مجھے یقین ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ”ایڈز“ کا ذکر کر رہا ہوں۔ جی ہاں! ایڈز قدرتی بیماری نہیں، مصنوعی جرثوموں کے ذریعے پھیلا یا گیا سوت کا جال تھا۔

تسمول بیسائی تحقیقین

یہ بات انتہائی قاضی خود ہے کہ 70 دہائی کی دہائی میں یعنی جب یہ مندرجہ بالا رپورٹ پیش کی گئی۔ ایڈز کی وبا پھوٹ پڑی جس نے تیسری دنیا کی اقوام کی بہت بڑی آبادی کے ساتھ ساتھ امریکا میں ہسپانوی خزاں واطینی امریکا میں آبادی کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ کہا یہ گیا کہ اس بیماری کے وائرس کی ابتدا افریقہ کے سبز بندروں سے ہوئی۔ 2 جون 1988 کو اس انجیل س ہائمر نے ایک آنریبل چھاپا جس میں اس آئیڈیا کی تردید کی ہے کہ انسانی وائرس سبز بندروں سے پھیلے ہیں۔ اس سے یہ بات میاں ہوئی کہ DNA اپنی مثل پیدا کرنے والا مادہ جو حیاتی یا خلقی خصوصیات کے خاتمے کا حامل ہوتا ہے۔ ایڈز کے مادہ کی ساخت سبز بندروں کے مادے کی ساخت سے قطعاً جدا کا نہ تھی۔ بلکہ حقیقت میں یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ایڈز وائرس قدرتی لحاظ سے نہیں بھی نہیں پائے جاسکتے ہیں اور نہ ہی یہ انسانی زندگی کے سسٹم کے اندر زندہ رہ سکتے ہیں۔ وائرس قدرتی لحاظ سے نہیں پایا جاتا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ وائرس اچانک کہاں سے آگیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے دنیا کو ایک غیر مصیبتی امریکی ماہر ڈاکٹر رابرٹ امشر ٹیکسا

نہی دجانی۔ پاستا، ایتھن، ایتھن

شکر گزار ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔ راقم دجانی (۱) میں عرض کر چکا ہے کہ وہ عیسائی معنرات جو مسیحیت کا شکار ہو کر شدت پسند یہودیوں کے ہم نوا بن گئے اور ان کے دل میں انسانیت کے لیے رحم اور نرمی ہے۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد امن شاء اللہ مسلمان ہو کر مجاہدین اسلام کے ساتھ کافرانہ حق میں شریک ہو جائیں گے۔ ہم سب کو ان کی ہدایت اور نجات باخیر کے لیے دعا کرتی چاہیے۔

ڈاکٹر رابرٹ بی اسٹرکیر ایم ڈی، پی ایچ ڈی ۱۹۸۳ء میں لاس اینجلس میں میڈیسن میں پریکٹس کرتے تھے۔ وہ مشہور پینا لوسٹ اور دو فارماکولوجی میں پی ایچ ڈی بھی رکھتے تھے۔ ان کے بھائی "مید اسٹرکیر" انارٹی تھے۔ وہ ۱۹۸۳ء میں کیلیفورنیا میں سیکورٹی پوسٹل بینک کے لیے صحت عامہ سے متعلق تجاویز مرتب کر رہے تھے۔ اس وقت دونوں بھائیوں نے نئے مرض "ایڈز" سے متعلق تصدیقات معلوم کرنے کے لیے تحقیق کا آغاز کیا اور انہیں ایسے نتائج حاصل ہوئے جو نہ صرف حیرت انگیز بلکہ ناقابل یقین تھے۔ انہوں نے اپنی تحقیقات پر مشتمل مقالہ کو "اسٹرکیر میورنڈم" کا نام دیا۔

انہوں نے اپنے میورنڈم میں ثابت کیا ہے کہ ایڈز کے دائرہ انسان کے تخلیق کردہ ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے متعدد دستاویزی ثبوت پیش کیے ہیں۔ دوسری طرف امریکی حکومت نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ ایک افریقی باشندے کو ایک سبز بندر لے کاٹ لیا جس کے سبب ایڈز کا مرض پیدا ہوا، لیکن جیسے جیسے ڈاکٹر اسٹرکیر کی تحقیقات میں پیش رفت ہوتی گئی اس بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک مخصوص مذہبی طبقے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے نہ صرف ایڈز کے دائرہ تخلیق کیے بلکہ انہیں پھیلا یا بھی کیا۔ اس طرح اب انسانوں کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے کیونکہ ایڈز کے دائرہ وہی کام کر رہے ہیں جن کے لیے انہیں تخلیق کیا گیا تھا۔ ایڈز کے دائرہ متعدد امراض کے دائرہ کے سہارے انسانوں میں کیفر کا مرض بھی پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق کے اس مرحلہ پر ڈاکٹر اسٹرکیر کو یہ بات نکلنے لگی کہ امریکی حکومت، ایڈز کے مہم نہا، ناہرین اور ذرائع

ایڈیٹر عوام کو مخاطبہ "عدو مات فراہم کر کے گرم اوکڑہ ہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر اسٹر بکر نے اپنے میسورہ نڈم میں حقائق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا

- ۱۔ "ایڈر کا مرض انسان کا حقائق کو رو ہے۔"
2. ایڈر ہم جنسیت کے سبب لاحق نہیں ہوتا۔
- 3۔ ایڈر کا مرض پچھروں کے ذریعے بھی پھیلتا ہے۔
- 4۔ کنڈوم استعمال کر کے ایڈر سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔
- 5۔ کسی بھی ویکسین سے ایڈر کا علاج ممکن نہیں۔

ڈاکٹر اسٹر بکر نے خط لکھ دیا کہ دستاویز است پر مشتمل اپنی ایک رپورٹ "بائیو ایلرٹ ایکٹ" (Bio Alert Attack) کے نام سے مرتب کی اور امریکا کی ہیرا ریاست کے گورنر و صدر، مانعہ صدر ایف آئی سی آئی است، ہاسا اور کانگریس کے منتخب ارکان کو بھیجی، لیکن ڈاکٹر اسٹر بکر کو اس وقت حیرت ہوئی جب حقائق پر مبنی رپورٹ موصول ہونے پر صرف تین گورنروں نے جواب دیا، اور حکومت کی طرف سے تو کوئی جواب ہی نہیں ملا۔ چنانچہ ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر اسٹر بکر نے حکومت سے کہا کہ بروہ شخص جس میں ایڈر کے وائرس موجود ہوں، قبل از وقت انتہائی اذیت کے ساتھ مر جائے گا، لیکن حکومت نے اس کے جواب میں کہا "یہ جہودگی ہے۔"

ڈاکٹر اسٹر بکر نے ایک ایسے سائنسدان کی طرح متعدد مقالے لکھے کہ امریکا میں تمام ممتاز سینڈیکل جرنل کو بھیجے، لیکن انہوں نے اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر اسٹر بکر نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ یورپ میں شائع کرانے کی کوشش کی، لیکن یہاں بھی انہیں یہ وارنڈا بند ملا۔ پھر انہوں نے امریکا کی دی ہاپن رپورٹ پیش کرنے کی کوشش کی، لیکن یہاں بھی انہیں ناکامی ہوئی، تاہم ایک میڈیکل ریڈیوٹ ورک نے ایک ممتاز کپیٹر کی موجودگی میں ڈاکٹر اسٹر بکر کا انٹرویو کیا، لیکن بعد ازاں اس نے بھی اسے نظر کرنے سے انکار کر دیا اور وجوہات بھی لکھ کر نہیں گئیں۔ چنانچہ اس صورتحال میں یہ امر قابل غور ہے کہ ڈاکٹر اسٹر بکر کی تحقیقاتی رپورٹ میں

وہی کون سی وجہ کہ فیز بات ہے جسے امریکی ریڈیولوجی اور اخبارات نے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔

حکومت یا ذرائع ابلاغ عوام کو حقائق سے آگاہ کرنے میں کیوں پس و پیش کر رہے ہیں؟ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے لیے جموت کو قیام کرنا آسان ہوتا ہے، لیکن ایک گداگر کے لیے حق بات کو عام کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر اسٹرنگر نے کہا کہ ہر صورت ہم ایڈز کے متعلق حقائق بیان کر رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خزانوں میں بیٹوں کے متعلق حقائق سے آپ کو آگاہ نہیں کیا جا رہا۔

ڈاکٹر اسٹرنگر نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ماہرین سبز ہندوؤں اور ہم جنسی کو اس موذی امراض ایڈز کی بنیاد کیوں بتاتے ہیں؟ جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انسان نے ایڈز کے وائرس تخلیق کیے تو وہ کیوں ہم جنسی اور خفیات کو اس کی بنیاد قرار دیتے اور اس کا پتہ پیٹلڈہ کرتے ہیں؟ اگر طریقہ میں یہ مرض مختلف جنسی امراض کے ذریعے پھیلا اور اگر حقیقت میں سبز ہندو ہی اس موذی مرض کا منبع ہے تو پھر طریقہ، جیلی، برازیل، امریکا اور جنوبی جاپان میں یہ مرض ایک ہی وقت میں کیوں پھیلا؟ اس لیے کہ ایڈز کے وائرس یہودی مسائنس دانوں نے تجربہ گاہوں میں تیار کیے اور یہ خود بخود وجود میں نہیں آئے۔ چنانچہ ڈاکٹر اسٹرنگر نے اس موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”اگر ایسا آدی جس کے ساتھ ہوں اور نہ میرا اور وہ ایک تقریب میں اچھا ایسا ہو گیا ہے۔ آئے تو اس کا یہ مطلب ہو گا اس کو کسی نے کھڑے پہنائے ہیں۔“

ڈاکٹر تھوڈور اسٹرنگر کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”نیشنل سینٹر انسٹیٹیوٹ“ اور ”عالمی ادارہ صحت“ نے مشترکہ طور پر فورٹ ڈیٹریک (اب NCI) کی تجربہ گاہوں میں ایڈز کے وائرس تخلیق کیے، انہوں نے دو مہلک وائرسز ”بووین لیوکیمیا وائرس“ (Bovine Leukemia Virus) اور ”شھپ وائرس“ (Sheep Virus) کو ملایا اور انہیں انسانوں کی بافتوں میں انجکشن کے ذریعہ داخل کیا، جس کے نتیجہ میں ایڈز کے وائرس پیدا ہوئے اور جن انسانوں میں یہ

دائرس تخلیق کیے گئے وہ صد فیصد ہنگامہ دار ہوئے۔ رفت رفت دوسروں کو تباہ کرنے کی کوشش خود امریکیوں کے گھٹے کا پھندا بن گئی اور انھوں نے امریکی ہس کی ہلاکت کا باعث ثابت ہوئی۔

ڈاکٹر اسٹریگر کی یہ تحقیق سامنے آنے کے بعد 4 جولائی 1984ء کو انڈیا میں دہلی کے نیوز پیپر 'The Patriot' میں ایک آرٹیکل چھپا جس میں ایڈز کے متعلق پہلی بار یہ تفصیل بیان کی گئی کہ ایڈز حیات تاقی جنگ کا ایک متوازی ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ اخبار نے ڈاکٹر اسٹریگر کو ایک مکالمہ امریکن مایر فلپا کر کے نقل کیا کہ ایڈز کا دائرس امریکی آرمی کے ماتحت چلنے والی ایک حیات تاقی لیبارری میں جو نیڈرلینڈ کے قریب فورسٹ فونک میں ہے، میں تیار کیا گیا۔ پھر 30 اکتوبر 1985ء کو سوویت یونین کے روزنامہ "Glinerg" میں ایک کالم نگار "Lierma Gazetta" نے وہی الزام دہرایا جو امریکن نیوز پیپر کی جانب سے لگایا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ ایک بین الاقوامی بحث کی شکل اختیار کر گیا۔ تاہم "برادری" کے تحت چلنے والے میڈیا نے یہ سب کچھ کیونستوں کی بایگان ہونے کا قرائدے کر دیا۔

26 اکتوبر 1986ء کو سنڈے ایکسپریس نے دو پہلا مغربی اخبار تھا جس نے اس موضوع پر "فرنٹ ہیج اسٹوری" کا تنازع کیا جس کا عنوان "AIDS made in lab shocks" تھا جس نے انڈیا اور سوویت یونین کے انکشافات کی تصدیق کی۔ اس آرٹیکل میں دو نامور ماہرین ڈاکٹر جان تیل اور پروفیسر جیکب سیگال جو برلن یونیورسٹی کے شعبہ حیاتیات کے رہنما ڈاکٹر ایڈز ہیں ان دونوں کے حوالے سے یہ حتمی رائے نقل کی گئی کہ ایڈز دائرس انسانی بنائے ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے اس بیان نے گویا اس موضوع پر بحث کو ختم کر دیا اور یہ بات حتمی طور پر سامنے آگئی کہ ایڈز ذہنی شکل میں پہلا مادہ انسانیت کو موت کا تختہ دینے والے سنگ دہلی یورپی سائنس دان عام انسانوں کے لیے برقی بھرتس کے جذبات دل میں نہیں رکھتے۔

یہاں تک اتنی بات تو طے ہو گئی کہ طبی تاریخ میں خطرناک ترین سمجھا جانے والا "ایڈز دائرس" انسانوں نے خود بنایا ہے۔ یہ خطرناک چیز کیوں بنائی گئی ہے اور چھپائی کیسے جاتی ہے؟ اس کی

عالمی و جہانی ریاست و ابتدائے انجمن تک

طرف آتے ہیں۔ ایڈز کا ہنگامہ ویکسین پر وکرام کے ساتھ دیا پھر میں جوڑا جاتا رہا ہے۔ "مہر وقت" انٹرنیشنل نیوز چینج "London Times" نے ایک فریٹ و سنویری آرٹیکل شائع کیا جس کا عنوان تھا: "Small packs vaccine triggered AIDS" "یہ آرٹیکل بچک ویکسین پر وکرام اور ایڈز کے چکاتے اور پھوٹ پڑنے والی وبائوں کے درمیان تعلق ثابت کرتا ہے۔ ان باتوں میں جن میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن اس ویکسین پر وکرام کو منظم انداز میں چلا رہی تھی ایڈز کا پھیلاؤ واضح طور پر سامنے آ رہا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق "عالمی تنظیم صحت" یہ پروگرام 50 سے 70 ملین لوگوں کے درمیان وسطی افریقہ کے مختلف ممالک میں چلا رہی تھی۔ یاد رہے کہ "ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن" اقوام متحدہ کا ذیلی ادارہ ہے جو کورہ ارض کے باشندوں کی صحت کے "تحفظ" اور "بہتری" کے لیے بنایا گیا ہے۔ یعنی وہی دہل و فریب جو جہانی قوتوں کا خاصہ ہے یہاں بھی اپنا آپ دکھاتا اور منواتا نظر آ رہا ہے۔

ویکسین پر وکرام کی آڑ میں

ماہرین کے مطابق متعدد شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ ایڈز ایک جینیاتی وائرس ہے جو ویکسین پر وکرام کے ذریعے تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا یا جا رہا ہے۔ یہ ذرا شبہی جنگ کمزور اور معصوم لوگوں کے خلاف ہے جس کا مقصد مذہبی و علمی خلعت کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہے۔ ایڈز اس کے "بچہ نہیں" کہ یہ جہانی "برادری" کے کریمہ ماسٹرز کا اپنی آبادی کی کمی اور "غیر برادری" کی کثرت کے باوجود دنیا پر تسلط حاصل کرنے کا آخری مل ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ "جیوش اکاؤنٹ پالیسی" کو دنیا پر مسلط کیا جائے جس کی وجہ سے کورہ ارض کی مکمل سلطنت فری میسن کے ہاتھ میں ہوگی۔

و جہانیت کے نامور ماہر اسرار عالم کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ دو اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں:

"اسی ذیل میں اٹلیس اور یہودیت کا ایک اور ذہن کا رفرما ہے اور وہ ہے اٹلی ایمان کے تعلق

ملی و جالی ریاست راتوں سے انتہا تنگ

ہے۔ چنانچہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں اگر انہیں بھی ملائکہ کی طرح Genome اور جینیٹک کو معلوم ہو جائے تو وہ بھی اپنے دشمنوں اور بالخصوص اہل ایمان اور اہل اللہ کو اسی طرح "بندہ"، "سکھ"، "اور" "ختر" میں بدل ڈالیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو بدل ڈالا ہے۔ "جین تھیراپی" (Gene Therapy) کے تحت بنیادی طور پر اسی مشن کو پورا کیا جا رہا ہے۔ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ چپائٹکس بی (Hepatitis B) می خود ساختہ اقدامی بیماری کے علاج کے لیے جو ٹیکہ دیا جاتا ہے اسے کیرون کاری گبی ویکس ایچ بی (Chiron's Recombivax HB) کہا جاتا ہے جو دراصل ایک جینیٹک انجینئرڈ ویکسین ہے۔ چپائٹکس بی کی حقیقت صرف اس بات سے معلوم ہو جائے گی کہ WHO کے مطابق یہ بیماری اسرائیل کو چھوڑ کر ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ یہاں اس تک 50 کروڑ لوگوں کو اس کا ٹیکہ دیا گیا۔ اسرائیل میں نہ یہ بیماری پائی جاتی ہے اور نہ ٹیکہ دیا گیا۔ اس کی ہمیں ساری دنیا میں چلائی جا رہی ہیں۔ اے نے والا وقت بتائے گا کہ یہ علاج ہے نہ علاج کا تجربہ۔ یہ تو اس مشن کے ہزاروں تجربوں میں سے ایک تجربہ ہے جس کے تحت اپنے دشمنوں کی نسل کو نسل بعد نسل بندر آتا اور ختم کر دینے کی بات سوچتی جا رہی ہے۔" (اسکرپچر و جالی اکبر، ص: 81)

کہانی آگے بڑھتی ہے:

ایڈز کے مایوس بھی کچھ دواؤں سے جانچے جاتے ہیں، لیپ میں محفوظ ہیں اور بوقت ضرورت ہے (حزاک استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کو انتہائی صدمہ ہوگا کہ ہمارا ملک پاکستان ان جراثیمی بیماریوں کے پھیلاؤ کا مرکز بن رہا ہے۔ مجھے بھی شدید صدمہ ہوا تھا اور یہ صدمہ اس وقت شدید ترین ہو گیا جب مجھے ان افواہوں کی تصدیق ایک مضمون کی شکل میں موصول ہوئی۔ اس مضمون میں ایک صاحب قلم نے جو اپنا نام پردہ اخفا میں رکھنا چاہتے تھے، میں شہزادہ کی نو جوان کی گئی کہانی کے ذریعے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ہمارے ملک میں ایک ظالمانہ شیطانی مہم منظم طریقے سے چل رہی ہے۔ میں آپ کو اس صدمے میں اپنے ساتھ شریک کرتا ہوں جو مجھے یہ کہانی

۔ لکھی دہائی ریپ سسٹہ، رشتہ سے اجڑا تھا

سن کر ہوا کہ جس سب مل کر اس شہینہائی سمجھ کر کوئی تھوڑی سی تھیں ۔ مل دہائی نہیں چبے ایک کون
پھر اس کا صر سے پھوٹ پڑے والے تجھ میں اور سوانح رسائی کی رور و رور دھیرے دھیرے اُسکے
پر عمیق ہے۔ (جہاں ہے)



وجال کے سائے

ایک بگڑے نوجوان کی اپ بیتی
وجال کے ہکاروں اور دشمنان انسانیت کے کاسے کروت،
اسرائیل سے قادیان تک پھیلی ہوئی ایلیسی تحریک
(دوسری قسط)

پاکستان کے خلاف دیا تھائی جنگ

”یہ جولائی 2007ء کی بات ہے۔ المیہ کا ایک خوب و نوجوان شہر اولک کے ایک مشہور و معروف قومی اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اخبار کے ورق اٹھتے ہوئے اچانک اس کی نظر کا سفینا نیند اشتہارات پر پڑی۔ پھر ان میں سے ایک اشتہار پر اس کی نگاہیں گڑ کر رہ گئیں: ”دوستیاں کیجیے۔ کامیاب نیے“ اشتہار میں بتایا گیا تھا کہ ہر نوجوان دیے گئے رابطہ نمبروں پر کال کر کے نئے دوست تلاش کر سکتا ہے۔ ہوائے کے بھی ہو سکتے ہیں اور گزائیاں بھی۔ یہ نئے تعلقات اس کی زندگی میں نئی جان لے دیں گے۔

شہر لوان دنوں ویسے بھی فارغ تھا۔ اس کی زندگی بے مزہ و زور رہی تھی۔ ایسے اشتہارات اس نے پہلے بھی دیکھے تھے مگر اب اس نے پہلی بار انہیں آزمانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اشتہار میں دیے گئے نمبروں پر رابطہ کیا۔ اس رابطے کے نتیجے میں اسے کئی لڑکوں اور لڑکیوں کا تعارف کر لیا گیا۔ ان کے فون نمبر دیے گئے۔ شہر لوان میں سے ایک لڑکی ”روقی“ کو دوستی کے لیے منتخب کیا اور اس کے نمبر پر کال کی۔ دونوں میں پہلو بائے ہوئی۔ پھر باقاعدہ ملاقات کے لیے جگہ کا تعین ہوا۔ لڑکی نے خود بتایا کہ وہ المیہ کے فلاں جوس سینٹر میں مل سکتی ہے۔

نئی وجہی رہی۔ ست وابتدا سے انتہا تک

شہزاد وہاں پہنچ گیا۔ اس طرح روتی سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات نے اسے ایک نئی دنیا کی سیر کرائی۔ عیش و عشرت کی دنیا، رنگ و بو کی دنیا، جہاں شرم و حیاء کوئی شے نہیں ہوتی۔ روتی اس دنیا میں داخلے کا دروازہ تھی۔ آگے لڑکیوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ شہزاد کی دوستیاں بڑھتی چلی گئیں۔ اسے ہوش تب آیا جب اسے جسم میں شدید تیز پھوڑ کا احساس ہوا۔ اس نے ڈاکٹروں سے معائنہ کروایا تو پتا چلا کہ وہ ایڈز کا مریض بن چکا ہے۔ شہزاد کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہ اپنا علاج کراتا۔ تب انہیں گروہ کے سرگروہ افراد نے علاج کی پیش کش کی مگر شرط یہ تھی کہ وہ ان کے گروہ کے لیے کام کرے۔ شہزاد کو موت سے سامنے نظر آ رہی تھی۔ وہ ہر خطرناک سے خطرناک اور ناجائز سے ناجائز کام کے لیے تیار ہو گیا۔ ویسے بھی حلال و حرام کا فرق تو وہ کب کا بھول چکا تھا۔

گروہ کے منتظمین خود سات پردوں میں تھے۔ وہ شہزاد کو اپنی لڑکیوں کے ذریعے مختلف کام جاتے تھے۔ یہ کام عجیب و غریب تھے۔ شہزاد ایک پچھا کھٹا اور ڈین نو جوان تھا۔ جلد ہی وہ گروہ کے کاموں کو خاصی حد تک سمجھ گیا۔ گروہ کے منصوبے آہستہ آہستہ اس پر عیاں ہونے لگے۔ یہ منصوبے بے حد خوفناک تھے۔ یہ گروہ ملک میں ایڈز کا وائرس پھیلا رہا تھا۔ چپا ٹائٹس سی کی بیماری کو فروغ دے رہا تھا۔ ہزاروں افراد اس کا نشانہ بن چکے تھے۔ آزاد خیال نو جوان، ہسپتالوں کے مریض اور جیلوں کے قیدی اس کا خاص ہدف تھے۔ آزاد خیال نو جوانوں کو دوستی کے اشتہارات کے ذریعے پھیلایا جاتا تھا۔ یہ اشتہارات میڈیا میں مختلف عنوانات سے آرہے تھے۔ ان کے ذریعے نو جوانوں کا تعلق جن لڑکیوں سے ہوتا تھا وہ ایڈز اور دوسری مہلک بیماریوں میں مبتلا تھیں۔ ان سراپا پیار عمرتوں کو مختلف این جی اوز سے اکٹھا کیا گیا تھا۔ ان عورتوں کی بیماری اس درجے کی تھی کہ ان کے ساتھ احتیاط سے بھی انسان ایڈز میں مبتلا ہو سکتا تھا، مگر گروہ کے لوگ اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ ان کا انتظام اتنا چلتا تھا کہ لڑکی سے پہلی ملاقات کے وقت نو جوان جو شروب (جس کو لنڈرک یا شراب) پیتا تھا، اس میں پہلے سے خفہ ک جراثیم ملا دیے جاتے تھے۔ ایڈز

عامی دہائی رہا ہے۔ بدستور سے انتہا نکلتے

کئی کئی سرینہ میں معقول ملتی، بہتر معاش اور خوش بکثرت کی چند گھڑیوں کے غرض اس گروہ کے لیے یہ وہ مہر تھی، جبکہ بہت سی عورتیں جو زمانے سے انتقام لینا چاہتی تھیں، دسٹا ہارامہ طور پر سرگرم تھیں۔ ان میں سے کئی ایک کا تعلق بھارت سے تھا۔ بہت سی عورتیں مجبور، بالکریہ کام کر رہی تھیں یا نکلان نے بچے اس گروہ کے قبضے میں تھے۔ ان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ گروہ وادھام کی قہیل کرتی رہیں۔ ایڈر چیلڈی رہیں تو ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم، وادھام ان کا مستقبل شاندار بن دیا جائے گا۔

ان سے گھر کے نو جوانوں کے علاوہ بہت ساریوں، پولیس خاؤں اور خاؤں کے سرکشیوں کا دوسرا ایف تھے۔ یہ گروہ پاکستان کے طول و عرض میں ایسی لاکھوں سرگرمیوں پھیلا رہا تھا، یہ پچھلے عرصے کی سرگرمیوں کے خون سے لکھنا ہوئی تھیں۔ کئی بڑے سیناؤں میں بن کر، ان سے بکثرت موجود تھے۔ وہاں آنے والی سرگرمیوں میں یہ ایڈر اور سپاہیوں، زود سرگرمیوں ایک مخصوص کتاب سے ملتی ہوئی تھیں۔ کئی سرگرمیوں کو جاری کرنے کے لیے گروہ نے پانچ گھنٹوں میں گروہ اپنے سینکڑوں کے ذریعے پانچ افراد کو اپنے گھر لے گیا، وہ تھے: ان کو ایڈر یا سپاہیوں کی میں دیکھ کر نے، کے بعد ان کا خون بڑی مقدار میں لگاتے رہنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

گروہ کا تیسرا ایف جیل کے قیدی تھے۔ ان میں سے سمجھوتہ کی سرچھانے والے سہ ماہیے تھے اور ان کی ذہنیت رکھنے والے قیدیوں کو خاص توجہ کے بعد منتخب کر کے مواقع کے بہانے ایڈر گروہ کو دیا جاتا تھا۔ جب یہ قیدی رہا ہوئے تو قیدی کے ہاؤس ان کا کوئی مستقبل نہ ہوتا تھا۔ یہ گروہ ان سے رابطہ کر کے ان کے اپنے گھر لے گیا تھا۔ یہ قیدی ویسے ہی قیدیوں کے ہاؤس کے ہوتے تھے۔ اپنی گھر میں ان کا وہاں سے ہمارے لیے کے سے وہ ایڈر بھیا نے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ان کے کانون کا ان کے خدمت میں ہوتا تھا کہ ان کے ایڈر میں دیکھ کر نے والے گھریاں لگتی ہیں۔

گروہ کا ایک نمونہ گروہ۔ ان کے گھر کو اپنے کارکنوں کے لیے استعمال کرتا تھا۔ اس شعبہ کے لیے انہارات میں خود ملی نہ اور وہ لہریٹ کے اشتہار رات میں کچ کر دیے جاتے۔ گروہ

کے کسی کارکن کو کسی ملازمت کے لیے جو مطلوبہ سند رکھتی ہو، اس کا انتظام اس طرح ہوتا تھا کہ پہلے کمپیوٹر پر اپنے کارکن کی ولدیت سے ملے جلتے نام والی ولدیت سرچ کی جاتی۔ مثلاً: منظور ولد نیسلی کو کہیں بھرتی کرانا ہوتا تو نیسلی سے جمل نام کی ولدیت رکھنے والے افراد کی فہرست حاصل کر لی جاتی۔ پھر منظور کا جدید نام کا اشتہار شائع کر کے تبدیل کر دیا جاتا۔ اس طریقے سے گروہ کے ان گنت افراد کو فہمی کیٹ اسٹاڈو لو آکر پولیس، خفیہ ایجنسیوں اور فوج میں بھرتی کیا جا رہا تھا۔ جیل خانوں، ہسپتالوں اور پائل خانوں میں بھی ان کی خاصی تعداد پہنچا دی گئی تھی۔

گروہ کی آمدن کے نئی ذرائع تھے۔ شہزاد کو کا معلوم ہوسکا کہ بڑی کرائٹ اسے باہر سے ملتی ہے۔ دیگر ذرائع خفیہ تھے۔ الہٹ ایک ذریعہ آمدن بہت واضح تھا۔ وہ ایڈز اور دوسرے مہلک امراض کی ادویہ کی تجارت کا۔ ایک طرف تو خود یہ گروہ ان امراض کو پھیلا رہا تھا اور دوسری طرف ان کی ادویات منہ مانگے داموں فروخت کر کے بے تحاشہ دولت کما رہا تھا۔

ایک مدت تک شہنشاہی اپنا دین والیاں بھول کر اس گروہ کے لیے کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے قابل اعتماد کارکنوں میں شامل ہو گیا۔ تب ایک دن گروہ کے سرکردہ افراد نے اسے طلب کیا اور حیرت انگیز حد تک پرکشش مراعات کی پیشکش کی مگر ساتھ ہی ایک غیر متوقع مطالبہ بھی کیا۔

”تم قادیانی بن جاؤ۔ مرزا احمد قادیانی کو آخری نبی مانو۔“ شہزاد ہکا بکا رو گیا۔ آج اسے معلوم ہوا کہ یہ گروہ قادیانی ہے۔ اس نے سوچنے کی مہلت طلب کی اور اس کے بعد مزید کھوج میں لگ گیا۔ اس جستجو میں گروہ کی ایک پرانی کارکن ”رویت“ نے اس کی مدد کی۔ رویت نے جو انگشت فاسد کیے وہ شہزاد کے لیے کسی امن دھماکے سے کم نہیں تھے۔ اس نے بتایا: ”بدشہد یہ قادیانی گروہ ہے مگر اکیلا نہیں۔ یہ ایک جونی خلیہ انجینی کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ یہ کام ایک وسیع جنگ کے لحاظ میں دور ہے۔ اسے ہم حیاتیاتی جنگ (Biological war) کہہ سکتے ہیں۔“

تھامز کین اسٹراوکی یہ سچی کہانی چند روز قبل ہی سامنے آئی ہے۔ اسے پڑھ کر میں لرز گیا ہوں۔ میں اس پر یقین نہ کرتا شاید آپ بھی اسے سچ ماننے میں متذہب ہوں۔ کیونکہ یہ بات خلق سے اترنا واقعی مشکل ہے کہ آیا کوئی گروہ یا تفریق لاکھوں کروڑوں پاکستانیوں کو اس طرح خفیہ انداز میں قتل کرنا کیوں چاہے گا؟ امریکا کی جنگ تو مجاہدین سے ہے۔ قادیانیوں کی لڑائی تو علماء اور ختم نبوت والوں سے ہے۔ انہیں عوام کے اس قتل عام سے کیا حاصل ہوگا؟ اسٹراوکی کہتی ہیں اس کا جواب نہیں ملتا، مگر اس کا جواب خود یورپی میڈیا پر آنے والی رپورٹوں سے مل سکتا ہے۔ ان رپورٹوں کے مطابق اس وقت یورپ اور امریکا میں انسانی آبادی تیزی سے ٹھیکنے کا خطرہ واضح طور پر محسوس ہو رہا ہے۔ وہاں کے ”فری پریس“ حاشیے میں اب کوئی محرومت ماں بیٹا چاہتی ہے نہ کوئی مرد باپ۔ تقریباً ہر فرد کا یہ ذہن مبن چکا ہے جب جنسی تسکین کے لیے آزاد راستے موجود ہیں تو شادی کا بندھن اور بچوں کا منہجست سر کیوں لیا جائے؟ اس اٹھارے فریب خیال کے پیچھے اجتماعی خودکشی کا طوفان چلا آ رہا ہے۔ جس قوم کے اکثر لوگ بچے پیدا نہ کرنا چاہتے ہوں وہاں شرح پیداغش کیوں کم نہ ہوگی؟ چنانچہ وہاں اب آبادی تیزی سے گٹنے لگی ہے۔ سابق امریکی صدر بلی کینٹن نے بچاچوں نے واضح طور پر لکھا ہے: ”2050ء تک یورپ سے دس کروڑ افراد صرف اس لیے کم ہو جائیں گے کہ تباہی خیز نسل پیدا نہیں ہوگی۔“ اس نے لکھا ہے: ”2050ء تک جرمنی کی آبادی 8 کروڑ سے گھٹ کر 5 کروڑ 90 لاکھ رہ جائے گی۔ اٹلی کی آبادی 5 کروڑ سے کم ہو کر صرف 4 کروڑ رہ جائے گی۔ اسپین کی آبادی میں 25 فیصد کمی ہو جائے گی۔“

یہ وہ صورت حال ہے جس سے گھبرا کر مغربی دنیا کی حکومتیں عوام کو افزائش نسل کی ترغیبات دینے پر مجبور ہوئی ہیں مگر کتنے بائیسوں کی طرح آزادانہ جنسی ملاپ کے عادی گورے اب کسی بھی قیمت پر بیاڑادی کھونا نہیں چاہتے۔ کوئی بڑے سے بڑا انعام انہیں بچے پالنے کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں بنا سکتا۔ یہ بات درجہ یقین کو تکلیف دیتی ہے کہ اس صورت حال کا تدارک نہ ہونے کے باعث 50، 60 سال بعد دنیا میں عیسائی اقلیت میں رہ جائیں گے اور زکاء ارض پر 60

سے 65 فیصد آبادی مسلمانوں کی ہوگی جو اپنی نسل مسلسل بڑھا رہے ہیں۔ خود یورپی ممالک میں کئی بڑے بڑے شہروں میں مسلم آبادی 50 فیصد کے لگ بھگ آجائے گی۔ اس صورت حال میں مغربی طاقتوں نے اپنے ہاں افزائش نسل سے زیادہ توجہ مسلم دنیا کی نسل کشی پر دینا شروع کر دی ہے۔ پاکستان کو اس مقصد کے لیے پہلا ہدف اس لیے بنایا گیا ہے کہ یہ مسلم دنیا میں آبادی کے لحاظ سے تین بڑے ملکوں میں سے ایک ہے۔ پھر یہاں کی آبادی اپنی اسلام پسندی، علماء و مدارس کی کثرت اور جہادی پس منظر کی وجہ سے پہلے ہی مغرب کا خاص ہدف ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مغرب کے مددگار قادیانوں کا مضبوط نیٹ ورک ہے۔ چنانچہ یہودی الابی اس مقصد کے لیے متحرک ہو گئی ہے۔ اس کے لیے پاکستان کے قادیانی اس کے شریک کار بن گئے ہیں۔ شہزاد جیسے بزاروں لڑکے اور روتی جیسی بزاروں لڑکیاں ان کے چنگل میں ہیں۔ اپنے ایڈز زدہ جسموں کے ساتھ وہ ملوث کر پاؤں کے لیے کام کر رہے ہیں۔

شہزاد کے بیان کے مطابق قادیانی گروہ ایک بیرونی خفیہ ایجنسی کے اس تعاون کو پاکستان کے نیکیو رنی اہداف کے خلاف بھی استعمال کر رہا ہے۔ جراثیم زدہ لڑکیوں کا نیٹ ورک ملٹری فورسز اور دوسرے خفیہ اداروں کے محبت وطن افراد تک پھیلا لے کر کوششیں پوری سرگرمی سے جاری ہیں جن کا نولس لینا ضروری ہے۔

مجھے یہ حساس ترین معلومات دیتے ہوئے شہزاد نے واضح طور پر آگاہ کیا کہ اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ قادیانوں نے اسے مرزا پر ایمان لانے کی پکھنکھن کر کے اس کی سوئی ہوئی ایمانی غیرت کو جنھنوز دیا تھا۔ شہزاد نے ان کی پیش کشوں کے منہ پر دے ماری اور اس گروہ کی جڑوں کو کھود کر ان کا کچا بیٹھا سحافیہ اور ری تک پہنچا دیا۔ شہزاد چنانچہ کام کر چکا اب اس کا جو بھی انصاف ہو وہ بھگتے کے لیے تیار ہے۔ میں اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ حقائق آپ تک پہنچا رہا ہوں۔

ہر چیف جسٹس، چیف آف آرمی سٹاف اور آئی ایس آئی کے سربراہ سے بطور خاص گزارش کرتے ہیں کہ اس بارے میں تحقیقات کر کے پاکستانیوں کی نسل کشی کے اس خوفناک منصوبے کو

نا کام بنائیں۔ ورنہ مستقبل میں جہاں آبادی سے محروم یورپ و امریکا خود کشی کریں گے وہاں پاکستان بھی اسی وقت محرابیں کراچی پہچان سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بڑے وقت سے پہلے ہمیں سنبھلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اخبارات اور چینلوں پر آنے والے دوستی کے اشتیارات پر نظر رکھیں اور ان کے خطرات سے اپنے متعلقہ احباب کو خبردار کریں۔

☆.....☆.....☆

شیخہ ادا کی یہ کہانی مجھے ملک کے ایک معروف کھادی اور مصنف نے لکھ کر بھیجی کہ آپ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے، اسے شائع کر دیجیے۔ میں نے ان سے اسرار کیا کہ میں کہانی کے اصل کردار اور راوی سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے تلاش کے بعد بتایا کہ وہ رابطے میں نہیں ہے۔ مجس بدل کر ضروروں بھی زندگی گزار رہا ہے۔ اس پر میں نے مطالبہ کیا کہ اس کا اصل خط بھیجا جائے۔ انہوں نے اصل خط روانہ کر دیا۔ میں نے منظر کا مرکزی کردار اس کا مطالعہ کیا اور قیافہ شناسی کے جوثر آتے تھے انہیں بروئے کار لاتے ہوئے نقل و اصل میں فرق اور دوستانہ و زیب و داستان میں امتیاز کی بھرپور کوشش کی۔ سچ کا پلڑا بھاری محسوس ہوتا تھا۔ لیکن حقیقت حقائق و واقعات اتنے تہمتا تھے اور بہت سے ایسے چہروں سے پردہ اٹھتا کہ ڈر آ جاتا۔ ڈر لے کے یہ بھٹکے اتنے لطف آور اور حوصلہ آزا ہوتے کہ ان کا دیا ہوا جھوٹا جواب لے کر کپٹھن سے تیاری ضروری قرار پاتی تھی۔ لہذا بندہ نے یہ خیال ہر بھیج دیا۔ وہاں کے اچھے اللہ والوں نے جب خط میں نشان زد و نگہوں کا کشت کیا تو انہیں بھی حقیقت کا شبہ گمان کے اندیشے پر غالب محسوس ہوا۔ اس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ خود موقع و اردات پر جانا چاہیے اور جانے وقوع پر پہنچ کر شواہد و قرائن اسٹلے کرنے چاہئیں تاکہ سندہ میں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔ کہانی کی سچائی کو زمینی حقائق کی اسٹیجی پر پرکھنے کا عمل مجراؤں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا۔ لیکن اسلام اور پاکستان کے خلاف مصروف کار ان مجراؤں کا ایک اس کے بغیر جگانا بھی ممکن نہ تھا لہذا بندہ نے اللہ کا نام لیا، درخت سفر باکھڑا اور

میں وہاں رہا۔ اس وقت اس کا تعلق تھا۔

۱۱ اور چاہئے تھا۔ شہر زندہ و دلان لاہور میں کیا آئندہ بدتمیزیاں لاہور سے نہیں اور نہیں کچھ بدتمیزیاں کا طوفان برپا کیا گیا تھا۔ یہ داستان انسانیت بھی ہے اور قوم پرست بھی۔ اس گمراہی کی رشتہ انسان میں باقی ہو اور غیرت کی چٹکری بالکل بجھ نہ گئی ہو تو یہ پڑھنے سننے والے کو اس داستان کے سرور و کرداروں کے خلاف اپنے جیسے کام کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے ایمان و غیرت کا تقاضا بھی ہے اور ہمارے تحفظ و بقا کا مسئلہ بھی۔ موقع و ارادات پر کیا کچھ دیکھا؟ یہ آپ کو پوری طرح سمجھ نہ آنے کا حسب تک آپ اس مقام کو جو ان کا خط نہ پڑھ لیں۔ لہذا پہلے یہ خط غور سے فرمائیے پھر چند مصدق مشابہ اہل اطلاعات، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن عزیز پر ”دجال کے سائے“ چھلپتے پڑے جا رہے ہیں۔ تاہم ان کے یہ سائے اہل وطن کا استخوان ہیں اور ان کے خاتمے کے لیے غیرت کی دعوت و اشاعت کے ذریعے نور حق کی کرنیں چھلانا ہمارے لیے ایک زبردست فتنہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(جاری ہے)



وصال کے بے وام غلام

فری میسنری اور کادیانیوں کی ملی بھگت کی روداد
ایک بہتکے ہوئے نوجوان کی عبرت آموز آپ بیتی
(تیسری قسط)

”میری دوستی ایک قادیانی سے رہی ہے۔ یہ خیر علم کے دوستی تھی یعنی اس سے قبل مجھے فری میسنری تھا کہ وہ قادیانی ہے۔ یہ دوستی ایک روزنامہ میں شائع ہونے والے دوستی کے ایک اشتہار نے مار پیٹے شروع ہوئی۔ گزشتہ دو سال کی دوستی میں اس کی جماعت اور خود اس کے کم پیٹے سے جو محنت میرے سامنے آئے ہیں وہ ہوش کم کر دینے والے ہیں۔ اس روزنامے کا پورا کٹا سٹاف پندرہ کچھن قادیانی جماعت استعمال کر رہی ہے۔ اس کچھن میں انہوں نے دوستی کے اشتہارات مختلف مواقعات کے تحت شائع ہوتے ہیں۔ (روزنامہ ”خبر نیا“ میں 2005ء سے آج تک کے شمارے دیکھیں)“

”انہوں نے دوستی کے یہ تمام اشتہارات قادیانی جماعت اور ”عالمی فری میسنری“ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرنے والی مشین کو اپنی کی جانب سے ہوتے ہیں تا اپنی طاقت پر جانے کے لیے شب و روز کوشش ہے۔ ان اشتہارات کے جواب میں ہر خواتین ملتی ہیں وہ مختلف تیار یوں کا کٹا ہوتی ہیں۔ یہ بہت ہی آزاد خیال خواتین بڑی آسانی سے آپ کی خواہشات پر راضی کر دے یا تیار ہو جاتی ہیں، کیونکہ ان کی بہت بڑی اکثریت ایڈز کے مارنے میں مبتلا ہوتی ہے۔ چھوٹی بچی کے عارضے میں مبتلا ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ بوس و کنار کرنے والا بھی بہت سے مودر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قادیانیوں کی یہ دانستہ کوشش ہے کہ لا جود انہوں نے

مگر دونوں اے میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر کے بلاک کر دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ارد گردی صہ کے ذریعے اپنے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ میں انکی چند خواتین سے گفتگو کا ہوں۔ میں جو انکشافات کرنے جا رہا ہوں ان میں سے بہت سی معلومات کا ذریعہ یہ خواتین تھیں۔ وہ جی انتہا کے ذریعے اپنے اہل ایک خاتون سے مجھے کافی معلومات ملی ہیں۔ جو سب سے اہم انکشاف ہے وہ یہ تھا کہ قادیانوں کا گروہ ایڈز کی مرینڈوں کے ذریعے پاکستان خصوصاً لاہور کے شہریوں میں ایڈز کا وائرس پھیلا رہا ہے۔ ایڈز کی ان مرینڈوں کو مختلف این بی او اور خصوصی علاج سے آگیا گیا ہے۔ اس کارروائی کا مقصد ایڈز کے خاتمے کی آگے والی سطحوں تک کو پہنچا کر دینا ہے۔ ان لوگوں کے پاس ایڈز اور دیگر امراض میں مبتلا اور اور خواتین رضا کاروں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ گھر گھر پر ان خواتین میں سے کچھ عورت سے بھی تعلقی رکھتی ہیں۔ ان خواتین کو مال و دولت کے لالچے اور ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے یہاں قیضے میں لے کر ایک ٹیبل کیا جاتا ہے۔ اس منصوبے میں کچھ عورتوں کو بھی اس گروپ کی پھر پور معاونت میں یعنی اس منصوبے میں "بائیس" کی آئی اے "سوسائٹیز" جو دی وفاقہ کی پہلی پارٹی ہیں اور یہ لوگ لاہور میں "گراؤنڈ" کی روٹ ایوی "پہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی پھر پور کوشش ہے کہ ہمارے ملک خصوصاً پنجاب کے قریب خاتونوں میں موجود خواتین کو ایڈز کے مارے میں مبتلا رضا کاروں کے ذریعے ہی مارے میں مبتلا کر دیا جائے تاکہ یہ خواتین ایک ہی عورت کے ذریعے یہ مارے پھیلا سکیں۔ ان خواتین کے پاس ہونے والے لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہو جائیں اور اپنی جائز واپس بیویوں اور آنے والی معصوم خاتونوں کو بھی زہر آلود کریں۔ اس طرح آنے والے بچوں میں سے کچھ لوگ متاثر ہوں گے اور ان بیمار بچوں کی دستیاب ادویہ کو بیچ کر قادیانی جماعت بے حساب منافع کئے گی۔ اس کا مقصد آنے والے برسوں میں ہمارے اور باغیوں کو بھڑکانے کے ذریعے لاہور اور اس کے گرد و نواح میں اس جنگ کی طرف توجہ دانی کی جا رہی ہے تاکہ

آپ بتائیں گے کہ آٹے والے وقت میں لیڈز کے مریضوں کی تعداد میں بہت کمی ہے۔

اضافہ ہو گا۔ اول تو ایڈز کے تشخیصی مراکز کی تعداد خاصی کم ہے اور جو ہیں ان پر اس لابی کا کٹر واپی ہے۔ یہ لوگ لیبارٹری الذی کو اہمیت کروانے والے لوگوں کو ٹینگے پر رٹ دیتے ہیں، تاکہ طویل عرصے تک لاہور میں کسی کو بھی ایڈز کی تباہ کاریوں کا اندازہ نہ ہو سکے۔

ایڈز کے علاوہ پیپا ٹائٹس کو بھی پوری طاقت سے چھینا جا رہا ہے۔ صرف مشرف دور میں جبکہ ان وٹن دشمنوں کو پھینکے پھولے کے خوب ذرائع میسر تھے، لاکھوں لوگ پیپا ٹائٹس سی میں مبتلا ہوئے جبکہ اس سے قبل یہ غرضہ بہت ہی کم پایا جاتا تھا۔ اور ہے کہ پیپا ٹائٹس سی صرف خون کے انتقال سے پھیلتا ہے اور اس کے بارے میں یہ تاثر کہ کندے پانی سے پھیلتا ہے، درست نہیں۔ جگر کے کسی بھی مایہ وراثہ سے طیس یا اتم نیٹ پر پیپا ٹائٹس سی کی وجوہات کو جانا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پیپا ٹائٹس سی لاحق ہونے کا کندے پانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کندے پانی کا تعلق صرف پیپا ٹائٹس سے یعنی پیلے برقان سے ہے۔ آج پاکستان میں کروڑوں لوگ (کم و بیش ایک تہائی آبادی) پیپا ٹائٹس میں مبتلا ہے اور ان میں سے (90-95 فیصد) لوگ انتقال خون کے مرحلے سے بھی نہیں گذرے۔ ان میں سے بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کبھی ٹاک، کال نہیں چھدوائے اور نہ ہی کبھی دانتوں کا علاج کروایا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ پیپا ٹائٹس سی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ امرائیں جگر کے ہر مایہ کے نیچے یہ ہم با مہجہ حیرت ہو گا کہ لوگوں کی اتنی بڑی تعداد مسلسل پیپا ٹائٹس سی میں کس طرح مبتلا ہو رہی ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ مشرف دور میں قادیانوں کے تعاون سے پاکستان کے طول و عرض میں پیپا ٹائٹس کے خون سے آلودہ کڑیوں، سرخیں، پھیلائی گئیں۔ خصوصاً سرکاری ہسپتالوں میں دی جانے والی سرخوں میں سے مخصوص تناسب کی سرخیں جراثیم آلود ہوتی تھیں اور یہ مسئلہ شاید اب تک جاری ہو۔ ساتھ ہی ساتھ منظم طریقے سے پروپیگنڈا بھی کیا گیا کہ پیپا ٹائٹس سی کندے پانی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ ان کا نام لگتے یہ ہے کہ آلودہ سرخیں ہر سال کے دوران پاکستان کے کم و بیش تمام شہریوں کو پیپا ٹائٹس سی کی قسم یا ایڈز میں مبتلا کر دیا جائے اور ساتھ ہی وہ انہیں اور مرلی وائرل کر

بے حساب منافع نمایا جا کے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اتنی سرخوں کو آلودہ بنانے کے لیے خون کہاں سے آتا ہے؟ قادیانی جماعت اس کے لیے دو طریقہ استعمال کر رہی ہے۔ پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ لاہور کے پاگل خانے میں موجود زیادہ روپا گلوں کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر کے بعد ان کے جسم سے خون حاصل کیا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جیل میں موجود منتخب قیدیوں کو ایڈز میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ انہیں گھر سے قبل ان قیدیوں کا بلیک کر اوٹڈ اور طبیاتی کیفیت اچھی طرح جان لی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے بہت ہی منفی اور لادین ذہنیت رکھنے والے افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ ان کی بے راہروی کا ثبوت بھی حاصل کر دیا جائے۔ حال ہی میں لاہور کے قیدیوں کا چیف جسٹس کے حکم پر طبی معائنے کیا تو ان میں سے دو ایڈز کے مریض بھی تھے جنہیں یہ کہانی کا صرف ایک حصہ ہے۔ نواہد کہ چیف جسٹس ایک منصوبہ کے تحت یہ اطلاع دی گئی کہ لاہور میں قیدیوں پر ظلم ہو رہا ہے اور ان کا طبی معائنے نہیں کیا جا رہا ہے۔ جب چیف جسٹس کے حکم پر یہ طبی معائنے کیا گیا تو مریضوں کا انکشاف ہوا۔ اب ایڈز کے مریض آہستہ آہستہ رہا ہوں گے اور سال چھ مہینے کے بعد ان کو ہر کوئی بھول جائے گا۔ اس کے بعد ان سے رابطہ کر کے بعد قادیانیوں اور دیگر انگلیوں کے لیے کام کرنے کی آفر کی جائے گی۔ ان لوگوں کی منفی ذہنیت کی پہلے ہی تصدیق کر لی گئی ہے۔ لہذا ان ایڈز کے مریضوں کے راضی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ایسے رضا کاروں سے جو جب کے مختلف قریہ خانوں میں موجود خواتین کو ایڈز زدہ کرنے کا کام لیے جانے کا منصوبہ ہے۔ تاکہ یہ خواتین ایک chain کی صورت اختیار کر کے اپنے کاہلوں اور ان کے گاہک آگے اپنے بھوی بچوں کو ایڈز زدہ کر دیں۔ اس طریقہ سے لاکھوں لوگوں کو بیماریوں میں مبتلا کرنے کی سازش کی جا رہی ہے اور یہ سلسلہ جی برسوں سے جاری ہے۔ ایسے قسم کے ایڈز زدہ رضا کاروں کو ایڈز پھیلائے کے لیے باقاعدہ ٹارگٹ دیے جاتے ہیں جن کی تحویل پر بہت خطیر اعانات دیے جاتے ہیں۔ اس صورت حال میں چیف جسٹس کو ایک منصوبہ کے تحت استعمال کیا گیا ہے تاکہ

حاشیہ: پہلی ریاست، ابتدا سے انتہی تک

ایڈز کے مریضوں کو ان کے مرض سے آگاہ کرنے کا ہوا پیدائشی اور مریضوں کو شہر بھی رہا۔
 یہ Biological Warfare ہے جو بیوجیت کے لیے کام کرنے والے قادیانوں نے
 پاکستان پر مسلط کی ہے۔ اس طریقے سے کروڑوں لوگوں کو پناہ سنس اور ایڈز میں مبتلا کر کے موت
 کی چابک گھاڑن کر دیا گیا ہے۔ انسانی تاریخ کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے، شاید کشمیر اور فلسطین سے
 بھی بڑا، لیکن اس کا کسی احساس تک نہیں ہے۔ اتنا اس کے باوجود مسلمانوں کو دہشت گرد سمجھا
 جاتا ہے۔

یونیورسٹی کل لائی کا یہ سلسلہ صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہودیوں اور قادیانوں کی
 پابھی ملی جنگ سے چین، اندونیشیا تک پھیلا ہوا ہے۔ بدنام زمانہ یہودی تنظیمیں پاکستان پر
 پانڈا پھیلاتے کے لیے قادیانوں کی مدد کر رہی ہیں تو قادیانی چین میں چناریاں پھیلاتے کے
 لیے افریقی قوت مہیا کر رہے ہیں۔ اس کا یہ مقصد مستقبل میں چین کی اقتصادی ترقی کو متاثر کرنا
 ہے۔ اندونیشیا میں بھی اس قسم کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے اندونیشیائی قادیانی
 کیونٹی کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس یونیورسٹی جنگ لائی کے دوسرے حریف میں اپنے مارگٹ کو جس میں ملکر بنگلہ دیش، بھارت
 مملول رہا کرتا ہے۔ جس میں ملائے جانے والے اس یونیورسٹی میں اعلیٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ
 جگر کو شدید طور پر متاثر کرتا ہے، لیکن فوری طور پر انسان کا خود کار دفاعی نظام قوت میں آتا ہے اور
 متاثرہ جگر کے کردہ پرانی کی تہہ بھر جاتی ہے جو جگر کو بکھرے نہیں دیتی یعنی جگر چربی بڑا دھو جاتا ہے۔
 اگرچہ اس طریقے سے انسان فوری طور پر نہیں مرتا لیکن اس کی زندگی کا دورانیہ کم ہو جاتا ہے۔
 نگار۔ ملک کے ایک معروف قانون دان اس کی واضح مثال ہیں۔ جنہیں دوران قید اس کا نشانہ
 بنا کر معذور بنا دیا گیا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف یہ عارض پھیلاتے ہیں بلکہ ان کی ادویہ بیچ کر بے
 حساب منافع کماتے ہیں۔ اس لابی کے ایجنٹوں میں اس وقت برین سکیرٹ کا سبب بننے والی
 ادویہ بہت مقبول ہیں۔ انہیں عموماً پہلی پروفائل مارگٹس کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دوا

جانکی، چاہی رہا سستہ، اور تار سے اچھے لقمے

انسان کی شریعتوں کو یاد آگے کھڑا رہتا ہے جس سے برہنہ کیسے بن گیا ہمارے اقلیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

معاشرے سے آزاد خیالی لوگوں کو پھانسی کے لیے پورے شہر میں جگہ جگہ ایسے جوں کا توڑ جوئے کیے جا رہے ہیں جہاں جوروں کو مل بیٹھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہاں پر ایسے لوگوں پر خاص طور پر نظر رکھی جاتی ہے اور رہنما زاد آزاد خیالی لوگوں کو روک لیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جوں میں مختلف معصومیت اشیاء والی کراہتی معذور اور بیمار بنایا جاتا ہے۔ اس کا محرک یہ ہے کہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے آزاد خیالی شخص جب شدید بیمار ہو جاتا ہے تو پھر اس کی زندگی کا متعدد صرف یہ ہوتا ہے کہ مرنے سے قبل زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کر کے اپنے پیاروں کی زندگی کو محفوظ کر جائے۔ ایسا شخص درست یا غلط کی پہچان کو بھلا کر دولت کی خاطر بڑے سے بڑا دھوکا کھائے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص اس اسٹیج پر پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ فوری موسیقی اور ان کے لیے دھم دھام کا ڈانکوں کے لیے کام کا آؤٹی قرا کر دیا جاتا ہے۔ ایسے تیار لوگوں سے یہ امن استغناک، قبائلی عداوتوں میں جاسوسی اور بیماریاں پھیلاتے کے لیے خط کام لیے جاتے ہیں۔ نیچے بیانوں سے ایسے لوگوں کے بچے بھی قبضے میں لے لیے جاتے ہیں جس کے بعد ایسا شخص مزاحمت کے بانگل بھی قابل نہیں رہتا اور ساتھ ہی ساتھ قادیانیوں کی وفادار اور بظاہر مسلمان ایک غی اسل تیار کی جا رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ لائی اپنے زیادہ تر ایجنٹوں کو بیمار کر کے کے بعد استعمال کرتی ہے اور یہ معاہدہ تمام زندگی پر محیط ہوتا ہے۔ اپنے ایجنٹوں کو بیمار کرنے کے پس منظر میں یہ موقع کا رخ ہے کہ بہت زیادہ بوزھا آدمی کدھب کی چاہت، ناخوش ہو کر مدد کر سکتا ہے، ویسے بھی یوزھا آدمی زیادہ کام کا نہیں رہتا۔ اس لیے یہ سنگ دل لوگ اپنے قوم کا انک پر یہ کم کر دیتے ہیں۔

ان لوگوں کو دنیا کا جدید ترین نیلی کیونٹیکیشن نظام مہیا کیا گیا ہے۔ آپ کو یہ جان کر بانگل حیرتے نہیں ہونی چاہیے کہ پاکستان میں کسی بھی شخص کا فن ان لوگوں کی آنکھ سے ہاں نہیں ہے اور دشمن خیالوں اور انتہا پسندوں کو پھانسنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ فوری

۔ ٹی وی پر ریاست، ابتدا سے انتہا تک

انٹیکشن بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔ ان آلات کا غلط استعمال بھی زوروں پر ہے۔ یہ لوگ انسداد غشیات کے اعلیٰ اہلکاروں کے فون پیپ کرتے ہیں۔ جس سے انٹیم فحشیات کی سہولت میں آسانی ملتی ہے۔

ایسے آتے ہیں جن کیوں سے دوستی کے اشتہارات کی جانب۔ دوتا یہ ہے کہ لڑکیوں سے دوستی کے اشتہار سے رابطہ کرنے کے بعد ملنے والی لڑکی اپنی مرضی کے جوں کا توں یا ریسٹورنٹ لے کر جاتی ہے۔ کوئی قصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ جوں کا توں یا ریسٹورنٹ خود ان لوگوں کی ہی ملکیت ہوتا ہے۔ مجھے ملنے والی شواہد میں مجھے نہر کے کنارے "حسن جوں کا توں" لڑکیوں کی علی الاہور لے کر گئیں۔ دوتا یہ ہے کہ جو جوں لڑکی کے سامنے رکھا جاتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے لیکن جو آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے اس میں ہکا بکا ملا دوتا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ انسانی ذہن کو معذور اور انسانی جسم کو مغلوب کرتا ہے۔ ان کا خاص اثر ہے۔ "حسن جوں کا توں" کے علاوہ مجھے جی ٹی وی پر "ناروڈ شالامار" پر واقع صدر قی ٹیلف پر بھی متعدد سرجی لے جایا گیا۔ قادیانوں کی ایک این جی او کا دفتر 40 ویں ماڈل، ان میں بھی قائم ہے۔ دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے صرف صدر قی ٹیلف، حسن جوں کا توں اور D-40 پر اپنی توجہ مبذول کر لیں تو انہیں ثبوت مل جائیں گے۔ جن قحب خانوں کا میں نے ذکر کیا، ان میں سے ایک کے بارے میں جانتا ہوں۔ یہ لاہور کے لیاقت آباد کے علاقے میں گنڈ سٹاپ کے قریب واقع ہے۔ یہاں گھروں کے نمبر وضع نہیں ہیں۔ یہ ساکرا سٹریٹ کے درمیان ایک گلی نمبر 12 ہے۔ اسے قائد اعظم سٹریٹ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پہلے آٹے والا گھر ٹکڑ کا ہے۔ اس کا گیس مچھونا سبز رنگ کا ہے۔ یہاں رہنے والے کمرے یا کروی پرآ پاہ ہیں۔ انہیں اس علاقے میں کوئی نہیں جانتا اور یہ قادیانوں کے ایڈریشن پر ہیں۔

ابھی روزنامہ "خبریں" کا کچھ سچا تجزیہ دیکھیں۔ اس میں تبدیلی نام اور والدیت کے بہت سے اشتہارات موجود ہوتے ہیں۔ یہ دراصل دوسرے لوگوں کی اسناد کو استعمال کرنے کا منصوبہ ہے۔ (2015ء سے اب تک کے اخبارات سے ضرور دیکھیں)۔ کیا کسی اور اخبار میں تبدیلی نام اور

نہ لگی، وہ چالی ریاست سے ابتدا سے انتہا تک

وندیت کے اس قدر اشتہارات دیکھے گئے ہیں؟ مشرق و وسطیٰ یورپ کے سیکڑ بڑی ان کے غلام تھے۔ جس شخص کو سزا دلوانا ہوتی ہے، کمپیوٹر پر اس کی ولدیت سے ملتی جلتی ولدیت کو سرچ کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں نام کو اشتہار شائع کر کے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اس طریقے سے لوگوں کے نام معلوم کر دے (ممکنہ طور پر قادیانی) کو اچالیت اسٹار کی بہت بڑی تعداد جاری کی اور ملازمتیں دلائی جاتی رہی ہیں۔ ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو پولیس میں کانسٹیبل بھرتی کر دیا گیا ہے تاکہ وہ علاقے میں موجود اپنے قبیلہ خانوں، جوں کارنرز کی مدد اور اچھا پسندوں کی اشد تہیگی چائے۔ ایسے لوگ اپنے نام اور ولدیت سے بغاوتی مسلمان بن گئے ہیں کوئی ان پر شک کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اسی کا سیفائیڈ سیکشن میں آپ کو قمر صہیا کرنے والے بہت سے اداروں کے اشتہارات ملیں گے۔ یہ بھی وحاشی ملوں پر مجبور لوگوں کو استعمال کرنے کی کوشش ہے، وہ لاکھ بھانوس قسم کے اشتہارات منوع ہیں۔ ان لوگوں کے پاس بے شمار شناختی دستاویزات موجود ہوتی ہیں جنہیں بوقت ضرورت استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی روزنامہ میں ضرورت سے رشتہ جوں اشتہارات بھی درانوں سے دکھائیں۔ خاص طور پر "کارن بھٹائی" کے خاص اشتہارات۔ 2005ء سے 2008ء تک ضرورت رشتہ کا ایک ہی اشتہار شائع ہوتا رہا۔ اس اشتہار کی تاثر میں بہت سی مذہم سرگرمیاں جاری ہیں۔ اب بھی کبھی کبھار یہ اشتہار شائع ہوتا رہتا ہے۔ مجھے بھی متعدد مرتبہ یورپین ملک کی میڈیا اور سرے پر لے جانے کی پیشکش کی گئی تھی جسے میرے مسترد کر دیا تھا۔

مسلمانوں کو جانور کرنے کی لڑائی کے تیسرے مرحلے میں یہ لوگ سرکاری ہسپتالوں پر حملے کرنے اور حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سے سرکاری ہسپتال کافی حد تک ان کے تحریروں میں ہیں بھی۔ خاص طور پر شاہکار ہسپتال، اجڑا ہسپتال، شیخ زائد ہسپتال وغیرہ۔ الیہ یہ ہے کہ یہ کتنا دل نچلے لیول پر ہے۔ حکومت زیادہ سے زیادہ ایم ایس یا پے لیول کو تہریل کرتی ہے جس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ بعض ہسپتالوں میں علاج کے نام پر بھی لوگوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مارکس کو پہلے

حاجی و چولی ریاست و اجلاس استیجیٹ

یہ کارڈ بھی کیا جاتا ہے اور بعد میں علاقہ کے نام پر پار کر دیا جاتا ہے۔ میں اس قسم کے ایک واقعے سے آگاہ ہوں جو شمالیہ ہسپتال میں ہوا۔ مختلف جراثیم کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ شمالیہ ہسپتال ہے۔ جہاں لاہور کے تمام ہسپتالوں سے ویسٹ (Waste) کو انیسٹی ریٹر میں جلانے کے لیے لایا جاتا ہے۔ جلانے سے قبل اس ویسٹ میں سے مختلف بیماریوں کے جراثیم جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ اس وقت شمالیہ ہسپتال کا چیف ایگزیکٹو بھی قادیانی ہے۔ یہ بات بھی مد نظر رکھیں کہ مختلف حیلے بہانوں سے امریکی ڈاکٹروں کی سب سے زیادہ مددگار ہسپتال میں ہی ہے۔ کسی بھی دوسرے ہنگامی یا غیر سرکاری ہسپتال میں امریکیوں یا غیر ملکیوں کی اس قدر زیادہ آمد کا کوئی سراغ دور دور تک نہیں ملتا۔ یہ ڈاکٹر پاکستانوں کے خلاف پانڈولنیل لڑائی میں مدد دینے کے لیے آتے ہیں۔ پنجاب میڈیکل کالج سے قادیانی ڈاکٹروں کے اخراج کے بعد شمالیہ ہسپتال میں میڈیکل کالج قائم کیا جا رہا ہے، تاکہ قصاب نما قادیانی و بظاہر مسلمان نما قادیانی ڈاکٹر وافر مقدار میں تیار کیے جائیں۔ اس میڈیکل کالج کا پروجیکٹ دائرہ کار بھی قادیانی ہے۔

یہ لوگ پاکستان کے مختلف تعلیمی اداروں پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کوشش ایک طلبہ تنظیم کے ذریعے پنجاب یونیورسٹی پر قبضہ کرنے کی تھی جسے جمعیت نے ناکام بنا دیا تھا۔ اسی طرح سی آئی اے اور قادیانیوں کی کوشش ہے کہ پولیس ٹریننگ اسکولوں میں بھی اپنے افراد داخل کیے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ ملک پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے جوتے نقلیں اور مرتزقی مرکز پر کنٹرول ہونا ضروری ہے۔ اس حکمت عملی کے ذریعے بھارت نے مشرقی پاکستان کو جدا کیا تھا۔ بقیہ پاکستان پر کنٹرول کے لیے بھی یہی حکمت عملی استعمال کی جا رہی ہے۔

پنجنگ میں اپنی ہی قوم اور وطن کے خلاف اس غور کا لڑائی کا حصہ نہیں بننا چاہتا اس لیے ان لوگوں کے خیال میں میں انتخاب پسند ہوں۔ میں نے متعدد قصبات پر وراثت کیے ہیں لیکن متعدد مرتبہ آفر کے باوجود قادیانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ایسا ابھی نہیں کر رہا۔ اس کی پاداش

میں مجھے متعدد مرتبہ شہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس مقصد کے لیے بہت بے ضرر طریقے اختیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی سابقہ دشمنی کی قلم میں کسی شخص کو شہر کروایا جاتا ہے اور کبھی کسی کو حادثے میں پانگہ دیا جاتا ہے۔ میں خود ان حربوں کا سامنا کر چکا ہوں اور میرا زندگی بھر اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ابھی آسمان پر موجود ہے۔ یہ لوگ تلخہ زہر کی طرح پاکستان کے رنگ بے ہیں اتر رہے ہیں۔ یہ پاکستان کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں اور یہ مچھنے کا تکلف بردار مت کیجیے گا کہ یہ سب کچھ ممکن ہو رہا۔ جو قوم جنگ جیتنے کے لیے ہتے ہتے شہروں پر انہم ٹمرا سکتی ہے، وہ پاکستان میں جنگ جیتنے کے لیے کسی حد تک بھی چا سکتی ہے۔ بارک اوباما کو تبدیلی کی علامت کہا جاتا ہے۔ میں نے ایک پاکستانی نہیں، بلکہ بین الاقوامی حادثے کے درمندانہ کی حیثیت انہیں دیکھ لکھا ہے جس میں ان سے اپیل کی تھی ہے کہ بے گناہ پاکستانیوں کی بدترین نسل کشی کو روکیں۔

سرمست منظر پر آنا مقصود نہیں اس لیے نامہ نگار دوسرے حرف کھل نہیں سکے گا ہوں، لیکن اگر مجھے مارا گیا تو اس کے ذمہ دار پاکستان کے قادیانی ہوں گے، اور میری شناخت اور مزید رازم تفصیلات منظر عام پر ضرور آئیں گی۔“

یا سرخ، لاہور

☆.....☆.....☆

دعا اور دعا

تو یہ ہے ہناب! ایک بے راہ اور نوجوان کی آپ بیتی۔ دو جب نفس پرستی کی بے آب و گیاہ راہوں میں جھکتے جھکتے ٹک آ گیا تو اس کے اندر موجود ایک فطرت نے اسے مجبور کیا کہ وہ ان لوگوں کو بے نقاب کر کے اپنی غمخوشی کا کسی حد تک کفارہ دے جو وطن عزیز کو مہلک بیماریوں اور موزی جراثیم کا قحط دے کر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

راقم الحروف نے جب یہ خط لاہور کے بعض اصحاب کو بھیجا تو انہوں نے تصدیق کی کہ متذکرہ نگار ہمیں واقعی مشکوک اور جست زدہ معلوم ہوتی ہیں۔ اس تقریر سننے کے بعد موقع واردات کا مشاہدہ

حاکمی و جالی ریاست و ابتدائے انتہائیک

تسموری ظہور اعلیٰ میں جو انشاؤں سے کیے گئے تھے، ان میں سے اکثر تحقیق کے بعد درست تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بقیہ باتیں بھی جن تک ہماری رسائی نہ ہو سکی، کسی خطی و لکھی کی بنیاد پر شہرت کے خواہش مند قویہ سے محروم بہ روزگار نو جوان کے من گھڑت خیالات نہیں۔ یہ بھی درست ہی ہوں گی۔ تحقیق کی ابتدا یہ ہوئی تو مضامین کا مہیہ تھا۔ متذکرہ ٹیکنک میں عین رمضان کے دن ایک چائل قصاب غار فائز صاحب نیک کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ جگہ کبھی انسانوں کی علاج گاہ نہ تھی، محسوم بچوں کی لاش کاہ تھی۔ جب کسی نو جوان لڑکے یا لڑکی سے غلطی سرزد ہو جاتی تھی تو وہ اس کا نکاح مٹانے اور محسوم جان کو از قیل پیدا کر دینا ضروری کرنے کے لیے یہاں موجود چائل قصابوں کی خدمات حاصل کرتا تھا۔ یہ ٹیکنک مسخری قوم کے کام سے قائم کیا گیا تھا۔ ٹیکنک کیا تھا، بس ایک مکان تھی جسے اس شیطانی کام کے لیے درکار مخصوص سہائوں سے تراستہ کر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ لاہور کے ٹیبل رول پر ”ٹیکنک“ میں شادی سے قبل صاحب اولاد ہو جانے والے جوڑوں کے لیے پیش کیے جانے والی مخصوص خدمات یہ ٹیکنک بھی پیش کرتا ہے۔ وہ بے راہ، دو گناہ سے توبہ کے بجائے ایک نیا گناہ کرنے کے لیے پر عزم ہوں ان کے لیے یہاں ہر طرح کی سہولتیں ستھ داسوں دستیاب ہیں۔ ہمارے احباب ٹیکنک کے سامنے گاڑی میں بٹھائے، بے کہ ٹیکنک کے اندر کا ماحول نظر آ رہا ہے اور ایک ساتھی فرنیچر کاربن کرستین صورت اور جائزہ گفتگو کے ساتھ اپنی غربت کا رونا روتے ہوئے اندر بیٹھے چائل قصابی کے ساتھ پیسے تم کر دینے کے لیے جھٹ کرتا رہا۔ آخری اطلاع کے مطابق اس قصاب خانے کا شمار ایک آجھا گرا ہو کر رہتا ہے۔ مصروف کار افراد یا کروڑ پتی ہو گیا ہے اور آنے والے کو پیلوون پورہ میں رزاقی اسٹور کے ساتھ واقع لیڈر ٹیکنک جانے کی ترغیب دیتی جاتی ہے۔ اب نہیں معلوم کہ متذکرہ وہ ٹیکنک بھی اس خفیہ مشن سے وابستہ ہیں یا اپنے طور سے ہمالیوں کے اس گورکھ دھندے میں ملوث ہو گئے ہیں؟

صدیقی ٹیکنک کے بعد شہت کی اگلی منزل ”حسن جوں کارز“ تھا۔ اس کا نام پہلے ”رحمن جوں

کارز تھا۔ پھر بدل کر "حسن جوس کارز" رکھ دیا گیا۔ نام ہیٹے خوبصورت ہیں، پھندا اتکا ہی خطرناک ہے۔ اس میں آپ داخل ہوں تو بظاہر جوس اور اس کے لوازمات چاہت، برگر وغیرہ رکھائی دیں گے۔ لیکن درحقیقت یہ نو جوان نسل کو ناجائز تہائیاں مہیا کرنے کا اڈہ رہا ہے۔ اس کی دوسری منزل پر تقریباً دس سین بنے ہوئے ہیں۔ ان کیبوں کے نیم تاریک ماحول میں شیطانی انکسیدیں عفت و حیا کے دامن کو تار مار کرتی ہیں۔ یہاں کے ہر شخص انداز سے حریت یافتہ ہوتے ہیں اور کسی کی تنہائی میں گل نہیں ہوتے۔ یہاں عیش کیا جانے والا جوس اور دیگر لوازمات گھڑیا ہونے کے باوجود منجے ہوتے ہیں کیونکہ اصل قیمت تو حرام خلوتوں کا عوض ہوتی ہے۔ آخری اطلاع کے مطابق "حسن جوس کارز" والا ابھی مختا ہو گئے ہیں اور اب یہ "شالہ مار ہسپتال" کے سامنے چاہت جوس کارز، مزاحی شاہد میں "کوئی میری کالج" سے پہلے شروع کے ساتھ واقع جوس کارز اور محرم پورہ کے ایک جسمت میں چل رہا ہے جہاں ہماری قوم کے نو بہاں گھر دس سے آہم کے لیے نکلتے ہیں لیکن فلموں اور موہنوں کی فتنہ پرور شیطانی ترغیبات سے متاثر ہو کر ان شیطانی گھروں میں تار بھیں لگوانے لگے جاتے ہیں۔ اس میدان میں نہ جگہ کیٹے، بگلو یہ چین اور اسپر ایو جیسے مغربی انداز کے جدید مراکز بھی کود پڑے ہیں اور حکمرانوں کے ناکہ تلے شہوت گردی کے یہ اڈے و جالی مشن کے فروغ میں مصروف ہیں۔ اب یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس طرح کے سب کے سب جوس کارز اور ریسٹورنٹ کسی خفیہ ہاتھ کے اشارے پر چل رہے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض ناوان زیادہ آمدنی کے لالچ میں شر و بات کے خلاف کاروبار میں حرام تہائیوں کی آمیزش کرتے ہوں، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ نو جوان نسل کی عفت و عصمت کا گلا پھینکنا ہے اور ان کا روشن مستقبل یہاں کی نیم تاریک فضا میں نسل تاریک اندھیرے میں دفن ہوتا ہے۔

ظہر بیت کیلئے سے شروع ہونے والی ناجائز و مقبیلاں یہاں پروان چڑھتی ہیں اور حیا و پاکدامنی کو لے الیہ ان کے اپنے پیچھے ایمانی جذبات سے محروم کھوکھلے جسم، حوصلہ سے عاری مفلوج و مافوق اور عقابوں کے نشیمن میں اجڑی ویران زندگیاں چھوڑ جاتی ہیں۔ رہائی ہے کہ میری قوم کے محافظ

سورج ہیں اور ان کو کھٹے پھر رہے ہیں۔

گمناہ تو جوان کے اس خط میں ایک معاصر انبار کے حوالے سے جس اشتہار کی قلمی دوستیوں کا ذکر کیا گیا تھا ان کی تو تحقیق کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ کی تاریخ کا خیریں اٹھا لیں۔ اس میں ٹھیکہ دار نے حیاتی کا فروغ اس دھنائی کے ساتھ ہے کہ اشتہارات کے الفاظ میں بھی کسی شرم مروت، کسی طرز کی اخلاقی پیچیدگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ کھوج پر ماسورہ حباب نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے دیکھ گئے فون کے دوسری طرف دار پر آواز لوگوں کا پورا گروپ۔ مینا ہے جو انسانی نفس کی عجیب پابندیوں کو حسب غلطی پر ہی کر سکتے ہیں۔ یہ طریق کی حرام زدگیوں کو فروغ دے رہا ہے اور اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فون پر دھاتی، پھر بول کا بڑوں میں ملاقاتوں سے جو شیطانی سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پیش ملاقاتوں میں واقع خلیہ قہہ خاموش سے ہوتا ہوا اس کا اختتام قصاب نما اظہاروں کے ہاتھوں میں خیلنے تک آجھکتا ہے۔ اس سارے ایسا ہی نظام کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملتی ہیں جسے دشمنان انسانیت اپنے انتہائی بریکاروں کی مدد سے مربوط انداز میں چلا رہے ہیں اور ان ایماں نے ہمارے معصوم بچوں کو تباہی و بربادی کے اس جہنم میں جھونک رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں میری قوم کے رکھوالے کہاں ہیں! دشمن کے چھوڑے ہوئے ضمیر فروغی اعلیٰ فی ثلث کو کھنک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور پاکستان کی سلامتی کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ سوز ہے ہیں۔ ہر جو اشارے اور سرائے دیکھ گئے ہیں ان پر کام کر سکتے کوئی بھی محبت وطن آخیر اس سازش کے ذمہ داروں تک پہنچ سکتا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ فیث کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ ہم آخر یہ کیوں برداشت کر رہے ہیں کہ ہمارے معصوم بچوں کو شیطانی خزانوں کے ذریعے اپنا حق اور ناکارہ بنایا جائے اور ہم آنکھیں بند کر کے لا تعلقی رہیں۔ اس طرح تو جانی تو ہیں ایک دن جواری دیکھیں پر آنکھیں کی۔ ہماری نظروں کے سامنے ہمارے گلشن کے پھول اور چمن کی کلیوں کو شیطان کے شایندے۔ یہ انسانی کی حرکتوں میں ہٹتا کریں گے اور ہم اس نقشے میں بہتے جانے کے علاوہ کچھ نہ کر سکیں گے۔

دجال کا شیخیت اور دجل و غائب دیکھنے والوں کا ہر پا کردہ عقد جتن بھی شرائط ہو، اس کے مقابلے میں کوشش کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور انعام کے وعدے بھی اتنے ہی عظیم ہیں۔ ہمیں شریعت اور عقد پر درجہ ملی قوتوں کے سامنے ہرگز ہتھیار نہیں ڈالنے چاہیے۔ آخری دم تک معزز خیر و شر میں اپنا حصہ لیتے رہنا چاہیے۔ غنا بھی کرنی چاہیے اور دوا بھی۔ بجائے کس کی قربانی رب العزت کو پسند آ جائے اور وہ اسے بھی دنیا اور آخرت میں سرخ روئی اور سرفرازی سے نواز دے اور اس کی وجہ سے دوسروں کا بھی بھلا ہو جائے۔



وچالی ریاست کے قیام کے لیے فضائی تسخیر کی کوششیں

(پہلی قسط)

ایریا نمبر 51

نواڈا ایپاس امریکی ریاستوں میں سے نسبتاً غیر معروف ریاست ہے۔ اس کے مغرب میں کیلی فورنیا شمال میں اوریگان اورائیڈاہو شرقی میں لوٹاہ اور جنوب شرقی میں اریزونا ہے۔ اس کا رقبہ 1,10,567 مربع میل ہے۔ رقبہ کے اعتبار سے یہ امریکا کی ساتویں بڑی ریاست ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس نے اسے مستقبل... شاید مستقبل قریب... کے ایک بہت بڑے وچالی منصوبے کی تجربہ گاہ بنایا ہے۔ ریاست نواڈا کو انتظامی طور پر 16 مربع قطعات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان قطعات کو اسے 51 تک نمبر دیے گئے ہیں۔ قطعہ نمبر 51 خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں وچالی کا اہم ترین منصوبہ پروان چڑھایا جاتا رہا ہے۔ ابتدا میں امریکی حکومت اس طرح کے کسی منصوبے یا تجربے معمولی سرکاری سے قطعی انکار کرتی تھی اور اس حوالے سے پیش کیے گئے شواہد کو سختی سے مسترد کر دیتی تھی۔ لیکن اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا کہ اس نے اریزا 51 کو جانے والی شاہراہ کو کا نام "غیرارضی شاہراہ" (Extraterrestrial Highway) کیوں رکھا ہے؟ اس شاہراہ کا سرکاری طور پر روت نمبر 375 تھا۔ اس کا یہ

عالمی و جاتی ریاست، ایسا ہے کہ انھیں

غیر معمولی نام رکھا جاتا ہے۔ ان کے پورا کاپیٹل وائی جی جی کے لیے جو کے قدامت بیسیاں اڑن عشرتوں اور خلائی مخلوق جیسی "غیر برضی اشیاء" مسلسل دیکھنے میں آتی راتی تھیں۔ مقامی باشندوں اور ان کے غیر مقامی مہمانوں کی زبانوں پر ان کا تذکرہ عام تھا۔ امریکی حکومت ان تجسس "میزان اطلاعات کو دہانے" رکھتی تھی۔ جب بات بہت آگے بڑھ گئی تو ریاستوں کے ہارسے میں یہ تشوہد کرنا دیکھا کہ یہاں ایسی بڑی سائنسی سرگرمیاں زیر عمل آئی جاتی ہیں جن کا تعلق فیڈرل گورنمنٹ کی ایسی سرگرمیات سے ہے۔ امریکی عوام اس سے مطمئن ہو جاتے۔ بہت جلد مطمئن ہو جاتے۔ اس لیے کہ انھیں غریبوں پر اداری نے ایسی بہت سی "ناظر پاس" اور "مقیہ" سرگرمیوں میں جتنا کر رکھا ہے جن سے ان کے پاس وقت نہیں چلتا۔ وہی آہی سرگرمیوں کی پیچھے کی طرف سے امریکی عوام کو ایسے کچھ قریعوں اور یہ قریعے اتارنے کے لیے کی جانے والی تھی تو کریڈٹس نے چوری کر دی ہے۔ لہذا دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ کچھ جانے والی امریکی تو سرجلہ ہی ان ظنی قریعوں سے مطمئن ہو جاتی اور ایسا 51 کو کہیں اور منتقل نہ کرنا چاہتا کہ کبھی جانسن جیسے مایہ ناز دیوا باز کا واقعہ پیش نہ آتا۔

کبھی جانسن غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا ایک ایسا ترائٹ وینڈر تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے پہلا سپر سائیکل طیارہ "یو 2" (11-21) پر ان کیا تھا۔ اسے کسی ایسے وسیع علاقے کی ضرورت تھی جہاں اس طیارے کی آزمائشی پرواز میں دلائی جائے۔ قدرتی طور پر اس کی نظر قلعہ نمبر 51 پر پڑی۔ اس نے "لوئی وائٹ" سے رجوع کیا۔ وہ شہری ہوا بازی میں اس کا دوست تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا وہ خط نمبر 51 کا بانی تھا۔ وہاں کے منصوبے اس کے ہم میں تھے۔ لوئی نے پرانی دوستی کی جون رکھتے ہوئے امریکی حکومت سے اس آزمائشی پرواز کی اجازت طلب کی۔ اس نے اپنے دوست کو بتایا کہ اس ریاست میں 30، 40، 50 میل تک پرواز کی سہولتیں موجود ہیں۔ جس کا انتظام کروں گا اگر مرکز سے اس کی اجازت مل جائے۔ کبھی کو معلوم نہ تھا کہ اس کیجہ "مرکز" اس کے جانے لگے جدید ترین طیارے سے بھی زیادہ تیز رفتاری کی خواہش کا تجربہ کر رہا ہے۔ بہر حال

عالمی اور جانی ریاست، اب جدا سے احتجاج کرنا

انہیں مرکز سے اجازت مل گئی۔ یونو کی آزمائشی پرواز کامیاب رہی۔ بعد ازاں اس طیارے نے سوویت یونین کے علاقے میں 24 ہزار فٹ کی بلندی پر رہتے ہوئے اور سوویت رہائشیوں سے بچتے ہوئے کامیاب چار سو می پروازیں کیں۔ انہی غمیبازت کی تصاویر حاصل کیں اور امریکی حکام کے لیے یہ اجازت کافی سودمند ثابت ہوئی۔

U-2 کے بعد امریکا 51 برس دوسرا پروجنیکٹ B-2 بمبارر اسٹیلٹھ طیارے کا تھا۔ اس کا مقصد اعلیٰ اور رفتار موجود نہ جانے سے کئی عشرے آگے تھا۔ لوگوں کو ایسی ویڈیو اس ٹیکنالوجی کی اچھی توقع اور کوئی اندازہ نہیں تھا۔ انہوں نے پی۔ 2 اور اس طرح کے دوسرے ترقی یافتہ طیارے دیکھے تو انہیں (Unidentified Flying Objects) یعنی آئرن مشینریاں سمجھ لیں۔ 1988ء میں امریکی حکام نے سرکاری طور پر پی۔ 2 اسٹیلٹھ بمبارر اور ایف۔ 117 اسٹیلٹھ فائٹر کے بارے میں محکمہ کو مطلع کیا۔ لوگوں نے ان کی بے پناہ تیار کاری کا مستحکم قیاس و قیاس 1988ء میں کیا جبکہ صحیح کی جنگ نے ان کی موجودگی اور حقیقت ثابت کر دی۔ B-2 کے بعد امریکا 51 برس چار می موجود پروجنیکٹ AURORA ہے۔ یہ ایک ایسا طیارہ ہوگا جو آواز کی رفتار سے چھ گنا تیز پرواز کرتے ہوئے انتہائی ٹھیک نشانے پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ امریکی حکومت فی الوقت اس کی موجودگی سے انکار کر رہی ہے۔ بالکل ای طرح جیسے کسی زمانے میں B-2 اور F-117 کے لیے کیا گیا تھا۔ لیکن کیا اس خفیہ علاقے میں صرف یہی چیز رفتار سو میاں تیار ہو رہی ہیں؟ کیا B-2 اور B-2 کی آزمائشی پروازوں کے تذکرے سے وہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے جس کا تعلق دنیا کے سب سے اچھے اور بڑے دول شخص ”وہیل اعظم“ کے ظہور اور استقبال کے لیے کی جانے والی خفیہ ترین اور ... بظاہر ... تنظیم ترین تیاری سے ہے؟ اگر آپ کے اہل میں اس کا جواب نفی میں ہے تو آپ بند کرنا چاہیں یا نہیں؟ اصل کہانی اس سے آگے کی ہے اور یہ کہانی ہمیں مشہور غیر سرکاری امریکی سائنس دان ”ڈاکٹر سورینس جیوب“ کے افسانہ فانی قتل سے آگے بڑھتی ہوئی ملتی ہے۔ اس کو جس دیکھا نامہ میں ایک علمی تحقیق پر تامل خیال سے دو کس کے لیے قتل کیا گیا وہ ہمیں

امریکا پر مسلط ناویدہ ہاتھوں کے جبری تسلط کی کہانی عام ہے۔ امریکی قوم نے جو بھروسہ آزادی
 نصب کر رکھا ہے اس میں جلنے والی شمع جس طرح ٹھنڈی ہے، اسی طرح امریکی قوم کی آزادی بھی
 موجود ہے۔ اس باخبر اور دینی کی مہذب اور تعلیم یافتہ ترین کبھی جانے والی قوم کو جس کا ہر پتہ اپنے
 قریب و بچے کا دعویٰ کرتا ہے، کون بتائے کہ جہاں کے نمایاں لوگوں کے ناویدہ و مبالغہ ان کو اپنی مرضی
 سے مخصوص مست چلا رہے ہیں یا ذاتی طور پر نہیں جیسے وہب کا اندوہنا کہ قتل جس کہانی سے پردہ اٹھاتا
 ہے اس کا پس منظر سمجھنے کے لیے "پروجیکٹ ہیپ کلب" کے منصوبے کو سمجھنا ضروری ہے۔

دوسری جگہ عظیم سے بعد امریکی اور برطانوی اٹلی جنس ایجنسیاں ایک خاص مشن پر کام
 کر رہی تھیں۔ ان کو یہ ناسک دیا گیا تھا کہ وہ اسی پائے کے نازی ساتش دانوں، انجینئر، وں،
 جینیاتی انجینئر وں اور "فرہنگوں پر قابو پانے والے ماہرین" (ہیچنا ٹوم، مسٹر بزم، ٹیلی فونی وغیرہ
 سے شغف رکھنے والے) کو جرمنی سے جماعت وصول کر کے امریکا کھینچ لے جائیں۔ اس
 منصوبے کے لیے 2,000,000,000 امریکی ڈالر کی باشت سے امریکی حکومت (یا اس کے
 پیچھے کارفرما خفیہ صوبہ) نے ایک پروجیکٹ شروع کیا جس کا کوڈ نام "پروجیکٹ ہیپ کلب"
 تھا۔ اس پروجیکٹ کی مدت چار سال رکھی گئی تھی۔ اس کے ذریعے تھیں مدت میں دو ذہین اور تجربہ
 کار ترین افراد کی قوت حاصل کر لی گئی جس کے لیے عام حالات میں نصف صدی کا عرصہ درکار
 ہوتا۔ اس مہم چرنی کے لیے امریکا نے اپنی خفیہ ایجنسیاں اور وسائل بے دریغ بھروسہ کرتے۔ اس
 کے نتیجے میں جو سائنس دان امریکا پیچھے ان کو امریکی اور برطانوی ساتش دانوں نے اپنی "مہمان
 نگرانی" میں لے لیا۔ ان نقل مکانی کرنے والے سائنس دانوں نے امریکا کو چوری دیا جس
 کا اندازہ کر دیا گیا۔ لیکن انہوں نے یہ علم حقیقی اور ایسا دو اکتشاف نے ان سائنس دانوں کے کام آئی
 اور انسانییت کے۔ ان سائنس دانوں میں سے منتخب اور غیر معمولی ذہین رکھنے والے عطیاتی
 الصحت (صحت) افراد امریکا سے ان کو جو کچھ کسی اور "مقام" میں منتقل کر دیے گئے اور ان کی ایجوکیشن
 نے انسانییت کے سب سے بڑے دشمن "وجاہل معظم" کے لیے میدان ہموار کیا۔ جہاں تو ہم پستی

عالمی و جہانی ریاست، ابتدا سے اختتام تک

کی آخری مدد تک مختلف، بڑوں اور وسعت کی قسم کی مخلوق ہے۔ وہ اپنے ظہور سے پہلے وہ چیزوں کی یقین دہانی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(1) مستثنیٰ، یعنی مخالفین اور رکاوٹوں کا خاتمہ مخالفین میں سرفہرست علماء اور مجاہدین ہیں اور رکاوٹوں میں اصلی رکاوٹ نیکی اور تقویٰ ہے۔ وہ جہاں کو سازگار ماحول کے لیے ہدیٰ اور فی شی وہ کار ہے اور وہ جہاں قوتوں کو وہ لوگ ایک آگاہ نہیں ہوتے جو کسی بھی شکل میں خیر (یعنی اچانک سنت) کی وحدت اور شکر کے خلاف مزاحمت یعنی قتل فی سبیل اللہ کی بات کریں۔

(2) ایزدی، یعنی ان تمام وسائل کا حصول جو اسے "مخالف و جہاں" قوتوں پر نفعی برتری دے سکیں۔ ان وسائل میں سے ایک اہم چیز "آزادی فطرتی" ہے۔ جی ہاں! وہی اذن فطرتی جو امریکا کے ارد گرد، انڈیا، وسط افریقہ نظر آتی رہتی ہے اور اس کی حقیقت چھپا سنے کے لیے امریکا میں موجود فٹیر قوتوں کی جانب سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ ان فٹیر یوں کو اپنی شخصوں سے دیکھنے کی گواہی دینے والے وہی (Fantasy Prone) ہیں۔ اگر یہ سب وہی ہوتے اور ان شخصوں میں وہ شخصوں جیسے والے لوگ کسی اور سیارہ کی مخلوق ہوتے تو انسانیکیل جیسو ب کو موت کی نیند نہ سنا یا جاتا جو ان بھرتی سوار یوں کی حقیقت جاننے کے لیے تحقیق کر رہے تھے اور مریخ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ (جاری ہے)

گلوبل ویلج کا پریذیڈنٹ

(امریکا 51 کی دوسری قسط)

"2011" سچری فاس "ایک امریکی فلم ساز ادارہ ہے۔ فاس ٹیلی ویژن بھی اس ادارہ کی ملکیت ہے۔ فاس ٹیلی ویژن، ایف اس فاکس کا پروڈیوسر بھی ہے۔ اس ادارہ نے 1996ء میں "انڈیپنڈنس ڈے" (Independence Day) نامی فلم بنائی۔ اس فلم نے فاکس آفس پر کامیابی کے جوئے پڑے۔ ریپڈ راکٹوں والے۔ اسے دنیا کی ساتویں کامیاب ترین فلم قرار دیا گیا۔ یوں "اکا کس" کا فکرا بہت سارے لوگوں کی فری مین ہے۔ اس فلم میں اس نے خلائی مخلوق کی زمین پر حملہ آور کی فکشن (داستان) کو فلمایا ہے۔ فلم میں ایک فوجی "ایم ایس 51" کے نام سے دکھایا گیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو انسان کے مستقبل کے تھیلے میں سرنوئی کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کی فکشن انسان اور ایک جتنی حقیقت پسند قوم کو اتنی پسند کیوں آتی؟ اس فلم کے ذریعے درحقیقت ہماری دنیا کے بانیوں کے ذہن ابھر کر کے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس فلم میں کچھ تحت شعوری پیغامات دیے گئے تھے۔ ان پیغامات نے ناظرین کو شعوری طور پر اتنا متاثر کیا کہ وہ بار بار اس فلم کو دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ پیغامات کیا تھا؟ ہماری دنیا کا مستقبل صرف اس صورت میں محفوظ ہے جب اس کا ایک ایسا لیڈر ہو جو پوری دنیا کا متحدہ لیڈر ہو۔ یہ وہ قائد ہوگا جو دنیا کو درپیش خطرات سے محفوظ رکھے گا۔ یہ ہماری دنیا کا تائبان اور نجات دہندہ ہوگا۔ اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں ایک ہی کرنسی اور ایک ہی فوج ہو۔ اور یہ (مافی ہستکری) طاقت ایک گلوبل لیڈر کے ہاتھ میں ہو۔ یہ گلوبل لیڈر وہی ہے جس کے دستار میں ایک امریکی ریاست کا اصل نام "اس

مالی و مالی ریاست انتخابات اچھا نکلے

قدا کا شہر جس کا ہتھکڑیا جا رہا ہے۔ ”نہا گیا ہے۔ اس ریاست کا نام ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ ”براہوی“ کو دراصل گلوبل یونین، گلوبل عدلیہ، گلوبل کرنسی اور گلوبل فون کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ، عالمی عدالت انصاف، گریڈ ۱۲ کارڈ (اور تھوڑا آگے چل کر کارڈ کرنسی یا ڈیجیٹل کرنسی) اور اس فون ”براہوی“ کی اس ضرورت کی پیمائش کی ابتدائی شکلیں ہیں۔ 2۰۰۵ مارچ 19۵7ء کو اس خاکے میں ذرا وضاحت سے رنگ بھرا گیا جب ”یورو چین“ کا کتاب ”کیونٹی“ دیو میں آئی اور ”نورڈلڈ آؤڈر کے لیے ایک تجربہ گاہ“ قرار پائی۔ ”یورو کرنسی“ ”یورو کپ“ اور اسی طرح کے دوسرے تجربے فری میسنری کو ”گلوبل کرنسی“ حاصل کرنے میں مدد دے رہے ہیں۔ دنیا پر تسلط کی بے تاب خواہش نے انہیں شیطانی - مندر کی شیطانی حکمتوں میں مشید یک چشم لہزد کے لیے سراپا انتظار دیا ہوا ہے۔ وہ اس کا انتظار بھی کر رہے ہیں اور گلوبل حکومت کے اس گلوبل پریذیڈنٹ کے لیے راستہ بھی ہموار کر رہے ہیں اور اس کا ایک ڈائریجری ہائی ووڈ کی فلمیں ہیں۔ مذکور بالا قسم میں خلائی مخلوق اور اس کی مخصوص سواری دکھائی گئی ہے۔ یہ سواری اور اس کے سوار آج کے کالم کا موضوع بھی ہیں اور پچھلے کالم میں بھی بات آئے ہوئے کاروبار اور ریج بھی آگے بڑھنے سے پہلے ہم فرمیں خلائی مخلوق کی اس حقیقی سواری کا تعارف لیتے چلتے ہیں۔

آکر ان طشتریاں کیا ہیں؟

ڈائن طشتریاں کو یو ایف او (Unidentified Flying Objects) یعنی

یعنی ”قابل شناخت اڑنے والی چیزیں“ کہا جاتا ہے۔ یہ کول شکل کی کسی طشتری کی مانند ہوتی ہے۔ اس کی رفتار انتہائی تیز ہوتی ہے۔ اتنی تیز کہ یہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اڑان طشتری المونیم اور پلاسٹک یا اس جیسی کسی جدید قسم کی دھات سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ انہیں ایسے کچھ لوگوں کے مطابق اس کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس میں بیٹھنے کے بعد لوگ لگتا ہے جیسے زمین لپٹی جا رہی ہو۔ یہ جہم میں چھوٹی اور بڑی ہونے کی مجرب و غریب اور

کامیابی پہلی ریاست اور اس کا نتیجہ تھا۔

سمجھ میں نہ آنے والی صلاحیت رکھتی ہے۔ یعنی ایک ہی آئرن فٹسٹری بیل وقت اپنا حجم بالکل چھوٹا اور اتنا بڑا کر سکتی ہے کہ اپنی آنکھوں پر شک ہوئے گئے اور دیکھنے والے بے ہوش ہو جائیں۔ یہ خود بھی جب چاہے انسانی نظروں سے غائب ہو جاتی ہے نیز دوسری کسی بھی چیز کو لوگوں کی نظروں سے غائب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ فضا میں ایک ہی جگہ دیر تک کھڑی رہ سکتی ہے۔

آئرن فٹسٹریوں میں کون سی ٹیکنالوجی استعمال ہوتی ہے؟

آئرن فٹسٹری میں بنیادی طور پر دو قسم کی ٹیکنالوجی استعمال ہوتی ہے: ایک قوت کشش دوسری لیزر شعاعیں۔ قوت کشش کی بنا پر یہ چیزیں اور افراد کو اپنی طرف دور سے ہی کھینچ سکتی ہے۔ لیزر شعاعوں کے ذریعے دنیا کے جدید ترین خیروں کو آسانی سے تیار کر سکتی ہے۔ سمندر میں آکر کرسی آبدوز سے بھی زیادہ رفتار کے ساتھ پانی کے اندر سفر کر سکتی ہے۔ دنیا کے بجلی کے نظام اور مواصلاتی نظام کو جام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ برمودا کے باسیوں نے غیر معمولی توانائی کی حامل ان مقناطیسی شعاعوں پر قابو پایا ہے جو دنیا میں موجود توانائی کے حصول کے تمام ذرائع سے کئی گنا زیادہ قوت رکھتی ہیں۔ اس کی بنا پر وہ آئرن فٹسٹریوں میں بیٹھ کر ہماری دنیا سے اس طرح ٹھیکے کھال کر کے اٹھ لیتے ہیں جیسے کوئی شیری ہانڈ کسی دیہات میں جاتا ہے اور اپنے پاس موجود ہاتھ اور ٹوپے کر کے کر جب دکھا کر دیہاتوں سے مرو لے۔

آئرن فٹسٹریاں کہاں سے آتی ہیں؟

اگرچہ عام طور پر یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ یہ نامعلوم مقام سے آتی ہیں۔ ان پر اجنبی حقوق سوار ہوتی ہے۔ ان کا راز کسی کو معلوم نہیں۔ ان کے بارے میں طرح طرح کی افسانوی داستانیں خوفناک قصے، ناقابل یقین واقعات۔۔۔ سب کچھ اس طرح گھڑ کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ انسان اٹھ کر رہ جاتا ہے۔ غیر جانبدار امریکی محققین کا کہنا ہے کہ یہ برمودا ٹھکانا

عالمی و جانی ریاست۔ اردو سے انجنا تک

سے آتی ہیں۔ متعدد مشاجرات اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُزن طشتریاں اسی ٹکٹوں سے تھکی اور شہدے دلکھا کر اسی میں واپس آگئی جاتی ہیں۔ ایک اُزن طشتریوں پر کیا موقوف، برمودہ ٹکٹوں میں اور بھی بہت سے غیر معمولی واقعات و حادثات ہوتے رہتے ہیں لیکن ان سے متعلق رپورٹوں پر بڑی سخت پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ نہ انہیں شہر کیا جاتا ہے اور نہ کسی کو ان پر تحقیق کی اجازت دی جاتی ہے۔ ان واقعات میں فضائی اور بحری جہازوں کے غائب ہونے کے علاوہ اُزن طشتریوں کا آسمان میں دیکھا جانا، برمودہ کے سمندر میں داخل ہونا اور سمندر میں پانی کے اندر بڑی اڑن فٹ نیچے اُن کا دیکھا جانا شامل ہے۔ ۱۹۶۳ء میں پونڈریکو کے مشرقی ساحل پر امریکی بحریہ نے اچھے مشقوں کے دوران ایک اُزن طشتری دیکھی تھی جس کی رفتار وہ سوائے تھی اور وہ سمندر کے نیچے ستائیس ہزار فٹ گہرائی میں سفر کر رہی تھی لیکن اس رپورٹ کو بھی سختی سے دبا دیا گیا تھا اور فوٹو کے پابند فوجیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس موضوع پر بات بھی نہ کریں۔

اُزن طشتریوں کے بارے میں امریکی فضائیہ کے فضائیہ کاروں کا کہنا ہے۔

امریکا اور یورپ نورڈن خیالی قبضہ کا گوارہ سمجھا جاتا ہے۔ دشمن خیالی کے معنی کی تشریح سے قطع نظر یہاں کے عوام ٹھک اور سائنس نیز ہر چیز کی مادی تشریح اور طبیعتی توجیہ پر اتنا زیادہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کسی مادیاتی چیز کا سرے سے انکار کرنے کو عقل پرستی کی معراج اور ایسی چیزوں کے قائل لوگوں کو دھت پند اور دنیا پرست قرار دیتے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود اُزن طشتریوں کے نمودار ہونے اور عقل و خیال کو الٹی کی گرفت میں نہ آنے پر ان حضرات کا تہہ و تاب کیا تھا؟ آئیے ملاحظہ کیجیے۔

ایک روزن کیسٹونک پادری قادر فریڈ جو اُزن طشتریوں کے بارے میں سند سمجھے جاتے ہیں، کہتے ہیں: ”یہ سب شیطان کی چال ہے۔ چرچ اور ہمارے اجداد جن کو شیطان کہتے ہیں وہ اب اُزن طشتریوں کے ہوا باز کہلاتے ہیں۔ اُزن طشتریوں کے شاہدین ان کی چاروں طرف کے وقت اکثر

مافی جلی، یا ست، یا ست، یا ست، یا ست

ملف کی پھوس کرتے ہیں۔ یہ شیطان کو مارے جانے والے گندھک کے پتروں کی بو ہے۔

قادر فریکسٹو کے کچھ اور بھی نظریات ہیں۔ ان کا کہنا ہے: ”جب سے یہ آؤں فطرت یاں کیر عین سمندر پر لٹا ہر ہوئیں تب سے مقامی طور پر عجائبات کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ مثلاً اگر چاند کے مجسمے رونے لگتے، یا ان کے منہ سے خون بہنے لگتا، تصویروں میں روشن ہو جائیں، جدت کے نام سے روشنی کی کرنیں نکلتی لگیں، انفرادی طور پر دائمی صحت مند ہو جائے۔“ یہ ہے جو سائنس حضرات کے علم میں رہنماؤں کی وہ رہنمائی جس سے معاملہ سلھنے کے بجائے اور اچھ جاتا ہے۔

اڑن فطرت یوں کے بارے میں امریکی حکام کا تبصرہ:

امریکی حکام کا تبصرہ دو اجمالی معنی خیز اور دلچسپ تھا۔ انہوں نے ہر وقت تجسس اور باخبر رہنے کی شائق امریکی قوم کے ساتھ جو ابد ہونے کے باوجود عجیب فو قی مقصد و مہم اف اختیار کیے۔ معاملے کو الجھانٹنے کی ان کوششوں نے ہی غیر مصیوبی امریکیوں کو چوکنا کر دیا اور انہوں نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جس کے ارد گرد امر اور تجسس کا حصار اور موت کا پہرہ لگا یا گیا تھا۔

پہلے یہ سب تو ان کے وجود کا ہی انکار کر دیا گیا اور ”نامرعی“ سے یہ جھلویا گیا کہ ایسی کوئی چیز دنیا میں پائی ہی نہیں جاتی۔ اسے دیکھنے والوں کا وہم اور فرضی تخیل قرار دے کر رد کر دیا گیا۔ یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ اڑن فطرت یوں دیکھنے والے مافی (Fantasy Prone) ہیں۔ لیکن اس با مقبول اور غیر قابل قبول چیز دیکھنے والوں کی تعداد رفت رفتہ اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ ان سب کے مشاہدے کو نام، رجحوت یا تخیل کی کارستانی قرار دے کر رد کرنا ممکن نہ رہا تھا۔ بدین اس کو مختصر نظروں کا دھوکا قرار دے کر دیکھنے والے کا مذاق اڑا کر ریات کو پایا جا سکتا تھا، کیونکہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۱ء تک اڑن فطرت یوں دیکھے جانے کی جو شہادتیں اور واقعات سامنے آئے تھے وہ ۱۲،۶۱۸ تھے۔

اس کے بعد یہ مشہور کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ غلامی مخلوق کی سوداری ہے۔ کسی اور سپارے کی

حالی دہائی ریاست مائیکرو سٹاٹیا ملک

رہنے والی مخلوق ان میں سوار ہو کر کھڑی تھی مگر کھڑی تھی مگر کھڑی تھی مگر کھڑی تھی۔ اس نظریے کو تقویت دینے کے لیے پتلی رینگ تیار کی گئی کی خصوصیات تکلیف امتحان کرتے ہوئے ان طشتریوں میں سوار مخلوق کو پر دینی یا پتلی (Adeins) کا مہیا کیا۔ ان کا حلیہ بھی ایسا مشہور کیا گیا جس سے وہ کسی اور دنیا کے باشندے لگیں جو بھٹک کر قوموں اور ملکوں سے بھری ہماری اس دنیا میں قلعہ اور مہم جوئی کے لیے آئے تھے۔ کیا وہ پر دینی تھے؟ اگر ایسا تھا تو امریکی حکام اور سائنس دانوں کے لیے اس سے زیادہ اچھے دور انکشافاتی موضوع اور کیا ہو سکتا تھا؟ انہیں تو اپنے پورے وسائل اس مخلوق کی حقیقت جاننے کے لیے بھجوا دیئے جاسیے تھے۔ لیکن... انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود اس پر عجیب و غریب عقیدہ تحقیق کی کوشش نہیں کی، بلکہ کسی کو اس پر تحقیق کی اجازت بھی نہیں دی اور مختلف ممالکوں سے ایسی کسی بھی کوشش کو ناکام بنانے کی ہر پر کوشش کی گئی۔

سواں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی تاریک طاقت تھی جس نے ان کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو قہرا دیا دھمکا یا۔ وہ کون سی قبیح طاقت تھی جس نے حقیقت تک پہنچ جانے والے سائنس دانوں کو محض اس لیے موت کی نیند سلا دیا کہ "ان کے نظریات بہت ایدہ ائسنڈ تھے اور کچھ "لوگوں" کو ان نظریات کا دھوکہ دینے کے لیے مانتے آنا پسند نہیں تھا۔" امریکی نظام پر اثر انداز وہ کون سی قوتیں تھیں جنہوں نے بحری جہازوں پر پابندی لگائی کہ لاگ بک (جہاز پر موجود یا وراثت) میں سے ساحل پر پہنچتے ہی وہ تمام واقعات نکال دیے جائیں گے جن کا تعلق برمودا ٹکڑوں یا اثرن طشتریوں سے ہوگا۔

اس سے زیادہ عقیم بات یہ ہوئی کہ ڈان طشتری کے سواروں کے ہاتھوں انسانوں کے اغوا کے واقعات بھی ہوئے۔ اب تو پوری غلطی مشینری کو حرکت میں آ جانا چاہیے تھا۔ ایک امریکی باشندہ... مام باشندہ نہیں بلکہ ایک امریکی شہری جو کسی نہ کسی شعبے میں مثالی مہارت کا بھی حامل تھا۔ اور وہ امریکا کی سر زمین سے اغوا ہو گیا، امریکی انشیات کے مطابق اس کو ہرگز برداشت نہ کیا جانا چاہیے تھا۔ مگر حیرت انگیز طور پر اس حوالے سے بھی کوئی حیرش رفت نہ ہوئی۔ اغوا کا غیر

انسانی فعل و نواہل سے وقوع پذیر ہوا اور اس کو غیر انسانی مخلوق کا کارنامہ قرار دے کر جانے دیا گیا، جبکہ اس گندہ کام کے لیے کسی غیر انسانی مخلوق کی ضرورت نہ تھی۔ ہماری انسانی برادری میں یہ غیر انسانی کام کرنے والے بہت سے "برادرز" موجود ہیں۔ پیشہ وارانہ مہارت رکھنے والے یہ لوگ انخواہ ہو کر کہاں گئے؟ اس کو ہم آخر میں ذکر کریں گے۔ پہلے ان باہمت لوگوں کا تذکرہ ہو جائے جو امریکی قوم کو دھوکہ دینے کی اس سرکاری سازش کا حال جاننے کی کوشش میں جان سے گزر گئے۔ (جاری ہے)



شیطانی کھٹولوں کا راز جاننے والوں کی سرگزشت

(ایریا 51 کی تیسری قسط)

ڈاکٹر مورس جیسوب امریکی ریاست کے علاقے "روک ہل" (Rockville) کے قریب پیدا ہوئے۔ وہ ابتدا سے فلکیات میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے 1925ء میں مشی کمپ یونیورسٹی سے فلکیات میں "ایم ایس" کی ڈگری حاصل کی۔ 1926ء میں ایک رصدگاہ میں کام کے دوران "ایم ایس" کی ڈگری حاصل کی۔ 1931ء میں اس نے اپنی "پی ایچ ڈی" کا مقالہ مکمل کر لیا تھا لیکن وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل نہ کر سکا تاہم اسے پھر بھی ہر اوقات "ڈاکٹر جیسوب" کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسوب کو 1950ء کی دہائی میں UFOs (فضا میں پائے جانے والے غیر شناخت شدہ اشیاء) کے متعلق سب سے عمدہ مضامین پیش کرنے والا شخص قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے فلکیات اور زمینی فضا پر قدیم دونوں کے متعلق تعلیم حاصل کی اور اسے دونوں میدانوں میں عملی کام کا تجربہ بھی حاصل تھا۔ جیسوب نے 1955ء میں اپنی ایک کتاب کے ذریعے شہرت حاصل کی، جس میں اس نے UFO کے متعلق بحث کی اور اس بات پر زور دیا کہ یہ معاملہ اس انٹی بنے کہ اس پر مزید تحقیق کی جائے۔ اس کا خیال ہے کہ UFOs انسانی شخص اور کیم قسم کی وحاشات سے بنے ہوئے اجسام تھے جو تحقیقی مشین پر بھیجے گئے تھے۔

مزید برآں "جیسوب" نے ان کا تعلق قبل از تاریخ کی سائنس سے بھی جوڑا ہے۔ "جیسوب" نے 1956ء میں مزید دو کتابیں (UFOs and Bible) اور (The UFO Annual) اور 1957ء میں (Expanding use for UFO) لکھیں۔ UFO کے

سہ ماہی و چالی ریاست ابتدا سے اپنا تھک

بارے میں جیسوب نے ان مسائل کے بارے میں بھی تصوری پیش کی جو LIFO کی اثرات
ظہریوں کو اڑانے میں ممکنہ طور پر زیر استعمال ہو سکتے ہیں۔ اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ
ایندھن یا تو کوئی مخالف کشش قفل مادہ ہے یا پھر برقی مقناطیس قسم کی کوئی چیز ہے۔ اس نے
اپنی کتاب اور اسفار میں بار بار اس پر افسوس کا اظہار کیا لیکن انہیں توجہ نہ دی گئی ورنہ اگر انہیں
اتنی توجہ دے دی جاتی جتنی راستہ دانہ کے قفل کو دی جاتی ہے تو بھی کافی فائدہ ہوتا۔ جووری
1955ء کو جیسوب کے خلاف ”برادری“ کی سازشوں کا آغاز ہو گیا۔ ”کارلس سٹیونکل ایلینڈ“
نامی شخص کی جانب سے خط موصول ہوا جس میں لکھنے والے نے بتایا کہ اس نے ذاتی طور پر
بھی ایسے جہازوں کا مشاہدہ کیا ہے جو خارجہ ہونے کے پھر اچانک غائب ہو گئے۔ اس نے اپنے
علامہ کو کچھ اور لوگوں کے نام بھی بتائے تھے۔ ان میں ایسے افراد بھی شامل تھے جو اس واقعہ کے
بعد ناکہائی موت مر گئے۔ جیسوب نے ایلینڈ کو جوابی خط لکھا اور اس واقعہ سے متعلق مزید
معلومات اور تصدیقات طلب کیں جس کا جواب مہینوں بعد آیا جس میں اس شخص (ایلینڈ)
نے مزید معلومات فراہم کرنے سے معذرت کر لی تھی۔ اس دوسرے خط میں اس نے اپنے
آپ کو ”کارل ایلینڈ“ لکھا تھا جیسوب نے اس سے مزید رابطہ نہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

1957ء کی بہار کے موسم میں جیسوب سے ONR کی جانب سے رابطہ کیا گیا اور اس
سے اس پراسل کے مشورہ جات کا مطالعہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا کہ جو انہیں موصول ہوا تھا۔
جیسوب نے جب اسے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کہ یہ اس کی کتاب کا ایک غیر مجلد نسخہ تھا جس
پر طویل و عریض حاشیہ لکھا تھا۔ حاشیہ نگاری میں تین مختلف روشنائیاں استعمال کی گئی تھیں۔
کتاب جس نشانے میں بند تھی اس پر Happy Easter لکھا تھا۔ ان طویل و عریض
حاشیوں میں تین افراد کے درمیان رابطوں کا ذکر تھا جس میں سے صرف ایک کا نام ”جیمی“
نہ لکھا تھا۔ باقی دو کو ان لوگوں نے Mr. B اور Mr. A کا نام دیا۔ یہ تینوں افراد ایک دوسرے
سے خاتہ بدعنوانی کے حوالے سے گفتگو کر رہے ہیں اور خلا میں اپنے دوائے مختلف لوگوں کے

سائنس و چالی ریاست مابین اسے اچھا لگے

یار سے میں باتیں کر رہے ہیں۔ حاشیہ کی تحریر میں انگریز کی کھسائی کے قواعد اور علامات ترقیم کا لحاظ استعمال کیا گیا تھا۔ ان میں جیسوب کے بیان کردہ اختلاوت پر بڑی مفصل بحث کی گئی تھی۔ مثلاً: ”ایک حوالے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا: ”اس کے پاس کوئی معلومات نہیں، مجھے قیاس آدائی کرتا ہے۔“ لکھائی اور مواد کی بنیاد پر کہا گیا کہ دراصل یہ ایک ہی شخص کا لکھا ہوا حاشیہ ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے جیسوب کو خط لکھا تھا۔ اس نے تین روٹھائیاں استعمال کی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد ONR نے جیسوب کو بتایا کہ جیسوب کو ملنے والے خط کا واپسی پتا دراصل ایک مزدور کا نام ہاؤس ہے۔ جیسوب نے کہا کہ وہ UFO کے متعلق اب ایک جاندار تحریر لکھے گا۔ لیکن یہ تحریر لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ راز ڈاکٹر جیسوب کے ساتھ ہی اس کی کار میں دفن ہو گیا۔

ہاں یہ تھی کہ ڈاکٹر مورس جیسوب اختراعی ذہن رکھنے والے ذہین سائنس دان تھے۔ وہ روایتی نظریات کو اتنی جلدی قبول کرنے کے عادی نہ تھے جتنا جدید امریکی مسیوقی سائنس دان امریکی قوم سے تسلیم کر دیتے ہیں۔ انہوں نے جب فزین ششتریوں کے بارے میں افواہیں سنیں تو ان کے لیے چونکا دینے والی چیز تھیں یہ نہ تھی کہ ان کے بیٹے بند سائنس دان بھائی اس جدید ترین دور میں اس عجیب ترین چیز کو کسی اور سیارے کی مخلوق سمجھ کر آسمانی سے نظر انداز کر رہے ہیں۔

ان کے لیے اس سے زیادہ عجیب کی بات یہ تھی کہ بال کی کھال اُتارنے والا امریکی مسیوق یا بھی اس طرح کی خبروں سے قطع نظر کرنے یا کوئی اور راز دینے میں ضرورت سے زیادہ جا بجا بدستور دکھارہا ہے۔ ان سے یہ چیز انہیں نہ ہوئی اور انہیں نے ان ”فزین کھولوں“ کا راز معلوم کرنے کی بھائی۔ ایک طرف تو سائنسی انکشافات کی وہ بھر مار کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں اور دوسری طرف افیق کے جنگلوں یا کوہ قاف کے پہاڑوں پر نہیں، امریکا کے ارد گرد کے ”مسندروں“ اور ”ساحلوں“ پر فزین ششتریوں کا بار بار نمودار ہونا اور ان میں سوار مخلوق کو خلائی مخلوق اور ان کی سواری کو افسانوی کہانی سمجھ کر نظر انداز کرنا ان سے انہیں نہ ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جیسوب نے اپنے طور پر

تحقیق شروع کر دی۔

یہ اپریل ۱۹۵۹ء کا ایک خوشگوار دن تھا۔ ڈاکٹر جیسوب کئی مہینوں کی مسلسل تحقیق پر تھوڑے کے بعد ”ازن کھٹولوں“ کے بارے میں ایک حد تک ذہن بنا چکے تھے۔ ایک طرف تو ان انکشافات نے تعجب میں ڈال رکھا تھا جو اس دوران ان کے سامنے ہوئے دوسری طرف وہ ان نادیدہ قوتوں سے چریشان تھے جنہوں نے آج تک اس پر پردہ اٹھانے کا ہر کھار اب وہ ان کی نگرانی کر رہی تھیں۔ ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ ان پر مسلسل نظر رکھتے ہوئے ہیں۔ ان کا دل چاہا کہ وہ یہ تمام باتیں اپنے کسی ہم خیال کے سامنے بیان کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیں اور تحقیق کو بھی آگے بڑھائیں۔ ان کی نظر انتخاب ”ڈاکٹر مینس ویلنٹائن“ پر پڑی۔ وہ بحری جہاز افی کے سائنس دان تھے اور ڈاکٹر صاحب کے ہم کوالد و ہم بیٹا۔ تھے۔ اپریل کی ایک شام کو ڈاکٹر صاحب اپنے دوست سے ملنے کے لیے نکلے۔ ڈاکٹر مینس نے انہیں شام کے کھانے پر اپنے ہاں یہ فرمایا۔ ڈاکٹر جیسوب اپنی گاڑی میں غور پر روانہ ہوئے۔ لیکن ان کا یہ سفر اچھوڑا رہا۔ کبھی غفلت نہ ہو۔ گا۔ نادیدہ قوتیں۔ جو ان کی مسلسل نگرانی کر رہی تھیں۔

فیصلہ کر چکی تھیں کہ ڈاکٹر صاحب بہت زیادہ جان چکے ہیں۔ انہی زیادہ جانکاری ”بزنس وڈا“ ٹکون کے اندر ٹکونی ٹکس میں بیٹھے بدی کی قوتوں کے ایک چشمہ سہراہ کے لیے اچھی دیکھی۔ لہذا ”او کے! کھل ہم!“ (Ok! Kill him) کا پتہ آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی گاڑی میں زہریلی گیس بھری گئی۔ وہ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کی کار کے ایڈاسٹ سے فوری خشک کر کے کار کے اندر لے جایا گیا تھا جس کے نتیجے میں کار کے اندر کاربن مونو آکسائیڈ گیس بھرتی تھی۔ ڈاکٹر مینس کا بیان ہے کہ جب ان کے دوست ان کے پاس نہ پہنچے تو انہیں تشویش ہوئی۔ وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ پولیس ان سے پہلے کار کے پاس پہنچ چکی تھی۔ جس وقت پولیس پہنچی ڈاکٹر صاحب زندہ تھے۔ لیکن ان کی موت کو خود اشی قرار دے کر ایس واکس دفتر کر دیا گیا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے ڈاکٹر صاحب کو

مر جائے دیا گیا۔ پولیس ان کو پھانے کے لیے نہیں، دم بھگت کر مرنے دیکھنے کے لیے جائے وقوع پر پہنچی تھی۔ ڈائری صاحب کو برسرِ مودہ انگلوں اور ارازن مشترکوں کی حقیقت اور ان کا باہمی تعلق جاننے کے جرم میں موت کے کھاتے اتار دیا گیا تھا۔

شیطانیت، شائستہ اور شیطانیت کھانوں کا راز جاننے کے لیے جان سے گزرنے والوں میں ڈائری صاحب کے بعد اکابر "ڈائری" اور "ڈائری" کا مانتا ہے۔ وہ بھی ایک بڑے سائنس دان تھے۔ ڈائری سائنس کو اپنے دوست کی پر اسرار موت سے خوفزدہ ہو گئے، لیکن ڈائری انہوں نے موت نہ ہاری۔ انہوں نے اپنے آنکھائی نام پیش ڈائری کی تحقیق کو تمکے بڑھاتا چاہا۔ ان کا کام جاری تھا۔ ابھی دو مئی نتیجے پر پہنچانی چاہتے تھے کہ "برادری" کی نظروں میں آئے اور 1 جون 1971ء کی ایک گرم صبح کو سر دھوپا نے کئے۔ ان کے سر میں کوئی داری مٹی تھی، جس سرکاری احاطہ وہی تھا کہ انہوں نے خودکشی کی ہے۔

پہلے درپے "خودکشی" کرنے والے یہ امریکی سائنس دان جان سے گزر گئے، لیکن دنیا کو حقیقت کے کسی قدر قریب پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر گئے۔ "نئی قدر قریب" کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ تمام تحقیق کا مسلمان نہ تھے۔ یہ محض سائنسی انکشافات کی روشنی میں اس موضوع پر کام کر رہے تھے۔ انہیں وہی کی رہنمائی حاصل نہ تھی۔ وہ برسرِ مودہ انگلوں اور اس میں بھی علمی مشترکوں کی حقیقت محض سائنسی ہندو میں سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے یا پھر اس جگہ کے اسرار نے انہیں تجسس میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ اس کی کوئی سائنسی توجیہ دنیا کے سامنے بیان کرنے کے لیے دلچسپی لے رہے تھے۔

جبکہ اللہ یہ ہے کہ انسانی عقل کی پر از اور اس کے علم فی الہیافت محدود ہے۔ وہی کی رہنمائی کے بغیر وہ اگلی زندگی تو ہی دیکھ لے گا۔ خود اس کا کلمات کے بعض "اسرار اور موز" نہیں سمجھ سکتا۔ جہاں اس بات میں ہمیں مسلمان محققین سے بھی مدد لینا چاہیے کہ "مذہبی دنیا و مصر سے تعلق رکھنے والے ایک اکابر ہیں۔ انہیں برسرِ مودہ انگلوں سے خاصی ملتی رہی ہے۔ اس موضوع پر ان کی معرکہ آرا

نہ لکھی دجانی ریا۔ ست۔ ابتدا سے انتہا تک۔

کتاب ”مکملت برمودا“ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ محسنی داؤد کی روئے جاننے سے پہلے ہمیں دو چیزوں کے بارے میں چند بنیادی باتیں جاننا مفید رہے گا: ایک تو برمودا ٹکون کے متعلق جغرافیائی معلومات اور دوسرے دجالی کی سواری کے بارے میں حدیث شریف میں بتائی گئی تنبیہات۔ ان دو چیزوں کے بارے میں کچھ معروف حقائق پیش کرنے کے بعد ہم ان شاء اللہ آگے چلیں گے۔

(جاری ہے)



شیطانی جزیرے سے شیطانی تکون تک

(اسیر یا ۹۱ کی چوتھی اور آخری قسط)

برمودا تکون بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) میں ہے۔ یہ براعظم شمالی امریکا کے جنوب مشرقی تقریباً 3000 ڈگری سمندر میں واقع ہے۔ بحر اوقیانوس میں کچھ جزیرے ایک لڑائی دینگل کی شکل میں بیٹے ہوئے ہیں اور غیر آباد ہیں۔ ان جزیروں کے درمیانی سمندر کے مین بیچے کشش ثقل (Gravitational Force) کے معنایسی بار کا کوئی پل ہے جو زمین کے مرکز کی عمودی خط کو چھوتا ہوا زمین کی گولائی کے دوسری طرف سمندر میں (400 ڈگری سے 1000 میل) لیتا ہے۔ اس مقام کے ایک جانب جاپان اور دوسری جانب فلپائن ہے۔ یہ خط قدرے بھلتا ہوا 400 ڈگری سے 20 ڈگری پر مبنی خاصہ کعبہ کے بیچے نکلتا ہے اور یہ اس کشش کے بار کا دوسرا سر ہے۔

یہ فرضی تکون پانی کے اوپر کچھ اس طرح سے بنتی ہے کہ فلوریڈا سے پورٹوریکو، پھر پورٹوریکو سے جزیرہ برمودا اور پھر برمودا سے فلوریڈا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں اس کا شمالی سر اجازت برمودا جنوب مشرقی سر پورٹوریکو اور جنوب مغربی سر فلوریڈا میں بنتا ہے۔ یہ مشہور امریکی ریاست فلوریڈا کے قریب واقع ہے۔ اگر آپ امریکا کا نقشہ دیکھیں تو آپ کو ریاست فلوریڈا ایک عظیم الجثہ لمبی چوڑی دم کی شکل میں نظر آئے گی۔ کو یا اس پر رہنے بیٹنے والے امریکا کی دم پر رہتے جاتے ہیں۔ فلوریڈا کا صدر مقام "میامی" ہے۔ ریاست فلوریڈا مخصوص قسم کے غیر انسانی کاموں کے لیے شہرت رکھتی ہے۔ یہ غیر انسانی کام کچھ تو وہ ہیں جو اختیارات کی رو سے برے ٹھہرتے ہیں لیکن کچھ وہ ہیں جن کی دنیا کو خبر ہی نہیں۔ مثلاً: یہودی روحانیین کے نزدیک "فلوریڈا" کا معنی ہے "اس خدا کا شہر جس کا منتظر کیا جا رہا ہے" یا "وہ خدا جس کا منتظر کیا جا رہا ہے" دنیا کی

مالکی و پانی۔ یہ ہے اللہ سے انتہا تک

اکثر قوموں کے نزدیک ایک ہی خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ کون سی قوم ہے جو کسی ایسے خدا کے انتظار میں ہے جو ہے چارہ اپنے ماتنے والوں کے پیدا ہونے کے بعد ظاہر ہوگا؟ اور اس میں کیا راز ہے کہ اس "مشرک خدا کے قہور کے لیے امریکا کی قوم" چائے انتہا تک ٹھہری ہے؟ برمودا محکوم سے قرب اس کی وجہ ہے یا شیطانی سمندر سے شیطانی جزائر تک کا فاصلہ سٹے ۱۱۰ ہے؟ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کے جواب پر غور کرنا بی نوع انسانی کے لیے ضروری ہے اور اس لیے ضروری ہے کہ شاید وہ وقت دور نہیں جب اسے ان جزایوں کی شدید ضرورت پڑے گی۔

برمودا محکوم (BMH) جزایوں پر مشتمل ہے۔ وہ جزائر ان جن کی زندگی بحر اوقیانوس کے دو کناروں کے درمیان گزری، وہ بھی اس علاقے سے دور رہنے میں ہی صافیت سمجھتے ہیں۔ کہتے مشقی اور تجربہ کار بحری پیمان ایک دوسرے سے اس طرح کا تبصرہ کرتے پائے جاتے ہیں: "وہاں پانی کی گہرائیوں میں خوف اور شیطانی راز چھپے ہیں۔" یہ خوف اور پراسرار راز آج کی بات نہیں، آج سے پانچ سو نو برس پہلے جب "مشرکوں کو نہیں" یہاں سے گزرا تو اسے بھی چھو عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں۔ آگ کے ٹپوں کا سمندر میں داخل ہونا۔ سمندر کے کپڑے غاروں سے آگ کے بڑے بڑے گولوں کا اٹلنا اور کسی ان دیکھی چیز کا تعاقب کرنا وغیرہ۔ عوام میں ان جزائر کو "شیطانی جزیرے" کا نام دیا جاتا رہا ہے اور وہ باتوں پر عام طور پر تحقیق پایا جاتا ہے۔

(۱) اس علاقے میں پانی کی سطح پر اور پانی کی گہرائیوں میں کوئی مادہ انسانی پراسرار طاقت ہے جو عقل کے اور اک سے بالاتر ہے۔

(۲) یہ طاقت خیر نہیں، شر کی ظہیر دار ہے۔ یہ فلاح نہیں، تباہی کی علامت ہے۔

کہتے ہیں کہ زبان خلق کو نثار خدا سمجھنا چاہیے۔ خلق کی زبان پر یہ باتیں کیسے چڑھ گئیں؟ روز اول سے یہاں پراسرار واقعات ہو رہے ہیں اور امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک کا ترقی یافتہ ترین میڈیا لائن پر پروڈا گئے اور انسانی پراسراریت میں مزید اضافہ کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ بال کی کمال اُتار کے والا میڈیا ان واقعات کی نقاب کشائی کے بجائے اس حوالے سے ابہام اور شکوک

عالمی دجائی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

کی چادر تانے رکھتا ہے۔ خوفناک واقعات، افسانوی داستانیں، ناقابل یقین مشاہدات۔ سب چیزیں ان کو اس طرح غلط ملط کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ امریکی حوام کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ ان کے ذہن میں خوف اور ہراس کا تاثر تو رہ جاتا ہے، مگر اس سے آگے وہ کچھ سوچ نہیں دیتے۔ بالآخر ان کی توجہ اس طرف سے ہٹ جاتی ہے اور وہ اسے مہمل یا نارمل چیز سمجھ کر گزر جاتے ہیں۔

آپ نے "انتقل بر آب" کی تزیین تو سنی ہوگی۔ پانی پر نقش کہاں کھین سکتا ہے؟ تو پھر پانی پر شائے کیسے بن سکتی ہے؟ امریکی میڈیا نے اس شیطانی علاقے کو "شیطان کے جزییرے" کا نام بدل کر انگون کا نام کیوں دیا ہے؟ انگون کی شکل کس شخصیت یا تنظیم کی خاص علامت ہے؟ اسے وہاں یا فری مین تنظیم کی خصوصیت سمجھا جاتا ہے تو کیا برمودا انگون کا وہاں اور اس کے پیر و کار یہودیوں سے کوئی تعلق ہے۔ کیا وہاں وہی جھوٹا خدا ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے؟ کیا برمودا کی پراسرار طاقت "شیطان اکبر" یعنی ایٹم بم کی ان شیطانی قوتوں کی جھلک ہے جو وہ اپنے سب سے بڑے ہتھیار "دجال اعظم" کی حمایت میں استعمال کرے گا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکا میں FOI آرڈیننس کے لیے فنڈز "راک فیلر" میا کرتی ہے جو فری میسنری کی ایک سرپرست فیملی ہے۔ کیا فری میسنری اژن مشنریوں پر تحقیق میں دلچسپی رکھتی ہے؟ آخر کیوں؟

ان سب سوالوں کا جواب جاننے کے لیے ہمیں اژن مشنریوں کے موضوع کی طرف پلٹنا پڑے گا۔ بنی باب! وہی اژن مشنریاں جو برمودا انگون میں بار بار داخل ہوتے اور نکلتے دیکھی گئی ہیں۔ جن میں سوائے "خلائی مخلوق" نے امریکا جیسے مذہب ملک سے ایسے لوگوں کو انخوا کیا جو اپنے شعبے میں بہترین مہارت کے حامل تھے۔ پھر ان لوگوں کا کچھ جتنا نہ چاہا کہ زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ ان لوگوں کو مار نہیں کیا، ان کی صلاحیتوں کو مخصوص شیطانی مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنے کی غرض سے ان کو ان دیکھے علاقے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ دجال چونکہ انتہائی وہمی اور بزدل ہے اس لیے حد و حد تک بے رحم رہتے ہوئے ایسی تمام جادوئی وسائیں تو کیں حاصل کرنا چاہتا ہے جن کا کوئی توڑ زمین کے واسیوں کے پاس نہ ہو۔ یہ سائنس دان یا تجربہ کار اس کی شیطانی چرخی کا

پڑھنا دے گئے ہیں۔

ازن عشرت یوں کو غیر جانبدار امر کی محققین نے صرف سائنس کی روش سے سمجھنے کی کوشش کی اور یہیں ان سے غلطی ہوئی۔ ہم حدیث شریف کی روشنی میں انہیں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ پہلی روایت "سلم شریف میں ہے۔ حضرت نو اس ابن سمران رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی سواری کی رفتار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "(دجال کی سواری) اس بادل کی مانند (ہوگی) جسے تیز ہوا اڑا لے جاتی ہے۔"

دوسری روایت مستدرک حاکم کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس (دجال) کے لیے زمین ایسے لپیٹ دی جائے گی جیسے سینڈھے کی کھال لپیٹ دی جاتی ہے۔ تیسری روایت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: "دجال کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چوبیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اس کے گدھے کا ذیف قدم تین دن کی مسافت (تقریباً ۸۰ کلومیٹر فی سیکنڈ) کے برابر ہوگا اور وہ اپنے گدھے پر سواریوں کو مستدر میں ایسے تھکس جائے گا جیسے تم اپنے گھوڑے پر سواریوں کو چھوٹی نالی میں کھس جاتے ہو۔"

ان احادیث میں دجال کی سواری گدھا جاتی تھی ہے۔ جبکہ کچھ محققین کا کہنا ہے کہ اس کے لیے "دابۃ" یعنی چانور کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور وہ کسی بھی سواری کو کہہ سکتے ہیں۔ دجال جس پر سواری ہوگا وہ "دابۃ" (کوئی بھی سواری) ہوگی۔ لیکن اگر حدیث میں لفظ دجال یعنی گدھا ہی آیا ہو تب بھی اس سے مراد کوئی بھی سواری ہو سکتی ہے۔ اب آپ پر دو دلائل اور ازن عشرت یوں کی خصوصیات کو دہرا دیے اور دجال کو جو قوت دی گئی ہوگی قرآن میں اس کا مطالعہ کیجیے۔ مثلاً: اس کی سواری کی رفتار انتہائی تیز ہوگی۔ فضا میں اڑنے کے ساتھ ساتھ پانی میں سفر کرنے اور مستدر پار کرنے کی صلاحیت بھی اس سواری میں موجود ہوگی۔ وہ فضا میں خلق ہو جائے گی۔ جہم میں چھوٹا اور بڑا ہونے کی صلاحیت رکھتی ہوگی۔ نہیں بھی اترنے یا فضا میں ٹھہر جانے کی صلاحیت اس میں ہوگی۔

عالمی رجائی ریاست، ابتدا سے مختلف

یہاں تک پہنچنے کے بعد اس پر وہ مرحلہ آ گیا ہے جب ہم مکمل کر مسلم حقیقتیں کی رائے نقل کر دیں جو وہ برمودا ٹکون کے بارے میں دیکھتے ہیں۔ مصر کے محقق محمد حسینی داؤد اور عادل فیکھی نے اپنی مقالہ نم کتابوں (مثلاً برمودا) میں جو کچھ لکھا ہے (دونوں کی کتاب کا نام ایک ہی ہے) اس کا خلاصہ یہ ہے:

”اژن طلشتر یاں و جاں کی ملکیت اور اسی کی ایجاد ہیں۔ نیز برمودا ٹکون کے اندر اس نے ٹکون (Triangle) کی شکل کا قلعہ بنا رکھا ہے جہاں سے جینو کرو واپسے نیپلوں کو ہدایات دے رہا ہے اور اپنے نکلنے کے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ اس پر رستہ مشن میں اس کو اٹلیس اور اس کے تمام شیاطین کی مدد حاصل ہے۔ جو تمام دنیا کے اندر سیاسی، اقتصادی، سماجی اور فکری میدانوں میں جاری ہے۔ کس ملک میں کس کی حکومت ہونی چاہیے؟ کس ملک کو حق مالی اور دینی چاہیے؟ کس ملک میں اپنی فوج اتارنی چاہیے؟ اور کس ملک کو تباہ کرنا ہے؟ نیز مسلم دنیا میں موجود دریاؤں پر کہاں کہاں ڈیم بنانے ہیں؟ اپنے حاشیہ نظریات اپنی پارٹی کو اقتدار میں لانے اور ہر اس قوم اور فرد کو ابھی سے راستے سے ہٹانا ہے جو آگے بڑھ کر دجال کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

جہاں تک برمودا ٹکون میں اٹلیس کے مرکز کا تعلق ہے اس پر کوئی اشکال نہیں، شیطان کا تحت مستند و پر ہی سمجھتا ہے۔ البتہ دجال کی وہاں موجودگی پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو مشرق میں بیان فرمایا تھا جبکہ برمودا ٹکون مغرب میں ہے۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد دجال اس طرح بدھا ہوا نہیں رہا جس طرح حضرت حمزہ داری رضی اللہ عنہ نے اس کو بدھا ہوا دیکھا تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ ذخیروں سے آزاد ہو گیا تھا اور مستقل اپنے خروج کے لیے راہ ہموار کرتا رہا ہے۔ البتہ اس کی اصل حالت اسی وقت ظاہر ہوگی جب وہ دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر اپنی خدا کی کا اعلان کرے گا۔“

اور معلوم دیو بند کے فاضل عالم دین مولانا عاصم عمر جنہوں نے آخری زمانہ کے متعلق

اور ریٹ کی عصری تنظیم پر بہت عمدہ اور فکریہ سا کتاب "قیس فی جنگ عظیم اور دجال" لکھی ہے۔ اپنی فی شیعہ آفاقی کتاب "برمودا گھون اور دجال" میں تحریر کرتے ہیں

"حقیقت جو بھی ہو لیکن واقعی بات یقینی ہے کہ برمودا گھون اور شیطان سمندر میں ہی جھگیں اٹھیں اور اس کے حلیوں کی خفیہ کمین گا ہیں ہیں جہاں سے دو انسانیت کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔ اب وہ فکروں، ذراعوں، اسلحہ اور اشتہارات کے ذریعہ اپنے ماننے والوں کو پیغام دے رہے ہیں کہ "نجات دہندہ" کے نکلنے کا وقت قریب ہے۔ ان سازشوں میں ان کے ساتھ تمام شیاطین جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، سب شریک ہیں۔ انہوں نے دنیا پر اٹھیں کی حکومت قائم کرنے اور ہر ایمان والے کو اٹھیں کے ترش کے آخری حیرکائے دجال کے سامنے سجدہ و ریز ہونے کی انتہائی خطرناک اور خفیہ تیاری کی ہے۔ لیکن کیا دشمنان اسلام کی اتنی تیاریاں، کچھ کر مسلمانوں کو اسی طرح اٹھیں ذراعوں سے غافل اپنی زندگی میں ہی بد ہوش پڑے رہنا چاہیے؟ مستقبل کے خطرات سے اپنا واسیہ و گھناؤں کے سروں پر آنے کے باوجود ابھی بھی ہر ایک کو یہی فکر لگی ہے کہ اس کی اپنی حیثیت برقرار رہے۔ اس کے اپنے مرتبہ و مقام اور حلقہ عزت و چاہ پر کوئی حرف نہ آئے۔ دین بھی باتھوں سے نہ اٹھ اور بڑی بڑی بلذتیں بھی قربان نہ ہوں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ بھی راضی ہو جائے اور اٹھیں بھی ناراض نہ ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اٹھیں کے ماننے نظام سے بغاوت بھی نہ کرنی پڑے اور وحدہ لا شریک کا دین بھی غالب آ جائے۔ ہمارے نفس نے ہمیں کیسے دھوکے میں ڈال دیا کہ اللہ کے دشمنوں سے بغاوت کیے بغیر ہم اللہ کے بن جائیں گے؟ ایسا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کے دشمنوں سے بھی دور رہیں اور متعین میں بھی ہمارا شمار ہو جائے۔ موجودہ حالات میں اگر کوئی بالکل ہی حالات سے اندھا جا پور رہا ہے تو اس کی بات الگ ہے، لیکن وہ مسلمان جو تھوڑا بہت بھی حالات کا ادراک رکھتا ہے وہ کس طرح سکون سے ہو سکتا ہے؟ اتنا نازک وقت جبکہ ہر مسلمان کے ایمان کی ناک میں شیطان بھیڑے گھات لگائے بیٹھے ہوں۔ تاریخ انسانی کے بھی تک ترین تھے اپنے جہیز سے

عاطفی و جالی ریاست، اعتدال سے اجتناب

کھولے قمار خانہ نیست کو نکل جانے کے اور پے ہوں۔ اگر آپ بھی بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا تو پھر یقین چاہیے اس کے بعد پھر مسوہ اسرائیلی ہی سونے والوں کو دیکھ لے گا۔

قارئین کرام! زبان کا زور اور دل کا درد آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایک سچے داعی کی یہی پہچان ہوتی ہے۔ یہ حال آثار و قیام میں جاتے ہیں کہ توبہ کی مہلت زیادہ نہیں۔ ”خلائی طاقت“ کے لیے مزید انتظار نقصان دہ ہوگا۔ یہ مسلمانوں کو رات کو بستر پر جانے سے پہلے غم اور اس کے بندوں سے اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہیے۔ اور ہر صبح بستر سے اٹھنے سے پہلے یہ عزم کر کے اٹھنا چاہیے کہ: (۱) آج خدا اپنے علم اور ارادے سے تمناوات کرے گا۔ (۲) اور اسلام اور اہل اسلام کے لیے جو ہوگا۔ کارکن کرے گا۔

شیطان اور اس کی شیطانی طاقتیں دنیا پر اپنا تسلط قریب دیکھ رہی ہیں۔ دیکھو اللہ کی تدبیر کچھ اور ہی چاہتی ہے۔ وہ اپنے بندوں کو ان کے دشمن کے مقابلے میں کامیاب دیکھنا چاہتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ رب العالمین کی مشا پوری کرنے کے لیے کمر بستہ یا بندے ہیں اور وہ جانی تو ان کی غیر معمولی طاقت سے مرعوب ہونے کے بجائے تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہو کر ہر صبح پر جہاد کا علم بندہ کریں۔



امریکا میں خفیہ و جالی حکومت

اگرچہ عنوان پر جتنے ہی آپ چونک پڑیں گے، لیکن اگلی چند سطریں پڑھنے تک مبرا نہیں تو یقین کیجیے آپ کا تعجب اور حیرت حقیقت شناسی میں بدل سکتا ہے۔ وہ حقیقت جسے آپ اپنے گروہ پیش میں دیکھتے ہیں، لیکن اس کے پس منظر سے ناواقف تھے، تیج میں آپ کو اس اور کھلی حقیقت سے روشناس کروانے چاہوں۔ امریکا کا اصل حکمران ”کونسل آف فارن ریلیشنز“ (Council of Foreign Relations) جالی خفیہ ادارہ ہے جس کا مخفی CFR ہے۔ بظاہر یہ ایک امریکی محتلف بینک ہے لیکن درحقیقت یہ امریکا میں ایک چھپی ہوئی حکومت ہے۔ ایسی حکومت جو وصال کی راہ ہموار کرنے کے لیے دنیا کے اس سب سے ترقی یافتہ براعظم کو استعمال کر رہی ہے۔ اس کے قیام میں عالمی یہودی بینکروں اور بلو بینائی صیغہ یوں کا ہاتھ تھا۔ جن میں Jacob Schiff, Paul Warburg, John D. Rockefeller, J.P. Morgan جیسے بین الاقوامی بینکر تھے۔ وہی لوگ جنہوں نے فیڈرل ریزرو سسٹم (Federal Reserve System) کے تحت امریکا کو اپنا غلام بنالیا۔ اس راز کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہمیں ”الومیناتی“ نامی اس ظلم سے واقفیت حاصل کرنا ہوگی۔

الومیناتی کیا ہے؟

الومیناتی کا قیام یکم مئی 1776ء کو ان کٹر یہودیوں کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا جو وصال کو مسیحا اور نبیات و بندگان مانتے ہیں۔ اس کا بانی Dr. Adam Weishaupt تھا جو کہ Bavaria (یہ جرمنی کا ایک سب سے مضبوط اور طاقتور صوبہ ہے) کی Ingolstadt یونیورسٹی کا ایک استاد (پروفیسر) تھا۔ یہ شخص ایسے نو کٹر یہودی تھا، لیکن بعد میں یہودیوں کی روایتی و عروغ کوئی

عالمی وچالی ریاست۔ ابتدا سے ایسا تھا۔

کے مطابق اس نے اپنا اصل مذہب چھپانے کے لیے یہتھولک مذہب (Catholic) اپنایا تھا۔
 دو ایک سابقہ "jesuit Priest" تھا جو کہ اس Order سے الگ ہو گیا تھا اور اپنی ذیہانت کی
 تنظیم بنی تھی۔ "اویمیناتی" (Iluminati) کا لفظ "Lucifer" سے اخذ کیا گیا ہے جس کا
 انجیل کے مطابق مطلب ہے "روشنی کو اٹھانے والا اور حد سے زیادہ ذہین۔" (Isaiah
 14:12) Lucifer اور حقیقت انجیل اور تواریخ میں اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔

Weishaupt اور اس کے پیروکار اپنے آپ کو چند چنے ہوئے لوگوں میں سے سمجھتے تھے۔
 ان کے زعم کے مطابق ان کے پاس یہ صلاحیت تھی کہ صرف وہی دنیا پر حکمرانی کرنے کے اہل ہیں
 اور گمراہ انسان پر ہمیں قابض کر سکتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مقصد "New Order
 Secular" کا قیام تھا۔

"New Secular Order Secorum" کا مطلب ہوتا ہے "New Secular Order"
 یہی لفظ فری مسن کے لاجز اور امریکی ایک ڈالر کے نوٹ پر لکھا ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ اگرچہ اس
 کا مقصد New World Order ضرور ہے لیکن اس کا مطلب ایک عالمی (یکلوئر) طرز
 حکومت کا قیام ہے۔

اس تنظیم سے وابستہ ہونے والے لوگوں (یعنی اویمیناتی کے نچلے درجے کے افراد) کو بتایا گیا
 تھا کہ اویمیناتی کا مقصد انسانی نسل کو قوم، حیثیت اور پیٹے سے بالاتر ہو کر ایک خوشحال خانہ ان میں
 تبدیلی کرنا تھا۔ اس کام کے لیے ان سے ایک حلف بھی لیا گیا تھا جو کہ فری مسن کے حلف کی طرح
 ہوتا ہے۔ جب تک کارکنوں کی وفاداری کو جانچ نہیں لیا گیا تھا، اس وقت تک ان کو اویمیناتی میں
 شامل نہیں کیا گیا تھا اور جب تک کوئی رکن اویمیناتی کے بالکل اندرونی حلقے تک نہیں پہنچ جاتا تھا،
 اس وقت تک اسے اس ادارے کا مقصد نہیں بتایا جاتا تھا۔

اس تنظیم کے اصل مقاصد درج ذیل ہیں:
 1۔ تمام مذاہب کا خاتمہ۔

جہاں تمام منظم حکومتوں کا خاتمہ۔

جہاں حب الوطنی کا خاتمہ۔

جہاں تمام ذاتی چاندی ہو کا خاتمہ۔

جہاں خاندانی و خانگی کا خاتمہ۔

New World Order کا قیام یا ایک "بین الاقوامی حکومت" کا قیام جسے آپ "عالمی و جہلی حکومت" کہہ سکتے ہیں۔

خطرہ یہ طور ہے اس تنظیم کے اصل مقاصد کو تمام ممبران کے سامنے نہیں رکھا جاتا تھا اور انہیں صرف اسی بات پر مہم کرنا پڑتا تھا کہ اس تنظیم کا مقصد انسانی نسل کی خوشحالی ہے لیکن ان سب میں ایک چیز سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے جس پر خود الویناتی کے ایک راہنمائے لکھا:

"سب سے زیادہ خوش آئند بات یہ ہے کہ بڑے بڑے Reformed اور Protestant فرقے کے عیسائی پادری جنہوں نے ہماری تنظیم میں شمولیت اختیار کی ہے وہ ہمیں ایک سچے اور نیا عیسائیت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔"

اس پلان کو جرمنی کے Protestant حکمرانوں کے یہاں بڑی پذیرائی ملی جس کے تحت کیتھولک چرچ کی جہاں کو یقینی بنادیا گیا تھا اور انہوں نے اس تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور ساتھ ہی ساتھ وہ فری میسنری کا تجربہ بھی لائے جس کو انہوں نے خوب استعمال کیا اور اپنے مقصد کے حصول کی کوششیں شروع کیں۔ بالآخر 16 جولائی 1982ء کی Wilhelmshad کے ایک اجلاس میں فری میسنری اور الویناتی کے درمیان اتحاد کا غم ہوا۔ اس اتحاد کی وجہ سے مسیحی دور کی تقریباً تمام مذہبی تنظیموں کو ملا دیا گیا اور ساری دنیا میں جہاں تک جہاں برتری کے لیے مصروفہ عمل 30 لاکھ سے زیادہ ہجوکار اس غصہ و جہاں مشن میں شامل ہو گئے۔ اس بھیانک اجلاس میں جو کچھ منظور کیا گیا یہ تو شاید باہر کی دنیا بھی نہیں جان سکے گی، کیونکہ جو لوگ غیر شعوری طور پر اس تحریک کا حصہ بن گئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے بڑوں سے عہد کر لیا تھا کہ وہ کچھ بھی ظاہر نہیں

کریں گے۔ ایک شریف فری میسن جس کا نام Count de virea تھا جب اس سے یہ پوچھا گیا تو اپنے ساتھ کیا خطیہ معلومات لایا ہے؟ تو اس نے شخص یہ جواب دیا،

”میں اسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں، میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس سے بہت زیادہ عقلمین ہے جتنا کہ تم سمجھتے ہو۔ اس سازش کے جال کو اتنی دلچسپی طرح سے بنا گیا ہے کہ بادشاہوں اور راجا گروہوں (کلیسا) کا اس سے بچنا ناممکن نظر آتا ہے۔“ (Webster, world

Rumination)

اس تحریک کے چند سال بعد یورپ میں یہودیوں کو محفوظ اور سکون ملنا شروع ہو گیا جس کا اس سے پہلے تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس سے پہلے غیر یہودیوں کا میسنری کی تحریک کا مقصد بٹنے پر پابندی تھی جس کو اٹھا لیا گیا، لیکن سب سے اہم فیصلہ یہ کیا گیا تھا کہ الویناتی کی تمام فری میسنری کا صدر دفتر فریکٹرت منتقل کر دیا گیا جو خود یہودی سرمایہ داروں بالخصوص بینکاروں کا گڑھ تھا۔

دنیا پر قبضے کا الویناتی منصوبہ:

یورپ کی معیشت کو پوری طرح اچھا گرفت میں لینے کے بعد الویناتی وچالیوں نے اس بات کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا کہ دنیا کو اپنا ملک بنانے کے لیے اپنے دائرہ اختیار کو پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے۔ چند بائبلوں کے بعد یہ بات ظاہر ہونا شروع ہوئی کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پوری دنیا میں جنگوں کا ایک سلسلہ پھیرنا پڑے گا جس کی مدد سے Old World Order (پرانے ورلڈ آرڈر) کا خاتمہ کیا جائے گا جبکہ New World Order (نیا عالمی نظام) کے قیام کو ممکن بنایا جائے گا۔ اس پورے منصوبہ کو واضح شکل میں البرٹ پائیک (Albert Pike) نے پیش کیا جو کہ خود فری میسنری کے Anieietn and Accepted scottish میں Sovereign Grand Commander کے درجے پر فائز تھا جبکہ یہ امریکا میں سب سے بڑا الویناتی تھا۔ اس شخص نے اپنے Guiseppe Mazzini کے نام خط میں اس طرح سے لکھا تھا (خط کی تاریخ 15 اگست 1871ء تھی)۔

عالمی وچانی ریاست، اور ریاستہائے متحدہ

”یکہلی بین الاقوامی جنگ اس لیے چھیڑنی ہوگی تاکہ زار وں کو تہہ نہایا جاسکے تاکہ اس پر اومیناتی دیشوں کی حکومت قائم کی جاسکے۔ روس کو بعد میں ایک خطرناک ملک کی شکل دی جائے گی تاکہ اومیناتی کا پلان آگے بڑھایا جاسکے۔“

دوسری جنگ کے دوران اس تنظیم سے جو کہ جرمن قوم پرستوں اور سیاسی مصیونیوں کے درمیان پائی جاتی ہے، فائدہ اٹھانا ہوگا۔ اس جنگ کے نتیجے میں روس کے اثر و رسوخ کو بڑھایا جائے گا اور ارض فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام کو ممکن بنایا جائے گا۔

جبکہ تیسری جنگ کی منصوبہ بندی اس طرح سے کی گئی ہے کہ اومیناتی ایجنٹ مسیونی ریاست اور عربوں کے درمیان اختلافات کو بڑادی جائے گی۔ یہ بھڑپ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گی اور اس کے ذریعے یہ دین و عربوں کو سامنے رکھ کر ایک انقلابی تبدیلی لائی جائے گی جس سے تمام معاشرے متاثر ہوں گے۔ اس جنگ میں لادینیات اور وحشیوں کے انقلاب کو اتنی بھیانک طرح سے دکھایا جائے گا کہ لوگ اس سے چاہہ مانگیں گے اور ان تمام چیزوں کو تہہ کرنے کی کوشش کریں گے جو ان انقلابیوں سے منسلک ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ عیسائیت اور دوسرے مذاہب کو بھی انتہاء کا شکار پائیں گے اور اس وجہ سے وہ تمام مذاہب پر چڑھ دوڑیں گے، جس کے بعد وہ خود کو مسیح راستہ Lucifer کے صاف اور روشنی بھرے راستے میں پائیں گے۔ اس طرح سے ہم ایک ہی وقت میں عیسائیت اور لادینیات دونوں پر قابو پائیں گے۔“

البرٹ پائیک کی شخصیت اور اس کے مذہب و فلسفہ کے اصول سمجھنے کے لیے ہمیں اس کی درج ذیل تحریر پر غور کرنا چاہیے جس کا نام ہے: ”Morals and Dogma“ (سنتی اور نظم یہ) اس کو اس نے 1871ء میں تحریر کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے چند احکامات ہیں جو اس نے اپنی 23 سپریم کونسلوں کو دیے تھے۔ یہ احکامات اس نے 1889ء میں Bastille Day کے موقع پر دیے تھے۔ شیطانی دماغ رکھنے والے اس شخص کی یہ انسانیت سوز تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

”حکومتِ کام کے ساتھ ہو یا بے حکام، یہ اسی طرح ناسمجھ ہو جاتی ہے جس طرح بارود کھلی فضا

میں صرف جل سکتا ہے۔ اسی طرح جس طرح بھاپ کسی ٹیکتا کوئی کے بغیر ہوا ہی میں اڑ جاتی ہے اور اپنے آپ ہی کو ختم کر لیتی ہے۔ یہ صرف تجاہد اور ضیاء ہے۔ نہ کہ ترقی اور خوشحالی۔ لوگوں کی طاقت و وجہ ہے جس کو ہمیں بہترین طریقے سے استعمال کرنا ہے اور اس کو قابو میں کرنا ہے۔ اس کو دانش و عقل کے ساتھ لگام دینا ہے۔ انسانی نسل کے چاروں طرف دستے ہونے تو ہم پر سنی و تعصب اور جہالت کے مضر مضوں کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے لیے اس طاقت کا ایک ذرائع اور قانون ہونا چاہئے جب ہی جا کر ہمیں مستقل نتائج مل سکتے ہیں اور تب ہی صحیح معنوں میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد نرم فتوحات (چھوٹی اور آسان فتوحات) کا فیہر آنا ہے۔ جب تمام طاقتوں کو ملایا جاتا ہے اور اس کو دانشوروں کے ذریعے (جو کہ روشن ذہان ہوں یعنی "Illuminated" ہوں) دھورائیں بازو کے قوانین اور انصاف کے علاوہ ایک باضابطہ تحریر اور محنت کے ذریعے لگام دہی جائے گی۔ پھر وہ انقلاب جو ہم نے نئی زمانوں سے تیار کر کے رکھا ہوا تھا شروع ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طاقت بے لگام ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انقلاب اپنے ساتھ تباہی لاتا ہے۔"

(Morals and Dogma pp 1-2)

یہ شخص اپنے خدا اور اپنے مذہب کا تعارف نہ کرواتے ہوئے کہتا ہے۔

"ہم عوام الناس سے یہ کہتے ہیں: "ہم ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ وہ خدا ہے جس پر سب بغیر توہمات کے یقین کرتے ہیں۔ شی تم Sovereign Grand Instructions General سے یہ کہتا ہوں کہ تم یہ اپنے 30، 31 اور 32 ڈگریوں کے ہائیوں کے سامنے یہ بات دہرائو:

"میسوئک (فری میسن) مذہب کے تمام اونچی ڈگری کے ممبروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس مذہب کو اس کی خاص شکل میں برقرار رکھا جائے Lucifer؛ یعنی شیطان کے نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے۔"

شیطان کے بارے میں یہ مذاکرہ شخص سمجھتا ہے۔ واضح رہے کہ شیطان کے لیے اس نے Lucifer کا لفظ استعمال کیا ہے [Lucifer کے معنی ہیں: ابلیس۔ انجیل کے انگریزی ترجمے میں ابلیس کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ راقم]

”اگر Lucifer خدا نہ ہو تو کیا Adonay [یعنی خیر کا خالق، مراد اللہ رب العالمین ہیں] جس کا کام ہی انسان سے نفرت، منافقت اور سائنس سے دور رہنے کی تلقین ہے۔ [یہاں وہ اس (یعنی شیطان کے ہاتھ میں خیر کے خالق) کے مظالم کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔] اس کے علاوہ Adonay اور اس کے پادریوں نے اس کا خاتمہ کیوں نہیں کیا؟“ (معاذ اللہ!)

”ہاں Lucifer ہی خدا ہے اور یہ قسمی سے Adonay بھی خدا ہے۔ ابدی قانون کے تحت۔ کیونکہ روشنی کا تعدد تاریکی کے بغیر ناممکن ہے، جیسے خوبصورتی کا بد صورتی کے بغیر اور سفید کا سیاہ کے بغیر۔ اسی طرح ہمیشہ کے لیے وہ خدا ہی زمرہ رہ سکتے ہیں [معاذ اللہ! اللہ میری روشنی کو بھلا! تا ہے۔ ایک صورت کے لیے بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی گاڑی میں بریک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔“ (معاذ اللہ)

”شیطانیت کا نظریہ محض ایک افواہ ہے اور سچا اور خالص مذہب Lucifer [ابلیس] کا مذہب ہے جو کہ Adonay کے برابر ہے (معاذ اللہ) لیکن Lucifer جو کہ روشنی کا خدا اور اچھائی کا خدا ہے وہ انسانیت کے لیے محنت کر رہا ہے Adonay کے خلاف جو کہ تاریکیوں اور برائی کا خدا ہے۔“ (معاذ اللہ)

اوپر دی گئی تحریر سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ فرقہ (الومیناتی) کس طرح سے شیطان کا پہچاری ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لی جانی چاہیے کہ اب فری میسنری اور الومیناتی ایک ہی ہیں۔ ایک ہی سیکے کے دو رخ ہیں۔ گویا کہ یہودیت کی تمام شاخیں واضح طور پر شیطان کا ہر کاروبار شیطان کے سب سے بڑے آلہ کار و جال کے لیے کام کر رہی ہے۔

[13] کا ایک سابق ایجنٹ Dan Smoot لکھتا ہے کہ ”امریکا میں خفیہ طور پر حکمران اس

کنسل کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، لیکن 1927ء میں جب راک فہر خاندان نے اپنی دوسری کاؤنٹیلین اور ٹرسٹ کے ذریعے اس میں وسیع بھرتا شروع کر دیا تو یہ امریکا کی سب سے طاقت ور اقتصادی کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ اس کا مقصد کہ Council of Foreign Relations ایک خفیہ یہودی ادارہ ہے، انہیں باہر سے، نکلنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اندرونی گواہی کافی ہے۔ اس کی سب سے بڑی گواہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ 1966ء میں اپنی سالانہ رپورٹ میں فری میسن کے طرز پر خفیہ نظام کار کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: "اس کنسل کا ہر ممبر اپنی دکن کے توسط سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ کنسل کے کسی دکن کے کہنے کے علاوہ اگر وہ کوئی بات جو Discussion Groups اور کھانے کی میز یا دعوت میں کچھ بھی کہا گیا ہے وہ خفیہ نوعیت کا ہے اور اس کا انکشاف کسی بھی صورت میں کسی غیر فرد کو اس چیز کی وجہ دین سکتا ہے کہ کنسل کے بورڈ اس دکن کی دکنیت ختم کر دیں۔ کنسل کے قوانین کے تحت اور اس کی آرٹیکل ایک کے تحت۔"

Council of Foreign Relation's (CFR) کے ایک بورڈ کے ڈائریکٹروں میں سے ایک نے Christian Science Monitor کو دیے گئے ایک بیان میں ستمبر 1961ء میں کہا تھا:

"CFR میں نمایاں افراد میں سفارتی، حکومتی، تجارتی، بینکروں، مزدور، صحافی، وکیل اور تعلیم کے شعبوں سے منسلک نمایاں افراد ہیں اور ان سب کو مد نظر رکھ کر امریکا کی خارجی پالیسی کا رخ متعین کیا جاتا ہے۔"

یہی نہیں بلکہ پچاس کی دہائی سے لے کر اب تک جتنے بھی اہم حکومتی مشیر اور نیوٹرونی گورنر ہیں CFR کے بھی نہ کبھی دکن ضرور تھے، خاص طور سے ہش کی انتظامیہ میں تو اس کی بھر مار ملے گئی۔ اسی طرح امریکی ایوان نمائندگان کے ایک دکن John Rarick نے 28 اپریل 1972ء میں کہا تھا:

عالمی و جانی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

”CFR“ ایک ٹیلیویشنٹ ہے جس کے افراد اپ سے مشیروں اور سیکرٹریوں کے ذریعے دباؤ ڈالتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو چپے ورتی ہے اور فیملی کر لے والوں سے اپنے مطالبات نکلاوا جتی ہے۔“

مشہور امریکی دانشور ٹرفن بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے ”CIA درحقیقت CFR کی ہی ایک شاخ تھی ہے جبکہ Franklin D. Roosevelt کے زمانے سے اب تک جتنے بھی امریکی منتظمیہ کے لوگ ہیں ان کا تعلق CFR سے ضرور رہا ہے۔“

امریکا کی کہانی، ایک خلاصہ:

آج کا شرقی یافتہ اور قابل رشک سمجھا جائے والا امریکی معاشرہ کس طرح کر دیا گیا ہے۔ اس کی اپنی سوچ نہیں، اپنا اختیار نہیں، اس کے فکرم کو کھوکھلا کر دیا گیا ہے۔ جو دشواری ہم دیکھ رہے ہیں وہ قومی سطح پر ہو یا چھ بین الاقوامی سطح پر، وہ سب اس ہوس الویناتی منصوبے کا حصہ ہے جو کہ Adam Weisaupt نے 1776ء میں پیش کیا تھا۔

یعنی نہ تو آجیے امریکہ مخالف کیونست سسٹم کے اہم رکن کی ایک پیش گوئی دیکھتے ہیں۔ ایک حیرت انگیز سیاسی پیش گوئی 1920ء کی دہائی میں Nikali Leni نے کی تھی جو کہ کیونست دس کی حکومت کا ایک اہم رکن تھا، اس نے کہا تھا:

”سب سے پہلے ہم شرقی یورپ کو کا بو کریں گے اس کے بعد ایشیا کے ممالک اور پھر ہم امریکہ کو اس طرح سے گھیرے میں لیں گے جو کہ سرمایہ داروں کا آخری قلعہ ہوگا اور ہمیں اس پر حملہ نہیں کرنا ہوگا بلکہ وہ ایک بہت زیادہ پٹے والے کھل کی طرح سے خود ہی ہمارے ہاتھوں میں گر جائے گا۔“

اگرچہ اب روس ٹوٹ چکا ہے لیکن اب ذرا اسی بیان کو اس بیان کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں جو کہ 1962ء میں وہابی ریاست اسرائیل کے پہلے صدر David Ben Gurion (ڈیوڈ بن گوریون) نے دیا۔ اس بیان کے مین اسٹور میں ”عالمی و جانی ریاست“ کے قیام کا ملام اور اس کا

خاکہ واضح طور پر بھانپا جاسکتا ہے

"سوشلسٹ بین الاقوامی اتحاد جس کے پاس ایک بین الاقوامی پولیس فورس ہوگی اور اس کا مرکز القدس (یروشلم) ہوگا۔ 1987ء میں صدر سہیل میں دنیا کا نقشہ کچھ اس طرح سے ہوگا۔ سرحدوں کا ایک قصبہ ہوگی جبکہ اندرونی دہانوں اور داخلہ علاقے کی صورت میں اس پر دست و پاؤں کی وجہ سے صورت یونین آہستہ جمہوریت کے سفر پر گامزن ہو جائے گا جبکہ دوسری طرف امریکا پر محنت کشوں اور کسانوں اور سائنس دانوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اہمیت کی وجہ سے امریکا ایک خوشحال ریاست میں تبدیل ہو جائے گا جس کی معیشت ایک Planned Economy کی طرح ہو جائے گی (رومی طرح کی) مشرقی اور مغربی یورپ میں نیم آزاد کیوسٹ اور خود مختار جمہوری حکومتوں کی شکل میں ہوگا جبکہ روس کے علاوہ تمام کے تمام ممالک ایک بین الاقوامی اتحاد کا حصہ ہوں گے جس کے پاس ایک بین الاقوامی پولیس فورس ہوگی۔ ساری فوجوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ یروشلم میں اقوام متحدہ (صحیح معنوں میں اقوام متحدہ) اور ایک پورا نظام بنایا جائے گا جس میں تمام ممالک کی یونین شامل ہوگی جو کہ ساری انسانیت کی سپریم کورٹ ہوگی تاکہ اس سے اپنے تمام اختلافات ختم کیے جاسکیں جیسے کہ Isaiah نے فوجوں کوئی کی تھی۔"

(As, pp. 58-60)

David Ben Gurion کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو امریکا اپنی اندرونی معیشت کو سہولت دینے والا سب سے بڑا ملک ہے خصوصاً زراعت کے شعبے میں۔ واضح ہے کہ اس نے یروشلم کوئی 1962ء میں ہی کر دی تھی۔ پھر اقوام متحدہ کی ایک الگ جیس کیلنگ فورس (UN Peace Keeping Force) پر بھی نظر دوڑانا چاہیے۔ "اقوام متحدہ نے عالمی نظام (New World Order) کی تکمیل نہیں بلکہ اس کی شروعات ہے۔ اس کا بنیادی کردار یہی تھا کہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں جن کی مدد سے اس سے بھی زیادہ ایک منظم تنظیم کوئی شکل دی جائے۔" یہ الفاظ اور کئی کے نہیں بلکہ آئرن ہاور کے پہلے بگڑی کے ہیں جس کا نام John

{War or Peace, Macmillan, 1950 page 40}

UNO کی تمام ایجنسیاں خاص طور سے ایک ہی مقصد کے لیے کام کرتی ہیں یعنی New World Order کے قیام آگے بڑھایا جائے۔ اسی طرح خلق کی جنگ میں جو کہ (1990-91ء) میں لڑی گئی تھی امریکی صدر جارج بش نے اس وقت صاف صاف کہا تھا کہ وہ نئے عالمی نظام اور اس کے مقصد کو آگے بڑھائیں گے۔ گویا اب ہمیں صاف صاف پتا چل گیا ہے کہ اس انتشار اور غیر یقینی صورتحال کی وجہ کیا ہے؟ آج جو کچھ ہم آئیسویں صدی میں دیکھ رہے ہیں، بیسویں صدی میں اس کی پوری پلاننگ کی گئی تھی۔ انسانی ریورز کو ایک لمبے دورانیے کے قومی اور بین الاقوامی بحرانوں کی طرف ہلکایا گیا تاکہ نئے عالمی نظام New World Order کو قائم کیا جاسکے۔

الومیناتی کے رہنما تھورے ہیں جنکین ان کا گروپ بہت زیادہ طاقتور ہے جس میں بین الاقوامی بینکر، سرمایہ دار، سائنس دان، عسکری اور سیاسی رہنما، تعلیم کے ماہر اور معیشت دان شامل ہیں۔ یہ سب مل کر لوگوں کو سیاسی، مذہبی، نسلی، معاشی اور مذہبی گمراہیوں کی بنا پر بانٹتے ہیں۔ وہ ان گمراہوں کو ہتھیار بھی دیتے ہیں اور پیسہ بھی تاکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں اور آپس میں لڑ پڑیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسانیت اپنی تباہی کی طرف خود چلی جائے اور یہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ تمام دینی اور سیاسی ادارے تباہ نہ ہو جائیں اور گمراہی کا اقتدار بڑا شرکت خیمے ان کے پاس نہ آجائے۔

اگر کوئی اس سب کو یہودی سازش کے طور پر سمجھتا نہیں بلکہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حقیقت کو چند لحاظ میں سمیٹ دیا جائے۔ یہ واضح طور پر ایک شیطانی سازش ہے اور زمین پر اس سازش کے نمائندے یہودی ہیں کیونکہ اس کو بنانے والے Warburg, Karl Mara, Weishaupt خاندان Jacob Schiff, Roths Childs وغیرہ سب کے سب یہودی تھے۔

بین الاقوامی سازشوں پر کھینے والے زیادہ تر محققین سے سب سے بڑی غلطی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے دشمن کی فطرت صحیح معنوں میں بیان نہیں کرتے۔ دنیا کے زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ ایسی جنگ جتلاتے ہیں جو ان کے خون اور گوشت (یعنی ہڈیوں) کے خلاف ہے جبکہ وہ اس بات کو مسترد کر دیتے ہیں کہ ان کا اصل دشمن شیطان اور اس کے شعلہ فکروں کا جھنڈ ہے جو کہ اس دنیا میں اندھیروں کے بادشاہ اور برائی کے مرکز، مجور و جاہل آدمی کی مطلق العنان حکمرانی کے لیے کام کر رہا ہے۔

اسی غلطی کی وجہ سے امریکا کے معتدل مزاج لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سازش کا مقابلہ محبت و امن کی اس وقت کر سکتے ہیں جب وہ کانگریس کا کنٹرول دوبارہ حاصل کر لیں اور سب سے پرہیزگار و انجمنی طریق سے علم رکھنے والے، انجمنی ذہنیت والے سیاسی رہنما جنہوں نے اس پر کام بہت پہلے سے کیا ہوا ہو، اس عالمی نظام اور سازش پر پوری طرح سے حملہ کر دیں۔

انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ دو ایک سیاسی یا پھر کئی مادی دشمن کا مقابلہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا اصل دشمن تو شیطان (Satan) یا ابلیس ہے جو کہ اوہیاتی کا خدا ہے۔ اوہیاتی ایسی سازش ہے۔ بہت بڑے درجے پر اس ایسی سازش کے پانچوں کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ ابلیس سے برا اور استراحت دینے میں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہ خفیہ شیطانی تنظیموں کے مختلف درجوں سے گزرتے ہوئے اب دجال کے کارندے کہلاتے ہیں اور دنیا کو ایک زبردست بحران کی طرف لے جانے کی سبوتاژ کو شش کر رہے ہیں تاکہ اس کی حد سے اپنے چھوٹے خدا کی حکمرانی کی راہ ہموار کریں۔ یہ شیطانی طاقت جس میں بدی ہی بدی ہے، اس کو صرف ایک روحانی قوت ہی توڑ سکتی ہے جس کے پاس اس سے بھی زیادہ اختیار اور طاقت ہو اور اسے شبہ ہے کہ عظیم شیطانی طاقت کے حامل ملعون شخصیتوں، ابلیس اور دجال کے مقابلے کی ملاقات اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو دی ہے۔ محبت، امن اور مختلف مزاج امریکی ہوں یا کوئی اور، اگر وہ اس سازش کا توڑ کرنا چاہتے ہیں، جس نے امریکا کو اور اس کے قریب سے پورے کرہ ارض کو جکڑ لیا

عالمی و چالی رہا ہے، ابتدا سے انجام تک

ہے اور جو صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں، پھر سے عالم انسانیت کے خلاف بھی ایک منصوبہ ہے۔
 انہیں من روحانی شخصیتوں کی پیرائی کرنا پڑے گی جن کے ہاتھوں اللہ رب العزت افسوس کو اس
 عظیم فتنے سے نجات دلائے گا۔ انہیں سچے سچ (سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر صحیح ایمان لازم
 ہوگا۔ وہ سچی سچ جو آخری سچے نبی پر ایمان لانے کی دعوت دے گا اور اس کے امتوں کی قیادت
 کرتے ہوئے چارویں دنیا کو ایک مہمناشا اور دلائلِ گواہی کے ساتھ مددے گا۔



دجالی ریاست: مشرقی و مغرب کی نظر میں

جبکہ دجال و دجالی نظام یا دجالی ریاست کا ذکر کیا جاتا ہے تو بعض لوگ اسے ”تدہبی زود حسی“ یا ”ارواحانی حساسیت“ قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ایک ناقابل توجہ یا ناقابل ذکر چیز کو غیر معمولی اہمیت دے جانے کا غیر ضروری اور غیر مفید فعل ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے حضرات نہ حدیث شریفہ سے رجوع کرتے ہیں جو انہیں فتنہ و جال سے اس اہمیت اور اتنی تاکید کے ساتھ آگاہ کرتی ہے کہ مسیحین یوں سمجھتے تھے کہ یوہنا ہم مسجد سے نکلیں گے تو خرد و جال کا واقعہ ہو چکا ہوگا اور نہ یہ حضرات اپنے گروہ و پیش میں دجالی علامات و دجالی اصطلاحات و دجالی بیانات اور دجالی اخلاقیات کو کافر مادہ سمجھتے ہیں جو برائے ہمیں چونکا کر رہی ہیں کہ دجال کے لیے ایسا ہموار کرنے کا فعل تیار ہوا جا رہا ہے۔ ایسے قارئین کے لیے ہم نے زیر نظر کتاب کا یہ حصہ مخصوص کیا ہے تاکہ وہ حقیقت کو دہم اور سر پہ آچٹکے نظر سے کو دور و راز کی نگاہیں قلم نہ دیں۔ فتنہ و جال سے آگاہ نہ ہونا اور اس کی زبردست مقابلت کے لیے تیار نہ کرنا ہمارے خوراس فتنہ میں ہٹکا ہونے کی علامت ہے۔ فتنہ گروہ یا اسباب کی تسلی و تشفی کے لیے یہاں مشرق اور مغرب سے ایک ایک تحقیق پیش کی جا رہی ہے جس میں صاف طور پر اور کھل کر عالمی نظام حکومت کو ”عالمی دجالی ریاست“ کا بیورو پرست قرار دیا گیا ہے۔ مشرق کے اہل علم و تحقیق میں سے ہم نے جو مقالہ چنا ہے وہ مابین ”فکر و نظر“ میں ”اسرائیل سے اسرائیل تک“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ مقالہ نگار ڈاکٹر ابراہیم الدین (شہید علوم اسلامیہ و اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور) کے ذوق تحقیق اور اسلوب نگارش کو تحسین پیش کرتے ہوئے ہم فکر نگاری کے کمرے چند بات کے ساتھ ان کی یہ بہترین کاوش یہاں پیش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایک مغربی مصنف کی کتاب کی تلخیص میں ہمارے دعوئی کا بہترین ثبوت ہے۔

معرکہ عشق و عقل

انبہدام اور قیام:

معرکہ عشق و عقل جاری ہے۔ خدا پرستی اور مادہ پرستی آمنے سامنے ہیں۔ رحمان کے بندوں اور دجال کے پیلوں کے درمیان معرکہ عشق و عقل اپنے عروج پر پہنچا چکا ہے۔ دو معرکہ — جو ازل سے آہم اور اہمیس، ابراہیم اور غریب موسیٰ و فرعون میں جاری ہے۔ — زوردار انداز میں لہر پیا ہو چکا ہے۔ اس کی چڑکاہٹاں سکتے سکتے شعلہ بن گئی ہیں۔ یہ شعلے بھڑکتے بھڑکتے منقریب آتش فشاں بن چائیں گے۔ اور پھر — پوری دنیا — وحانیت اور مادیت، روحانیت اور دجالیت کے درمیان پیا ہونے والی اس جنگ کے شعلوں میں لپیٹ دی جائے گی جس کی تگ — عدل میں لگی ہوگی لیکن اس کی روشنی سے شام میں اٹھنوں کی گردنیں نظر نہیں آئیں گی۔ ”و جانی ریاست“ کے انبہدام اور ”رحمانی ریاست“ کے قیام سے پہلے اس معرکہ کا میدان جھنڈا ہے۔

اختتامی اور انتظامی بنیاد

عصر حاضر میں اس روایتی معرکہ کی نئی بنیادیں ہیں۔ اختتامی بنیاد کا ذکر کتاب کے شروع میں ہو چکا ہے۔ اختتامی بنیاد کا تذکرہ یہاں کتاب کے آخر میں کیا جاتا ہے۔ اس معرکہ کی جس میں روحانیت اور مادیت آمنے سامنے ہیں، ایک بنیاد اس وقت بنی کہ جب خلافت عثمانیہ کے سقوط کے لیے دجال قوتیں مل کر دہرنگا رہی تھیں اور اس غرض کے لیے ارض حرمین کو اس کی سرپرستی سے نکالنا چاہتی تھیں۔ جب تک خلافت کو حرمین کی خدمت کی سعادت حاصل تھی تب تک چربی دنیا کے مسلمان اس اپنا سر پرست اور اپنے بے آسرا سروں پر سائبان سمجھتے تھے۔ تاہم دجال کا اتحاد اس کوشش میں تھا کہ حرمین شریفین پر دہر خلافت عثمانیہ کا سایہ نہیں رہتا تو القدس لینا بھی

عالمی، جهانی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

آسمان ہو جائے گا۔ بیت المقدس کے تختوں میں موجود مقدس چنان کے گرد و جال کا قعر مہارت
تقریر کرنے کے لیے ضروری تھا کہ عثمانی سلاطین کی جگہ جمہوری حکمران یا عاقلانی بادشاہتیں قائم
ہو جائیں۔ جب یہ سازش کامیاب ہوئی تو "اباوالخرمین" عثمانی خلفاء کے ہاتھ سے ہاتھ دے۔
سرزمین تجار میں عثمانی خلافت کی جگہ سعودی مملکت قائم ہوگئی۔ خلیفہ المسلمین پوری ملت اسلامیہ
کے مفاد کا محافظ ہوتا ہے جبکہ "جال الملک" اپنی مملکت کی حدود میں اپنے اقتدار کے تحفظ کو اولین
ترجیح دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان اقتدار پرست ترجیحات کے باوجود جلال الملک صاحبان
کو نہ جلال باقی ہے نہ ملک۔ ان کا جلال اس دن رخصت ہو گیا جب ان کے ملک میں مال آیا تھا
اور وہ کھجور اور روزہ والی بغاوتوں کی زد میں آئے تیل اور گیس کی آمدنی سے حاصل ہونے والی
سہولت پسندی کے عادی ہو گئے تھے۔

ارض مقدس سے ارض مقدس ملک۔

تاریخ کا رخ موڑ دینے والا یہ دن 1939ء کے موسم گرما میں اس وقت آیا جب سعودی
عرب کے مشرق میں "احسان نامی" قیام پر ایک کنوینشن کی تصدیق ہوئی تھی۔ اس تصدیق سے قبل
ارض زمین "وادی غیر ذی ارض" تھی۔ یہاں مادیت نہ تھی، روحانیت ہی روحانیت تھی۔ اس
تصدیق کے بعد یہاں مادیت پرستوں کا حتمی گنا شروع ہو گیا۔ ان کو اپنے دیہاتی منصوبوں کی
حکمیتوں کے لیے دوسرا یہ چاہیے تھا وہ یہاں کی مقدس سرزمین کی نشیبی رنگوں میں دوڑ رہا تھا۔ ان کی
اس پر حریفانہ نظر تھی۔ اصل کی حد ملاحظہ فرمائیے کہ قلمی منش اہل اسلام کی دولت سے دشمنان
اسلام کے دیہاتی مشن کو فراہم جاری رکھنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ یہ پچھلی صدی کی چوتھی
دہائی کی بات ہے۔ ان دنوں و جال کے کارندے ایک طرف تو ارض مقدس (سرزمین معراج) پر
دیہاتی ریاست کے قیام کے لیے کوشاں تھے اور دوسری طرف ارض مقدس (سرزمین اسلام حرمین
شریفین) تک پہنچنے کے لیے یکجہ کی اس بے پایاں دولت کے حصول کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے
تھے جس کے متعلق ان کا اندازہ تھا کہ اس کا حصول انہیں زمین پر ناقابل شکست بنا دے گا۔

ساحلی وہابی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

وہابیت کے استحکام کے لیے ان دو منصوبوں کے واسطے میں جو سب سے بڑی رکاوٹ تھی یعنی خلافتِ خلائیہ اس کے سقوط کے لیے وہ اپنے حکمرانوں کو تیار کر رہا تھا۔ ان کو علم تھا کہ اب ان کے سامنے "خطیہ المسلمین" نہیں جو عالمی اور اتحادی وسیع سوچ کا نالک اور ارضِ اسلام کے بچے بچے کا محافظ ہے اب ان کے سامنے مقامی اور سطحی سوچ رکھنے والے قبائلی عرب سردار ہیں جنہیں "جبالہ الملک" اور "خادم النحرین" کے عظیم القاب سے ملقب کر دیا گیا ہے۔

محسود عرب اور حاسد عرب

وہ زوال کے آخری عثمانی سلطان بھی، جیسے بھی تھے لیکن انہیں نہ موجبِ ملت اور اتحادی فرائض کا پاس تھا، لہذا انہوں نے قبرصوں میں ڈوبے ہوئے کے باوجود سرزمینِ فلسطین کی خاکِ مبارک سے یہ دو کو ایک جنگلی دینے سے بھی انکار کر دیا تھا، جبکہ سقوطِ خلافت کے بعد سرزمینِ اسلام کے کلترے بن جلیل العظمہ، پاسانِ ملت میں ہائے گئے تھے، ان کی اولوالعزمی اور ملت سے پائیدار استواری کا یہ عالم تھا کہ القدس تو کیا وہ ارضِ حرمین میں جہاں صدیوں سے کسی غیر مسلم کی پرچھا نہیں نہ پڑی تھی وہاں تیل کی شیدائی یہودی خلی نیشل کمپنیوں کے ابدکاریوں کو بھی نہ بدلوں مار چکا ذاتی حفاظت میں لیے لیے پھرتے تھے۔ اس مجہم تجربے کی دلدور تفصیل کے لیے ہمیں "کنواں نمبر سات" کی روداد تک جانا ہوگا۔ تو آئیے "کنواں نمبر ایک" سے بات شروع کرتے ہیں۔ یہ کنواں پینے کے پانی کے لیے نہیں کھودا جا رہا تھا۔ اس ویران صحرا میں پانی کا تصور ہی نہ تھا۔ یہ کنواں "سونے کے پانی" کی دریافت کے لیے کھودا جا رہا تھا۔ سونے کے اس پانی کا رنگ نہ پانی والا تھا نہ سونے والا۔ یہ تو کانِ سیا تھا، لیکن یہ پانی کی طرح آبِ حیات بھی تھا اور سونے کی طرح کارزارِ حیات میں کام آنے والا سیال سرمایہ بھی۔ اس کی دریافت نہ ہوئی تو عرب لوگوں کے دودھ اور کھجوروں کی توانائی والی روایتی زندگی گزارنے سے رہتے۔ جس دن سے یہ دریافت ہوا عربوں سے فطری زندگی جاتی رہی۔ یہ زندگی اب صرف قبائلی ہتکتوں کے پاس ہے۔ اس لیے عرب سے دنیا بھر کو حسد تو ہے لیکن محسود عرب، حاسد عرب کے چنگل میں ہیں۔

عالمی و جانی راستہ، ابتدا سے انتہا تک

ہم کو غلوں سے بھی دنیا کو کمزور سے بھی اور ان میں بھی محسوس ہے، لیکن وہ حاسدین کے چنگل میں نہیں۔

تین جزاں شہروں کی کہانی:

آپ کو شاید یہ ہے مافی اور سب دہلیا باتیں سمجھ آئیں گی۔ اس لیے تین جزاں شہروں کی کہانی آپ کو سناتے ہیں جہاں عربوں کی ہندیا، احمد و بغض کی آگ پر پکائی گئی تھی۔ سعودی عرب کے مشرق میں ”الجزیرہ“ کا لفظ عالم خوانی کے قریب یاد رکھیں تو انہیں ایک نکتہ سمجھنے میں آسانی رہے گی (گوربت کی سرحد کے قریب سعودی عرب کے تین جزاں شہر واقع ہیں۔

(1) ظہران (جسے دہران بھی کہتے ہیں) (2) انظر اور (3) امام۔ یہ چندی اسلام آباد یا کوئٹہ حیدر آباد کی طرح قریب قریب واقع ہیں۔ ظہران سے انظر دس کلومیٹر ہے اور امام انظر و کلو میٹر۔ تینوں کے بیچ میں دہران یہ صاف شفاف، وسیع اور کشادہ سرزمینیں ہیں جن کی بدولت چند منٹ میں

ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچا جاسکتا ہے۔ ان تین شہروں کے نیچے تیل کا سمندر موجود ہے۔

یہاں انتہائی موجود ہے کہ بقیہ پوری دنیا میں موجود تیل کا غالب حصہ اس کے ایک کنویں میں آسکتا ہے جس کا نام ”کنواں نمبر سات“ ہے۔ یہ تیل عالم اسلام کے سرگزشتین اسلام، ارض حرمین کی ملکیت ہے لیکن اس کے مالکوں کو نہ یہ اختیار ہے کہ اسے نکال لیں، نہ یہ قدرت ہے کہ اس کی قیمت طے کر لیں اور نہ ہی یہ حیثیت ہے کہ اس علاقے میں آزادانہ آجائیں۔

شمال کا نقشہ

جب بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے تیل کی تلاش شروع ہوئی تو کسی غیر مسلم کی ہمت نہ تھی کہ ارض مقدس میں آمد و رفت کرے۔ اس وقت ارض اسلام خاص روحانی مرکز تھی جہاں مادیت پرستی کا سایہ نہ پڑا تھا اور نہ یہاں دجال کے کارندوں کے قدم لگے تھے۔ ڈائریکٹ آف پاکستان بحرانہ بیرونی نے حکومت سعودیہ کے بانی، شاہ عبدالعزیز کی سواں سالگرہ ہے جو حکومت سعودیہ کے شاہی فریق پر چھپی ہے۔ اس کے صفحہ 404 سے لے کر 407 تک دو تصاویر ہیں جن

سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کا تعلق

میں ان امریکیوں کو روایتی عرب لباس میں ملبوس دکھایا گیا ہے جو یہاں تیل کی تلاش کے لیے آئے تھے۔ کیونکہ مغربی لباس میں کسی شخص کی آمد کا اس علاقے میں تصور بھی نہ کیا جاسکتا تھا۔ آرا کو آئل کمپنی کے یہودی ڈائریکٹر نے اس کشمکش کا کسی حد تک نقشہ کھینچا ہے جو اس وقت کے مسلمانوں اور امریکیوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

”ہم سے تیل نکالنے کا معاہدہ کر کے ابن سعود نے جانی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ کیونکہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں کسی غیر مسلم نے قدم نہیں رکھا تھا۔ صحرا کے بدوؤں کے لیے کسی کا فرقہ اس علاقے میں قدم رکھنا نہایت خطرناک تصور کیا جاتا تھا، لیکن شاہ عبدالعزیز نے نہ صرف ہم سے تیل کا معاہدہ کیا بلکہ ہمیں وہ تحفظ دیا جس کا ہم اپنے ملک میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔ ہمارے بارے میں عربوں کو جو شکوک تھے، وہ بھی حقیقت پر مبنی تھے۔ اس لیے کہ ان دنوں عالم اسلام اور عالم عرب کے زیادہ تر ممالک مغربی کونیایں تھیں۔“

بعد کے وقت نے بتایا کہ مسلمانوں کے شکوک و شبہات درست تھے۔ اس پر اس علاقے کو بھی امریکا اور برطانیہ نے اپنی کالونی بنالیا ہے اور یہ آرمو مملکت سعودی عرب کا حصہ ہوتے ہوئے بھی استعمار کے ماتحت ہیں۔ جب شروع شروع میں تیل نکالنا شروع ہوا تو تیل دریافت کرنے والی امریکن کمپنی ”اسٹینڈرڈ آئل کمپنی“ کو ”عربین اسٹینڈرڈ آئل کمپنی“ کا نام دیا گیا۔ بعد میں جب مستحکم بنیادوں پر کنوؤں پر گرفت مضبوط کر لی گئی تو وہ نام دیا گیا جو پوری دنیا زبان زد عام ہے یعنی ”عربین امریکن آئل کمپنی“ (ARAMCO)۔ اس علاقے میں تیل کی تلاش کی کہانی بھی دلچسپ ہے۔

تیل نکالنے کے بارے میں آرا کو نے جو تاریخ لکھی ہے اس کی ایک جھلک یوں ہے:

”تیل کی تلاش 1933ء میں شروع ہوئی۔ وہ امریکی ماہرین جو اس مہم میں شرکت کے لیے آئے تھے، انہوں نے ذرا حیاں بڑھا رکھی تھیں اور لمبی لمبی قمیص پہنے ہوئے تھے۔ [عربی لباس میں ملبوس ان امریکیوں کی تصویریں مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ 407 پر دی گئی ہیں۔] شاہ عبدالعزیز نے اپنی

خاص پولیس کے ذریعے ان کی حفاظت کی ڈیواری لے لی تھی تاکہ بدو ان کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ سب سے پہلے جس جگہ تیل تلاش کرنے کا کام شروع کیا گیا، وہاں سے کچھ نہ ملا۔ اس کام سے لیے نہ صرف یہ کہ تمام آلات امریکا سے منگوائے گئے بلکہ کھانے اور پانی کے مادہ صابن اور تمام متعلقہ سامان بھی امریکا سے منگوایا گیا تھا۔ پہلے تین جگہوں کی نشاندہی کی گئی لیکن تیل نہ نکلا۔ دوسری طرف وہ جس طرز زندگی سے دوچار تھے وہ اس سے بھی زیادہ مشکل تھی لیکن بہر حال کوشش جاری رہی۔ امریکیوں نے بھی نہایت حوصلہ اور صبر سے کام لیا۔ پہلا کنواں جن حالات میں کھودا گیا اس کی تفصیل بہت مشکل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے کنویں میں ناکامی کے بعد دوسرا کنواں کھودا گیا، لیکن اس میں بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تیسرے کنویں کی کھدائی میں ان کو یقین تھا کہ کچھ ملے گا۔ اس وقت اس پر ہزاروں ڈالر خرچ ہو چکے تھے۔ درگروں کے رہنے کے لیے شروع میں ٹیمے بونے تھے۔ گری بھی اسی تھی کہ جس سے چرے جھاس جاتے تھے۔ بعد میں ریاض کے بکے گھروں کی طرح چھوٹے چھوٹے گھر بنائے گئے۔ یہ گھر بطور آثار قدیمہ آج بھی موجود ہیں۔ تیسرے کنویں کے کھودنے کے بعد اتنا پتا چلا کہ تیل تو ہے لیکن اتنا ہے جس کے لیے اتنی تکلیف برداشت نہیں کی جاسکتی ہے۔ تیل نکالنے والی کمپنی کے اعلیٰ حکام کو شک ہوئے گا۔ لیکن ان میں صبر کا مادہ تھا۔ چونکہ تیل کی تلاش میں کام کرنے والوں کے زیادہ عرصہ رہنے کی وجہ سے وہ یہاں کی آب و ہوا سے خاصے مانوس ہو چکے تھے اس لیے گھبراہٹ نہیں۔ چوتھا کنواں جس جگہ کھودا گیا وہ پہلی جگہوں سے مختلف تھا لیکن تیل جس کے لیے اتنی امیدیں وابستہ کی گئی تھیں وہاں نہ نکلا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا کمپنی فلاپ ہونے کا انداز کرے؟ جو کچھ خرچ کر ڈیا تھا وہ تو بوجھ کا تھا۔ چنانچہ امریکا میں موجود کمپنی کے کراس وچرنگ حکام کی میٹنگ ہوئی۔ 1937ء تک جو خسارہ ہو چکا تھا وہ تیس لاکھ ڈالر کا تھا لیکن انہوں نے کام جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے سٹے ماہرین کو بھیجا اور کمپنی میں کام کرنے والوں کو نئے ٹنلر ٹیکٹ اور فوائڈر دیے تاکہ وہ کام جاری رکھ سکیں۔ ان حالات میں پانچواں کنواں کھودنے کا کام شروع ہوا۔ ماہرین کے پاس جو تجربہ اور کمال تھا وہ سب اس میں

جھونک دیا، لیکن اس کا بھی وہی نتیجہ نکلا، چاہم وہ ناامید نہ ہو سکے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک تفریقی کوشش اور کی جائے تاکہ اگر تیل نہ ملے تو حسرت بھی باقی نہ رہے۔

اس دوران انہوں نے ایک وقت میں دو کنویں کھودنے کا فیصلہ کیا۔ یہ چھٹا اور ساتواں کنواں تھے۔ ماہرین کے علاوہ کمپنی کے اعلیٰ حکام بھی کھدائی کی معلومات حاصل کر رہے تھے۔ چھ کنویں سے بھی کچھ نہیں ملا۔ جس سے ان کی ناامیدی میں مزید اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ ظہران اور کبلی فورنیا کے درمیان یہ گمان ہونے لگا کہ کسی وقت بھی علم آسکتا ہے تیل کی تلاش بند کر گئے واپس آجائو۔ اچانک اطلاع ملی کہ کمپنی کے ڈائریکٹر جنرل خود آ رہے ہیں اور یہ بھی کہ کمپنی کے اکاؤنٹ میں ڈائریکٹر امریکہ سے منتقل ہو چکے ہیں۔ تپ سامان بھی روانہ ہو چکا ہے۔ لیکن ساتویں کنویں کو ابھی پوری طرح کھودا بھی نہ گیا تھا کہ ایک مجرور ہوا، جس سے امریکیوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ زمین سے خزاں اٹاٹلی پڑا، راتنا تیل نکلا، جس پر خود امریکی حیران و حیران تھے۔ یہ مارچ 1938ء کی بات ہے۔ اب تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ صرف کبلی فورنیا کمپنی کے لیے حیران کن تھا بلکہ پورے جزیرہ نمائے عرب کے لیے ایک مجرور تھا۔ یہ کنواں آج بھی سات نمبر سے پکارا جاتا ہے۔ 1933ء سے 1938ء کے آخر تک ان پانچ سالوں میں 575 ہزار بیرل تیل نکال لیکن صرف 1939ء میں 39 لاکھ 34 ہزار بیرل نکالا گیا۔ یعنی گزشتہ پانچ برس سالوں سات نکلا۔ یہ مقدار (1940ء میں پچاس لاکھ 75 ہزار بیرل اور 1945ء میں یہ 2 کروڑ 13 لاکھ 11 ہزار بیرل تک پہنچی۔ دنیا میں جہاں تک بھی تیل دریافت ہوا ہے یہ مقدار سب سے زیادہ ہے۔ 1946ء میں 99 لاکھ 66 ہزار بیرل ہوا یعنی سات لاکھ 66 ملین بیرل، 1947ء میں آٹھ کروڑ 98 لاکھ 29 ہزار بیرل یعنی نوے ملین بیرل ہو گیا۔ یہاں سے نصف تیل، بلکہ تیس بھی نکلی۔“

دہائی ریاست کی تقسیم:

یہاں سے امریکیوں کو (امریکیوں نے آبادی میں دہائی بیوروں کو) صرف تیل اور تیس ہی نہ ملا بلکہ دنیا پر حکومت کی چابی اور عالم اسلام کے خزانوں تک رسائی کا وسیلہ بھی ہاتھ آ گیا۔

ساتھ ہی روحانی مرکز (ارض حرمین) میں وٹو واٹو اور یہاں کی دولت لوٹ کر و جهانی ریاست کی تعمیر و تشکیل کا ہوتا ہے۔ ایسی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب ایک طرف وہ "ارض مقدس" میں و جهانی ریاست کی بنیادیں رکھ رہے تھے اور دوسری طرف وہ "ارض مقدس" کی دولت کو ان بنیادوں میں اٹھیل کر و جال کے "قصر صدارت" کو استحکام دے رہے تھے۔

امریکی یا برطانوی جب کہیں جاتے ہیں تو اپنی تہذیب اور انداز زندگی ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ جب کوئی پرہیزگاری شروع کرتے ہیں تو پہلے وہاں اپنی کالونی بناتے ہیں۔ اپنی ہستی تعمیر کرتے ہیں۔ اس میں ان کا اپنا سلیب ریفی سسٹم، اپنی وی اسٹیشن، تفریحی سرائے اور امریکی تہذیب کے جملہ لوازمات جمع جملہ سہولیات مہیا کیے جاتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اس میں سب کچھ ان کا اپنا ہی ہوتا ہے۔ یہاں تو سولے کا دریا بہتا تھا، لہذا سوچا جاسکتا ہے کہ انہوں نے یہاں کیا کچھ نہ تعمیر کیا ہوگا؟ جنگل کے سربراہ کی مرضی ہوتی ہے کہ اندازے یا بچے جنے۔ یہ دنیا انسانوں کا مسکن نہیں۔ حیوانوں کا بیڑا بن گئی ہے جس کا سربراہ امریکا ہے۔ بتے سونے کی اس "سہیلی" سر زمین میں کسی غیر ملکی کو کیا معزز و معبودی باشندے کی مجال نہیں کہ قدم رکھ سکے۔ امریکی حکمرانی مرضی ہے جتنا تیل نکالیں یا اس کی جو قیمت مقرر کریں و مقرر رہی نہ کریں، لہذا سلیب ریفی کے اخراجات میں یا سعودیہ کو جو ضرورت فراہم کیے گئے زائد ایجاد اسلیب کی قیمت میں لگائیں۔ دنیا میں جس ملک کی جتنی برآمدات ہوں اس کی کرنسی کی قیمت اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے۔ سوائے "حدی عرب" کے کہ اس کا جتنا تیل بھی باہر جائے و جهانی سامراج کی طرف سے یہ طے ہے کہ اس کا کوئی تعلق اس کی کرنسی کی قدر سے نہیں ہوگا۔ اندازہ لگائیے مسلمانوں کی دولت کی تلخیت سے مسلمانوں کے سکھوں میں کتنا آ رہا ہے؟ مسلمانوں کی سادگی اور کمالی نے انہیں کس طرح بے بس و بے ہمت بنا رکھا ہے؟ امریکا کے شہروں اور دیہاتوں میں روشنیوں کی چکا چوند ہے جبکہ عالم اسلام میں قحط ہے و غربت ہے، جہالت ہے۔ بد حالی اور پسماندگی ہے۔ دوسری طرف امریکا کے اپنے تیل کے زائد محفوظ ہیں اور وہ عالم اسلام کے تیل کے ذخائر سے بے دھڑک استفادہ کر رہا ہے۔ بات

مالی و چالی ریاست، اہلدار سے الگ ہو گیا

صرف انہیں تک ہوتی تو کچھ کم قہر ناک نہ تھی، حتم ہمارے حتم یہ ہے کہ دچالی استعمار چاہتا ہے شرقی اور مغربی سعودی عرب کو الگ الگ کر دے۔ شرقی میں تلک کی دولت ہوگی، درو حانیت نہیں۔ اور مغرب میں مسلمانوں کے روحانی مراکز ہوں گے، دولت نہ ہوگی۔ اس طرح دچالی ریاست کی تشکیل آسان ہوتی جائے گی اور روحانی ریاست کا مرکز تقسیم ہو کر کمزور ہوتا جائے گا۔ جب یہ کمزور ہو جائے گا تو مکہ و مدینہ کو "آزاد شہر" قرار دینے کا غرہ بلند کر کے یہاں بھی "دجال کے ہرکارے" اپنی آیت جاوٹ لگا لیں گے۔ جو کہ سے خیر تک انہوں نے ہزاروں آئینہ زمین خرید کر رکھی ہے، شیر میں اپنی دوبارہ وہابی کا جشن و جنگ فوج کے بعد ملنا چکے ہیں، ان مقدس شہروں میں بھی وہ بھیجیں بدل کر آجایا لگائے ہوئے ہیں، اس کے اثرات عرب معاشرے پر کھلم کھلا دیکھے جاسکتے ہیں۔ جب حد انخواستہ تکلی آ زلوی مل جائے گی تو ان کی کارستانیوں کیا کچھ حتم نہ دھانسیں گی، اس کا اندازہ لگا یا جاسکتا ہے۔

حرمین شریفین کی طرف پیش قدمی کی اس دچالی ہم کا آواز "القدس" کو آ زاد شہر بنانے کا نعرہ بلند کر کے لیا جاتا ہے۔ جب "حرم ثالث" پر اس پہانے دچالی تسلط تسلیم کر لیا جائے گا تو حرم اول و ثانی، ارض مکہ و مدینہ (حرمہما اللہ تعالیٰ) کی طرف تائب نظریں کھل کر اچھٹا شروع ہو جائیں گی۔ یہ ہے مرحلہ وار منصوبہ اور یہ ہے وہ مل پرستوں کی زہریلی تونہ نہیں۔

تایپاک آ زادوں کا علاج:

وہل میں اتھڑی ان تایپاک آ زادوں کا علاج سہولت پسند ہو جائے، اسے عرب کے پاس نہیں، اس کا علاج افغانستان کے کیمساروں میں بسنے والے ان کالی پٹری والوں کے پاس ہے جس کے پاس عرب شہزادوں نے جلاوتی ہے اور جہاں سے اٹھنے والا لشکر حرمین سے ظہور کرنے والے اس عرب شہزادے کا ساتھ دے گا جو تیج سنت اور صاحب تہذیب مجاہد ہوگا اور جس کا ساتھ صرف وہی شخص دے سکے گا جس نے شرقی شہادت سے سرشار ہو کر جلاوتی سبیل اللہ کے لیے صدق دل سے امیر کی غلاب اور اس کا ساتھ دینے کا عزم کیا ہوگا۔ دنیا کے اسلام میں سے کسی نے

عالمی و جہاں ریاست، اہلکدہ سے اچھے ملک

سائنس و ٹیکنالوجی میں مہارت کو ترقی کا ذریعہ سمجھا، کسی نے اقتصاد و معیشت کی بہتری کا رونا مارا، کسی کو یہ دور میڈیا کی جنگ کا دورہ نظر آیا، یہ سب کے سب مغرب کا تعاقب کرتے ہوئے ترقی کا راز اس دشمن کے نقش قدم کے تعاقب میں تلاش کرتے رہے جو ان سے پانچ سو سال آگے تھا، جب کہساروں کے ان غلط دستوں نے جہاد کی ٹیکنالوجی، انجمنیت کی معیشت اور ایمان و عزت کی جنگ میں دماغ اندوار کو گرفتار کر دیا کہ ان ساری چیزوں میں ترقی ضمنی اور ثانوی درجے کی چیز ہے۔ کفر کی ہوش ربا ترقی کا علاج کفر شکن جہاد میں ہے۔ اس کے علاوہ ہر تدبیر غلامی کی زنجیریں مزید تنگ تو کرتی ہے، انہیں کاٹنے کے کام نہیں آتی۔

تین اسلامی ملک:

سوچو وہ عالمی استعمار جو چالی قوتوں کی آکٹھن کا دوسرا نام ہے، سرزمین افغان میں اس دشمنی نظر سے منہ کی گھاچکا ہے۔ اسے انہیں طرح انداز ہے کہ یہاں سے رسوا کن خالی ہاتھ واپسی کے بعد افغانستان کی غیر معمولی اتحاد و حرب کے ساتھ پاکستان کی ٹیکنالوجی اور فنی مہارت کیجی ہو گئی تو اگلا معرکہ جس کا ٹیٹا منیجر "آرمیکا فون" کی وادی میں پیا ہوگا، اس میں یہ دونوں ملک جنہوں نے "ہجرت، ہجرت اور ہجرت" کی بے مثال نظر کشی کی ہے، اس کے لیے خدائی عذاب ثابت ہوں گے، اس لیے وہ یہاں جانے سے پہلے جہاں کے مفکر "بلک دائرہ" جیسی حقیقتوں اور قادیانیت جیسے گروہوں کے ذریعے منافرت اور مذاق کے سچے پودے جائیں گے۔ دنیا میں تین اسلامی ملک ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کی دولت اور روحانی سرچہ بقی، دوسرے کی فنی مہارت اور ایٹمی طاقت، تیسرے کی دلیرانہ افروزی قوت جمع ہو جائیں تو سات براعظموں کی لیے مسلم طاقتیں مل کر بھی انہیں شکست نہیں دے سکتیں۔ یہ تین ملک باہر تہیب حدودی عرب، پاکستان اور افغانستان ہیں۔ و جہاں کی نمایندہ قوتوں کی کوشش ہے کہ یہاں سے جریت آمیز خروج سے پہلے ہجرت و ہجرت کرنے والی ان دولتوں (پاکستان، افغان، روسی افغان) کی زہریلی سونکیں چھوڑ دی جائیں۔ اس غرض کے لیے وہ جہاں کے کارندے پاکستان میں عوامی جمہوں پر بے مقصد دھماکے کر کے انہیں

رحمان کے جانناڑوں کے کام کھانے ہیں اور دنیا بھر کی متحدہ اچالی قوتوں کو شکست دینے والے مجاہدین کا بیج ان کی نصرت کرنے والے عوام کی نظر میں خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عشق کی جھیلیوں سے

انقرض! مغرب کی عقل اور مشرق کے عشق کا محرکہ زوروں پر ہے۔ مغرب دہانی ریاست کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے اور مشرق کی طرف سے آنے والے کالے جھنڈوں والے جانناڑ رحمانی ریاست کی تعمیر نو چاہتے ہیں۔ عقل کی معراج کے سامنے مسلمانوں کو تقویٰ کی معراج چاہیے۔ تقویٰ سے عشق الہی جنم لیتا ہے اور جس دن مسلمان عشق الہی میں دیوانے ہو جائیں گے اس دن عشق کے ستارے عقل والوں کی بڑھکانی ہوئی آگ میں گود کر دوڑ والے کروار ادا کریں گے۔

یہ بات طے ہے کہ جس دن معرکہ عشق و عقل اپنے عروج پر پہنچے گا اس دن عقل کو اس کی برتری ماننے والوں کو اور اس سے مرعوب ہونے والوں کو کھٹی شکست ہو جائے گی۔ صرف یہ طے ہوتا باقی ہے کہ عقل پرستی کے لشکر میں کون کون ہوگا اور انہیں کتنے دنوں کی مہلت مزید ملے گی؟ اور عشق کے گھائل کون کون ہوں گے اور انہیں عشق کی آغوش جھیلیوں سے گزرنے کے بعد معشوق حقیقی کا وصال یا پھر روئے زمین پر اس کی خلافت نصیب ہوگی؟



فتنہ و جال سے بچنے کی تدابیر

یہ تدابیر و جال اس بیان کی جانتی ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ دہرایا جاتا ہے کہ فتنوں کے دور میں ہر مسلمان کا لاکھ عمل اور و جال پر اس کتابی سلسلے کا حاصل و حصول ہے۔ حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا وہ دنیا میں کوئی فتنہ و جال کے فتنے سے بڑا نہیں ہوا اور اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، اس نے اپنی امت کو و جال سے ڈرایا ہے، اور مسافر آخری نبی ہوں اور تم بہترین امت (اس لیے) و ضرورتاً تمہارے ہی اندر نکلے گا۔“ (ابن ماجہ، ابوداؤد و ترمذی)

اس عظیم فتنے سے بچنے کے لیے قرآن و سنت اور انصاف شریعت کی عصری تطبیق سے احتد کر وہ روحانی و مادی تدابیر یا حکم فرمائیں:

روحانی تدابیر

- 1۔ ہر قسم کے گناہوں سے بچیں تو بہترین اعمال کی پابندی۔
- 2۔ اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس سے تعلق نہ مضبوط کرنا اور دین کے لیے فدایت (قرہان ہونے) اور فدایت (مرٹنے) کا جذبہ پیدا کرنا۔
- 3۔ آخری زمانے کے فتنوں اور حادثات کے بارے میں جاننا اور ان سے بچنے کے لیے نبوی ہدایات سمجھنا اور ان پر عمل کرنا۔
- 4۔ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میں فتنوں کا ہمارے دلوں سے بچائے اور حق کی مدد کے وقت باطل کے ساتھ کھڑے ہونے کی بدھتی اور اس کے ہال و مذاہب سے محفوظ رکھے۔ اس دعا کا اجماع مسنونہ:

[illegible]

”الْحَقُّمُ رَاسِي نُقْمٍ مُلْتَمَسٍ مِنَ الْفَسْخِ مَاخِظٍ وَمَا بَطَلَ الْكَلْبُومُ قَرْنَا فَحَقَّ حَقًّا وَارَاقْنَا
تَبَعًا وَارَاقْنَا التَّاعِلَ بِإِصْبَاحِهِ وَارَاقَ الْجَدَانَةَ“

۵۔ ان تمام گروہوں اور امت کی پیرا شیعہ جماعتوں سے علیحدہ رہنا جو علمائے حق اور مشائخ عالم کے مختلف اور معروف طریقے کے خلاف ہیں اور اپنی جہالت یا غور پوشیدی کی وجہ سے کسی نہ کسی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

۱۔ امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے گناہوں پر ہم نے شہروں کے بجائے حرمین شریفین اور مدینہ شام و بیت المقدس وغیرہ میں رہنے کی کوشش کرنا، شوقی معرکوں میں زمین کے یہ ٹکڑے مومنوں کی جانے پناہ ہیں اور نہ ہالی ان میں داخل نہ ہو سکتے کا۔ ایسا ممکن نہ ہو تو اپنے شہروں میں رہتے ہوئے جیسا کہ گرام کے حلقوں سے جڑے رہنا۔

۷۔ پابندی سے تسبیح و تحمید اور جہاں و جہیز (آسانی کے لیے تیسرا اور چوتھا ناکہ نہ لیں) کی عادت ڈالی جائے۔ دجال کے قتلے کے عروج کے دنوں میں جب وہ کھائیں پر غدا کی پابندی رکھنے کا، ان دنوں ذکر و تسبیح خدا کا کام دے گی، جہاں پر مسلمان صبح و شام مسنونہ تسبیحات (دور و شریف تیسرا) (پہنچتی) کلمہ اور استغفار کی عادت ڈالے۔ ابھی سے تیسری کی عادت ڈالیں۔)

۸۔ حضرت مسیحی حامیہ اسلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے اور شروع وصال کے بعد واپس زمین پر آ کر وصال اور اس کے بعد وکارت و عروجوں کا خاتمہ نہ کرے (جنسیوں کے حضرت مسیحی حامیہ اسلام کو ظاہر نہیں دے گا) پر یقین رکھو کہ یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۱۰۔ جب حضرت مہدی کا ظہور ہو اور علمائے کرام ان کو صحیح احادیث میں بیان کروں گا امانت کے مطابق یا میں قوم مسلمانانِ ان کی ہرست میں مہدی کرے یا ظلم پرست اور کفر اور سب و یراقت پرستی پرستوں کے جن شاید وہیں کو فرضی روحانی شخصیات لے کر (مہدی) دعویٰ یا صحیح موعود اور ان کی تشہیر کرتے ہیں وہ ان سے دور رہنا اور ان کے خلاف قلم اُٹھانے سے بچنے والے علمائے حق کا ساتھ دینا۔

(۱۱) - جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کرنا، اس کی روایتی طور پر خبری میں آیات کو حفظ کر لینا

ہماری دجالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

اور صبح شام ان کو دہرائے ایک مشہور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ دجالی کے فتنے سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہے، اس کو چاہیے کہ سورۃ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیتوں کی تلاوت کرے۔ ان میں کچھ ایسی تاثیریں اور برکتیں ہیں کہ جب ساری دنیا دجالی کی دھوکا بازیوں اور شیعہ بازیوں سے متاثر ہو کر لغو و بیهوده کی خدائی تک تسلیم کر چکی ہوگی، اس صورتہ یا ان آیات کی تلاوت کرنے والا اللہ کی طرف سے خصوصاً ہی مددگار ہوگا اور یہ دجالی فتنوں کے دل و دماغ کو متاثر نہ کر سکے گا لہذا ہر مسلمان پوری سورۃ کہف یا کم از کم شروع و آخری دس آیتوں کو زبانی یاد کرے اور ان کا ورد کرتا رہے۔

عملی تدابیر:

- ۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مملوکی اخلاق پھیلانا۔
 صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تین صفات ہیں جنہیں اپنانے والے ہی مستقبل قریب میں برپا ہونے والے عظیم روحانی انقلاب کے لیے کارآمد عنصر ثابت ہو سکیں گے:
 پہلی صفت: صحابہ کرام کے دل باطنی بیماریوں اور روحانی آفاتوں یعنی تکبر، حسد، ریا، اور بغل، بغض و عداوت سے بالکل پاک و صاف اور خالص و مخلص تھے، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ سچے اللہ والے، سچے سنت بزرگ کی خدمت میں اپنے آپ کو پامال کرے اور ان کی اصلاحی تربیت کے ذریعے ان پہلے روحانی بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔
 دوسری صفت: دوسم کے اعتبار سے اس عالم امکان میں طہارت اور حقیقت شناسی کی آخری حد اس تک پہنچی گئی تھی جہاں تک ان سے پہلے انبیاء و پیغمبروں کی انسانیت کی رکن اور نہ آئندہ پہنچ سکتا ہے، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ روحانی اور دھناتی ہم کی جستجو کرے۔ یہ علم اللہ والوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور اس علم کے بغیر کائنات اور اس میں موجود اشیاء و حوادث کی حقیقت سمجھ نہیں آ سکتی۔
 تیسری صفت: دوسم کے زمین پر سب سے کم تکلف کے حامل بننے میں کامیاب ہو گئے۔ ہر مسلمان بے تکلفی، سادگی اور جھٹکشی اختیار کرے۔ مغرب کی ایجاد کردہ طرح طرح کی مہولیات اور عیش و عشرت کے اسباب سے بچنے کے ساتھ بچائیں۔ ہر طرح کے حالات میں رہنے، کھانے، پینے

مالی و جانی ریاست، مملکت اور ملک

اور پسپائی کی حالت ڈالیں۔ (تیسرا قدم) پھر (پیدل چلتے، تیر کی گھڑی، گھڑ سواری، انڈیا بائی اور وزٹوں کے ذریعے خود کو چاق و چوبند رکھنے کا اہتمام کریں۔

۲۔ مال و جان سے جہاد فی سبیل اللہ

جہاد اسلام کو چوٹی پر لے جانے والی واحد سبیل (راستہ) اور مسلمانوں کی ترقی کا واحد ضامن ہے۔ مجال کے کارندے یہودیوں کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر از خود پیدا شدہ عدم جہاد کا رخ پھیر کر انہیں بے مقصد اور سطحی علمی تحقیق، ملون و صنعت میں مغرب کے عقاب و سامنس و ٹیکنالوجی کے حصول کی خواہش میں مغرب کے ازکار و رفتہ نظریات کی پیروی اور معیشت و اقتصاد کی بہتری میں حلال و حرام کی تعریف کے بغیر مالی صلاحیتوں کو بوجھانے میں مشغول کر کے جہاد کے ذریعے حاصل ہونے والی بے مثال، تیز رفتار اور روشن راہ ترقی سے محروم اور خالی گمراہیوں اور جہاد کی توجہ و تفتیش، انکار و تردید حتیٰ کہ جہاد سے بیحد پھیر کر دوسری چیزوں میں تقاضا و کامیابی اور تجاہل حقائق کرنے والے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے غضب و انتقام کا شکار بنادیں۔ جہاد وہ عمل ہے جس سے یہودیت کی جہان شکنی ہے۔ لہذا مسلمانوں کی بقاء و قیام اس میں ہے کہ اپنی نئی نسل میں جذبہ جہاد کی روح پھونک کر اس دنیا سے جائیں اور اپنے دین و عیال اور متعلقین کا اللہ کے راستے میں جان و مال قربان کرنے کا ذہن بنائیں۔ جذبہ جہاد اور شوق شہادت میں غنائت کے بغیر مسلمانوں کی بقاء و ترقی کا تصور پہلے تھا، آئندہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ نقد مال و اولاد سے جہاد

نقد مال و اولاد سے جہاد کی محبت اور باوریت پرستی کا نقد اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان حلال و حرام کا علم حاصل کرے۔ ہر طرح کے حرام سے بالکل اجتناب کرے۔ صرف اور صرف حلال مال کمائیں اور پھر اس میں سے خود بھی فی سبیل اللہ خرچ کریں اور بچوں سے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کروا کر ان کی عادت ڈالیں۔ اولاد کی دینی تربیت کریں اور ان کی محبت کو دینی کاموں اور جہاد فی سبیل اللہ میں رکاوٹ نہ بننے دیں۔

عالمی و جانی ریاست، اہمیت است احتجاج ملک

۱۔ فتنہ جنس سے حفاظت

(۱) مرد اور عورت کا مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ ماحول میں رہنا جو شرعی پردے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

(۲) عورتوں کو زیادہ سے زیادہ شرعی مراعات دینا اور ان کی مخصوص فاسد داریوں کے ماحول کو بچھڑانے اور ان سے انہیں بیک وقت کرنا، جو ان کی فطرت اور شریعت کے خلاف ہیں۔

(۳) بالغ ہونے کے بعد مردوں اور عورتوں کی شادی میں دیر نہ کرنا۔

(۴) نکاح کو زیادہ سے زیادہ آسان بنانا اور نیک نکاح کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانا۔

(۵) کسی بھی عمر میں جنسی و نفسیاتی محرکات کو غصے سے منع ہونے، دینا، لہذا بڑی عمر میں

کے مردوں اور عورتوں کو بھی پاکیزہ و کھلیوتہ کی گزارنے کے لیے نکاح طائی کی آسانی فراہم کرنا۔

(۶) نکاح اور شریعت کو دور دور مان دینا، ورنہ آہستہ آہستہ سڑتے سڑتے وہ جانی فتنے کے آگے سرنگوں ہو جائے گی۔

(۷) مردوں کی ایک سے زیادہ شادی، دوسری شادی ترجیحاً بیوہ، مطلقہ، خلع یافتہ یا بچہ

سہارا عورت سے کی جائے۔

(۸) بیوہ و مطلقہ عورتوں کی چند شادی۔

(۹) شادی کو خراج کے اعتبار سے آسان و سہل اور نکاح طائی اور بیوہ و مطلقہ سے شادی

پر یہ طریقہ کی معاشرتی پابندیوں کا خاتمہ کرنا۔

(۱۰) معاشرے میں آسان و مسنون نکاح کی بدست افزائی کرنا اور مشکل نکاح سے

(جس سے غیر شرعی رجوعیات اور فتنہ خیزی پر مشتمل رواج ہوتے ہیں) کو پسندیدگی کا اظہار کرنا۔

(۱۱) ماہر اور تجربہ کار دانیوں کی ذمہ داریوں کو غور سے سمجھنا اور ان کے

آپریشن سے حتی الوسع اجتناب کرنا۔

۵۔ فتنہ غذا سے حفاظت:

3۔ میڈیا پر انحصار کرنے کے بجائے حقیقت حال معلوم کرنے کے فنی طریقے استعمال میں لانے چاہئیں۔ مثلاً: جو صاحب ایمان و جہلی قوتوں کے خلاف کام کر رہے ہیں یا میدان جہاد میں برس پہنکے ہیں، ان سے رابطہ بنایا جائے۔ ان سے ذہنی حقائق معلوم کیے جائیں۔ علمائے حق کی خدمت میں آمد و رفت رکھی جائے اور سالہین وقت کے طلقے میں سینہ پہنچنے والی خبروں سے مطلع رہا جائے۔

4۔ اگر جدید میڈیا سے خبریں ملنی ہی نہ جائیں تو ان کی رو میں بہہ جانے کے بجائے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ جن اسلامی ممالک، دینی افراد، نظریاتی تعلیمات، جہادی تحریکات یا دینی اداروں کے متعلق افواہی خبریں فراہم کی جارہی ہیں، ان سے تحقیق کی جائے۔ اگر تضاد یا تعارض دکھائی دے تو اہل علم و مسلمان کی بات پر اعتقاد کیا جائے نہ کہ بھوئی خبریں سچ کر دہل پھیلانے والوں کے اصرار پر۔

5۔ دین و مذہب اور ملک و ملت کے مٹانے کے خلاف کسی بات کو آگے نہ بڑھایا جائے۔ کسی نیک نیت شخصیت یا ادارے، تحریک و تنظیم کے خلاف مہم میں شریک ہونے کے بجائے خیر کی بات چیلانی جائے اور حسن ظن پر مبنی تبصرہ و تذکرہ انداز میں بیان کیا جائے۔ افواہوں کا آسان شکار بننے کے بجائے مؤمنانہ فراست کا اظہار کیا جائے۔

7۔ کلمۃ شیطانیت سے حفاظت:

شیطان نے جنت سے نکالے جانے کے وقت قسم کھائی تھی کہ وہ آدم کی اولاد کو گمراہ کرنے کا پروہت بن کرے گا جس کے ذریعے وہ اسے جنت میں داخلے سے روک سکے اور اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار چمکے و چال ہے اس لیے شیطان کی پوجا اور وصال کی جھوٹی خبریں کو تسلیم کرنا دونوں ہم معنی باتیں ہیں۔ ان دونوں چیزوں یعنی شیطانیت اور دہائیت کی تعظیم و تشہیر کے لیے آج کل کچھ شیطانی علامات اور جہلی نشانات دنیا بھر میں باقاعدہ منصوبے کے تحت پھیلانے جا رہے ہیں اور ان کو فروغ دے کر غمخیز و غمگین بنانے والے ایک

چشمِ شیطان سے لوگوں کو مافوق کیا جا رہا ہے۔ اپنے گرد و پیش میں جھلی ہوئی ان علامات کو پہچاننا اور ان کی غوسٹ سے خود کو دور و دوسروں کو بچانا اور ان کے پیچھے پیچھے خفیہ شیطانی پیغام کو مسترد کرنے کے ریمان کے مبارک پیغامات پہچاننا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ان علامات میں سب سے مشہور انکوئی آئینہ ہے۔ جو وہابی کی محبوب اور قابلِ نفرت پہچان ہے۔ لیکن وہابی کے ہر کارکن سے اسے طاقت کا سرچشمہ بنا کر دیا جائے گا۔ لوگوں کو اس سے مافوق اور مرعوب کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اہم امر یہ بھی ہوئی علامات یا علامات، سانپ، آگ (شیطان آگ سے بنا ہے) شیطان کے سینک، گھوڑی اور وہابیوں، دو محمودی ستون (یعنی خیر کے مقابلے میں شرکی قوت) فرشتے پر چڑھ کر سیاہ اور سفید خانے (یعنی روشنی کے مقابلے میں تاریکی کا اظہار) 666 کا عدد، گانوں اور پاپ میوزک کے شیطانی بول اور فلموں کے وہ مناظر جن میں شیطانی علامات اور نشانات کی تشبیہ کی جاتی ہے۔ سب سے بڑا حکم یہ کہ وہ شیطانی کاموں سے بچنے کی کوشش جو شیطان کی پوجا کرنے والوں اور وہابی کی راہ دشوار کرنے والوں کا سب سے آزمودہ کرچہ (1) فحاشی یعنی جنسی بے راہ اور رونی۔ جس کی کوئی انتہا نہیں اور یہ انسان کو میوانیت (کتنے، جلی) کی سطح تک لے جاتی ہے۔ یعنی "غل اسافلین" تک جہاں وہ باسانی و جال کا غلام اور شیطان کا بچاری بن جاتا ہے۔ (2) جادو کر شیطان کو خوش کر کے دنیاوی فوائد (دولت، شہرت، جنسی تسکین) لوٹنے اور مافوق الفطرت شیطانی قوتوں سے یہ بد حاصل کرنے کے لیے آج کل جادو کو سائنس کے طریقے سے فروغ دینے کے لیے شیطان کے پیچھے جدید ترین انداز اختیار کر رہے ہیں۔ اس شیطانی جال سے بچنے جس میں چھٹے والا ایمان سے ہاتھ دھو کر دھوکے اور سراسیمہ میں پڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے موت کے سکرا رہے آن گھبرتے ہیں۔

سوالا و جوابا

بائبل کی پیش گوئیاں، مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی، عیسائی حضرات کا ایک بے تکا سوال

اسلام ہیکم

ہم چند دوستوں کے مفتی صاحب کو یہ خط لکھ رہے ہیں۔ ہم ایک مشنری اسکول میں پڑھتی ہیں جس کو ایک سٹر چلاتی ہیں۔ ہم سب آپ کا کالم بہت شوق سے پڑھتی ہیں اور اس سے رہنمائی اور آسکھی حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔ ہمارا خط لکھنے کا مقصد چند ایک سوالات کرنا اور کچھ باتوں کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ امید ہے آپ تسلی بخش جواب دیں گے۔ گزارش ہے کہ آسان اردو میں جواب دیجئے گا۔

(۱) پہلا سوال آپ کے قسط وار کالم ”مہدویات“ کے بارے میں ہے جس کالم میں آپ نے ”حضرت دانیالؑ کا قصہ بتایا تھا۔ اس کالم میں کچھ پیش گوئیاں بھی بتائی گئی تھیں۔ اس میں جو آپ نے 333 سال بعد ایک ریاست کے قیام کا بتایا تھا وہ سمجھ میں تو آ گیا تھا لیکن آپ نے 333 سال تک کے تجھدویات صحیح سمجھ میں نہیں آئی۔ اس بات کا اسکندر اعظم کے ایشیا فتح کرنے سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہ یونان کا اسکندر اعظم ہے؟

(2) اسرائیلی جو بیت المقدس کو منہدم کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں کیا احادیث میں ذکر ہے؟ کیا واقعی مسجد اقصیٰ منہدم ہو جائے گی اور اس کی جگہ تیسرا ہیکل سلیمانی تعمیر ہوگا؟

(3) تیسرا سوال آپ کے کالم ”زیر پوائنٹ“ سے متعلق ہے۔ اس میں ایک جگہ آپ نے ذکر کیا تھا کہ یہودیوں نے یروشلم کے قدرتی انکسار کے ساتھ پچھلے خالی شروع کر رکھی ہے اس سے

عالمی و جلی ریاست، ایذا سے انتہا شد

زمین کی شش ششم ہو جائے گی اور زمین رک جائے گی۔ اس کے بعد زمین متفہ دست میں کھوینا شروع ہو جائے گی۔ جس کی وجہ سے سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ جب کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور پھر اس کے بعد ان کی وفات کے کافی عرصہ بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور تب تو یہ کاروانہ زندہ ہو جائے گا۔ کیا جب وہاں کے خروں سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو کیا تب ہی تو یہ کاروانہ زندہ ہو جائے گا؟ کیا سورج دو بار مغرب سے طلوع ہوگا؟

(4) چوتھا سوال: ہم یہ کرنا چاہیں گے کہ کیا قرآن کریم کا نسخہ کسی صحابی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے؟ پانچواں سوال: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وحی کو بلا کر قرآن کی آیات لکھواتے تھے تو کیا وہ کوئی چیز جس پر یہ آیات لکھی گئی ہوں اب موجود ہیں؟ یہ سوال ہم سے اکثر عیسائی لڑکیاں پوچھتی ہیں ہم ان کو جواب تو دے دیتے ہیں لیکن وہ مانتی نہیں۔ اور پوچھا کہ کیا یہاں سوال ذرا جاتی ہیں؟ اس سوال سے ہم اپنی بھی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ہم ان عیسائی لڑکیوں کو اپنے دین کی تبلیغ کر سکتے ہیں؟ اصل بات کچھ اس طرح سے ہے کہ ہماری جماعت کی ایک عیسائی لڑکی چھٹیوں میں عیسائیت کی طرف کچھ زیادہ ہی مائل ہو گئی تھی۔ چھٹیوں کے بعد جب وہ اسکول واپس آئیں تو وہ پہلے سے کافی حد تک بدل چکی تھی حتیٰ کہ اس نے گا کا گانے تک چھوڑ دیاتھا۔ اس کے بعد اس نے جماعت کی باقی عیسائی لڑکیوں کو بھی تبلیغ شروع کر دی۔ اس نے ہم سے بھی کچھ سوالات کیے۔ ہمارے مذہب سے متعلق اور کافی دنوں تک لگی رہی۔ ہم نے اس کے سوالات کے جوابات بھی دیے اور ساتھ میں ہم نے بھی اس سے کچھ باتیں پوچھیں۔ اس کو یہ بھی کہا کہ انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے متعلق پیش گوئیاں ابھی بھی موجود ہیں لیکن وہ اس سے انکار کرتی۔ ہم ان کو اس نے آپس میں بہت بحث کی لیکن وہ نہ مانی۔ تب ہم نے یہ سوچ کر کہ یہ بحث نا حاصل ہے اور اس سے تبلیغ کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تو ہم نے اس سے دین کے بارے میں بات کافی حد تک کم کر دی۔ ہم خود بھی اس کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے صحیح طریقہ کیا ہے؟ وہ ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ ایسے اگر اخلاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ بہت اچھی ہے لیکن

وہ صرف کفر و شرک میں مبتلا ہے۔ وہ فراتے کہ لفظ سے ”پرڈسٹ“ ہے۔ لیکن آپ ہمیں یہ ضرور بتائیں کہ ہم اس کو اللہ کی وحدانیت اور اسلام کے حق ہونے کا یقین کیسے دلائیں؟

(5) ہمارے اسکول میں صبح اسمبلی کے وقت ”پی ٹی“ یعنی روزِ شکر کوئی جاتی ہے۔ پہلے تو یہ ”پی ٹی“ بغیر میز و کرسی کے ہوتی تھی لیکن ایک دو سال پہلے ”پی ٹی“ ایک انگریزی گائے پر شروع کرادی گئی اور ”پی ٹی“ بھی پہلے سے مختلف ہو گئی جو کہ ڈانس سے مشابہت رکھتی تھی۔ ہم لوگ پہلے تو یہ ”پی ٹی“ کرتے رہے لیکن اب جبکہ ہمارے ذہن دین کی طرف تھوڑا سا گھومے تو ہم نے سوچا اس طرح کی پی ٹی کرنا بھی ایک گناہ ہی ہے۔ ہم مسلمان دوستوں سے پہلے اسی عیسائی لڑکی نے ”پی ٹی“ کرنا چھوڑی تو ہمیں بھی حوصلہ ملا اور ہم نے چھوڑ دی۔ جب چند نیچر نے یہ دیکھا اور ہم سے دریافت کیا کہ ہم ”پی ٹی“ کیوں نہیں کرتے تو ہم نے کہہ دیا کہ یہ ”پی ٹی“ نہیں بلکہ ڈانس ہے اور ہمیں اس طرح کی چٹائی پسند نہیں۔ ہم نے پرنسپل سے بھی بات کی تو وہ ہمیں سمجھاتی رہیں کہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ انسان کو تنگ نظر نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک تھی لیکن اس کے بعد جب ہماری اسلامیات کی ٹیچر نے بھی ہم سے ”پی ٹی“ کرنے کو کہا تو ہم پریشان ہو گئے کہ اسب کیا کریں؟ ہم نے اسلامیات کی ٹیچر سے اس موضوع پر بات کی کہ یہ پی ٹی نہیں بلکہ ڈانس ہے اور وہ بھی میوزک کے ساتھ۔ تو اس نے کہا: یہ اسکول کے اصولوں میں شامل ہے اور آپ کو یہ ضرور کرنا پڑے گی۔ اس نے مزید کہا اسلام اتنی پابندیوں نہیں لگاتا اور میوزک کے بارے میں اسلامیات کی اسٹافی نے کہا آپ خود دیکھیں جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ الوداع کے موقع پر تشریف لے گئے تو بچیوں نے دف بجا کر اور گیت گائے ان کا استقبال کیا۔ یہ بات سن کر پہلے تو ہم اپنے ذہنوں پر زور ڈالتے رہے کہ خطبہ جمعہ الوداع کے موقع پر کب دف بجا یا گیا تھا؟ جب ہم نے اس کو اصل واقعہ اور میوزک کی ممانعت کے بارے میں بتایا تو انہوں نے ہماری بات ماننے سے ہی انکار کر دیا اور مزید کہا: حوالہ کا جو میٹیریل ہے وہ دف والے میٹیریل جیسا ہی ہوتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا ”پی ٹی“ وغیرہ کرنے سے کوئی آپ لوگ عیسائی نہیں ہو جائیں

میں نہ سب تو دل کے اندر ہوتا ہے اس کو ظاہر نہیں کیا جاتا۔ خیر! کافی دیر بحث کے بعد میں نے ہماری بات مانتے سے انکار کر دیا اور ہم وہ بحثوں کو ناخوشانہ طور پر اس کا خطاب دے دیا گیا۔ کوئی شک کے کہنے کے مطابق سب مسلمان لڑکیاں تو یہ کرتی ہیں لیکن ہم نے یہ چاہی ہے کہ اس کے نتیجہ کا فہم نہیں مانا۔

اب آپ بھی بتائیں کہ ہم اپنی صورت حال میں کیا کریں؟ کیا واقعی ہم یہ سب نہ کر کے اپنے اساتذہ کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ ہم نے صرف آپ کو ہی اس لیے خط لکھا کیونکہ ہم آپ کو اپنا بڑا اور جدو جہد سمجھ کر آپ سے مشورہ مانگنا چاہتے ہیں۔ ہمارے مہربانی ان سوالوں کے تسلی بخش جواب دے کر ہماری رہنمائی فرمائیں کیونکہ ہم بہت پریشان ہیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ آخر میں یہ کہیں گے کہ آپ اس عیسائی لڑکی کے لیے ہدایت کی دعا کیجیے گا۔

والسلام۔ کچھ پریشان مسلمان بچیاں

سب سے پہلے تو مجھے اس بات کے غلبہ کی اجازت دیجیے کہ آپ اور آپ کی صلاحات، مومنات مساتھیوں کا خط میرے لیے بڑی خوشخوار حیرت اور مسرت کا باعث بنا۔ ایک عیسائی مشنری اسکول میں پڑھنے والی بچیاں اپنے دین سے اس قدر گہرا تعلق، اس کی درست معلومات کا اتنا شوق، اس کے تمام ہدایات پر عمل کا اس قدر جذبہ اور اس کے بارے میں شعور و واقفیت اور آگہی حاصل کرنے کے لیے اتنی کوشش کر سکتی ہیں، یہ بات میرے لیے اس قدر خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ میں اس کا اظہار پر مجبور ہوں۔ آپ جس ماحول میں رہتے ہیں وہاں اپنے کردار اپنی نشست و برخاست اور کچھ اسلامی تہذیبی و اخلاقی تصور پر پیش کر کے جس قدر تبلیغ کر سکتی ہیں شاید کسی اور فریضے سے ممکن نہ ہو۔ آپ خود ایک ”روٹی ماڈل“ ہیں۔ آپ کے Actions اور Deeds ہی تبلیغ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہیں۔ آپ نے مشہور مصری ویرن رکھا (وگا: Action Speak louder then words) عمل الفاظ سے زیادہ بلند آہنگ ہوتا ہے۔ سب آپ دین کی ہر ہر چیز پر عمل پیرا ہوں گی تو یہ سچے دوسروں کے لیے اچھا تو باعث تحس ہوگی اور یہی تحس

ان کو آپ کے قریب لانے کا۔ سوالات کی صورت میں۔ پھر آپ کو پھر پوچھنے کا موقع ملے گا۔ الحمد للہ آپ کے خط کی سطر سے جن دینی جذبات اور دعائیہ غیرت و حمیت کا اظہار ہو رہا ہے اس سے عظمیٰ پر آپ اللہ کا جس قدر شکر اور کریں، کم ہے۔ یہ اسلام کی حقانیت اور سچائی کی دلیل ہے کہ مشرقی ادارے جو مسیحیت کی ترویج اور فروغ کے لیے بنائے گئے ہیں وہاں آپ جتنی نیک صالحات پہنچ کر ان کے وسائل کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں۔ آپ کو ہم دعا کہ میں اپنے نام لے والی سب عبادۃ رب میں سے کچھ کا جواب تحریر کر پاتا ہوں گا مگر آپ کے خط نے مجھے جواب پر مجبور کر دیا ہے۔ دل سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار و معاون آپ کی تائید و نصرت کے لیے اسباب مہیا فرمائے سب آپ اپنے سوالات کا جواب سن سکیں۔

(۱) اس کا ذکر احادیث میں نہیں، البتہ شدت پسندی یہودی و عیسائی نے اپنی قوم کو یہ باور کرایا ہے کہ ایسا کہے بغیر ”مسیح“ نہیں آئے گا۔ جبکہ یہ ایسی فضول بات ہے کہ اعتدال پسند یہودی بھی اسے نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسیح جب آئے گا وہ مسیح وہاں کی ذات سے نبوت دے گا۔ اسرائیلی ریاست قائم کرنے کا اور نیک نیت کرے گا۔ ہمیں اس کے آگے سے پہلے فلسطین کے باشندوں پر حاظم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن شدت پسند یہودی طاقتور کی پیش گوئیوں ماننے پر تیار ہیں نہ اپنے ہی قوم کے معتدل عزائم کو ان کی بات سننے پر۔ اللہ کا فضل ہے کہ ان کا مقابلہ فلسطینی مسلمانوں جیسے گھرے پیادین سے ہے جو انتہائی باسعاد و امانت کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک یہودیوں کے خلاف اگلے رزوں کے اور ہزاروں کیلئے لیے میدان خالی نہیں چھوڑیں گے۔ ان کی قربانیوں کی بدولت مسجد اقصیٰ کا ظہور و انہم رہے گی اور خوش نصیب بنام مسلمان مشکل ترین حالات میں بھی یہود کے سارے منصوبوں کو ناکام بناتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) مضمون میں بات کچھ مبہم ہو گئی ہے۔ اس کا جس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے غزوت کی ریاست (یعنی اسرائیل) کے قیام کی صورت لیتے ہوئے فرمایا تھا: ”پھر میں

عالمی و جہاں ریاست و اقتدار سے الگ ہو گیا۔

نے اور مقدس نہیں آوازوں کو یہ کہتے تھے: "یہ معاملہ کب تک اسی طرح چلے گا کہ یسوع مسیح اور مقدس مقام کو قدموں کے روند دیا جائے؟" اس پر دوسری آواز نے جواب دیا: "دو ہزار تین سو دنوں تک کے لیے۔ پھر مقدس مقام پاکہ صاف کر دیا جائے گا۔" اس سے معلوم ہوا کہ غرت کی ریاست 2300 دنوں بعد قائم ہوگی۔ (دانیال: اب: 8: 14-17) ایک پیش گوئی میں ہے کہ یہ 45 دنوں بعد ختم ہو جائے گی۔ (دانیال: اب: 12: 12-13) اب ان 2300 سال کا آغاز کب سے ہوگا اور یہ 45 دنوں میں کیسے ختم ہوئے؟ شارمین کے مطابق ان 2300 سال کا آغاز یعنی بادشاہ اسکندر (انگریزوں کے ایشیا یعنی ایران پر حملے سے ہوتا ہے۔ یہ حملہ 333 قبل مسیح میں ہوا۔ اس کو 2300 سال 1967ء میں پورے ہوں گے۔ (2300-333=1967) اسرائیل اگرچہ قائم 1948ء میں ہوا لیکن اس نے القدس پر قبضہ 1967ء میں کیا۔ 1967ء کے 45 سال بعد (قرابت کی ایک ریت کے مطابق کامیابی میں دن سے سو سال ہوتے ہیں) یعنی 2012ء میں اسرائیل ریاست کا خاتمہ۔ یا خاتمے کا آغاز۔ ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل ڈاکٹر عبد الرحمن الحواہی کی کتاب یوم الغضب، ترجمہ رضی الدین سید میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(3) یوں لگتا ہے کہ یہودیوں کی مذہبیت اور کائنات کی تعمیر کی غنفلوں کو ششوں سے دو اثرات رونما ہوں گے:

- (1) زمین کی گردش میں گزرتے سے دن رات کے بننے میں تین دن کے لیے فرق آجائے گا۔ پہلا دن ایک سال، دوسرا ایک مہینہ اور تیسرا آٹھ گھنٹے ہو جائے گا۔ یہ دہال کے خروج کے وقت ہوگا۔
- (2) زمین کی گھوری گردش رات چائے گی پھر متفادست میں کھوے گی۔ ایسا ایک دن کے لیے ہوگا پھر اس کے بعد یہ گردش معمول کے مطابق ہو جائے گی۔ یہ دہال کی ہلاکت کے بعد قرب قیامت میں ہوگا اور اس کے بعد توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں جن کی ممکنہ سائنسی وجہ عالمی سطح پر کیے جانے والے وہ تجربات ہیں جو یہودی سرسافے کے مل بوسٹن پر پوری دنیا کے سائنس دان یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں کر رہے

مالی مہائی ریاست، مادہ سے انتہا تک

ہیں۔ یہ ان علوم کی روشنی میں ایک امکانی قیود ہے جس تک آج کی دنیا پہنچ سکی ہے، کوئی حتمی حقیقت یا آخری رائے نہیں۔ حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

مولانا اسماعیل رحمان صاحب نے بھی ہندو سے یہ سوال کیا تھا۔ اس لیے ہندوؤں کی کچھ مزید تشریح ضروری سمجھتا ہے۔ پہلے تو یہ طوطا ہے کہ ہر چیز کا اصل سبب تو اللہ رب العزت کا حکم ہے۔ ظاہری سبب کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ دجال کے خردوں سے پہلے زمین کی گردش کا حکم کر تین دن کے لیے سست ہو جائے گی۔ پہلا دن سال، دوسرا مہینے اور تیسرا اقلیت کے برابر ہو جائے گا۔ دجال کے خاتمے کے بعد قیامت کے قریب زمین کی گردش خراب ہو کر رک کر پھر مختلط سمت میں شروع ہو جائے گی۔ ایک دن کے لیے سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور تیس کا دوسرا روز ہندو ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ معمول کے مطابق پھر مشرق سے طلوع ہو گا۔ ان دو واقعات کا حقیقی سبب تو خالق کائنات کا امر ہو گا۔ ظاہری سبب یہودی منافق، انوں کی۔ برہمن میں تلخیر کا کائنات کے لیے نیسے جانے والے دو تجربات ہیں جو فطری نظام میں مداخلت کر کے اسے اپنے تابع بنانے کے لیے کیے جا رہے ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ خردوں دجال سے پہلے زمین کا قہر چاہا ان کا ایک فوری اثر ہو اور بلاست دجال کے بعد زمین کا انہی سمت گردش کرنا ان کا دوسرا اثر ہو جو برہمنوں سے ملتا ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اس مضمون میں جو کچھ لکھا گیا یہ محض امکانی قیود ہے۔ ناقص سمجھ کا ناقص انکبار ہے۔ حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ہمارا مقصد صرف ”تذکیر“ ہے، حتیٰ برابر ان اسلام کو مخاطب قیامت کے تذکرے کے ذریعے قیامت کی یاد دلانا اور آخرت کی تیاری کی ترغیب دینا۔ آپ کا شکریہ کہ اس طرف توجہ دلائی۔

(۴) ہاں! دنیا میں جتنے بھی قرآن کریم ہیں وہ صحابہ کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے نسخے کی کاپی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا لکھا ہوا نسخہ اخیسوں، ترکی کے میز لیکر (توپ کاپے) میں محفوظ ہے۔ یہاں یوں کی بد قسمتی ہے کہ انجیل کا ایک بھی نسخہ اصل عبرانی زبان میں محفوظ نہیں (خود عبرانی زبان

سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان نے اپنا تہذیب

اپنی محفوظ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لکھوایا ہوا تور ہے ہی وہی۔ لیکن مسلمانوں سے وہ یہ
 فضول سوال کرتے رہتے ہیں جو آپ سے کیا گیا۔ کچھ عرصہ قبل ایک عیسائی پادری مسلمان ہوا تھا۔
 اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے ایک مسلمان عالم سے مناظروں سے
 کے دوران سوال کیا کہ جو قرآن مجید قرآن موجود ہے وہ تو نسخ عثمانی ہے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ
 عنہ نے اسے لکھوا کر پورے عالم اسلام میں بھجوا دیا۔ قرآن کریم کا نسخہ محمد یہ کہاں ہے؟ پادری کہتا
 ہے بظاہر یہ سوال بڑا معقول ہے کہ موجودہ قرآن عثمانی مصحف و محمدی مصحف نہیں۔ لیکن حقیقت
 میں اتنا فضول ہے کہ مجھے ساری رات اس پر بے چینی رہی۔ بالآخر میں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ
 سوال ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تاریخ کتنی جو نسخہ چھاپتی ہے وہ تو نسخہ کا جیسے ہے نسخہ عثمانی نہیں۔ جب
 کوئی شخص کوئی کتاب لکھے پھر اسے شائع کر دے جو بیعت اس کی کبھی ہوئی تحریر کے مطابق ہو تو
 اس شائع شدہ کتاب کو اسی شخص کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی عقل مند نہیں کہتا کہ اس کی کتاب
 صرف وہ ہے جو اس نے خود لکھی یا لکھوائی۔ بالکل بھی صورت حال قرآن کریم کی ہے۔ عیسائی
 حضرات کے پاس تو انجیل کی اصل زبان کا پوری دنیا میں ایک بھی مہرانی نسخہ نہیں۔ عیسوی نسخہ کا
 ان سے کیا مطالبہ کیا جائے؟ اصل نسخہ تو دور کی بات ہے اصل زبان کا۔ ایک بھی نسخہ پوری
 دنیا میں۔ نہیں بھی۔ کسی میوزیم میں بھی موجود نہیں۔ مسلمانوں کی کتاب کی اصل زبان بھی
 محفوظ ہے، ابتدائے اسلام کے لکھے ہوئے نسخے بھی محفوظ ہیں۔ یہ نسخے آج کے موجود نسخوں
 سے۔ اور آج کے اور ساری دنیا کے قرآن کریم ایک دوسرے سے حرف بہ حرف ملتے ہیں۔ یہ
 اس کے اصلی اور حقیقی ہونے کی ایسی دلیل ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جبکہ دوسری طرف
 عیسائی حضرات کے ہاں صورت حال یہ ہے کہ خود اس میں بھی اختلاف ہے کہ انجیل میں موجود چار
 مختلف کتابوں میں سے اصل انجیل کون سی ہے؟ اور وہ کس زبان میں نازل ہوئی تھی؟ دنیا بھر میں
 انجیل کے ترجمے چل رہے ہیں اور ہر ترجمہ دوسری زبان کے ترجمے سے کافی کچھ مختلف ہے، لیکن
 کون سا ترجمہ اصل کے زیادہ مطابق یا اس سے قریب ہے، اسے چیک کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جو اس کے خلاف تھیں۔

یوں کہ اصل نیت تو دور کی بات ہے۔ اصل زبان کا ایک جی نسخہ پوری دنیا میں... لکھیں بھی... کسی صاحب گھر میں بھی موجود نہیں۔

آپ کو انجیل میں موجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیش گوئیوں کی کاپی بھیجی جا رہی ہے۔ ان کی مدد سے آپ اپنی دوست کو اسلام کی دعوت بھی دے سکتی ہیں اور جو کلاس فیلوز آپ سے قرآن کریم سے متعلق منفی سوالات کرتی ہیں ان کا جواب بھی اسی کے ذریعے ممکن ہے۔ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کے تعارف کے لیے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کی کتاب "اسلام کیا ہے؟" بہت مفید ہے۔ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم کی کتاب "باہل سے قرآن تک" اور "عیسائیت کیا ہے؟" نیز معروف فی سلفہ دانشور "اسلام اور یو یو لہ کی "روز نو تک" بھی اچھے کتابیں ہیں۔ مؤخر الذکر کا اردو ترجمہ "طوفان سے ساحل تک" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(5) آپ ہرگز اس دانش نمائی میں حصہ نہ لیں۔ یہ اساتذہ کی نافرمانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کا تقاضا ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت استقامت کے ساتھ کریں۔ قص اور موہبتی دونوں شیطانی کام ہیں۔ یہ شیطان کے خاص اہتمام ہیں۔ ان کے ذریعے سے دوزخ میں نفاق کے بیج پڑتے ہیں اور بے حیائی کے کاموں کا شوق پیدا کر دیتا ہے۔ ہمارے روحانی مذہب میں قص اور موہبتی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو انجیلوں نے دف بجا کر آپ کا استقبال کیا تھا۔ اب جب حضور پاک علیہ السلام نے دف کی اجازت دی اور وصول کو شیطان کی آواز قرار دیا تو دف اور وصول کو ایک جیسا کہنے والے لفظ ہی جہالت کا شکار ہیں؟ اگر انسان مذہب کی باتوں کو اپنی ناقص عقل سے طرح طرح کے سوالات کر کے جانچتا رہے گا تو نبوت کی ضرورت کیا ہو جاتی ہے؟ جو بات ہمارے مذہب میں طے ہو گئی بس وہ حرف آخر ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ من مانی خواہشات چرا کرنے کے لیے پوچھتا پھرے کہ ایسا کیوں ہے اور ایسا کیوں نہیں؟

ملی وجہی ریست، ابتدا سے انتہا تک

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ مذہب دل میں بھی ہوتا ہے ورنہ سے پاؤں تک ہر عضو پر بھی
آتا ہوتا ہے۔ وہ اور لوگ ہوں گے جو اپنے مذہب کو دل میں چھپا کر رکھتے ہیں اور جسم پر ظاہر
کرنے سے شرماتے ہیں۔ انہوں نے اپنا مذہب بدل دیا ہے اور اب ہم کو بھی اس پدھتھی میں مبتلا
کرنا چاہتے ہیں۔

وہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ، اس کو ابھی اور ہم سب کو بھی نیک ہدایت نصیب فرمائے۔
ایمان و اسلام کی محبت و راس پر غور، اس کی تبلیغ کا شوق ہمارے دگ و پے میں، رہنے رہنے میں
آتا رہے۔ آمین



منصحت یا غیرت بکوننگ یا شعاعیں، سو سال بعد

محترم مفتی محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں گزشتہ سات سات سات سال سے آپ کا قاری ہوں۔ آپ کے مضامین ”اتھلی کی پکار“ ”بولتے تھتے“ وغیرہ میرے لیے باعث توجہ رہے ہیں۔ آج میں چند نکات پر اپنے نکات کی وضاحت چاہتا ہوں۔

(۱) آپ کی کتاب ”عالمی بیہودی“ میں صفحہ 53 پر لکھا ہے ”موجدیت پسند چوری ال سوزی اور مکمل خیر خواہی سے مسلمان نوجوانوں کو قتل و ہراشت اور وسعت نظری و راداری کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو خلعت طہلی عینتہ اور صلح حدیبیہ والا نرم رویہ اپنانے کی ترغیب دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان دشمن کے زیرِ تعلیم علاقے ”مکہ مکرمہ“ میں جہاں بے گتہ زندہ و زخمی تھے، دشمن چڑھائی کر کے مسلم مراد و روند نے آٹھا ہے۔“

جناب مفتی صاحب! آج سے سات سال تین دو قبل ”عزت توبہ جتیبہ پر ویز شرفہ صاحب“ نے بھی تقریر اسلام کے عمر کہ میں صلح حدیبیہ کا والدہ و تھا اور کہا تھا اس موقع پر ضرورت نکات سے کام لینے کی ہے۔ حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بہت چڑھائی ہو رہے تھے۔

یہ بات بھی صحیح ہے کہ مسلمان اس وقت کفار سے تعداد میں کم تھے، یہ بھی صحیح ہے کہ وہ اپنے کے ارادے سے نہیں بلکہ عمر کی غرض سے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تھے، ان کے پاس ہتھیار بھی

(2)۔ "مطلق کے سلسلہ" و جالیہ" سے متعلق تحریک مومن 19 F 26 F 19 فی الحجہ 1429ھ میں مضمون چھپا ہے: "و جال کہاں ہے؟" اس کے ابتدائی ہی اگراف میں لکھا ہے: "و جال کون سا موقع پر کچھ عرصے کے لیے اس قابل ہوگا کہ لوگوں کو ہلاک اور پھر زندہ کر سکے اور یہ اس مضمونی علم کی بدولت ہوگا وہ اسے کس طرح کرنے کا ناجائز ملک کے ذریعے۔"

میرنی ناقص رائے میں یہ اندازہ صحیح محسوس نہیں ہوتا۔ کونٹک تو آج کل ہی کافی شہرت پا چکی ہے۔ و جال کچھ موقع پر نہیں بلکہ ایک عظیمہ انسان کو کھنک کر سکا۔ پھر اسے دو بار زندہ کر دے گا۔ (مضمونی لائق) پھر سب وہ بار وہی شخص کو مارنا چاہے گا تو اس پر قادر نہ ہوگا۔ وہ جو مسلمان کو زندہ کر دے زندہ کرے گا تو کچھ اس انداز سے ہوگا کہ پہلے یہ کام کسی نے کیا ہوگا۔ اسی کو تو مثال بنا کر وہ خدا کی عبادت کوئی کرے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کونٹک کے ذریعے ایک چاند ارغیب لے کر دو چاند پیدا کیا جائے گا۔ وہ ہو پہلے کی ہم شکل ہوتا ہے لیکن یہ وہی چاند نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایک شے کی شکل میں ہوتا ہے۔ جو وقت کے ساتھ پروان چڑھے گا اور بڑا ہو کر ہو پیدا اپنے سابقہ چاند کی نقل ہوگا جبکہ جال جس شخص کو مارے گا اسی کو زندہ کرے گا۔ وہ کچھ نہیں ہوگا وہی عمر کا وہی شخص ہوگا اور یہاں تک وہل سب کا کہ اب تو مجھے تیرے و جال ہونے کا یقین اور جی بخت ہو گیا۔ اپنے اس خیال میں اصلاح کا طالب ہوں۔

(3)۔ اسی مضمون کے آخر میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس میں حضرت قسیم داری رضی اللہ عنہ کے سفر کے بارے میں قایا گیا ہے کہ ایک جزیرہ پر ان کی ملاقات جہاں۔ اور و جال سے ہوئی۔ و جال ان تجیروں میں جھکا ہوا تھا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج سے سو سال بعد ہم میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ (حدیث کے صحیح الفاظ مجھے یاد نہیں ہیں)۔ مضمون تقریباً یہی ہے (یعنی اس وقت دو لے زمین پر جو انسان رہتے تھے۔ 100 سال بعد یعنی 110ھ تک ان میں سب کا انتقال ہو گیا۔ اسی بنا پر ملہ کا ایک بڑا طبقہ حضرت خضر علیہ السلام کی دیا ہے دیا کی آئی کرتا ہے کہ اگر اس وقت بھی حضرت خضر علیہ السلام زندہ تھے تو بھی 140 سال بعد وہ بھی

وفات پاگئے اور سب زندہ نہیں ہیں۔ ان دو احادیث کا ظاہری تو دشمن تروریں ڈالتا ہے۔ آپ سے مخدوم باندہ درخواست ہے کہ من سب تعلیق فرما کر ظاہری دشمن کو دور کر لیجیے۔

دوسری بات یہ کہ وہ چال عقلیہ ایک انسان ہی ہے، جن نہیں ہے۔ کیونکہ جنوں میں سب سے بڑا شہید شیطان ہے۔ اس میں بھی یہ طاقت نہیں کہ بروہی کسی کو گناہ پر آمادہ کر لے۔ وہ چال انتہائی ذہین اور سائنسی علوم میں کمال مہارت رکھتا ہوگا۔ وہ اگر کسی گناہ پر آمادہ ہو رہا ہے تو وہ یہ علوم کتابوں سے سیکھے گا؟ نیز اس دنیا پر رہتے ہوئے کیا اس کی عمر میں اضافہ ہوگا؟ اب جبکہ تو وہ پندرہویں سال کا پورے چار سو چھ ہوا؟

(4) "گزشتہ کچھ مضامین میں "حضرت مہدی" کے ظہور کی علامت یہ تھی کہ اسی سال ماہ رمضان میں چاند گرہن اور سورج گرہن ایک ہی مہینہ میں ہوں گے۔ 1424ھ میں ایسا ہی ہو چکا ہے مگر اہم بات یہ کہ اس سال چاند گرہن درمیان مہینہ میں بلکہ شروع مہینہ میں ہوگا۔ یہ بات تو ایک اسکول کا طالب علم بھی جانے ہے کہ سورج گرہن ہمیشہ قمری مہینہ کی آخری تاریخوں 28 یا 29 تاریخ کو ہوتا ہے جبکہ چاند گرہن ہمیشہ وسط مہینہ یعنی 13 یا 14 یا 15 تاریخ کو ہوتا ہے اور اس کی وجہ چاند اور زمین کی مخصوص حرکات ہیں۔ پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہونا خلافِ عادت ہوتا ہے۔ اسے خلافِ عادت کے واقعے ہوں گے مگر جو بات میرے ذہن میں ہے وہ ہے کہ پہلی تاریخ کے چاند کے چاند گرہن کا مشہور کہنے کیا جانے کا؟ پہلی تاریخ کا چاند نہایت باریک ہوتا ہے۔ بعض اوقات نظر بھی نہیں آتا بہت کم وقت کے لیے آفتی پر ہوتا ہے۔ ایسے میں اگر اس پر گہن ہو بھی رہا ہو تو عام آدمی کے لیے اس کا مشاہدہ تقریباً ناممکن ہے۔ ایسا ہی محسوس ہوگا کہ کسی جگہ سے آج چاند نظر نہیں آیا۔ کسی کا کہنا کہ سورج و مونس و انوں کے گرہن کی طرف نہیں جائے گا۔ ہندو یہ کہلی ہوئی نشانی محسوس نہیں ہوتی۔ نیز یہ چاند گرہن 7 سال پہلے سے جیسے ابھی سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ 2009ء میں دو سورج گرہن اور چار چاند گرہن ہوں گے، انھی میں سے ہو گا یا یہ بالکل صواب

سے بہت کر ہوگا۔

آئیہ کرتا ہوں آپ جو باتوں کے سر میرے افکارات کو دور کریں گے۔

والسلام..... ڈاکٹر محمد عارف وحید آباد

جواب۔

یاد آوری اور پیشانی اور صلاح و اصلاح کا از حد شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے اور آپ کو اپنی، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سے محبت فرمائے۔ آمین

(1) اس خط میں جدت پسندوں سے مراد وہ اسکالر تھے جنہوں نے مشرق صائب کو وہ تحریر تیار کر کے دی تھی جس میں انہوں نے مشہور زمانہ اس کا سداویل سے کام لے کر اپنے لایا تو انفعال کو سند جو از فراہم کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کی بات بالکل بجا اور درست ہے۔ بدو کے اس خیال کا مقصد یہ تھا کہ نام نہاد فکرت پسندی اور بدو کی نظام مصطلحت کوئی نئی سی جی رہے جس میں ہابیت نہ تھی، بلکہ وہی تھا جس کی تفصیل آپ نے کی اور بحال میں نے بیان کیا، الجہن بہم دیکھنے کی شکل میں۔ صاف بات یہ ہے کہ سدا حد یہی ہوئی اس لیے تھی کہ مسلمانوں کے سپہ سالار و علی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مسلمان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے انتظام کے لیے 4 اسو مسلمانوں سے سوت نمک لڑنے کا عہد لے لیا تھا۔ اس غیرت اور ایمانی اخلاص کے بے مثال مظاہر سے لفظ کو مجبور کیا کہ وہ آخر مسلح کی بات چیت کریں۔ آئی ہم نے ایمانی غیرت کو ایک طرف رکھ کر خود مسلح حد یہی کی جس کی انتظام شروع کر دی ہے جو ہماری بدوئی اور یہ ایمانی کو سند فراہم کر سکے۔ اس سے بدی بد نصیبی کی بات کیا ہوگی؟ آپ کے اگلے ایڈیشن میں اس تحریر کے ایہام کو دور کر دیا ہے۔ جزا اللہ تعالیٰ

(2) اس خط کو یوں گوارا چاہیے۔ "خدا کا کوئی ملک کی کسی ترقی یافتہ شکل کے لیے۔" اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ دجائی کی خلافت کی ساتھی توجیہ ہے کیونکہ اس اور اسباب میں اس کو جو خلافت کے کی وہ بالکل باقوی الفطرت نہ ہوگی بلکہ فطری قوتوں پر غیر محمدی تحقیق کے ذریعے حاصل ہوئی جسے عام لوگ تحریف قدرت سمجھ کر یہودی ساتھی دانوں

کے اس شعبہ و باز کو خدا مان لیں گے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ ”دجال ساتھی علوم میں کمال مہارت رکھتا ہے۔“ اس کے مضامین میں راقم یہ بات کہہ چکا ہے کہ پرہیزگاری و نیکی میں کارفرما شعاعوں کو یہودی سائنس دانوں نے کسی حد تک محفوظ کر لیا ہے۔ تعلیم بطور محفوظ کرنے والا حسب اختیار استعمال کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ان شعاعوں کے ذریعے بحیرہ اطلال کا مپنگ جسکتے میں کیے جاسکتے ہیں اور غمگینہ دنیا و جہاں کے بطور تہ قبل ہی جھوٹی خدائی کے یہ قتلے دیکھے گئے۔

(۳)۔ ان احادیث میں تعارض نہیں اس لیے کہ یہ عام بنی نوع انسان کی بات ہو رہی ہے جو اس وقت زندہ تھے۔ اس کے بعد بھی عموماً سو سال بعد زمین پر وہ انسان نہیں رہتے جو آج زندہ ہیں۔ ان کی جگہ نئی مخلوق لے لیتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام جیسا ”بیکر خیر“ اور دجال علیہ السلام جیسا ”سراپا“ کے شرانگہ سے مستثنیٰ ہیں۔

دجال گناہ جہنم سے ملے گا۔ اسے یہ علوم سیکھنی ضرورت نہیں، کچھ تو اس کی صلاحیتیں بے مثال ہوں گی (۱) کہچہ صرف شرمیں ہی استعمال ہوں گی (۲) اور کچہ یہودی سائنس دان اپنی تمام ایجادات اس کے قدموں میں ادا کر دے گا کہ وہ ان کی عالمی حکومت قائم کر سکے۔ جہاں تک اس کی عمر کی بات ہے۔ یا تو زمان و موسم اس پر اثر انداز نہیں یا پھر اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کو بڑھایا ہی ایسا ہے کہ غیب گزرتے گئے باوجود وہ شرم کے کاموں کو غلط عروج تک پہنچانے کے لیے ایسا ہی پیش و پیادہ ہوگا جیسا کہ کوئی جوان امریتوں سے۔

(۴)۔ یہ حساب سے بانٹل بہت کرے گا۔ اس کے وقت کو سائنس دان پہلے سے متعین نہیں کر سکتے۔ غایا یا ایک ہونے کے باوجود اس کا عام اور خطا احساس ہی اس کی آخری صورت ہوگا۔ واللہ اعلم بما ہو کائنات فی کائناتہ۔

جنگ ہند کی ترغیب، جہاد کی عملی تدبیر، امیر کی تلاش

محترم مفتی ابوالبابہ شاہ منصور صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

فلسطین اور اقصیٰ کے موضوع پر آپ کے مضامین ایک عرصے سے میرے عزیز مطالعہ رہے ہیں۔ میں یہ سب کچھ پڑھتا تھا اور سوچتا تھا کہ اقصیٰ کا مسئلہ تو حلایا جا رہا ہے مگر کچھ جیسا عامی اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہے؟ اس سلسلے میں کوئی کامیاب کار نہیں تھی۔ آپ کی کتاب ”جوہال“ کے شائع ہونے کے بعد یہ کئی دور ہو گئی۔ اس میں میرے جیسے شخص کے کرنے کے لیے بہت مواد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے اور آپ آئندہ بھی ہماری رہنمائی کا کام بہ انجام دیتے رہیں۔

(۱) میں سوچتا ہوں کہ اقصیٰ کے مسئلے میں ”ہند“ پڑتا ہے۔ فلسطین اور بیت المقدس میں

آخری بڑے محرک کے سب سے پہلے روایات کے مطابق ایک بڑی اور فیصلہ کن ”ہند“ میں ہوگی جس میں مسلمان ہندوستان کو فتح کریں گے۔ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ مسلمان ہندوستان کے بادشاہوں کو مات دیں گے۔ جب واپس جنکس کے تو وہ اپنے اردن کے کنارے حضرت عہدی اپنے چار ساتھیوں کے ہمراہ ہوا اور وہ جو وہ نصاریٰ کے ساتھ ایک انتہائی خونخوار جنگ میں مصروف ہیں گے۔ یہ لشکر حضرت عہدی اور ان کے ساتھیوں کا معاون ہوگا، چونکہ ہمارے خطے کو اس ”جنگ ہند“ سے براہ راست تعلق ہے، اس لیے میرا خیال ہے کہ اقصیٰ کے ساتھ ساتھ ”جنگ ہند“ کے موضوع پر بھی لوگوں کو بیوا کر کے کے مضامین لکھے جائیں، کیونکہ ہم سب ”جنگ ہند“ ”محمد بن“ کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے اور ہم اس میں طوعاً یا نرہاً ملوث ہوں گے لہذا اس کی تیاری اور قربانوں کے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ عملی جہاد کی عام آدمی کے لیے کیا صورت ہے؟ ہر آدمی کیا کر سکتا

عالمی وجہی رہا ہے۔ اور خدا سے انکار کیا ہے۔

ہے۔ اس کا تھیں امیر جماعت کرتا ہے۔ اس وقت ہمارے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا امیر کون ہے؟
 میں جہاد کی تیاری کس طرح سے کروں؟ انداز تصحیح و تجدید، اگر اللہ اور حرام سے احتیاط کے علاوہ میں
 کیا عملی اقدامات کر سکتا ہوں؟ واضح نہیں ہیں۔ دانشوروں کا جو وفد غزوہ کے لیے گیا تھا میرے
 انداز کے عین مطابق آجوتہ کر رہا۔ مصری حکومت نے اسے غزوہ جانے ہی نہ دیا۔ میرے خیال
 میں اس وقت مسلمانوں میں جہاد کی جو داخلی رکاوٹ ہے اسے دور کرنے پہلے مرحلے میں ضروری ہے،
 مگر اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

(3)۔ روایات میں ہے کہ قریب قریب تین مسلمان اور عیسائی مل کر ایک جنگ لڑیں گے ماس
 میں انہیں کامیابی ہوگی۔ مسلمان کہیں گے کہ یہ کامیابی ہماری ہے۔ عیسائی اس کا کرڈت خود
 لینے کی کوشش کریں گے۔ بعد میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگ شروع ہو جائے گی۔ جس کوئی
 عالم تو نہیں ہوں۔ بس ایسے ہی امن میں خیال آتا ہے کہ شاید یہ جنگ این بزم (کروں) کے خلاف
 دنیوی فتنوں کی سرزمین پر لڑی جا چکی ہے جو درحقیقت ظلم کے خلاف جہاد تھا مگر امریکا نے باوجود اس کی
 خاموشی کے بعد جب دیکھا کہ افغان مجاہدین قتل تباہ کامیابی سے یہ جنگ لڑ رہے ہیں تو اپنے مخالفین
 شخص اسلحے کی صورت میں مدد کی جب کہ اس کا کوئی فوجی لڑنے نہیں آتا۔ بعد میں عیسائی اب اس فتح کا
 کرڈت لینے ہیں کہ ہم نے وہ تمام کام بدل لے لیا۔ میں اپنی اس رائے کی تصحیح چاہتا ہوں۔ اسرواقی کروں
 کے خلاف جنگ وہی جنگ ہے جس کا انداز روایات میں ہے تو پھر غریب مگر کہ کامیابی ہی چکا ہے ویسے
 میں ایک امیر جماعت اور قائد کا مطالعہ کروں جو میری اور مجھے جیسے بزرگوں عام مسلمانوں کی رہنمائی کرے۔
 بتاتا رہے کہ ہر اگلے مرحلے میں میں کیا کرنا چاہیے۔ امید ہے کہ آپ میری خوش رہنمائی فرمائیں گے۔

(ڈاکٹر محمد عارف وحید رآباد)

جناب ڈاکٹر صاحب!

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1۔ جب جذبہ جہاد ایک مؤمن کے دل کو شوق شہادت سے گرمانے لگتا ہے تو پھر شوق و غریب

جانی پہلی۔ جو استاذ استاذ تھا۔

کی تفریق کے بغیر اسے تو میدان کارزار میں ہی جھنک آتا ہے، اچا ہے وہ ہند میں ہے یا تھکڑوں میں۔ دراصل اسلام کے آغاز میں عرب سے غیرت مند جاہلوں نے ایک جہلی کی پکار پر آکر سندھ اور ہند کی سرزمین میں اسلام چھیلا یا تھا۔ اب آخری دور میں "افغانی کی پکار" پر ہند سے بلند بخت اور خوش نصیب جہادی جماعت لبیک کہتے ہوئے عرب جانے کی اور فلسطین کے "محرکۃ العزائم" میں امیر انجالیہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حصہ لے گئی۔ اس لیے آپ فلسطین کی بات کریں یا ہند کی، عراق کی یا کشمیر کی، ان شاء اللہ سعادت مند رہیں جب جہادی سیکل اللہ کی آواز پر لبیک کہیں گی تو ان کے لیے زمان و مکان اور جغرافیہ و زبان کا فرق بھی آواز نہیں آئے گا۔ ویسے جب ہند کے ابتدائی آخر باقی مہر کے جو سرزمین کشمیر پر لڑے جا رہے ہیں ان ہی کے حوالے سے دھرم کے متعدد مضامین الحمد للہ اس موضوع کے حوالے سے اپنا حصہ ڈال چکے ہیں۔ اور جہاد افغان پر لکھے کچھ مضامین سے تو پوری کتاب ترتیب پا سکتی ہے۔

3۔ یہ دکانیں اب پڑھتی ہی جا لیں گی اور صاحب عزیت مسلمانوں کا امتحان سخت سے سخت تر ہوتا چلا جائے گا۔ بالآخر جو لوگ سچے عقیدے، پاکیزہ زندگی اور جہاد کے راستے میں آنے والی ہر مشقت برداشت کرنے پر ڈٹے رہیں گے، انہیں (یا ان کی نسبی و روحانی نسل کو) اللہ تعالیٰ اس لشکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا جس کے ہاتھوں تیسری عالمی جنگ میں کامیابی کے بعد "تسلیم علیہ" پر "خلافۃ المسیح" قائم ہوگی۔ بہار کے کرنے کا کام یہ ہے کہ عالمی، امیر کے ظہور سے قبل مقامی صالح امیر کی تلاش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر بناتے ہوئے اپنی ذاتی ذمہ داریاں ادا کریں اور ہم میں سے ہر ایک اجتماعی کاموں میں اپنا حصہ ڈالے۔ اپنی زبان سے اسلام، نفس اور مثال فی سبیل اللہ کی دعوت کو زندہ رکھے۔ اٹھتے بیٹھتے ان کا تذکرہ کرے۔ مجاہدین کے حق میں ذہن بہوار کرے۔ جو کچھ بھی آمدنی ہو اس کا کچھ نہ کچھ قیصر راہ خدا میں دینے کی عادت ڈالے۔ اپنے بچوں اور کچھ والوں سے بھی یہ عادت ڈلوائے۔ غصے چلنے والوں کو بھی اس کی ترغیب دے۔ جہاد بالمال کے فریضے کو زندہ رکھے تاکہ چاروں کی روشنی بھی ملتی رہے اور اس کے

حاجی و جانی و دولت و امتداد سے دستبردار

لیے درکار ایندھن بھی کم نہ ہو۔ اور جب جہاد بنفس کا موقع آئے تو ہم اپنی حقیر جان کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے استعمال کرے جو کسی کی ملامت کی پروا کریں نہ کسی کے دباؤ یا رعب سے اسے چھوڑیں۔

۳۔ روس کے خلاف جنگ یہ جنگ نہ تھی۔ لیکن... آخری معرکے کا میدان دریائے اردن کے مغربی کنارے سے قحوظ آگے "آرمینیا ڈون" کی وادی میں جہاں شروع ہو چکا ہے۔ اس کے لیے وہی خوش نصیب چابکس کے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے رات کی تباہیوں میں اللہ رب العزت کے حضور ایک سچے اور ہدایت یافتہ قائد کا ساتھ دینے کے لیے اس کا ساتھ مل جانے کی دعا کی ہو اور پھر اپنی زبان کو حرام کوئی سے اپنے پیٹ کو حرام خورق سے اور شرم گاہ کو حرام کاری سے بچانے رکھا ہو۔ جہاد کی لگن رکھنے اور قائد کی تحریک رکھنے والوں کی کادھار کی بدولت اللہ تعالیٰ ایک قبیح سنت، بیدار مغز اور شجاع و دلیر قائد کو امت مسلمہ کا نجات دہندہ بنا کر بھیجیں گے۔ جب تک قدرت کی طرف سے وہ ہدایت یافتہ امیر نہیں آتا تب تک مسلمانوں کو مقامی قبیح سنت امیر کی قیادت میں مال و جان سے جہاد بھی کرتے رہنا چاہیے اور محض امیر کی تلاش بھی جاری رکھنا چاہیے۔ جہاد کسی بھی حال میں ساقط نہیں ہے اور امیر کے ملنے تک اسے چھوڑ دینے والوں کو امیر کے ظہور کے وقت اسے جاری رکھنے کی تلقین نہ ملے گی۔ وہ تو دنیا کے فتنوں میں پھنس چکے ہوں گے۔

پچیس سوالات ایک تجویز

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے اس خط کا مقصد اپنے ذہن میں پائے جانے والے کچھ اشکالات کے متعلق رہنمائی حاصل کرنا ہے جبکہ چند ایک باتوں کی وضاحت بھی مطلوب ہے۔ علاوہ ان میں ہجو تجاویز بھی دے رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ اشکالات اور تجاویز غیر اہم ہوں، لیکن جو مناسب معلوم ہوں تو ”زچال“ نامی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں افادۂ عام کے لیے انہیں شامل اشاعت کیا جاسکتا ہے۔

(۱)۔ ”مہدیات“ کی پہلی قسط میں آپ نے پہلے ہی اگر اہل میں حضرت مہدی کے بارے میں لکھا ہے: ”وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ عام انہوں کی طرحت پیدا ہوں گے۔“ کیا احادیث میں ان کے وقت پیدائش کی علامات کے متعلق بھی کوئی روایت ملتی ہے؟ یہ آپ نے کس فیاض پر لکھا ہے؟ بالفرض اگر ہم مان بھی لیں کہ وہ سی بن ہجری یعنی ۱۴۲۹ھ میں ہی پیدا ہو گئے ہوں تو پھر ان کے ظہور کا سال ۱۴۶۹ھ بنتا ہے جو نصف صدی کے بعد آتا ہے جبکہ آپ نے لکھا ہے کہ صدی کے مجدد ہونے کی رو سے نصف صدی سے پہلے پہلے ان کا ظہور ہوگا۔

(۲)۔ آپ نے مزید فرمایا ہے: ”مہدی ان کا نام نہیں، القاب ہے، معنی ”ہدایت یافتہ۔“ یعنی اُمت کو ان کے دور میں جن امور کی ضرورت ہوگی اور جو چیزیں اس کی کامیابی اور بہتری کے لیے ضروری ہوں گی اور پوری دوسرے زمین کے مسلمان بے تحاشا قربانیاں دینے کے باوجود انچند چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو رہے ہوں گے۔“ اُمت کو کامیابی اور برتری

حاشیہ چوتھی ریاست مابعد است انتہی ملک

کے لیے کن چیزیں ہیں اور اس امر کی ضرورت ہوگی؟ [حضرت مہدی کی توفیق دہی طور پر ان کا اور ایک ہوگا۔]
 کیا قرآن وحدیث میں مسلمانوں کے ہر مسئلے کا حل موجود نہیں ہے؟ اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پوری دنیا کے تمام مجاہدین ان تمام صفات سے عاری ہیں جن کی بدولت وہ کامیابی حاصل کر سکیں؟ [اور وہ ان کو تاجیوں کی تلافی اور ان چند صفات کو ہرسانی اپنا کرامت کے لیے مٹانی کو قرار دوا کریں گے اور وہ کچھ چند سالوں میں کر لیں گے جو صدیوں سے مسلمانوں سے بن نہ پڑا ہوگا۔]
 کیا اس تجربہ اور ان حدیث شریف میں تضاد نہیں ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں سے ایک جماعت قیامت تک مسلسل حق پر قائم رہے گی (اور) غالب رہے گی۔“ [۲]

(3) حضرت مہدی کی طرف میں تلاش کرنے والے سات علماء میں سے علاحدہ علیحدہ ہر ایک کے ہاتھ پر 310 سے کچھ افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی یا سب سات علماء کے ہاتھ پر مجموعی طور پر 310 سے کچھ اور افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی؟ کیا تک آپ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے: ”حتی کہ وہ سات علماء جو دنیا کے مختلف حصوں (عملاً طور پر پاکستان، افغانستان، ازبکستان، ترکی، شام، عراق، الجزائر، موریتانی) سے حضرت مہدی کی تلاش میں آئے ہوں گے اور ہر ایک کے ہاتھ پر تین سو دس سے کچھ اور افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی۔“ جبکہ آج ایک ہی انٹرفیس میں لکھا ہے: ”اسی طرح یہ سات علماء بھی ان کی جستجو میں بے چین رہیں گے تا باری ہوں گے۔ ان کے ساتھ موجود تین سو کے گنگ جھگ افرادی بھی دیا ہجرت سے ان کی تلاش میں حرمین کائنات چھنے ہوں گے۔“

(4) ”... (1941ء میں ایک امریکی سائنسدان کچھ لیجسلاٹو نے ”Deathray“ ایسی دگر نے کا طعن کیا۔“ یہ ”Deathray“ کیا ہے؟

(5) ”جب حضرت مہدی کی یورپی عیسائیوں سے جنگ ہوگی۔ اس میں حضرت کے ساتھ بارہ ہزار سے قریب مجاہد ہوں گے۔“

کیا خراسان کے لشکر کے افراد بھی اس لشکر میں شامل ہوں گے چنانچہ کی تعداد علیحدہ ہوگی؟

(۶) ”مصدقہ یورپی فوج کا ۹ لاکھ ۵۰ ہزار کا لشکر یورپ کے دروازہ قسطنطنیہ (استنبول) سے گزرتا کر شام کی سرزمین پہنچا یا ہوگا۔“

اس فقرے میں شام کی موجودہ مغربی ایشیائی حدود پر ان کی گنتی میں یا وہ حدود جو اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھیں! اگر وہی تھیں تو اس زمانے کے ملک شام میں کون کون سے ممالک یا علاقے شامل تھے؟

(۷) ”جب تم دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے برف پر گھست کر (کراٹنگ کر کے) کیوں نہ جانا پڑے۔ کہ اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے۔“

اس حدیث شریف میں سیاہ جھنڈوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت کیا ہوں گے یا محاورہ؟ یعنی کیا اس میں سیاہ جھنڈوں سے مراد کانٹا پتھر یوں کو لیا گیا ہے یا حقیقتہً سیاہ جھنڈے؟

(۸) ”آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ گلابی مہدی کے آنے میں سال وصال طیار ہوگا اور اسی سال حضرت مسیحی علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ مشہور حدیث شریف کے مطابق جب وہاں لشکے کا تو زمین پر چالیں دن رات رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ایک دن کے برابر ہوگا۔ بقیہ ۳۷ دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔“

پوچھنا یہ ہے کہ کیا حدیث میں جس کی تعبیر ملتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صبح وہاں سے پہلے دن چالیں ہوں گے، دوسرے دن رات، تیسرے دن بقیہ ۳۴ دن رات کے ہوں گے؟

(۹) ”سورج کا اپنے غروب کے مقام سے طلوع ہوگا، وہاں کا گلابی مہدی کے چاندور کا نمودار ہوتا ہے کیا یہ تینوں واقعات حدیث شریف میں ہیں اور اگر آپ کے مطابق نمودار ہوں گے یا نمودار نہ ہوں گے؟ سورج اپنے غروب کے مقام سے طلوع ہوگا یا غروب وہاں سے پہلے زمین کا چاندور نمودار ہوگا؟“

(۱۰) ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابھی اللہ تمہارے لیے بھیجا“ کیا تم نے کسی

عاقبتی و جانی، یا سب سے پہلے اسے اٹھائے

ایسے شہر کے متعلق بتا ہے جس کے ایک چاروں طرف اور دوسری جانب سمندر ہے؟ ”سبحا بہ کے طرف سے
 آیا۔“ کئی ہاں یا رسول اللہ! ”فرمایا:“ قیامت اس وقت تک کاڑھیں ہوگی جب تک کہ کئی اسحق
 کے 70 ذرا فرماؤں اس شہر کے لوگوں سے جہاد نہ کریں۔“

اس حدیث شریف میں کس شہر کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

(۱۱۱)۔ ”جب تم دیکھو کہ غراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے اٹھائے تو اس لشکر میں
 شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے برف پر گھسنا پڑے (گرا ایک کمرے) کیوں نہ ہو تاچہ نہ
 گرا اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے۔“

اس جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور غراسان کے لشکر میں ہوگا، جبکہ پہلے آپ
 نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور بیت اللہ شریف میں ہوگا؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا غراسان
 کی جانب سے نکلنے والا لشکر حضرت مہدی سے مدینے میں جائے گا یا یہ لشکر ہندوستان اور
 ارد گردی کے حکام و امراء مسلمہ و کفر انوں کے خلاف ہندوستان میں ہی پیدا کرے گا؟

(۱۲۱)۔ ”فجر کی نماز کی پابندی نہیں ہو رہی (یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت
 ہے یا مصر کی جماعت کا اجتماع نہیں) یہ یزیدوں کے غلی خاتمہ کا وقت ہے۔“

اگر تمام یہ جو درجہ لکھے ہیں اور مصر کی جماعت کا اجتماع بھی نہیں ہو رہا، بلکہ وقت
 گزرے کے ساتھ ساتھ خدا کی رحمت و کرم ابھی ہے اور لوگ ایمان سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔
 تو کیا اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی دو تمام مسلمان ختم ہو چکے ہیں
 کے بعد سب جیسے فرض کی پابندی نہیں کر سکتے یا تمام لوگ نماز کی اور بھی کا اجتماع کرنے نہیں گئے؟

(۱۳۱)۔ حضرت مہدی کے لشکر کے جن قہر گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی پھر گئے جانے

اور ایک تہائی لشکر شہید ہونے والا ایک تہائی لشکر قتل یا صلیب پر لٹکا دیا جائے گا، ایک تہائی لشکر زندہ رہے گا
 جن کو انہوں نے حضرت مہدی کے مہمان بنانے والے تمام مسلمانوں کے علاوہ جن مسلمانوں

سہیلی، بانی ریاست، احمد سے اپنا غم

میں سے ٹوٹ ہوں گے جو غیر جانبدار ہے ہوں اور جنگوں کے جنگ میں حصہ نہیں لیا ہوا ان
کے بارے میں احمد ریٹ میں کوئی وضاحت ہے کہ ان کا کیا مشہور ہوگا؟ کیا ان کو خود کشیاں میں ہوگا یا
وہ خود کشوں میں شمار کیے جائیں گے؟

(۱۵)۔۔۔ احمد ریٹ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے زمانے میں نام نہاد
مسلمانوں کا ایک طبقہ اور ہوگا جو حضرت کا ساتھ چھوڑ کر رہ گئے ہوں گے اور وہ بدانت ہوگا۔
وہ اسلام کا دھوڑے دار ہونے کے باوجود حضرت کے مخالفین میں سے ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ ساری
دنیا کی آنکھوں کے سامنے درناک خطاب میں گرفتار کرے گا۔ وہ خود کشوں کے ساتھ نہیں
میں احمد ایسے نہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو آئی کل کے سب سے بڑے فتنے یعنی "قذافی
ارتداد" کا شکار ہو چکے ہوں گے اور ان کا سربراہ "عبد اللہ غنیانی" کی قیادت میں ہوگا۔

پھر آ کے چل کر گھٹتے ہیں

"تو بچا پسن! اللہ اب ہمارا کام لے گا اور وہ جو بچے کو چار بچے والے اور سات بچے والی
جانتے والے وہ بد نصیب دشمن خیرات ہوں گے جو حضرت مہدی کی تلواریں کاٹ کر دیں گے۔ یہی قذافی
ارتداد کا انجام ہے۔ یہ لوگ چاندروں کی طرح ذرا کیے جائیں گے۔" ان کی قیادت سے فتنے کی
خبریں بہت آتی ہیں حضرت مہدی ان کے سربراہ یعنی ان کی قیادت میں ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان کی قیادت
ذرا کر دیں گے۔

ان سے پہلے ایک جگہ ان سے حاصل ہونے والے مال قیمت کا ذکر ہے۔ اب سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ لوگ خود کشوں کے ساتھ زمین میں اختلاط پائیں گے تو مسلمان
ان کے ساتھ بغیر جنگ کیے ان کا مال، مال قیمت کے نام پر یہ حاصل کریں گے؟ اور وہ لوگ
چاندروں کے جیسے کس طرح ذرا کیے جائیں گے؟

ان سوال پر اگر ائمہ میں اختلاف ہوتا ہے؟

(۱۶)۔۔۔ "اگرچہ ان کے سربراہ اور ان کے چاندروں کی مخالفت کے خلاف

عمرانی نام ہے۔“

اس میں پاکستان کے کون کون سے علاقے اور افغانستان کے کون کون سے علاقے شامل ہیں؟

(۱۶)۔ ”حضرت دانیال علیہ السلام کی بس پیش کوئی کے جس حصے سے ہمیں ملچکی ہے وہ یہ ہے۔“ شمالی بادشاہ کی جانب سے فوجیں تیار کی جائیں گی اور وہ محترم قلعے کو ناپاک کر دیں گی۔ پھر وہ روزانہ کی قربانیوں کو چھین لیں گی اور وہاں نفرت کی ریاست قائم کریں گی۔“

”اور ان اس کی مدد کریں گی اور وہ محکم مقدس کو ناپاک اور دائمی قربانی کو حقوق کریں گے اور اچانکے دانی محروم چھ لے لیں گے۔ اور وہ عہد مقدس کے خلاف شرارت کرنے والوں کو برکشتہ کرنے کا لیکن اپنے خدا کو پہچانتے والے تقویت پا کر کچھ کر دکھائیں گے۔“ (تورات: اس 846 دانیال: اب 11، آیت: 32-31)

ان دو فقرات سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اسرائیلی افواج مسجد اقصیٰ پر قابض ہو جائیں گی۔ کیا واقعی ایسا ہی ہوگا اور کیا حضرت مہدی علیہ السلام اس کے بعد ظاہر ہوں گے؟ یا پیش گوئی کے اس حصے میں بھی یہود و نصاریٰ نے تخریف کر دی ہے؟

(۱۷)۔ ”حدیث شریف میں جو ”ماوراء النہر“ سے ”حارث حیات“ (نہاں) کے چلنے کا تذکرہ کیا گیا ہے تو یہ حلقہ کہاں واقع ہے؟ اور اس میں کون کون سے ممالک آتے ہیں؟ کیا خراسان کو بھی ”ماوراء النہر“ کہتے ہیں یا کوئی اور علاقہ ہے؟

(۱۸)۔ ”حضرت مہدی کے ساتھی وہی ہوں گے جو آخری وقت تک ساری دنیا کی مخالفت و عداوت کی پروا کئے بغیر جہاد کی پابندیت پر ڈالے رہیں گے۔“

خدا را! احساس کیجئے کیا موجودہ حالات کے تناظر میں جہاد کے ساتھ ”صلح“ کا افہام استعمال کرنا درست ہے یا اس پر ”فرض“ کاطلاق ہوتا ہے؟

(۱۹)۔ ”نفرت کی ریاست کے 2۱ سال بعد قیام کے متعلق جو پیش گوئی ہے تو ان

حاکمی، دیوانی، ریاست، ابتدا سے انتہا تک

ساروں کا شمار سکندر اعظم کے ایشیا فتح کرنے سے ہی کیوں ہوتا ہے؟ اور شارمین کی کیا تو جیہ
بیان کرتے ہیں؟

(20)۔ ”مسکیات“ کی پہلی قسط ”مسحاکا انقلاب“ میں ہے ”ارہال حضرت مہدی اور ان
کے ساتھ موجود فاقین یورپ، جیسا نیت مجاہدین کو سخت مشقت میں ڈال چکا ہوگا؟“
یہاں صرف فاقین یورپ، جیسا نیت ہی کیوں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مہدی
خروج و عہد سے پہلے صرف عیسائیوں سے جنگ کریں گے اور یہودیوں کے ساتھ ان کا کوئی
محرکہ نہیں ہوگا؟ کیا جیسا کیوں کے ساتھ ہونے والی ان جنگوں میں یہودی عیسائیوں کا ساتھ نہیں
دیں گے؟

(21)۔ ”مسکیات“ کی دوسری قسط ”سیح کی کڑی“ میں لکھا ہے، ”وہ آخری ہزاروں کے
حلقے میں، افیق، نامی کھائی یا نمودار ہوگا۔ مسلمانوں اور وہاں کے لشکر کے درمیان جنگ ہوگی
اور جب مسلمان نماز فجر سے لیے اٹھیں گے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل
ہو جائیں گے۔“

جبکہ ”مسکیات“ کی تیسری قسط ”قیامت کب آئے گی؟“ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تحکیم اس
وقت خاص طور پر مسیح ابن مریم کو بھیجے گا کہ جب وہاں ایک نوجوان کو مار کر زندہ کرتے کا قاتل اٹھا
رہا ہوگا۔ جبکہ اسی قسط میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دمشق کی جانب مشرق میں سفید پینار سے
(یا دمشق کے مشرقی دروازہ پر سفید پینار) کے پاس نازل ہوں گے۔

”ارہالیاہت“ کی دوسری قسط ”وہاں کا شخصی خاکہ“ میں ہے کہ مسلمان شام کے ”بیل و خانہ“
کی طرف بھاگ جائیں گے۔ وہاں فجر کی نماز کے وقت یحییٰ بن مریم نازل ہوں گے۔

تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے موضع نزول کی ان روایات میں اختلاف کیوں ہے؟

(22)۔ ”وہاں کے ساتھ امشبہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو اہل چارہ ہوں

اور بے ہونے ہوں گے۔“

ہی دن گئیں گے جتنے کام کو اپنی بے نقوسی اور عدم کے لیے فتنہ بہت کر رہے تھے۔
 اس فقرے سے بھی یہ ثابت ہے کہ دنیا بھر میں چاروں طرف کی قوموں اور طاقتوں کی قیادت
 اپنے مقصد میں انھیں بے جا دھک دے رہی تھی۔ مگر وہ خود دامت و قائم رہے۔ ان کے لیے
 یہ جو یہودیہ اور کفار کے حوالے کر رہے گئے لیے پوری مخالفت چھوڑ دی۔ آپ کی رائے کے مطابق
 یہودیہ کی ناکامی ہی یہودیہ کی قیادت میں انھوں نے کفار کے لیے یہودیہ کی ناکامی کے مطابق
 جب تک مسلمان کفار کے لیے استعمال ہوتے رہیں گے آپ بے حد مطمئن رہے کہ انھوں نے
 خود ۱۹۶۱ء میں اس وقت تک فتح کا تصور بھی حال ہے۔ یہودیہ کے اپنے مشہور کے مطابق انھوں
 نے ۱۹۶۱ء میں ان کے مقصد کے لیے ۱۹۶۱ء میں ہی زیادہ حصہ ان کا یہودیہ یا انتہائی اور انھوں
 مسلمانوں کا ہے۔ یہودیہ کے خلاف چاروں طرف سے ہیں اور انھوں نے خود مسلمانوں کو
 افواج کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ کے خلاف مسلمان سچ سے ہیں اور انھوں نے خود
 ان کی تو قیاد ان کے انھوں میں ایک نئے کے انھوں نے خود دامت و قائم رہے۔ آپ
 پر مجبور ہو جائیں گی۔

آخر میں عرض ہے کہ آپ کے اپنے نظموں میں بہت کچھ ان کے انھوں نے خود
 ہیں جسے عام یا حال ہی میں انھوں نے خود دامت و قائم رہے۔ آپ کے
 بھی مخالف محسوس کرتے ہیں۔ آپ کے مناسب سمجھیں تو ان کے انھوں نے خود
 قبول کر لیں کہ خیریت کی دہائی میں بھی فرق نہ آئے اور عام دہائی میں اس سے اختلاف ہو سکتا ہے۔
 انہوں نے خود دامت و قائم رہے۔ آپ کے انھوں نے خود دامت و قائم رہے۔
 فرقہ میں معنی دیکھ کر انھوں نے خود دامت و قائم رہے۔

والسلام

خلیل الرحمن، جامعہ

الجواب

عاقی و جانی ریاست، اقتدار است انجائیک

1- آپ اس جملے کا مطلب نہیں سمجھیں۔ یہ جملہ ایک مخصوص طبقے کے اس نظریے کی تردید کے لیے تھا جس کے مطابق حضرت مہدیؑ فنا سے صدیوں پہلے پیدا ہو چکے تھے پھر کسی عمار میں پوشیدہ ہو گئے اور پھر قریب قیامت میں ظہور کریں گے۔ اس تعلق کو یوں بنا دینا چاہیے، ”خود پیدا ہو کر روپوش نہیں ہونے بلکہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے۔“ باقی سن کے وقت ظہور کی بڑی صلاحیت دینا جو کہ مسلمانوں کے گرو گئے انکے ہوئے جانا اور چند ایک مسلمانوں کا کفر کے خلاف نئے رہنما اور امت کی قیادت رکھنے والے درجہ مسلمانوں کا بارگاہ الہی میں کسی قائم جری کے ظہور کی عمارتیں دروازوں سے مانگتا ہے۔ جب وقت اتفاقاً ہوتا جائے کہ عام قائدین جہاد اور مسلمین وقت عمار کے پس میں نہ رہے اور سب مل کر کسی طبع معیت قومی ان شیر و عاقی و جہادی شخصیت کی دل کی گہرائیوں سے ترنا کرنے لگیں تب ان کا ظہور ہو گا۔ واللہ اعلم۔

2- اس تحریر اور حدیث شریف میں تضاد نہیں، توافق و تاکید ہے۔ مسلمانوں کی جو جماعت حق کی خاطر قتال کرتی رہے گی حضرت مہدیؑ اس کے امیر ہوں گے اور یہ جماعت جو قربانیاں دے رہی ہوگی۔ وہ ان کو نتیجہ خیر جان کر فتح و نصرت سے سرفراز ہو کر خلافت اسلامیہ قائم کریں گے۔ ان کے ظہور سے پہلے مسلمانوں کو جس کامل درجے کی انتہا شریعت، اتحاد و اتفاق اور دلوں کی وحدت و بغض اکیت و محبت سے کھلی تطہیر کی ضرورت ہوگی۔ وہ حضرت مہدیؑ کی اصلاح و تربیت اور صحبت و تلمیذ کے ذریعے حاصل ہو جائے گی۔ یہ وہ چند چیزیں ہیں جن کی تملک آپ کے ظہور سے پہلے مسلمان محسوس کر رہا ہے۔ باقی نظریاتی طور پر دین تملک ہے، پس اسے تملک طور پر اپنانے کی ضرورت ہے۔

3- غالب امکان متحدہ متحدہ سات عمار کے ہاتھ پر تکلیف کی بیعت جہاد اور استقامت حتی الموت کا ہے۔ نہ نیا میں جہاں جہاں اصوات و جہاد کی تحریکیں چل رہی ہیں، جو اہل علم و صلاح ان کی قیادت کرتے ہیں اور جو مجاہد و مریدان کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا کرے گا کہ باآغراض کی طاقت، صلاحیت اور قربانیوں کی برسات طبع ہو کر جس پر نالے میں

انھیں ہوا کرتے گی، وہ حضرت مہدی کے قدموں پر گرے پڑے گا۔

۱۔ یہ موت کی شعا میں ہیں۔ اور اصل بڑا دشمنی انہی میں جو حیرت میں مہم طبعی شعا میں کار فرما ہیں، یہ وہی سائنس دان ان کو جمع کرنے اور حسب غلط استعمال کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ یہ شعا میں اگر کسی انسان کے بس میں آ جائیں تو ان سے جہت و تکلیف کا کام لے جانتے ہیں جن کو محمولہ بالامضعون میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ وہیت کے چوٹی کے دماغ اس روئے زمین پر ان شعا میں کی طاقت کو سب سے مؤثر ترین اور مہلک ترین ٹیکنالوجی سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہاں کے فروغ کے اعلا میں کہ انہوں نے ان کے حصول پر موقوف کر رکھا ہے۔ وہ اس کے حصول میں جزوی طور پر کامیاب ہو چکے ہیں اور جس دن وہ اس میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کریں گے۔ وہاں کے خروج اور یہ محمود لیا پر ہے تاہم بادشاہی اور غافل پختہ وقتہ ارکان اعلان کر دیا جائے گا۔

۵۔ ظاہر تو یہی ہے کہ یہ افراد اس فکری اور ترین عنصر ہوں گے۔

۶۔ اس زمانے میں شام کی حد میں آج کے چار ملک شامل تھے (۱) موجودہ شام (۲) اردن (۳) فلسطین (۴) لبنان۔ آخری زمانے کے اندر ترین استعانت اسی خطے میں پیش آئیں گے جو ان چار ملکوں پر مشتمل ہے۔

۷۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ لفظ سے اس کا حقیقی معنی مراد لیا جائے، جب تک تجاری معنی کا قرینہ نہ ہو "حقیقی معنی ہی مراد ہوگا۔ یاد چنندے کا حقیقی معنی تو یہ و علم ہی ہے، کافی پختہ و اسلافی شہار یا خانوئی مراحل علامت ہو سکتی ہیں۔

۸۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب وہاں اپنے خروج کی آخری حد پر ہوگا اور مسلمانوں کو فلسطین کی ایک گھاٹی "النبی" میں محصور کر کے ان پر آخری وار کی سوچ رہا ہوگا۔ ان دنوں ایک رات مسلمان آہیں میں یہ طے کریں گے کہ "فتح یا شہادت" کے لیے آخری حملہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی وصیتیں ایک دوسرے کو کھوا کر موت پر بیعت کریں گے اور اپنا اضافی سامان ملکیت سے نکال کر "زندگی یا موت" کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ ان کی اس جانتاری کی

• کئی جہانی رویت: قدرے قابلِ فہم

[illegible]

۱۴۔ اسی نعرہ کا ہر اہل سنت و فطرت مہدی، یعنی اللہ عز و جل کے چاہنے والا، وہ نہیں ہو سکتا جس نے اپنا جانے کا اور پیچھے رہ جائیں گے وہ فطرت اور ان کے بھائیوں کے ہاتھوں اپنے سر پر آسمان قتل ہوں گے اور ان کا مال خیرات کی طرح تقسیم ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت علیؓ کی طبع پر تو چور افغانوں نے قبضہ کر لیا تھا، پاکستان کا مصر یہ کہہ رہا ہے اور قبا بھی مانتے ہیں وہ سب اشیاء کے ساتھ ایک اس میں آگے ہیں۔ باقی اگر وہ خوش قسمت بنیں تو انھیں دیکھیں وہ بھی ہوں گے انہی کو ان کے ادیب افراد اس میں شریک ہوں گے۔

۱۵۔ مسجد اقصیٰ میں نمازوں کا مقوف ہونا شدید جنگ کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے اور اسرائیلی انواع کی طرف سے جاری ہندش کی بنا پر بھی۔ تاہم حال یہ القدس پر تسلط کے لیے جاری دہائی مہم کا طریقہ نواح ہو گا اور اسی افلیش پر اکتفا سے درو اشک کو بی طرح کریمہ جہان قیام کی اور شدید ترین جنگ عظیم کا نظارہ کرے گا۔

[illegible]

عاقبتی و جہانی ریاست، اور خدا سے انتہائی غلط

افغانستان پر بھی ہوتا اور اس طرف واقع ان وسط ایشیائی ممالک پر بھی ہوتا ہے۔

18۔ جہاد اسلام کی اہم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ”فرض“ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے اور اس اعتبار سے اسے ”سنت“ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کا مبارک طریقہ ہے۔ دونوں لفظ اپنی جگہ درست ہیں۔ سنت کہنے کا مطلب ”فرضیت کا اظہار“ نہیں، بلکہ اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کر کے اس کی حیثیت کو مقدس و متبرک ثابت کرنا ہے۔ ”پہاں“ نامی کتابی سلسلے کا لفظ لفظ اس پر گواہ ہے۔

(19۔ اس وقت دنیا میں مختلف کیلنڈر رائج تھے۔ اس تاریخ کے آغاز کے لیے جس کیلنڈر کے ساتھ موافقت تین تھی وہ سکندر اعظم کی فتح کے دن سے شروع ہوتے والا کیلنڈر ہے۔

20۔ یہودیوں نے ہمیشہ دیوار کے چھپچھپتے دوسروں کے کندھے پر ہندوئی رکھ کر لڑا ہے۔ عیسائیوں کے جذبات پر ابھی تو کر کے انہیں مسلمانوں سے لڑوانا اور دنیا کو مسیحی جنگوں کا تختہ رینا یہودیہ کی قدیم ”نسانیت“ کی روایت ہے۔ آخر زمانے میں بھی ایسا ہوگا کہ وہ یہ سانپیت کو متحد کر کے مغربی دنیا کو مسلمانوں کے مقابلے میں لائے گی اور جب مسلمانوں کے ہاتھوں یہ سانپیت خداحال ہو کر اسے موتی ہو جائے گی اور خود مسلمان بھی تھکے ماندے اور جنگ کی چوہ کار یوں سے متاثر ہو چکے ہوں گے تب یہودی موقع نصیرت جان کر چال کے خروچ کا احازن کر دیں گے اور اس کی قیادت میں پاری دنیا پر حکومت کا خواب آنکھوں میں سجائے میدان میں آ جائیں گے۔ اس وقت مسلمان سخت مشقت میں ہوں گے اور یہودیوں کے ساتھ ”آرمیگا ڈون“ کی وادی میں ”معرکہ عظیم“ برپا کریں گے۔ اس سے پہلے یہودیوں کے ساتھ جھڑپیں تو چلتی رہیں گی مگر زوردار معرکہ اس کے بعد ہی ہوگا۔

21۔ ان روایات میں اختلاف نہیں، انہیں کافری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشرق کے مشرقی جانب سفید چترے کے پاس نازل ہوں گے اور پھر وہاں موجود چاہدین کے ساتھ ”ایضاً“ نامی

ساحلی اور جانی مریا سے ملتا ہے اور جہاں تک

کھائی کی طرف روانہ ہوں گے جہاں وہابی نے مجاہدین کو محصور کر رکھا ہوگا۔ ان دنوں وہابی کی ہادو
 آمیا، سائنسی تکنیک، مروجہ پر ہوگی اور وہ لوگوں کو ہار کر مذکورہ کرنے کے شہید سے دیکھا کر اپنی خدائی
 تسلیم کروانے کی آخری کوششوں میں مصروف ہوگا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی جگہ
 متعین ہے البتہ نزول کے وقت آگے پیچھے متعدد واقعات دور بہ دور ہوں گے۔ کسی حدیث میں ایک کو
 بیان کیا گیا ہے کسی میں دوسرے کو۔

23۔ ہاں ایران میں اصفہان کے قریب "یہودیہ" نامی علاقے میں بڑی تعداد میں اصلی اور نظر
 قسم کے یہودی آباد ہیں۔ یہ وہ یہودی ہیں جو فلسطین سے اس وقت قبل وطن ہو کر یہاں آئے تھے
 جب ان کی شدت اعمال کے نتیجے میں ان پر عراق کے بادشاہ "بخت نصر" کی شکل میں عذاب مسلط
 ہوا۔ یہ لوگ یہاں کے بڑے تاجر شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی معاشی میں ان کا اچھا خاصہ اثر راسخ
 ہے۔ پچھلے دنوں انہوں نے اسرائیل کے قریبی دن کے موقع پر اسرائیل کے حق میں زبردستی انکار
 کیا جس کی تصویر ہم نے اخبار میں چھاپی تھی۔ یہ لوگ بھی اعتبار سے خالص یہودی ہیں۔ ان میں
 غیر یہودیوں کے خون کی آمیزش نہیں ہوئی اور یہ جتنا خاص اور متعصب یہودی نہ کہ وہ وہابی کے
 اتنا ہی قریب ہوگا۔

24۔ تو یہ کارواں وہاں دنیا کے باطل اور آخری دنوں میں ڈالیا آف نامزد ہوگا۔ مروج وہابی
 اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔ متذکرہ بالا سوال کا جواب اسی کتاب میں تفصیلی سے دیا گیا ہے۔ اس کو
 علامہ فرمالیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جو جائے گی۔

24۔ اس فقرے کا مقصد عالمی سطح پر ایسے قلمی ضرورت اور اب وہ لازم ہے جس کی مکمل
 اطلاعات کی ترغیب دینا ہے جو اپنی بہت و جرات سے کلمہ و اُلم کے پورے کردار حق پر خلاف
 اسلام یہ قائم کرے گا۔ اس کا مطلب ان لوگوں کی قہاروں کا کارہ کہ انہیں جو اس کے ظہور سے
 پہلے علم الہی کو زندہ کرنے کے لیے عظیم ترین قویوں سے ملے۔ آپ انہی سطروں سے
 آگے کی چند سطریں پڑھ لیتے تو آپ یہ سمجھ لیں۔ چوں کہ اب میں چاہتا ہوں لوگوں کی

قریبانیوں کو سلام پیش کیا گیا ہے، ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک مبہم جملے کو لیاقت و مہارت سے کاٹ کر کسی اور معنی میں لینا قرین انصاف نہیں۔

25۔ نہیں ہرگز نہیں اس تاثر کی نفی پوری کتاب کر رہی ہے اور پوری کتاب اس چیز کی گواہی دے رہی ہے کہ کالے جھنڈے والے وہ خوش نصیب لوگ جو آخر زمانے کے قبیح سنت اور بدعتی و عوامی قائد کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے وہی لوگ۔ یا ان بلند مرتبہ لوگوں کی باقیات۔

زہریلے جھنڈوں نے آج کل دنیا بھر کے مسلمانوں کے عالم میں پوری دنیا کی ان چالیس سے زیادہ نکلوتوں کا بے جگری مت سامنا کیا ہے جو طاغوتِ عظمیٰ کی جھڑپی تلے اللہ کے نور کو مٹانے کی کوششیں کر رہے ہیں اور نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ عجمی و عیسائیوں کا ایسا بے مثال مظاہر کیا ہے جس نے دنیا کی تاریخ بدل ڈالی ہے۔ ان خداست یورپائیوں نے تمام دنیا و مافیہا کے تمام انداز سے ٹھکر کر دکھائے ہیں، اور دنیا کو قربانی و ایثار کے ایسے ایمان افروز اور روح پرور نظارے دکھائے ہیں کہ اہل ایمان کے سر جھکے ہوئے دل پھر سے نکل آتے ہیں، ان کے حوصلوں کو تازہ و تازہ اور ایمانی جوش نصیب ہوا ہے اور پورے عالم اسلام کو بقی نہیں، پورے عالم انسانیت کو سامراجی اقتدار کے ڈنگل سے نکلنے کی کرن دکھائی دینے لگی ہے۔ یہ دنیا کے وہ عظیم اور سعادت مند لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ایمانی فہم اور حکمت و بصیرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کے راہ کی پیروی کر رہی ہے اور قرآنِ اولیٰ کے مسلمانوں کے کردار کی وہ جھلک دیکھ رہے ہیں اور تم حوصلہ لوگوں کے سامنے پیش کی ہے جس نے کئی صدیوں میں مذکور ایمانی کپیٹیات اور ترقی میں نقصان دہی پر مشتمل فتوحات و محلی صورت میں محسوس کرتے تھے ان کے سامنے آنکھ دکھائی ہے۔ باقی جہاں تک کچھ مسلمانوں کا کفار کے لیے استعمال ہونے کی بات ہے تو یہ بجائے خود ایک تاریخی المیہ ہے۔ یہاں یہ فریضہ ہے کہ ان لوگوں کے عقلمند اور ماہروں کے جوہر بھونکے جائیں جو یہ حال دیکھ جائیں وہ مایوس نہ رہیں گے۔ یہ ایک عظیم مسئلہ ہے جس کا حل ہے، وہاں ایسے کارکنوں کو ڈالنا ہے، جو باقی اور غلاموں کی ایمانی مثال کے سامنے کھڑے ہو سکیں۔ مسلمانوں کے سر بلند ہونے کی ضمانت باقی ہے، مگر اس سب

نے مل کر اسے جھنڈے کو اس وقت بلند رکھتا ہے جب تک اسلام اور مسلمان سر بلند نہیں ہو جاتے۔
 جہاں تک اردو کے گارڈھے پن کی بات ہے تو کتاب کے نئے ایڈیشن میں جن جن جگہ مشکل الفاظ
 کی جگہ آسان الفاظ رکھے گئے ہیں۔ گویا قاعدہ تمام مضامین کی تسہیل کی گئی ہے۔ اگر آپ یا دوسرے
 قارئین اب بھی مشکل محسوس کریں تو ایسے الفاظ کی نشاندہی فرمائیں۔ ان کے متبادل پر غور کر لیا جائے
 گا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔



مغرب کی گھڑی ہوئی فرضی شخصیات اور دجال

محترم مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ایک حال کرنا تھا۔ آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جہاں پہر ملین یا قرظیہ قسم کا آدمی ہوگا۔ یہ تو مغربی دنیا کی تخلیقی کردہ فرضی قسم کی مخلوق ہے جسے دیکھ دجال تو پہلے سے پیدا شدہ ایک حقیقی مخلوق ہے۔ ان دونوں کا باہمی کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ امید ہے بخشی بخش جواب عزایت فرمائیں گے۔

الجواب: دجال میں کچھ غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں تو قدرتی طور پر ہوں گی کہ اسے اللہ نے پیدا ہی انسانوں کی آزمائش کے لیے کیا ہے اور کچھ صلاحیتیں اس میں مغرب کی تجربہ گاہوں میں صرفہ کارفتہ مانع بیجوری سائنس دانوں کی ان ایجادات کی بدولت ہوں گی جن کی بدولت وہ اسے ”بادشاہ عالم“ کی حیثیت سے کامیاب بنانے کے لیے دن رات کوشش کر رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قدرتی صلاحیتوں اور مصنوعی بیوندکاریوں کے امتزاج سے اس کو یہ کامل تخلیق بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر بالآخر پیادہین اسلام کے انزال جذبے اور یہ خلاص قربانیوں کی بدولت قوم یہود کا سوائی سرمایہ اور ان کے مختلف ٹیکس کا سازشی دماغ سب دھوا رہا جائے گا اور فتح ان اللہ والوں کی ہوگی جو بے مروتان ہونے کے باوجود مغرب کی تحریروں اور ترقی سے مرعوب ہونے اور ان کے سامنے ٹھکنے سے انکار کر کے وحشیانہ وسائل کو استعمال کرتے ہوئے پھٹکھٹکھٹکے ان کے ہر دستہ پر شیطان اور اس کے کھوکھروں کے خلاف ہم بغاوت بلند کریں گے۔ واللہ اعلم

باقی یہ بات یاد رہے کہ پھر یمن اور یمنیہ وغیرہ جتنی فرضی قوتیں دجال کے خروار سے پہلے

عالمی و جالی ریاست دانتہ سے انتہا تک

انسانی ذہنوں کو ہموار کرنے اور اس کی شیطانی طاقت کے سامنے جھٹ کر مرعوب ہو جانے کے لیے گھڑی جاتی ہیں۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ توحید باری تعالیٰ کا سبق بار بار دہراتے رہیں تاکہ اللہ رب العالمین کی ازلی وادی صفات ان کے ذہن میں ایسی راسخ ہوں کہ پھر کوئی ان کو خوفزدہ یا مرعوب کر سکے۔ نہ کسی کی جھوٹی قداہی ان کو دھوکا دے سکے۔



کائنات و اولن

محترم مولوی شیر محمد صاحب

اسلام ٹائمز، لاہور

اللہ تعالیٰ اور ختم اور زیادہ کرے۔ چھپنے والوں ایک کتابچہ بعنوان "مسجد اقصیٰ، اریزا اور عرب مسلم فوس کا مسئلہ" نظم سے گزرا ہے جناب شاہ کمال الدین نے تصنیف کیا ہے۔ انہوں نے اس موضوع کا حق اور کرنے کی پوری کوشش کی۔ مذکورہ کتابچے میں صفحہ 53-54 میں مسجد اقصیٰ کی تاریخ اور ملکیت کے یہودی دعوئی کا ذکر کیا گیا ہے۔ بواب دیا گیا ہے مگر یہاں سے میرے ذہن میں ایک الجھن پیدا ہوئی جس کی وضاحت کے لیے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ میرا سوال وہ حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ اس اقصیٰ سے متعلق ہے جو دارن اقصیٰ سے

"اورش مقدس" پر یہودی کے آبادی حق کے ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر ہے اور کس کا یہ جگہ سب انتہا اہم ہے۔ آج دن دنیا میں جو یہودی پائے جاتے ہیں ان میں "بنی اسرائیل" کے یہودی ایک نہایت چھوٹی اقلیت جاتے ہیں اور قیادت کے منصب پر بھی قریب قریب کبھی فائز نہیں۔ آج کے یہودی اکثریت اٹلانٹک Aslikenuzi کہلاتی ہے جن کے آباؤ اجداد Khazarians ہیں۔ انہیں "کوکیشین Caucasians" بھی کہتے ہیں (تو قاز سے نسبت کے باعث)۔ یہ نئی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی گورنی قوم ہیں جو کبھی بحیرہ خزر کے مغربی جانب خطہ قوقاز میں آباد تھیں اور کوئی دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی (چوتھی اور پانچویں صدی ہجری) میں جا کر داخل یہودیت ہو گئے، بعد ازاں یہ ہنگری، پولینڈ اور ماسکو میں جا کر رہ گئے اور پھر رفتہ رفتہ پورے یورپ میں پھیل گئے اور ہر جگہ میڈیا، معیشت اور سیاست کے جوڑ توڑ پر پارہ قائم کر لینے کی حیرت

عالمی و جهانی ریاست، جیسا کہ اسے انتہا تک

ستیم سے بالوں والی ٹیکنی پوش کوریاں، جو ثقافتی ہی نہیں نسلی لحاظ سے بھی قطعی اور یقینی طور پر یورپ
 ہی کا پھیلاؤ ہیں اور یورپ ہی کی کلیکٹ، ترقی یافتہ، مقدس پر ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ
 السلام کے نسب کا حق مانگ رہی ہیں اور ان کے اس "آبائی حق" کے لیے یہاں صدیوں سے
 آباد ابراہیم کے طریقے پر اقصیٰ میں خدا کی مہارت کرنے والوں کو مسجد خالی کرنے کے نوٹس
 دیے جا رہے ہیں۔ کیونکہ سرزمین مقدس پر "کٹھنائیوں" کا نہیں "اولاد ابراہیم" کا حق ہے!!!
 اسے پڑھ کر مندرجہ ذیل سوال ذہن میں آتے ہیں۔

(1) یہ تمام پتھر اور نسلی تقسیم (اسرائیلی اور غیر اسرائیلی) کیا معاملہ ہے؟ ہم تو اللہ ہی جانتے
 ہیں کہ یہودی نہیں یہودی ہوتے ہیں اور وہ ہمارے حق پر قابض ہیں اور یہ دنیا کی لرزل ترین قوم
 ہے جو اللہ کے غضب کی منتظر ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔

(2) اسرائیلی اور غیر اسرائیلی یہودی کا پڑھ کر ذہن میں یہ آتا ہے کہ چونکہ فلسطین پر اصلی بنی
 اسرائیلی یہودی کا قبضہ نہیں بلکہ کوئی اور قوم جو بعد میں یہودی بنی، قابض ہے۔ یہ بھی ہم جانتے
 ہیں کہ یہودی اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے کیونکہ وہ صرف یہودی مال سے پیدا ہونے والے
 ملک کو ہی یہودی مانتے ہیں نہ کہ باہر کی تبلیغ یہودی ہونے والے کو۔ تو وہ تمام احادیث نبوی جن
 میں یہودیوں پر آخری وقت میں جہل ہونے والے غضب کا ذکر ہے۔ ان غیر بنی اسرائیلی
 یہودیوں پر کیسے ان کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

(3) اس اقتباس کو پڑھ کر یہ بھی ذہن میں آتا ہے کہ اصلی بنی اسرائیلی تو خود غلوم ہیں کسی انتھناری
 یہودیوں سے۔ تو وہ خود کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ چہ جائیکہ ان کو قابض اور مغضوب گناہا جائے۔

(4) آئی کل انٹرویوٹ پر تمام بڑی بڑی ویب سائٹس پر 21 دسمبر 2012ء کا کاؤنٹ ڈاؤن
 چل رہا ہے۔ کوئی اسے کسی "چین مذہب" میں ذکر کر دے Dooms Day کہہ رہا ہے۔ تو بہت
 سے عیسائی حضرات اس سرائ کو Rapture کا سال کہہ رہے ہیں اور کچھ لوگ 2012ء کو 7
 سالوں کے مجموعے یعنی 2012ء تا 2019ء کا آغاز سمجھ رہے ہیں۔ وہ لوگ 7 سالوں کو Jublie

Years کہتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا مسیح انہیں سات سالوں میں سے کسی سال آئے گا۔
 کیا ان سب اندازوں کا معنی دیا گیا ہے مثلاً منظور صاحب کی کتاب ”دجال“ میں ان کو روزِ دایال علیہ
 السلام کے دیان کے ساتھ کوئی تعلق ہے جس میں ”نقرت کی ریاست“ کا اختتام یا اختتام
 کا آغاز 2012ء بتایا گیا ہے۔ اس کی رو سے حضرت مہدی کا وقت موجود بھی یہی ہو سکتا ہے۔
 واضح رہے کہ اس وقت یورپ اور امریکا میں روزِ مہدی کے استعمال کی کافی اشیاء 2012ء کی پہلے
 تاریخ کے ساتھ فروخت کے لئے ریکارڈ قائم کر رہی ہیں۔ والسلام دایال خالد پٹوہ

جواب:

(۱) یہ قوم کی طرح یہود میں بھی نسلی طبقات پائے جاتے ہیں۔ دوسری قوموں کی یہ نسبت
 کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری قوموں کو تو کتہہ سمجھتے ہیں۔ آپس میں بھی ایک دوسرے
 پر نسلی نفرت جتانے میں جاہلانہ تعصب کا بدترین مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہر کیف اس نسلی تعصب کے
 باوجود دونوں فلسطینی مسلمانوں سے زمین چین کر انہیں ارض مقدس سے جلا وطن کر کے ان کی جگہ
 پر خود آباد ہو رہے ہیں اور یہاں کے اصلی باشندوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ دونوں دجال کو بھارت
 دہندہ سمجھ کر اس کی آمد کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور اس کے لیے مسجد اقصیٰ کے احرام کو
 ضروری سمجھتے ہیں۔ تمام جرائم میں یہ تمام نسلی طبقات برادری کے شریک ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جو
 لعنت اور غضب یہود نامی قوم کے لیے مخصوص ہے، اس میں ان سب کا موازنہ حصہ ہے۔

(2) یہودی ان کو اپنے نسلی تعصب کی بنا پر اگرچہ یہودی تسلیم نہ کریں لیکن اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک تو ہر شخص جو کسی مقصود قوم کے ساتھ کھڑا ہوگا وہ بھی غضب کا مستحق ہوگا۔ آج یہ وجہ
 دوم کے یہودی اسرائیلی آبادی میں انسانے کا ذریعہ نہیں اور فلسطینی مسلمانوں کی قبضہ دہی
 زمینیں چھوڑ دیں تو اصلی قابض یہودی چند دن بھی فلسطینی مجاہدین کے سامنے نہ ٹھہریں۔ لعنت
 شدہ قوم کو تقویت پہنچانے والا بھی ملعون ہے۔

(3) یہ لوگ اصلی حامیوں کے آئے گا ہیں اور فلسطینی مسلمانوں کی بار بار حمایتی کے باوجود اور

عالمی دجائی و راست، ابتدا سے انتہا تک

ان پرائڈ آنکھوں سے ظلم ہوتا دیکھنے کے باوجود یہ ظالموں کی طاقت میں اضافے اور ان کی مدد سے باز نہیں آتے۔ اس لیے جو حکم ان کے آقاؤں کا ہے وہی ان کا بھی ہے۔

(4) اصل بات یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام گناہوں سے بچنا تو بہ کر کے اپنے آپ کو دین کی سر بلندی کے لیے وقف کر دے۔ باقی یہ بات کہ کس بن میں کیا ہوگا؟ اسے عالم الغیب اور قادر مطلق پر چھوڑ دے۔ جن لوگوں کو اس تاریخ سے دلچسپی ہے، کیا انہوں نے اس تاریخ کو کسی اعتبار سے اہمیت دینے کے بعد قبر اور آخرت کی تیاری کی کوئی فکر کی؟ ظاہر ہے کہ نہیں کی۔ یہ حقیقت ہے یا عقل مندی؟ یہ شریعت و سنت پر فدا اہمیت ہے یا فتنہ زدگی؟ فتنے میں مبتلا ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان غیر مقصدی چیزوں کی کھوج لگائے اور مقصدی چیزوں کو سامنے ہوتے ہوئے بھی نظر انداز کیے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم اور قلب سلیم عطا فرمائے۔ آمین



اتحاد یا غلطی؟

محترم مولوی شیر محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مفتی ابولہادیہ شاہ منصور صاحب کی تالیف کردہ کتاب ”وہاں۔ کون؟ کب؟ کہاں؟“ نظر سے گزر رہی۔ اللہ تعالیٰ یہ کوشش قابل قدر ہے۔ چڑھ کر یہ معلوم ہو اس دنیا اپنی رنگینیوں کے ساتھ کسی طرف جارہی ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ان شاء اللہ۔ یہ کتاب ہر چڑھنے والے کو متاثر کرے گی اور اللہ تعالیٰ وہاں کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور ایمان پر قائم رکھے۔ عطا فرمائے۔ آمین

مفتی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کتاب میں صفحہ نمبر 87 اور 88 پر بادشاہ نجد شائع ہونے والے خواب کی تشریح، جو حضرت (انیال علیہ السلام) نے فرمائی تھی کا ذکر کیا ہے اس میں تھوڑا سا اتحاد نظر آ رہا ہے جیسا کہ صفحہ نمبر 88 پر ہے۔ ”کیونکہ دنیا میں ایسی ریا۔ ست نہیں جو 2300 دنوں کے بعد قائم ہوئی اور محض 45 دن قائم رہے۔“ کے بعد شتم ہو گئی ہو۔“ (45-1235-1290)

یہاں جرمسب لکھا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر 1290 سے 1235 کا سال دیکھ جائیں تو 45 نہیں بلکہ 55 رہ جاتے ہیں۔ (55=1235-1290)

آج سے پچیس تو لکھا ہے۔ ”چنانچہ نفرت کی ریا۔ ست کا قیام 333 قبل مسیح کے 2300 سال بعد ہوگا۔ (333-2300) اور یہ حال اگر گستاخ یہودیوں کے کئی خاتمے پر ختم ہوگا۔ پھر بعض محققین کا کہنا ہے کہ (2012=45+1967) کے فارمولے سے نفرت کی اس گتہ نگار مملکت کا اختتام یا اختتام کے آغاز کا زمانہ 2012ء کے آس پاس رہتا ہے۔ جہاں پر جو یہ فارمولہ اٹھایا گیا ہے وہ لحاظ ہے کیونکہ میرے انداز سے جو پچیس سال بنتے ہیں، اگر وہ 1967ء میں جمع کیے جائیں تو یہ

(2020 بنتا ہے۔ 1967-55=2022)

نہرت کی یہ ریاست جون 1967ء میں قائم کی آئی ہے۔ اگر اس میں 55 جمع کیے جائیں تو یہ جون 2022 بنتا ہے۔ اگر یہ اس تاریخ پر اسلامی کھینڈر کے حساب سے دیکھا جائے تو یہ تاریخ کچھ اس طرح بنتی ہے: "اصحیٰ: 1406-11-11۔ ہجری: 1443-11-10۔

اگر اس اسلامی تاریخ کو حدیث نبوی کی رو سے دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے حضرت مہدی کی عمر ظہور کے وقت تقریباً 40 سال ہوگی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کی شروعات میں ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو اسلام کی قوت کا باعث بنتا ہے۔ ان احادیث سے یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔

(1) حضرت مہدی کی عمر 40 سال ہوگی۔ (2) مجدد کی پیدائش صدی کی شروعات میں ہوتی چاہیے۔ یہ دونوں باتیں 2022ء میں بظاہر پوری ہوتی نظر آتی ہیں نہ کہ 2012ء میں، کیونکہ 2012ء میں ہجری سال 1433ھ بنتا ہے۔

اس گفتگو سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ نہرت کی ریاست اسرائیل کے خاتمے کا آغاز ٹھیک 55 سال بعد جون 2022ء میں شروع ہوگا۔ اس کے بعد تقریب ہی حضرت مہدی ظاہر ہوں گے۔ یہاں پر ایک اور حدیث مبارکہ کو بیان کرنا مناسب سمجھوں گا جو "تیسری جنگ" عظیم اور "جہاں" میں صفحہ نمبر (64) پر ہے۔ "ادامہ اظہر فرمائیے" واقعات کی ترتیب یہ ہے کہ آوازِ مہمان میں ہوگی اور معرکہ شمال میں ہوگا اور ذی قعدہ میں عرب قبائل بغاوت کریں گے۔ دبا محرم کا مہینہ تو محرم کا ابتدائی حصہ میری امت کے لیے آوازِ بخش ہے اور محرم کا آخری حصہ میری امت کے لیے نجات ہے۔"

اگر آپ اس حدیث پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہاں جو حدیث مبارکہ میں بخش گونیاں کی گئی ہیں: (1) آوازِ مہمان میں ہوگی (یہ تاریخ بنتی ہے): 1443-09-15ھ۔۔۔

18-04-2022ء

(2) معرکہ شمال میں ہوگا: 10-10-1443ھ — 13-05-2022ء

(3) ذی قعدہ میں عرب قبائل بغاوت کریں گے: 10-11-1443ھ —

11-06-2022ء

(4) انی انجہ میں ساحیلیوں کا ہونا جائے گا: 15-12-1443ھ — 16-07-2022ء

(5) حضرت مہدی کا ظہور: 10-01-1444ھ — 09-08-2022ء

(6) جہاد کی شروعات: 21-01-1444ھ — 20-08-2022ء

(7) محرم کا ابتدائی حصہ میری امت کے لیے آزمائش ہے یعنی عمر میں ابتدا میں جب حضرت مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کی بیعت کرنا اور ان کے نظریں میں شامل ہونا ایک بڑی آزمائش ہے۔

(8) اس کا آخری حصہ میری امت کے لیے نجات ہے۔ یعنی 11 محرم کو حضرت مہدی جہاد کا آغاز کریں گے اپنی کمان کے نیچے۔ آپس محرم انحرار کو ان کے خلاف سے نکالیں تو یہ عید وی 15 تاریخ 20 اگست 2022 بنتا ہے۔ یہاں پر یہ بات غور طلب ہے۔ 11 محرم 1443ھ کا دن ہے جس دن مسجد اقصیٰ میں آخری کی کا ہونا کہ واقعہ عجیب آیا تھا۔

اس ساری گفتگو سے یہ باتیں اخذ ہوتی ہیں (1) نفرت کی ریاست 99 سال قائم رہے گی۔ (2) نفرت کی ریاست جون 1967ء میں قائم ہوئی اور پچیس سال بعد یعنی 11 محرم 1443ھ کا دن 99 سالہ تاریخ 99 قعدہ 1443ھ میں اس کے خاتمے کا آغاز ہوگا۔ 31 اکتوبر کی طرف 1443ھ مطابق اگست 2022ء میں ہوگا۔ (4) حضرت مہدی کے کمان کے نیچے قعدہ کے خلاف جہاد کی شروعات محرم 21، 1444ھ مطابق 20 اگست 2022ء کو ہوگی۔ یہاں سے 11 محرم 1443ھ کا دن ہے جس دن مسجد اقصیٰ کو 1967ء میں یہودیوں نے تباہ کیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب سے التماس ہے کہ کتاب میں یہ لکھی جائے کہ امام حسینؑ کے لئے

خیر عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام علیہ و آلہ وسلم۔ خیر پور میسر

عالمی و جہاں ریاست، ابتدا سے انتہا تک

اعداد لکھنے میں کیپوزر کی غلطی کی وجہ سے یہ تضاد نظر آ رہا ہے۔ اصل میں یوں ہے۔
 1290-1335ء: اس صورت میں 45 سال عی ہاتی پہتے ہیں نہ کہ بچپن۔ یہ غلطی صرف اعداد لکھنے
 ہی میں ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے کی عبارت دیکھنے سے کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ کتاب کے
 نئے ایڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح کی جا چکی ہے۔ آپ کا اور ان تمام قارئین کا شکریہ جنہوں
 نے اس طرف توجہ دلائی۔ اللہ تعالیٰ۔ سب کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب
 فرمائے، اپنے دور اپنی مرضیات اور نبی علیہ السلام کی ہدایات پر چسنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



اے خدا! محفوظ فرما فتہ و جال سے

امتحان لینا نہ یارب بندہ بد حال سے
 اے خدا! محفوظ فرما فتہ و جال سے
 کیوں نہ اس کے شر سے بچنے کی دعا کرتے غلام
 جب پتہ آقا ﷺ نے مانگی فتہ و جال سے
 اس برائی سے رہیں گے دہر میں محفوظ وہ
 جو حریں خود کو فرمائیں گے ٹیک اٹھال سے
 اس لیے صبیحوں نے کی ہیں سب تیاریاں
 شاہ ہوا چاہتے ہیں اس کے استقبال سے
 ایک مفضوب عظیم، دوسرا ہے ضالین
 شاہ ہے عیسائیت صیہنیت کے مال سے
 آج دنیا کو بھنا چاہتے ہیں یہ نال
 کل جگ دنیا میں تھے جو ہر طرف پامال سے
 اہل حق سے مسجد اقصیٰ کی یہ فریاد ہے
 اب کریں آزاد مجھ کو بقعہ و جال سے
 کشن سرکار ﷺ کی تو زمین ہے سر سر
 مال سے وصال سے انفعال سے اقوال سے

عالمی دیوی، دوست، وعدے، اچے تیرے

یاد ہو کے خواب جو مے کی سب تشریفی
توہ کو واقف کیہ رجائیت کے چار سے

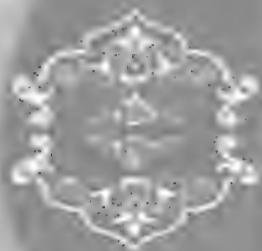
کہنوں کی مروجہ خوری پہ نکلیں قی قدیمیں
اس لیے خاکف ہیں وہ شائین کے اقبال سے
تشریح پوری



انصرتِ مسلمہ کے نام



مفت محمد رفیع الرحمن صاحب دہلی



پاکستان کے تمام شیور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رابطہ: 0313-90764214

فیضانِ قرآن

آداب فقہی نویسی



فقہی نویسی کے ذرا اصول، آداب و ضوابط
و اس کی نکات و خصوصیات کے بارے میں

فقہی و اسلامیات



پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رابطہ: 0313-9264214

مائی پرکھ دین

منزل الہیہ



پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رہنما 0313-9264214

پاکستان کے تمام شہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

جولافت

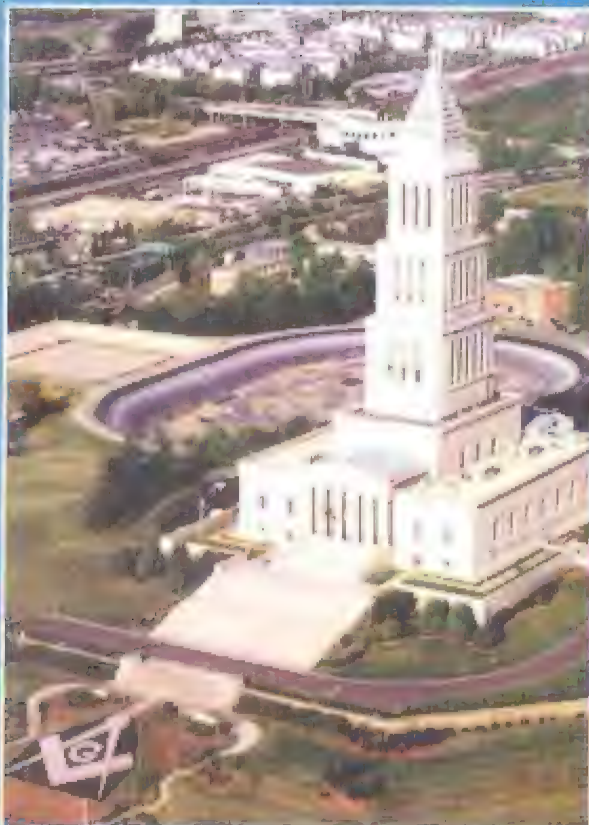


لے کر پے

پاکستان کے تمام شہور کتب خانوں سے دستیاب ہے
رابطہ: 0313-9264214



وہ سب دوسرا دھنسن وی سی کی کینسل پرنٹنگ امریکا کی ایک علاقائی وزارت ہے۔ اس کی تعمیر اور اس کا نیا ڈیزائن
 دہال کی تنظیم فری میسن نے کیا تھا۔ یہاں موجود تھیں، جہاں حکومت کی زیر نگرانی وہ فیصلہ کیے جاتے ہیں جو تمام ارض
 دہال کی مجموعی صورت کی راہ ہوا کر سکیں۔



جارج واشنگٹن کے نام سے موسم بہار کو روٹی منڈی کی علامت ہے۔ جس کا انتخاب امریکا کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی طرف 17 مئی 1932ء میں کیا گیا۔ اس علامت میں، چابی کی لڑائی، انٹیم فی سوس کی کیٹکٹ علامتیں چاہا جاتا تھا چابی جس اور اسے فری منٹری کے 1351ء کو امریکی وائس پریزیڈنٹ بنے تھے اور ان کی علامت کے طور پر چابیاں اور 1945ء چاہا ہے جس امریکی علامت ہے کہ امریکا، چابی کی لڑائی، کو اپنے کے لیے سے پہلے امریکی چابی، راست ہے۔



کئی طبیعت کے مختلف شعوراتی خاکے معروف ہیں۔ اوپر دیا گیا مثال سب سے مکمل اور جامع تصور کیا جاتا ہے۔ یہودی شعوریت کے مطابق یہ رانی کے گناہ پر ہے کہ انہوں نے خدا کے تصور کو اس کی تمام اقسام میں سمجھ کر لے لیا۔

[illegible]

سائبر اور کرنٹیں

مکتبہ صوفیہ اسلامیہ دہلی کے حاکم کو کہتے ہیں چارہ ہے یہی اور آئینی / لکھی گئی۔ جانوں سے بچانے کو
چارہ ہے، ان لوگوں کی حکومت کا عملی نمونہ ہے اور ان کی عزت و تہذیب کی فانی نمائندگی چارہ ہے غالب آتی چارہ
ہے۔ ان کی آپ نے جو کیا کیا ہے۔

4. 1000

[illegible]

۱۰۔ شریعتی معاملات پر طرفہ عمل کی گئی ہے۔ اجماعی اثبات چارہ گرائی گئی ہے۔ جب۔ شریعتی پرستی پرستی کی طرف سے اور

[illegible][illegible]

۵۔ آئی کے سامنے یقیناً محبت جا نہیں گئے۔ ان کے صدور میں عجیبی کھابہ ہے۔ دینی کی کرشمہ آفتاب بن کر گر رہی ہیں۔ یہاں
سے سے شے غائب ہے۔ خوش نصیب ہیں ۱۱۰ برس کا نکاتی تھوڑا تھوڑا نقد پرانی تقسیم بھی تھی کہ صرف روشوں کے ساتھ صوبہ جا کر۔ اس کتاب
میں اس اور علامت کا نام بھی ہے۔

1941



احادیث کی مصری تحقیق و بحث فلک الکریم
سنسٹی فیئر معلوم اتہدک فیہ انکشافات

دجال 3

دجالی دستاویز، دجال کے ہمنوا، دجالی علامات
اسرائیل کی کہانی، مشرق و مغرب کے لکھاریوں کی ما

تالیف
منشی ابوبکر بیاض شاہ منصور

دَجَال (3)

دجالی دستاویز، دجال کے ہمنوا، دجالی علامات
اسرائیل کی کہانی، مشرق و مغرب کے لکھاریوں کی زبانی

مفتی ابوبسرا شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ

دَجَال (3)

دجالی دستاویز، دجال کے ہمنوا، دجالی علامات
اسرائیل کی کہانی، مشرق و مغرب کے لکھاریوں کی زبانی

جملہ حقوق طبع و نشر محفوظ ہیں

کتاب..... دَجَال (3)
مصنف..... مفتی ابولبابہ شاہ منصور
طبع اول..... ربیع الاول 1432ھ - 2011ء
باہتمام..... محمد انظر شاہ
ناشر..... السعید

ملنے کے پتے

- بیت السلام، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32711878
دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور۔ موبائل: 0300-4501769
ادارہ تحقیقات اسلامی، اردو بازار، لاہور۔ موبائل: 0333-4380927
کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798
ادارۃ النور، ملتان۔ موبائل: 0300-7332359
اسامی کتاب گھر، فیصل آباد۔ موبائل: 0321-7693142
مکتبہ ممتاز، پشاور۔ موبائل: 0314-9696344
مروان موبائل سینٹر، مروان۔ موبائل: 0301-8767966
مکتبہ المحمود، سرگودھا۔ موبائل: 0315-5042131
مکتبہ ماجدیہ، سکس۔ فون: 0321-5628333
مکتبہ ماجدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ موبائل: 0333-7434142
مکتبہ فاروقیہ، میٹکورہ، سوات۔ موبائل: 0946-729070
لاٹانی اسٹیشنرز، ایبٹ آباد۔ موبائل: 0334-8997011
مسلم بک لینڈ، مظفر آباد۔ فون: 05822-444238

انشاء اللہ

انور مینشن، بنوری ٹاؤن، مگرویندر، کراچی۔ فون: 021-34914596 موبائل نمبر: 0333-2345656
0321-2850744

فہرست

- 9 دجال III، تین پہلو (مقدمہ).....

دجالی نظام کے قیام کی دستاویز 33-12

- 18 انومکی دستاویز.....
- 22 ”پلان نو“.....
- 28 فاش غلطیوں کا تجلی مطالعہ.....

دجالی ریاست کے نامہربان ہمنوا 55-28

- 34 عیش پرستی میں جہلا مال دار حکمران و شیوخ.....
- 35 (1) اردن کا شاعی خاندان.....
- 35 شریف مکہ.....
- 36 خلافت عثمانیہ سے بغاوت میں اس خاندان کا کردار.....
- 37 مکہ کی جنگ.....
- 38 محاصرہ مدینہ.....
- 41 ہانی سے بغاوت.....
- 42 فیصل وازمین معاہدہ.....
- 43 دانشمندانہ معاہدے کی احقانہ شقیں.....
- 44 غداروں کا انجام.....
- 44 فیصل بن حسین.....

- 46.....عبدالقدوس حسین
- 49.....حسین بن طلال
- 50.....سیاہ ستمبر 1970ء (Black September)
- 51.....1973ء کی عظیم ترین غداری
- 53.....اخلاق راہن کے ساتھ بھائی چارہ
- 54.....(2) یا سر عرفات
- 55.....(3) انور سادات
- 57.....مراجعہ و مآخذ

دجالی ریاست کے مہربان ہمنوا

78-58

- 58.....اردن و مصر کے حکمران اور القدس کے نادان راہنما
- 59.....عیش و عشرت کا فتنہ
- 60.....عرب رہنماؤں اور والدہ شیوخ کا حال
- 61.....ہوائی جہازوں کی خریداری
- 61.....بحری جہازوں کی خریداری
- 62.....بلند و بالا تعمیرات
- 63.....دوسرے ممالک میں عرب شیوخ کی فضول خرچیاں
- 65.....لکڑی کاروں کی خریداری
- 65.....لیبیا میں خریداروں کا پاگل پن
- 66.....مشرقی وسطیٰ کی مقامی لکڑی مارکیٹ
- 67.....دینی کی آبادی کا تناسب (DEMOGRAPHIC SOF DUBAI)
- 68.....پلاسٹک سرجری اور کاسٹیکس
- 68.....ترقی لیکن اخلاقی اقدار کی قیمت پر
- 73.....عرب مسلمانوں کے لیے باعث عبرت

- 73..... یہودی بینکوں میں عرب حضرات کی سرمایہ کاری
- 78..... مآخذ و مصادر

(اسرائیل کی کہانی)

دجالی ریاست: مشرقی محققین کی نظر میں

99-80

دجالی ریاست: مغربی مفکرین کی نظر میں

110-100

- 100..... "عالمی دجالی ریاست" کا قیام اور اہداف ایک غیر مسلم صحافی کے زاویہ نظر سے
- 101..... مصنف کا تعارف
- 103..... کتاب کا تعارف
- 106..... دجال کا تخت
- 107..... ایک دجالی بادشاہت کا قیام

حصہ اول: اسرائیل کیسے وجود میں آیا؟

135-111

- 111..... صہیونیت اسرائیل کو جنم دیتی ہے
- 116..... اتحادیوں کی عربوں سے غداری
- 125..... صہیونیوں کی سیاہ تاریخ اور قیام اسرائیل کی بنیادیں
- 125..... صہیونیت کے دو چہرے
- 128..... قیام اسرائیل کے لیے صہیونیت کے دو درجے
- 128..... 1- مسلمانوں کی نسل کشی
- 129..... 2- جموں نارپرو پیکندہ
- 133..... انصاف پسند یہودیوں کی جانب سے صہیونیت کی مخالفت

حصہ دوم: فیلڈ اسٹڈی

159-136

- 137 آرتھوڈوکس یہودی اور مسیحیت
- 141 اسرائیل میں پولیس کا کردار
- 143 اسرائیلی قاتل اسکواڈ اور غیر ملکی میڈیا
- 146 اسرائیل کی ترقی یافتہ معیشت اور عربوں کے قابل رحم حالات
- 149 سابق فلسطینی قیدیوں سے بات چیت
- 157 انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں
- 157 شہری حقوق کی خلاف ورزیاں

حصہ سوم: اسرائیل سے فرار

167-160

- 160 وطن واپسی کی تیاری
- 165 آخری جنگ
- 166 مستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟

پراسرار دجالی علامات

237-168

- 177 پہلی علامت - سنہراتاج اور عجیب الخلق جانور
- 182 دوسری علامت - آنکھوں کی آنکھ
- 185 تیسری علامت - بگھون
- 195 چوتھی علامت - بگھون میں مقید آنکھ
- 199 پانچویں علامت - سانپ اور اڑدھار
- 203 چھٹی علامت - کھوپڑی اور ہڈیاں
- 205 ساتویں علامت - بکرے کے سینک، اڈو کے کان

- 208 آخوین علامت - ذیل اسکوادر
- 214 نویں علامت - آگ اور شعلے
- 217 دسویں علامت - پراسرار بندہ
- 218 پہلا شیطانی ہندسہ: 666
- 222 دوسرا شیطانی ہندسہ: 322
- 224 گیارہویں علامت - اونٹنی نوک والا ستارہ
- 226 بارہویں علامت - انوکھے کان
- 228 ان علامات کے پھیلانے سے دجالی قوتوں کا مقصد
- 229 دجال کے لیے میدان ہموار کرنا
- 229 شیطان سے مدد حاصل کرنا
- 232 پہلی اور آخری بات
- 232 پہلی بات: سچی توجہ نہایت ضروری ہے
- 233 (2) اصلاحی حلقے سے جڑ جائیے
- 234 (3) جدیدیت کے جھانسنے میں نہ آئیے
- 234 (4) شریعت و سنت کو طرز حیات بنائیے
- 235 (5) مسنون اعمال اور مسنون دُعاؤں کا اہتمام کیجیے
- 236 آخری بات: نظریہ جہاد کو زندہ کیجیے

دجالی ریاست کے قیام کے لیے فطری قوتوں کو مسخر کرنے

کی ابلیسی کوششیں 247-237

- 237 بلیک وائر سے آرٹیفیسل وائر تک
- 242 نیلی برف اور گرم بارش

لارڈ کے تخت کی بنیاد

256-248

- 248 پہلی اور آخری بار

- مہرانی ادب کی کاظمی اصطلاحات 249
- اختیاری اور غیر اختیاری وجوہات 249
- خاصانہ کارروائیوں کے دو پہلو 250
- آخری دو باتیں 254
- ایسے نہ کسی توفیر 256

دجالی ریاست کا خاتمہ: وجہ اور وجوہات

257-261

دجال ۱ اور ۱۱ سے متعلق قارئین کے سوالات اور ان کے جوابات

262-280

- سورہ کہف کی آیات کی خاصیت 263
- حرمین میں مخصوص علامات 264
- شکوہ نہیں شکر یہ! 266
- (۱) نکلنے سے جرنیل کا مصداق 266
- (۲) کیا اصحاب کہف دوبارہ زندہ ہوں گے؟ 267
- (۳) دجال ۱ کی احادیث کی تخریج 267
- (۴) دجال کس جنس سے تعلق رکھتا ہے؟ 268
- (۵) 2012ء میں کیا ہوگا؟ 268
- (۶) مدارس میں "دجالیات" کی تدریس 268
- این جی اوز اور دنیا انفارمیشن 275
- ہندسوں کا فرق اور 2012ء کا مطلب 277

—

دجال III، تین پہلو

دجالی فتنے کے تین مراحل ہیں:

پہلے: حق و باطل اور حق و جھوٹ میں فرق اور پہچان ختم ہو جائے گی۔

پھر: باطل کو حق اور جھوٹ کو حق باور کروایا جائے گا۔

پھر: باطل پر بالجبر عمل اور حق پر عمل سے بالجبر منع کیا جائے گا۔

فتنے کے یہ تین مراحل تو اس سے پہلے بھی انسانی دنیا نے محدود اور جزوی طور پر دیکھے ہیں، لیکن یہ تینوں مرحلے یکجا ہو کر پورے کرۂ ارض کو لپیٹ میں لے لیں، اور پوری شدت کے ساتھ لے لیں، یہ اس سے پہلے کائنات میں، انسانی تاریخ میں نہیں ہوا۔

ایک اور پہلو سے بھی غور کیجیے!

باطل کے غلبے کے لیے طاغوتی قوتیں ہر قسم کا حربہ استعمال کرتی چلی آئی ہیں۔ ان ہتھکنڈوں میں سر فہرست چار چیزیں ہیں جو سورۂ کہف میں بیان کردہ چار واقعات کا مرکزی نکتہ ہیں: (۱) حکومت و اقتدار: اصحاب کہف کو صاحبان اقتدار نے جبری آزمائش میں مبتلا کیا۔ (۲) مال و دولت: اصحاب الجبۃ کا قصہ سرمایہ داری و مادیت پرستی اور اس کے برے انجام کی بہترین تمثیل پیش کرتا ہے۔ (۳) عقل و ظاہر پرستی: حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصے میں اسی کی نفی سکھائی گئی ہے۔ (۴) فطری طور پر دی گئی غیر معمولی قوتوں کا غلط استعمال: ذوالقرنین انسانی وسائل کے بہترین استعمال اور صالح قیادت کا استعارہ اور یا جوج ماجوج غیر معمولی قوتوں کے غلط استعمال اور فاسد طاقت کا اظہار ہیں۔

یہ چاروں چیزیں (اقتدار، دولت، عقلیت، غیر معمولی طاقت) تاریخ کے مختلف ادوار میں ایک ایک کر کے اہل حق کے راستے میں رکاوٹ بنتی رہی ہیں، لیکن چاروں مل کر عالمی سطح

پہلی حق کا کھیراؤ کریں، ایسا اللہ جلالاً تعالیٰ نے دور میں ہی ہوگا۔

ایک اور زاویہ نظر بھی ملاحظہ ہوا

”سائنس“ نام ذہن میں ہمیں فطری قوتوں کے انکشاف کا نام ہے۔ جاوید غامذی فطری قوتوں کے تابان استعمال کا نام ہے۔ انسانی نفسی قوتیں (قوت خیال اور باطنی تصرفات) بھی ایک غیمہ مرکی موثر طاقت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شہ کے نمایندگان ان قوتوں کو اپنی اپنی حدود میں تو استعمال کرتے رہے ہیں، لیکن قوتوں مل کر، یکجان ہو کر حق کو منانے اور باطل کو غلبہ دینے پر قلم جانیں، ایسا اسی دور میں ہوگا جب قوتوں کا سربراہ اور باطل کا دیوتا فروغ کرے گا۔

دجال 3 کیوں؟

ان تین زاویہ ہائے نظر سے فتنہ دجال میں پوشیدہ وہ خطرناک مضمرات کسی قدر سمجھ میں آنے چاہئیں جن سے انبیائے کرام علیہم السلام آگاہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ان خطرات سے آگاہی جو تفصیل چاہتی ہے، اس کے لیے دجال اور 11 کے بعد ”دجال 111“ پیش خدمت ہے۔ کچھ لوگ دجال کا نام سن کر ناک بھوں چڑھاتے ہیں لیکن سمجھ نہیں آتا کہ امت کو اس فتنے کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے اس فتنے سے واقف کروانے کے علاوہ اور کون سا ذریعہ موثر ہو سکتا ہے؟ عصر حاضر میں جو معدودے چند لوگ معاصر قوتوں پر کام کر رہے ہیں، یہ کتابی سلسلہ ان شاء اللہ ان کے لیے سوچ و فکر کے نئے زاویے اور تحقیق و جستجو کے نئے دریچے کھولنے کا سبب ہوگا۔ جو قارئین اس کے سطور اور بین السطور کو غور سے پڑھیں گے، انہیں ان شاء اللہ باطل کے خلاف مزاحمت کی ہمت اور حق کی حمایت کا حوصلہ اپنے اندر پروان چڑھتا محسوس ہوگا۔

اس جلد کے دو گتوں کے درمیان:

اس جلد کی ابتدا دجالی ریاست کے قیام کی اس دستاویز کے ذکر سے کی گئی ہے جو یزید صدی قبل تریب دی گئی تھی۔ اس کے بعد دجالی ریاست کے مہربان و نامہربان ہمنواؤں کا ذکر ہے کہ کچھ لوگ شعوری طور پر اور کچھ لاشعوری طور پر دجالی قوتوں کا آلہ کار بن جاتے

ہیں۔ ان حضرات کا تذکرہ ان کے نقش قدم پر رہنے سے باز رکھے گا۔ اس کے بعد ایک مشرقی تحقیق کار نے قلم سے ”اسرائیل کی کہانی“ اور ایک مغربی صحافی کی جانب سے ”دجالی ریاست کا مشاہدہ“ پیش کیا گیا ہے۔ کچھ لوگ دجالیات کے تذکرے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ انہیں علم ہونا چاہیے کہ مشرق و مغرب کے سنجیدہ اور فہیم صاحبان علم و تحقیق اس موضوع کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ خصوصاً کینیڈین مصنف کی تحریر تو چونکہ اسرائیل کے خفیہ دورے کے بعد لکھی گئی ہے، اس لیے وہ..... دجالی علامات کے بعد..... اس جلد کا زوردار ترین حصہ ہے۔ آخر میں دجالی علامات کا مفصل تذکرہ مکمل کر کے یہ جلد ختم کرنے کا ارادہ تھا کہ دو اور مضمون بھی ”اشارتی زبان“ میں قلم کی نوک پر آ گئے، لہذا قارئین کے سوالات کے جوابات سے پہلے ان کو بھی لگا دیا گیا ہے۔ ان جوابات میں 2012ء کی حقیقت پر بھی تفصیلی وضاحتی بحث کی گئی ہے۔ دجال ۱ اور ۱۱ کی طرح ”دجال III“ کے آخر میں بھی کتاب کے مندرجات کی تصدیق کے طور پر تصویری شواہد پیش کیے گئے ہیں اور سچ یہ ہے کہ ان پر پہلی دو جلدوں سے زیادہ محنت کی گئی ہے۔ اللہ کرے کہ یہ محنت قارئین کو فتنوں کے خلاف کھڑا ہونے اور اجر عظیم کے حصول کے لیے عزم و ہمت پیدا کرنے کا ذریعہ بنے۔

دجال 4 یا کچھ اور؟

واقعہ یہ ہے کہ دجالیات کے کچھ پہلو ابھی بھی (تین جلدیں مکمل ہونے کے بعد بھی) محض تکمیل ہیں اور راقم الحروف سے کام جاری رکھنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ یمن ممکن ہے کہ یہ تقاضا دجال چہارم کی خاکہ سازی کا ذریعہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اور نام سے تکمیل پائے۔ یہ فیصلہ ہم اللہ کی رضا پر چھوڑتے ہیں۔

یا اللہ! جس چیز میں تیرے بندوں کا فائدہ ہو، وہی ہمیں نبھا اور جس چیز میں دنیا یا آخرت کی بھلائی نہ ہو اس سے محفوظ فرما۔ کسی بھی دینی خدمت کی توفیق اور اس کی نافعیت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔

شاہ منصور

ربیع الاول: ۱۴۳۲ھ، فروری: 2011ء

دجالی نظام کے قیام کی دستاویز

”ہمیں غیر یہودیوں کی تعلیم و تربیت اس طرح کرنی چاہیے کہ اگر وہ ایسا کام کرنے لگیں جس میں پیش قدمی کی ضرورت ہو تو وہ مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیں۔ عمل کی آزادی سے پیدا ہونے والا اتحاد جب کسی اور کی آزادی سے ٹکراتا ہے تو قوتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اس ٹکراؤ سے سخت اخلاقی مایوسی اور ناکامی پیدا ہوتی ہے۔ ان تمام حیلوں سے ہم غیر یہودیوں کو کمزور کر دیں گے اور وہ ہمیں ایسی جین الاقوامی طاقت بنانے پر مجبور ہو جائیں گے کہ دنیا کی تمام قوتیں تشدد کی راہ اپنائے بغیر آہستہ آہستہ ہمارے اندر ضم ہو جائیں گی۔ ہماری قوت پر طاقت بن جائے گی۔ آج کے حکمرانوں کے بجائے ہم ایک ایسا ہوا قائم کریں گے جو سپر گورنمنٹ اینڈ سنٹریشن کہلائے گی۔ اس کے ہاتھ اطراف عالم میں چھنے کی طرح پھیلے ہوں گے۔ اس کی تنظیم اتنی پڑی ہوئی کہ اقوام عالم کو زیر کر کے ہی دم لے گی۔“

(دستاویز نمبر 4: ایک انتہائی با اختیار مرکزی حکومت کا ارتقا، ص: 203)

”ہماری سرگرمیوں پر عکرائی اور انہیں محسوس کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہماری سپر گورنمنٹ (اعلیٰ حکومت، ماوراء حکومت) ان غیر قانونی حالات میں بھی قائم و دائم رہتی ہے جن کو ”مطلق العنانی“ جیسے تسلیم شدہ قوی لفظ کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ میں اس پوزیشن میں ہوں کہ آپ کو صاف طور پر بتا سکوں کہ ایک مناسب وقت پر ہم قانون دینے والے ہوں گے۔ ہم فیصلے و سرانمیں نافذ کریں گے۔ ہم چھانسیاں دیں گے اور محاف نہیں کریں گے۔ ہم اپنے سپاہیوں کے سپہ سالار کے طور پر قائد کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ہم قوت ارادی کے بل بوتے پر عکرائی کرتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس دور ماضی کی ایک ایسی طاقت ور پارٹی کے حصے بخرے ہیں جسے اب ہم سے چھین لیا گیا ہے۔“

(دستاویز نمبر 8: صیہونیت کی مطلق العنانی، ص: 218)

یہ دو اقتباس جس کتاب سے لیے گئے ہیں، اس کے بہت سے نام ہیں۔ اس کا مشہور نام ”پروٹوکولز“ ہے۔ اردو میں اس لفظ کا ترجمہ ”دستاویز“ کے لفظ سے کیا گیا ہے۔ دراصل ”Protocols“ عرف عام میں اس سفارتی دستاویز کے مسودہ کو کہتے ہیں جو کسی کانفرنس میں طے کیے گئے نکات پر مشتمل ہو اور اس پر تصدیقی دستخط ثبت کیے گئے ہوں۔ چونکہ اردو میں اس کا کوئی سکہ بند متبادل لفظ نہیں ہے، اس لیے ترجمہ نگاروں نے سہولت کے لیے اس کے قریب ترین معنی میں ”دستاویز“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کتاب کا مکمل نام ”زمائے صبیون کے منصوبوں کی دستاویزات“ ہے۔ کچھ مترجمین اسے ”صبیون کے دانا بزرگوں کی یادداشتیں“ کا عنوان دیتے ہیں۔ ہم نے اسے ”دجالی ریاست کے قیام کا دستاویزی منصوبہ“ کا نام دیا ہے۔ اس کی دو جوہات ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اس میں جگہ جگہ ”سپر گورنمنٹ“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی کو ”مطلق العنان حکومت“، ”مستقل با اختیار حکومت“ یا ”ماوراء حکومت“ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ کچھ محققین اس سے اقوام متحدہ مراد لیتے تھے۔ لیکن درحقیقت اس سے ”عالمی دجالی ریاست“ مراد ہے جس کا پایہ تخت یروشلم میں صبیون نامی پہاڑی کے قریب مقدس چٹان کے گرد ہوگا۔

(۲) دوسرے اس لیے کہ اس میں جابجا ”مطلق العنان بادشاہ“ کا تذکرہ ملتا ہے۔ کہیں اسے ”شاہ دلاؤ“ کہا گیا ہے، کہیں ”اسرائیل کا بادشاہ“ یا ”خدا کا محبوب بادشاہ“ اور کہیں تمام دنیا کا حکمران اور باپ جو ”انتہائی بارسوخ ترین شخصیت اور انتہائی با اختیار مقتدر اعلیٰ“ ہوگا۔ یہ تمام الفاظ دراصل ”دجال اکبر“ کے لیے استعمال کیے گئے ہیں جو بیکل سلیمانی کے وسط میں بچے ”تخت دلاؤ دی“ پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکمرانی کا ”پیدائشی حق“ استعمال کرے گا۔

اس عاجز کے ایک مضمون میں واضح کیا جا چکا ہے کہ ”تخت دلاؤ دی“ وہ پتھر ہے جس پر حضرت دلاؤ علیہ السلام بیٹھ کر عبادت کرتے اور مناجات پڑھتے تھے۔ آج کل یہ تخت ملکہ برطانیہ نے اپنی شاہی کرسی کی نشست میں لگایا ہوا ہے۔ انگریز قوم اپنی تمام تر جدت پسندی اور روشن خیالی کے باوجود ”برطانیہ عظمیٰ“ کی سلطنت کبریٰ کا راز اس میں سمجھتی ہے جبکہ قوم یہود انگریز کو اپنا محسن ماننے کے باوجود اس کی سلطنت کے اس راز کو اس سے چھین چسپا کر اسرائیل منتقل کرنا چاہتی ہے۔

”سپر گورنمنٹ“ کے متعلق آپ اور وہ اقتباسات ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اب ایک اور اقتباس دیکھ لیجیے جس سے بات پتہ اور مکمل جائے گی۔

پرنٹنگول نمبر ۴ میں ہمیں ایک ”عالمی حکومت“ کا ذکر خیر کچھ یوں لکھا ہوا ملتا ہے:

”جہاں ملت و مذہب کے لیے وسیع المشرک عقائد نے احساسات ختم کر دیے ہوں، ان طبقوں پر مطلق العنان نہیں تو کس قسم کی حکومت ہونی چاہیے جو میں بعد میں بیان کروں گا۔ ہم اس کے لیے ایک نہایت با اختیار حکومت قائم کریں گے، تاکہ تمام طبقوں پر ہماری گرفت مضبوط ہو۔ ہم اپنی رعایا کی سیاسی زندگی کے لیے نئے قوانین مرتب کریں گے اور تمام امور انہی کے مطابق طے کریں گے۔ ان قوانین کے ذریعے غیر یہودیوں کی دی ہوئی خود مختاریاں اور رعایتیں ایک ایک کر کے چھین لی جائیں گی اور ہماری بادشاہت کی مطلق العنانی کا طرہ امتیاز یہ ہوگا کہ ہم کسی وقت اور کسی جگہ بھی غیر یہودی مخالف کو کپٹلے کی مصلاحت رکھتے ہیں۔“

(دستاویز ۴، قوم یہود کے مقدس ریاست میں، ۱۹۹۹)

یہ کل تین اقتباسات ہو گئے۔ اس کے بعد ”مطلق العنان بادشاہ“ کے متعلق بھی تین اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ پھر ہم آگے چلیں گے اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ہم نے عام مترجمین اور محققین سے بہت کر اس کتاب کو ایک انگ نام کیوں دیا ہے؟

”اب میں دنیا بھر میں ”شاہ دلاؤ“ کے خاندان کی حکومت کی جڑوں کی مضبوطی کا طریقہ کار بیان کروں گا۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے اس فلسفے کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جسے دنیا میں ”قدامت پرستی کی روایات“ کو قائم رکھنے کے لیے ہمارے ”فاضل راہنماؤں“ نے اپنایا اور یہ وہ فلسفہ ہے جس سے انسانی فکر کی راہیں متعین کی جائیں گی۔ دلاؤ کی نسل سے کچھ افراد مل کر بادشاہوں اور ان کے ورثا کا انتخاب کریں گے، مگر اس انتخاب کا معیار آبائی وراثت کا حق نہیں ہوگا۔ ان بادشاہوں کو سیاست اور نظام مملکت کے تمام رموز بتائے جائیں گے، لیکن اس بات کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ کوئی اور شخص ان رموز سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اس طرز عمل کا فائدہ مقصد یہ ہے کہ سب لوگوں کو یہ علم ہو جائے کہ حکومت کا کاروبار ان کے سپرد نہیں کیا جاسکتا جنہیں اس ”دنیا سے“

فن کے خفیہ مقامات کی سیر نہیں کرائی گئی۔

(دستاویز: 24، شاہد دہا کی حکومت کا استحکام، ص: 307)

اس اقتباس میں "قدامت پرستی کی روایات" فاضل راہنماؤں کا اختیار کردہ فلسفہ "دہاد" کی نسل کے کچھ افراد اور "دنیاے فن کے خفیہ مقامات کی سیر" جیسی خفیہ یہودی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ بالخصوص آخری اصطلاح تو انتہائی ذومعنی ہے اور یہودی سری علوم یعنی خفیہ روحانی علوم جو نیم جادوئی اور نیم شیطانی ہوتے ہیں، سے واقفیت یا تعارف کے بغیر اس کا مفہوم سمجھا نہیں جاسکتا۔ بہر حال اس اقتباس کا مرکزی خیال "شاہد دہا" کی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے کے گرد گھومتا ہے۔ اگلے اقتباس میں ہم مطالعہ کریں گے کہ انسانوں کی ایک مخصوص نسل سے تعلق رکھنے والے "مطلق العنان بادشاہ" اپنی نسل کے علاوہ دوسرے انسانوں سے کیا سلوک کرے گا؟

"موجودہ خدا شناس اور شریک پرست معاشروں کے حکمرانوں (جنہیں ہم پست بہت بنا چکے ہوں گے) کی جگہ لینے کے لیے جو شخص ہمارا بادشاہ بنے گا، اس کا سب سے پہلا قدم اس خدا شناسی اور شریک پرستی کی آگ کو ہمیشہ کے لیے خنڈا کرنا ہوگا۔ اس مقصد کے لیے ان موجودہ معاشروں کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہوگا خواہ اس مقصد کے لیے اسے کتنا خون خرابہ کرنا پڑے۔ صرف اسی صورت میں اس کے لیے ان معاشروں کو نئے سرے سے منظم کرنا ممکن ہوگا جس کے بعد وہ ہماری ریاست کے خلاف اٹھنے والے ہر ہاتھ کو کاٹ دینے کے لیے شعوری طور پر تیار ہوں گے۔ خدا کا یہ محبوب (یعنی بادشاہ) اس لیے چنا گیا ہے کہ وہ تمام اندھی، بہری اور بے پیمانہ قوتوں کو ختم کر دے جن کا عقل و منطق سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ قوتیں فی زمانہ جبر و تشدد، ذاکر زنی اور آزادی و حقوق کے نقاب میں پوشیدہ ہو کر تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہیں۔ ان قوتوں نے ہر قسم کے سماجی نظم و ضبط کا خاتمہ کر دیا ہے جس سے یہودی شہنشاہ کے تحت حکومت پر مستحکم ہونے کی راہیں ہموار ہو گئی ہیں، لیکن جو بھی بادشاہ اپنی سلطنت میں داخل ہوگا یہ قوتیں اپنا کام دکھا کر بذات خود ختم ہو چکی ہوں گی۔ تب انہیں شہنشاہ کے راستے سے ہٹانا ہوگا۔ وہ راستہ جس پر کوئی گڑھ یا پتھر نہیں ہونا چاہیے۔"

(دستاویز: 23، خدا کا محبوب بادشاہ، ص: 304)

یہ تھا خدا کے محبوب بادشاہ کا "خدا کی اندھی بہری اور ہیمنہ خلوق" کے ساتھ وہ سلوک جس کی بنا پر وہ "خدا پرستی کی آگ" کو ہمیشہ کے لیے خنڈا کرے گا اور اپنے رستے سے ہرگز حاد اور پتھر بنا کر "ریاست" کے خلاف اٹھنے والا ہر ہاتھ کاٹ کر رکھ دے گا اور انسانی معاشروں کو برباد کر کے نئے سرے سے منظم کرے گا۔ چاہے اس کے لیے کتنا ہی خون خرابہ کرنا پڑے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان "اعلیٰ انسانی مقاصد" کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد کس رخ پر ہمارے گرد و پیش میں جاری ہے؟ اس کے لیے ہم دوسرے اقتباس کا مطالعہ کرتے ہیں جس میں قوم یہود نے اپنے پیدائشی حق حکمرانی کے حصول کا طریق کار کھل کر اور لگی لپٹی رکھے بغیر بیان کیا ہے۔

"جب ہم اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو ہم مجبور ہوتے ہیں کہ ہم ریاستوں کے آئینوں میں ایسی باتیں داخل کر دیں کہ وہ غیر محسوس طریقے سے آہستہ آہستہ ان کو تباہی کے راستے کی طرف دھکیل دیں اور پھر اسی طرح ایک وقت میں ہر طرح کی حکومت ہمارے قہر و جبر کا شکار ہو جائے گی۔ ہمارے ڈکٹینز کی پہچان آئین کی تباہی سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ یہ لمحہ اس وقت آئے گا جب دنیا کی اقوام اپنے صحرائوں کی نااہلیوں اور بدعنوانیوں کے سبب بد حال ہو چکی ہوں گی اور یہ سب کچھ ہماری منصوبہ بندیوں کی وجہ سے ہی ہوگا۔ اس وقت لوگ چلائیں گے: "ان کو (ہمارے حکمرانوں کو) دفع کرو اور ہمیں پوری دنیا پر ایک ایسا بادشاہ دو جو ہمیں متحد کرے اور حکومتی قرعے، سرحدوں، اقوام، مذاہب کی وجہ سے پیدا ہونے والے جھگڑوں کو ختم کر دے۔ جو ہمیں امن و شanti مہیا کرے جو ہمیں ہمارے حکمران نہیں دے سکے ہیں۔" لیکن آپ یہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ تمام اقوام کی طرف سے ایسی خواہشات کا اظہار پیدا کرنے کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ عوام اور حکومتوں کے درمیان تعلقات کو بگاڑا جائے۔ انسانیت کو اختلاف رائے، نفرت، جدوجہد، مٹنی و مل جتنی کہ تشدد کے استعمال، بھوک و افلاس، بیماریوں کے پھیلاؤ، خواہشات کی کثرت کے ذریعے تباہ کر دیا جائے تاکہ غیر یہودی عوام ہماری دولت اور دیگر ذرائع کی بالادستی تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ ہی نہ پائیں۔ لیکن اگر ہم اقوام عالم کو سانس لینے کا موقع دے دیں تو پھر ہماری حاکمیت کی بالادستی کا کوئی مشکل ہی نہ آئے گا۔"

(دستاویز: 4، پوری دنیا کے مقتدر اعلیٰ کی حکومت کے قیام کے اعلان کا لمحہ، ص: 231)

دنیا پر اپنی حاکمیت اور بالادستی کے لمحے کے جلد آنے کے لیے قوم یہود پوری دنیا کو جس طرح جہنم بنائے ہوئے ہے، اس کا سبب اس دستاویزی منصوبے میں اور اس کی جھلک آپ عالمی منظر نامے پر دیکھ سکتے ہیں۔ اس منظر نامے کی پیشانی پر جھلکاتے مصائب و آفات، کرۂ ارض کے باسیوں کو چار طرف سے گھیرے میں لینے والی الم انگیز مشکلات اصل میں اس قوم کی کارستانیوں ہیں جو خود کو خدا محبوب اور خدا کی بقیہ مخلوق کو اپنا ملکوم سمجھتی ہے اور اپنے اس "بنیادی حق" کے حصول کے لیے ہر طرح کے جائز و ناجائز حربے روا رکھتی ہے۔

اب قبل اس کے کہ ان دستاویزات کی تاریخی حیثیت و استناد پر کچھ تبصرہ کریں، ان کی ایک مخصوص انفرادیت کا ذکر کرتے ہیں جس سے باسانی معلوم ہو گا کہ مستقبل قریب میں جس "عالمی و جهانی ریاست" کے قیام کی آئینہ سنائی دے رہی ہیں، یہ کسی دیوانے کی بڑیا جھلی کا وہم نہیں، ایک خوفناک حقیقت ہے جس کے خلاف جہاد میں حصہ لینا نیک نیتی کی علامت اور نجات کی ضمانت ہے۔ (جاری ہے)

—

انوکھی دستاویز

دیکھنے میں تو وہ محض ایک عام سی کتاب لگتی ہے، مگر واقعہ یہ ہے یہ کئی اعتبار سے منفرد اور انوکھی کتاب ہے۔

☆ ایک تو اس وجہ سے کہ عام طور پر کسی کتاب کو ایک یا دو تین فرد لکھتے ہیں۔ اس کتاب کو پوری جماعت نے لکھا ہے۔ اور یہ جماعت ایسی تھی کہ دنیا بھر سے منتخب کی گئی تھی اور اپنے فن یعنی خفیہ منصوبہ بندی، مکاری، عیارانہ فریب کاری، سنگ دلی، بے رحمی اور اخلاقیات سے عاری پن میں اتنی نمایاں اور ممتاز تھی کہ اس کے ان اوصاف کو دوست و دشمن سب مانتے ہیں اور اس کتاب میں بھی انہوں نے جا بجا اپنے ان فطری اوصاف کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

☆ اس کتاب کو اس اعتبار سے بھی منفرد قرار دیا جائے گا کہ اس میں دنیا کے لیے خیر کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس میں جو کچھ تھا وہ بنی نوع انسان کے لیے شر ہی شر تھا۔ شر کی ہر سطح پر ترویج سے لے کر شر کے نمایندہ اعظم کے خروج تک اس میں شر کی ترویج کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

☆ عام طور پر مصنف اپنے پڑھنے والوں کے بھلے کے لیے کوئی بات لکھتا ہے۔ اس میں مصنفین نے اپنے طبقے کے لیے تو سب کچھ سوچ کچھ کر ترتیب دیا تھا، لیکن قارئین کے لیے ان کم حرفوں کے پاس سوائے شر، بدی اور بدخواہی کے کچھ نہ تھا۔

☆ عام طور پر پیش گوئیاں اپنے وقت پر غلط ثابت ہونے کے لیے ہوتی ہیں اور کچھ وقت تجسس اور سسنی خیزی پیدا کر کے اپنے پیچھے غیر متقاطعیات اور غیر مصدقہ اطلاعات کے علاوہ کوئی تاثر نہیں چھوڑتیں۔ لیکن اس کتاب کی پیش گوئیاں ہمیں اپنے گرد و پیش میں علاقائی اور عالمی منظر نامے پر اپنا وجود منواتی اور حقیقت کے پردے پر واضح جھٹک دکھائی نظر آتی ہیں۔ جو کچھ منصوبہ اس میں پیش کیے گئے تھے، جو پیش گوئیاں کی گئی تھیں، جو سازشیں ترتیب دی گئی تھیں، وہ

حیرت انگیز طور پر پوری ہوتی رہیں۔ آج کی دنیا کا منظر نامہ حرف بہ حرف ان پیش بند یوں کے مطابق ہے جو اس کتاب کے مصنفین نے ترتیب دی تھیں۔

☆ عام طور پر کتابیں چھپنے کے لیے نکلی جاتی ہیں۔ اس کتاب کے مصنفین کی پہلی اور آخری کوشش یہ تھی کہ یہ کسی طرح منظر عام پر نہ آنے پائے۔ چند سر پھرے ایڈیٹر و پبلشرس نے اسے دنیا تک پہنچانے کی کوشش کی تو انہیں یکے بعد دیگرے حیرت انگیز طور پر نہ اسرار موت کا شکار ہونا پڑا۔ ☆..... کتاب نامی کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو اس کا خریدار مصنف نہیں، عام لوگ ہوتے ہیں، لیکن یہ ایسی کتاب ہے جب چھپ کر بازار میں آتی ہے تو خود مصنفین کے ہر کار سے اسے خرید خرید کر غائب کر دیتے ہیں۔

☆ دنیا میں کم ہی کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن کے مصنفین نامعلوم ہیں۔ ہر مصنف اپنی محنت اپنے نام سے متعارف کرواتا اور اسے اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس پر بطور مصنف کسی شخص یا اشخاص کا نام نہیں۔ نہ اس کے حقوق محفوظ کرائے گئے ہیں نہ کوئی اسے اپنی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ انا جن کے لیے لکھی گئی ہے یعنی قوم یہود اور جنہوں نے اسے لکھا ہے یعنی مسیحیت کے چوٹی کے دماغ، وہ سب اسے جعلی اور سن گھڑت قرار دے کر اس کی نفی کرتے اور اس کی صداقت کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ ہر کتاب کے مصنف کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی کتاب کو قبولیت عام اور شہرت دوام نصیب ہو، اس کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کر لیا جائے، لیکن یہ ایسی عجیب کتاب ہے کہ اس کے مصنفین اس کی اہمیت کو تسلیم کرنے یا کروانے کے بجائے اسے افسانہ قرار دیتے ہیں اور سرے سے اس کے وجود کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کرتے ہیں۔

الغرض اس کتاب میں بہت سی منفرد خصوصیات ہیں۔ بشرطیکہ اسے کتاب تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ حقیقت میں تو یہ تجاویز، منصوبوں، مستقبل کی پیش بند یوں اور پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے۔ جنہیں ایک مخصوص ہدف حاصل کرنے کے لیے دنیا کے چوٹی کے دماغوں نے سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد ترتیب دیا تھا۔ وہ ہدف کیا تھا؟ جس کا نفرنس میں یہ تجاویز پیش کی گئیں اس

کے اختتام پر جب کانفرنس کے سربراہ، مسیحیت کے بانی اور معاصر یہودیت کے بابائے قوم ڈائٹر تھیوڈور ہرنزل سے ان تجاویز اور منصوبوں کا خلاصہ پوچھا گیا تو اس نے ایک جملے میں اپنے اہداف سمیٹے ہوئے کہا "میں زیادہ تو کچھ نہیں کہتا۔ بس اتنا ہے کہ آج سے پچاس سال کے اندر دنیا روئے ارض پر یہودی ریاست قائم ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔"

یہ ان تجاویز کا آخری نہیں، پہلا ہدف تھا جو پورا ہو چکا ہے۔ دوسرا ہدف اس یہودی ریاست کی ان حدود تک توسیع ہے جو "منی اسرائیل" کو "گریٹر اسرائیل" میں تبدیل کر دے گی اور تیسرا اور آخری ہدف اس گریٹر اسرائیل کے سربراہ، بنی دلا کی نسل سے آنے والے نام نہاد مسیح، یہودیت کے نجات دہندہ یعنی المسلمون الاکبر، الفتنہ الکبریٰ، "دجال اعظم" کی سربراہی میں "عالمی دجالی ریاست" کا قیام ہے جو زمین پر روحانی نظام (یعنی اسلام) اور اس کی ہر شکل و نشان کو مٹا کر شیطانی اور دجالی نظام کو برپا کرنے کی علمبردار ہوگی۔

راقم الحروف نے سب سے پہلے یہ کتاب اس وقت پڑھی جب اس کی میس بھی نہ بچسکی تھیں۔ بندہ کے بڑے بھائی کو کہیں سے اس کا پرانا اور بوسیدہ نسخہ ہاتھ لگ گیا۔ وہ اس کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتے تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں بندہ نے ایک دن اسے اٹھا کر اوراق پلٹنا شروع کیے۔ حیرت کا ایک جہاں تھا جو بندہ پر کھلتا گیا۔ تجسس اور سنسنی خیز معلومات کا ایک سیل رواں تھا جو اپنے ساتھ بہائے لے جا رہا تھا۔ کتاب خوانی کا اثر ذہن پر ایک عرصے تک قائم رہا۔ راقم یہ سوچ کر حیران تھا کہ جس قوم نے ایسے عالمگیر منصوبے بنائے ہیں، اتنا زبردست خفیہ نظام ترتیب دیا ہے، زندگی کے ہر شعبے پر گرفت قائم کرنے کے لیے اتنی زبردست منصوبہ بندی کی ہے، وہ اس پر عمل بھی کر سکی یا نہیں؟ یہ فرضی خیال، بندی تھی یا حقیقی خاک سازی؟ اگر حقیقی تھی تو اتنی ذہین، منظم اور وسائل سے مالا مال قوم آج تک اپنے مقصد میں کامیاب کیوں نہیں ہوئی؟ دنیا کی ہر چیز اس کے پاس موجود ہے، ہر میدان کے ماہرین کی خدمات اسے حاصل ہیں، وہ وسائل کی بھرمار اور عالمی قوتوں کی حمایت کے باوجود اتنی رسوائی اتنی ذلیل و خوار کیوں ہے؟ اتنا دماغ، اتنی دولت، اتنی سیاست، اتنی دوراندیشی اگر کسی اور قوم کو مل جاتی تو وہ ایک دہائی میں دنیا کو تسخیر کر لیتی۔ یہود کا "تسخیر عالم کا

منصوبہ ان کے لیے سامان رسوائی کیوں بنا ہوا ہے؟ یا تو اس کتاب کے مندرجات مبالغہ پر مبنی اور جھوٹ کا پلندہ ہیں یا پھر کوئی اور بات ہے۔ وہ اور بات کون سی ہے؟ اس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے اور سر کھجا کھجا کر مطالعہ کرتے کرتے ہم جہاں تک پہنچ سکے، وہ پیش خدمت کرنا مقصود ہے۔ لیکن پہلے اس کتاب کی اصلیت کے حوالے سے چند حقائق سامنے آ جانے چاہئیں تاکہ آگے کئی گئی باتیں وثوق اور اعتماد کی بنیاد پر بیان کیے گئے حقائق ہوں نہ کہ قیاس اور اندازے کے سہارے اُڑائے گئے مفروضات۔ نصرت الہی اور تلمیذ ربانی شامل حال رہی تو ان شاء اللہ ہم اس موضوع سے اتنا کچھ انصاف ضرور کر لیں گے کہ ہمارے قارئین کی تسفی ہو سکے۔

پرنٹنگ کوئل کے لفظ کا مطلب ہے کوئی مسودہ، دستاویز یا کسی اجلاس کی روداد۔ دوسرے لفظوں میں کسی دستاویز کے سرنامے پر اس کا خلاصہ چسپاں کر دیا جائے۔ اس اعتبار سے اس کا مفہوم ہوگا: ”صیغہوں کے فاضل بزرگوں کے اجلاس کی کارروائی کی مکمل روداد۔“ انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ صیغہ نویس حکمرانوں کے اندرونی مطلقوں سے خطاب کیا جا رہا ہے۔ اسی بنیاد پر ہم نے شروع میں ہی کہہ دیا یہ درحقیقت عالمی سطح پر ’’ذوالی ریاست کے قیام کے لیے یہودی قوم کا لائحہ عمل‘‘ ہے جو صدیوں کے دوران مرتب ہوا اور جسے اس قوم کے چوٹی کے دماغوں اور دانشوروں نے کائنات چھانٹ کر آخری شکل دی۔ ان دستاویزات میں موجود منصوبوں اور خلاصوں کی تیاری اور ترتیب وقتاً فوقتاً کئی صدیوں سے جاری تھی۔

(جاری ہے)

”پلان ٹو“

یہ کتاب غیر یہود کے ہاتھ کیسے لگی؟ جس چیز کو سات پردوں میں چھپا کر رکھا گیا تھا، وہ بالآخر منظر عام پر کیسے آگئی؟ یہ داستان بڑی دلچسپ ہے۔ اس موضوع پر ہمیں سب سے اہم حوالہ ایک یورپی مصنفہ Mrs. Fry کی کتاب ”Waters Flourig Eastward“ سے ملتا ہے۔ انہوں نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ دنیا کی یہ خفیہ ترین دستاویزات یعنی ”پردوں کو کٹر“ دو مختلف ذرائع سے حاصل کیے گئے تھے:

(۱) روسی خفیہ ادارے کی ایک ایجنٹ جسٹین جلنکا (Justine Glinka) فرانس میں کام کر رہی تھی۔ اسے مختلف خفیہ ذرائع سے پردوں کو کٹر کا پتا چلا اور یہ بھی کہ اس دستاویز کی کاپیاں فرانس کے ”مزرایم لانج“ (Mizraim Lodge) میں جو پیرس میں تھا، موجود ہیں۔ یہ لانج فرانس میں فری مین کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ بظاہر اس کا محرمانہ The Rite of Mizraim نامی ایک گروہ تھا، لیکن درحقیقت یہ فری میسنری کی ایک ذیلی خفیہ تنظیم تھی جس کا مرکز قاہرہ میں تھا جبکہ اس کی شاخیں تمام یورپ میں تھیں۔ جلنکا (Glinka) ان دستاویزات کے پیچھے پڑ گئی۔ اس نے لانج کے ایک ملازم جوزف اسکارسٹ (Joseph Schorst) کو تازا جس سے کام نکل سکتا تھا۔ اس ملازم کو انتہائی چھان پھک کے بعد رکھا گیا تھا اور اس سے حسب روایت مخصوص رسومات کی ادائیگی کے ساتھ وفاداری کا حلف لیا گیا تھا، لیکن ہر مضبوط حصار کا کوئی کمزور گوشہ ضرور ہوتا ہے۔ ایک دن اس کو رقم کی ضرورت پڑی۔ جلنکا ایسے موقع کی تلاش میں تھی۔ اس نے فوراً 5,000 فرانک کی بھاری رشوت پیش کر دی۔ اتنی چھوٹی چیز کی اتنی بڑی رقم ملنے دیکھ کر اس نے کچھ سوچے بغیر اس کی ایک کاپی جلنکا کو دے دی۔ اس نے کاپی ہاتھ میں آتے ہی تاخیر کیے بغیر اس وقت کے روسی دارالحکومت ”سینٹ پیٹرز برگ“ پہنچادی۔ فرانس کے پولیس ریکارڈ کے مطابق اسکارسٹ کو

اس واقعے کے چند دنوں بعد قتل کر دیا گیا۔ "بدادری" اس اہم ترین راز کی چوری پر اس کو تہاں معاف کر سکتی تھی۔

(2) دوسری طرف جب پہلا عالمی صہیونی اجتماع ۱۸۹۷ء میں سویٹزر لینڈ کے شہر "ہاسل" میں منعقد ہوا تو وہاں بھی روسی خفیہ ادارے کے افسران نے قدامت پرست یہودیوں کے ہمیں میں پہنچ گئے اور انتہائی سخت رازداری اور بھرپور احتیاط کے باوجود یہی دستاویزات حاصل کر لیں۔ روسی بادشاہ بہت پہلے ہی سے یہودیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظریں رکھے ہوئے تھا کیونکہ ۱۸۷۰ء کی دہائی میں یہود نے گہری سازش کے ذریعے ایک "زار روس" کا قتل کیا تھا۔ ("زار" روسی بادشاہوں کا لقب تھا)۔ لہذا اس وقت کاروسی بادشاہ ان دستاویزات کے حصول میں خصوصی دلچسپی رکھتا تھا اور ان کے حصول کے لیے کوئی بھی قیمت دینے پر تیار تھا۔ اس کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی بدولت روسی ایجنٹوں نے بالآخر یہ کارنامہ کر دکھایا۔ یہودیوں کے چوٹی کے دانشور احتیاطی تدبیریں کرتے رہ گئے اور ان کے دشمن یہ دستاویزات لے آئے۔

روسی خاتون جاسوس "جسائن جلیکا" نے ان پروٹوکولز کی ایک کاپی اپنے پاس رکھی اور جب وہ اپنے آبائی گھر روس کے ضلع Orel لوٹی تو اس نے ایک سرکاری عہدیدار کو بھی ان دستاویزات کی کاپی دے دی۔ اس کا نام Alexis Sukhotin تھا۔ Alexis نے یہ دستاویز اپنے دو دوستوں فلپ شینپور اور سر جی اے ٹاکس کو دی۔ اول الذکر (Steponor) نے اس کی کاپیاں کروائیں اور انہیں اپنے قریبی دوستوں میں بانٹا، جبکہ مؤخر الذکر (Nilus) نے پہلی بار انہیں کتابی شکل میں ۱۹۰۱ء میں چھاپا جس کا عنوان تھا: "The Great Within the Small" (چھوٹے کے اندر سب سے بڑی) بادشاہت کے زمانے میں تو یہ کتاب خفیہ چیزوں میں مقبول ترین چیز تھی... لیکن روس میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد پیدا ہونے والے یہودی اثر و رسوخ کی بنا پر اس کتاب کو کسی کے پاس دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم تھا۔ Steponor انقلاب کے آتے ہی روس سے بھاگ گیا اور ۱۹۳۲ء میں یوگوسلاویہ میں اس کا انتقال ہوا۔

Steponor کے بیٹے سے جب ایک یورپی مصنف Gerald B. Winrod کی

ملاقات ۱۹۳۵ء میں ہوئی تو اس نے اپنے والد کے دوست ٹائلس کے بارے میں بہت سے انکشافات کیے۔ وہ ٹائلس کو اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ اس کا باپ اور ٹائلس ایک ہی کیونٹی میں رچے تھے۔ اس نے بتایا کہ ٹائلس کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ وہ ایک پختہ عقیدے والا عیسائی تھا اور انجیل مقدس پر کامل یقین رکھتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ قوم یہود کے دانائوں نے یہ منصوبے عیسائیت کے خاتمے کے لیے تیار کیے ہیں تو اس نے دنیا بھر میں مسیحیت کی آگاہی کے لیے خطرات مول لیے اور ان دستاویزات کو شائع کرنے کی ٹھان لی۔ یہ دستاویزات عبرانی زبان سے روسی زبان میں ترجمہ کی گئی تھیں۔ ٹائلس کے خیال میں یہ منصوبہ عیسائیت کے خلاف سازش تھا جسے طشت از بام کر کے اس نے ملی فریضہ انجام دیا، لیکن ان دستاویزات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سازش صرف عیسائی مذہب اور تہذیب کے خلاف نہیں، یہ تمام مذاہب اور تہذیبوں کے خلاف ایک بھیا تک منصوبہ ہے۔ جب روس میں انقلاب آیا اور پروٹوکولز کی کاپی رکھنا بھی جرم ہو گیا تو ٹائلس نے روس سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن بد قسمتی سے وہ روس کے صوبے یوکرائن کے دارالحکومت Kiev میں ۱۹۲۴ء میں پکڑا گیا۔ اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ اس کے پچھلی عمر سے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

یہ تحریر اگرچہ روسی زبان میں "برٹش میوزیم لائبریری" میں ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء کو پہنچی تھی لیکن اس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۵۶ء میں "ڈاکٹر ای مارسڈن" (Victor E. Marsden) نے کیا تھا۔ مارسڈن روس میں انقلاب کے دوران "مارنگک پوسٹ" (Morning Post) نامی اخبار کا نمائندہ تھا۔ انقلاب کے بعد اسے بھی گرفتار کر لیا گیا اور سزائے موت کا فیصلہ سنایا گیا، لیکن بالآخر برطانوی باشندہ ہونے کے ناتے اسے معاف کر دیا گیا اور رہائی کے بعد واپس برطانیہ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ برطانیہ واپسی کے بعد جب اس کی صحت بحال ہوئی تو اس نے سب سے پہلے ان دستاویزات کے ترجمے پر کام شروع کیا۔ اسے ان خفیہ دستاویزات کی اہمیت کا اندازہ تھا اور وہ انہیں جلد از جلد دنیا کے سامنے لانا چاہتا تھا۔ چونکہ وہ خود صحافی بھی تھا اور اسے روسی اور انگریزی دونوں زبانیں آتی تھیں، اس لیے اس کا ترجمہ آج بھی اتنا ہی مقبول ہے جتنا کہ پہلے دن تھا۔

برطانیہ واپسی کے بعد جب برطانیہ کا بادشاہ اپنی نوآبادیات کے دورے پر نکلا تو مارسڈن اس

کے ساتھ جانے والی ٹیم میں شامل تھا۔ اس دورے کے دوران مارٹن نے ایک خصوصی مراسلہ نگاری حیثیت سے ایک مرتبہ پھر "مارٹنک پوسٹ" کے لیے کام کیا لیکن برطانیہ واپسی پر وہ "اچانک" بیمار پڑ گیا اور "نہ اسرار حالت" میں انتقال کر گیا۔

اس کتاب سے متعلق مزید معلومات General D.B. Winrod کی کتاب "The Truth About the Protocols" (پروٹوکولز کے متعلق سچ) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ شروع شروع میں یہ کتاب مارکیٹ میں آتے ہی غائب ہو جاتی تھی۔ اس کے مترجم یا ناشر پر اسرار طور پر "اتفاقہ طبعی موت" کا شکار ہو جاتے تھے۔ اس زمانے میں اگر آپ کسی لائبریری میں جاتے اور یہ کتاب تلاش کرتے تو آپ سے پہلے کوئی اسے نکلوا کر لے جا چکا ہوتا یا یہ کتاب بغیر کسی اطلاع کے اپنے متعلقہ خانے سے غائب ہوتی۔ آج بھی اگر آپ نیٹ پر اس کتاب کو سرچ کرنا چاہیں تو آپ کو کافی مشکل ہوگی۔ اس نام سے ملتی جلتی کتابیں آپ کو دکھائی جائیں گی مگر یہ کتاب کوشش کے بعد بھی آپ کی نظروں سے اوجھل رہے گی۔

ان تمام باتوں کے تناظر میں ... جو یقیناً اتفاقہ نہیں ہیں اس کتاب کے مندرجات کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کو اردو میں پہلی بار کراچی کے ایک جرات مند اور صاحب ایمان صحافی "مصباح الاسلام فاروقی" نے ترجمہ کر کے چھاپا۔ اس کے دو حصے تھے۔ پہلے حصے میں ان دستاویزات کا تعارف، پس منظر، یہودی عزائم وغیرہ بیان کیے گئے تھے اور دوسرے میں ان بدنام زمانہ دستاویزات کا سلیس ترجمہ تھا۔ جب یہ شائع ہوئی تو تہلکہ مچ گیا۔ کتاب کی بے پناہ مقبولیت کے باوجود بعض مخصوص تنخواہ داروں نے اس کے فرضی اور جعلی ہونے کی رٹ لگانا شروع کر دی۔ ان کا اصرار تھا یہ ساری دستاویزات شہرت کے طلب گار کسی قلم کار کے وہم کی پیداوار ہیں۔ جبکہ دوسری طرف کتاب جلد ہی ناپید ہو گئی تھی۔ تلاش بسیار کے باوجود کہیں سے ایک آدھ نسخہ مل جاتا بھی خزانے کی تلاش کے مترادف تھا۔ تیسری طرف فاروقی صاحب یہ محسوس کرنے لگے کہ ان کی مگرانی شروع کر دی گئی ہے۔ انہیں ایسا لگا ان کے آس پاس پر اسرار نقل و حرکت ہو رہی ہے۔ کچھ لوگ ان کی جان کے درپے ہو گئے ہیں اور وہ موقع ملنے کی تاک میں ہیں۔ انہوں

نے اپنی تمام تر توجہ اسی موضوع پر مرکوز کر دی اور سانسوں نے انہیں جتنی مہلت دی اس دوران انہوں نے یہودیت پر ایک شاہکار کتاب ”یہودی سازش اور دنیائے اسلام“ تصنیف کر ڈالی۔ فاروقی صاحب کچھ عرصے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ جو قوتیں ان کی اس بہترین کاوش کو ہم قرار دیتی رہی تھیں، انہیں ان کی موت سے بھی چین نہ آیا۔ یہ کتاب ان کے بعد بھی کہیں دستیاب نہ ہوتی تھی۔ کچھ عرصے بعد ”تسخیر عالم کا یہودی منصوبہ“ کے نام سے چھپی۔ مصنف کے طور پر ”ابوالحسن“ کا فرضی نام سرورق پر درج تھا۔ ناشر کا نام حسب روایت موجود تھا، نہ ہی ملنے کا پتا درج تھا۔ اشاعت عام کی نوبت اس بار بھی نہ آنے پائی۔ اکثر و بیشتر اس کا فونو اسٹیٹ نسخہ ہی آگے چلتا رہا۔ فاروقی صاحب کے بعد ایک اور مشہور مصنف مفتی عبدالرحمن خان نے اس کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد تو قطار لگ گئی۔ بہت سے مترجمین نے ترجمہ کیا اور ناشرین اسے چھاپتے رہے۔ اب یہ مختلف ناموں سے کہیں نہ کہیں مل ہی جاتی ہے۔ زیادہ مشہور نام ”یہودی پروٹوکولز“ کا ہے، لیکن جیسا کہ راقم نے اس مضمون کے شروع میں کہا صحیح معنوں میں اسے ”دجالی ریاست کے قیام کا دستاویزی منصوبہ“ کہنا چاہیے، کیونکہ اس کا اصلی ہدف ہدی کے بدترین ظہور ”دجال اعظم“ کی عالمی ریاست کا قیام ہے جس کا مرکز اسرائیل اور پایہ تخت یروشلم ہوگا۔

بعض لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے کہ اگر ان دستاویزات کا انکشاف یہودیت کے لیے اتنا ہی نقصان دہ تھا کہ انہوں نے سرجی اے ناکس اور وکٹری مارٹن سے لے کر فاروقی صاحب تک کو قتل کرنا ضروری سمجھا تو فاروقی صاحب کے بعد بقیہ مترجمین و ناشرین ان کے انتقام کی زد سے کیونکر محفوظ رہے؟ اس بات کا جواب سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ ایک راز اپنے ابتدائی انکشاف کے وقت جتنا سنسنی خیز ہوتا ہے، اتنا ہی متاثرہ فریق کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس وقت راز کو عام کرنے والے انتقام کے شدید جذبے کا نشانہ بنتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس انکشاف سے متاثر ہونے والا فریق جب دھچکے سے سنبھل جاتا ہے تو وہ اس تہلکہ خیز انکشاف کو اپنے لیے غیر اہم قرار دے کر اسے نظر انداز کرنے کی پالیسی اپناتا ہے۔ گویا کہ ”پلان 2“ پر عمل شروع کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اچھا ہے یہ معلومات دشمن یا مخالفین تک پہنچیں اور انہیں مرعوب کریں کہ اسے اسنے

و خیال (3)

ذہین اور دور اندیش فریق سے پالا پڑا ہے۔ لیکن اس موقع پر وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے خلاف کام کرنے والے ان دستاویزات کا حوالہ دے کر انہیں رگیدہ رہیں گے اور ان کے خلاف ذہین سازی کر کے دنیا کو انسانیت کے ان دشمنوں سے آگاہی دینے کا فرض ادا کرتے رہیں گے۔

(جاری ہے)

—

فاش غلطیوں کا تقابلی مطالعہ

جیسا کہ پہلے لکھا گیا شروع شروع میں قوم یہود کے "بزرگ دانا" اس کتاب کی کسی سنجیدہ حیثیت کے ہی سرے سے انکاری تھے۔ وہ پراسراریت کی دینے والے تھے چھپائے ان رازوں کے انکشاف پر سخت برہم اور اپنی طرف اس کی نسبت کو نرا جھوٹ یا خالص وہم قرار دیتے تھے، لیکن غیر جانبدار محققین کا کہنا تھا اور آج بھی ان کا یہی اصرار ہے کہ ایک سے زیادہ ایسی وجوہات ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان دستاویزات کو فرضی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً

(۱) ان کے خیال ہونے کا وہم اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا میں عیش آنے والے بہت سے منظم حادثات و واقعات کی بھر کوئی توجیہ ممکن نہیں رہتی۔ یہودی جھٹک ٹینکس ان کے جعلی یا فرضی ہونے پر جتنا بھی زور دیں اور ان کے اصلی ہونے کی جتنی بھی تردید کریں، اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ اگر یہ بالکل جعلی ہیں تو ان میں بیان کردہ تجاویز اور منصوبے تسلسل کے ساتھ عالمی حالات سے مطابقت کیوں رکھ رہے ہیں؟ اسرائیل کی کارروائیوں اور یہودیت کی کارستانیوں میں ان تمام منصوبوں کی واضح جھلک کیوں دکھائی دیتی ہے؟ اسرائیل کی تاریخ اور یہودی راہنماؤں کا طرز عمل ان دستاویزات کے اصل ہونے کی چغلی کھاتا ہے اور دنیا کو مجبور کرتا ہے کہ وہ سوچیں ایک فرضی چیز کی اتنے اہتمام اور تاکید سے تردید کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اگر دال میں کالا نہیں ہے تو ایسی کتاب کو دنیا کی نظروں سے غائب کرنے میں کیا حکمت تھی؟ مشہور امریکی سرمایہ کار اور دانشور "ہنری فورڈ" نے اسی دلیل کو استعمال کرتے ہوئے کہا تھا کہ پروٹوکولز جعلی یا فرضی نہیں، بلکہ اصلی اور حقیقی ہیں۔ انہوں نے ۱۷ فروری ۱۹۲۱ء کو "نیو یارک ورلڈ" میں شائع ہونے والے اپنے ایک انٹرویو میں صحافی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"ان پروٹوکولز کے بارے میں صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ آج دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا

ہے، وہ ان کے مین مطابق ہو رہا ہے۔ انہیں منظر عام پر آنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ منظور 1897ء کی کانفرنس میں ہوئے تھے۔ انکشاف 1905ء کے آس پاس ہوا۔ راقم آج تک عالمی حالات و واقعات انہی اقوال کے مطابق رہا ہوتا چلا آ رہا ہے۔ آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ واقعی ہنری فورڈ نے بالکل صحیح کہا تھا۔ ایک فرضی چیز کسی حقیقی واقعے سے اتفاق نہ کر سکتی ہے، لیکن فرضی خیالات کی حقیقی اور عالمی واقعات سے تسلسل کے ساتھ موافقت ممکن نہیں۔

(2) ایک بہت مضبوط دلیل یہ ہے کہ بقول یہودی دستاویزات اگر اصلی نہیں، سراسر "جعلی" ہیں تو پھر ان ذہین جعل سازوں نے ان دستاویزات کو علانیہ طور پر کھل کر یہودی مصنفین سے کیوں منسوب نہیں کیا، جبکہ وہ بآسانی ایسا کر کے اس سے کئی مقاصد حاصل کر سکتے تھے۔ مثلاً: وہ دنیا بھر کے انسانوں اور تہذیبوں کے خلاف تیار کیے گئے ان منصوبوں پر یہودی راہنماؤں کا لیبل لگا کر قوم یہودی کے خلاف نفرت اور اشتعال کی زبردست فضا پیدا کر دیتے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے دستاویزات میں "یہود" کا لفظ صرف دو بار استعمال ہوا ہے، جبکہ وہ مخصوص اصطلاحات جو یہودی لٹریچر کا خاصا ہیں، اور انہیں غیر یہودی نہ سمجھتے ہیں نہ استعمال کرتے ہیں، وہ خفیہ اور خفیہ ترین اصطلاحات ان دستاویزات میں جا بجا روانی کے ساتھ استعمال ہوئی ہیں۔ آخر وہ کون سے انوکھے "جعل ساز" تھے جو ایک طرف تو اتنے ذہین تھے کہ دنیا بھر کے انسانوں اور انسانی معاشرے کے ہر طبقے اور شعبے کو گرفت میں لینے کا منصوبہ 24 دستاویزات کے اندر سمیٹ کر رکھ گئے اور دوسری طرف اس اعلیٰ کاوش کو قوم یہودی کے سر تھوپنے کا کوئی آسان ترین طریقہ بھی استعمال نہ کر سکے جو عام راہ چلتا نو سر باز بھی بآسانی گھڑ سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان دستاویزات کو پڑھنے کے فوراً بعد پہلا تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتب ہوتا ہے، وہ ذہین اور قابل لوگوں کی طرف سے مرتب کردہ ایک "مطلق العنان عالمی حکومت" کے قیام کے مربوط منصوبے کا ہے جو دہال کے ہراول دستے کے طور پر کام کرنے والی قوم یہودی سالہا سال سے جاری زیر زمین جدوجہد کا مرکزی ہدف ہے اور جس کی صحیح تعبیر وہی ہے جو ہم نے "عالمی دجالی ریاست" کے نام سے کی ہے۔

(3) ان دستاویزات کے حقیقی اور اصلی ہونے کی ایک بڑی دلیل کچھ ایسے تقابلی قرائن ہیں جو

نا قابل تردید ہیں۔ مثلاً: ہم یہاں دو الگ الگ کتابوں سے لیے گئے دو اقتباسات کا ان دستاویزات کے متعلقہ حصے سے تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ یہ دستاویزات جن لوگوں نے رازداری کے بھاری بھرکم حلف اٹھا کر تیار کی تھیں، ایک وقت ایسا آیا کہ ان کے منہ سے ایسی بات نکل گئی جس سے سمجھنے والے بلا تردد سمجھ گئے کہ یہ اپنی تحریر یا گفتگو میں خفیہ دستاویزات میں بیان کردہ تجاویز کا اظہار کر گئے ہیں اور بیچ چوراہے بھانڈا پھوٹ جانے کے بعد اب لیپاپوتی کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ذیل میں صہیونیت کے دو چونی کے راہنماؤں سے نادانستہ طور پر ہو جانے والی دو فاش غلطیوں کا تقابلی مطالعہ پر مبنی جائزہ ملاحظہ کیجیے:

(الف) ان پروٹوکولز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں ”پہلی صہیونی کانگریس“ کے انعقاد کے موقع پر جاری کیا گیا جو 1897ء میں باسل کے مقام پر ہوئی تھی اور جس کی صدارت جدید صہیونیت کے بانی تھیوڈور ہرنزل نے کی تھی۔ کچھ عرصے قبل ”ہرنزل کی ڈائری“ کے عنوان سے ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس میں سے چند اقتباسات 14 جولائی 1922ء میں یہود کے عالمی ترجمان ”جیوش کرائیکل“ میں شائع ہوئے تھے۔ ان ڈائیریوں میں ہرنزل نے 1885ء میں اپنے سفر انگلستان کا ذکر بھی کیا ہے جہاں اس کی ملاقات کرنل گولڈ اسمتھ سے ہوئی تھی۔ وہ انگلستان کی فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا اور دل کی گہرائیوں سے ہمیشہ ایک یہودی قوم پرست ہی رہا۔ اس نے ہرنزل کو تجویز پیش کی کہ انگریز اثرافز کو تہہ وبالا کرنے اور یہودی تسلط سے انگلستان کے عوام کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت کو تہا و بر باد کرنے کی غرض سے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان کی اراضی پر اضافی محصول عائد کر دیا جائے۔ ہرنزل کو یہ خیال بہت اچھا لگا چنانچہ اسے اب صہیونی دستاویز کے پروٹوکول نمبر 15 اور پروٹوکول نمبر 20 ”مالیاتی پروگرام“ میں باسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

”ہمیں ہر طرح سے اپنی ”سپر حکومت“ کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہیے کیونکہ وہ اپنی تمام فرماں بردار رعایا کی محافظ اور محسن ہے۔ فیر یہودیوں کے امرا ایک سیاسی قوت کے اعتبار سے تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ ہمیں اس تذکرے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن زمین دار ہونے کی حیثیت سے وہ اب بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے وسائل پر انحصار کرتے

ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کی زمینیں چھین لیں۔ یہ مقصد زمینوں پر ٹیکس لگا کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یعنی زمینیں قرضوں کے بوجھ تلے دب جائیں گی۔ ان اقدامات سے زمینداران نظام کم ہو جائے گا اور وہ غیر مشروط طور پر ہمارے اطاعت گزار رہیں گے۔ غیر یہودی امر اور روسا چونکہ خاندانی اعتبار سے قحوظ سے پر گزارہ کرنے کے عادی نہیں، بہت تیزی سے جل جائیں گے، ناکام ہو جائیں گے اور ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

(پروٹوکول 5، معاشی ضروریات کے پروپیگنڈے کا خفیہ باب، ص 206)

"موجودہ انفرادی یا جائیداد پر محصول کے بجائے بڑھتے ہوئے سرمائے پر فیصدی تناسب سے ٹیکس عائد کرنے سے بہت زیادہ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ موجودہ انفرادی یا جائیداد پر محصول کے بجائے بڑھتے ہوئے سرمائے پر فیصدی تناسب سے غیر یہود میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے طے شدہ راستے پر چلنے میں آسانی رہتی ہے۔"

(دستاویز 20، مالیاتی پروگرام، ص 282)

ہرنزل کی ڈائری اور مندرجہ بالا اقتباسات کا تقابلی مطالعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مصیونی راہنماؤں کے ذہن میں "عالمی حکومت" کے قیام کا ایک واضح منصوبہ موجود تھا اور یہ پروٹوکولز درحقیقت اسی منصوبے کا خاکہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ذہین قاری جسے حالیہ تاریخ کا ذرا سا بھی علم ہے اور جو قوم یہود کے کام کرنے کے انداز سے قحوظی بہت واقفیت رکھتا ہے، وہ ان پروٹوکولز کی ہر سطر کی اصلیت محسوس کرے گا۔ وہ اصلیت جس کے پیچھے قوم یہود کے داناؤں کا مکروہ و جالی چہرہ جھلک رہا ہوگا۔ ہم اپنے تمام قارئین کو دعوت دیتے ہیں وہ کنزروی مارٹن کے اس ترجمے کا ضرور مطالعہ کریں جو اب اردو زبان میں مختلف ناموں سے مل جاتا ہے۔

(ب) اب ہم ایک اور واقعے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس طرح کی ایک غلطی بانی مصیونیت کے جانشین سے بھی ہوئی تھی۔ تیموڈور ہرنزل کے جانشین اور مصیونی تحریک کے لیڈر ڈاکٹر وائزمن نے ان اقوال سے ایک اقتباس اس وقت پیش کیا تھا جب 6 اکتوبر 1920ء کو یہودیوں کے ایک "بڑے رہائی" کے اعزاز میں ایک الوداعی دعوت دی جارہی تھی۔ ڈاکٹر وائزمن نے اپنی اس تقریر

میں ایک مشہور مسیحی نبی قول کا حوالہ دیتا تھا جسے یہودیوں کے "روحانی دانشوروں" سے منسوب کیا جا رہا ہے اور جس کے مطابق: "خدا نے یہودیوں کی زندگی میں ایک مفید اور سودمند تحفظ کا انتظام کر رکھا ہے اور اسی مقصد کی غرض سے انہیں (یہودیوں کو) دنیا میں ہر طرف پھیلا دیا ہے۔" اس تقریر کا حوالہ یہود کے ایک اور عالمی سطح کے مستند ترجمان "جیوش گارڈین" میں 8 اکتوبر 1920ء کی اشاعت میں موجود ہے۔ اب آپ اس قول کا موازنہ پروٹوکول نمبر گیارہ کے آخری حصے سے کریں جس میں کہا گیا ہے: "خدا نے ہمیں اپنے منتخب نمائندوں کی حیثیت سے دنیا بھر میں پھیل جانے کا تحفہ عنایت فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ ہماری اس بے وطنی اور آوارگی کو ہماری کمزوری پر محمول کرتے ہیں، لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے ہیں کہ ہماری یہی کمزوری دراصل ہماری تمام تر طاقت اور قوت کا اصل سرچشمہ ہے جس نے ہمیں آج پوری دنیا پر حکومت کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔"

ان اقتباسات کے توافق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مسیحیوں نے فاضل بزرگوں اور ان کی مرتب کردہ دستاویزات کا یقیناً وجود تھا اور چیدہ چیدہ مسیحیوں نے راہنماؤں کو ان دستاویزات کے بارے میں پوری معلومات حاصل تھیں۔ نیز یہ کہ یہودیوں کی قومی ریاست یا مادروطن کے قیام کی دیرینہ خواہش کا ان کے حقیقی عزائم اور اہداف سے گہرا تعلق ہے اور ان کا یہی وہ عزم یا ہدف ہے جو ان کے تمام عزائم اور اہداف کا محور و مرکز ہے، جس کی خاطر وہ صدیوں سے ہر ظلم و زیادتی کو روا سمجھتے ہوئے انسانیت کش جدوجہد کرتے چلے آئے ہیں۔

ان دستاویزات کے اصل یا نقل ہونے کی بحث ہم نے محض اس لیے چھیڑی ہے کہ وہ بظاہر "لحمومود" جس کی امید پر قوم یہود ایک "عالمی بادشاہ" اور "عالمی ریاست" کا خواب دیکھ رہی ہے، ان دستاویزات کی رو سے اب اس دودھ بھرے چھینکے کی طرح محسوس ہوتا ہے جس کی ریاتی کمزور ہو چکی ہو کہ اب نوٹی یا بٹ نوٹی۔ یہ سنگین صورت حال اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ اس فتنہ پر قوم کی طرف سے آخر زمانے کے "فتنہ عظمیٰ" کے خروج کے لیے بھرپور تیاریاں جاری ہیں، جبکہ ان تیاریوں کے مطالعے اور دفاعی واقعاتی تدابیر پر ہماری طرف سے بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ قوم یہود اگر اب تک اتنی مربوط جدوجہد اور اتنی زبردست منصوبہ بندی کے باوجود اپنے مقصد میں

کامیاب نہیں ہو سکی تو اس کی وجہ ذلت و خواری کی وہ نگوینی مہر ہے جو ان پر اللہ رب العالمین، احکم الحاکمین کی طرف سے لگائی جا چکی ہے۔ اس میں ہماری مقاومت یا مداخلت کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ رب العزت کی مرضی چونکہ یہ ہے کہ قوم یہود کو اس کی نافرمانیوں اور گستاخیوں کا ذلت آمیز مزہ چکھایا جائے، اس لیے ان عناصر کی رسوائی اور ذلت و شکست بھی قدرت کا اہل فیصلہ ہے جو اس رائدہ درگاہ قوم کا ساتھ دیں گے جبکہ اس کے بالمقابل اس فرد، ادارے، جماعت یا قوم کی مدد و نصرت اور عزت و سر بلندی نوہے تقدیر ہے جو غضب الہی کا شکار اس قوم کے مقابل کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے والوں کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔

یہ وہی نکتہ ہے جس کا ہم نے شروع میں قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ اس کتاب کے مندرجات مبالغہ پر مبنی نہیں نہ جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ یہ اس قوم کے ذریعہ ترین رہنماؤں کی عرق ریز کوششیں ہیں جو انسانی تاریخ کی ذہین ترین لیکن بد بخت ترین قوم تھی۔ جس کا دماغ تو اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل تھا لیکن دل خیر کی رقت سے خالی ہو چکے تھے۔ جنہوں نے خدا پرستی اور رحم دلی کو پھوڑ کر لذت پرستی اور سنگ دلی کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کی محبوب ہستیوں کی توحین کو اپنا شعار بنالیا تو رب العزت نے ان کی تذلیل پہ ابدی مہر ثبت کر دی۔ لہذا ان کے ترتیب دیے گئے منصوبوں کی مثال دنیا میں نہیں لیکن ان منصوبوں کے لیے درکار تمام وسائل کی فراوانی کے باوجود ان کی ناکامی و نامرادی کی حد و حساب بھی نہیں۔ ان کا ترتیب دیا ہوا "تغییر عالم کا منصوبہ" ان کے فٹائے فکری اور اجتماعی بربادی کے ہولناک انجام میں تبدیل ہو جائے گا لیکن اس سے پہلے دنیا ایک بڑی آزمائش سے گزرے گی اور اس آزمائش میں سرخ رو ہونے کی ایک ہی ضمانت ہے کہ پیغمبر اسلام، ہادی دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و سنت سے چٹے جایا جائے تاکہ جب مہدی آخر الزماں (حضرت مہدی رضی اللہ عنہ) کا ظہور ہو تو ذاتی زندگی میں "طہارت و تقویٰ" اور اجتماعی زندگی میں "دعوت و جہاد" کو اپنی پہچان بنانے والے خوش نصیب لوگ فتنوں بھری اس دنیا کو امن و امان کے گہوارے میں تبدیل کرنے کے لیے قربانیاں دے سکیں اور ان قربانیوں کا نتیجہ دنیا میں بھی دیکھ سکیں۔

دجالی ریاست کے نامہربان ہمنوا

میش پرستی میں مبتلا مال دار حکمران و شیوخ:

دجال کا پایہ تخت ”اسرائیل“ مسلم ممالک کے قلب میں کیسے وجود میں آ گیا جبکہ ارد گرد ہزاروں لاکھوں غیر متذمذ مسلان رچے تھے؟ یہ تاریخ کے طالب علم کے لیے دلچسپ سوال ہے۔ آج ہم اسی سوال پر کچھ دیر کے لیے بحث کریں گے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمان عوام کی حیثیت و غیرت مسلم رہی ہے، البتہ اقتدار ایسی چیز ہے جو حکمرانوں کو مفاد پرست، موقیع پرست اور اصول و نظریہ کے بجائے لالچ یا خوف (گاجریا چھڑی) کا تابع کر دیتی ہے۔ ہم ذیل میں فلسطین ارض مقدس کے ارد گرد رہنے والے نام نہاد مسلم حکمرانوں کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے اپنی چشم پوشی اور ضمیر فروشی زیادہ صحیح لفظوں میں..... اسلام اور اہل اسلام سے غداری کرتے ہوئے یہود کی ہمنوائی کی اور القدس پر فلسطینی یہود کے مضبوط کرنے کا سبب بن کر دنیا و آخرت میں رسوائی کما لی۔ ہمارے ہاں بھی ایسے پرویزی حکمران موجود ہیں جو اسرائیل کو تسلیم کرنے کا ذمہ لگے گلے میں ڈال کر وقتاً فوقتاً سے پیٹتے رچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے پوری امت کو محفوظ فرمائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اور سب سے اوپر اردن کے شاعی خاندان اور اس کے بعد فلسطین کے مجلہ اعظم جناب یاسر عرفات اور ان کے بعد مصری صدر انور سادات کا نام آتا ہے۔ یعنی ایک (یاسر عرفات) تو خود القدس میں تھا، دوسرا القدس کی مشرقی سرحد (اردن) پر اور تیسرا اس کے مغربی سرحد (مصر) پر حکمران تھا۔ انہوں نے ارض مقدس اور اس کے دائیں بائیں واقع خطے میں دجالی مفادات کی حسب توفیق تمہبانی کی۔ ذیل میں ان تینوں کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں۔ اول الذکر خاندان کے قدرے تفصیل سے اور آخری دو افراد کے اختصار کے ساتھ۔

(۱) اردن کا شاہی خاندان

اردن کے موجودہ شاہی خاندان نے تاریخ کے اہم ترین موز پر مسلمانوں سے غداری کی۔ اس کا آغاز خلافت عثمانیہ کے سقوط سے ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے اس خاندان کے پہلے خدار، شریف مکہ (گورنر مکہ) اور اس کے بیٹوں کو دیکھنا ہوگا۔ بعد میں ہم اس خاندان کے ہر فرد کو انفرادی حیثیت میں دیکھیں گے۔

شریف مکہ

دسویں صدی کے بعد سے شریف مکہ کی حیثیت مکہ مکرمہ کے والی کے علاوہ ایک روحانی پیشوا کی سی ہوتی تھی اور ایک روایتی معاہدے کے تحت اس کا تعلق ہمیشہ بنی ہاشم سے ہوتا تھا۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے جو شخصیت حجاز کے گورنر کے طور پر نامزد تھی یعنی اس کا تعلق بنی ہاشم کے قبیلے سے تھا۔ اس کو خلافت عثمانیہ نے حجاز مقدس کی نگرانی سونپی۔ کافی عرصے سے یہ ایک روایت تھی کہ امیر مکہ کی تقرری متعدد امیدواروں میں سے چناؤ کے بعد کی جاتی تھی۔ ۱۹۰۸ء میں یہ ذمہ داری حسین بن علی کو سونپی گئی، لیکن اس نے اپنے آپ کو اپنے سرپرست عثمانی سلاطین کے کافی حد تک خلاف پایا جب اس نے اس بات کی کوششیں شروع کیں کہ اس کے خاندان کو نسل در نسل امارت دی جائے۔ گورنری کے عہدے کو اپنے خاندان میں مستقل کروانے کی خواہش کے عوض یہ شخص اپنا ایمان اور مسلمانوں کی ارض مقدس بیچنے پر بھی تیار ہو گیا اور ظلیہ المسلمین سے غداری کرتے ہوئے انگریزوں کا ایجنٹ بننا قبول کیا۔ اس نے نہ صرف حجاز کو خلافت عثمانیہ سے چھیننے میں معاون خادم کا کردار ادا کیا بلکہ القدس کو یہود کے قبضے میں جانے اور ہندوستان کی انگریز سے آزادی میں بھی رکاوٹ بنا۔ حضرت شیخ ابند رحمہ اللہ کی "تحریک تحفظ خلافت" اور "تحریک ریشی رومال" کی ناکامی اور مالٹا میں ان کی اسیری میں اسی شخص نے مرکزی کردار ادا کیا۔ اس طرح اس شخص کے جرائم حجاز سے القدس تک یعنی حرمین سے حرم قدسی تک اور ہندوستان سے افغانستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اپنے اقتدار کی خاطر اس نے عرب و غم کے مسلمانوں کے سر سے سایہ خلافت چھیننے، ان کی تحریک آزادی کو کچلنے اور ارض اسلام کے قہر، یہود میں جانے دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہاں اس شخص کی

داستان جو رو جفا بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ آج بھی ملت اسلامیہ کامب سے بڑا مسئلہ اسی قسم کے پرویزی حکمران ہیں جو کھاتے ہمارا لیکن گاتے کسی اور کا ہیں۔ حکمرانوں کی یہ جراثیم زدہ نسل القدس کے گرد بھی ہے اور القدس کے نگہبان افغانستان و پاکستان کے گرد بھی۔ ان کی پہچان ان لوگوں کے لیے بہت ضروری ہے جو خراسان (افغانستان، شمال مغربی پاکستان) سے آنے والے کالے جھنڈوں تلے آخری وقت کے عظیم ترین جہاد میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شرکت کے خواہشمند ہیں۔

اس کا پورا نام حسین بن علی تھا۔ یہ 1854ء میں استنبول میں پیدا ہوا۔ یہ حجاز میں خلافت عثمانیہ کا مقرر کردہ آخری امیر تھا اور اس نے یہ خطاب (Title) 1908ء سے 1917ء تک اپنے پاس رکھا۔ شروع میں یہ خلافت عثمانیہ کے ماتحت اور ترکی کا اتحادی تھا اور ترکی کے جرمنی اور آسٹریا کے ساتھ جنگ میں ان کے ساتھ تھا، لیکن انگریزوں کی جانب سے یہ افواہ موصول ہوئی شروع ہوئی کہ جنگ کے اختتام پر اسے معزول کر کے اس کی جگہ کوئی اور امیر مقرر کیا جائے گا تو اس نے جاہ پستی میں جھٹکا کر بغاوت کا آغاز کر دیا اور عرب بغاوت کی باقاعدہ سربراہی کی۔

خلافت عثمانیہ سے بغاوت میں اس خاندان کا کردار

شریعت مکہ نے بغاوت کا اعلان تو کر دیا لیکن بغاوت کی اصل جنگ اس نے اپنے بیٹوں کے ذریعے لڑی۔ بغاوت کے صلے میں شریعت مکہ سے مصر کے انگریز کشنر نے شام کے ساحلی علاقے اور حدن کے علاوہ بحر احمر کا سارا ساحلی علاقہ تحفے کے طور پر دینے کا وعدہ کیا۔ یہ وعدہ "حسین میک موہن معاہدہ" (HUSSEIN. MCMAHON CORRESPONDENCE) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جون 1916ء کا مہینہ شروع ہوتے ہی عرب بغاوت کا آغاز ہوا جو خلافت عثمانیہ کے اختتام تک جاری رہا۔ اس بغاوت کا مقصد صرف شریعت مکہ کا یہ دماغی عارضہ اور ہوس تھی کہ الہپہ (ALEPPO) جو کہ شام کا شمالی ضلع تھا، سے لے کر یمن تک کی عرب سرزمین اس کی بادشاہت میں آجائے۔ اس کا یہ خواب تو کبھی پورا نہ ہوا، البتہ وہ مسلمانوں کے لیے ایسے مسائل پیدا کر گیا جن کا زخم صدیوں تک بہتا رہے گا اور اس کی قبر کو جہنم کا گڑھا بنائے رکھے گا۔

شریف مکہ کا بیٹا باپ سے کم نہ تھا۔ اس کے بیٹے فیصل اول نے بدنام زمانہ انگریز جاسوس T.E. LAWRENCE جس کو "لارنس آف عرب" بھی کہا جاتا ہے، کی مدد سے بغاوت کے لیے درکار جنگی و عسکری تیاریاں جاری رکھیں۔ فیصل، شریف مکہ کا تیسرا بیٹا تھا جو طائف میں 1883ء میں پیدا ہوا تھا۔ 1913ء میں اس کو خلافت عثمانیہ کی طرف سے جدو شہر کا "والی" بنایا گیا تھا۔ فیصل نے انگریزوں کے ساتھ باقاعدہ مل کر خلافت عثمانیہ سے جنگیں لڑیں اور بغاوت کو منظم کیا، علامہ اقبال نے بھی اپنی شاعری میں اس کی غداری کا تذکرہ کیا ہے۔

اگرچہ یہ شخص اپنا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جوڑتا تھا، لیکن اس کے اندر اصل جذبہ عرب قومیت اور ذاتی مفاد کا تھا نہ کہ اسلام اور اس کی سر بلندی کا۔ اور بات یہ ہے کہ اسلام میں عمل صالح کے بغیر نسب کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

مکہ کی جنگ

بغاوت کا باقاعدہ آغاز مکہ سے ہوا۔ جون 1916ء کے آغاز میں عثمانی فوج اپنے سپہ سالار غالب پاشا (جو کہ حجاز کا گورنر تھا) کے ساتھ طائف چلی گئی، جبکہ مکہ شہر میں صرف اور صرف 1400 کے قریب عثمانی مجاہد رہ گئے تھے۔ 10 جون کی ایک گرم رات جب زیادہ تر فوجی اپنی بیڑکوں میں سو رہے تھے، شریف مکہ نے اپنے ہاشمیہ محل کی کھڑکی سے فائر کیا۔ یہ بغاوت کے آغاز کا اشارہ (Signal) تھا۔ اس کے ساتھ 5000 اور نڈر بھی تھے۔ انہوں نے حرم کی حدود کے قریب موجود تین قلعوں اور جدو کی سڑکوں پر موجود قلعے JIRWALL BARRACICS پر حملہ کر دیا۔

اس اچانک حملے کی وجہ سے اس وقت کے ترک کمانڈر جگ آفیسر کو بغاوت کا پتا ہی نہ چل سکا۔ شریف مکہ اور عثمانی فوج کے جھنڈے ایک ہی رنگ کے تھے اور ترک کمانڈر کو اس کا فرق نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ جب اس نے شریف مکہ کو فون کیا تو اسے بتایا گیا کہ ہتھیار ڈال دو لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔

شریف کی افواج نے بعد میں پیش قدمی کر کے صفا کی پہاڑی کے قریب اور مسجد الحرام کے برابر جبل ابو قیس پر قائم "ترکی قلعے" پر قبضہ کر لیا۔ آج کل اس قلعہ کی جگہ انتہائی بلند و بالا عمارت تعمیر کی

جاری ہے جبکہ بیت اللہ کے گرد فلک بوس ہمارے توں کی تعمیر قیامت کی نشانوں میں سے ایک نشانی ہے۔
بغلاوت کے تیسرے دن "حمیدہ" (HAMIDA) جو کہ عثمانی حکومت کا دفتر تھا، پر بھی قبضہ کر کے
نائب گورنر (DEPUTY GOVERNOR) کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب دوبارہ باقی افواج کو ہتھیار
لانے کو کہا گیا تو لیکن انہوں نے اس وقت بھی انکار کر دیا۔

اس پر انگریز کمانڈر "SIR REGINALD WINGATE" نے دو گولہ بردار بریگیڈ
جدہ شہر کے راستے بھیجی جس میں دو مصری آفیسر بھی شامل تھے جن کو اس مقصد کے لیے خاص طور پر
ترتیب دی گئی تھی۔ ان غداروں نے ترک قلعوں کی دیواریں توڑ دیں اور ان کے محافظوں کو شہید
کر دیا۔ آخر کار 4 جولائی 1916ء کو مکہ کو عثمانی فوج سے خالی کر دیا گیا جبکہ جدہ کی سڑک پر واقع
JIRWALL BARRACKS آگ لگنے کی وجہ سے زمین بوس ہو گیا اور وہاں ترک فوج
کی سخت محاذات کو ختم کر دیا گیا۔ اس سلسلے کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بہت سے مسلمان
ہندوستانی فوجیوں نے بھی انگریز کی اطاعت کرتے ہوئے شریعہ مکہ کے ساتھ مل کر خلافت
عثمانیہ سے بغاوت میں حصہ لیا۔ مثلاً خوشاب کے ایک گاؤں میں مخمر خان رہتا تھا جس کے بارے
میں لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس نے بھی اس وقت خانہ کعبہ پر گولی چلائی تھی۔ وہ اس وقت
انگریزوں کی Mercenary (کرائے کی فوج) میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ سکھ اور ہندو
آفیسر بھی تھے، لیکن انہوں نے گولی چلانے کی بجائے میدان چھوڑنے کو ترجیح دی جبکہ اس
"غیرت مند" کے ساتھ اور بھی مسلمان فوجیوں نے شریعہ مکہ کی مدد کی اور حرم پر گولہ باری میں
باضابطہ حصہ لیا۔ جس کی تنخواہ اس کو سولہ روپے ماہوار ملتی تھی۔

محاصرہ مدینہ

عرب بغلاوت کا سب سے زیادہ المناک اور دسوز واقعہ مدینہ منورہ کی جنگ تھی۔ مدینہ منورہ کے ایک
طرف تو پہاڑ ہے جبکہ اس پر بقیہ تین طرف سے شریف حسین کے تین بیٹوں کی سرکردگی میں حملہ کیا گیا۔
- مشرق کی جانب سے عبداللہ بن حسین کی فوج تھی۔
- جنوب کی جانب سے علی بن حسین کی فوج تھی۔

- جبکہ شمال کی جانب سے فیصل بن حسین کی افواج تھیں۔

ان کے ساتھ انگریز اور فرانسیسی آفیسروں کے دستے بھی تھے جو عثمانی مشاورت کے لیے موجود تھے۔ ان میں لارنس آف عربیہ نامی بدنام زمانہ جاسوس بھی شامل تھا۔

محاصرہ مدینہ ۱۹۱۶ء میں شروع ہوا جبکہ ۱۹۱۹ء کے اوائل تک جاری رہا۔ اس کی ایک وجہ تو عثمانی مجاہدین کی زبردست مزاحمت تھی، دوسری وجہ یہ تھی کہ انگریز نے شریف مکہ کو مدینہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا تھا، کیونکہ مسلمانوں خصوصاً ہندوستان میں انگریز کے خلاف تحریک خلافت شروع ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ اس طرح سے شریف مکہ کے بارے میں منفی تصویر کشی سے بھی اجتناب کیا گیا۔ اس کے بجائے فرنگی دجال نے حجاز ریلوے لائن (Trans-Hejaz Railway Line) کے ذریعے کارروائیاں کیں اور اس کو بار بار اڑایا گیا۔ جب ترک افواج اس کی مرمت کے لیے آئیں تو ان پر حملہ کیا جاتا۔ اس لائن کے دفاع اور تعمیر میں بہت بڑی تعداد میں ترک فوجی شہید یا گرفتار ہوئے۔

مدینہ شہر کا دفاع مشہور عثمانی سپہ سالار فخری پاشا (Fakhri Pasha) کے زیر نگرانی تھا۔ یہ ایسا غیرت مند شخص تھا کہ اس نے جنگ عظیم اول کے اختتام پر بھی ہتھیار نہیں ڈالے۔ آخر میں جب عثمانی خلیفہ نے بہت اصرار کیا تو بڑی مشکوں سے اس نے ہتھیار ڈالے۔

اس کی داستان انتہائی ایمان افروز ہے۔ جب ۱۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں ترکی اور انگریز افواج کے درمیان ”مدروس کا معاہدہ“ طے پا گیا تو اسے ہتھیار ڈالنے کا کہا گیا، لیکن اس نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ شخص انتہائی دلیر اور صاحب ایمان تھا۔ مدینہ منورہ کے باسی اس کی بہادری اور حسن انتظام کی بنا پر اسے بہت پسند کرتے تھے۔

ایک ترک مصنف لکھتا ہے:

”ایک مرتبہ ۱۹۱۸ء کے موسم بہار میں جمعہ کے دن فخری پاشا مسجد نبوی میں نماز کی امامت سے پہلے خطبہ دینے کے لیے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا تو آدھے ہی راستے میں رک گیا اور اپنا چہرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی طرف کرتے ہوئے بلند آواز میں کہنے لگا:

”اے اللہ کے رسول! میں آپ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔“

اس کے بعد اس نے نمازیوں اور عبادتین سے دلوا کر انگیزہ خطاب کیا:

”مسلمانو! میں تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر جہاد کی اپیل کرتا ہوں جو اس وقت میرے گواہ بھی ہیں۔ میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ دشمن کی طاقت کی پروا نہ کرتے ہوئے ان کا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے شہر کا آخری گولی تک دفاع کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہمارے ساتھ ہو۔“

ترک افواج کے بہادر افراد! اے چھوٹے محمد یو! آ کے بڑھو اور میرے ساتھ مل کر اللہ اور اس کے رسول کے سامنے وعدہ کرو کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت اپنی زندگیاں لٹا کر کریں گے۔“

اس کے بعد فخری پاشا نے کہا کہ اسے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ابھی ہتھیار نہ ڈالے۔

اگست کے مہینے 1918ء میں جب اسے شریف مکہ کی طرف سے ٹیلی فون پر ہتھیار ڈالنے کو کہا گیا تو اس نے جو جواب دیا وہ عثمانی افواج کے کمانڈروں کی جرات ایمانی اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کا آئینہ دار ہے۔ اس نے لکھا:

”فخری پاشا کی طرف سے جو عثمانی افواج کا سپہ سالار اور سب سے مقدس شہر مدینہ کا محافظ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہے۔ اس اللہ کے نام سے جو ہر جگہ موجود ہے۔ کیا میں اس کے سامنے ہتھیار ڈالوں جس نے اسلام کی طاقت کو توڑا، مسلمانوں کے درمیان خونریزی کی اور امیر المومنین کی خلافت پر خطرے کا سوالیہ نشان ڈالا اور خود کو انگریز کے ماتحت کیا۔“

جمعرات کی رات 14 ذی الحجہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تھکا ہوا پیدل چل رہا تھا، اس خیال میں کہ کس طرح مدینہ کا دفاع کیا جائے؟ اچانک میں نے ایک جگہ پر اپنے آپ کو نامعلوم افراد کے درمیان پایا جو کہ کام کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے میں ایک بزرگ شخصیت کو دیکھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور مجھ سے تحفظ کا احساس دلانے والے انداز میں کہا: ”میرے ساتھ چلو۔“ میں

ان کے ساتھ تین چار قدموں تک چلا اور پھر بیدار ہو گیا۔ میں فوراً مسجد نبوی گیا اور (ان کے رونے کے قریب) اپنے رب کے حضور سجدے میں گر پڑا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہوں جو میرے سپہ سالار اعلیٰ ہیں۔ میں مدینہ کی ہمارتوں، سزکوں اور اس کی حدود کے دفاع میں دل و جان سے مصروف ہوں۔ اب مجھے ان بے کار پیش کشوں سے بھگ نہ کرو۔

فخری پاشا نے خلافت عثمانیہ کے وزیر جنگ کے باضابطہ حکم کو جس میں ہتھیار ڈالنے کہا گیا تھا، بھی نظر انداز کر دیا۔ اس پر عثمانی حکومت بڑی پریشان ہوئی اور سلطان محمد (ششم) نے اس کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ فخری پاشا نے اس پر بھی ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا اور جنگ ختم ہونے کے 70 دن بعد تک بھی سلطان کا جھنڈا اٹھائے رکھا۔ اس پر ہر طرف سے دباؤ پڑ رہا تھا لیکن وہ اپنے عزم اور عہد پر قائم تھا۔

بالآخر عثمانی خلیفہ کی منت سماجت کے بعد اس نے 9 جنوری 1999ء کو BIR DARWISH کے مقام پر 456 آفیسروں اور 9,364 جوانوں کے ساتھ نہ چاہتے ہوئے ہتھیار سپرد کر دیے۔ اس کے بعد ہی 2 فروری 1919ء کو شریف حسین کے ایمان فروش لڑکے عبداللہ اور علی شہر میں داخل ہو سکے۔ فخری پاشا کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے مالک میں 1921ء تک اسیری کے ایام گزارے۔ عثمانی خلفاء کے نزدیک اس کی صلاحیتوں پر اعتماد اور اس کے جذبہ جہاد کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ 1921ء میں جب اسے رہائی ملی تو اس نے ترک افواج کے ساتھ مل کر یونان کے خلاف جہاد کیا اور اناطولیا میں فرانسیسی اور یونانی افواج کے خلاف وادشجاعت دی۔ جنگ آزادی کے بعد اس نے کابل میں بحیثیت ترک سفیر فرائض انجام دیے اور بعد میں 1936ء میں اسے اعزاز دے کر ریٹائر کر دیا گیا۔ اس مرد جہاد کا انتقال 1948ء میں ہوا۔

باغی سے بغاوت

باغی ہی سب سے پہلے بغاوت کا فکار ہوتا ہے۔ آئیے! اب ہم ان غداروں کا انجام دیکھتے ہیں، جنہوں نے حرمین شریفین کو خلافت عثمانیہ کے سائے سے الگ کرنے کی سازش کی۔ عرب

بغوات کے بعد جو سب سے خطرناک اور توہین آمیز چیز سامنے آئی وہ تھی "اعلان بالفور"۔ مسکن اور یہودنواز انگریزوں کی طرف سے 1916ء میں شریف حسین کے خداداد خاندان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اسے ساری سرزمین عرب دی جائے گی۔ سوائے چند علاقوں کے۔ تو دوسری طرف یہودیوں کو فلسطین میں "قومی گھر" دینے کا وعدہ 2 نومبر 1917ء میں کیا گیا، حالانکہ 1916ء کے شروع میں خدارکھ سے معاہدہ کیا جا چکا تھا۔

متم ظریفی اور خردورند رنظر ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے کچھ ہی عرصے بعد "SYKES PICOT" نامی معاہدہ منظر عام پر آیا۔ یہ معاہدہ فرانس اور برطانیہ کے درمیان پہلی جنگ عظیم میں 1916ء کے دوران طے پایا تھا۔ اس میں روسی حکومت کا اقرار بھی شامل تھا۔ معاہدے کے تحت اگر یہ جنگ اتحادیوں نے جیتی تو شام اور لبنان فرانس جبکہ باقی عرب علاقے برطانیہ اور اطالیہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیے جائیں گے۔ یہ معاہدہ انگریز نمائندے MARK SYKES اور فرانس کے درمیان کیا گیا تھا۔

روس میں ہاشویک انقلاب کے بعد فرانس اور برطانیہ نے روس کا حصہ ختم کر دیا اور اطالیہ کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ بعد میں روسی حکومت نے اسے 26 نومبر 1917ء کو اعلان بالفور کے صرف تین ہفتے بعد منظر عام پر لایا۔ اس کی وجہ سے اتحادیوں کو بہت زیادہ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ 1916ء میں اور جون میں ہی شریف حسین سے وعدہ کیا گیا، جبکہ اسی مہینے فرانس سے معاہدہ ہوا اور پھر 2 نومبر 1917ء کو ارض فلسطین یہود کو بھی دینے کے وعدے کیے گئے۔ ایک معاہدے کی سیاسی خشک ہونے سے پہلے اس سے متضاد دوسرا معاہدہ۔ یہ ہے انگریز کا دوغلا پن۔ اس کے نتیجے میں عرب اور مسیحیوں میں بہت زیادہ تشویش پیدا ہوئی۔ شریف حسین کے توہم و سحر سے زمین نکل گئی۔

فیصل واٹز مین معاہدہ

فیصل بن حسین نے بڑھ چڑھ کر شام اور فلسطین میں یہودنواز انگریزوں سے وفاداری دھمائی اور ارض مقدس کے دشمنوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ بعد میں دمشق اور شام کی فتح کے بعد اس نے اپنے آپ کو عرب ممالک کا نمائندہ بنالیا۔ اور 1919ء میں پیرس "سن کانفرنس" میں عرب وفد کی

نمائندہ کی جس میں اس نے انگریزوں کو "آزاد عرب امارات" کا وعدہ یاد دلایا۔ لیکن نتیجہ ان کا تھا۔
 "SYKES PICOT" کے بعد صیہیونوں کو عربوں سے یہودی نقل مکانی کا اقرار نامہ
 چاہیے تھا تا کہ اعلان بالفور پر عمل درآمد ہو سکے۔ اس سلسلے میں عربوں کے بارے میں صیہیونی رہنما
 ڈاکٹر وائزمن کہتا تھا: "عرب مکار، لالچی، بدتمیز اور جاہل ہیں۔" اور انگریز کے سامنے اپنے خطوط
 میں دوا دیا کیا: "انگریز نے عرب اور یہودیوں میں بنیادی فرق کو مد نظر نہیں رکھا۔"

جبکہ انگریز نے فیصل کو یہ پنی پڑھائی کہ یہودی کو اپنا اتحادی بناؤ، بجائے اس کے کہ
 "طاقتور، عالمی اور نہ دہنے والے یہودی" کو اپنا مخالف بناؤ۔ یہود نواز انگریز کے جھانسنے میں
 آ جانے کے بعد فیصل بن حسین نے صیہیونی رہنماؤں سے معاہدہ کر لیا۔ اسے "فیصل وائزمن
 معاہدہ" کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت فیصل نے تاریخی غلطی کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر
 یہودی نقل مکانی کی اجازت دے دی، جبکہ اس نے بدلے میں یہودیوں سے "وسیع عرب قوم کی
 ترقی" کے سلسلے میں یہودی معاونت مانگی۔ کیسی عجیب بات تھی؟ ایک طرف وہ سرزمین القدس
 میں یہودی آباد کاری کی راہ ہموار کر رہا تھا اور دوسری طرف عرب قوم کی ترقی کی خواہش رکھتا تھا۔

دانشمندانہ معاہدے کی احمقانہ شقیں

اس معاہدے کی چند شقیں یہ تھیں:

- 1۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تعلقات بہتر بنائے جائیں گے اور بڑے پیمانے پر
 یہودی نقل مکانی میں مدد کی جائے گی، جبکہ مسلم عبادت کے علاقے مسلمانوں کے زیر نگرانی ہوں
 گے۔ عرب کسانوں اور دیگر باشندوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا جائے گا۔
- 2۔ صیہیونی تحریک عرب ریاستوں کے معدنی وسائل اور ان کی معیشت کے قیام کے لیے مدد
 کرے گی۔ (سبحان اللہ! ایسی سیاست تو دیکھیے کہ عرب مسلمانوں کی سرزمین قبضہ کر کے ان کا
 احسان چڑھایا جا رہا ہے!!)

3۔ حجاز کا بادشاہ (KINGDOM OF HEJAZ) اعلان بالفور کی توثیق کرے گا تا کہ

فلسطین میں یہودی "قومی گھر" بنایا جاسکے۔

4۔ تمام جگہ۔ پائشی کے لیے انگریز حکومت کے سامنے پیش کیے جانے لگے۔

فیصل نے معاہدے کے آخر میں اپنے ہاتھوں سے لکھا۔

”اگر عربوں کو آزادی مل جاتی ہے، میں اور دی گئی تمام شرائط کو تسلیم کرتا ہوں، لیکن اگر ان میں ذرہ برابر بھی تبدیلی کی گئی تو میں ان میں سے ایک حرف کا بھی پابند نہیں ہوں گا اور میری اس سلسلے میں کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔“

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ عربوں کے لیے کون سی آزادی چاہتا تھا؟ کس سے آزادی چاہتا تھا؟ جب یہود کو ایک مرتبہ نقل مکانی اور فلسطین میں بسنے کی اجازت دے دی گئی تو اس کے بعد عربوں کی آزادی کا کیا امکان رہ جاتا ہے؟ نیز یہ کہ ایک مرتبہ یہودیوں کے پاؤں جم جانے کے بعد اس کی طرف سے پابندی تسلیم نہ کرنے سے یہودیوں کا کیا بگڑ سکتا تھا؟

اب اگر غور کیا جائے تو اس معاہدے سے انگریز نے بھی اپنا مقصد پورا کیا، یہودیوں نے بھی اس کی غداری کے بل بوتے اپنا مقصد پورا کیا، لیکن اس بد نصیب نے دجال اور اس کی ریاست کے لیے سب کچھ پیش کر دیا اور اسے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ آج انگریز بھی ہے، یہودی بھی ہیں، لیکن فیصل کا نام لینے والا کوئی نہیں۔

انگریز نے اپنا مقصد عرب ممالک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پورا کیا، یہود نے اپنا مقصد فلسطین میں ایک یہودی ریاست قائم کر کے حاصل کیا، جبکہ اس قتل مند کے اس معاہدے کی وجہ سے یہود کی نقل مکانی کو جواز ملا اور اطمینان بالقریٰ کی تحفہ کا راستہ صاف ہوا۔ بدلے میں اسے دنیا و آخرت کی رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

غداروں کا انجام

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں سے اتنی بڑی غداری کرنے والے شخص اور خاندان کا

انجام کیا ہوا؟

فیصل بن حسین

سب سے پہلے فیصل بن حسین کا حشر دیکھتے ہیں۔ فیصل نے مدینہ کے محاصرے میں اہم

گردار ادا کیا تھا جبکہ لارنس آف عرب (T.E. LAWRENCE) نے ساتھ مل کر تھوڑے شام اور سقاہ دمشق میں بھی اس نے کلیدی کردار ادا کیا۔ جب شام کو عرب حکومت کا حصہ بنایا گیا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی اور یہ خوش و خرم ہو کر مملکت حجاز کا نمائندہ بن کر پیرس کی امن کانفرنس میں شرکت کے لیے گیا۔ وہاں اس نے بڑے فخر و اطمینان کے ساتھ صبحی رہنماؤں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اب دیکھتے ہیں اس کے ساتھ تماشا کیا ہوا؟

7 مارچ 1920ء کو شام کی قومی کانگریس نے اسے اپنا بادشاہ بنانے کا اعلان کیا، جبکہ اگلے ہی مہینے "SAN ROMEO" کی کانفرنس میں "SYKES PICOT" معاہدے کے تحت عرب سرزمین کا بنوارہ کر دیا گیا۔ شام اور لبنان فرانس کے پاس چلے گئے جبکہ عراق، اردن، کویت اور فلسطین برطانیہ کے حصے میں آ گئے۔

جب شام فرانس کے پاس گیا تو وہ فیصل کو کیوں تاج پہناتا؟ وہی فرانسیسی افواج جن کی سربراہی کرتے ہوئے فیصل نے خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کی تھی، آج اس کے خلاف کھڑی تھیں اور 24 جولائی 1920ء کو میسولین کی جنگ میں فرانسیسی افواج کے خلاف اس کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مشکل کے اس وقت میں اس کے اپنے بھائی عبداللہ بن حسین نے بھی اس کو چھوڑ دیا، کیونکہ اس کو بھی دشمن چرچل نے جتلا دیا تھا کہ فرانس کے خلاف جنگ بھٹی پڑے گی اور برطانیہ اس چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔ چائے کی دعوت میں عبداللہ کو ایسی پتی پڑھائی گئی کہ وہ اپنے بھائی کو بھی چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو گیا۔ مایوسی کے اس دور میں فیصل کو فرانسیسی حکومت نے شام سے ملک بدر کر دیا اور اگست 1920ء میں وہ برطانیہ چلا گیا۔ افسوس ناک یہ ہے کہ اس وقت بھی اسے نہ غیرت آئی اور نہ دشمن کو پہچاننے کی توفیق نصیب ہو سکی۔ اتنا زبردست دھوکہ کھانے کے بعد بھی وہ دغا باز دوست کے در پہ جا بیٹھا۔ انگریز کو بھی اپنے وفادار احق کو دیکھ کر ترس آ گیا اور 1921ء کے اواخر میں اسے ایک رائے شماری کے ذریعے عراق کا بادشاہ بنادیا گیا۔ ادھر فلسطین کو اردن سے الگ کر دیا گیا اور یہاں عبداللہ بن حسین کو بادشاہ بنادیا گیا۔ اس طرح سے انگریز کی طرف سے عرب سرزمین کے بنوارے کا معاملہ خوش اسلوبی سے طے پا گیا۔ مسلم

حالات تقسیم ہو گئی اور دجال کی نمائندہ یہودی ریاست تسلیم ہوتی چلی گئی۔

یہ تو چھوٹے میاں کا انجام تھا۔ اب ذرا بڑے میاں شریف حسین کا معاملہ دیکھتے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں اس نے اپنے آپ کو "شاہ حجاز" کہلانا شروع کر دیا تھا۔ بعد میں اپنے آپ کو "ملک بلاد العرب" (سرزمین عرب کا بادشاہ) کا خطاب بھی دیا جس کی وجہ سے آل سعود کے ساتھ اس کے اختلافات بڑھنا شروع ہو گئے۔

اس کا سب سے پہلا خواب اس وقت پاش پاش ہو گیا جب "عظیم عرب امارت" کے تصور کو SAN ROMEO کا فرانس میں لمپا میٹ کر دیا گیا۔ عرب مسلمان جو پہلے خلافت کے سائے تلے معزز اور منظم تھے اب انگریز کی بددوق کی نال پر مینڈیٹ (MANDATE) کے سسٹم کے تحت فرانس اور برطانیہ کے نیچے دب کر رہ گئے۔

اس کے باوجود بھی اس کی ہوس و لالچ میں کمی نہیں آئی اور خلافت عثمانیہ اور خلافت کے ادارے (Institution) کے ختم ہونے کے صرف دو دن کے بعد (ترکی کی قومی اسمبلی نے ۱ مارچ ۱۹۲۴ء کو اس کے خاتمے کی قرارداد کی توثیق کی تھی) ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو شریف مکہ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ لیکن انگریزوں نے اس کی نام نہاد خلافت کو بھی برداشت نہ کیا اور اس کے مقابلے میں آل سعود کو لے آئے۔ کچھ ہی عرصے بعد یہ بیت اللہ شریف کی خدمت سے محروم کر دیا گیا اور آل سعود کے پاس بیت اللہ اور مدینہ منورہ نیز حجاز کا زیادہ تر علاقہ آ گیا۔ اگرچہ انگریز نے اس پر نصیب کو "حسین میک موہن معاہدہ" (HUSSEIN-MCMAHON COREES PONDENCE) میں مدد کی یقین دہانی کروائی تھی لیکن مطلب نکلنے کے بعد اسے اکیلا چھوڑ دیا۔ اس نے جس طرح خلافت عثمانیہ کو دھوکا دیا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انگریز نے اس سے فریب کیا۔ بالآخر اس "شاہ حجاز" و "ملک بلاد العرب" نے خلیفہ کے علاوہ تمام خطابات اپنے بیٹے علی بن حسین کو دے دیے اور خود قبرص کے راستے فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ اس نے زندگی کے آخری ایام کسمپرسی کے عالم میں اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس اس کے کھڑوں پر گزارے جسے اسرائیل کا پڑوس محفوظ کرنے کے لیے اردن کا بادشاہ بنایا گیا تھا۔ اس کا دماغی فتور

دیکھیے کہ اس نے خلیفہ کا خطاب اپنے پاس اپنی موت ۴ جون ۱۹۸۱ء تک رکھا۔ یہ خود ہی نے پاس پناہ گزین ہو چکا تھا۔

قجاز پر آل سعود کے تسلط کے بعد علی بن حسین نے دوبارہ حجاز مقدس کو لینے کی کوشش کی۔ لیکن اس کو بھی نامراد ہو کر بھاگنا پڑا۔ بالآخر خلافت عثمانیہ سے حجاز چھنوانے والے اس خاندان کو قجاز کی زمین نصیب نہ ہوئی۔ انہیں اردن بھاگنا پڑا اور قجاز میں آل سعود کو لا بٹھایا گیا۔

عبداللہ بن حسین

عبداللہ بن حسین ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کو عرب بغاوت اور انگریز سرکاری تابع داری پر اردن کی مملکت سے نوازا گیا اور ۲۵ مئی ۱۹۲۳ء کو اس نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ کس سے آزادی؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔ کیا اس خلافت عثمانیہ سے جو پورے عالم عرب، پورے عالم اسلام کی محافظ و سرپرست تھی۔

عبداللہ بن حسین وہ بدنام حکمران تھا جس کا مغرب کے ساتھ وہ یہ شروع سے دوستانہ تھا اور وہ ایک ماڈرن شخص سمجھا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ خود عبداللہ کا وٹن بھی ایک عظیم مملکت کا تھا جس کی حدود اردن، شام، لبنان اور فلسطین ہو۔ یہ سارا علاقہ مملکت ہاشمیہ کا حصہ ہوا اور اس کا دار الخلافہ دمشق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے عرب رہنما بھی اس پر اعتبار نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ دشمن کے زمرے میں رہتے ہوئے بھی اس سے دوستی رکھے ہوئے تھا۔ اس کے بدلے میں یہ بھی دیگر عربوں پر اعتبار نہیں کرتا تھا۔

۱۹۴۶-۱۹۴۷ء کے دوران جب فلسطین یہودیوں کو دیا جا رہا تھا، عبداللہ کی کوئی نیت نہیں تھی کہ فلسطین کی تقسیم کو رد کیا جائے یا اس کے خلاف رد کانیں کھڑی کی جائیں۔ ایک مؤرخ EUGENE L. ROGAN نے لکھا ہے کہ عبداللہ دراصل تقسیم فلسطین کی حمایت کرتا تھا تاکہ انگریز کے زیر نگرانی بچا کچھا حصہ اردن کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ اس کے مطابق عبداللہ اس حد تک آگے بڑھ گیا تھا کہ اس نے یہودی وفد سے بھی ملاقاتیں کیں (اسرائیل کی مستقبل کی وزیر اعظم گولڈا مئیر ان وفد میں شامل تھی) تاکہ الگ سے ایک سمجھوتہ طے کیا جاسکے۔

کچھ مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ ملاقاتیں اس وقت تک کے لیے امن وامان کے قیام کو ممکن بنانے کے لیے کی گئی تھیں جب تک اقوام متحدہ خود اس علاقے کے سیکورٹی کے فراہم نہ سنبھال لے۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس مہم کے فلسطینی مسلمانوں سے غداری اور یہودی چالوسی میں کس حد تک گمراہ پنہاں کر لیا تھا۔

عبداللہ کے کروات دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اگر ”عرب لیگ“ زکاوت بن کر اسے پریشان نہ کرتی تو وہ اسرائیل کے ساتھ واقعی بھڑکتے نہ رہتا۔ ۱۹۴۸ء کے اوائل تک عرب ممالک نے اس پر زور ڈالا کہ وہ ان کے ساتھ ”محل عرب عسکری“، ”افت فلسطین“ میں حصہ لے اور اسرائیل کے خلاف جنگ لڑے۔ اس نے اس موقع کو فہمت جانتے ہوئے اپنی کرتی ہوئی ساکھ (جو مغربی اور یہودی سربراہوں سے بے پناہ دوستی کی وجہ سے عربوں میں خراب ہوتی چلی جا رہی تھی) بچانے کے لیے آمادگی ظاہر کر دی۔

اس نے سوچا کہ اس جنگ میں اگر وہ اپنے آپ کو عرب افواج کا سپہ سالار کھلوانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کا دھار بحال ہو سکتا ہے، لیکن اس نے اس پتھر میں سب سے خطرناک چال چلی۔ ایک اچھی بھلی ”مسلم یہودی جنگ“ کو اس نے عرب قومیت کی تحریک کی شکل میں پیش کر کے اسے ”عرب اسرائیل جنگ“ میں تبدیل کر دیا۔ بعد میں اس کی سپہ سالاری کی خواہش عرب لیگ نے مسترد کر دی۔

لیکن یہاں بھی اس نے ”وفا دار ایجنٹ“ ہونے کا ثبوت دیا۔ دوران جنگ اس کی افواج نے صرف ان علاقوں تک پیش قدمی کی جو فلسطینی مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا اور جو علاقہ یہودیوں کو دیا گیا تھا، اس پر اس نے ایک گولی بھی نہ چلائی۔ اس جنگ کے آخر میں مصر کی فوجیں آگے بڑھتی جا رہی تھیں جبکہ باقی تمام عرب افواج بشمول اردنی افواج کے پیچھے ہٹی چلی گئیں۔ خاص طور سے اردن نے آگے بڑھنے کی کوئی خاص کوشش کی ہی نہیں، جبکہ مصری افواج بھی ہماری جانی نقصان کی قیمت پر آگے بڑھ رہی تھیں۔

اس سب کچھ کے باوجود عبداللہ کا انجام بھی کسی غدار کے عبرت ناک انجام سے کم نہ تھا۔

اس سب کچھ کے باوجود عبداللہ کا انجام بھی کسی نادر کے عبرت ناک انجام سے کم نہ تھا۔ جب لبنان کے وزیر اعظم RIAD BEH AL-SOLH کو 16 جولائی 1951ء کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تو عمان میں یہ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ لبنان اور اردن اسرائیل سے معاہدہ کر رہے ہیں۔ اس پر جب عبداللہ 20 جولائی 1951ء کو مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز کے لیے پہنچا تو ایک فلسطینی مسلمان مصطفیٰ شوقی جس کا تعلق مسیحی قبیلے سے تھا، نے اسے گولیوں سے بھون ڈالا۔

عبداللہ اس وقت چنان والے گنبد (قبرہ الصخرۃ) میں نماز جمعہ پڑھ رہا تھا کہ اس کے سینے اور کھوپڑی میں تین گولیاں داغی گئیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کا پوتا حسین بن طلال بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے قاتل کا پیچھا کرنے کی کوشش کی تو اس کے سینے پر بھی گولی داغی گئی۔ اس نے یہاں آنے سے پہلے ایک تمغہ (MEDAL) پہنا تھا جس کی وجہ سے گولی اس تحفے سے لگ کر نیچے گر گئی اور یہ بال بال بچ گیا۔

مصطفیٰ شوقی اور اس کے ساتھی موسیٰ عبداللہ نے اسے قتل کرنے کے بعد مصر میں جا کر پناہ لے لی جبکہ کل دس افراد پر یہ مقدمہ چلایا گیا، القدس کے گورنر نے اس مقدمے کی سماعت کی۔ ان دس میں سے دو تو فرار ہو گئے جبکہ چار کو سزا ہوئی اور انہیں شہید کر دیا گیا۔

حسین بن طلال

حسین بن طلال، عبداللہ بن حسین کا پوتا تھا۔ اگرچہ عبداللہ بن حسین پر قاتلانہ حملے میں زخمی ہونے کے بعد طلال بن عبداللہ تندرست ہو گیا تھا، لیکن یہ بادشاہ اس لیے نہیں بن سکتا تھا کہ اس کی دماغی حالت اور توازن درست نہیں تھا، لہذا 1952ء ہی میں اسے معزول کر دیا گیا تاکہ اس کا بیٹا حسین بن طلال اگلا بادشاہ بن سکے۔ بعد میں یہ ”شاہ حسین“ کے نام سے مشہور ہوا۔

یہ 14 نومبر 1935ء کو پیدا ہوا تھا۔ اس نے اپنی تعلیم اسکندریہ کے ”وکنوریہ کالج“ سے حاصل کی۔ بعد میں یہ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے پہلے ہاورڈ اور بعد میں ”رائل ملٹری اکیڈمی سینڈ ہرسٹ“ (ROYAL MILITARY ACADEMY, SANDHURST) چلا گیا جہاں تیسری دنیا کے حکمرانوں کو عالمی طاقتوں کا وفادار رہتے ہوئے اپنی عوام پر حکومت

کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

اگرچہ یہ 16 سال کی عمر میں بادشاہ بن گیا تھا، لیکن اس کی 33 ہجری ایک سال بعد 2 مئی 1953ء میں کی گئی۔ یہ 2 مئی 1953ء سے لے کر 7 فروری 1999ء تک (تقریباً 46 سال) اردن کا حکمران رہا تھا۔ اس نصف صدی کے دوران اس نے اردن سے ملنے والی اسرائیلی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ پوری دہائی سے انجام دیا۔ 1967ء کی جنگ میں اس نے صرف ایک وجہ سے حصہ لیا تھا، وہ "اعلیٰ مقصد" یہ تھا کہ مقامی فلسطینی آبادی کی مدد حاصل کی جائے اور اس کے ذریعے اپنی بادشاہت کو استحکام بخشا جائے۔ اس جنگ میں عرب حکمرانوں نے اس کو پیش قدمی پر خاصا مجبور کیا، لیکن اس کی فوج کسی صورت بھی آگے بڑھنے پر تیار نہیں تھی اور بڑی آسانی اور شرمناک طریقے سے پیچھے ہٹی رہی، یہاں تک کہ دریائے اردن کا پورا مغربی کنارہ اسرائیل نے ہڑپ کر لیا اور اردن کی آبادی آدمی ہو گئی۔

سیاہ ستمبر 1970ء (Black September):

یہ وہ واقعہ تھا جس کی وجہ سے اس کا کردار مکمل کر سامنے آ گیا۔ اس واقعے نے نہ صرف عرب مسلمانوں کے ہدف و مقصد کو ملیا میت کر دیا، بلکہ خود اسلامی ممالک و افواج میں پھوٹ ڈال دی۔ 1967ء کی چھ روزہ جنگ میں اسرائیل نے جب عرب قومیت کے علمبرداروں کو شرمناک شکست دی تو شاہ حسین نے بھرپور موقع پرستی اور ابن الوقتی دکھائی۔ کل تک جب یہ فلسطینیوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتا تھا تو ان کا بھرپور ساتھ دیتا تھا، جبکہ اس جنگ کے بعد اسرائیل کے سامنے جی ضروری شروع کر دی۔

اس وقت مصر اور شام کے حکمران ایک حد تک فلسطینیوں کی مدد کرتے رہتے تھے اور فلسطینی فدائین اسرائیل پر اردن کی سرحد سے حملے کرتے رہتے تھے، لیکن شاہ حسین نے اپنے آقا اور آقا زاد امریکا اور اسرائیل کو خوش کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ فلسطینی مجاہدین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں بلکہ اردن کی افواج کو حکم دیا کہ اسرائیلی افواج پر کوئی حملہ نہیں کیا جائے گا۔ خاص طور سے اس علاقے کے کمانڈر جنرل مشہود حداد کو یہ حکم دیا گیا تھا، لیکن پھر بھی بعض فوجیوں نے اس

حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے اسرائیلی فوجیوں پر گولے برسائے۔ جس کی وجہ سے 28 یہودی فوجی موقع پر ہی ہلاک جبکہ ۸۱۱ شدید زخمی ہو گئے۔ جبکہ 4 نینک بھی تباہ کر دیے گئے۔ اگرچہ اصل لڑائی اردن کے ان کچھ فوجیوں نے لڑی تھی لیکن اس واقعے سے پناہ ایل او کے مورال میں بہت اضافہ ہوا۔ یا سرعفات نے فتح کا اعلان کیا اور سارا کریدٹ لے لیا۔ آخر کار شاہ حسین نے پناہ ایل او کے گرد گھیرا جک کرنے کے لیے ایک 7 نکاتی معاہدہ کیا جس کے تحت اس تنظیم کی سرگرمیاں محدود کر دی گئیں۔

ستمبر 1970ء کے آغاز میں پناہ ایل او نے جنگ آ کر ہوائی جہاز اغوا کیا پھر بعض فلسطینی کیمپوں آزاد علاقہ قرار دے، دیا جبکہ شاہ حسین پر کئی قاتلانہ حملے کیے گئے لیکن وہ سب کے سب ناکام ہو گئے۔ اس پر شاہ حسین نے 16 ستمبر 1970ء کو مارشل لا کا اعلان کر دیا۔ اردن کی افواج نے عمان میں پناہ ایل او کے دفاتر پر حملے شروع کر دیے نیز اربد، سوخ اور زرقا نامی فلسطینی کیمپوں پر حملہ کر دیا گیا۔ اس جنگ میں اردن کی مدد کے لیے برطانیہ نے بڑی مقدار میں اسلحہ روانہ کیا، جبکہ شام نے پناہ ایل او کی مدد کرنے کے لیے 250 نینک اردن بھیج دیے۔

اس جنگ میں سخت تباہی ہوئی اور دونوں طرف سے بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئیں۔ پناہ ایل او کی شامی شاخ کو سرحد پر موجود اردن کے 40 ویں بریگیڈ نے تباہ کر دیا، جبکہ پناہ ایل او اور اس کے حامی شامی نینکوں کی طرف سے اردن کے 60 سے زائد نینک تباہ کر دیے گئے۔ ہلاکتوں کی تعداد دونوں طرف سے 7000 سے 8000 کے درمیان تھی۔ آخر کار جب قیام امن ہوا تو اس شرط پر کہ پناہ ایل او کو نکال کر لبنان بھیجا جائے گا، جبکہ عرب ممالک اردن میں مداخلت بند کر دیں گے۔ اگرچہ اسرائیل کو 21 مارچ 1968ء کو ناکامی ہوئی تھی لیکن اس جنگ کے بعد اس نے ایک گولی استعمال کیے بغیر اپنے سارے مقاصد حاصل کر لیے، کیونکہ عربوں کے درمیان پھوٹ ڈال دی گئی تھی۔

1973ء کی عظیم ترین غداری:

1973ء کی رمضان جنگ کے آغاز میں مسلمانوں کو خاطر خواہ کامیابی ملی تھی، لیکن ایک تو شاہ حسین کی یہودنوازی اور غداری کی وجہ سے جنگ کی کامیابی پلٹ گئی، دوسرے خود لڑنے والے عرب

ممالک کے سربراہوں کا اپنا اپنا جھنڈا تھا جو بعد میں سب کی ناکافی کا سبب بنا۔

جنگ کی تیاری انتہائی پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ سربراہوں نے یہ فیصلہ جنگ سے محض دو ہفتے قبل اپنا تھا، جبکہ جرنیلوں کو ایک دن پہلے اور فوجیوں کو محض چار گھنٹے پہلے حملے کی اطلاع دی گئی تھی۔ جنگ سے دو ہفتے قبل شاہ حسین کی ملاقات اسکندر یہ میں حافظہ الاسد اور انور سادات سے ہوئی۔ اس میں اس کے سامنے جنگ کے لیے کی گئی تیاریاں بیان کی گئیں تھیں اور خود اسے بھی چوکس رہنے کو کہا گیا تھا۔

25 ستمبر کو یہ غدار خفیہ طریقے سے اسرائیل روانہ ہوا اور تل ابیب جا کر اسرائیلی وزیر اعظم گولڈا میسر کو آنے والی جنگ کے بارے میں خبردار کر دیا۔ خاص طور سے شام کی طرف سے جس پر خود گولڈا میسر نے بھی یقین نہیں کیا اور اس سے یہ پوچھا: ”کیا شامی مصریوں کے بغیر ہی جنگ میں جا رہے ہیں؟“ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ وارننگ اسرائیل کے کانوں میں پڑی لیکن اس کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا گیا۔ موساد نے یہ سمجھا کہ اس مخبر بادشاہ نے وہی کچھ بتایا ہے جو ہمیں پہلے سے معلوم تھا۔

اس جنگ کی موساد کو گیارہ مرتبہ وارننگ ملی لیکن اس نے یہ کہہ کر نال دیا کہ ہماری اطلاع کے مطابق عربوں کے پاس جنگ کا کوئی منصوبہ نہیں، حتیٰ کہ شاہ حسین کی وارننگ بھی بے اثر ثابت ہوئی۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس قدر مطمئن اور بے فکر اسرائیل پر اگر بے خبری میں حملہ ہو جاتا اور یہ غدار اسے اطلاع نہ دیتا تو اسرائیل کا کیا حشر ہوتا؟ لیکن بالآخر اسرائیل نے جنگ سے ٹھیک 2 گھنٹے قبل اپنی ریزرو آرمی کو چوکس کر دیا جبکہ اس کے صرف دو گھنٹے بعد حملہ شروع ہو گیا۔

شروع میں تو جنگ مسلمانوں کے حق میں رہی اور انہوں نے کافی بڑا حصہ واپس لے لیا، لیکن بعد میں جب امریکی امداد کی بھرمار ہوئی تو شاہ حسین پر زور دیا گیا کہ طے شدہ منصوبے کے مطابق اردن کی طرف سے حملے کا آغاز کیا جائے۔

اس نے براہ راست حملہ کرنے کی بجائے اپنی فوج شام کی سرحد پر بھیج دی جس نے بڑھتی ہوئی اسرائیلی فوج کو روک دیا، لیکن اس کی خبر بھی اپنے آقا کو امریکا کے ذریعے دے دی اور اسرائیل سے درخواست کی کہ اسرائیل اس کی فوجوں پر حملہ نہ کرے۔ اسرائیلی وزیر دفاع موشے دایان نے ایسی کوئی درخواست ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اردن کو کوئی ضمانت دی جائے۔ بس اتنا

کہہ دیا کہ اسرائیل ایک اور محاذ جنگ نہیں کھولنا چاہتا۔

اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ:

یاسر عرفات کی غداری اور معاہدہ واسلو کے بعد سے شاہ حسین نے اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور امن مذاکرات شروع کیے۔ اس وقت کے امریکی صدر ریجنلڈ رینن نے یہ وعدہ کیا کہ اگر اسرائیل سے معاہدہ ہو جاتا ہے تو اردن کے تمام قریبی علاقے کر دیے جائیں گے۔ مصری صدر منشی مبارک کے اشارے پر اس غدار نے اسرائیل سے باقاعدہ مذاکرات کیے اور امن معاہدہ کیا۔ اس کے بدلے اسے ARANA کا علاقہ اور دریائے اردن کے پانی کے حصے کی منصفانہ تقسیم کا جواز دیا گیا۔ بعد میں اسرائیل کے ساتھ تجارتی معاہدہ بھی کر لیا گیا اور یوں اردن کی طرف سے اسرائیل کی سرحد مکمل طور پر محفوظ ہو گئی اور اسرائیلی افواج فلسطینی مسلمانوں کو کچلنے کے لیے آزاد ہو گئیں۔

اخلاق راہن کے ساتھ بھائی چارہ:

اس کم نصیب کے بدنام زمانہ اسرائیلی رہنما اخلاق راہن کے ساتھ انتہائی قریبی اور ذاتی تعلقات تھے۔ اخلاق راہن کو دفن کرنے پر اس نے یہ تقریر کی:

”میری بہن لیہہ راہن! میرے دوستو! میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایسا لمحہ بھی میری زندگی میں آئے گا کہ میں اپنے ایک بھائی، ایک ساتھی، ایک دوست، ایک فوجی جس سے میں اپنے خلاف دو بار ملا، جس کی میں عزت کرتا تھا اور وہ میری عزت کرتا تھا، کے نقصان پر روؤں گا۔ ایک ایسا آدمی جو جانتا تھا کہ ہمیں فاصلوں اور رکاوٹوں کو عبور کرنا ہو گا اور بات چیت کرنی ہو گی تاکہ ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں اور اس بات کی کوشش کر سکیں کہ آنے والے کل میں ہماری پالیسی جاری رکھی جاسکے۔ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بھائی اور دوست بن گئے۔“

اخلاق راہن جیسے سفاک قاتل اور مسلم کش صہیونی لیڈر کو بھائی کہنے والا یہ شخص اپنی ساکھ بحال کرنے کے لیے یہ بھی کہتا پھرتا تھا: ”ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان سے ہیں اور ہمارا قبیلہ عرب میں سب سے قدیم ہے۔“ جبکہ اسلام میں طے شدہ قانون ہے کہ سیاہ اعمال والوں کو اعلیٰ نسب کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

اب اس کے انجام کی طرف آئیے اس کی موت 7 فروری 1999ء، نوجہر کے سرطان فی صہ سے ہوئی۔ موت سے قبل دنیا سے جاتے جاتے بھی اس نے ایک اور یہودنواز حرکت کی۔ اس نے اپنی موت سے قبل ہی امریکا میں دوران علاج اپنے بھائی کو ولی عہد کے منصب سے معزول کر کے اپنی انگریز بیوی (جو اس پر مسلط رہنے کے لیے منصوبے کے تحت اس کے پاس بھیجی گئی تھی) کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے عبداللہ کو ولی عہد بنالیا۔ واضح رہے کہ اس کا بھائی شہزادہ حمزہ پاکستانی خاتون شائستہ اکرام اللہ کا داماد ہے۔ لیکن اس کے خیالات بھی بہت زیادہ لبرل ہیں۔

یہی نسل در نسل خاندانوں کی روایت ہے۔ القدس سے غداری کرنے والے دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے ہی، آخرت میں بھی مہر تاج انجام ان کا منتظر ہے۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط، سرزمین عرب کی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم، بے گناہ فلسطینی مسلمانوں کا خون اور ارض مقدس پر یہودی تسلط کے استحکام میں حصہ لینے کی نحوست ان سے زائل نہ ہوئی اور دجالی قوتوں کے یہ ہموا اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔

(2) یا سر عرفات

یادش بخیر، مجاہد اعظم جناب یا سر عرفات صاحب کو بھی ان مہربانوں کی ان فہرست میں ممتاز جگہ دی جاسکتی ہے، جنہوں نے القدس کے محافظ کا اعزاز سینہ پر سجانے کے باوجود بالواسطہ طور پر دجالی ریاست کے استحکام میں کردار ادا کیا۔ موصوف کے گھر میں بھی چونکہ خاتون اول یہودی النسل تھیں لہذا سمجھا جاسکتا ہے کہ یہود سے ان کی دشمنی اور القدس کے غاصبوں کے خلاف ان کا جہاد کس قدر ”حقیقی“ ہوگا؟ موصوف نہ صرف امریکی حکمرانوں کی سرپرستی میں دجالی ریاست کے سربراہوں کے ساتھ خیر-گالی کے معاہدے، مذاکرات اور مصالحتے و معاملے کرتے رہے بلکہ شریعت پر استقامت کو چھوڑ کر لبرل ازم اور جہاد فی سبیل اللہ کے بجائے انتہائی ڈھکوسلہ بازیوں پر یقین رکھتے تھے۔ دریائے اردن کے مغربی کنارے میں ان کی عظیم، حماس کے مجاہدین اور اردن کے فلسطینی مہاجرین کے لیے مستقل

مسائل پیدا کرتی رہی۔ اگرچہ عالمی میڈیا پر اثر انداز قوتوں نے ان کا امیج ”مرد مجاہد“ کا بنا رکھا تھا، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ فلسطینی جہاد کو ان کی مفاد پرست سیاست نے انتہائی نقصان پہنچایا اور یہ نہ صرف اپنی تنظیم میں شرعی اصولوں کو روانہ دینے کے بجائے غیر ضروری حد تک آزاد خیالی کو ترویج دیتے تھے، بلکہ عالمی سطح پر بھی حماس کے امیج کو دانداز کرنے، فلسطینی مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے اور اسرائیل کے لیے نرم گوشہ رکھنے کے حوالے سے بدنامی کی حد تک مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ القدس کو ایسے مہربان ہمنواؤں کی مہربانیوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں ارض مقدس کے تحفظ اور حقیقی محافظین کی پہچان اور ان کی حمایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(3) انور سادات

انور سادات کا شمار بھی القدس کے نادان دوستوں اور دجالی ریاست کے نامہربان ہمنواؤں میں ہوتا ہے۔ دنیا کے اور بہت سے یہود نوازوں کی طرح ان کے گھر میں بھی ”خاتون اول“ قدامت پرست یہودی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ”جہاں سادات“ نامی یہ خاتون باقاعدہ منصوبے کے تحت ان کی زندگی میں داخل ہوئی تھیں اور آخر تک ان سے وہ اقدامات کرواتی رہیں جس سے القدس کے فداکاروں کے دل زخمی اور دجالی ریاست کے سرپرستوں کے مقاصد کی تکمیل ہوتی تھی۔ القدس کے دو طرفہ اردن اور مصر دو اہم اسلامی ملک ہیں۔ ان میں مظلوم فلسطینی مہاجرین بھی پناہ لیتے ہیں اور ان کی سرحدوں سے اسرائیلی قبضہ گیری کی حدود میں آنے والے علاقوں میں داخل ہو کر اسرائیلی فوجیوں کا ناک میں دم کیا جاسکتا ہے، اس لیے دجالی نظام کی ہمنوا عالمی طاقتوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ان دونوں ممالک کے حکمران ان کے زیر دست اور تابع فرمان رہیں۔ نہ وہ اپنے ملکوں میں شریعت کا نفاذ ہونے دیں اور نہ اپنے عوام کے جذبات کا رخ القدس کے مظلوموں کی مدد کی طرف پھرنے دیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں جو بھی حکمران آتا ہے اس کے گھر میں مومن یا یہودی خاتون ملکہ محترمہ کی شکل میں براجمان ہوتی ہے اور اس کے اقتدار کو مستحکم اور طویل تر بنانے

کے لیے بدی کی مالی قوتیں ہر قسم کا تعاون اور حمایت کرتی ہیں۔ انور سادات کی زندگی کا سب سے خطرناک فیصلہ کمپ ڈیوڈ معاہدہ تھا جس میں وہ چائے کی میز پر القدس کا مبارک ترین خطہ اسرائیل کی گود میں ڈال کر خالی ہاتھ لوٹ آئے۔ اس کے عوض انہیں طاغوتی طاقتوں کی طرف سے اعزاز و انعام سے نوازا گیا، لیکن خود مصر کے محب دین و وطن عوام ان کے اقدامات کو کس نظر سے دیکھتے تھے، اس کا اندازہ ان کے قتل کے واقعے سے ہو سکتا ہے، جب انہیں ایک پریڈ کے دوران گولیوں سے چھلنی کر کے القدس سے خیانت کا انتقام لیا گیا۔ فلسطین کو قرآن کریم میں "ارض مبارک" کہا گیا ہے، اس سے جو وفا کرتا ہے وہ اللہ، رسول، ملائکہ اور مخلص مسلمانوں کے نزدیک سعادت مند ٹھہرتا ہے اور جو اس سے جفا کرے وہ دنیا میں بھی ٹکونی طور پر دھتکار دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی برا انجام اس کا منتظر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رحمانی ریاست کے استحکام اور دجالی ریاست کے خلاف جہاد کی توفیق نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت میں برے انجام سے بچائے۔ آمین

—

مراجع و ماخذ

اس مضمون کی تیاری کے لیے ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا:

1. SELA AVRAHAM: "ABDULLAH BIN HUSSEIN" .
THE CONTINUM POLITICAL ENCYCLOPEDIA OF THE
MIDDLE EAST, NEW YEAR CONTINUM.
2. "JORDEN AND 1948: THE PERSISTENCE OF
OFFICIAL HISTORY.
3. AVE SHLAIM: "THE WAR OF PALESTINE:
REWRITNG THE HISTORY OF PALESTINE",
CAMBRIDGE UNIVERSITY RESS (2001).
4. LANDES JOUSHA: "SYRIA AND PALESTINE
WAR: FIGHTING KING ABDULLAH"S GREATER
SYRIA PLAN".
5. ROGAN AND SHLAIM: "THE WAR OF
PALESTINE".
6. TRIPP CHHRLES: "IRAQ AND 1948 WAR: MIRROR
OF IRAQ'S DISORDER".

—

دجالی ریاست کے مہربان ہمنما

اردن و مصر کے حکمران اور القدس کے نادان راہنما:
 جو شخص بھی مادیت پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی و وعدوں پر اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ اور جس شخص کا ایمان اللہ اور اس کے وعدوں پر یعنی آخرت کے حساب و کتاب اور جزا و سزا پر کمزور ہو جاتا ہے وہ فتنہ دجال کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص فتنہ دجال کا شکار ہونے کے بعد ان تدابیر پر عمل نہ کرے جو حدیث شریف میں بتائی گئی ہیں (ان کا خلاصہ دجال ۱ اور ۱۱ کے آخر میں دیا گیا ہے) تو ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ دجالی قوتوں کا ہمنما بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس عارضی اور فانی دنیا کی ادھوری اور کبھی نہ پوری ہونے والی لذتوں میں اتنا گم ہو جاتا ہے کہ اسے حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے نزدیک یہ دنیا ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ ایمان، عقیدہ اور نظریہ دنیا پر دین غالب کرنے کا شوق، انسانیت کو نفس اور شیطان کی غلامی سے چھڑانے کے لیے قربانی دینے کا بے لوث جذبہ..... یہ سب چیزیں اس کے نزدیک بے معنی ہو جاتی ہیں۔ وہ منہ اور شرم گاہ کی لذتیں پوری کرنے میں اتنا گم ہو جاتا ہے کہ اس دنیا سے اسے شدید محبت ہو جاتی ہے۔ دنیا کی فانی لذتوں کو چھوڑنا اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کے لیے جان اور مال لٹانا اس کے لیے مشکل ہوتا جاتا ہے۔ وہ موت کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی تیار کی ہوئی نعمتوں کو پانے کا ذریعہ سمجھنے کے بجائے دنیا ہاتھ سے جاتے رہنے کا سبب سمجھتا ہے۔ یہ وہ خطرناک بیماری ہے جسے حدیث شریف میں ”ذخس“ کا نام دیا گیا ہے۔ اس مرض میں گرفتار شخص دنیا کی محبت اور موت سے ڈر کی وجہ سے نہ اس دنیا میں معزز مسلمان بن کر رہ سکتا ہے اور آخرت میں تو اس کا کچھ حصہ ویسے ہی باقی نہیں رہتا۔ اس مرض کی بیان کی گئی علامات درحقیقت ”دجالی ریاست“ کے باشندوں کی صفات ہیں۔ فتنہ دجال درحقیقت ”مادیت پرستی“ کا فتنہ ہے یعنی خدا

پرستی اور انسانیت کے لیے خلوص و ایثار نے بجائے ہٹا، پرستی، لذت پرستی، پیش پرستی اور آرام پسندی۔ جفاکشی کی سادہ زندگی چھوڑ کر جو لوگ آرام طلبی کی مصنوعی زندگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ ”ذہابی ریاست“ کے استحکام کے لیے اس کے ہموادوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک سے بچوں بچ ”ذہابی ریاست“ اپنی ابتدائی شکل میں قائم ہوئی ہے اور اسے ”درویش“ سے کوئی خطرہ ہی نہیں ہے۔ آئیے! اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے عرب بھائی القدس سے اور اس کے نمبربان فلسطینی مسلمانوں سے اتنے بے پروا اور فتنہ و جال کے اتنی نرمی طرح شکار کیسے ہو گئے؟

عیش و عشرت کا فتنہ:

آج سے کم و بیش چالیس سال پرانی بات ہے کہ ”عرب اسرائیل جنگ“ ہوئی جو ابتدا میں (کسی حد تک) اسلام کے نام پر لڑی گئی تھی۔ اس کے آغاز میں تو مسلمانوں نے بڑی پیش قدمی کی لیکن بعد میں اپنوں کی غداری نے جنگ کا نتیجہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ غداری اور بھڑی اگرچہ جنگ سے پہلے ہی ہو چکی تھی لیکن اسرائیل بدست ہو کر سمجھ بیٹھا تھا کہ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ خیر! بعد میں بہت حد تک غداری اور بڑی تعداد میں امریکی مدد نے یہودیہ کے غبارے میں اتنی ہوا بھر دی کہ وہ بدترین شکست سے بچ گیا۔ امریکا کی طرف سے اتنے بڑے پیمانے پر اسرائیل کو اسلحہ بھیجا گیا کہ عرب مسلمانوں کو سمجھ نہ آتا تھا کہ وہ امریکا کی جفا پر حیرت کریں یا اس وقت کو روکیں جب انہوں نے اس پر اعتبار کیا تھا۔

جنگ رکھنے کے بعد عرب مسلمانوں نے امریکا کی اس بے رحمی پر امریکا کو تیل سپلائی کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس وقت آل سعود کے واحد غیور حکمران شاہ فیصل نے ایک مشہور تقریر کی تھی:

”ہم تیل کے کنوؤں کو آگ لگا دیں گے اور اونٹنی کے دودھ اور کھجور والی روایتی زندگی کی طرف واپس لوٹ جائیں گے۔“

اس سے آگے بڑھ کر عراق کے غیور حکمرانوں نے اس سے بھی اہم کام کیا۔ وہ یہ تھا کہ شمال میں برٹش پٹرولیم اور جنوب میں امریکن آئل کمپنی کو سرکاری تحویل میں لے لیا اور اس طرح یہودیہ نصاریٰ کو اس خطرہ آمدنی سے محروم کر دیا جو ان کو مسلمانوں کی دولت سے ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ

اس وقت کے عراقی حکمران کی تقریر جو کہ کافی حد تک اسلام اور عرب غیرت (نہ کہ قومیت) پر مبنی تھی، اس قدر بڑا اثر تھی کہ صدام حسین نے ان حکمرانوں کا تختہ الٹنے کے باوجود بھی اس تقریر کو تمام اہم چوراہوں اور اسلامی ثقافت کے کچھ مراکز پر سنگ مرمر میں تراش کر نصب کروایا۔ عرب بھائی اس وقت جفاکش بھی تھے، غیرتمند بھی اور کافی حد تک اسلامی جذبے سے مالا مال بھی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب اس قوم میں غیرت تھی اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں فکر رکھتی تھی۔ یہ بات امریکا اور اس کے ناجائز بیٹے کو بہت بری لگی اور اس نے اس کا توڑ کرنے کے لیے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عربوں میں قوم پرستی اور ہمیش پرستی کو فروغ دیا۔ انہوں نے عرب بھائیوں میں اسلامی اخوت کے بجائے عرب قومیت کا تصور پیدا کیا اور ان کی جفاکشی والی زندگی چھڑوا کر ان کا معیار زندگی اتنا بڑھا دیا کہ آئندہ وہ ایسے بیانات سے باز رہ سکیں اور اس طرح کی ہمت دوبارہ نہ کر سکیں کہ اپنے ہی تیل کے کنوؤں پر بارود رکھ کر انہیں تباہ کرنے کی دھمکی دے سکیں۔

آج اگر ہم دیکھیں تو وہ اپنی چال میں جس حد تک کامیاب ہو چکے ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ عرب بھائیوں میں ہمیش و مشرت کی عادت کوئی دشمنی چھپی بات نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر اور بہت سی باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو بھی ایک بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ وہ یہ کہ عرب ممالک میں عرب قومیت کے دعویٰ کے باوجود اپنے ہی عرب بھائیوں (یعنی فلسطینی مسلمانوں) سے اس قدر بے رخی کیوں برتی جا رہی ہے؟ اس بات کا کوئی جواب ہے ہمارے پاس؟ پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ ان سے وہ چیز چھین لے جس پر انہیں بڑا ناز ہے۔

آئیے! دیکھتے ہیں کہ ہمارے عرب بھائی کس طرح سے یہود کے بچائے ہوئے ہمیش و مشرت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

عرب رہنماؤں اور مالدار شیوخ کا حال:

اگر عرب بادشاہوں کی دولت سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی دنیا کے پچاس امیر ترین عرب شیوخ کی دولت اور اثاثہ جات 236.24 ارب ڈالر سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ واضح رہے کہ اس میں

بادشاہوں کی دولت شامل نہیں۔ لیکن یہ ساری دولت اسلام اور مسلمانوں پر خرچ ہونے سے بجائے آرام طلبی، میٹھ پسندی اور تفریح پر لگ رہی ہے۔ عرب بھائیوں کے وہ سب سے بڑے میاشی کے مراکز میں دہی اور لبنان شامل ہیں جبکہ مراکش بھی ان کے میاشی کے مقامات میں سے ایک ہے۔
ہوائی جہازوں کی خریداری:

سعودی شہزادہ پرنس ولید بن طلال وہ پہلا شخص ہے جس نے Super Jumbo ۸-380 کی خریداری کی ہے۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے انفرادی حیثیت میں یہ جہاز خریدا ہے۔ خریدنے کے بعد اس نے اس میں طرح طرح کی آرائش و زیبائش کے لیے باضابطہ طور پر ایک Interior Designer سے رابطہ کیا تاکہ وہ اس ”ہوائی محل“ میں تزئین و آرائش اور میٹھ و آرام کا اضافی سامان مہیا کر سکے۔

مشرق وسطیٰ میں بڑھتے ہوئے ہوائی سفر اور ہوائی جہازوں کی انفرادی طور پر خریداری کو مد نظر رکھتے ہوئے مغربی کمپنیوں نے دہی میں ایک نمائش کا اہتمام کیا، جس میں ہوا بازی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس بات پر خصوصی توجہ دی گئی کہ کس طرح جہاز کے اندرونی حصوں کی خصوصی زیبائش کی جائے۔
بحری جہازوں کی خریداری:

اس وقت عرب امارات کے شیخ اور روس کے ارب پتی ابراہیم دوف کے درمیان اس بات کا مقابلہ چل رہا ہے کہ کس کا بحری جہاز دنیا کی سب سے مہنگی بحری سواری (Yatch) ہوگی؟ یاد رہے کہ یہ Yatch غالباً اٹلی میں تیار ہو رہی ہے اور اس میں میٹھ و عشرت کا مہنگا ترین سامان مہیا کیا جائے گا۔ اس طرح کی ایک Yatch کی قیمت عام طور سے 20-30 کروڑ ڈالر کے لگ بھگ ہوتی ہے اور اس میں کیا گیا مزید کام 2 سے 10 کروڑ ڈالر لے لیتا ہے۔

قطر کا شیخ جو کہ غالباً عربوں میں سب سے زیادہ فضول خرچ ہے، اس نے 30 کروڑ ڈالر کی کثیر رقم سے لندن کے وسط میں انتہائی مہنگا فلیٹ لیا ہے جو کہ میٹھ و عشرت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کمپلیکس کے ہر فلیٹ میں جانے کے لیے ایک الگ لفٹ مختص کی گئی ہے۔
شیوخ کو ایک طرف چھوڑ دیں آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ لندن کی اکثر و بیشتر

تجارتی اور مالیاتی عاقوں کی زمینیں عرب حضرات نے خرید لی ہیں۔ جبکہ عرب حضرات کو اس ملک (برطانیہ) میں عداوت آمیز نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور یہ وہاں آزادی اور Privacy کے ساتھ محکوم بھی نہیں سکتے۔ ان چمکے عاقوں میں Piccardly اور Oxford Edgware اور Bond اسٹریٹس (Streets) شامل ہیں۔

بلند و بالا عمارات۔

عرب حضرات بہت بڑے پیمانے پر اپنا پیسہ مٹی اور گارے پر لگا رہے ہیں۔ اس کا اندازہ درج ذیل سر ہنگ عمارتوں کی تعمیر سے لگایا جاسکتا ہے۔

☆ برج دینی اونچائی 1050-800 میٹر۔ اس وقت دنیا کی سب سے اونچی عمارت ہے۔

☆ البرج: 1,200 میٹر۔ تحلیل والے دینی ہی میں اسے بنا رہے ہیں اور یہ 2011ء میں مکمل ہو جائے گی۔

☆ برج الکبیر: 1,500 میٹر۔ اس پر غور کیا جا رہا ہے اور یہ کویت میں بنایا جائے گا۔

☆ البرج جان ناو: 1,500 میٹر۔ یہ بھی زیر غور ہے اور اس پر کام شروع نہیں ہوا۔ یہ بحرین میں بنایا جائے گا۔

اس طرح پورے مشرق وسطیٰ میں بڑے پیمانے پر اونچی اونچی عمارتیں بنائی جا رہی ہیں، گویا کہ..... اللہ معاف کرے..... قوم عادی روایت زندہ ہو رہی ہے۔ برج دینی کی پوری اونچائی چھپائی جا رہی ہے تاکہ اس سے اونچی عمارت نہ بنائی جاسکے۔ اس میں دنیا کا سب سے بڑا شانگک مال ہوگا، جبکہ ایسے اپارٹمنٹ بھی ہوں گے جن کی Interior Designing انلی کے مشہور Fashion Icon نے کی ہے، جس کا نام Gorgio Armani ہے۔

اس پروجیکٹ کا ٹھیکہ Emmar نے لیا ہے، جس نے تعمیرات کے شعبے میں دنیا بھر میں 100 ارب ڈالر سے بھی زیادہ کی سرمایہ کاری کی ہوئی ہے۔ برج دینی خود 20 ارب ڈالر کا پروجیکٹ ہے، جس میں 500 ایکڑ سے زیادہ اراضی استعمال کی گئی ہے، جبکہ اس پر خرچ کی جانے والی رقم کے لحاظ سے یہ دنیا کا سب سے زیادہ مہنگا فی مربع کلومیٹر علاقہ ہے۔

التخيل کا پروجیکٹ 'The World' :

التخيل کا 'The World' پروجیکٹ "در اصل ایک مصنوعی جزیرہ ہے جس کو Al-Nakheel نے بنایا ہے۔ یہ بہت سارے جزیرے ہیں جو کہ بالکل دنیا کے نقشے کا نمونہ ہیں۔ اس میں چین کے شہر Shanghai کا حصہ ایک ارب پتی چینی نے 28 ملین ڈالر کی لاگت سے خریدا ہے، جس پر وہ بالکل Shanghai شہر کے نقشے کا ہونل اور Resort بنائے گا۔ اس متمول چینی کا نام Bin Hu ہے، جو کہ ایک کمپنی Zhong International Company کا مالک اور President ہے۔ اس جزیرے کا رقبہ تو معلوم نہیں لیکن جو علاقہ اس نے خریدا ہے اس کا رقبہ 58,000 مربع گز ہے۔ یہ اکیلا ہی اس دوڑ میں شامل نہیں، دو اور اماراتی باشندوں نے بھی Fantasy Island کے نام سے ایک جزیرہ خریدا ہے، جس پر وہ لوگ 2.2 ارب ڈالر خرچ کر کے میاشی کا مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ ان کا نام احمد بن عبداللہ اور عبداللہ بن محمد الشانی ہے۔ انہوں نے یہ جزیرہ 16.3 کروڑ ڈالر میں خریدا ہے۔ آخری خبریں آنے تک دعویٰ کی غیر شرعی معیشت کے زوال کی بنا پر یہ پروجیکٹ بری طرح سے ناکامی کا شکار تھا۔

دوسرے ممالک میں عرب شیوخ کی فضول خرچیاں :

آغاز اپنے ہی ملک سے کر لیتے ہیں۔ رحیم یار خان میں ان کے شاہانہ محلات اور شکار گاہیں ہیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک ایرپورٹ بھی قائم کیا ہے۔ یہاں وہ شکار کے لیے آتے ہیں اور تلواری کی ایک نایاب ترین نسل (Bustard) کا شکار کرتے ہیں۔ پاکستانی حکومت نے اپنے ان مہمانوں کو 200 مربع میل کا علاقہ شکار کے لیے دیا ہوا ہے۔

ایک مشہور صحافی نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ امریکا میں عربوں کے لیے پابندیوں اور مشکلات کی وجہ سے اب عرب شیوخ نے عام طور سے مشہور امریکی شہر "لاس ویگاس" کی جوا گاہوں کے بجائے مشرق بعید کا رخ کرنا شروع کر دیا ہے۔ مشرق بعید میں یہ سنگاپور، مکاؤ (چین کے زیر تسلط چھوٹا سا ساحلی ملک)، ہنگ کانگ، تھائی لینڈ، ملیشیا اور دیگر جگہوں میں جا کر اپنی

تمتی دولت لانا دیتے ہیں۔

یہ صحافی لکھتا ہے کہ اب "لاس ویگاس" کے کچھ ہوٹلوں میں جوئے اور ناچ گانے کے بجائے مسلمانوں کے خلاف پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں اور ایک میں اس نے خود شرکت کی بھی تھی، جس میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بتائے گئے جھٹک نینک اور توہین رسالت کے مرتکبین کے خلاف واحد آواز اٹھائی تھی اور مسلمانوں کا دفاع کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس طرح لبنان اور مراکش میں خوشگوار آب و ہوا اور ساحلی فضا ٹھنڈی فضا کی وجہ سے عیاشی کے مراکز ہیں۔ پچھلے دو سالوں میں لبنان کے حالات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے ایک ریکارڈ تعداد اسکاٹ لینڈ چلی گئی تھی۔

Balmorall Andrew Harthey Traver Agents جو کہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل

میں سیٹلائز مارکیٹنگ کے شعبے سے منسلک ہے، بتاتا ہے:

"اسکاٹ لینڈ عرب مارکیٹ کے لیے ایک خاص چیز ہے۔ عرب اس کی خوبصورتی سے نیز اسکاٹس کی مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اس نے مزید کہا کہ عرب یہاں ایک مہینے سے زیادہ رہے اور تمام دیکھنے والی چیزیں دیکھیں۔"

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہمارے عرب بھائی آج کل میاشی کے لیے یا تو یورپ کا رخ کر رہے ہیں یا پھر مشرق بعید کا۔ 9/11 کے بعد امریکا نے عربوں پر پابندی لگائی تھی تو زیادہ تر نے مکاؤ میں جوئے کے اڈوں کا رخ کیا جو کہ چین کے زیر انتظام ہے، لیکن اس کی کہانی باتم فائنسی ہے تاہم فرق صرف اتنا سا ہے کہ مکاؤ پر نکال کو سو سال کے لیے ختم دیا گیا تھا، لیکن یہاں تقریباً وہی نظام چل رہا ہے، جو کہ پر نکال میں آج سے بیس سال پہلے تھا، بالکل ہانگ کانگ کی طرح۔

ایک اور ناخوشگوار مثال شاہنہد کی ہے، جن کے بارے میں ایک امریکی تاریخ دان لکھتا ہے: "یہ شخص اپنے آپ کو کیسے خادم حرمین شریفین کہتا ہے، جبکہ "لاس ویگاس" میں (کیری ہیکر کے بعد) سب سے بڑی BET (شرط) ہار گیا تھا اور پیسے نہ ہونے کی وجہ سے اسے Detain کر لیا

کیا تھا۔ پھر جب بیسویں سے لہرا، انی جہاز جیٹا یا تب جائز حکومت امریکانے اسے رہا کیا تھا۔
لکڑی کاروں کی خریداری۔

عرب ممالک میں لکڑی کاریوں کی مالک اس قدر بڑھ چکی ہے کہ مالی سال 2006-2005ء میں تمام مہنگی اور پرکشش کاریوں کی طلب میں بے تحاشا اضافہ ہوا ہے۔ 2006-2005ء میں اوسطاً 16 فیصد سے 20 فیصد تک اضافہ دیکھنے میں آیا۔ جبکہ بحرین کی حکومت نے دو کمپنیوں کو انٹرنس جاری کیے ہیں کہ وہ ان کے ملک میں کاریوں کی فیکٹری لگائیں۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ بحرین کی حکومت چاہتی ہے کہ مشرق وسطیٰ کی ساری کاریاں یہاں تیار ہوں اور پورے قسطنطنیہ میں فروخت ہوں۔

عرب بھائیوں کو اللہ کے راستے میں پیسے خرچ کرنے کے بجائے فضول شوق پالنے کی ایسی عادت ہے کہ ایک دستاویزی فلم میں ایک شیخ نے اپنی 200 کاریاں دکھائیں اور یہ بھی بتایا کہ اگر کاری پرانی ہو جائے تو ہم اسے بیچنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ہم اسے اپنے ملازموں کو تو دے دیتے ہیں، لیکن بیچتے نہیں۔ کوئی شک نہیں کہ اسی میں عربوں کی اس فطری سخاوت کا اظہار ہوتا ہے جو ان کے آباء و اجداد میں تھی، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ یہ اس عمدہ خصلت کا غلط استعمال ہے۔

لیبیا میں خریداروں کا پاگل پن:

لیبیا گو کہ بہت زیادہ مالدار ملک نہیں، لیکن یہاں بھی مادیت پرستی بہت بڑھ گئی ہے۔ اس سے بقیہ ممالک کا حال خود معلوم ہو جائے گا۔

لیبیا میں پابندیوں کے خاتمے کے بعد بڑے پیمانے پر ہنگامہ کاروں اور موٹر سائیکلیں بہت زیادہ عام ہوتی جا رہی ہیں۔ طرابلس (Tripoli) جو کہ اب ایک درجن سے زائد اعلیٰ درجہ کے مہنگے ہونٹوں کا گڑھ ہے۔ اس میں کئی نئے شاپنگ مال کھل گئے ہیں۔ Giregaresh Street میں بوتیک کھل گئے ہیں۔ 80\$ کی جینز کی چنٹ اور 1300\$ کی Excercise Machine اور 250\$ کے پرفیوم بیچنے والی دکانیں کھل گئی ہیں۔

ان دکانوں پر خرچ ہونے والا زیادہ تر پیسہ سیاسی طور پر امریکا کے اثر و رسوخ میں رہنے

والے سیاست دانوں کے پاس سے آتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس ملک میں امیر تو اچھی زندگی گزار رہے ہیں، جبکہ باقی زیادہ تر بس جی رہے ہیں۔ یاد رہے کہ لیبیا 305 ارب ڈالر تیل کی آمدنی سے کماتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال وہ مختلف ترقیاتی کاموں پر 19 ارب ڈالر صرف کرتا ہے، جس کی وجہ سے کئی امریکی اور یورپی کمپنیاں یہ ٹھیکے لینے کی کوشش کرتی رہتی ہیں جو انہیں مل بھی جاتے ہیں اور پھر وہ لوٹ مار کا بازار گرم کرتی ہیں۔

مشرقی وسطیٰ کی مقامی گھڑی مارکیٹ:

توحید عبداللہ جو "دینی گولڈ اینڈ جیولری گروپ" اور Damas (LLC) کا مینجنگ ڈائریکٹر ہے، اس نے "مارکیٹنگ فار گھڑی پروڈکٹس" (MARKETING FOR LUXURY PRODUCTS) کے موضوع پر منعقدہ ایک کانفرنس میں یہ نکات پیش کیے تھے:

- "2010ء تک گھڑی گولڈ کی علاقائی مارکیٹ (یعنی عرب ممالک کی مارکیٹ)

100 ارب ڈالر تک پہنچ جائے گی جس میں دینی کا حصہ 8 ارب ڈالر کے لگ بھگ ہوگا۔"

- "عرب خواتین اور نوجوانوں کی موجودہ نسل 20 سال کی عمر سے ہی گھڑی گولڈ کے بنیاد

خریدار ہوتے ہیں۔ مغرب کے مقابلے میں جہاں یہ 40 سال کی اوسط تک ہے۔ اس طرح

ہمارے مشہور برانڈ کو 20 سال مزید مل جاتے ہیں۔"

- "بین الاقوامی گھڑی مارکیٹ کا موجودہ حجم تقریباً 400 ارب ڈالر ہے، جس میں سے

10 فیصد مشرق وسطیٰ میں ہے۔ بڑھتی ہوئی آمدنی کی شرح اور دینی کی ابھرتی ہوئی گھڑی مارکیٹ کو

دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ مستقبل میں اور تیزی سے پھیلے گی۔"

- "بین الاقوامی سطح پر 32 فیصد گھڑی مارکیٹ کی آمدنی زیورات اور گھڑیوں سے حاصل

ہوتی ہے، جو کہ ایک اہم جز ہے۔ گھڑی مارکیٹ کے مالی سال 2006ء کی پہلی ششماہی میں سوئزر

لینڈ کی سوئزر لینڈ ساختہ گھڑیوں کی مانگ میں پچھلے سال کے مقابلے میں 12.2 فیصد اضافہ دیکھا

گیا اور رقم قس 17.5 کروڑ ڈالر۔"

- ”ہم امید کرتے ہیں کہ نگہبوری گھڑیوں کی فروخت 2006ء کے آخر تک 50 کروڑ ڈالر سے تجاوز کر جائے گی۔ جبکہ اس مارکیٹ کا حجم 2010 تک 4 ارب ڈالر تک پہنچ جائے گا۔“

- ”آج کا گلوبل نوجوان ہے، زیادہ پڑھا لکھا ہے اور زیادہ چیزیں مانگتا ہے اور برانڈ کے علاوہ مکمل نگہبوری ایکسپیرینس چاہتا ہے جس میں World Class Shopping کی سہولت اور بہترین Customer Service شامل ہیں۔“

معاذ برکات جو کہ World Class Council کے مشرق وسطیٰ، ترکی اور پاکستان کا ایم ڈی ہے، کہتا ہے:

”مارکیٹ میں گہرے ریسرچ کے بعد ہم ایک بار پھر سونے کی جیولری کی مانگ میں دوبارہ اضافہ دیکھ رہے ہیں۔ اضافے کا یہ رجحان آئندہ برسوں میں مزید نمود پائے گا۔“

دہنی کی آبادی کا تناسب

(DEMOGRAPHICS OF DUBAI)

آئیے اب دہنی کی آبادی کا تناسب دیکھتے ہیں۔

دہنی میں نسل اعتبار سے درج ذیل لوگ آباد ہیں:

مقامی (اصل عرب) 17 فیصد

ہندوستانی 51 فیصد

پاکستانی 16 فیصد

بنگالی 9 فیصد

فلپینو (فلپینی) 3 فیصد

دہنی کی کل آبادی 1,0422,000 کے لگ بھگ ہے، جس میں سے مرد تقریباً

1,073,000 اور 349,000 عورتیں ہیں۔

مردوں میں 250,000 کے قریب مزدور ہیں جو کہ تعمیرات کے شعبے سے وابستہ ہیں۔

سالانہ چالیس لاکھ سیاح دہنی آتے ہیں اور دہنی کی معیشت میں ایک ارب ڈالر ڈال کر جاتے

ہیں۔ ایک اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دینی کی معیشت دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے ترقی کرتی ہوئی معیشت تھی، جس کی شرح 15 فیصد سے بھی زیادہ تھی، لیکن گرانی کی شرٹ بھی 12 سے 5 فیصد کے درمیان تھی۔ حکومت اسے 5 فیصد تک محدود رکھنا چاہتی ہے۔

اگر ایمان و آخرت کے زاویہ نظر سے دیکھا جائے تو دینی ایک عبرت کدہ ہے، جس میں ہمارے عرب بھائی مادیت پرستی کا انجام دیکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح کی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو دیکھ لیں کہ ان کے اپنے مقامی افراد اقلیت بن کر رہ گئے ہیں اور ان کا اپنا خون کس حد تک صاف رہ گیا ہے؟
پلاسٹک سرجری اور کاسمیٹکس:

دینی میں پلاسٹک سرجری اور آپریشن کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے، جس کی اصل وجہ اس کی بے تحاشا مانگ ہے۔ اگرچہ پلاسٹک سرجری سے بعض معقول کام بھی لیے جاسکتے ہیں، جیسے بڑھاپے کی وجہ سے لٹک جانے والی کھال کی کرنا، جلی ہوئی کھال کو تبدیل کرنا اور زخم کے نشاں کو مٹانا شامل ہیں، اس کے علاوہ موٹاپے کے شکار افراد کے لیے چربی کم کرنے کی سہولت بھی موجود ہے، لیکن ایک نامعقول بات یہ ہے کہ اس میں بھی خرافات موجود ہیں۔ سب سے اہم خرافات درج ذیل ہیں:

- پشت کی بناوٹ تبدیل کرنا۔

- عورتوں میں سینے کے اعضا کی بناوٹ میں تبدیلی۔

اور دیگر خرافات میں بھی کمی نہیں جو کہ دینی میں عام ہیں اور دوسرے عرب ممالک میں بھی عام ہو رہی ہیں۔ موجودہ سال میں ان خرافات میں دینی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور اس کی قیمتیں بھی 15 سے 20 فیصد تک بڑھی ہیں۔

ترقی..... لیکن اخلاقی اقدار کی قیمت پر

اگرچہ کچھ لوگوں کے نزدیک یہ بات قابل رشک ہے کہ دینی کی ترقی ایک مثال ہے، اس کی ظاہری رونقیں ہر وقت جگمگاتی رہتی ہیں، لیکن تصویر کا دوسرا رخ انتہائی بھیا تک ہے، جس سے ہمارے عرب بھائیوں کو سبق سیکھنا چاہیے۔

یعنی اگرچہ سیاحوں کا ایک عالمی مرکز ہے لیکن یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انسانی حقوق کی تنظیموں نے یہاں کی عورتوں کے بارے میں ایک خوفناک نقشہ کھینچا ہے۔ تنظیم کے مطابق، یعنی جنسی تجارت کا بڑا مرکز بن چکا ہے۔ یہاں قحبہ خانوں کی بہتات ہے۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق اس حوالے سے مشرق وسطیٰ میں دہلی کے بعد صرف اسرائیل کا نمبر آتا ہے۔

طوائفوں کی اکثریت (ماسوائے ان کے جو سارا وقت یہی کام کرتی ہیں) دن کو سوتی ہیں، دوپہر سے رات دس بجے تک مختلف ریسٹورنس میں بیروں کی خدمات انجام دیتی ہیں جبکہ شام سے رات کے درمیان اپنا روایتی کام کرتی ہیں۔

طوائفوں میں درج ذیل قومیت کی عورتیں شامل ہیں:

رومی: یہ چونکہ خوبصورت، صحت مند اور گوری ہوتی ہیں، اس لیے عرب حضرات ان کو پسند کرتے ہیں۔ ان میں سوویت یونین سے آزاد ہونے والی ریاستوں کی عورتیں شامل ہیں۔

چینی، فلی پیو: ان کو زیادہ تر وہ غیر ملکی سیاح پسند کرتے ہیں جن کا تعلق امریکا و یورپ سے ہوتا ہے۔

ایتھوپین، افریقی: یہ عام طور سے مزدوروں کا نشانہ بنتی ہیں۔

ہندوستانی، پاکستانی: ابتدائی شرم کا مقام ہے کہ ان میں جنوبی ایشیا اور پاکستان کی عورتیں بھی ہوتی ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ شرم کا مقام یہ ہے کہ ایک زمانے میں "ضلع ٹائمرز" میں اشتہار آتا تھا: "Famous Lahori Mujra" (مشہور لاہوری مجرا)

طوائفوں کے تناسب سے دیکھا جائے تو یہ بات قابل غور ہے کہ یہاں زنا کاری کا بازار اس حد تک گرم ہے کہ اکثر اماراتی باشندے یہ بات سن کر نظریں جھکا لیتے ہیں کہ دوسرے ممالک سے آنے والے افراد اکثر و بیشتر اسی مقصد کے لیے یہاں آتے ہیں۔

ایک اور انسانی المیہ یہ ہے کہ عرب حضرات حیدر آباد (ہندوستان) میں عورتوں سے شادی کرنے کے بعد انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ حیدر آبادی بھی غربت کی وجہ سے اپنی بیٹی بیوا کر ہمیشہ کے لیے پچھتاوے میں پھنس جاتے ہیں۔ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ شادی کروانے والے بچہ کے لوگ بھی اپنا کمیشن حق مہر کی طرح مانگ لیتے ہیں اور بمشکل ان غریب والدین

کو 5000 روپے مل پاتا ہے۔

اس سے بھی افسوسناک صورتحال سعودی عرب کی ہے۔ یہاں پر کام کرنے والی عورتیں جنہیں نوکرائی یا میڈ (Maid) کہتے ہیں، بڑی تعداد میں انڈونیشیا، فلپائن، سری لنکا اور دیگر ملکوں سے لائی جاتی ہیں۔ ان میں سے قطعی اور دیگر عیسائی عورتیں جھٹی کے دنوں میں (جمو، جمعرات) یہ غلیظ کام کرتی ہیں جبکہ ناجائز اولادوں کو یہ پارکوں یا یتیم خانوں میں چھوڑ دیتی ہیں۔ ایک این بی او کے مطابق جدہ اور اس کے گرد و نواح سے ایک سال میں 3000 سے زائد ایسے بچوں کو اٹھا یا کیا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ غیر ملکی خادماؤں کا یہ رجحان کہیں اہلی حرمین کو اس گندگی میں ملوث کرنے کی منصوبہ بند کوشش تو نہیں۔

اس کے علاوہ معاملات یہاں تک ہی محدود نہیں ہیں خود ہمارے ملک میں بھی یہی حال ہے۔ آرٹ کی آڑ میں بھرے ہوتے ہیں۔ بے حیائی اور فحش کاموں کا پرچار کیا جاتا ہے۔ حیران کن بات تو یہ ہے کہ خود پاکستان میں بھی روسی اور چینی طوائفیں آتی ہیں اور کراچی کے پوش علاقوں اور اسلام آباد میں یہ کوئی غیر معروف بات نہیں۔ اور اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ اسلامی ریاست پاکستان کے بعض سیاست دان اور بیوروکریٹ اس بین الاقوامی گھناؤنے کاروبار کو فروغ دے رہے ہیں۔

اس طرح کے واقعات اکثر عرب شیوخ اور اب تو حکمرانوں میں بھی بہت زیادہ عام ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ ہی سب کو ہدایت دے اور اپنی دولت کو عیاشی کی بجائے اسلام کی خدمت کے لیے خرچ کرنے کی توفیق دے۔ اس قسم کے دود اقعات ملاحظہ کریں:

— برادر ملک قطر کا امیر ان معاملات میں سب کو جیسے چھوڑ چکا ہے۔ ایک دفعہ شراب کے نشے میں دھت کسی نائٹ کلب میں گمن تھا (اپنے ملک میں)۔ اس دوران اس کا دل ایک لڑکی پر آ گیا جو کہ ناجر رہی تھی۔ اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اس لڑکی سے بات چیت کر کے نکاح کا معاملہ کرادو۔ وزیر موصوف نے پہلے تو امیر کو فور سے دیکھا، بعد میں صرف اتنا کہہ سکا "جناب! یہ آپ کی بیٹی ہے۔"

یہ وہی غیرت مند شخص ہے جس نے کچھ عرصہ پہلے اپنے باپ کا تختہ اس وقت الٹ دیا تھا جب وہ طائف کے سلسلے میں لندن یا سوئٹزر لینڈ گیا ہوا تھا۔

بحرین کے شیخ مہدی خلیفہ بنی بہن جس کا نام مریم خلیفہ تھا، ایک غیر ملکی انگریز کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ وہ غالباً امریکی تھا اور یہ سن 2000ء کے آس پاس کی بات ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس طرح کے نجانے کتنے واقعات ایسے ہیں جن کا کسی کو علم نہیں ہو پاتا۔

عربوں میں خاص طور سے دینی میں عورت کی جس بھیانک تصویر کی منظر کشی کی گئی ہے، اس کا سب سے بھیانک پہلو بھی سن لیجیے۔ انسانی حقوق کی تنظیم نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ چینی عورتوں سے جب معلومات لی گئیں تو انہوں نے بتایا کہ ان کے زیادہ تر گاہک وہ امریکی فوجی ہوتے ہیں جو کہ عراق سے کچھ دنوں کی چھینوں پر دینی آ جاتے ہیں۔ اس طرح سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امارات، عراق جنگ میں کتنا "اہم" کردار ادا کر رہا ہے۔

اس بات کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ امارات میں "جبل علی" نامی بندرگاہ ہے جو دنیا میں سب سے بڑی مصنوعی (انسان کی بنائی ہوئی) بندرگاہ ہے۔ قطر کے امریکی اڈے کے بعد یہ بندر گاہ بھی امریکی جنگی طیارہ بردار جہازوں کے لیے سہولتیں فراہم کرنے کے مرکز کا کام کرتی ہے اور اس طرح امارات میں غیر ملکی فوجی مسلسل آتے رہتے ہیں۔

آج تک مسلمان حکمرانوں کا ایہ یہ رہا ہے کہ ان کی سب سے بڑی کمزوری عورتیں ہی رہی ہیں، لیکن وہ اس حد تک گر جائیں گے کہ غیر مسلم حملہ آوروں کو عورتیں فراہم بھی کریں گے، اس ذلت کا تصور بھی پہلے زمانے کے مسلمانوں نے نہ کیا ہوگا۔

اردن کا بادشاہ (عبداللہ) جس کا تعلق تاریخی خاندانوں سے ہے، اس کا باپ دینی شخص تھا جس نے خفیہ طور سے 1973ء کی جنگ سے ایک ہفتہ پہلے گل ایب جا کر موساد اور اسرائیلی وزیراعظم گولڈا میسر کو حملے سے خبردار کیا تھا، اس کا اپنا خون بھی خطا ملط ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس کا دادا شریعہ کے تھا، لیکن اس کے باپ نے پہلی شادی ایک عرب اور دوسری ایک انگریز یہودیہ سے کی تھی اور مرنے سے پہلے اسرائیل کو مزید خوش کرنے کے لیے اپنے چھوٹے بیٹے کو جو کہ انگریز یہودی عورت سے تھا، بادشاہ بنا دیا تھا۔ اس طرح خاندان کے خون میں انگریز کا خون غلط ملط ہو گیا۔ اس کے پہلے بیٹے کی بیوی بیگم شائستہ اکرام اللہ تھی۔ اس نے بڑے بیٹے سے شادی کی

تھی۔ یہ جیٹا ایک عرب خاندان سے تھا۔

اس کے مقابلے میں تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ پرنس چارلس برطانیہ کا اگلا بادشاہ ہوگا۔ اس نے پہلی شادی ڈیانا سے کی تھی۔ اس سے دو بیٹے ہوئے۔ بعد میں دونوں میں طلاق ہوئی۔ ڈیانا بعد میں یکے بعد دیگرے دو مسلمانوں کے عشق میں گرفتار ہوئی۔ پہلا ایک پاکستانی ڈانسر تھا جو ہنگ کار بنے والا تھا۔ اس نے شہزادی سے شادی کی پیش کش محض اس وجہ سے ٹھکرا دی کہ اس کے والدین رضامند نہیں تھے۔ اس کے اس فرمانبردارانہ رویے سے ڈیانا بہت زیادہ متاثر ہوئی تھی۔

دوسرا مسلمان ڈاؤن الفادی تھا جو مصر سے تعلق رکھتا تھا۔ ڈاؤن جیسا بھی تھا لیکن وہ ایک مسلمان تو تھا۔ اور یہ بات M15 اور M16 (برطانوی خفیہ اداروں) اور شاہی خاندان کو کھٹکتی تھی۔ اگرچہ ڈیانا خود شاہی خاندان سے نہ تھی، لیکن ایک برطانوی شہزادے کی ماں اگر مسلمان ہو جائے یا پھر ایک مسلمان سے شادی کر لے، وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ چنانچہ شاہی خاندان اور خفیہ اداروں کے گٹھ جوڑ سے دونوں کو ہلاک کر دیا گیا۔

یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ ڈیانا کی موت کے بعد خود برطانیہ میں اکثر لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اس کی موت ایک حادثہ نہیں تھا، بلکہ ایک منظم سازش کا نتیجہ تھا۔ ایک اور بات بھی ہمیں معلوم ہونی چاہیے کہ ڈیانا برطانیہ کی موجودہ دور کی سب سے مقبول ترین شہزادی تھی۔ روشن خیال اور وسیع الطرف یورپ نے اسے قتل کر ڈالا اور تاریک خیال، تنگ ظرف مسلمانوں نے انگریز عورت کے بدن سے جہنم لینے والے نیم گورے مخلوط النسل یہودی کو بادشاہت کا تخت ورثے میں پیش کر دیا۔

خیر! بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ دینی میں عورتوں کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس کا دھندلا تو جیج جیج کر یہ نام نہاد انسانی حقوق کی تحفیں بیٹھتی رہتی ہیں، لیکن ان تحفوں کا سب سے زیادہ ہار یک پہلو ہمیں طالبان کے حوالے نظر آتا ہے۔

ان تحفوں کو یہ تو نظر آ رہا تھا کہ افغانستان میں طالبان حکومت نے بے پردہ عورتوں کے آزادانہ محو منے پھرنے پر پابندی لگا دی تھی، لیکن انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ اس وقت وہاں جنگ اور غربت کی وجہ سے بے حیائی کتنی عام ہو گئی تھی۔ اوباش سرمایہ داروں نے کس طرح عورت کو کھلانا

گھر رکھ دیا تھا۔ ان نام نہاد تنظیموں کو یہ نظر نہیں آتا کہ طالبان نے یہ پابندی رکھنے سے سنا بھی غریب خواتین کے لیے وظیفے اور راشن کا سر میں انتظام نہ کیا تھا۔

ان کو یہ نظر آتا تھا کہ فی شی کے اذول و نیست و تاہول کے رنگہ یا کیا تھا لیکن یہ نظر نہیں آتا۔ عورتوں کو تحفظ فراہم کرنے اور کھینچے نکالے کرنے کے لیے طالبان نے قسم قسم کی مہاکات باوجود کیا کچھ نہیں کیا تھا۔

عرب مسلمانوں کے لیے باعث جہت

دینی کی ترقی میں عرب بھائیوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔ ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اس طرح معاشی استحکام اور ترقی کے نام پر دینی نے اپنا اسلامی شخص خود یا یہ آج کا یعنی اور قطر اس حد تک آگے ہیں کہ ان کا کہنا ہے:

”اگر اسرائیلی سرمایہ کار یہاں آنا چاہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔“

ملاحظہ فرمائیے! ترقی اور سرمایہ کاری کے نام پر کس طرح عرب بھائیوں کو ان کے دین اور نظریہ حیات (جو ایمان و جہاد کا دوسرا نام ہے) سے دور کیا جا رہا ہے اور کس طرف سے وہ انہی قوم بنتے جا رہے ہیں جس کو اسلام اور ملت اسلامیہ کی فکری نہیں رہی۔ ہمارے عرب بھائی ان خرافات میں الجھے جا رہے ہیں جبکہ مغربی ممالک خصوصاً امریکا کے سابق صدر بش یہ فرما رہے ہیں:

”ہم نئے عالمی نظام کے لیے کام کر رہے ہیں۔“

دینی کی ترقی عرب مسلمانوں کے لیے اس لحاظ سے مکمل جہت ہے کہ اگر عرب اپنے مذہبی شعار اور مثالی ثقافت کی قربانی کی قیمت پر ترقی کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس کی قیمت کیا ہوگی؟ اس بات کا ایک نمونہ دینی میں دیکھا جاسکتا ہے۔

یہودی بینکوں میں عرب حضرات کی سرمایہ کاری:

یہودی بینکاروں نے اسرائیل کی جوہر کی اور عربوں کو شکست دینے کے لیے جس طرف سے یہودی سرمایہ لٹایا، وہ سب کے سامنے ہے، لیکن عرب حضرات اسلام اور مسلمانوں کی فکر سے محروم ہو جانے کے سبب اپنی دولت انہی دشمنان دین و ملت کے پاس رکھواتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ

ہے کہ عرب ممالک جو تیل بیچ رہے ہیں اور اس سے جو آمدنی ان کو ملتی ہے، اس سے وہ کچھ تو اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، لیکن باقی امریکی و یورپی بینکوں کے پاس چلی جاتی ہے، جبکہ یہ بات قائل غور ہے کہ جن یہودی بینکوں میں یہ قرض رکھواتے ہیں، ان سے یہ واپس نکال بھی نہیں سکتے۔ ہاں اگر کسی اور یہودی ادارے میں سرمایہ لگانا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ ایسا آسانی سے ممکن ہوتا ہے۔

اس طرح کے اکاؤنٹس میں کتنا پیسہ ہے؟ اس کا اندازہ ان تین ممالک کے اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے:

عرب امارات: 300 ارب ڈالر۔ قطر: 120 ارب ڈالر۔ کویت: 40-40 ارب ڈالر۔

بجائے اس کے کہ ہمارے عرب بھائی یہ پیسہ تعلیم و تحقیق، غریب مسلمانوں کی مدد، دینی اداروں کی خدمت اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کریں، وہ اس پیسے کو عیاشیوں اور فضول خرچیوں پر خرچ کرتے یا پھر انہی یہود و نصاریٰ کے ہاں رکھوا دیتے ہیں جو خود ان کے بھی دشمن ہیں۔ لندن اور کئی دوسرے یورپی شہروں میں عرب مسلمانوں نے پوری گلیاں کی گلیاں خرید لی ہیں۔ لندن میں Edgewarwe Oxford Street اور Piccadilly (تقریباً) تمام کی تمام عریوں نے خرید لی ہیں، تاکہ جب تیل ختم ہو تو بھی ان کی آمدنی کا سلسلہ جاری رہے۔

اسکاٹ لینڈ کی سٹی کونسل نے اس بات کی توثیق کر دی ہے کہ "پرنسز اسٹریٹ" (جس میں مالدار عرب مسلمان دلچسپی رکھتے ہیں) کو بیچ کر اسے ایک فرد کے زیر انتظام (Single Ownership) کر دیا جائے، تاکہ اس کمرشل علاقے کی سڑک کے اطراف میں موجود عمارتوں کی عین الاقوامی سطح کی تعمیر ہو سکے۔

EDIN BURG کے سٹی کونسل کے ترقیاتی کاموں کے لیڈر Tom Buchanan کا کہنا ہے: "ہم سے بعض لوگوں نے رجوع کیا ہے، جن کے پاس بیرونی فنڈز تک رسائی ہے جو کہ Princes Street کو خریدنا چاہتے ہیں اور ان کے پاس بے تحاشا پیسہ ہے۔ اگرچہ یہ منصوبہ طویل ہے اور مختلف مالکوں کو تلاش کرنے اور مذاکرات کرنے میں 10 سال کا عرصہ بھی لگ سکتا ہے۔" اس سڑک کی مالیت تقریباً 1.35 ارب پاؤنڈ ہے (\$2.66 Billion) اس کے علاوہ RBS یعنی رائل بینک آف سکاٹ لینڈ (Royal Bank of Scotland) قطر میں 2

بنانے پر سرمایہ کاری کرنے کی خوشی میں لگا ہوا ہے۔ جبکہ یہیت بھی اس سلسلے میں اپنا پیہر۔ یورپ اور امریکا میں لگانے کے انتظار میں بیٹھا ہے۔ یہ اس سب جانبدارانہ رویے کے باوجود ہے جو امریکا نے عربوں کے ساتھ اختیار کیا۔ مثلاً

2005ء میں امریکا میں جب طوفان (کترینا) آیا تو اس نے بعد بدرگاہوں کا نظم و نسق امریکا نے Charity Fund کے لیے نسیب دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کمپنی کی سب سے بڑی بولی عرب کمپنی "وہنی پورٹ ورلڈ" نے دی۔ لیکن بعد میں اس کمپنی پر اتنا باؤ ڈالا گیا کہ آخر کار یہ دست بردار ہو گئی۔ جب صرف اتنی سی تھی کہ بدرگاہ ہمیں حساس تنصیبات پر عرب کمپنی کو ایسے برداشت کیا جاسکتا ہے؟

اسی طرح امریکا میں ایک ہوائی جہاز بنانے والی کمپنی کے حصص "وہنی ایرو اسپیس" (DAE) نے خریدے۔ تو اس پر بھی بہت شور مچا۔ بعد میں جب تک DAE نے یہ اعلان نہیں کر دیا کہ اسے فی الحال حصص بیچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ ایک مناسب وقت میں اسے اچھے داموں فروخت کر دے گی تب ہی جائز شور و غل ٹھنڈا پڑا۔

اس سب کچھ کے باوجود عرب حضرات امریکا اور یورپی ممالک میں سرمایہ کاری کرنے سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ اسلامی بینکوں اور مسلم ممالک میں سرمایہ کاری کے بجائے مغربی ممالک میں عرب بھائیوں کی سرمایہ کاری درج ذیل ہے:

UBS (سوئٹزر لینڈ کا بینک) 5 فیصد حصص کی خریداری زیر غور ہے (امارات)

BARCLAY'S BANK 3 فیصد حصص کی خریداری امارات کے زیر غور ہے۔

(کویت اور قطر بھی امیدواروں میں شامل ہیں)

DUETSCHKE BANK کے 2.19 فیصد حصص امارات کی حکومت کے

پاس موجود ہیں۔

(CITI BANK) CITI GROUP 4.9 حصص جس کی مالیت 7.5 ارب ڈالر

ہے ابوظہبی کی حکومت کے پاس ہیں۔

ROYAL BANK OF SCOTLAND (RBS) قطر کی حکومت اس کے

حصص کی خریداری میں دلچسپی لے رہی ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عرب مسلمان ان بینکوں کو اس وقت پیسہ فراہم کر رہے ہیں جب یہ سارے بینک خسارے میں جا رہے ہیں اور انہیں پیسے کی شدید ضرورت ہے۔ اس وقت اسلامی ممالک اور اسلامی اداروں میں سرمایہ کاری کرنے کی بجائے اور یہ ثابت کرنے کی بجائے کہ اسلامی معاشی نظام ہی وہ واحد دوا ہے، جس سے موجودہ مہنگائی، بے روزگاری کا علاج کیا جاسکتا ہے، ہمارے عرب بھائی ان سسٹمز سے بدلتے ہوئے یہودی سودی بینکوں کو سہارا دے رہے ہیں اور انہیں نزع کی حالت میں آنکھیں میا کر رہے ہیں۔

اس کی سب سے بڑی مثال CITI GROUP کی ہے جس کا خسارہ 6.8 ارب ڈالر تک پہنچ گیا ہے، اس کو عرب سرمایہ دار حضرات کی طرف سے 7.5 ارب ڈالر کی امدادی سانس دی جا رہی ہے۔ عرب اس حوالے سے کہتے ہیں: ”برے وقتوں میں تو یہ راضی ہو جائیں گے، لیکن اچھے وقتوں میں اس طرح کے سودے نہیں ہو پائیں گے۔“

اس فضول نظریے کے خلاف سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ اچھے وقتوں میں انہیں برداشت کریں گے؟ کیا پتا وہ ان عربوں کو اپنا بوریا ستر سینے کی اجازت بھی نہ دیں؟ اس وقت تقریباً تمام عالمی بینک خسارے میں ہیں۔ بنیادی طور پر اس کی وجہ امریکا میں گھروں میں قرض کی سود کی شرح میں کمی ہے، جسے ”Sub Prime Mortgage“ کہتے ہیں۔ مغربی ممالک کو جب مالی مشکلات پیش آئیں تو عرب سرمائے نے ان کو ہمیشہ سہارا دیا۔ ایسے کھن وقت میں ان بینکوں کے خسارے کو کم کرنے کے لیے ان کی مدد کرنا کتنی بڑی نادانی ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے۔

یہ البتہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ 9/11 کے بعد جہاز بنانے والی کمپنیاں خسارے میں جا رہی تھیں تو اس وقت امارات سعودیہ، قطر، بحرین، عمان، پاکستان اور بڑی تعداد میں مسلمان ملکوں نے 300 سے زائد ہونگ جہاز خریدے، جس کی وجہ سے اس صنعت کو سہارا مل گیا۔ یہ کسی نے نہیں سوچا کہ

اس سہارے سے تقویت پانے والی دجالی نظام کی ہمنوا طاقتیں بے سہارا مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہیں اور مزید کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟ اجتماعی مفادات سے بے توجہی ہمیں یہ دن دکھا رہی ہے۔

فلسطینی مسلمانوں کی مظلومانہ حالت زار کے باوجود انہیں ظالم اور سنگدل صہیونیوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا اور اپنی بے تحاشا دولت سے صہیونیت کی مدد کرنے والے یہودی بینکاروں کو سہارا پہنچانا ہمارے دور کا وہ المیہ ہے، جس کی بنا پر دجال کے ہر کارے اور دجالی ریاست مضبوط ہو رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ رجوع الی اللہ، انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی دعوت کو عام کیا جائے۔ یہ وہ واحد ذریعہ ہے جس کی بنا پر رحمان کے بندے، دجال کے لشکریوں کے سامنے جم کر کھڑے ہو سکتے اور اپنے سچے معبود کی بندگی اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

-

اسرائیل کی کہانی

ایک مشرقی تحقیق کار اور ایک مغربی لکھاری کی زبانی

اگلے صفحات میں دنیائے مشرق و مغرب سے ایک ایک تحقیق کار کی تحریروں کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ پہلی تحریر تاریخ کے تناظر میں "اسرائیلی ریاست کے مطالعہ" پر مشتمل ہے۔ اس میں اسرائیل کی زمانہ قدیم سے تاحصر جدید تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ یہ مضمون ڈاکٹر ابرار محی الدین صاحب، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور کا تحریر کردہ ہے۔ آں جناب نے اسے اس عاجز کو اخبار میں بغرض اشاعت ارسال کیا تھا۔ اخبار میں تو شائع نہ ہو سکا، یہاں اس کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ اصل مضمون "اسرائیل سے اسرائیل تک" کے نام سے لکھا گیا ہے اور ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے تحت شائع ہونے والے سہ ماہی جریدے "نگر و نظر" جلد 46، شمارہ 3، محرم۔ ربیع الاول 1430ھ، جنوری۔ مارچ 2009ء میں شائع ہوا ہے۔ مصنف اس کا خلاصہ افادہ عام کے لیے مضمون نگار اور مذکورہ جریدے کے شکر یہ کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔ مقالے میں دی گئی انگریزی عبارات کا ترجمہ ساتھ ہی دے دیا گیا ہے۔ دوسری تحریر ایک کینیڈین صحافی "رابرٹ اوڈرسکول" کے خفیہ اسرائیلی دورے کے آنکھوں دیکھے حال پر مشتمل ہے جس میں قدم قدم پر قارئین کو تجسس و سنسنی خیزی کے ساتھ عالمانہ اور دیانت دارانہ عملی تحقیق کا احراز دیکھنے کو ملے گا۔ بیچ میں "مربع قوسین" میں دی گئی عبارات احقر کا تشریحی اضافہ ہیں۔ مؤلف کتاب کے اس حصے کو "اسرائیل کی کہانی" کا نام دے کر مذکورہ بالا دونوں تحقیق کاروں کے نام کرتے ہوئے ان کے لیے دعا گو ہے۔

دجالی ریاست: مشرقی محققین کی نظر میں

موجودہ دور مادی ارتقا کے عروج کا دور ہے۔ اس مادی ارتقا نے دنیا کو سمیٹ کر ایک بستی بنا دیا ہے۔ مختلف علاقوں کے لوگ اتنے قریب آ گئے ہیں کہ قبل ازیں اس قربت کا تصور بھی ناممکن تھا۔ یہ گلوبلائزیشن بجائے اس کے کہ بنی نوع انسان کے مسائل حل کرتی، لوگ ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے، ایک دوسرے کے مسائل حل کرتے، دنیا سے جہالت اور غربت کا خاتمہ ہوتا اور لوگ ماضی کے مقابلے میں زیادہ امن و سکون سے رہتے، اس کے برعکس اس کا اثر یہ ہوا کہ انسان انسان کے ہاتھوں دہشت گردی کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ دہشت گردی کہیں سیاسی ہے، کہیں قوم پرستانہ ہے، کہیں معاشی ہے اور کہیں تہذیبی۔ اس دہشت گردی کے ساتھ ساتھ اس ”گلوبلائزیشن“ نے ریاستی دہشت گردی کو بھی جنم دیا، جس نے کمزور ممالک کے وجود کے لیے خطرات پیدا کر دیے۔ گلوبلائزیشن نے ایک عالمی معاشی استحصالی نظام کو جنم دیا جس کی پیدا کردہ مصنوعی مہنگائی دنیا کے غریب کو مزید غریب بنا رہی ہے اور دولت کو عالمی سطح پر چند سو خاندانوں کی تجویروں میں تیزی سے منتقل کر رہی ہے۔ جس اخلاقی بے راہ روی نے یورپ اور امریکا کے معاشروں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اس ”سمٹاؤ“ (گلوبلائزیشن) کی وجہ سے وہ اب مسلم معاشروں پر مینڈیا کے ذریعے مسلط کی جا رہی ہے۔ اس گلوبلائزیشن کے مسلط کردہ استحصال کے چنگل میں پوری دنیا جکڑی جا چکی ہے۔ اس جکڑن کا مرکز کہاں ہے؟ اول تو یہ بحث چھڑتی نہیں۔ اگر کہیں چھڑتی ہے تو مسائل کی نشاندہی کے لیے رازی و غزالی، رومی و اقبال کے ایسے ”دوا“ تلاش کر کے شریک بحث کیے جاتے ہیں، جن کو نہ اپنے ماضی کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی مستقبل میں تعمیر ملت کی تڑپ ان میں پائی جاتی ہے۔ یہ علمی تلاش بے چارے مسائل کا حل تو کیا بتائیں گے، مسائل کی نشاندہی بھی نہیں کر پاتے۔ ایسے مفکرین کی زیارت جینٹلو کے تنخواہ یافتہ جتھرو ہازوں یا اخبارات کے Paid

لکھاریوں کی شکل میں کی جاسکتی ہے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ معاشرتی انارکی اخلاقی ضابطوں کی خلاف ورزی اور مختلف ازمری تخلیق ماضی میں یہودی قوم کے سیاہ کارناموں میں سے ایک ہے۔ اس قوم کی پوری تاریخ اللہ کی کھلم کھلا نافرمانی، نسلی تعفی، ہوس زر، قتل و غارت گری اور ظلم سے عبارت ہے۔ ان بدکرداریوں کی بدولت یہ قوم ماضی میں ہرنبی کی بددعاؤں اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب کی مستحق بنی ہے۔ اسی بدکرداری کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا کی دو بڑی الہامی کتب قرآن اور بائبل اس قوم کی مذمت پر متفق ہیں۔ اپنے زمانہ رسوائی (Diaspora) میں یہ ہر قوم کے ہاں نفرت کی نظر سے دیکھی جاتی رہی، حتیٰ کہ آج اسرائیل کے مربی امریکا میں جب 1789ء میں امریکی دستور بنا تو اس وقت کے امریکی صدر بنجامین نے یہودیت کو امریکا کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا تھا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آج کی دنیا کے ہر فساد میں دراصل یہودی شیطانی ذہن کام کر رہا ہے۔ زارزوس کے خلاف بغاوت اور عیسائیوں کے قتل میں یہی ہاتھ تھا۔ بینک آف انگلینڈ کی شکل میں برطانوی معاشیات کے مالک یہی ہیں۔ امریکی میڈیا پر مکمل کنٹرول ان کا ہے۔ دنیا میں سونے کی تجارت ان کے قبضے میں ہے۔ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے قیام کے بعد سے عالمی حالات اتنی تیزی سے خراب ہونا شروع ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے ایسا فساد انسانی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس کی بنیادی وجوہات اس قوم کے ماضی میں پوشیدہ ہیں، جن کا مطالعہ ضروری ہے۔

اس قوم کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی نسلی تعفی کا تصور ہے، جس کے مطابق یہ قوم دنیا کی سب سے اہم اور اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین قوم ہے۔ ان کا یہ ذہنی تصور بائبل یوں بیان کرتی ہے کہ خدا نے قوم یہود سے مخاطب ہو کر کہا:

"I have chosen him in order that he may command his sons and his descendents to obey me and to do what is right and just."

"میں نے انہیں منتخب کیا ہے تاکہ وہ اپنے بیٹوں کی قیادت کر سکیں اور ان کے امتی میری

اطاعت کریں اور وہی کریں جو صحیح اور متعین ہو۔"

اسرائیلیوں کی اس نسل پرتری کو ان کی مشہور قانون کی کتاب "Talmud" یوں بیان کرتی ہے
 "Heaven and earth were only created through the merit of Israel."
 "جنت اور دنیا کو صرف اسرائیل کے معیار کے لیے پیدا کیا گیا۔"

"Whoever helps Israel is as though he helped the Holy One
 blessed be He. Whoever hates Israel is like me who hates Him."

"قوم اسرائیل کی مدد کرنا خدا کی مدد کرنا ہے اور اس سے نفرت کرنا خدا سے نفرت کرنا ہے۔"
 تالود کے اس جملے کے تحت امریکا کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ عراق اور افغانستان میں وہ جو
 کچھ کر رہا ہے دراصل خدا کی مدد کر رہا ہے۔ آخرت کی نجات صرف اسرائیلوں کے لیے مخصوص ہے،
 غیر اسرائیلی آخری نجات نہیں پائیں گے۔

"No Gentiles will have a share in the world to come."

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کسی یہودی کو جہنم میں نہ جانے دیں گے۔

"In the Hereafter Abraham will sit at the entrance of
 Gehinnom and will not allow any circumcised Israelite to
 descend into it."

"اور آخرت میں ابراہیم جہنم کے دروازے پر دھرتا دے دیں گے اور کسی اسرائیلی کو جہنم میں
 پہنچنے کی اجازت نہ دیں گے۔"

جو قوم فکری طور پر اس حد تک جھگ نظر ہو، اس قوم سے کیونکر توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ کسی
 عالمگیر مساوات کا پیغام دنیا کو دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تاریخ میں عالمگیریت اور مساوات کا
 تصور ناپید ہے۔ اس قوم کی تاریخ کا زریں دور حضرت داؤد علیہ السلام (1000 قبل مسیح) سے
 شروع ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نبی
 بنے۔ آپ کے دور میں تہذیب و تمدن عروج پر تھا۔ روپے پیسے کی فراوانی تھی۔ اس دور میں عالمی
 حکمرانی صرف اور صرف آپ کے حصے میں تھی۔ گو با اس وقت "نور لد آراؤز" آپ کا چلتا تھا۔

آپ نے بے شمار تعمیری کام کیے۔ ان میں ایک اہم کام ”نیکل سلیمانی“ کی تعمیر بھی تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس کی تعمیر کر رہے تھے، اللہ کے حضور اس میں برکت کے لیے دعا مانگوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا، لیکن یہ بات بھی اسی وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بیان کر دی کہ اگر تیری قوم میرے اصولوں پر قائم نہیں رہے گی اور فیروں کی پوجا کرے گی تو اس کو میں دنیا کے لیے سامان عبرت بنادوں گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد سلطنت میں سیاسی اور مذہبی اختلافات حد سے بڑھ گئے۔ ان اختلافات میں ایک گروپ کا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھریلو ملازم ”یربعام“ تھا، جبکہ دوسرے گروپ کا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا ”رحعام“ تھا۔ اختلاف حد سے بڑھے تو سلطنت (796 قبل مسیح) دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمالی سلطنت جس کا نام اسرائیل تھا اور جس کا پایہ تخت سامریہ تھا، یہ سلطنت بنی اسرائیل کے دس قبائل پر مشتمل تھی۔ جس کا پہلا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا غلام ”یربعام“ تھا، جبکہ باقی دو قبیلوں ”یہوداہ“ (حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قبیلہ) اور ”بنیامین“ کے قبیلے نے مل کر ”جوڈیا“ کی سلطنت جنوب میں قائم کی، جس کا پایہ تخت یروشلم تھا اور جس کا سربراہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا ”رحعام“ بنا۔ یہ تقسیم 11 ویں صدی قبل مسیح عمل میں آئی۔ نیکل سلیمانی جوڈیا کی سلطنت کے حصے میں آیا تھا، اس لیے اسرائیل والوں نے ”یتھل“ (Bethal) نامی قصبہ میں ایک اور نیکل تعمیر کر لیا (یتھل کا معنی: عبرانی زبان میں خدا کا گھر ہے) ”یتھل“ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوند قیام کیا تھا اور یہاں اللہ کے حکم سے ایک معبد بھی بنایا تھا اور اس میں برکت کے لیے اللہ کے حضور دعا بھی کی تھی۔

آج اسرائیل ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ نیکل کا نہیں سوچتا، بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کردہ نیکل کی تعمیر کی خاطر عالمی امن کو داؤ پر لگانے پر ٹٹا بیٹھا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں: ایک تو یہ کہ اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ نیکل کی بات کرے تو پھر بنوا علیٰ اور بنوا ساعیل میں دوریاں کم ہوتی ہیں، کیونکہ مکہ میں کعبہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر

لکھ رہا ہے۔ ان کی نسلِ تعلق ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسرے ان کا اپنا اندرونی قہر ہے۔ ان کے آواز آتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ”تھیل“ کا ہیکل دس لکھ قبائل (ملات اسرائیل) کا رہا تھا، جبکہ ہیکلِ سلیمانی باقی دو قبیلوں ”بنو یہودہ“ اور ”بنو یامین“ (سلطنتِ یوذا) کے قہر میں تھا اور موجودہ اسرائیل ان دو قبائل کا ہے۔ اس بنا پر وہ اپنے ہیکل کی بات کرتے ہیں، اسرائیل نے ہیکل کی بات نہیں کرتے۔ دونوں سلطنتیں دولت کی فراوانی اور بیش و آرام نے باوجود ہانم برسرِ پیکار رہیں، پر تکلف و سرخرواں، ناؤ و نوش اور موسیقی کی دلدادگی تہذیب کا شعار بن چکا تھا اور طبقہ شرفاء میں شمولیت کے لیے ان ”آدابِ محفل“ (Etiquettes) کی پابندی ضروری تھی۔

قوموں کا زوال معاشرے پر مذکورہ اخلاقی ضابطوں کی گرفت کمزور پڑنے سے شروع ہوتا ہے۔ جب قومیں ان اخلاقی ضابطوں کی پابندی کرنا چھوڑ دیں تو تن آسانی، بیش و آرام، شراب و شباب، طبقاتی استحصال اور عدل کی عدم فراہمی معاشرے میں گھر کر لیتی ہے۔ اس طرح قوم اپنے زوال کی طرف لڑھکا شروع ہو جاتی ہے۔

اخلاقی زوال اپنے ساتھ طبقاتی استحصال اور حصولِ انصاف میں دشواری بھی ساتھ لاتا ہے۔ اس بنا پر ہوس زرنے غریب طبقے پر معاش اور انصاف کے دروازے بند کر دیے تھے: ”تم مسکینوں کو پامال کرتے ہو اور ظلم کر کے گھیسوں چھین لیتے ہو۔ اپنے لیے تراشے ہوئے پتھروں کے مکانوں میں تم نہ بسو گے۔ تم صادقوں کو ستاتے، رشوت لیتے اور پچانگ (شہروں) میں مسکینوں کی حق تلفی کرتے ہو۔“ شراب عام ہو گئی تھی: ”وہ مے خواری سے نہ ہو کر بدکاری میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس کے حاکم رسوائی دوست ہیں۔“ بائبل میں ”یوشع“ کا پورا جز، یہ بات قطعی طور پر واضح کرتا ہے کہ ”لبرازم“ (Liberalism یا Enlightenment) نے شراب اور زنا عام کر دیا تھا۔ جہاں یہ خوفناک اخلاقی زبائیاں عام ہوں وہاں ان زبائیوں کے مقدمات کس کس شکل میں ہوں گے، بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اس قوم کی اخلاقی بدکاریوں کے بیان کے لیے انگریزی بائبل ”پروٹسٹنٹ“ (Protestant) میں ایک جملہ یوں ہے:

"You yourself go off with temple Prostitutes and together with them offer pagan sacrifice"

اس بیبل کی تشریح فٹ نوٹ پریس کی مبنی ہے۔

"Temple prostitutes, these women were found in Canaanite temples where fertility gods were worshipped. It was believed that intercourse with prostitutes assured fertile fields and herds."

یہ تصویق بائبل کی عبارت اس سے کچھ مختلف ہے، لیکن اس سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حرام کاری معبودوں میں بھی ہوتی تھی۔ اس حرام کاری سے یہ تصور وابستہ تھا کہ خدا خوش ہو کر ان کو معاشی طور پر خوشحال کرتا ہے۔

جس معاشرے کی قدریں اس حد تک زوال کا شکار ہو جائیں کہ سیاسی اور مذہبی لوگ بھی بدکردار ہو جائیں اور شریف آدمی معاشرے میں اپنے آپ کو اجنبی سمجھنے لگے تو پھر عذاب الہی ان معاشرہ کا مقدر بن جاتا ہے، چونکہ یوشع نبی نے انہیں یہ بتا دیا تھا: "سامریہ اپنے جرم کی سزا پائے گا کیونکہ اس نے اپنے خدا سے بغاوت کی ہے۔ وہ تلوار سے گرائے جائیں گے۔ ان کے بچے پارہ پارہ ہوں گے اور بارہ مرد عورتوں کے پیٹ چاک کیے جائیں گے۔"

اب آئیے! دوسری یہودی ریاست یہودیا (جوڈیا) کا حال بائبل کے حوالے سے سنتے ہیں۔ جوڈیا کا پہلا حکمران حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا "رحبعام" تھا۔ مرکزی ہیکل سلیمانی (معبد) ان کے پاس تھا۔ ان میں مشہور انبیاء یسعیاہ، حزقی ایل اور جرمیاہ ہوئے ہیں۔ ان انبیاء کی تمام تر مساعی سعیدہ کے باوجود اپنے اسلاف کی تمام تر برائیاں ان میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بیان کیا ہے کہ بڑے بیٹے کی قربانی کا تصور ان میں معروف تھا۔ قرآن یہ بتاتے ہیں کہ اسرائیلی سلطنت میں اس کا تصور نہ تھا، لیکن جوڈیا کی سلطنت میں اس رسم بد کی ابتدا جوڈیا کے فرمانروا دارہار نے کی۔ اس رسم بد

پر سب سے زیادہ احتجاج نبی وقت یرمیاہ نے کیا۔ اس طرح ”یہوداؤ“ (خدا) کے مجسوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ شرک اور بت پرستی اس حد تک قوم میں گھر گھنی کہ آگے چل کر ان کے ہاں سورج دیوتا کی سورت کی پوجا بھی شروع ہو گئی جس پر حزقی ایل نبی نے سخت سرزنش کی۔ ”تمہارے اونچے مقاموں کو غارت کیا جائے گا اور تمہاری قربان گاہیں اجڑیں گی اور سورج دیوتا کی سورتیں تو زوالی جائیں گی۔“

زنا کاری ان میں شروع دن سے جز پکڑ چکی تھی، جس کا ذکر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے دور کے حالات میں بھی کیا ہے۔ یہ نہائی بھی جو یامیس زوروں پر تھی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے منسوب یہ قول بائبل کا حصہ ہے: ”میں نے جب ان کو سیر کیا تو انہوں نے قبۃ خانوں میں بدکاری کی اور ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر بھٹانے لگا۔“ اس ملک میں لوطی بھی تھے جو وہ سب مکروہ کام کرتے تھے جن کی بنا پر اسرائیلی مستوجب سزا ٹھہرے تھے۔“

یہ بدکاری ان میں اس حد تک بڑھ گئی کہ محرم رشتوں کا تصور بھی ان کے ہاں ختم ہو گیا: ”تیرے اندر وہ ہیں جو فسق و فجور کرتے ہیں، تیرے اندر وہ ہیں جو اپنے باپ کی حرم شکنی کرتے ہیں۔ ناپاکی کی حالت میں مباشرت کرتے ہیں۔ کسی نے دوسرے کی بیوی سے بدکاری کی۔ کسی نے اپنی بہو سے کی۔ کسی نے اپنی بہن کو سوا کیا۔ تیرے اندر ہوس زری وجہ سے خون ریزی کی گئی۔ تو نے سود لیا اور ظلم کر کے اپنے پڑوسی کو لوٹا۔“ بائبل کے اس بیان کو پڑھنے کے بعد آج امریکا میں اٹھنے والی اس تحریک کا جائزہ بھی لیں جس کا بنیادی مقصد رشتوں میں محرمات کے تصور کو ختم کرنا ہے۔ 1960ء کی دہائی میں 79 ایسی فلمیں دکھائی گئیں جو محرمات سے نکاح پر مبنی تھیں۔ امریکی رسالہ ٹائم نے ان رجحانات پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا جس کا ایک جملہ یوں تھا:

”Incest taboo is dying of its own irrelevance.“

اس موضوع پر فلمیں دکھانے کا مطالب اس قبیح فعل پر شرم ماننے کی بجائے فخر کرتا ہے۔ یہ بات امریکی معاشرے میں نئی نہیں ہے۔ جوڈیا کی سلطنت میں عوام اتنے ”روشن خیال“ (Enlightenment) تھے کہ وہ اس قسم کی بدکرداری پر شرماتے نہ تھے۔ ”کیا وہ اپنے مکروہ

کاموں پر شرمندہ ہوئے؟ وہ ہرگز شرمندہ نہ ہو۔ بلکہ وہ لپٹے سمٹتے ہیں۔ اس لیے وہ گھر کے والوں کے ساتھ گریں گے۔“

ان کی اخلاقی بدکرداریوں کا ایک جزو راتوں و شباب، بابا کی غفلتیں تھیں، جو تھیں جس کو ان کی مغربی تہذیب کا لازمی جز خیال کیا جاتا ہے۔ ان پر انہوں نے جو غصے اٹھاتے ہیں تاکہ شر بازی کے درپے ہوں اور جو رات کو جاگتے ہیں جب تک شراب ان کو بھرا نہ دے ان کے جشن کی محفلوں میں برہنہ، ستارہ، دف اور شراب ہے۔ وہ خدا کے کام کا نہیں سوچتے۔ وہ ہر طرف سے اپنا نفع ہی ڈھونڈتے ہیں۔ ہر ایک کہتا ہے: ”تم آؤ میں شراب لاؤں گا اور تم خوب نشہ میں چورہو گے اور کل بھی آج ہی کی طرح ہوگا بلکہ اس سے بھی بہتر ہوگا۔“ بائبل کے ہر دو والد جات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی پارٹیاں کاروباری دنیا میں ہوتی تھیں۔ جیسا کہ آج کا مذہب فائیناسٹکچر ہے۔

اس اخلاقی معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کا کام وہاں کے مذہبی طبقے کی ذمہ داری تھی، لیکن اسرائیلی ریاست کی طرح یہاں بھی مذہبی طبقہ بذات خود معاشرے پر ایک اخلاقی داغ تھا۔ اس دور کے مذہبی لوگوں کے کردار کو بائبل مختلف مقامات پر اور مختلف حوالوں سے بیان کرتی ہے۔ ان میں سے چند مقامات ملاحظہ ہوں:

”سب چھوٹے سے بڑے تک لالچی اور نبی سے کانٹن تک دغا باز ہیں۔“

”میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی ہے۔ انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی ہے۔

میں نے یروشلیم کے نبیوں میں ایک ہولناک بات دیکھی ہے۔ وہ زنا کار، جھوٹ کے پیرو اور بدکاروں

کے حامی ہیں۔ کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ وہ سب میرے لیے سدھم اور عودہ کی مانند ہیں۔“

”اس کے کانہوں نے میری شریعت کو توڑا ہے۔ انہوں نے نجس اور ظاہر میں فرق نہیں کیا

ہے۔ انہوں نے مقدس اور عام میں فرق نہیں کیا۔ اس کے امرا شکار کو چھانڈنے والے بھیڑیوں کی

طرح ہیں، جو ناجائز نفع کی خاطر خون ریزی کرتے اور جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور ان کے نبی

ان کے لیے کچی کھنگلی ہیں۔ باطل خواب دیکھتے اور جھوٹی فالگیری کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

خداوند یوں فرماتا ہے، حالانکہ خدا نے نہیں کہا۔“

حق تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ ان الفاظ سے کہ لا، فاقم الزناشون والاحرار عن
 منہ و... انہم... کے الفاظ سے بیان کیا ہے کہ اس قوم نے مذہبی طبقے کے حق
 میں جو سب سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے "اہل بیت" کا معنی مراد کیا ہے جبکہ صحت کا معنی ایسی
 صفاتی ہے جو باقی انسانوں سے تعلقات کے معانی (نیت) کا مدار کسی چیز کو بازار کے ریت
 سے یا روغن سے ہو کر لایا جائے۔ ہاں، یلیوں اور الزنوں کی ہماری فیسیں (دیکھیے
 "تفسیر القرآن" ج ۱ ص ۱۰۰) سے مراد ہے۔ (تفسیر)

ان قوم نے انبیاء سے محاذ آرائی کا سلسلہ رو میوں کے دور میں بھی جاری رکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان قوم میں نبوت ہونے کو اپنی سابقہ قابل فخر روایات قائم رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مانتے بھی انہوں نے محاذ آرائی جاری رکھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے عقیدے نے مطابق مصلوب لیے گئے۔ ان کو مصلوب کیوں کیا گیا؟ اس کی وجوہات یہودی و یہانی فرقہ میں پانچ تفصیل موجود ہیں، جس نے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارہ قبائل میں سے نبوت دے دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے دو پہلو ان کے لیے قطعی طور پر ناقابل قبول تھے۔ سب سے پہلا نفی یہودی بنی تھا کہ وہ یہودیوں کی مذہب و سیاست کی تقسیم کے مطابق سیاسی خاندان (یہود) میں پیدا ہوئے نہ تھے تعلیم دینے لگے۔ ان کے قائم کردہ اصول کے مطابق مذہبی تعلیم نہ ہو، نہ ان کی ذات کا تھا۔

وہ انہودے لیے ناقابل قبول پہلا حضرت مسیحی مایہ السلام کی وہ تعلیمات تھیں جو ان کے معاشی مفادات اور ان کی روشن خیالی کی خدمت کرتی تھیں۔ آپ نے فرمایا: "اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ خون نہ لرو، زنا نہ کرو، جہنمی قسمیں نہ کھانا، انتقام کی بجائے غنودہ و درگزر سے کام لےنا۔ نہ دینا، نہ لینا، نہ سنا، نہ سننے کی بجائے اپنے بھائی کی شکایت دور کرنا، صدقہ خیرات چھپ کر نہ دینا، نہ لوٹنے والوں سے خیر اور برکتا جو تبار۔ پاس زمینوں کی شکل میں آتے ہیں، مگر باطن میں بھانپنے والے بھید ہے۔"

بائیں کی بات ہے۔ اس لئے کہ یہی مایہ الامام علیؑ یہ تعلیمات ان کے لیے حیران کن تھیں: ”جب

یسوع نے بات ختم کی تو انہوں نے کہا: "یہی اس کی تعلیم ہے جو ان یوڈی یوڈی، وہ ان نے فقہانوں کی طرح نہیں بلکہ مساحب امتیاز کی طرح ان تعلیموں کا تھما۔" یہ باتیں وضاحت کر رہی ہے کہ زمانے کے مرتبہ مذہبی طبقے کی تعلیمات سے کتابت میں کتنے سے یہی ملے اسلام کی تعلیمات منفرد قسم کی (الہامی) تھیں۔ نوٹ: بائبل میں چار جگہ "نہی" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ اس بارے میں زمین میں رہنے والے یوڈی اصطلاح میں نبوت، اسلامی نبوت سے بالکل الگ مفہوم رکھتی ہے۔ ان کے ہاں یہ نہی صرف تھیں کہ تمہارا تعلق اللہ کے ساتھ جزا و جزا اور محکم ہو یا اس کی نسبت مع اللہ قوی ہو۔ "دو نبی یا نبوت کے قابل نہی" ان کے لغوی معنی میں تھے۔ نبی ان کے ہاں پیش کوئی کرنے والا زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ مساحب شریف بھی ہو، جیسے شرک قوموں میں کاہن۔ ان کے ہاں نبی اور کاہن کی اصطلاح میں ساتھ ساتھ یہ چلتی تھیں۔"

ان تعلیمات کو ہوس زر کے مارے دولت مند مذہبی ٹھیکیدار کیونکر قبول کرتے، ان کی ہوس زر کا عالم یہ تھا کہ مذہبی اجارہ داروں سے ملی بھگت کر کے یہ لوگ خود بیکل سلیمانی میں خرید و فروخت کے بازار کاٹتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر "یسوع نے خدا کے بیکل میں داخل ہو کر ان سب کو نکال دیا، جو بیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے اور وہ انہوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اور ان سے کہا کہ یہ کچھ دینا کچھ دینا اسے جو تم اسے ڈاکوؤں کی کچھ دیتے ہو۔" ہوس زر کی یہ احتجاجی اور مذہبی طبقے کی بدکرداری کے عروج کا یہ عالم تھا کہ بد اخلاقی اور بد کرداری کی تعلیم دینا دولت کمانے کا بڑا ذریعہ بن چکا تھا۔ "نبوت سے لوگ سرکش، بیہودہ اور دغا باز ہیں۔ خاص کر مغفونوں میں سے ان کا وہ بندہ رہ چاہیے۔ یہ لوگ مجاہدین کی خاطر ناشائستہ باتیں سکھا کر گھر کے گھر چھوڑ دیتے ہیں۔" پال کا یہ خطافہ نفس کے نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس قوم کی اخلاقی بد حالی کی تصویر پیش کرتا ہے۔

بد کرداری و بد اخلاقی وہ: یہ آدنی بیانے والی قوم آج ابراہیم اندھیری (خاص طور پر امریکا کی ہائی وے) اور ایف۔ ایف۔ ویڈیو پر قبضہ ہو کر "فوکس لائف" (Fox Life) نام سے چینل چلا رہا ہے۔ وہ سب افسانے جو ان کے منہ سے نکلتے ہیں، انہیں پشیمانیوں کے دھماکرے پر باہا اخلاقیات کا

جنازہ نکالا جائے تو یہ ان کے ماضی کا تسلسل ہے۔ ان کے ہاں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

حضرت محسنی علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں ان مذہبی بدکرداروں کی سب سے زیادہ مذمت کی ہے جو الفاظ کی حد تک تو تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لیتا تھا لیکن عملی طور پر بدکردار تھا۔ ان مذہبی بیانات کی چند محفلیاں ملاحظہ ہوں:

(1) "فقیر اور فریسی موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس وہ جو کچھ تمہیں بتائیں وہ سب کر دین ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں۔

(2) وہ اپنے تعویذ بڑے بتاتے اور اپنی پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں اور ضیافتوں میں صدر نشین اور عبادت گاہوں میں اعلیٰ درجے کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربی کہلانا پسند کرتے ہیں۔

(3) اے ریاکار فقہو اور فریسیو! تم پر افسوس! تم بیواؤں کے گھروں کو دباتے ہو اور دکھاوے کے لیے نمازوں دیتے ہو، تمہیں زیادہ سزا ہوگی۔ مذکورہ عبارات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ فریب طبقہ کے معاشی استحصال میں یہ لوگ برابر کے شریک تھے۔

(4) ان کے معاشرے میں پیری مریدی ایک کاروبار بن چکی تھی جس کا بنیادی مقصد مذہب کے نام پر بد عملی پھیلاتا تھا۔ اے ریاکار فقہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ ایک مرید کرنے کے لیے تری اور خشکی کا سفر کرتے ہو اور جب مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دوتا جہنم کا اندھن بناتے ہو۔ خط کشیدہ عبارت صاف ظاہر کرتی ہے کہ مذہب کے نام پر بے عملی پھیلائی جا رہی تھی۔

(5) قبریں بنانا اور ان کو آراستہ کرنا بھی ان کی مذہبی تعلیمات کا حصہ تھا۔ چنانچہ بائبل ہی کا بیان ہے: "اے ریاکار فقہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راست بازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو۔" اس شیطانی نظام کے مرکزی کردار یہ مذہبی لوگ پرلے درجے کے بدکردار ہوتے تھے۔ "اے ریاکار فقہو اور فریسیو! تم پر افسوس! کہ تم سفیدی بھری قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں، مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور نجاست سے بھری ہیں۔ اس طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو، مگر باطن میں

(6) یہاں کی سہائی میں ۵۰ جوہر... وقف سے جاتا ہے۔ یہ نمونہ ۱۰۰... سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔ یہ ٹیکس ایک مذہبی ٹیکس بھی تھا جو انہی ۱۱... اور انٹیلی کے بعد احکام شریعہ کی پابندی ضروری خیال نہ لی جاتی تھی۔ یہ ۱۰۰... تم پر انیسویں ایک پودینہ، سوئف اور زیرو پودہ ٹیکس ۱۰ ہسٹر ۱۰ فیصد... کے لئے ۱۰... زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف، نرم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ (یہ وہ مذہبی بات تھی)۔ باب 23 سے لیے گئے ہیں۔)

ان دو جوہات کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف مذہبی جھگڑا مچا دیا۔ بات تھی۔ چنانچہ یہ طبقہ آپ کو شتم کرانے کی تہاویز سوچنے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس جرم میں پھانسی دی گئی؟ یہودی اور عیسائی بائبل میں... میں ایمانات مختلف ہیں۔ بائبل کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جرم یہ ہے کہ آپ نے نیکل کو کرانے کی بات کی تھی جبکہ یہودیوں کی سب سے معتبر کتاب "تلمود" (Talmud) (یہودیوں کی یہ کتاب کئی اجزاء پر مشتمل ہے اور یہ جڑو کے آگے اجزائیں اور ۱۶۳ اجزاء پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔ ایک صفحہ عبادتی زیور... دوسرا انگریزی میں ہے۔ یہ کتاب ان کے نزدیک بائبل سے زیادہ معتبر ہے۔) کے مطابق یہودی خاندانی لحاظ سے گراہوا آدمی، جادوگر تھا (جادو) سکھاتا تھا۔ یہودی قوانین کے مطابق جادوگری کی سزا پھانسی ہے، انصاف کے تمام تقاضے پورے کر کے اس کو پھانسی لگایا گیا ہے۔

تالمود کا یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ پھانسی کی اصل وجہ یہ دو باتیں یعنی نیکل کو کرانے کا دعویٰ اور مذہبی طبقے کی اصلاح تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی معاشرے کے مذہبی طبقے کی اصلاح سب سے زیادہ مشکل کام ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ماضی میں انبیاء کے ساتھ جو موبہ کرتے رہے ہیں، مجھ سے بھی یہی سلوک کریں گے۔ انبیاء کی خداوندی فیضان اور حیرانہ بیست حالات کو سب سے زیادہ سمجھنے والی ہوتی ہے۔ بائبل بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اندازہ ہو چکا تھا کہ

ان کے ساتھ گیا ہوئے ۱۱۱۱ ہے۔ اس لیے اپنے مصلوب ہونے سے پہلے یہ جہاد تھا۔ کئی مذہبی
تائیداریوں قتل انبیاء اور اخلاقی گمراہیوں کے باعث یہ ظلم واقع نہ ہوا تھا۔ وہاں ہے۔ "خانی جہاد"۔
یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گمراہانہ جائے گا۔ (۹۳) "خانی جہاد" میں یہ جہاد میں یہ ظلم
یوں پوری ہوئی کہ آپ کے بعد رمیوں نے ان پر اپنے مذہبی قوانین جو ان کے لیے اور مصداق کیا۔ یہ
رہنمایا کی طرح یہودی بھی شہنشاہ کی مبادت کیا کریں۔ جس پر ۱۱۱۱ "خانی جہاد" میں یہودیوں نے ان کی
تحریک شروع کی۔ یہ تحریک ملاتے میں رومی اقتدار کے لیے خط مذہبی قوانین جہاد میں ان کے
عیسوی میں حملہ کر کے پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ جہادی اور نیکل و بنیادوں سے ختم کر دیا۔

اس صورت حال نے یہودیوں کو فلسطین سے دور۔ ملاتوں کی طرف جرت کرنے پر مجبور
کر دیا۔ کچھ لوگ روس اور یورپ کی طرف جرت کر گئے۔ کچھ لوگ اسپین (مسلم سلطنت) کی
طرف نکل گئے اور کچھ عرب ملاتوں میں جا بے جن میں سے تین قبیلوں بنو قریظہ، بنو نضیر اور قریظہ
نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش
کی۔ اس بنا پر مدینہ سے نکال دیے گئے۔ فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو دعوت پر بلا کر کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایک صحابی شہید ہو گئے جن کے قصاص میں اس یہودیہ کو قتل کیا گیا۔

دوسرا صحابہ، اموی دور اور عباسی دور میں یہ لوگ مسلم ملاتوں میں غربت میں امن اور سکون سے
رہے۔ یہ احسان فرمائش قوم اپنی اس بے خانمانی (Diaspora) کے دور میں مسلم ملاتوں میں
حکومت کے اہل انوں سے لے کر کاروباری دنیا میں مکمل دخل تھی۔ اسلامی ریاست میں یہودیوں
میںانیت اور اسلام چھ صدیوں سے زیادہ عرصہ امن اور ہم آہنگی سے رہے۔ باقی یورپ کی طرح
انہیں ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بننا پڑا، لیکن جب مسلم اقتدار کا خاتمہ ہوا تو یہ مسلمانوں نے ان لوگوں کو جبراً
عیسائی بنایا یا پھر قتل کیا گیا۔ میںانیت قبول کرنے والے یہ یہودی "کنو یسوس" (Canvesos)
کہلائے لیکن عام میںانیت انہیں نفرت سے "مارانوس" (Marranos) کہتے تھے۔

عثمانی ترکوں کے دور میں بھی مسلمانوں کی مہماندہائی کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ قوم نے مسلمانوں کو یہ سہ دیا کہ عثمانی خلیفہ سلطان محمد دوم (1453ء) نے یروشلم میں یہودیوں کے لیے ایک عبادت گاہ کی بنیاد رکھی۔ یہودیوں نے اس عبادت گاہ کو تعمیر کیا اور اس میں یہودیوں کی عبادت گاہ بن گئی۔ یہودیوں نے اس عبادت گاہ کے چاروں طرف میں سے دو سو یہودی خانہ گاہوں نے عبادت گاہ کی بنیاد رکھی۔ یہودیوں ہی رہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے۔ یہودیوں نے اپنے معبود (Synogoge) میں عبادت بھی کرتے۔ یہودیوں (Dennch) کے (مصطفیٰ کمال اتاترک اور اس کے ساتھی اسی تحریک کے رہن تھے۔ اسی فرقہ میں ایک اور فرقہ بھی ہوا جس کا سربراہ جبیک فریک 1791ء تھا۔ اس نے ہنسی آزادی کا نعرہ دیا۔ آج کے دور کے بہت سے جدید رجحانات، سیکولر ازم، تشکیک پسندی، دہریت، عقلیت پسندی، طبیعت پسندی، تکثیریت اور عقیدے کو فحشی معاملہ سمجھانے کے پیش رو بھی یہودی ہیں۔

اپنی اس بے خانمانی (Dinspora) جسے قرآن نے "تضریت علیہم الذلۃ والاحتکاف" کہا ہے، کے دور میں یہ قوم ایک طرف مسلم ملاحوں میں بڑے عزت سے رو رہی تھی جبکہ یورپ میں اس کے ساتھ انسانیت سوز سلوک ہو رہا تھا۔

تاریخی بدکرداریوں کی حامل یہ قوم ماضی کی طرح آج بھی ہر جگہ ہر علاقے اور ہر قوم کے باں نفرت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، جس کا اقرار یہودی قوم کے نجات دہندہ "تھیوڈور ہرنزل" (Theodore Hertzal) کو بھی تھا۔ ہرنزل اس بات کا شاکر رہا ہے کہ آخر پوری دنیا میں ہم سے نفرت کیوں کی جاتی ہے؟ ہرنزل کو یقیناً اس کا جواب بھی معلوم تھا اور دو تھان کی یہ تاریخی بدکرداریاں اور احسان فراموشیاں جو آج کتب تاریخ و مذاہب میں پوری طرح محفوظ ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے (بنی اسرائیل) درمیان مبعوث ہونے والے ہرنزل کی زبان سے لعنت کے مستحق بن رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر آج تک دنیا کی پوری قیادت ماسوائے سابقہ امریکی صدر ریش کے ان کو نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

ہم نے بنی اسرائیل کا یہ سارا کردار ان کے مذہبی لٹریچر کی روشنی اور حوالہ جات سے بیان کیا ہے۔ اگر اس کی پوری تفصیل کو سمویا جائے تو ان کا قومی مزاج دو خاصائص پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔ "ایک نسلی تعلق، دوسرے ہوس زر۔" ماضی کی تاریخ ہو یا حال کا ذکر، یہ قوم جس علاقے اور جس ملک میں گئی اپنے نسلی برتری کے زعم کی بنا پر اقلیت میں ہونے کے باوجود وہاں کی تہذیب و قبول کرنے کے بجائے انہوں نے وہاں اپنا کلچر تھوپنے کی کوشش کی۔

ہوس زر کی خاطر ان کے اخلاقی ضابطے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور اب امریکا میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ دولت کی خاطر وہاں ہرنڈائی پھیلا رہے ہیں۔ 1920ء میں ہنری فورڈ اول نے امریکا میں یہودی تعلق سے خبردار کرنے کے لیے "ہماری بین الاقوامی یہودیت" (Our International Jews) لکھی۔ اس میں دو ان کے مزاج کی اس خاصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The claim made for the jews that they are sober race may be true but that has not obscured two facts concerning them that they usually constitute the liquor dealers of countries where they live in numbers and that in the United States they were only the race exempted from the operation of the prohibition law."

آج اس ملک کی ہوس زر کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ جس ملک کو امریکا مد مہیا کرتا ہے وہ اسرائیل ہے۔ چنانچہ "رون ڈیوڈ" مشہور امریکی مصنف لکھتا ہے: "امریکا ہر سال اسرائیل کو 3 ارب ڈالر فنڈ مہیا کرتا ہے۔ یہ امداد فی اسرائیلی 1000 اور فی اسرائیلی سپاہی 9000 ڈالر بنتی ہے۔ اس رقم میں اسرائیل کو مہیا کیا جانے والا اسلحہ شامل نہیں ہے۔" اس طرح یہ قوم آج امریکی عوام پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔ ہوس زر ہی کی وجہ سے اسرائیل عورتوں کی خرید و فروخت کا ایک بڑا مرکز ہے۔ لاہور سے شائع ہونے والے اردو مفت روزہ "ندائے

مت "کے شر سے شریک ہوئے" اسے مشہور عربی جزیہ "انجیہ" کے حوالے سے ایک
 مضمون میں بیان کیا ہے "جیہ" (جس) میں پوری دنیا خصوصاً روس سے لایا گیا اور
 جاتی ہیں جن کی قیمت ایک ہزار سے چار ہزار تک ہوتی ہے۔ یہاں عورتیں اسے پہنچی
 سہ ہوتی ہیں۔ 300,000 اور 5 ہزار اسرائیلی "شہید" (Shequel) میں آتے
 گھٹنے کے لیے کر کے پہنچتے ہیں جاتی ہے جبکہ شہید تائیڈ اور مٹی اسرائیل کا بھی یہ ملک
 ایک بڑا مرکز ہے۔ "یہودی زرنے اس ملک کے معاش کے لیے ایک باری ہے۔ یوں یہ ملک
 اپنے ان عین خاص کی بات پر دنیا کی اخلاقیات کی جاتی کا سامان پیدا کر رہا ہے۔ اس ملک کی
 حق و عدالت گرنی کی پالیسی بھی کوئی پوشیدہ نہیں ہے۔ اسرائیل کی اس قتل و غارت گری کا
 اعتراف خود اسرائیلی جلی عمر کو بھی ہے۔ پروفیسر "شاحق" (Shahik) اس ایب یونیورسٹی
 کیمسٹری کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "جیوش ہسٹری اینڈ جیوش اسٹیٹ"
 (Jewish History and Jewish State) میں عربوں پر اسرائیلی مظالم کی
 داستان تفصیل سے لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں پر سخت پابندی ہے کہ وہ غیر یہودیوں
 کو زمین مزارعت پر بھی نہیں دے سکتے۔ وہاں تعصب کا یہ عالم ہے:

"A Jew could not even drink a glass of water in the home
 of a non-Jew."

فلسطینیوں کے قتل عام کے بارے میں معروف اسرائیلی مؤرخ "ایمان پاپ" (Ilan
 Pape) جو 2007ء تک جیٹا یونیورسٹی میں پروفیسر رہے ہیں، کی کتاب "The Ethnic
 cleansing of Palist" میں درج ہے: "دسمبر 1947ء سے 1949ء تک فلسطینیوں کا
 مسلسل اذیت کا قتل نام ہوا۔ یہودیوں نے فلسطینیوں کی 418 بستیاں صلیبستی سے منادیں۔
 ماہنامہ مذکورہ مؤرخ کے حوالے سے مزید لکھتا ہے کہ مصوف نے جنوری 2008ء میں "ماٹچسٹر
 نیوز" پبلشر "یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"جس طرح فلسطینیوں کا نسلی صفایا: وہاں ہوا قابل فحاش ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد

اس خراب کو یہ بتا دیا کہ اس کو جو انسان کی انوکھ بات نے میری بی بی سے مانگی ہے وہاں
کہ یہودیوں نے اپنی معاشقہ کی بی بی سے مانگی ہے۔ یہ انسانی آزادی، آزاد خیالی اور راسخ
خیالی کی بنیاد پر "ریٹرن ہوم" (Return Home) کے نام سے یہودی مذہب میں
ایک تبدیلی قبول لی۔ اس روشنی خیالی نے یقیناً یہودیوں کی بی بی میں تین بڑے کام ہوئے

(۱) مذہب اور معاشقہ کی باتوں میں الگ الگ دنیا میں تعلیم ملی نہیں۔ اس کے مطابق مذہبی لحاظ
سے یہودیت کا مکمل وفادار رہتے ہوئے مغربی تہذیب کا مکمل طور پر اپنا لیا گیا۔ یہی چیز اب
مسلمانوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۲) یہودی لٹریچر ۱۰۰۰ سالوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کے تحت مسلمانوں کو یہ
ترغیب دینا ہے کہ وہ اپنی تمام مذہبی کتابوں کو قرآن و کفر زبانوں میں شائع کیا جائے اور
اصل نیکیت سے جان چھڑا دی جائے۔ اسی بنا پر آج کل صرف تراجم قرآن شائع کرنے کی مختلف
جانب سے کوششیں ہو رہی ہیں۔

(۳) خواتین کو بھی مسودہ میں رہنے کے طور پر قبول کیا گیا۔ بالکل اسی انداز میں مسلم
سوسائٹی میں بھی اس قسم کی کوشش کی جارہی ہے کہ مساجد میں خواتین ائمہ رکھی جائیں۔ قارئین کو یاد
ہوگا کہ کچھ عرصہ قبل امریکا کی کسی مسجد میں پینت شرٹ میں ملبوس ایک خاتون نے امامت کرائی تھی
جس کی تصاویر بمع خبر اخبارات میں چھپی تھیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے ہاں بعض
نام نہاد مذہبی تنظیمیں تبلیغ دین کے بہانے عورتوں میں درس قرآن کا اہتمام کرتی ہیں اور اس میں
خواتین کی نماز باجماعت کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ یہ اصل مقصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے جس
کی خاطر ان تنظیموں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان تمام مہروضات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے
۱۔ اللہ کے احکام سے علی الامان روگردانی کرنا اس قوم کا شیوہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں یہ قتل

انبیاء سے بھی نہیں چو کے۔

۲۔ دوسری بات پر بد اخلاقی اور بد کرداری پھیلاتا ان کے قومی کردار کا حصہ ہے۔ آج بھی

یہودیوں کے ذرائع ابلاغ اس شیطانی مہم میں لگے ہوئے ہیں۔

دجالی ریاست: مغربی مفکرین کی نظر میں

”عالمی دجالی ریاست“ کا قیام اور ابداف

ایک غیر مسلم صحافی کے زاویہ نظر سے

قارئین کرام! اگلے صفحے میں آپ جو تحریر پڑھنے جا رہے ہیں، یہ کینیڈا سے تعلق رکھنے والے ایک باہمت صحافی کی تحریر ہے جس نے خطرات مول لے کر اسرائیل کا پُر خطر سفر کیا اور واپس آ کر مغربی دنیا کی آنکھیں کھول دینے والی ایک زوردار معلوماتی کتاب لکھی۔ کتاب کا نام ”نیا عالمی نظام اور دجال کا تخت“ (The New World Order Land Of Thom Of Antichrist) ہے۔ نام ہی سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ”نفرت کی ریاست“ اسرائیل کے بارے میں یہ خیال کہ وہ دجال کی عالمی حکومت کا پایہ تخت ہے، صرف مسلم زعماء کا نہیں، بہت سے مغربی دانش ور بھی اسے اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کتاب کی تلخیص اس غرض سے پیش کی جا رہی ہے کہ ہمارے قارئین اس حقیقت تک پہنچ سکیں کہ غیر مسلم اہل مغرب میں سے بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو حالات و واقعات کو مصیبتی بینک کی نظر سے نہیں بلکہ حقیقت تک رسائی کے شعور سے دیکھتے ہیں اور دنیا میں پیش آنے والے مخصوص حوادث کے پیچھے کا درما خفیہ شیطانی قوتوں کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ دلچسپ تلخیص آپ کو بتائے گی کہ مغرب کے باشعور دانش ور جو مصیبت کے اثر سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں، دنیا کو وہی چیز باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی طرف مسلم مفکرین مسلسل توجہ دلا رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دونوں کے انداز فکر اور انداز بیان میں فرق ہے۔ آخر کیوں نہ ہو؟ جبکہ ایک کو وحی کے پتے علم سے رشد و ہدایت اور استفادے کا موقع دستیاب ہے اور دوسرا محض اپنی عقل اور بصارت سے دھندلے شمشے کے پار دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس

معرکہ اور کتاب کے خلاصے سے قارئین کو یہ بھی پتا چلے گا کہ علامہ اہل حق اور اہل باطل کا یہ عالم کیا ہے۔ غیر مسلم اگر اس کی فکر درست سمت میں غور کر رہی ہے تو اس کے اندر سے اس کے جاننے والے انسان بن جائیں گے اور انسانی فطرت تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک ہی جیتے تپتے عالم بن جائے گی۔ دیکھیے کہ غیر مسلم مفکرین موجودہ حالات کو اس زواے سے دیکھتے اور "مذہبی" قیاد میں دنیا کو دیکھتے آنے والے واقعات کو کس انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

ہم پہلے مصنف کا تعارف دیں گے پھر کتاب کا تعارفی خلاصہ پیش کریں گے۔ اس کے بعد آپ اصل کتاب کی تفصیص ملاحظہ کر سکیں گے۔ یاد رہے کہ مصنف مغربی قلم کار بنے ہوئے ہیں، لہذا ان کے بھائے "عرب" کا لفظ استعمال کرتا اور "فلسطین" کے مرے کو اسلام اور یزیدیت سے جباہت دے رہا ہے۔ اسرائیل قازع کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے وہ القاب استعمال نہیں کرتا جو مسلمانوں کا خاصہ ہیں۔ یہ القاب راقم نے "مرثیہ قویین" میں مسماے ہیں۔

مصنف کا تعارف:

مصنف کا نام "راہٹ اوڈرسکول" ہے۔ ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۸ء میں انتقال ہوا۔ ان کا آبائی وطن کینیڈا ہے اور یہ پیشے کے اعتبار سے "معلم" ہیں۔ انگریز، آئرلینڈ اور نیڈرلینڈز کی یونیورسٹیوں میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ "یونیورسٹی آف ٹورنٹو" میں عربی و اسلامیات اسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ تدریس کے ساتھ ان کو تحقیق اور تصنیف کا مادہ ذوق بھی تھا۔ یہ مغرب کے ان انسانیت پسند اور منصف مزاج لوگوں میں سے ہیں جو اعلیٰ انسانی اقدار اور آفاقی انسانی اصولوں کے قائل ہیں۔ انہوں نے اپنے ضمیر کا کام نہیں کھوٹا، نہ آنکھوں نے آ کے تعصب کی دھند آنے دی ہے۔ ان کے اندر چھپے تجسس تحقیق کرنے کے جب انہیں کھوں اور جستجو پر آمادہ کیا تو انہوں نے اس راہ میں آنے والے خطرات کی پروا نہیں کی۔ ایک طرف تو تحقیق کا مستند معیار ان کے جوش نظر رہا ہے اور دوسری طرف تحقیق کے نتائج سے دنیا کو آگاہ کرنے میں انہوں نے کسی خوف کو آڑے نہیں آنے دیا اور نہ کسی دیدہ و یا نادیدہ دشمن کی دشمنی انہیں اس سے باز رکھ سکی ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیق کے دوران جن مختلف مصنفین کی تحقیقات سے استفادہ کیا، ان کے حوالے

فراہدی سے دیے ہیں تاکہ ملی خدمات میں ان کی اذیت کا اعتراف کیا جاسکے۔ ان میں ڈیٹس کریٹن، آئی ڈیو، ڈیروسی اور ایرڈکس شامل ہیں۔ انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ "ڈیٹس کریٹن" سے کیا۔ مناسب ہوگا کہ یہاں ڈیٹس کریٹن کو بھی آپ سے متعارف کروادیا گیا ہے۔

"ڈیٹس کریٹن" ایک سینئر لکھاری اور محقق مزاج امریکی مصنف ہے۔ اس نے اب تک پانچ

معرکہ آرا کتابیں لکھی ہیں۔ 1985ء میں اس نے ایک جریدے "The Midnight

Messenger" کی بنیاد رکھی جس کا مقصد تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی حالات کے بارے

میں دنیا کو آگاہی دینا تھا۔ اس ششماہی جریدہ کی امریکا کی 50 ریاستوں اور دنیا بھر کے 12

ممالک میں اشاعت ہوتی ہے۔ کریٹن امریکا کا بے باک مصنف سمجھا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم نیٹ

سے اس کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ نیٹ پر دی گئی معلومات چونکہ یہودی لکھاریوں کے زیر اثر ہوتی

ہیں، اس لیے اگر آپ "ڈیٹس کریٹن" کے بارے میں معلومات لینے نیٹ پر جائیں تو آپ کو اس کا

تعارف ایک مخصوص انداز میں مخصوص اصطلاحات کے استعمال کے ساتھ مذمتی اسلوب میں ملے گا، جو

اس بات کی ملامت ہے کہ اس شخص کی تحقیقات نے اگر صہیونیت کی صفوں میں دراڑ پیدا نہیں کی تو کھلی

ضرور مچائی ہے۔ یہی حال زیر نظر کتاب "دجال کا تخت" کا ہے۔ آپ اسے سرج کرنا چاہیں گے تو اس

کے بیٹ سٹر ہونے کے باوجود آپ کو نیٹ پر اس کی تفصیلات لینے میں بہت مشکل محسوس ہوگی۔ یہ اس

بات کی ملامت ہے کہ اس نے فی الواقع "برادری" کی ذمہ داری کو چھینا ہے۔ تعارف ملاحظہ فرمائیے:

"ڈیٹس کریٹن" (Des Griffen) سازشی ذہن رکھنے والا ایک قدامت پسند امریکی

لکھاری ہے۔ یہ شخص عیسائی نقطہ نظر سے لکھتا ہے اور بنیادی طور پر عالمی سازشوں اور خاص طور پر

نیو ورلڈ آرڈر کے موضوع میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کی کتابیں امریکی حکومتی کرپشن اور بدنام زمانہ

یہودی منصوبہ سازوں کے کردہ "الوینائی" (Illuminati) کے امریکی معاشرے پر اثرات

کے درمیان ربط دکھانے کی کوشش پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح فری میسنری اور ورلڈ ٹینکس اس کے

خاص موضوع ہیں۔ یہ شخص چائلڈ فیلٹی اور راک فیلز کے دنیاوی سیاست میں خفیہ اثر پر یقین

رکھتا ہے۔ اس کی کتاب "Fourth Rich of the Rich" آٹھ مرتبہ شائع ہوئی اور اس کا

جرمن زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس کا خاص مشغلہ "سنگ مارٹن لوٹھر" کی اسٹوری کی تحقیق و تفتیش کرنا تھا تاکہ اس پر اسرائیلی کہانی کے پیچھے اصل آدمی کو دریافت کر سکتے۔ ۱۹۷۵ء میں یہ ایک آزاد پبلشنگ ہاؤس "Emissary Publications" کے اہم بانیوں میں سے ایک تھا۔ ۱۹۸۵ء میں اس نے ایک اخبار "midnight Messenger Newspaper" کے نام سے بھی تیار کیا جس کو یہ عموماً خود ہی اپ ڈیٹ کرتا ہے۔ "Emissary Website" پر اور "Conspiracy Nation" کے لیے بھی لکھتا ہے۔ صیہونیت پر اس کے آرٹیکل ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں۔ بنگ عزت کی مخالف جماعت (یہاں اس سے صیہونی لابی مراد ہے) اس کی تحریر کو سامیوں کی مخالف (یعنی یہود مخالف) خیال کرتی ہے۔ اس کی کتابوں کے نام سے اس کے کام کی نوعیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

- غلامی میں اترنے کا عمل (۱۹۸۰ء)

- مارٹن لوٹھر سنگ، کہانی کے پیچھے اصل آدمی (۱۹۸۷ء)

- سامی مخالف اور بے بی لومین تعلق (۱۹۸۸ء)

- دوزخ کے طوفانی گیت (۱۹۹۶ء)

- بائبل کے حقائق اللہ کے منتخب بندوں کے بارے میں (۱۹۹۶ء)

اس وقت "گریٹن" اپنی چھٹی کتاب پر کام کر رہا ہے جس کا نام "Storming the

"Gates of Hell" ہے۔

کتاب کا تعارف:

زیر نظر کتاب "نیا عالمی نظام اور دجال کا تخت" کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ اسرائیل پر ہے۔

اس میں مصنف نے اسرائیل کے قیام کی سازشی داستان بیان کی ہے۔

دوسرے حصے میں مصنف نے فلسطین کی موجودہ صورت حال اور فلسطینیوں کی کسمپرسی اور

بے بسی کا ذکر کیا ہے۔ اسرائیل کا سیاسی قیدیوں پر ظالمانہ تشدد اور متاثرین سے براہ راست سنی

دینی داستان تحریر کی ہے۔ یہ ایک مغربی مصنف کی براہ راست گواہی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ

فلسطین پر مظالم کی جو داستانیں اسرائیل کی جیل سے باہر نکلتی ہیں، وہ اس سے کہیں زیادہ ہیامند اور المناک ہیں جتنا ہم سنتے ہیں۔

تیسرے حصے میں مصنف نے اسرائیل سے واپس اپنے ملک (لبنان) جاتے ہوئے پیش آنے والے سنسنی خیز واقعات کا ذکر کیا ہے۔ جس سے اسرائیلیوں کی سنگ دلا نا ذہنیت اور متعصبانہ فطرت کا پتا چلتا ہے۔ آخر میں صیہونیت پر زور دار معلوماتی تبصرہ کیا ہے اور دنیا والوں کو مستقبل میں پیش آنے والے حالات اور ان کے سد باب کا طریقہ اپنے فہم کی حد تک بیان کیا ہے۔ بندہ نے اس حصے میں مربع قوسین لگا کر جا بجا کچھ اضافات کیے ہیں۔ یہ کتاب کا سب سے دلچسپ اور زور دار حصہ ہے۔ اس تبصرے کے آخر میں اس نے صیہونیت کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکی قوم کو جو تجاویز دی ہیں، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ سطریں اس کتاب کا حاصل اور نچوڑ ہیں۔

یاد رہے کہ یہ مقالہ اسرائیل کے بارے میں 1991-93ء کے دوران لکھا گیا تھا۔ اس میں فلسطینیوں کے بارے میں جو بھی بتایا گیا ہے وہ PLO یا حماس کے زاویہ نظر سے ہرگز بیان نہیں کیا گیا۔ اس میں PLO کے کسی رکن کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں کیا گیا ہے، اس میں زیادہ تر عام عوام، صحافی اور انسانی حقوق کے نمائندوں کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ اس لیے یہ تحریر انتہائی متوازن، معتدل اور تمام اہل انصاف کے نزدیک معتبر قرار دی جاسکتی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس نے دجال کو ایک شیطانی طاقت یا شیطانی کارندے کے طور پر نہیں لیا اور نہ اسے مذہبی رنگ سے دیکھا ہے، بلکہ وہ اسے ایک ہوس پرست اور حریص معاشی طاقت کے طور پر دیکھتا اور تبصرہ کرتا ہے جو ساری دنیا کے وسائل پر قبضہ کر کے انسانی نسل میں سے چند لوگوں کا کھلی اقتدار قائم کرنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے مغربی تحقیق کار جب اپنی آسمانی کتابوں تورات اور انجیل سے بھی رہنمائی حاصل نہ کریں گے جبکہ ان میں دجال کے بارپا کردہ فتنوں کا متعدد مقامات پر مختلف انداز میں تذکرہ موجود ہے تو حالات کو محض مادی تناظر میں ہی دیکھیں گے۔ بہر حال اس سب سمجھ کے باوجود کتاب ایک دلیر صحافی اور نڈر تحقیق کار کی جراتمندانہ کوشش اور چشم کشا حقائق پر مشتمل ہے جس پر ہمیں مصنف کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

ذیال (۱)

اس تخصیص میں آپ پہلے مقدمہ پڑھیں گے، پھر بالترتیب اس کے تین حصے اور آخر میں خلاصہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ان تحقیق کاروں کو اس زبردست محنت کے بدلے میں مہاترہ کی کمزیاں ختم ہونے سے پہلے سچے دین کی ہدایت نصیب فرمادے۔ آمین۔

—

وجاں کا تحت

(مقدمہ)

ہیں جیسے ہم زندگی کی نشی میں سوار ہو کر اقامت کے ساحل طرف سفر کرتے ہیں، راستے میں
 جس نے جس ہمیں یہ احساس نہ ہو رہا ہے کہ ہماری زندگی اور تاریخ میں جتنے بھی حادثے ہوئے
 ہیں، وہ شاید بدلتے نہ ہوں، شاید وہ ایک منظم منصوبے کا حصہ ہوں حتیٰ کہ ایک فرد یا متعدد اشخاص
 نے اس کی توقع نہ کیا ہو۔ ”منصوبے“ کی جگہ ”سازش“ کا لفظ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔
 آج کل ہم اپنی زندگی اور معاشرے پر اپنی اہم کیوں کی زندگی اور مغربی معاشرے پر اجاثرات
 دیکھ رہے ہیں، یہ وہ ایک طے شدہ منصوبے کا نتیجہ ہیں جس کی مسلسل نگرانی کی جا رہی ہے؟ ہمیں
 یہ محسوس ہوتا ہے جب ایسا خیال ہو، زندگی میں آتا ہے؟ اگر ہم ایسا ہی محسوس کرتے ہیں تو
 ہم یقیناً اپنے نہیں ہیں۔ پچھلے 60 سالوں کی غلطیوں اور حماقتوں پر اگر نظر دوڑائی جائے تو ایک
 ”Best Seller“ مصنف ”Gray Allen“ امریکا پر اپنے مضمون کے بارے میں کہتا ہے:

”آج ہم اس طے شدہ قانون کے لحاظ سے دیکھیں تو امریکی تاریخ کے آدھے سے زائد واقعات
 بدلتے ہوئے تھے، بدلتے ہوئے آدھے واقعات امریکا کے لیے اچھے نہیں تھے۔ اگر ہم اپنے
 جیسا کہ میں نے پہلے کہا، ہم وقت اندیشی کو بھی نہ نظر رکھیں تو ہمارے رہنما اکثر ہمارے حق میں غلطی
 کرتے رہے ہیں۔ لیکن ہم محض کسی اتفاق یا نچر کی حماقت کا سامنا نہیں کر رہے، ایک منظم اور
 دقیق ترین منصوبہ زندگی کا سامنا کر رہے ہیں۔“

پچھلے 200 سالوں میں بہت سی تاریخی اور فنیہ کارنامہ شخصیات نے اس ”سازش“ یا یعنی
 امریکا کے خلاف امریکا میں ہی جانے والی سازش کا قیام کیا ہے۔ وہ ہمیں اسے ”چند عناصر
 کی سازش“ بتاتے ہیں۔ ان شخصیات میں Charles Henry Poril, Dissali
 Winston Taylor, Cakinet, Lindherth اور محفل ورائٹس کا قیام سمجھے جانے والے

حتیٰ کہ چرچل نے تو (1920ء) میں یہ بیان دیا تھا۔

”ایک بین الاقوامی سازش ہمارے بہت قریب ہے جس کا مقصد ”تہذیب و تمدن کا خاتمہ“ اور ”انسانی معاشرے کی از سر نو تعمیر“ ہے۔ یہ سازش اتنی ہی گھناؤنی ہے جتنی کہ عیسائیت پاکیزہ ہے اور اگر اس کو نہ روکا گیا تو یہ عیسائیت کی تعلیمات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی۔“

چرچل بالٹویک انقلاب کا سخت مخالف تھا اور وہ اس کو ایک سیاسی تہذیبی سے آگے کی چیز کے طور پر دیکھتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ایک نئی بادشاہت کے قیام کے لیے ایک آڑ یا پردہ ہے۔ ایک دجالی بادشاہت کا قیام:

”کچھ لوگ یہود کو پسند کرتے ہیں کچھ نہیں لیکن کوئی باشعور شخص اس بات سے انکار نہیں کرے گا کہ یہ ایک ناپسندیدہ اور انتہائی سے زیادہ حیرت انگیز نسل ہے جو کہ اس دنیا میں آئی ہوگی۔“

اچھائی اور نراکی میں جو جنگ ہمیشہ انسانی سینے میں جاری ہوتی ہے، کہیں بھی اتنی زیادہ شدت اختیار نہیں کرتی جتنا کہ یہودی نسل میں اختیار کرتی ہے۔ انسانی فطرت کا دو غماہن کہیں بھی اتنا کھل کر سامنے نہیں آتا جتنا کہ اس نسل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قوم موجودہ دور میں اخلاقیات و فلسفہ کا ایک نیا نظام لے کر آنا چاہ رہی ہے یا پھر اس کو تہذیب دے رہی ہے۔ یہ نیا نظام اتنا ہی گھناؤنا ہے جتنی کہ عیسائیت پاکیزہ ہے اور یہ نظام عیسائیت کو مسخ کر کے رکھ دے گا۔ اس گھناؤنی سازش میں شامل افراد نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اپنے ذہنوں کو موت کے بعد کی روحانی دنیا سے خالی کر لیا ہے۔

یہودیوں میں یہ کوئی نئی تحریک نہیں۔ Spurataus-Weishaupt کے زمانے سے ”کارل مارکس“ (Karl Marx) سے لے کر ”ٹرائسکی“ (Trosky) روس، ”بلاکن“ (Bela Kun) ہنگری، ”روزا لینن بری“ (Rosa Lunenboury) جرمنی، اور ”ایما گولڈمین“ (Emma Goldman) امریکا کے دنوں تک اس ”بین الاقوامی سازش“ نے زور پکڑنا شروع کر دیا ہے۔ یہ روز بروز بڑھتی اور پھلتی چلی جا رہی ہے۔ اسی سازش نے فرانسیسی

انتخاب میں انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا۔ انیسویں صدی کی بیشتر تحریکوں کا اس سے تعلق ہی سمجھتا ہے۔
بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اب انہی لوگوں نے ان غیر معمولی آدمیوں نے جن کا تعلق یورپ اور
امریکا کی چھپی ہوئی قوتوں سے ہے، روسی خواہ کو ان کے بالوں سے دبوت یہ ہے اور ان کے
سروں کو قابو کر لیا ہے۔ اب وہ اس بڑی سلطنت کے "غیر متنازع آقا" بن چکے ہیں۔

اس موضوع پر میں نے یعنی [رابرٹ اوڈرسل (Robert O'Driscoll)] نے ایک نظم
لکھی اور ساتھ ہی اس کے کئی مقالے تھے جس کو "The Nato and Waraw Pact are one"
کے نام سے کتابی شکل دے دی گئی۔ ابتدا میں تو یہ کام صرف نظم کی حد تک محدود تھا لیکن اس
کو ایک تحقیقی مقالے کی شکل دینا انتہائی مشکل ثابت ہوئے لگا۔ جس چیز کو ہم حالات و واقعات
کے مشاہدے کی فطری جبلت کو استعمال کرتے ہوئے جانچ لیتے یا پہچان لیتے ہیں، وہ بعینہ اسی
طرح مقالے کی شکل میں پیش نہیں کیے جاسکتے، کیونکہ اس کے لیے محسوس ثبوت کی ضرورت ہوتی
ہے۔ میں خود اپنی تربیت اور پڑھنے کے اعتبار سے ایک معلم ہوں۔ پچھلے تیس سالوں سے برطانیہ،
آئرلینڈ اور کینیڈا کی جامعات میں پڑھاتا آیا ہوں، جس میں کینیڈا کی سب سے بڑی جامعات
میں سے ایک "یونیورسٹی آف نونو" بھی شامل ہے۔ میں یہاں 25 سال سے پڑھا رہا ہوں۔
میں نے اسی مقصد کے تحت اس موضوع پر لکھے گئے مواد میں غوطے لگانے شروع کیے جس میں
یورپ، شمالی امریکا اور جاپان وغیرہ کا تاریخی اور فکری مواد شامل ہے۔ ان ہزاروں لاکھوں تحریروں
اور مقالوں یا پھر کتابوں میں سے اکثر بیشتر ہمیشہ کے لیے کھوپچکی تھیں۔ ان کے آثار یا تو کسی کتاب
میں حوالے کی حد تک محدود ہیں یا پھر کسی لائبریری میں کسی اندھے تاریک گوشے میں پڑے ہوئے
ہیں۔ جب میں اپنے جمع کردہ اقتباسات اور حوالہ جات کو جانچ رہا تھا تو میں یہ بات محسوس کر کے اور
بھی زیادہ حیرت زدہ ہو گیا کہ "وجہ کے اس تحت" کی تیاری منظم ترین انداز میں پچھلے دو سو سالوں
سے جاری ہے۔

اس موقع پر میں خود ایک دورا ہے پر کھڑا تھا۔ یا تو میں اس سارے مواد کو اکٹھا کر کے اپنی
ساری عمر اس کو ترتیب دے کر ایک کتاب لکھنے میں گزار دیتا جو کہ میں اکیسے لکھتا، یا پھر دوسرا طریقہ

یہ تو کہ ان تمام مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور آخر میں ان میں سے سب سے جامع کتاب لکھنے والے میں سے ایک کو چون لیتا جو کہ یہی ہی کہانی سنا (یعنی میں اس کے لکھے ہوئے مواد سے اپنی اپنی تحقیق کو سہارا دیتا)

اس کے لیے یہ سے نزدیکی سب سے "وزروں شخص" "ڈپٹی گریٹن" تھا جس نے اپنی تیس سالہ تحقیق میں پانچ کتابیں لکھی تھیں۔ میں گریٹن کے پیش کردہ نتائج سے نہ صرف بہت متاثر ہوا تھا بلکہ اس کے طریقہ تحقیق سے بھی بہت متاثر ہوا جس کی مدد سے اس نے یہ نتائج حاصل کیے تھے۔

دوسرے لکھاریوں کی چہ نسبت سرکاری دستاویزات جیسے "War Office Records" اور "Public Record" پر بہت زیادہ انحصار کرنے کے بجائے، جو کہ اکثر لوگوں کی کمزوری تھی ہے، خاص طور پر اس موضوع پر لکھنے والے مصنفوں کی، گریٹن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اصل حقائق یا بنیادی حقائق کو کبھی بھی متفاد طور پر مشہور کیے گئے فرضی دلائل کی خاطر نظر انداز نہیں کرتا۔ پورے کے پیچھے کے واقعات کو تمام حالات و واقعات کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ وہ اس نیت سے تحقیق کرتا ہے کہ اس سازش کو تیار کرنے والوں نے اصل حقائق احتیاط کے ساتھ دبا دیے ہیں، لیکن عسکری رازوں کو ایک خاص موقع کے بعد چھپایا نہیں جاسکتا، چاہے وہ جنگ ہو یا چھوڑ اور، کیونکہ جب فوجی ریناز ہو جاتا ہے تو وہ دوبارہ ایک عام شہری اور ایک عام انسان بن جاتا ہے۔ عام شہری کی طرح شیخیاں بھگتا رہے اپنے کارنامے اور مشاہدے ادھر ادھر ہاں لگتا ہے اور اپنے افعال کو وسیع تر تناظر میں دیکھتا ہے۔ گریٹن اسی مقصد کے تحت ان لوگوں کا حوالہ دیتا ہے جو ان وقت وہاں پر موجود تھے۔ جیسے کانگریس کے ارکان، وزیر دفاع، ایڈمرل، جرنیل اور سفیر وغیرہ۔ اس کے علاوہ سینیٹ اور ایوان نمایندگان کی کمیٹیاں جنہوں نے تحقیقاتی رپورٹیں تیار کیں۔

بہت سے دوران جاری کیے گئے پمفلٹ اور اس دوران عسکری مرکز سے دیے گئے احکام۔ میں نے گریٹن کے اصولوں اور طریق کار کو بخوبی سے اپنایا اور اپنی تحقیق کے دوران سخت معیار اور تحقیق کے اصولوں پر پابند رہا۔ اس کے علاوہ حقائق کی سچائی کو ہر لحاظ سے دیکھا اور ان کے تمام پیاوؤں کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ گریٹن وہ شخص ہے جو ایک

وسیع تناظر میں تمام واقعات کو دیکھتا ہے اور انہیں "سانی" و "علاقہ" اور "کی" میں جاتا دیکھتا ہے۔ وہ اس بات میں بھی تفریق کر سکتا ہے کہ کیا یہ تحقیق ہے اور کیا یہ تناظر ہے۔ وہ بدل کر دیکھنے سے لیے کھڑی بھی ہے؟ اس لیے میں نے اس کا اور دیکھا اور دیکھا کہ میں نے اس کی کتاب سے مضامین لیے تاکہ قارئین ایک تحقیق جاری تحقیق کو دیکھ سکیں اور جاننے کے بعد ملاحظہ کر سکیں۔

راہٹ اور سکول

یونیورسٹی آف نورنگ

13 ستمبر 1992ء

-

اسرائیل کیسے وجود میں آیا؟

ایک پرخطر سفر کی روئیداد

ذیل میں ہم کینیڈا سے تعلق رکھنے والے ایک نذر صحافی "رابرٹ اوڈرسکول" کا "سفر" دیکھیں۔ اسرائیل "دے رہے ہیں۔ اس صحافی نے جان جوکھوں میں ڈال کر اسرائیل کا سفر کیا۔ مسلمانوں اور یہودیوں سے ملاقاتیں کیں۔ اسرائیلی افواج کی کارستانیاں دیکھیں۔ حالات کا چشم خود مشاہدہ کیا اور واپسی پر اسرائیلی تفتیش کار افسروں کو کامیابی سے غپے دے کر نکل گیا، جبکہ اس کے پاس ایسی تصویریں اور نوٹس موجود تھے جو اسے اسرائیلی جیلوں میں نصب گوشتی بہری سلاخوں کے پیچھے پہنچا سکتے تھے۔ وطن واپس پہنچ کر اس نے اپنی یادداشتوں کو بڑے دلچسپ انداز میں مرتب کیا اور درحقیقت وہ کام کیا جو کسی مسلمان صحافی کو کرنا چاہیے تھا۔ ہم سب کو دعا کرنی چاہیے کہ اللہ رب العزت مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی اس مدد کے صلے میں اسے اس دنیا سے جانے سے پہلے ہدایت نصیب کرے تاکہ وہ دنیا و آخرت کی فلاح کا مستحق ہو جائے۔

صیہونیت اسرائیل کو جنم دیتی ہے:

انیسویں صدی (1800's) کے آغاز سے ہی یورپ اور امریکا میں "سیاسی صیہونیت" ایک نئی طاقت بن کر ابھری لیکن تاریخ خود اس بات کی گواہ ہے کہ صیہونیت کی سب سے زیادہ مدد یورپ اور بحیرہ اوقیانوس کے پار امریکا میں موجود "روحہ شیلڈ" کے گماشتوں نے کی۔ راجس چائلڈ خانہ دار بنو بھی "خازار" نسل کا یہودی تھا۔ 1880ء کی دہائی میں مشہور یہودی سرمایہ دار Baron Edmund de Rothschild نے "خازار" نامی یہودیوں کی ایک خاص نسل کے لیے بہت

ساری خازار بستیاں فلسطین میں بنائیں۔ "خازار" یہودی ہیں۔ "روٹشیلڈ" فلسطینی نہیں ہیں۔
 "خازار" یہودی ہیں اور ملتہم کے حاملہ یہودی ہیں۔ جن کے مذہب نے ان سے ملایا وہ اس
 اور کچھ نہیں سکھایا کہ وہ کوئے (Cioy) یا (Cientile) کے فلسطینی ماہر انسانوں سے ہیں۔ یہ وہی
 اصطلاحات دراصل غیر یہودیوں کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ (پلیو اور نیوٹن) سے بھی
 بدتر اور یہودی نسل کو سب انسانوں سے بدتر سمجھیں۔ "روٹشیلڈ" اپنے قبیلے سے یہودیوں و
 فلسطین میں بسانے کے لیے بے دریغ پیسے خرچ کرنے کے ملایا اس معاملے میں انتہائی تشدد
 اور شدت پسند تھا اور اس حوالے سے کسی یہودی کی مداخلت یا ایسا مشورہ بھی برداشت نہ کرتا تھا
 جو اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ ایک مرتبہ اس نے لینی "ایڈمنڈ روٹشیلڈ" (Edmund
 Rothschild) روسی صیہیون کو صاف صاف بتا دیا کہ اس وقت جنرل دیا تھا جب انہوں
 نے ان یہودی آبادی کے متعلق اپنی تجویز دی تھی کہ اس نے معاملات کس طرح چلانے چاہئیں؟ وہ
 اس قدر ہٹ دھرم اور ضدی تھا کہ اس نے یہاں تک کہہ دیا تھا: "یہ یہودی بستیاں ہیں اور میں
 یہاں وہی کچھ کروں گا جو میں چاہوں گا۔"

(Morton, The Rothschild p.30-31)

جدید صیہیونی سیاست کی بنیاد انٹرنیشنل ہرنزل نے اس وقت رکھی جب اس نے 1897ء
 میں صیہیونی کانگریس کی بنیاد رکھی اور سوئٹزر لینڈ کے شہر بازل (Basel) میں پہلی عالمی صیہیونی
 کانگریس بلائی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس کانفرنس میں شرکت کرنے والے وفد میں سے زیادہ کا
 تعلق مشرقی یورپ سے تھا جن کی تعداد 197 تھی۔ اس کانگریس کو مغربی یورپ کے زیادہ
 تر یہودیوں نے نظر انداز کر دیا۔

اس کے ملایا اگر پچھلے واقعات پر نظر دوڑائی جائے تو ہمیں پتا چلے گا کہ ہرنزل کو یقینا کسی
 نے آکے بڑھایا ہوگا، اس کی مدد اور اس کی پشت پناہی کی ہوگی۔ جیسے اس کا "یہودی ریاست"
 (The Jewish State) نامی کتابچہ لکھنا اور اس کی اشاعت، اسی طرح اس کا سوئٹزر لینڈ
 میں عالمی صیہیونی کانفرنس بلانا۔ ایک اور چیز قابلِ نو ہے کہ بازل میں بلائی گئی کانفرنس میں مغربی

یہودیوں کی عدم دلچسپی ایک ہی چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہودیوں سے کہیں سے کہیں ایک "خازار منصوبہ" سمجھتے تھے۔ اسی لیے وہ اس میں دلچسپی نہیں لے رہے تھے۔

اس کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ خود ہٹلر نے لکھی تھا "اس پانڈس میں میرے دلی یہودیوں کی ایسی طاقت دیکھی جس کا پہلے ہم نے اندازہ بھی نہیں کیا تھا اور وہ وہاں کے یہودیوں کے لیے ایک نئی بات ہے۔ 70 سے زائد ہٹلر کے آئے تھے اور وہ وہاں کے یہودیوں کی دلچسپی سے متاثر ہوئے تھے۔ ہمارے لیے یہ کتنی ذلت کی بات ہے کہ ہمارے مخالفین نے ہماری طاقت کو ختم کر دیا ہے۔"

(Read the controversy of Zainuism, Page 200)

یہی وہ لمحہ تھا جہاں سے "تالمودی یہودیت" کا مغرب پر اثر پڑنا شروع ہوا۔ مغربی ممالک نے "تالمودی یہودیوں" (یا صیہونی یہودیوں) کو ساری یہودیت کا نمائندہ تسلیم کر لیا۔ اس وقت کے چل کر ہم ذکر کریں گے کہ اس غلط فہمی کی وجہ سے مغربی معاشرے میں ایک چاروں اثر پڑا۔ چونکہ مشہور یہودی سرمایہ دار "رتھ شیلڈز" کے زیر اثر یہودی بین الاقوامی بینکروں اور صیہونی سیاست دانوں کے سیاسی مقاصد اور عزائم ایک ہی جیسے تھے۔ اسی لیے اس وقت نے بعد سے صیہونیت کی سب سے بڑی مدد امریکی سر زمین سے آئی۔ یہ مدد خاص طور سے اس وقت سے شروع ہوئی جب 1913ء میں وفاقی ریزرو ایکٹ (Federal Reserve Act) کے ذریعے امریکی معیشت کی شہرگ تالمودی بینکروں کے حوالے کی گئی۔

مشہور یہودی رہنما ربائی وائز (Rabbi Wise) اپنی کتاب Challenging Years کے صفحہ 186 اور 187 میں لکھتا ہے:

"وڈروولسن" (Woodrow Wilson) کی انتظامیہ کے بارے میں ہندینڈیز (Brandies) اور میں اچھی طرح جانتے تھے کہ اس میں ہمیں شرونی سے ایک جہد کرنا ہے۔ خواہ مل جائے گا جو کہ صیہونی مقاصد کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ اس کے علاوہ ہمیں وڈروولسن کے قریبی دوست کرنل ہاؤس (Cornel House) کو کہنا تھا کہ اس سے اہم اور طاقتور دوست تھا، اس کی مدد بھی مل گئی۔ کرنل ہاؤس ہمارے مقصد کو نہ صرف اہم سمجھتا تھا بلکہ اس

نے صدر اور مسیونی تحریک کے درمیان سب سے اہم رابطے اور پلی کا کردار ادا کیا۔ 1914ء کے بعد سے یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا جب ساری دنیا کے یہودی مسیحیت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے اور "یہودی گھر" (Jewish Homeland) کے مطالبے پر سختی سے اصرار کرنے لگے تھے۔ 1916ء میں اپنی صدر سے ملاقات کے بارے میں وائز مین خود کہتا ہے کہ اس نے صدر سے کہا تھا: "جناب صدر! دنیا کے یہودی آپ کی طرف دیکھتے ہیں جب ان کو آپ کی ضرورت پڑے گی۔" جواب میں اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا: "گھبرانے اور اندیشہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، فلسطین تمہارا ہے۔"

مسیونی مؤرخ Dr. Joseph Kastein، 1933ء میں لکھتا ہے کہ ہاسل کی 1897ء میں بلانی گئی مسیونی کانفرنس میں ایک ایگزیکٹو Executive کی بنیاد ملی گئی تھی جو کہ پہلا بین الاقوامی یہودی ادارہ تھا۔ Arthur Brain Coell اپنے قاریوں کو بتاتا ہے کہ کس طرح سے چھوٹا سا مسیونی بین الاقوامی جال دنیا بھر میں کام کرتا تھا (اور کرتا ہے) اس سے پہلے بین الاقوامی یہودی ادارے کے سب سے پہلے ارکان پر ذرا نظر ڈالتے ہیں۔

Sir Ernest Cassel اور Man Warburg ایمبرگ کے بہت بڑے بینک سے وابستہ تھا اور "روتھ شیلڈ" کا قریبی شراکت دار اور دوست تھا جبکہ پہلی جنگ عظیم میں جرمن خفیہ ادارے جو حساس ترین ادارہ تھا۔ کا سربراہ بھی تھا۔ Banque de paris - edouard noetzilin (پریس کا ایک بینک) جو کہ Pays Bas پریس میں واقع ہے، کا اعزازی صدر تھا۔

Franz Phillipson جو کہ برسلو میں تھا اور ان سب میں نمایاں Jacob Schiff جو کہ Kuhn, Loeb and Company جو کہ نیویارک میں واقع "روتھ شیلڈ" کی ایجنٹ تھی، اس کا سربراہ تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جس نے کہ 1917ء کے بالٹیک انقلاب (روس) میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان سب لوگوں کو خون، نسل اور سود کی رسیوں نے آپس میں باندھ رکھا تھا اور ان کا خفیہ نیٹ ورک ایک جگہ سے اشارے سے سرگرم ہو جاتا تھا۔ ان لوگوں نے اقتصادی، سیاسی اور

مالیاتی اٹلی جنس کا حد سے زیادہ مضبوط جہاں بچایا ہوا تھا۔ ایک جنگ سے اشارے پر یہ بہت بڑی مدد جمع کر سکتے تھے، اضافی فئڈز مہیا کر سکتے تھے، بڑی بڑی قوم قہوڑے حرم سے میں اکٹھا کر سکتے تھے۔

(Conell, "Sir Eduard Cassel, From Meifist Destiny")

یقیناً سیاسی مصیبت "تالووی یہودیت" کا ایک لازمی جز تھا۔ دنیا بھر کے زیادہ تر یہودی دنیا کے کسی بھی حصے میں "یہودی ریاست" قبول کر لیتے تھے لیکن تالووی یہودی فلسطین کی ضد کرتے رہے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ ان کا منصوبہ یہ بھی تھا کہ یہ وطن کو اپنا پایہ تخت بنا لیا جائے۔

پہلی جنگ عظیم کا جب آغاز ہوا تو برطانیہ کے لیے بہت سے معاملات بہت اچھی طرح نہیں چل رہے تھے۔ خاص طور سے مصیبتوں کے لیے کیونکہ برطانیہ ان کے شکستوں میں اچھی طرح سے جکڑا ہوا نہیں تھا۔ برطانوی وزیر اعظم اور تمام جنگی جرنیل اس بات پر زور دے رہے تھے کہ کس طرح سے جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ لیکن جب برطانوی وزیر اعظم نے صوفی پیش کش کے لالچ میں آنے اور مصیبتوں کے مطالبے کو ماننے سے انکار کر دیا تو گویا اس نے اپنی سیاسی موت کے سرٹیفکیٹ پر دستخط کر دیے تھے۔ چنانچہ پردے کے پیچھے پوری یہودی مشینری حرکت میں آگئی اور وزیر اعظم Lord Asquith کو ہٹا کر اپنے پٹنہ Llod George کو لایا گیا جس کے بارے میں Dr Cham Wizmann نے کہا تھا کہ "یہودی سرزمین کے لیے حمایت وزیر اعظم بننے سے بھی پہلے سے اس کا خاصہ تھا۔"

اس نے آنے کے ساتھ ہی برطانوی فوج فرانس سے کھال کر فلسطین میں ڈالنا شروع کر دی اور "Sir William Robertson" جیسے قابل جرنیل کو فوج سے فارغ کر دیا جو کہ انتہائی احتیاط فیصلہ تھا۔ اس پر تنقید کرنے کے لیے برطانوی ماہر مسکریات کرنل "Repington" نے مضمون لکھا۔ اس میں کہا گیا تھا:

"یہ انتہائی احتیاط فیصلہ ہے کیونکہ فرانس کو چھوڑ کر فلسطین میں فوج ڈالنے سے ہم فلسطین کی وجہ سے اپنی سلامتی خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ جرمنی نے روس سے جنگ جیت لی ہے اور اب وہ ادھر سے بھی اپنے فوجی فرانس میں ڈالے گا تو ہم کیوں اپنے دس لاکھ فوجی فرانس سے فلسطین میں پھینک رہے ہیں؟"

جب یہ مضمون لے کر دو "The Times" کے دفتر کیا تو اس کا کہنا ہے: "ایڈیٹر Geoffrey Darson نے مجھے انکار نامہ دے دیا اور کہا کہ میرا آج کے بعد سے 'The Times' سے کوئی تعلق نہیں۔"

اس کے بعد Cornel Repington نے Morning Post میں یہ مضمون دیا جو کہ سنسر بورڈ کے پاس بھیجے بغیر شائع کر دیا گیا۔ اس وجہ سے ان دنوں کو گرفتار کر لیا گیا (کرٹل اور اخبار کے ایڈیٹر کو) اور ان پر "قومی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے" کا مقدمہ چلایا گیا لیکن عوامی دباؤ کے باعث ان پر صرف حب الوطنی کی خلاف ورزی کی فرد جرم عائد کی گئی اور سزا کے طور پر جرمانہ لگا دیا گیا۔ اتحادیوں کی عربوں سے غداری:

عربوں سے آزادی کے وعدے کے باوجود برطانوی حکمران عربوں سے غداری پر تلے بیٹھے تھے۔ جیسا کہ ایک یہودی مؤرخ Alfred Lilienthal کہتا ہے:

"اگر عربوں کو پتہ ہوتا کہ خفیہ سفارتی معاہدے پہلے ہی سے طے ہو چکے ہیں تو اس بات کا شاید ہی کوئی امکان ہوتا کہ کسی قسم کی بغاوت ہوتی۔"

انگریزوں اور اتحادیوں کی عربوں کے بارے میں بد نیتی کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس بات پر نظر ڈالنی چاہیے جو کہ "لارڈ بالفورڈ" (Lord Balforer) نے اس وقت کہی تھی جب اس نے اس تاریخی بد مہدی پر مشتمل "اعلان بالفورڈ" کا اجرا کیا تھا۔ اس نے کہا تھا:

"فلسطین میں ہم اس تجویز کو ہرگز پیش نہیں کریں گے جس میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ فلسطین کی مقامی آبادی کی خواہشات کو بھی مد نظر رکھا جائے کیونکہ بڑی طاقتوں نے پہلے ہی صہیونیوں سے معاہدے اور وعدے کیے ہوئے ہیں اور صہیونیت چاہے صحیح ہو یا غلط، اچھی ہو یا بری، وہ ایک لمبی روایت پر مبنی ہے اور ان سات لاکھ کے لگ بھگ عربوں سے زیادہ اہم اور اثر انگیز ہے جو کہ وہاں رہتے ہیں۔ جہاں تک فلسطینیوں کا تعلق ہے تو بڑی طاقتوں نے تو شاید ہی ان کے حق میں کوئی ایسا بیان دیا ہو جس کی انہوں نے خلاف ورزی نہ کی ہو۔"

(Hisst "The gun and the olive branch p.42")

دوسری جنگ عظیم کے بعد دہشت گردی کے ذریعے صہیونی ریاست کا قیام

جب یورپ اور ایشیا سے ساری دنیا کی توجہ ہٹ گئی، خاص طور سے جب دوسری جنگ عظیم اپنے اختتام تک پہنچی تو ساری دنیا کی توجہ کا مرکز فلسطین بن گیا کیونکہ صہیونی اسرائیلی ریاست کے قیام کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ نومبر ۱۹۴۴ء میں جب برطانوی نوآبادیاتی سیکرٹری "Lord Mayne" فلسطین کے مسئلے کے پرامن حل کے لیے قاہرہ پہنچا تو فلسطین کے دو صہیونی دہشت گردوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ دو اور بہت سے منصف مزاح لوگوں کی طرح سمجھتا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں صہیونی منصوبہ جاہلی کے علاوہ اور کچھ نہیں لاسکے گا۔

جب ۱۹۴۶ء میں انگریزی "عالمی صہیونی کانگریس" کا انعقاد جنیوا میں ہوا تو "ڈاکٹر وائزمن" (Dr. Weizman) (جو کہ اس یہودی ادارے کا سربراہ بھی تھا) نے ایک خاص چارٹر کی منظوری لی۔ اس میں فلسطینیوں سے لڑنے کے عزم کو مختلف ناموں سے پیش کیا گیا تھا، جیسے: "مزاحمت، دفاع اور حریت۔" اس چارٹر کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں فلسطین کی برطانوی اتھارٹی کے خلاف لڑنے کی اور ہر جگہ لڑنے کی بات کی گئی تھی، یا دوسرے لفظوں میں عالمی صہیونی کانگریس نے صہیونی ریاست کے قیام کے لیے دہشت گردی کی منظوری دی اور توثیق کی۔ روس میں بھی یہی ہتھکنڈے نہایت کارآمد ثابت ہوئے تھے۔ دراصل "برادری" نے نہایت دوراندیشی سے کام لیا تھا اور اس بات کو سمجھ گئے تھے کہ صہیونی ریاست دہشت گردی کے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس مقصد کے لیے کئی یہودی دہشت گرد تنظیمیں فلسطین میں قائم ہو گئیں تاکہ صہیونی ریاست کے قیام کے لیے دہشت کے ذریعے دباؤ ڈالا جاسکے۔ ان میں سے دو انتہائی اہم تھیں۔ ایک کا

نام تھا "اڈن زوالی" وہی "جس کی سربراہی یٹانم بین کر رہا تھا۔ دوسری دہشت گرد تنظیم کا نام تھا "لیچی" (L. chi) جس کی سربراہی اتھلی شامیر کر رہا تھا۔ Los Angeles Times کے مطابق یہ اسرائیل کی زیر زمین شروعات تھیں اور قتل کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔ ان دونوں تنظیموں کے سربراہ آگے چل کر اسرائیل کے وزیراعظم بنے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مصیبت اور دہشت گردی یا اسرائیلی رہنما اور دہشت گردی کسی حد تک لازم و ملزوم ہیں۔

Lord Moyne کے علاوہ مصیبتی دہشت گردوں نے Sir Harold Mac Millan جو کہ فلسطین کا برطانوی ہائی کمشنر تھا، کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی۔

(Bell, "The lang War : Israel and the Arabs Since 1948, p201)

اسی طرح Count Folke Bernadotte جو کہ 1948ء میں اقوام متحدہ کا مقرر کردہ سویڈن کا ثالث تھا، اس نے بغیر کسی روک ٹوک کے فلسطین میں یہودی آمد کی سختی سے مخالفت کی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اس بات پر بھی زور ڈال رہا تھا کہ وہ فلسطین میں موجود پناہ گزینوں (مہاجر فلسطینی مسلمانوں) کو اسرائیل میں دوبارہ واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ اس کے علاوہ وہ اس بات پر بھی زور دے رہا تھا کہ جتنی بھی ملکوں کو نقصان پہنچا ہے اس کا بھی ازالہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو بھی ایک دہشت گرد یہودی تنظیم "اسرن گینگ" نے ہلاک کر دیا۔ اسرائیلی حکومت کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ یہ قتل کس نے کیا ہے؟ لیکن کسی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، ایسے ایسے قاتل ہیرو بن گئے اور "بنگن" اور "شامیر" تو بعد میں اسرائیلی حکومت کے سربراہ اور وزیراعظم بھی بنے۔

جیسے جیسے فلسطینی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی اور خونریزی بڑھتی چلی گئی، یہودیوں کی اسرائیل آمد میں منظم طریقے سے اضافہ ہوتا چلا گیا۔ برطانوی ایوان عام (House of Commons) کی ایک کمیٹی نے اعلان کیا:

"بہت بڑی تعداد میں یہودی مشرقی یورپ سے جرمنی میں موجود امریکی زون کی طرف ہجرت کر رہے ہیں تاکہ بالآخر فلسطین پہنچ سکیں۔ یہ بات تو بالکل صاف ہے کہ ایک انتہائی زیادہ

منظم تحریک جس کے پاس بے پناہ پیسہ، طاقت اور اثر و رسوخ ہے، اس کے لیے کام کر رہی ہے۔“
اس کے علاوہ امریکی ایوان بالا (Senate) کی بھی ایک کمیٹی جو کہ جنگ کے بارے میں تحقیقات کے لیے یورپ بھیجی گئی تھی، اس نے بھی یہ بیان دیا تھا:

”یہودیوں کی مشرق یورپ سے جرمنی میں موجود امریکی زون کی طرف نقل مکانی ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے لیے پیسہ امریکا میں موجود بعض گروپ اور تنظیمیں مہیا کر رہی ہیں۔“

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ہجرت روس کے زیر انتظام مشرقی یورپ اور خود روس کے اندر سے ہوئی جو کہ چرچل کے بقول Iron Curtain (سرخ پردے) سے ہوئی جہاں سے کبھی بھی ادھر سے ادھر نہیں جاسکتی تھی، بلکہ امریکی اور اتحادی تو دوسری طرف کے لوگوں کو واپس روس میں دھکیل رہے تھے۔ ایسے کٹھن وقت میں ہزاروں کی تعداد میں روس اور مشرقی یورپ سے یہودیوں کی نقل مکانی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس کو لندن، ماسکو اور واشنگٹن کی پوری پوری حمایت حاصل تھی۔ کہاں تو کوئی بھی شخص سوویت یونین سے بغیر اجازت کے نہیں نکل سکتا تھا اور کہاں یہ حال کہ Iron Curtain نے یہودیوں کے ریلے کو فلسطین جانے کی کھلی چھوٹ دے رکھی تھی۔

1946ء اور 1947ء میں صہیونی دہشت گردی اپنے عروج پر تھی۔ یہودی دہشت گردوں نے برطانوی فوجیوں کو بھی نہ بخشا۔ ہزاروں برطانوی فوجی (جن کو پہلی جنگ عظیم میں فلسطین لایا گیا تھا) ان پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا، کبھی انہیں سوتے ہوئے اپنے ابدی گھر روانہ کر دیا گیا، یا پھر دھماکے کے مختلف طریقوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ ایک بارغ میں دو برطانوی فوجیوں کو اذیتیں دے کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ جولائی 1946ء میں یروٹلم میں موجود کنگ ڈیوڈ ہوٹل (King Dewad Hotel) کو دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ یہ دھماکا کرنے والے دہشت گرد صہیونی اچھی طرح سے جانتے تھے کہ اس وقت اس ہوٹل میں نہ صرف برطانوی فوجی بلکہ یس بے خبر یہودی اور چالیس مسلمان بھی اس ہوٹل میں کام کر رہے ہوں گے۔ بم دھماکے سے بیس منٹ پہلے ہوٹل میں ایک فون کال موصول ہوئی جس میں برطانوی کمانڈر کو یہ دھمکی دی گئی تھی کہ وہ اس علاقے کو خالی کر لے جو کہ نہ کیا گیا، کیونکہ برطانوی سمجھتے تھے کہ یہ علاقہ پوری طرح سے محفوظ ہے اور اس طرح

یہاں تو زیادہ تر عرب بدو قبائل آباد تھے اور یہاں پر یہود عرب تناسب ۱,۰۰,۰۰ پر ۱۷۵ کا تھا۔ اسی طرح یہیں سے ارض فلسطین کی زیادہ تر گندم اور گہوں کی پیداوار حاصل کی جاتی تھی جبکہ زیتون اور سنراں (ایک صحرائی پھل) کی پیداوار بھی اس علاقے سے ہوتی تھی لیکن اس سب کے باوجود اسرائیل یہ کہتا رہتا ہے: "اسرائیل وہ ہے کہ جس نے نجف کے صحرا کو ایک زرخیز اور خوبصورت باغ میں تبدیل کر لیا ہے۔" (Dimbleby : The Palestenians)

ایک مرتبہ پھر صہیونی پروپیگنڈے نے دنیا بھر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک دی۔ جیسے جیسے اقوام متحدہ میں فلسطین کے تقسیم کی کوشش شروع ہوئی، ویسے ویسے صہیونیوں نے مربوط لابیگ شروع کر دی جبکہ دوسری طرف عربوں کے پاس ایسے ذرائع نہیں تھے جن سے وہ ایسی لابیوں بنا سکتے اور نہ ہی وہ جھوٹ بولنے کے فن سے آشنا تھے۔

اس پلان پر جب پہلی بار ووٹنگ کی گئی تو اسے مطلوبہ تعداد میں ووٹ نہیں مل سکے۔ اگلے چند دنوں میں امریکی صدر ہیری ٹرومین اور امریکی انتظامیہ نے دیگر ممالک پر اتنا دباؤ ڈالا کہ زیادہ تر ووٹ جو کہ "نہیں" میں تھے یا ایسے ممالک کے تھے جو ووٹنگ سے اجتناب کر رہے تھے، ان کو ہاں میں تبدیل کر لیا گیا جبکہ بعض ممالک جن کا ووٹ اس منصوبے کے خلاف تھا ان کو ووٹ ڈالنے سے اجتناب کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اس وقت کے امریکی سیکرٹری دفاع Jhon Forestal نے کہا تھا: "امریکا اس وقت اسکیٹلڈل کی حد تک دوسری قوموں پر دباؤ اور زور ڈالنے والا مجرم تھا۔"

ایک مورخ J. Boweryer Bell کا کہنا ہے کہ اگرچہ صہیونیوں نے سفارتی جنگ ضرور جیت لی تھی حالانکہ "انجیل اور تورات کی پیش گوئیوں کی جذباتی انداز میں دہرانے کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔" لیکن چونکہ عرب پوری سرزمین چاہتے تھے جبکہ صہیونی سمجھوتے کی بات کر رہے تھے اور اقوام متحدہ میں زیادہ تر ممالک انصاف پر مبنی فیصلے کی بات کر رہے تھے، اسی لیے عربوں کی بات کو بالکل غلط چیرائے سے دیکھا جانے لگا جبکہ صہیونیوں کے لیے فلسطین میں آدھا حصہ مار لینا ایک اچھا سمجھوتہ تھا کیونکہ وہ تو ایک رتی برابر بھی اس زمین کے

مالک نہیں تھے جو ان کو الائن کی مئی تھی۔ (یعنی وہ خطہ نوآپ کی ملکیت نہیں اس کا 54 فیصد اگر آپ کو مل جائے تو یہ ایک نہایت نفع بخش اور اچھا سمجھوتہ ہے) یہ ایک شیطانی منصوبہ تھا لیکن انتہائی چالاک سے ترتیب دیا گیا تھا۔

سب سے بڑی دھوکہ بازی یہ ہوئی تھی کہ اس قرارداد میں جب اسرائیل نے اپنے مطلوبہ رقبے سے بھی زیادہ خطے پر قبضہ کر لیا تو پھر بعض حلقوں نے اسے ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے مطابق پیچھے ہٹنے کو کہا۔ اس پر اسرائیلی سفیر نے بنی اسرائیل کی روایتی تاویل سازی کی جھلک دکھاتے ہوئے کہا: "کیونکہ اس سودے کی تحریر فعل ماضی میں ہے اس لیے اگر اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا تو یہ خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔"

چونکہ اقوام متحدہ کی ان سفارشات کے باوجود فلسطین میں تشدد بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس لیے اقوام متحدہ نے سلامتی کونسل کی تمام سفارشات کو معطل کرنے کی کوشش کی جبکہ اردن نے بھی صیہیون کی بے جھجک دہشت گردی سے تنگ آ کر اسرائیل کے بارے میں اپنی پالیسی تبدیل کرنے کا عندیہ دیا اور اس بات کی افواہیں گردش کرنا شروع ہو گئیں کہ برطانیہ کی سربراہی میں دوبارہ سے مینڈیٹ والا نظام قائم کیا جائے گا جبکہ اس میں امریکا کا بھاری کردار ہوگا۔ اس موقع پر صیہیون نے اس بات کا احساس کر لیا کہ اگر ایسا ہو گیا تو اسرائیل کا معاملہ شاید ہمیشہ کے لیے کھٹائی میں پڑ جائے۔ لہذا انہوں نے ذرا بھی دیر لگائے بغیر دہشت گردی کی کارروائیوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بے سروسامان عربوں کو جنگ میں تھونکا گیا۔ جبکہ ان کو تو ۱۹۳۹ء کے وائن پیپر (قرطاس ابیل) کی اشاعت کے بعد پہلے ہی ہتھیار ڈالوا کر نہتا کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس یک طرفہ جنگ میں جو کچھ ہوا وہ اس طرح سے ہے:

"یہودی دہشت گرد دھکیوں" "ارگن" اور "لیکمی گینگ" نے "دیر یاسین" نامی گاؤں پر حملہ کر دیا۔ انہیں جو بھی نظر آتا اس کو چھریوں سے کاٹ دیتے۔ ۲۵۰ سے زائد عرب مسلمانوں کو جن میں زیادہ تر عورتیں اور بچیاں تھیں، کنوؤں میں پھینک دیا گیا۔" (Time Magazine)

اس تعلیم و ہشت کردی کے نتیجے میں فلسطینیوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ اگر انہوں نے اپنی زمین نہیں چھوڑی تو ان کے ساتھ کیا ہوگا۔ لہذا چند ہزار افراد کے علاوہ انہوں کی تعداد میں عربوں نے قریبی عرب ریاستوں میں ہجرت کرنا شروع کر دی۔

اس بہیمانہ قتل عام کا واقعہ کچھ اس طرح ہے:

”جب لوگوں کو خبر ملی کہ ”ارگن“ (بدنام زمانہ دہشت گرد یہودی تنظیم) کے بد معاش اس گاؤں کے قریب آ رہے ہیں جو کہ زیادہ تر عرب میسائیوں پر مشتمل تھا تو بہت سے لوگوں نے ایک گر جاگھر میں پناہ لے لی اور ایک مقامی راہب کے پیچھے سفید جھنڈے کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہ دکھانے کے لیے کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں اور یہ کہ ان کی کوئی خواہش نہیں کہ وہ اسرائیلیوں سے لڑیں۔ دیر یا سین ہرگز کوئی عسکری ٹھکانہ نہیں تھا بلکہ اس گاؤں کے عیسائیوں کے یہودیوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ یہ گاؤں ”حیفہ“ میں واقع تھا۔ لیکن یہودی دہشت گردوں نے کسی چیز کا لحاظ نہ کیا۔ نہ گر جاگھر، نہ امن کی خواہش اور سفید جھنڈے کی علامت کا۔ انہوں نے عورتوں، بچوں سمیت بے دریغ قتل عام کیا۔ ان کی خونی پیاس اس وقت بجھی جب وہاں لاشوں کے علاوہ کچھ نہ بچا۔“

اس گاؤں کے رہنے والوں کا قتل عام صرف ایک نیت سے کیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ مقامی غریب آبادی میں خوف برپا کیا جاسکے۔ Jaques de Reynier جو کہ ریڈ کر اس کا نمائندہ تھا جب اگلے روز اس جگہ پر پہنچا تو اسے اسرائیلیوں نے بتایا کہ وہ اس علاقے کی ”صفائی“ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مشین گنوں اور دستی بموں کو استعمال کیا تھا جبکہ آخر میں چھریاں استعمال کی تھیں۔ کوئی بھی شخص دیکھ سکتا تھا کہ 250 سے زائد مرد، عورتیں اور بچے ذبح کیے گئے تھے۔ نوجوان عورتوں کی عصمت دری کی گئی تھی۔ ایک حاملہ عورت کو بری طرح سے مارا چنا گیا تھا اور اس کے بچے کو چاتو سے پیٹ کاٹ کر نکال دیا گیا تھا۔ ایک نو عمر لڑکی کو اس وقت گولی سے ہلاک کر دیا گیا تھا جب اس نے ایک چھوٹے بچے کو بچانے کی کوشش کی تھی۔

(Dimbleby, "The Palestenians" p 80)

Richard Cutting کے مطابق جو کہ اس پورے علاقے کے لیے اقوام متحدہ کا نائب

انسپکٹر جنرل تھا۔ لوگوں کو باقاعدہ وکٹ کر نکلے نکلے کیا گیا تھا اور کانوں نے ٹٹے نہ سے اتاری۔
 ہمیں اسرائیلی فوجیوں کے کپڑوں سے چپکے ہوئے ملے تھے جن میں ان مورتوں اور تیلوں سے
 بندے بھی کانوں میں لگے ہوئے تھے جن کو 'مغالی ہم' کے دوران نکلے نکلے لایا گیا تھا۔
 Cutting نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ اس کو ایک خفیہ پیغام یادداشت دینے لیا تھا۔
 ارمن کو جگانہ (Hagannah) جو کہ اس وقت اسرائیل کی باضابطہ آرمی تھی، کی طرف سے دی گئی
 تھی۔ اس میں لکھا تھا:

"دیر یاسین ہمارے پان کا پہلا حصہ تھا، جب تک تم اس پر قبضہ جمائے رکھتے ہو تو ہمیں اس
 بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ تم کس طرح سے یہ سب کچھ کرتے ہو۔"

(Dimbleby, "The Palestenians", p.80)

اس کے کافی عرصے بعد یگین نے اپنی آپ بیتی میں اس بات کا اعتراف کیا:
 "یقیناً یہ ایک کامیاب منصوبہ تھا کہ عربوں کو افواہوں کے ذریعے کہ اس طرح کے مزید
 واقعات بھی ہو سکتے ہیں، اتنا دہشت زدہ کر دیا جائے کہ وہ اپنی زمینیں چھوڑ کر بھاگ جائیں۔"

(Hisst, "The Gun and The Olive Branch")

اگرچہ دیر یاسین پر صہیونی حملہ بہت بڑا انسانی سانحہ تھا مگر دوبارہ اسی طرح کے حملے کرنے کی
 دھمکی محض خالی خولی دھمکی نہیں تھی۔ انہی دھمکیوں اور دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے والے
 یہودیوں کا سب سے بڑا اور کامیاب حربہ یہ تھا کہ وہ پیٹرول کے بھرے ڈرم میں آگ لگا کر لڑھکا دیا
 کرتے تھے۔ یہ گھومتے ہوئے بیرل عربوں کے گھلوں میں جا کر تباہی مچاتے تھے۔ ان بموں کو
 "Barrel Bombs" کہا جاتا تھا۔ ان کو عام طور سے گنجان آبادیوں اور دکانوں میں پھینک
 دیا جاتا تھا جن سے بے پناہ جانوں اور املاک کا ضیاع ہوا تھا۔

(Dimbleby, The Palestenians, P.89)

صہیونیوں کی سیاہ تاریخ اور قیام اسرائیل کی بنیادیں

اس عنوان کے تحت ہم اسرائیل کے قیام (1948ء) اور اس صہیونی ریاست کے لیے اختیار کیے جانے والے شیطانی جھکنڈوں کو بیان کریں گے۔
صہیونیت کے دو چہرے:

صہیونیوں کے دو رخ ہیں: ایک عوامی دکھاوے کے لیے ہے۔ یہ بڑا نرم دل اور سیاسی مسکراہٹ سے بھرپور ہے۔ دوسرا وہ سنگدل اور خوفناک رخ ہے جو خفیہ اور دنیا سے چھپا ہوا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ بات بہت زیادہ فائدہ مند ہوگی کہ ہم "تھیوڈور ہرنزل" جو کہ سب سے بڑا صہیونی سیاست دان تھا اور جس نے پہلی مرتبہ صہیونی ریاست کے لیے ایک باقاعدہ منظم ترین کوششوں کا آغاز کیا تھا، کے بیانات اور کتابوں کا مطالعہ کریں اور اس کی ذاتی اور عوامی رائے جس کا وہ ہر جگہ اظہار کرتا رہتا تھا، اس پر نظر رکھیں۔ اس نے اپنے مقالے "یہودی ریاست" (The Jewish State) میں تفصیل سے اپنے دماغ میں موجود طریقہ کار کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"صہیونیوں کا عظیم الشان منصوبہ یہ ہے کہ تہذیب و تمدن کی ایک شاخ بربریت کے درمیان کھولی جائے اور اس کی بنیاد رکھی جائے۔"

(Hisst, "The Gun and The Olive Branch P. 15")

ہرنزل اور اس کے دوست بین الاقوامی دنیا کو یہ دھوکہ دے رہے تھے کہ مقامی عرب آبادی کے حقوق اور ان کی آزادی پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ اپنے ایک اور مقالے (1902ء) Old New Land یعنی Alteneuland میں ہرنزل نے ایک ایسا نقشہ کھینچا تھا جس میں

مسیحی ریاست کے فلسفین میں قیام کے فوائد کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس میں اس نے لکھا تھا:

”عرب ہمارے نئے دوست بن جائیں گے اور ہاتھ کھول کر ہمارا ساتھ دیں گے اور اس بات پر بہت زیادہ پر جوش ہوں گے کہ مسیحی ان کے لیے جدید دنیا کے تمام لوازمات فراہم کر رہے ہیں۔ اور میرا سے بھرے ہوئے دلدلی ملاقاتے اور بے آب و گیاہ صحرا کو ایک خوشنما باغ میں تبدیل کر رہے ہیں۔“

(Hisst, "The Gun and The Olive Branch P16")

یہ تو تھی اس کی دنیا دکھاوے والی سوچ جو وہ عوام کے سامنے بیان کرتا تھا، لیکن اس کی اپنی ڈائری جس میں وہ اپنی ذاتی رائے کا ذکر کرتا ہے اور جس کے بارے میں اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ کسی وقت عوامی نظروں میں آجائے گی اور ایک اس خفیہ ڈائری کی اشاعت بھی ہوگی۔ اس میں اس کے خیالات ہی سمجھ اور تھے۔ اس کتاب کا نام ہے: "The Complete Diaries of Theodre Hezl"

اس ڈائری میں اس نے نکل کر اسرائیل کے قیام کی اصلی حقیقت کا ذکر کیا ہے۔ اسرائیل کے قیام کے لیے اپنے منصوبے کا ذکر وہ ان مرحلہ وار نکات کی شکل میں کرتا ہے:

اولاً: وہ ایک یورپی طاقت سے اسپانسر شپ (Sponser Ship) کا ذکر کرتا ہے تاکہ یہودیوں کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا کر سکے جس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ یہودی اس مقصد کے لیے اپنی دولت اور پریس (میڈیا) کو استعمال کریں۔

دوم: ہرنزل اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ عربوں اور یورپی اقوام میں بھی پھوٹ ڈالنے کی ضرورت ہے خاص طور سے بڑی یورپی قوتوں کے درمیان۔

سوم: یہ کہ یورپی حکومتوں کو زیر کرنے کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ان کے جاسوسی نیٹ ورک میں تحس کر کارروائی کی جائے اور اپنے نیٹ ورک کی طاقت کو دکھایا جائے جو کہ ساری دنیا بالخصوص یورپ میں بڑی تیزی سے کام کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے بڑی زبردست بات کی۔

”ایک نئی یورپی جنگ مسیحیت کے لیے انتہائی فائدہ مند ہوگی۔“

برٹزل نے یہ بھی لکھا کہ صرف تیناؤں ہی سے "صیہونی ریاست" قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔ اپنی دہائی میں وہ اس بات پر بحث کرتا ہے کہ صیہونی ریاست صرف اسی صورت میں پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے جب مکمل اور دوسروں کو چیل کر رکھ دینے والی صیہونی بالادستی قائم ہو جائے جبکہ ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی کرنا ہوگی کہ مقامی آبادی (یعنی فلسطینی مسلمانوں) کو وہاں سے نکال باہر کیا جائے (واضح رہے کہ یہ شخص پہلی جنگ عظیم سے پہلے مر گیا تھا اور یہ تحریر مائپا ۱۹۰۰ کی ہے) اس نے لکھا:

"ہماری کوشش یہ ہوگی کہ غربت سے پھر آبادی کو بارڈر کی دوسری طرف چپکے سے منتقل کیا جائے اور اس مقصد کے لیے انہیں قریبی ریاستوں میں نوکریوں اور دوسری مراعات کی لالچ دی جائے جبکہ خود فلسطین میں انہیں کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے یا پھر ان کے لیے روزگار کا حصول ناممکن بنا دیا جائے۔"

"The Complete Diaries of Theodre Hezl Vol I p 343"

بعد میں (۱۹۴۰ء کی دہائی میں Joseph Heitz نے جو کہ صیہونی نوآبادیات کا چارج سنبھالے ہوئے تھا، بھی یہی بات دہرائی:

"ہمارے آپس کے درمیان یہ بات بالکل صاف صاف ہونی چاہیے کہ اسرائیل میں دونوں فریقوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر اتنی بڑی تعداد میں عرب یہاں پر موجود رہیں تو ہم اپنی آزادی کے نصب العین کو ہرگز نہیں پاسکیں گے۔ ہم ساری عرب آبادی کو یہاں سے منتقل کر دیں گے یا ہمیں ایسا کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ ایک بھی گاؤں اور ایک بھی قبیلہ باقی نہ رہے۔"

(Hist, "The Gun and The Olive Branch P130")

قیام اسرائیل کے لیے صہیونیت کے دو حربے

۱۔ مسلمانوں کی نسل کشی:

اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح سے فلسطینی عربوں کی نسل کشی کے لیے یہودی دہشت گردی کا بے دریغ مظاہرہ کیا گیا، تاکہ صہیونی ریاست کے لیے جگہ بنائی جاسکے۔ جیسے "النارہ" کے گاؤں کو مکمل طور پر خالی کر لیا گیا تھا، جب صہیونی قوتوں نے مسلمانوں کے تمام گھروں کو دھماکے سے اڑا دیا اور دھمکی دی کہ واپس نہیں آنا۔ اسی طرح ایک اور عرب قصبہ "نصر الدین" میں ہر گھر کو مسمار کر دیا گیا تھا یا پھر جلا دیا گیا تھا یا پھر مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح "الرومہ" میں ہگانہ نے سب کو کہا تھا: "یا تو لبنان کی طرف بھاگ جاؤ یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" حیدہ اور نابھریس (Tiberius) کے شہروں کی ساری عرب آبادی ختم ہو گئی تھی جب 1948ء میں ہگانہ نے وہاں پر حملہ کیا تھا۔ Eincz Zetium کے گاؤں میں سب کو اکٹھا کیا گیا تھا اور ایک ایک شخص کو جن کر صلیب کیا جاتا تھا۔ کئی عورتوں کو مارا پیٹا گیا جبکہ 37 نوجوان مرد اور بچوں کو شہید کر دیا گیا۔ 29 اکتوبر 1948ء کو اسرائیلی ہوائی جہازوں نے "صف صف" کے گاؤں پر دھیانہ بمباری کی تھی۔ اس کے بعد فوجی، قصبے میں داخل ہوتے چلے گئے۔ مقامی آبادی کا صفایا کرتے چلے گئے۔ اسی دوران چار لڑکیوں کی کئی اسرائیلی فوجیوں نے ان کے خاندانوں کے سامنے بار بار آبروریزی کی۔ اس کے بعد میں لوگوں کو اندھا کر کے باری باری گولی مار دی گئی۔ ماجد الکرم میں دس عام نیبے شہریوں کو قتل کر دیا گیا۔

1948-49ء کے دوران جب صہیونی حملے کی خبر پھیلی اور فلسطینیوں کو اس بارے میں پتہ چلا تو اسرائیلیوں نے اپنی پالیسی تبدیل کر دی اور پھر دھوکہ اور فریب کی ایک نئی روایت قائم ہوئی۔ اسرائیلی فوجی مقامی ریڈیو اسٹیشن سے اور نرکوں پر بھاری میگافون لگا کر مسلمان رہنماؤں کی طرف

سے عربی میں اعلانات کرواتے تھے:

”اللہ کے نام پر اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگ جاؤ۔“

(Dumbleby, "The Palestenians, Page 80)

ظاہری بات ہے کہ سرکاری سطح پر یہی کہا جاتا تھا کہ مسلمان رہنماؤں ہی نے مقامی عرب آبادی کو بھاگنے کا مشورہ دیا تھا تاکہ اپنی جائیدادیں چھوڑ کر اس جنگ زدہ علاقے سے دور بھاگ جائیں۔ لیکن ایک فلسطینی مصنف ولید غلیل اور بہت سے دوسرے مصنفوں نے جن میں Erskine Childers بھی شامل ہے جو کہ اقوام متحدہ کی اس کمیٹی کا رکن بھی رہا جو کہ عرب ریڈیو اور رپورٹوں کی نگرانی کرتی تھی، ان سب کا کہنا ہے کہ مسلمان رہنماؤں کی طرف سے فلسطین میں اپنے آبائی گھروں کو چھوڑنے کا ایک ذرہ برابر بھی حکم فلسطینی رہنماؤں نے نہیں دیا تھا۔ اس کے برعکس متحدہ ایسے حوالے دیے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فلسطینی عرب آبادی سے یہ کہا گیا تھا کہ فلسطین چھوڑنے سے معاملہ اپنے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اس سے فلسطینی مقصدیت کو نقصان پہنچے گا۔

(Woolfson, Portrail of a Palestenian, Page 17)

حتیٰ کہ صہیونی بھی 1950ء کے بعد سے اس بات کا ذکر کرتے ہیں جب اسرائیلی حکومت نے فلسطینی مہاجرین کے بارے میں یہ پالیسی اپنائی: ”جو چلے گئے وہ چلے گئے۔“ یعنی وہ فلسطینی مسلمان جو آج بھی اقوام متحدہ کے زیر نگرانی امدادی کیمپوں میں رہ رہے ہیں اور فلسطین سے چلے گئے ہیں وہ دودھشت زدہ ہو کر جب فلسطین سے چلے گئے تو بس چلے گئے۔ اب انہیں واپس آنے دیا جائے گا۔ یہی وہ وقت تھا جب اسرائیلی حکومت یہ کہتی رہی تھی: ”پناہ گزینوں کا مسئلہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے جس کا اسرائیل کے قیام سے کوئی تعلق نہیں۔“

2۔ جھوٹا پروپیگنڈہ:

صہیونی تحریک کے آمازی سے اس کے پیچھے سب سے بڑی قوت Anti Semitism تھی۔ جس کا مطلب ہے ”یہود مخالف“ یا پھر ”یہود کے خلاف نفرت“ جبکہ اس کا حقیقی مطلب یہ

ہے کہ "اسرائیل کے بیٹے" (یہود) "جنائل" (غیر یہودی انسانوں) کے ساتھ نہیں رہ سکتے کیونکہ وہاں پر انہیں نفرت، تعصب اور ظلم کا نشانہ بنایا جائے گا۔ اسی لیے یہودیوں کو بھی اپنے آپ کو الگ کرنا پڑے گا، بالکل ویسے ہی جیسے "Britan Is British"۔ یہ بات ڈاکٹر وائز مین نے کہی تھی کیونکہ صہیونی تحریک کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اتنے یہودیوں کو جمع کیا جاسکے جو کہ نہ صرف اس مقصد کے لیے مالی مدد کر سکیں بلکہ وہ اسرائیل کی طرف نقل مکانی کرنے کے لیے راضی بھی ہوں۔ اس مقصد کے لیے بہت سے مواقع پر صہیونی رہنماؤں کو عام یہودیوں پر دباؤ اور دہشت گردی کے ہتھکنڈے استعمال کرنا پڑے، تاکہ وہ اس بات کو یقینی بناسکیں کہ یہودی آبادی فلسطینیوں کی آبادی سے زیادہ رہے جس کی پیدائش کی شرح بہت زیادہ ہے۔

جیسے 1945ء میں امریکی صدر فرینکلن روز ویلٹ نے مغربی یورپی اقوام کو کہ امریکیوں کے ساتھ ہیں، یہ تجویز دی کہ ہولوکاسٹ کے مظلوموں کو امریکا اور یورپ کے لیے ایک لاکھ ویزوں کا اجرا کیا جائے۔ اس ہولوکاسٹ سے بچ جانے والے یورپی یہودیوں میں سے زیادہ تر مشرقی وسطیٰ (اسرائیل) نہیں جانا چاہتے تھے اور ان کا صہیونیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن صہیونیوں نے فوراً اس منصوبے کو (یعنی یورپی یہودیوں کو امریکا کا ویزا دینے کے منصوبے کو) شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور اس بات پر زور دیا کہ کم از کم تین لاکھ افراد کو اسرائیل بھیجا جائے جبکہ امریکا کی کانگریس پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ صرف بیس ہزار یہودیوں کو امریکا کا ویزا جاری کرے اور اس کام میں صہیونیوں کی مدد کی جائے کہ باقی سب یہودی اسرائیل کی طرف نقل مکانی کر سکیں۔

(Dimbleby, "The Palestenians, Page 84)

1950ء کی دہائی کے آغاز ہی میں اسرائیل سے یہودیوں کی واپس نقل مکانی اسرائیل آمد کے لیے کی گئی نقل مکانی سے بھی بڑھ گئی جو کہ صہیونیوں کے لیے انتہائی خطرناک تھا۔ اس چیز کو روکنے اور آبادی کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اسرائیلی حکومت کی نظر قریبی عرب ممالک پر پڑی۔ خاص طور سے عراق پر جہاں 1,30,000 یہودی آباد ہیں۔ یہاں کے یہودی نسبتاً خوشحال تھے اور عرب آبادی کے ساتھ پر امن طریقے سے رہ رہے تھے اور یہاں پر ان کی سیاسی

۱۹۵۱ء کے درمیانی عرصے میں عراق میں رہائش پذیر یہودیوں کے محلے میں تین بم دھماکے ہوئے اور اس کا یہ نقشہ کھینچا کہ یہ یہودی مخالف دہشت گرد گروہوں کا کام ہے۔ ان دھماکوں کے فوراً بعد ہی صہیونیوں نے ایسے پمفلٹ بانٹنا شروع کر دیے جن میں یہ درج تھا کہ اسرائیل کی طرف ہجرت کی جائے کیونکہ یہی وہ محفوظ علاقہ ہے جہاں وہ اب رہ سکتے ہیں۔ ناقص منصوبہ بندی اور جہد بازی کی وجہ سے تحقیقی اداروں کی نظر ان صہیونیوں کی طرف ہو گئی جو ان دھماکوں میں ملوث تھے اور اس سلسلے میں تحقیقات کا آغاز کیا گیا۔ ایک آدمی جس کا نام Yehudah Tajja تھا، کو اس کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا جس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس کو دھماکے کرنے کے لیے صہیونیوں نے پیسے دیے تھے۔ یہ ثبوت عراقی اہلکاروں کے لیے انتہائی موثر ثابت ہوئے، لیکن صہیونی پروپیگنڈے کا کمال دیکھیے کہ انہوں نے پھر بھی عراقی حکومت پر بہت زیادہ سیاسی دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ خاص طور سے چین الاقوامی حلقوں کی طرف سے بے تحاشا دباؤ ڈالا گیا اور یہودیوں کو عراق چھوڑنے کا مشورہ دیا گیا۔ قدرتی طور پر ان پر صرف اسرائیل ہی کے دروازے کھلے تھے۔

(Hisst, "The Gun and The Olive Branch P155-164")

اس سے بھی زیادہ افسوسناک واقعہ اور صہیونی سفاکیت کی مثال نومبر 1940ء کے مہینے میں Patria نامی کشتی کے ڈوبنے کے واقعے میں ہوئی جب اس میں سوار کئی برطانوی معززین کو 252 غیر قانونی یہودی تارکین وطن سمیت فرق کر کے ڈبو دیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل 1968ء میں Dr. Herzl Resenblim نے تل ابیب کے اخبار Yedios Acheronos میں لکھی۔ Resenblim اس صہیونی ایکشن کمیٹی کا حصہ تھا جس نے اس حملے کا حکم دیا تھا۔ اس نے اخبار میں انکشاف کیا کہ اس نے اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی تھی کہ Patria حملہ نہ کیا جائے لیکن اس کو سخت دھمکی دی گئی اور جسمانی تشدد کا بھی نشانہ بنایا گیا تھا تاکہ اس کی زبان بند کی جاسکے۔ اس غیر انسانی عمل کے دفاع میں موسیٰ شاہ رت Moshe Sharret نے بیان دیا تھا (جو کہ اسرائیلی حکومت کا اعلیٰ عہدیدار تھا): ”ہمیں کبھی چند افراد کی قربانی دے کر بہت سے

افراد پہنا ہوتا ہے۔ ان یہودیوں کو اس لیے قتل کیا گیا تھا کہ ساری دنیا میں یہ دھندلاراپنا
بے ملے کہ یہود مخالف لہر حد سے تجاوز نہ چلی ہے۔ یہی Anti Semitism صہیونی تحریک کے
خون کا حصہ اور اس کی بقا کا سہارا ہے۔

یہود دنیا بھر میں اپنے خلاف پائی جانے والی نفرت کا رونا روتے رہتے ہیں لیکن درحقیقت
اس میں موروٹی اور عائلیہ نفرت نے اسرائیل کے استحکام میں بڑا موثر کردار ادا کیا۔ World
Zionist Organization کے صدر Dr. Nahum Goldman اپنی 23 جولائی
1958 کی جنیوا کی کانگریس میں منعقد کی گئی تقریر میں کہتا ہے:

”یہود سے نفرت میں موجودہ کمی نے ایک نئی گھنٹی بجادی ہے۔ اب یہودی ہر جگہ برابر کے
شہری ہیں۔ جہاں یہ یہودی کیونٹی کے لیے اچھی بات ہے، وہاں دوسری طرف ہماری سیاسی زندگی
کے لیے یہ انتہائی سے زیادہ منفی اثر رکھتی ہے۔“

اسی طرح Davar اخبار کے مدیر نے جو کہ اسرائیل میں سب سے بڑی سوشلسٹ پارٹی کا
اخبار ہے، لکھا تھا کہ وہ ان یہودیوں کو جو کہ سکھ کا سانس لے کر آرام سے دنیا بھر میں بیٹھ گئے ہیں،
ان کو اس طرح سے واپس لائے گا کہ چند اچھی کارکردگی والے نوجوانوں کو بھیج کر یہ نعرہ بازی
کروائی جائے: ”یہودیو! تم اسرائیل واپس چلے جاؤ۔“ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز انکشاف
اس وقت سامنے آیا جب Malkid Greenwald جو کہ جرمن حکومت کا زکن تھا، اس نے اس
بات کا اقرار کیا کہ یہودی ایجنسی جو کہ اس وقت صہیونی اداروں کی سب سے مضبوط ایجنسی تھی، نے
نازیوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں یہودیوں کو بے دخل اور یہودی
کیسوں میں منتقل کرنے کی کوششوں میں خود کش جرمن نازی حکومت کی مدد کریں گے۔ اس کی
غرض یہ تھی کہ ان کو صحت مند یہودیوں کو اسرائیل کی آبادی بڑھانے سے اسرائیل بھیجنے کی اجازت
دی جائے۔ اس کو بعد میں معاف کر دیا گیا لیکن اس نے یہ الزام یہودی ایجنسی کے Rudolph
Kastner کو دیا۔ اس کا اعتراف جرمن حکومت کے سب سے بڑے نازی رکن Adolph
Eihmann نے Life میگزین کے ایک آرٹیکل میں بھی کیا۔

انصاف پسند یہودیوں کی جانب سے صہیونیت کی مخالفت

یہ باب بڑا دلچسپ ہے۔ یہودیوں اور صہیونیوں کی پیدا کردہ جہاں و بربادی کو جاننے کے لیے ہمیں عربوں ہی کی نہیں، بلکہ ان یہودیوں کی بھی سنی چاہیے جو کہ اسرائیل میں آئے تھے اور ان کی رائے بھی لینی چاہیے۔ اس سلسلے میں Nahan Chofshi کے خیالات حد سے زیادہ اہم ہیں۔ وہ ان پہلے پہل کے صہیونی تارکین وطن میں سے تھے جن کا جوش ایک بھیاں تک تجربے میں تبدیل ہو گیا۔ جب اس نے اسرائیل کے قیام اور فلسطینی آبادی کے لیے غیر منصفانہ رویے کو دیکھا۔ وہ لکھتا ہے:

”ہم آئے اور ہم نے مقامی عرب آبادی کو پناہ گزینوں میں تبدیل کر دیا اور اس سب کے باوجود ہم ان کو گالی دیتے ہیں اور ان سے نفرت برتتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنے کیے پر نادم ہوں، ہمیں شرم آئے اور ہم اس کا کچھ حد تک ازالہ کریں۔ ہم اپنے بھیاں تک کرتوتوں کا دفاع کرتے ہیں اور ان کو مزید بڑھا چڑھا کر حسین منظر کشی کرتے ہیں۔“

(Dimbleby, The Palestenians, Page 91)

Chofsi آگے چل کر کہتا ہے:

”صرف ایک اندرونی انقلاب ہی سے یہ طاقت ہمیں نصیب ہو سکتی ہے کہ ہم عربوں سے قاتلانہ نفرت نہ کریں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ نفرت ہمارے لیے بالآخر جہاں لے کر آئے گی۔ اس وقت ہمیں یہ احساس ہو گا کہ ہم پر ان بھیاں تک کرتوتوں کی کتنی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو کہ ہم نے عرب پناہ گزینوں کے ساتھ روا رکھے۔ ہم نے ان کے ساتھ کتنا برا کیا۔ ہم نے یہودیوں کو دنیا بھر سے (سات سمندر پار سے) فلسطین لا کر بسایا لیکن ان عربوں کی دراشتوں اور جاگیروں پر جن کے کھیت پر ہم کا شکار کرتے ہیں، جن کے باغوں کے ہم پھل کھاتے ہیں، جن کے انجور ہم اکٹھا کرتے ہیں اور جن شہروں میں ہم رہتے ہیں، ان کو ہم نے لوٹ لیا۔ عربوں سے

[illegible]

(Gilman Archives & Library)

Hebrew University • John Magnes

بھاری جیل کی طرح 1986ء میں ایہ اعلیٰ دیہت کی تہ جب میں وہاں پہنچا تو (Moshe Dayan) "اپنے راجھی سببوں سے یہاں پہنچا تھا"

[illegible]

(Hsst, "The Gun and The Olive Branch P172")

۱۹۲۱ء میں کئی ایک یوینیورسٹیوں میں Asher Ginzburg صوبائی قریب سے رہا

کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں: وہ بھائی تھا۔

”کیا یہ وہ منہاں ہے جس سے لیے ہمارے والدین نے ویشیں نہیں اور جس کی خاطر اتنی نسلوں نے شقتیں جمیلی ہیں؟ یا صیون (Zion) کی طرف وہی ہائی وہ خواب ہے جو کہ صدیوں سے ہمارے لوگ دیکھتے آئے ہیں لیکن اب جب ہم وہاں لوٹ آئے ہیں تو ہم زمین پر شب خون مار رہے ہیں۔ وہ بھی صیونیوں کا؟ ان لوگوں نے اپنے نبیوں کی قربانی دے کر اور تہذیب و تمدن کے اصولوں کی خاطر خود انہوں نے شقتیں جمیلی ہیں لیکن یہ آپس میں جڑیں ہیں اور پھر بھی خون بہا رہے ہیں اور اپنی انتقام کی خواہش کو بے وقار رکھ رہے ہیں۔“

اس نے بعد، بہت بعد، یعنی ۱۹۴۰ء کی دہائی میں ایپ اور یہودی مصنف Rib

Binyomin بنیמין :

”میں خود اپنے لوگوں کو پہچان نہیں پا رہا ہوں۔ لیونہ۔ ان کی روموں میں تہہ ملی آ چکی ہے۔ ان

لوگوں کے مظالم اور سفاکیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بات سے بھی کہ عوامی رائے میں ان لوگوں کے کروتوتوں کو اچھی اور قابل ستائش نہ سمجھا جاتا۔

(Thylier, "The Zionist Mind," P108)

ڈاکٹر دائر مین جو کہ ایک "روتھ شیلڈ" ایجنٹ اور سفارتکار تھا، اس نے 1944ء میں جب فلسطین کا دورہ کیا تو یہ بیان دیا تھا:

"اس وقت ماحول بالکل Militarisation کا ہو گیا ہے (صہیونی آبادی اور رہنماؤں کا) اور اس سے بھی بری چیز جو کہ افسوسناک بھی ہے اور غیر یہودی بھی کہ دہشت گردی کا ارتکاب بھی کیا جا رہا ہے۔"

(Zionist Archives and Library)

مشہور یہودی مذہبی رہنما Hirsch جو کہ Neturei Karata کا ایک سابق حکمران تھا، اس نے بھی یہ بیان دیا:

"صہیونیت یہودیت کے حیران کن حد تک خلاف ہے۔ یہودی لوگ ایک روحانی حلف اٹھا چکے ہیں کہ وہ بزور طاقت مقدس زمین پر واپس نہیں جائیں گے۔ خاص طور سے وہ لوگ جو وہاں پر رہ رہے ہیں (یعنی مقامی آبادی) ان کی خواہشات کے خلاف وہ ہرگز اس زمین میں نہیں جائیں گے۔ یہودی لوگوں کو مقدس زمین خدا کی طرف سے دی گئی تھی اور ہم نے اس پر گناہ کیے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں جلاوطن کر دیا گیا تھا اور ہمیں اس کی پاداش میں یہ سزا دی گئی کہ اس زمین کو دوبارہ لینے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

(Zionist Archives & Library)

یہ یہودی رہنما تو اس حد تک کہتا ہے: "ہولوکاسٹ بھی صہیونیت کی وجہ سے ہوا تھا۔"

اب نہیں معلوم کہ یہ شخص ہولوکاسٹ کو خدا کی پکڑ اس وجہ سے سمجھتا تھا کہ یہ سب صہیونیوں کی تا فرمانی کی وجہ سے ہوتا آیا تھا یا پھر صہیونی قیادت کے کالے کروتوتوں کو اس کی وجہ سمجھتا تھا؟ (روتھ شیلڈ اور اس کا نیٹ ورک اور اس کے سویت نازی اور امریکی حکومت کے ساتھ تعلقات) یہ بات تو واضح نہیں، لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اسے صہیونیت کی چٹائی گئی تباہی کا اندازہ ضرور ہو چکا تھا۔

حصہ دوم

فیلڈ اسٹڈی

اسرائیل جانکر جب کی مئی یہ معلومات بہت زیادہ جامع نہیں ہیں، لیکن جو کچھ بھی میں لکھ رہا ہوں وہ میری ذاتی تجربہ ہے۔ اس کے لیے میں نے فلسطین کے مقامی باشندوں سے بہت سے انٹرویو کیے۔ میں مقامی لوگوں سے بہت زیادہ مکالمے کیا تاکہ مجھ کو اپنے قارئین کو حقیقی بات بتانے میں زیادہ پتلا پائے ہو۔ میں نے زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا انٹرویو کیا۔ میں نے ان افراد کے ساتھ مختلف اسطرت سے نہیں کی کہ ان کو یہ احساس ہو میں ان سے کچھ پوچھ رہا ہوں، بلکہ میں ان سے جموں مٹ بہت سی ایسی چیزیں کہہ دیتا تھا جس سے ان کو پتا نہیں چلتا تھا کہ میں ان سے یہ سب کس لیے پوچھ رہا ہوں؟ اس لیے مجھے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئیں جن کا عام حالات میں معلوم ہوتا میرے لیے ناممکن تھا۔ جن لوگوں نے مجھے اجازت دی میں نے ان کے اصلی نام لکھے ہیں اور ان کے شب بھی بتائے ہیں لیکن میں نے زیادہ تر اپنے ان دوستوں کی شناخت کو خفیہ ہی رکھا ہے۔

میں نے سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی کہ واقعات سے براہ راست منسلک لوگوں کے انٹرویو کیے جائیں۔ پھر ان کو میں نے دوسرے انٹرویوز سے ملا کر اور دیگر ذرائع اور طریقوں سے ان کی جانچ کی اور ان کے Reliability (مستند ہونے کے ثبوت) کو دیکھا۔ میں نے اس سلسلے میں ایسے سوال ناموں (Questionner) جو کہ ایک جیسے اور معیاری تھے، کا بھی استعمال کیا۔ یہ سوال نامے میں نے ان لوگوں سے پھر واپس جو مختلف علاقوں کے رہنے والے تھے اور ایک دوسرے کو جان بھی نہیں سکتے تھے، لیکن ان کے جوابات میں جہ ان کن حد تک مماثلت موجود تھی۔ ان سب کو مد نظر رکھتے ہوئے میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ واقعی اسرائیلی کام اور فوجی

فلطین کے سیای قیدیوں کو قتل دیتے۔ اور باقاعدہ منصوبہ سے قتل دیتے رہے۔ اور عام فلسطینی آبادی نے انسانی حقوق کی ملکی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔
آرتھوڈوکس (لٹ) یہودی اور یہودیت۔

اس سے پہلے کہ میں اپنی تحقیقات کا تفصیل سے ذرا لبروں اور فلسطینیوں کے لیے اسرائیلیوں کے رویے کا ذکر کروں، میں اتنے ہی ضروری ایک اور موضوع کا ذکر کرنا چاہوں گا جو ایک عام اسرائیلی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ "آرتھوڈوکس" یہودی مذہبی تنظیمیں اسرائیل کے لیے سخت رویہ رکھتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر اسرائیلی فوج میں شمولیت کے مکمل خلاف ہیں حتیٰ کہ بعض تو اسرائیل کو تسلیم تک نہیں کرتیں، لیکن اس سب کے باوجود آرتھوڈوکس یہود کے صیہونی تحریک اور اس کے رہنماؤں پر گہرے اثرات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اسرائیل کے قیام کے لیے کی جانے والی کوششوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ [مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو یہودی صیہونیت کے کسی حد تک مخالف ہیں، وہ بھی اسرائیل کے قیام میں ان کے معاون اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش حامی یا شریک کار ہیں۔]

اپنے آپ کو جب میں نے ایک نوجوان یہودی مذہبی طالب علم ظاہر کیا تو میں نے کئی دن یروشلم کے "آرتھوڈوکس ییشوا" (Yeshiva: یہ ایک طریقے کا منظم کیمپ ہوتا ہے) جو پرانے القدس شہر میں واقع ہے، میں داخلہ لے لیا اور کئی دن تک وہیں رہا۔ اس دوران میں نے بہت سے مذہبی مباحثے اور مذاکرے و مناظرے بھی دیکھے جو کہ علمی نوعیت کے تھے، لیکن ان کا تعلق براہ راست مذہب سے تھا۔ اس کے علاوہ میں نے بہت سے رہبانوں (یہودی مذہبی پیشواؤں) سے بھی گفتگو کی جس میں ان سے تورات اور تلمود کے بارے میں بات کی جاتی تھی۔ یہی باتیں میں بعد میں اپنے ساتھی طالب علموں سے بھی کرتا تھا اور ان سے مذاکرات کے ذریعے اپنی معلومات کو مستند اور وسیع کرتا تھا۔

تورات تو اس حد تک مبہم مطالب و مفہیم پر مشتمل ہے کہ ان میں خود آپس میں تضاد موجود ہے۔ اسی بنا پر اس کی ضرورت پیش آئی کہ زبانی قانون کو "مشناہ" (Mishnah) کی شکل میں الگ سے ترتیب دیا جائے جو کہ صرف معنی اور تشریح معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوگا۔ اس کے

لیے ہمیں "تالمود" کے ایک اور حصے جس کا نام "جمارہ" (Gemarah) ہے، کو بھی استعمال رہا ہوتا ہے جو کہ حقیقتاً اس قانونی رائے دیں [یہودی علماء کے فتاویٰ] پر مشتمل ہے جو کہ نسل و نسل یہودی رہیوں نے کی تھی اور اس کے کچھ حصے جناب عیسیٰ (علیہ السلام) سے بھی پہلے زمانے کے ہیں۔

ایک اور چیز جس پر آرتھوڈوکس یہودی سب سے زیادہ زور دیتے ہیں، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان کی بنیاد ہی اس چیز پر ہے، وہ یہ کہ تمام قوانین کو بالکل "جامع" کر دیا جائے تاکہ دنیا کے ہر مسئلے کا حل اس میں موجود ہو اور کوئی بھی مسئلہ نہ جائے جو ان یہودی مذہبی قوانین کی رو سے حل نہ ہوتا ہو۔ تورات کے بارے میں، میں کوئی عالم نہیں ہوں لیکن میں جو سمجھتا ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ تورات کی سب سے پہلی شکل "احکام عشرہ" تھی۔ بعد کے انبیاء کے جو صحیفے آئے وہ تورات میں شامل کیے جاتے رہے جبکہ اس کی وضاحت اور اس کے معنی یہ لوگ الگ کتابوں میں لکھتے تھے جیسے تالمود۔ تالمود کی تاریخ کے مطابق یہ بائبل میں قید کی تاریخ تک مکمل ہو گئی تھی، جبکہ مشناہ (Mishnah) عیسیٰ (علیہ السلام) کے آس پاس کی لکھی ہوئی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس میں اور تالمود میں پیغمبروں کے علاوہ یہودی علماء کے فتوے بھی درج کیے ہوئے ہیں۔ جس سوال کا ان کے پاس جواب نہ ہوتا کہ انسان کو یہ اچھی طرح سے پتا ہو کہ اسے کس طرح سے اور کیا کرنا چاہیے، اس کے متعلق جوابات انہی قوانین سے دریافت کیے جاتے ہیں۔ [یہ بالکل سورہ بقرہ میں مذکور گائے والا واقعہ ہے کہ کس رنگ کی، کتنی عمر کی اور کیسے اوصاف والی گائے؟ راقم] اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حیران کن حد تک یہ 613 قوانین ہیں جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ بننے چلے آئے ہیں اور یہ بڑھتے ہی چلے گئے ہیں۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ وہ خدا سے قریب پہنچ جائے تو اسے ان سب پر اچھی طرح سے اور پوری پوری طرح سے عمل کرنا پڑتا ہے۔ زندگی کا ہر پہلو جس میں اس کا رہن بہن، اس کا لباس، اس کا کھانا پینا، اس کے بال، اس کے خیالات، اس کی عبادات اور ان کے طریقے بالکل اسی طرح سے ہونے چاہئیں جس طرح کہ یہ 613 قوانین بتاتے ہیں۔

حتیٰ کہ عام سے عام موضوعات اور زندگی کی روزمرہ کی چیزیں بھی انہی قوانین کی سمجھت چڑھتی ہیں، جیسے مثال کے طور پر جب میں Yeshiva (یشیوا) میں تھا تو وہاں کے طالب علم

ربانی (زیر تربیت یہودی پیشوا) تین دن تک صرف ایک نکتے پر بحث کرتے رہے۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ اگر ہوا زور سے چلے اور میز پر موجود ایک شخص نے چشمے وزمین پر گرا دے اور اس کا ساتھی اس پر چڑھ جائے تو تالمودی روشنی میں اس وقت کیا فیصلہ ہونا چاہیے؟ طلبہ اس بات کو مد نظر نہیں رکھے ہوئے تھے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی ذاتی رائے دیں کہ ان چشموں کے نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ تو اسی بات پر اٹکے ہوئے تھے کہ اس صورت میں "تالمود" کیا کہتی ہے؟ کیونکہ اس پوری بحث میں اپنے دل اور دماغ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ بندہ خدا کی طرف صرف اسی صورت میں رجوع کر سکتا ہے یا پھر اس کی توجہ کا مرکز بن سکتا ہے، جب وہ تالمود کے قوانین کی بہت زیادہ پاسداری پوری طرح کرتا ہو اور اس کی کوشش یہ ہو کہ وہ زندگی کو اس قانون کے تابع کر لے حتیٰ کہ زندگی کی اسپرٹ (روح کو بھی) اسی قانون کے ماتحت اور تابع کر لیا جائے تاکہ وہ بالکل حرف بہ حرف مشافہ (mishnah) کے قوانین جیسی ہو جائے۔

لیکن ان سب کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ان آرتھوڈوکس یہودیوں کے معلق یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ لوگ خدا کے وجود کو اپنے اندر ڈھونڈنے کے بجائے ایک دور دراز کی فرضی دنیا اور خیالی قوانین میں ڈھونڈتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ہمیشہ کے لیے خدا سے جدا ہو جاتا ہے اور انہی قوانین کی بھول بھلیوں (Maze) میں گم ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہی کر سکتا ہے یا پھر اس کے پاس یہی چارہ رہ جاتا ہے کہ اس دھندلے سے رشتے کے ذریعے جس کو وہ قانون کہتا ہے، اس کے ذریعے وہ خدا سے اپنا تعلق جوڑ سکے، لیکن یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اپنی زندگی کا ایک ایک پل تالمود کی ہزاروں تشریحات میں تلاش کرے، جو کہ اس کے یہودی علماء (اسکالرز) نے بیان کیے ہیں۔

آرتھوڈوکس (Orthodox) یہودیت کا اگرچہ لفظوں میں خلاصہ نکالا جائے تو یہ بنتا ہے:

"ہر طرح سے عقل کا دل پر جبری اور نہ ختم ہونے والا نفاذ، ذمہ داری (Duty) کا اشد ضرورت پر، خیال کا احساسات پر۔"

لیکن کیا زندگی اس حد تک قانون کے زیر اثر ہو سکتی ہے کہ ہر چیز پتھر پر لکھ دی جائے؟ کیا

انسانی روح وہ اس سے بڑا ہے، عقل اس سے کم ہے، تو یہ جو کہ ہے، اس کا نام "روح" ہے۔
 یہ کہ انسان سے عقل بڑا ہے، اس کا نام "روح" ہے۔
 اس کا نام "روح" ہے، اس کا نام "روح" ہے، اس کا نام "روح" ہے، اس کا نام "روح" ہے۔
 اس کا نام "روح" ہے، اس کا نام "روح" ہے، اس کا نام "روح" ہے، اس کا نام "روح" ہے۔

[illegible][illegible]

اسرائیل میں پریس کا کردار

دریائے اردن سے طبرقی کنارے میں نہر نے اردن میں خوش قسمت تھری فسطینی صحافیوں سے رابطے میں آگیا جنہوں نے مجھے ان بارے میں بتایا کہ اسرائیلی میڈیا کی طرف سے کام کرتا ہے؟ اسرائیلی میڈیا عام طور سے اپنی چوہ بیان کرتا ہے جو اسرائیل کے مسلطی ترجمان بتاتے ہیں۔ ان مسلطی بیانات میں صرف یہودی فوجیوں سے لی گئی معلومات کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور دیگر یعنی شہاد کا تو تذکرہ بھی نہیں ہوتا۔ عرب صحافیوں کو بہت جلد وہ دیکھ رہے ہیں اسرائیلی سنسر والوں کو دینی پڑتی ہے۔ اس معاملے کے ٹکرائن ان آئینہ نظروں کو نکال دیتے ہیں جو کہ حکومت، فوج، پولیس اور آرمی کے کالے رپورٹوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اسرائیلی سنسر والے اس بات پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں کہ ان واقعات سے پس منظر کو بیان نہ کیا جائے۔ جیسے مثال کے طور پر اسرائیل کا ایف فلسطینی ایجنٹ (جو کہ اسرائیلیوں کی مدد کر رہا ہے) اپنے ہی کسی فلسطینی پر یا اس کے گھریا محلے پر حملہ کرتا ہے یا یہ اسرائیلی افواج اپنی پسندیدہ "اجتماعی سڑاؤں" کے لیے کارروائی کرتی ہیں تو اس آرائیل میں اس طرف کی چھوٹی تفصیل شامل نہیں ہوتی چاہے کہ یہ کارروائیاں صرف اس لیے کی جاتی ہیں کہ فلسطینی ہتھیار ہمال جیسے "مٹاؤ ٹھیکم" کا اعلان کرتے ہیں یا یہ بچے، عمارتوں، پتھر، لٹو دیتے ہیں یا یہ مظاہرے کرتے یا اس بات پر دھمک دیتے ہیں کہ ان کے شہری حقوق کی عملی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

دوسری طرف یہ قلم جو "ٹ (Jerusalem Post) جو کہ زرد صحافت (Yellow Journalism) کی ایک کارہیہ ہے، صحیح طرح اسرائیلی فوج کے اوپر حملے کا اعلان کرے گا، لیکن وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرے گا کہ اسرائیلی فوجیوں نے اس حملہ کرنے والے کے خاندان کے افراد کو بغیر کسی وجہ کے گرفتار کر لیا تھا۔ اگر کوئی فلسطینی صحافی ان تمام باتوں کے باوجود

حق کوئی سے کام لیتا ہے تو اسرائیلی سرحد سے اس پر سخت جرمانے لگاتے اور قید کی سزا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسرائیلی فوج بھی اس چیز میں جھجک محسوس نہیں کرتی کہ وہ اپنے ملک کی جمہوری اقدار سے صرف نظر رکھتے ہوئے اپنی پالیسیوں سے تنہا اسامی اختلاف رکھنے والوں کے خلاف کارروائی کریں۔ مثال کے طور پر Voice of Palestine ریڈیو جو کہ ایک عرب انٹیشن ہے اور سینڈون میں واقع ہے اور اپنے زیادہ تر وقت فلسطینی سیاسی مسائل کو دیتا ہے، اس کو اسرائیلی زیر زمین (خفیہ) دستوں نے ۱۹۸۸ء میں ازادیا تھا۔ اور پھر دوبارہ ایک مرتبہ ۱۹۹۰ء میں اس پر دھاوا بولا جس کی وجہ سے سات افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور انھارہ دوسرے زخمی ہو گئے تھے۔ فلسطینی صحافی اور بعض اوقات تو غیر ملکی رپورٹرز اور سروہمن بھی بے دردی سے گولیوں کا نشانہ صرف اس وجہ سے بنادے گئے کہ وہ ایک "غلط وقت پر غلط جگہ میں" موجود تھے اور ان کو اکثر اوقات حملے سے پہلے کوئی وارننگ بھی نہیں دی جاتی تھی۔

اسرائیلی قاتل اسکو اڈ اور غیر ملکی میڈیا

اس موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے سب سے اچھی مثال یہ ہے کہ کس طرح سے اسرائیلی حکومت بیرونی میڈیا اور صحافیوں سے معاملہ کرتی ہے؟ خاص طور سے اس "خصوصی یونٹ" سے جس کا مقصد بڑی مچھلیوں کو قتل کرنا ہے۔ "اشفاق" کے آغاز ہی سے اسرائیلیوں نے زیر زمین خصوصی دستے تشکیل دیے جن کا مقصد ہی ان لوگوں کا خاتمہ کرنا ہے جن کو وہ خطرہ سمجھتے ہیں۔ فلسطین انسانی حقوق کے مرکز (Palestinian Human Rights Center (PHRC اور Elia Zureil جو کہ Queens یونیورسٹی میں Sociology کی پروفیسر ہے، کے مطابق 1988ء سے 75 فلسطینی باشندوں کو انہی خصوصی زیر زمین دستوں کے ذریعے مار دیا گیا۔ ان خصوصی دستوں کے اہلکار عربوں ہی کی طرح لباس پہنتے ہیں اور اپنے فریب دینے والے ٹپے کی وجہ سے بے گناہ شکاروں کی طرف اطمینان سے جاتے ہیں اور قریب پہنچ کر مشین گن کی گولیاں برساتے ہیں۔ جب عسکری ترجمان سے بار بار پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ 1991ء میں جن 29 لوگوں کو شہید کیا گیا۔ ان میں سے صرف 7 کے پاس ہسپتال یا پھر محض تھریاں تھیں۔ ان کو Mista Rivim (مستع ریویم) یعنی عرب بھیس میں موجود اہلکاروں نے شہید کیا تھا۔ ان میں سے بھی صرف تین نے کسی قسم کی مزاحمت کی تھی۔ آدھے سے زائد افراد ایسے تھے جن کی عمریں بیس سال سے بھی کم تھیں۔ یہ خصوصی دستے اسرائیلی جوابی کارروائیوں کے لازمی جز بن گئے تھے اور یہ وزیر دفاع اسحاق رابن کے کذریعہ نگرانی تھے، جو کہ بعد میں اسرائیل کا وزیراعظم منتخب ہوا تھا۔

اگرچہ اسرائیلی زیر قبضہ علاقوں میں انہی خصوصی دستوں کے وجود کا اقرار ضرور کرتے ہیں، لیکن وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ یہ موت کے دستے (Death Squad) نہیں ہیں بلکہ ان کو اس لیے تشکیل دیا گیا تھا کہ وہ فلسطینی آبادی کے اندر گھس کر قہر ڈالیں اور انتہا پسند عناصر کو پکڑ سکیں

جو کہ انتفاضہ کی حمایت کر رہے ہیں۔ فوج نے تو اس طرح کی فلمیں بھی بنائی ہوئی تھیں تاکہ عوام کو دکھایا جاسکے کہ یہ زیر زمین دستے کس طرح سے ٹھاتے لگا کر گرفتاریاں کرتے ہیں اور اپنی مہارت اور تکنیک کے ساتھ ان دہشت گردوں کو پکڑ لیتے ہیں؟ اس فلم میں انہیں بھی یہ نہیں دکھایا گیا تھا کہ اسرائیلی فوجیوں کا یہ شکل بدل دست بے ممانہ فلسطینیوں کو کس طرح بے دردی سے قتل کرتا ہے۔

غیر ملکی میڈیا اور انسانی حقوق کے گروپوں نے اس کے بالکل برعکس نقش پیش کیا ہے، جو کہ اسرائیلی فوج کے پروپیگنڈے کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ انہوں نے تو کئی سیاسی قتل اور زیر زمین دستوں کی کارروائیاں بھی دکھائی ہیں۔ CBS-TV کو مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اس ٹیپ کو تباہ کر دے جس میں فوجیوں کو حملہ کرتے ہوئے دکھایا تھا۔ یہ 1988ء کا واقعہ ہے یعنی سرکاری سطح پر اقرار سے بھی تین سال قبل کا۔ ایک اور موقع پر 1988ء میں تین صحافیوں کو رائٹرز اور Financial Times سے معطل کر دیا گیا تھا جب انہوں نے اس رپورٹ کی اشاعت کی کہ "خصوصی دستے" کیا ہیں اور یہ کس طرح کام کرتے ہیں؟ اسرائیلی وزیراعظم اسحاق رابن نے ان تمام الزامات کا اقرار کیا تھا اور انہیں "مکمل بیکار" کہہ کر مسترد کر دیا تھا۔ اگرچہ ان تینوں صحافیوں کو بحال کر دیا گیا تھا لیکن رائٹرز کا صحافی Steve Weizmann اس وقت بال بال بچا جب ایک دھماکہ خیز مواد نے اس کی گاڑی کو تباہ کر دیا، جبکہ Financial Times کے نامہ نگار Adrew Whitley پر حملہ کیا گیا تھا اور ایک نامعلوم حملہ آور کے ذریعے اس کی پٹائی لگائی گئی تھی۔ یہ افسوسناک واقعہ یہ وحلم میں اس لمحے کے کچھ دیر بعد پیش آیا جب اس نے اپنی رپورٹ جمع کر دائی تھی۔

اس حقیقت کی کہ زیر زمین دستے درحقیقت قتل کے دستے (Death Squad) ہوتے ہیں، تصدیق کئی ذرائع سے ہو چکی ہے جن میں خود اسرائیلی میڈیا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ Danny Rubenstein نے 25 جنوری 1992ء کے شمارے میں اسرائیلی اخبار Haarety نے ذکر کیا تھا۔ اس آرنیکل میں اس نے اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ اسرائیلی فوجیوں نے ایک نوجوان محمد عابد کو محض شک کی بنا پر مار دیا حالانکہ وہ عسکری آدمی نہیں تھا۔ اسرائیلی مصنف Maya Rosenfeld نے خود 1989-90ء کے دوران اسرائیلی فوجیوں کے ہاتھوں کیے گئے 18 سیاسی

قتل منوائے۔ یہ رپورٹ اس نے Association of Civil Rights in Israel کے لیے بنائی تھی۔

ایمنسنی انٹرنیشنل نے بھی جنوری ۱۹۹۰ء میں اپنی رپورٹ میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ فلسطین میں سیاسی قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اس رپورٹ میں یہاں تک لکھا ہوا تھا ”پچھلے چند سالوں میں اسرائیلی حکومت نے انتہائی مہارت سے ادارے عدالت قتل کی ذمت بھی کی اور ساتھ ہی حوصلہ افزائی بھی کی۔ خاص طور سے افواج کے ذریعے قتل کی، تاکہ وہ انتقام کے دوران پھیلی ہوئی خراب صورتحال کو قابو کر سکے۔“

۱۹۹۱ء میں ملکی رپورٹ میں بھی امریکی State Department نے اسرائیل پر اپنی رپورٹ میں اس بات کی تصدیق کی کہ ایمنسنی انٹرنیشنل اور PHRIC نے یہ بات صحیح طور سے بیان کی ہے کہ ۱۲۷ ایسے فلسطینیوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کیا گیا تھا، جن میں سے زیادہ تر افراد غیر مسلح تھے لیکن State Department نے اپنے روایتی دو غلط پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ ”یہ اموات اس لیے صحیح تھیں کہ ان میں سے زیادہ تر افراد مطلوب تھے، چھپے ہوئے تھے یا پھر دیواروں پر نعرے لکھنے کے بعد بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔“ امریکی اور اسرائیلی اتھارٹیز کے درمیان گہرے روابط کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو اس بیان کی حقیقت سمجھنا مشکل نہیں رہتا۔

—

اسرائیل کی ترقی یافتہ معیشت اور عربوں کے قابلِ رحم حالات

میں نے مغربی کنارے میں موجود مسلم آبادی میں افلاس اور غربت کو دیکھا اور دوسری طرف اسرائیل کی ترقی اور دولت کو دیکھا۔ اسرائیلیوں کو ظاہری بات ہے دنیا بھر کے مالدار صہیونیوں کی بھروسہ اور ان کے خزانوں تک رسائی حاصل ہے۔ اگرچہ جدید صہیونی ریاست اس زمین میں موجود ہے جہاں ہزاروں سال کی ثقافت اور تہذیب موجود تھی لیکن زیادہ تر انفراسٹرکچر بجلی دو سے تین دہائیوں میں قائم کیا گیا۔ اس بات میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی کہ دھلش اور پرکشش عمارات تعمیر کی جائیں اور جدید سڑکوں کا جال بچھایا جائے۔ چنانچہ چوڑی چوڑی سڑکیں بنائی گئی ہیں جن کے دونوں طرف پیسے کی ریل پیل نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ ان پر موجود دور کی تمام آسائش موجود ہیں جن میں نائٹ کلب، ڈسکو ہال، شاپنگ مال سامان سے بھرے ہوئے اسٹور اور ریستوران شامل ہیں۔

فلسطینی آبادی میں اس کے بالکل برعکس صورتحال ہمیں نظر آتی ہے۔ زیادہ تر سڑکیں کچی ہیں اور ان پر چلنے میں جھٹکے لگتے ہیں۔ زیادہ تر عمارتیں ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ جو لوگ اتنے خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس مکانات ہیں ان کو بھی جدید دور کی ضرورتوں کی کمی ہے یا پھر وہ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ تمام اسکول اتنے کم فنڈز رکھتے ہیں کہ شاگرد اور معلم دونوں جدید تعلیمی مواد اور ساز و سامان جیسے کمپیوٹر، ڈیوڈل وغیرہ چیزوں سے محروم ہیں۔ اس کے علاوہ یہ علاقہ بھی اتنا اچھا نہیں ہے، کیونکہ یہاں پر خشک اور پتھریلی زمین ہے اور یہ کاشتکاری وغیرہ کے لیے استعمال نہیں

ہو سکتی (البت یہاں درخت ضرور اچھے ہیں۔ زیتون یہاں کی اصل پیداوار ہے)۔

ایک بڑا انسانی المیہ یہ ہے کہ ۱۱.۵ لاکھ افراد پناہ گزین کیمپوں میں رہ رہے ہیں جن میں سے چند کا خود میں نے دورہ کیا تھا۔ ان کیمپوں کی صورتحال بھی انتہائی بری ہے اور اس کو تیسری دنیا سے ہی تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ غزہ کی مثال تو ایک کھلے زخم کی طرح ہے جو کہ مزید خراب ہوتا جا رہا ہے اور ہر دن اس کی حالت مزید گہرے ہو رہی ہے۔ یہاں کے گھرم، ہمیشہ کنڈر ہیں۔ سڑکیں کچی ہیں اور سیوریج کا نظام موجود نہیں ہے۔ انسانی فضلہ گڑھوں میں پڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے بیماریاں عام ہیں۔ یکمپ جن کی نگرانی اور دیکھ بھال اقوام متحدہ کی ایک تنظیم UNWRA کرتی ہے اس کو بھی بہت کم فنڈز دستیاب ہیں۔ طبی سہولتیں بالکل ناکافی ہیں۔ بے روزگاری ہر جگہ عام ہے کیونکہ یہاں کوئی کارخانہ یا پھر کوئی جاب موجود نہیں ہے جبکہ ان میں سے بہت سے افراد اسرائیل میں روزگار حاصل نہیں کر سکتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ خطرناک حد تک غربت اور افلاس کا شکار ہیں۔ بہت سے افراد غذائی قلت کا شکار ہیں۔ یہاں کسی قسم کی طبی یا معاشرتی سہولتیں نہیں ہیں۔ نہ طبی انشورنس جیسے منصوبے جو کہ ضرورت کے وقت ان کی پہنچ میں ہوں۔ تقریباً تمام پناہ گزینوں کو ایک ٹھک سی جگہ میں جمع کر کے رکھا گیا ہے کہ سات سے دس یا پھر اس سے بھی زیادہ افراد ایک کمرے میں رہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان پناہ گزینوں کے خلاف اجتماعی سزاؤں، گھروں پر سیل لگانا اور اسکولوں کی بندش جیسے حربوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر تلکرم کے پناہ گزین کیمپوں میں ۱۹۸۹ء کے تعلیمی سال میں صرف ۴۵ دن اسکول کھلے رہے تھے اور ۱۹۹۰ء میں صرف ۳۶ دن کھلے رہے تھے۔ ڈاکٹر ثابت جو ایک فلسطینی دندان ساز (Dentist) ہے اور تلکرم کے پناہ گزین یکمپ کا ایڈمنسٹریٹر بھی ہے، اس نے بتایا کہ اسرائیلی فوجیوں کے مظالم اور اتنی زیادہ منہاجان آبادی کی وجہ سے یکمپ (Bitterness and Frustration) کے گزہ بن گئے ہیں اور یہاں تشدد بہت عام ہے جو کہ چڑھی شخصیت اور نفرت پسندانہ ماحول تشکیل دیتا ہے۔

یہ سارے معروضی حقائق اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فلسطینی واضح طور سے ایک الگ

یہ سب چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنی معیشت بہت بڑھائیں، انڈسٹری، کمرشل اور کمیونیکیشن انفراسٹرکچر کی تعمیر کریں۔ وہ اس کے لیے تیار و مستعد ہیں۔ وہ اس کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ ایسا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ وہ بہت یہ کہ وہ ایک قوم کی حیثیت سے ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے باوجود وہ جانتے ہیں کہ اسرائیلیوں نے اپنی طاقت، استطاعت اور ان کی دسترس میں جو کچھ بھی تھا، وہ استعمال کر لیا تاکہ ظلم کے ذریعے فلسطینیوں کو دبایا جاسکے یا ان کو پیچھے رکھا جاسکے۔ فلسطینی عوام عرب ملک بالخصوص مشرق وسطیٰ میں سب سے زیادہ پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ ہیں۔ ایک امریکی انجینئر جو کہ کویت میں کام کر رہا تھا جب اس سے میری لندن کی فنانس میں ملاقات ہوئی تو اس نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ خلیج کی جنگ سے پہلے سارا کویتی بنیادی ڈھانچہ (Infrastructure) فلسطین کے تعلیم یافتہ اور ہنرمند افراد پر تکیہ کرتا تھا۔ کویتی بہت زیادہ امیر ہیں اور وہ فلسطینی منجنت اور افرادی قوت کو استعمال کرتے تھے۔ یہ بات کچھ حد تک اردن کے لیے بھی صحیح ہے، جہاں 15 لاکھ سے زائد فلسطینی مہاجرین رہتے ہیں، بلکہ فلسطینی دنیا بھر میں رہ رہے ہیں اور قانون دان، ڈاکٹر، تاجر وغیرہ جیسے معزز پیشہ ور افراد کے طور پر کام کر رہے ہیں اور وہ اس بات کے لیے بھی تیار ہیں کہ وہ واپس لوٹ کر اپنے ملک کو سنبھالنا شروع کر دیں اور اپنے ملک کی تعمیر نو کریں۔ زیادہ تر سیاسی قیدی جن سے میری ملاقات ہوئی، روانی سے عبرانی، عربی اور انگریزی بولتے تھے اور تقریباً تمام نے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ میرے ساتھ بہت زیادہ ادب اور عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ کئی بار میں نے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور رات میں بھی ان کے ساتھ قیام کیا تھا۔ یہ لوگ مجھ سے اکثر اس بات کا سوال کرتے تھے کہ انہیں کب آزادی سے رہنے کا موقع ملے گا وہ بھی اپنے ملک میں؟ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں یہ حق مل جانا چاہیے اور یہ وہ وقت ہے کہ دنیا اس موضوع پر غور کرے اور مصیبت کو دیکھے کہ وہ کسی قوت بن چکی ہے۔

سابق فلسطینی قیدیوں سے بات چیت

سمیر ابو شمس:

مغربی کنارے میں میری سب سے پہلی منزل "تلکرم" تھی۔ اسرائیلی فکری جیلوں کی سب سے خطرناک جگہ۔ جیسی کے اے سے مجھے سیدھا ایک آدمی سمیر ابو شمس کے گھر لے جایا گیا۔ اگست 1990ء میں اسے اردن کی سرحد پر اس وقت گرفتار کر لیا گیا تھا جب وہ اسے پار کرنے والا تھا۔ اس پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ PLO کا ممبر ہے جو کہ وہ کبھی نہیں تھا۔ میں اسی وقت اس پر اس وجہ سے اعتماد کرنے پر تیار ہو گیا کہ جن لوگوں سے میں نے اب تک بات چیت کی تھی، انہوں نے یا تو اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست کی یا پھر اس بات کا مکمل تر اعتراف کیا کہ وہ PLO کے ممبر تھے یا اب بھی ہیں۔ اسرائیلی تفتیشی افسروں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ PLO کا ساتھی تو ہے لیکن اس نے یہ بات بھی صاف صاف بتائی کہ وہ کبھی بھی تنظیم کا حصہ نہیں رہا تھا اور اس تنظیم میں کبھی اندر نہیں گیا تھا۔

سمیر کو بعد میں ایک اسرائیلی جیل میں لے جایا گیا تھا جس میں اس کو ایک میٹر اونچے اور 1.8 میٹر چوڑے پنجرے میں قید کر دیا گیا۔ اسے اس حالت میں تین دن تک رکھا گیا تھا۔ اس پنجرے میں نہ تو کوئی کھڑکی تھی اور نہ ہی کوئی بیت الخلا۔ اسے مجبور ہو کر اسی پنجرے میں رفع حاجت کرنی پڑی۔ اس کے تین دن بعد اسے ایک اور پنجرے میں منتقل کر دیا گیا جس میں اسے دو اور ساتھیوں کی رفاقت کی سہولت مل گئی۔ اس کا نیا پنجرہ دو میٹر چوڑا اور دو میٹر اونچا تھا۔

ہر صبح سمیر کو اس چھوٹی سی جگہ سے نکال کر پوچھ گچھ کے لیے لایا جاتا۔ اس دوران اس سے کئی سوالات کیے جاتے۔ اس کے خاندان کے بارے میں اور اس کے PLO کے ممبروں کے بارے میں۔ ظاہری بات ہے کہ سمیر کچھ بھی نہیں بتا سکتا تھا، کیونکہ وہ کبھی بھی PLO کا رکن نہیں رہا

تھا۔ ہر صبح اسے پوچھ پگھ کے لیے۔ یہ جاتا اور انھیں سے پٹائی کی جاتی۔ انسانیت سے ماری
اسرائیلی تعیش کاروں کا ایک پسندیدہ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ مری میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر
بالوں سے اسے پیچھے کھینچتے تھے جس سے بہت زیادہ درد اور تکلیف ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ
اسرائیلی اسے بہت زیادہ مذاق اور طنز کا نشانہ بناتے تھے، جبکہ رات میں بھی شور مچاتے تھے تاکہ
اسے سونے نہ دیے جاسکے۔ اس کو اکثر "جناب صدر" کہہ کر پکارا جاتا اور آئینے میں اس کی اپنی شکل
دکھائی جاتی جس کے بعد اسے ربائی کا ترجمہ دے کر قبول جرم کرنے کو کہا جاتا۔ ایک مرتبہ تو سمیر
کو تار چر کرنے والے اسرائیلی افراد نے اس کا منہ کھولا اور اس میں تھوک دیا۔

اس کے چند دن بعد اس کو ایک دیکل سے ملے دیا گیا، لیکن جیسے ہی وہ عدالت گیا تو اس
نے خلاف میں دن کا ریٹائرمنٹ دے دیا گیا۔ (حالانکہ اس کے خلاف ایک رتی برابر بھی ثبوت نہیں تھا)
تاکہ اسے استغاثہ کو اپنا کام جاری رکھنے دیا جائے۔ عدالت کی اس تاریخ کے بعد اس کو ایک الگ خانہ
میں ڈال دیا گیا جہاں اس کی بدولت کے بدزنجیہ باندھ دی گئی۔ پھر اس کو زنجیر کو کھچتے سے باندھ دیا
گیا۔ اس حالت میں اسے تین دن تک کھڑا رہنے پر مجبور رکھا گیا۔ اگر وہ ذرا سا بھی جھکنے کی یا بیٹھنے
کی کوشش کرتا تو کچلے میں پسند اور سخت ہو جاتا اور اس کا دم کھٹنے لگتا۔ ظاہری بات ہے اگر وہ گر جاتا تو
اس کی موت واقع ہو جاتی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ صرف اس وجہ سے بچ گیا کہ وہ اور اس کے ارد گرد
کے قیدی ساتھی مل کر باتیں کرتے یا پھر نظمیں پڑھتے رہے تاکہ اس دوران سونے نہ پائیں۔ اگر وہ
اس حالت میں سو جاتا تو یہ قیدان کے لیے موت کی جھلکی ثابت ہوتی۔

اس خوفناک واقعے کے بعد اسے ایک سردخانے میں ڈال دیا گیا جہاں وہ بہت جلد بیمار ہو گیا
اور اس کی اپنی آواز کھوئی۔ اس کے چوتھے دن بعد اسے نیشن کی ایک جیل بھیج دیا گیا اور اسے فلسطینی
محلے کے ساتھ رکھا گیا تاکہ جس حد تک ہو سکے معلومات انھیں کی جاسکیں۔ سمیر اور جیل میں اس کے
ساتھ موجود فلسطینی ساتھی یہ جانتے تھے کہ یہ فلسطینی امریکائیوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں اس
لیے یہ ان کا سامنا نہیں کرتے تھے۔ اسی دوران ان لوگوں کا ساتھی قیدی سخت بیمار ہو گیا اور سمیر اور
اس کے دوستوں کو صوف بڑا مال کرنا پڑی تاکہ اس کو ہسپتال منتقل کیا جاسکے۔

میر تو باآخر تین مہینے بعد قید سے رہا کر دیا گیا۔ اس وقت بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ اسے جانک
کیوں اتنی جلد رہا کر دیا گیا؟ لیکن ایک تحقیقی افسر نے اسے اتنا ضرور بتا دیا کہ اسے اس
مقررہ کیا گیا، کیونکہ وہ دوران تعلیم General Union of Palestinian Students
سے وابستہ رہا تھا۔ حالانکہ میر تبھی اس تنظیم کا رکن نہیں رہا تھا بلکہ صرف اس نے ایک تعارفی تقریب
میں شرکت کی تھی جو کہ بظاہر اس بات کے لیے کافی تھا کہ اسرائیلی اس واقعے کے آٹھ سال بعد
اسے اس جرم پر جرمیست میں لے لیں۔

خالد راشدی:

خالد راشدی کو 1985ء میں مقررہ کیا گیا تھا، جب اس پر PLO کا رکن ہونے کا الزام لگایا
گیا۔ خالد نے صاف اعتراف کیا کہ وہ اس وقت PLO کا رکن تھا لیکن وہ جیل سے باہر آنے
کے بعد دوبارہ اس تنظیم میں شامل نہیں ہوا۔ تقریباً ڈھائی سال کے بعد جب اس کو جیل سے رہائی
ملی تو 45 دن کی آزادی کے بعد دوبارہ اسے مارچ 1988ء میں مقررہ کر لیا گیا۔ اس کے چار مہینے
بعد اسے ہرالت سے لے جایا گیا۔ اگرچہ اس پر کوئی الزام نہیں تھا، لیکن جج نے اسے مزید چھ
مہینے قید میں رکھنے کی منظوری دے دی تاکہ اس سے کچھ ثبوت اکٹھے کیے جاسکیں۔ اس غرض کے
لیے اسے نابلس کی مرکزی جیل بھیج دیا گیا۔ اس کے گیارہ مہینے بعد اسے اپنے وکیل سے ملنے کی
اجازت ملی اور Lia Semel نے اسرائیلی سپریم کورٹ میں کامیابی سے اس کی درخواست پیش
کی اور اسے قید سے رہائی دے دی گئی لیکن 1984ء میں ایک مرتبہ پھر اسے دوبارہ بغیر کوئی الزام
لگائے جیل میں ڈال دیا گیا۔ اسی دوران خالد کا کیس Tamara Peeleg کی نظر سے گزر چکا جو کہ
اسرائیلی کی انسانی حقوق کی متحرک تنظیموں میں سے ایک کی رکن ہے۔ اس نے ایک سال کے بعد
1990ء میں اس کو رہائی دلوائی۔

دوران قید خالد کو بہت سے طبی مسائل کا شکار ہونا پڑا جن میں بڑی آنت میں انفلیکشن اور
معدے سے خون کا اخراج شامل ہے لیکن اس سب کے باوجود اسے کوئی طبی امداد نہیں دی گئی۔
اسرائیلی محوئے انداز سے اس کی بار بار پٹائی لگاتے اور سوال کرتے۔ ایک مرتبہ اسرائیلی تحقیق

کار جب اسے ایک حساس سیکورٹی زون لے جا رہے تھے تو نہ صرف یہ کہ اس کی آنکھوں پر ہینڈ باندھ دی گئی بلکہ اس کے سر پر جو کپڑا ڈالا گیا، اسے مجبور کیا گیا کہ وہ اس پر پیشاب نہ کرے اور اس نے اپنے منہ پر ڈال دے تاکہ وہ سونگھ بھی نہ سکے کہ اسے کس جگہ لے جایا جا رہا ہے۔

اپنی قید کے پہلے دورانے کے بعد خالد کو ایک شناختی کارڈ دیا گیا تھا جس کو "مرین کارڈ" کہا جاتا ہے اور اس کا مطلب یا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص مغربی کنارے سے باہر نہیں جاسکتا تاکہ وہ کوئی روزگار تلاش کرے اور اپنے خاندان والوں کی کفالت کر سکے۔ حتیٰ کہ وہ یروشلم شہر میں بھی داخل نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ اکثر اسرائیلی انتظامیہ کے خوف میں رہتے ہیں اور انہیں اکثر گرفتار کر لیا جاتا ہے اور پٹائی لگائی جاتی ہے۔

بعد الدین خارم:

دوران قید اس کے منہ پر کپڑے مار دوائی DDT پھونکی گئی اور آنکھوں پر بھی۔ منہ پر ماسک لگا کر تین دن تک پٹائی لگائی گئی خاص طور سے سر اور شرم گاہ میں اور کئی دن تک بھوکا رکھا گیا۔ اس کے علاوہ اس کے ہاتھ ایک کرسی کے ساتھ باندھ کر کئی دنوں تک رکھا گیا (22 دن تک) اور اس دوران اس کے ہاتھوں کو اس قدر رختی سے کسا گیا تھا کہ وہ آج تک اپنی کلائیوں سے آگے کے حصے کے عمل استعمال پر قادر نہیں ہو سکا۔

ناجی:

ایک فلسطینی طالب علم جس کا نام ناجی ہے اس سے جب ناہلس سے یروشلم جاتے ہوئے ملاقات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ اس کو چار مختلف واقعات کے دوران گرفتار کیا گیا کیونکہ وہ اکثر یہ زیمت یونیورسٹی کے سامنے سے گزر رہا ہوتا تھا جب اسرائیلی پولیس وہاں چھاپہ مار رہی ہوتی تھی۔ ناجی پچیسویں صدی پہلے سترہ سال کا ہوا تھا جب میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔

احمد جابر محمد ابراہیم:

ایک اور طالب علم احمد جابر محمد ابراہیم جو کہ سترہ سال کا تھا اس کو فوجیوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس وقت وہ ایک پائمن خطابہ کرنے والوں میں شامل تھا۔ وہ بھی ثانوی طالب علموں کا ایک مظاہرہ

ہوا۔ ہم مارچی ۱۹۷۱ء میں وہ باصفا رفادہ شہر میں اس ہسپتال سے طبی رہنمائی سے مطابق اس
 مطالبہ میں اسطابق طلبہ کو لایا گیا۔ انہوں نے اس سے بعد ملان لیا گیا تھا۔ اسرائیلی اخبار
 یروشلم (Jerusalem Post) نے اس واقعہ پر یہ بتایا تھا کہ ایک ہلاک اور (دو زخمی ہوئے اور
 مارتھی پی جی لکھا تھا "ایک نئے تصادم میں نے فیا پوتس اور ۲۱.۱۱ کے درمیان جاری تھا کہ ان
 دونوں گروہوں نے اس لیے اسرائیلی آرمی یہ ان میں کوئی تار مزید فوری زخمی کو روکا جاسکے۔" کیا
 فوری صورت خدشہ اور نمونہ ہونے کی صافیت ہفت روزہ درست مظاہرہ ہے۔

بہال

سب سے بدترین تشدد ہوا کہ اسرائیلی فوجی استعمال کرتے ہیں وہ ہے بجلی سے مارچ دینے کا
 طریقہ۔ ایک چودہ سالہ لڑکا جس کا نام بہال حسن تھا جس سے میں نے بات کی تھی اس کو اس کے
 والدین نے گھر سے سمرون (Hebron) کے مسکری قصر صدارت (Military
 Headquarter) لے جایا گیا۔ اس کو دیگر قیدیوں کی اذیت تاک آوازوں نے خوش آمدید کہا۔
 اس کو برہنہ ہونے پر مجبور کر دیا گیا اور اس چیز کا اقبال جرم کرنے کو کہا گیا کہ اس نے اسرائیلی
 فوجیوں پر پتھر پھینکا تھا۔ بہال نے مجھے بتایا کہ اگرچہ اس نے دیواروں پر نعرے لکھے تھے لیکن اس
 نے کسی اسرائیلی فوجیوں پر پتھر نہیں پھینکا تھا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ اس طرح سے ان کا
 سامنا کرے گا تو اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔

شروع میں تو اسرائیلی پوچھ چمک کرنے والے افسروں نے اسے دھمکیوں کی حد تک محدود رکھا۔
 وہ چھری نی و حار کو اس کے گلے پر رکھ دیتے اور اس کے سر کے پیچھے دیوار پر موٹے ڈنڈوں سے
 پٹیتے۔ انہوں نے اسے غصی کرنے کی اور اس کی بہن کو گرفتار کرنے کی بھی دھمکی دی اور یہ کہا کہ
 اسرائیلی فوجی اس کی صحت دہری کریں گے۔ بہال نے اقبال جرم کرنے سے صاف انکار کر دیا اور
 خوف سے اس نے کسی بھی دھمکی کا جواب نہیں دیا۔

اس پر اس سے پوچھ چمک کرنے والے اور بھی زیادہ بھڑک گئے کہ اس سے اقبال جرم کا بیان لیا
 جائے۔ اس لیے انہوں نے اسے بازوؤں اور ناکوں پر بجلی کے تار لگا دیے اور بجلی کے جھکے دینا

شروع کر دیے۔ وہ کانپا اور مختصر تا شروع ہو گیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بجلی کا Voltage اتنا زیادہ ہو گیا کہ وہ کرسی سے اچھل کر گر گیا (اس کو کرسی سے نہیں باندھا گیا تھا تا کہ بجلی کے طاقتور ترین جھٹکے دیے جاسکیں)۔ اس دوران اسرائیلی فوجی قہقہے لگا رہے تھے اور اس کی نقل اتار رہے تھے جبکہ اس کو ”اپنے لوگوں کا ہیرو“ کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد اس کے سر پر گندگی کا بدبودار تھیلا باندھ دیا گیا جس سے اس کا دم گھٹنے لگا۔ بجلی کے جھٹکوں کے دوسرے سلسلے جو کہ اس کی شرم گاہ میں دیے گئے تھے، نہ صرف اس کو بے پناہ تکلیف ہوئی تھی بلکہ تکلیف کی ٹیسس اٹھتی تھیں۔ درد کے دورے پڑتے تھے۔ اسی دوران اس کے سر پر کئی وار کیے گئے جس سے وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک فلسطینی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اسرائیلیوں کو بتایا کہ اس نے جمال کو اسرائیلی فوجیوں پر کئی مواقع پر پتھر پھینکتے ہوئے دیکھا ہے۔ جمال نے اس الزام کو سختی سے مسترد کر دیا اور اس نے اس فلسطینی کے منہ پر تھوک دیا جو کہ حقیقت میں اسرائیلیوں کا ایجنٹ تھا۔ اسرائیلیوں نے اس کو بجلی کے مزید جھٹکے دیے اور اس بار اس کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ بجلی کے تاروں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے جس سے اس کے بدن اور بازوؤں میں بجلی کے جھٹکے لگے۔ دوبارہ اس کو اقبال جرم کرنے کو کہا گیا لیکن اب وہ بولنے کی سکت نہیں رکھتا تھا اور اس نے صرف اپنا سر ہلایا۔ ایک اور ایجنٹ کو لایا گیا اور اس نے بھی یہی کہا کہ اس نے جمال کو پتھر پھینکتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ کہ وہ جمال کو جانتا ہے، اس کے خاندان کو بھی اور یہ کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ پوچھ چمچہ کرنے والوں نے مزید کہا کہ ان کے پاس ایک درجن سے بھی زیادہ اس بات کے شاہدین موجود ہیں، اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اقبال جرم کر لے، لیکن اس کے باوجود بھی جب اس نے اقبال جرم کرنے سے انکار کر دیا تو رائل نقل کے بٹ سے اس کے بازوؤں اور پاؤں پر شدید ضرب لگائی گئی۔ اس کے بعد اس کو بجلی کے جھٹکے دیے گئے تھے جس سے ظاہری بات ہے کہ تکلیف اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔

اس طرح سے اسے ایک مٹنے تک قید میں رکھا گیا۔ اس ظالمانہ تشدد کے باعث وہ اگلے نو دنوں تک چل نہیں سکتا تھا۔ اس کا سارا جسم آبلوں سے بھر گیا تھا اور اسے معلوم ہوا کہ شاید اس کی ایک پہلی

نوٹ گئی ہے۔ اس کے علاوہ اعمال پر چڑھ کر بچنے سے نشانات تھے۔ اس سے جو یہ اور بھی
نے اس سے پوچھا "کیا وہ نصیب ہے" اس نے جواب دیا "وہ نصیب ہے" یہ وہ اس سے کہتی
قیدیوں نے اسے یہ بتایا تھا کہ یہ اس طرف اس بات میں دوپٹی بیٹے ہیں۔ نام سے مراد اسے یہ کہ
میں تاکہ اس پر مزید تشدد دیا جائے اور پوچھ پچھ سے وہ اپنے مزاحمتی نام سے اس میں تفتیش سے
اگلے مرحلے میں سکرینٹ سے ذریعے اس کی حالت اور آنکھ سے پتہ لگے۔ "انہ" یہ کہ اس سے باہر
بھی اس نے اقبال جرم کرنے سے انکار کر دیا۔ تب دوبارہ اس سے پتہ لگا۔ اور انہوں نے پانڈوں سے
بے تحاشا پٹائی کی گئی۔

بالآخر تفتیش کار اس بات پر مجبور ہو گئے کہ روایتی دھوکہ بازی سے کام لیں تاکہ تحریری بیان پر
اس کے دستخط لیے جاسکیں کہ اس نے اسرائیلی فوجیوں پر ہتھ اور دیا تھا لیکن یہ بیان عوامی زبان
میں تھا جو کہ جمال پڑھ نہیں سکتا تھا۔ جیسے ہی اس نے اس تحریری بیان پر دستخط کیے، اسرائیلی فوجی
سے چیخنے لگے اور زبردستی اس کے انگوٹھے کے نشانات لیے گئے۔ بعد میں اسے عدالت لے جایا
گیا جہاں استغاثہ نے بیج کو اس طرف سے کی بنا پر قابلِ تہذیب کیا کہ اس کو وہ مبینہ تک مزید قید
رکھا جائے۔ اس کے ایک مہینے بعد اسے قید سے نکال دیا گیا لیکن اس کے خاندان پر
1,500 شیکل کا جرمانہ عائد کر دیا گیا۔ جمال آج تک اپنے ہاتھوں کا استعمال دوبارہ بھی پوری
طرح سے نہیں کر سکا اور نہ ہی ناگوں کا۔ اور اب بھی اکثر دروازے کی میسیں اس کے بازوؤں
اور پاؤں میں اٹھتی رہتی ہیں جو کہ اس کو مستقل طور سے ان بجلی کے جکٹوں کی جو اسرائیلی ظالموں
نے اسے دیے تھے، یاد دلاتی رہتی ہیں۔

قید کے دوران تشدد سے ہونے والی بالائیں:

میں نے اس کے علاوہ اسرائیلی فوجیوں کے ظلم اور تشدد کا نشانہ بننے والے کئی درجن افراد سے
بات چیت کی جن میں سے کئی بجلی کے جکٹوں اور بار بار پٹائی کا شکار ہوتے رہے۔ اگرچہ ان میں
سے اکثر مستقل زخموں کا تعلق لیے جی رہے ہیں اور ان کے جسم کے مختلف حصوں میں مستقل درد رہتا
ہے لیکن اس بات کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ ان افراد کے ذہنی احساسات کے خلاف کیا کام نہیں کیا

کیا ہوگا اور وہ کس قسم کے تشدد کا شکار ہوئے ہوں گے؟ لیکن وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ اس مصیبت سے زندہ نکل آئے۔

جب سے "انتفاضہ" کا آغاز ہوا یعنی دسمبر 1987ء میں PHIRC کی رپورٹ نے مطابق 25 فلسطینی اسرائیلی قید کے دوران شہید ہو گئے۔ کچھ کو گولی مار دی گئی تھی، بعض طبی ہوتاؤں کی عدم فراہمی اور ایسی جسمانی پیچیدگیوں (Medical Complication) کی وجہ سے شہید ہو گئے جس کی وجہ مار چائی اور نار چڑھی۔

PHIRC کے مطابق دسمبر 1987ء سے مارچ 1992ء کے درمیان 1,030 فلسطینی اسرائیلی فائرنگ، تشدد اور Tear Gas کے استعمال سے جان کی بازی ہار گئے۔ اس کھلے عام اور تھوک کے حساب سے مذبح خانے جیسی کارروائیوں کا یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ اسرائیلی اپنا دفاع کر رہے ہیں اور فلسطینیوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن اس وجہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسی عرصے کے دوران 100 سے بھی کم اسرائیلی ہلاک ہوئے تھے۔

فلسطینی سیاسی قیدیوں پر تشدد:

اسرائیلی انتظامیہ کی کارروائیوں کی بہت زیادہ تفصیلات کئی مصنفوں نے بیان کی ہیں۔ Marion Walfron جو کہ اسکاٹ لینڈ سے یہودی صحافی ہے، اس نے بھی ایک کتاب Bassam Shak'a : Portrait of a Palestinian لکھی ہے جس میں ان اذیتوں کی تفصیل دی گئی ہے جو کہ فلسطینیوں نے اسرائیلیوں کے ہاتھوں جمیں۔ مثال کے طور پر سب سے عام طریقہ یہ استعمال کیا جاتا تھا کہ بجلی کے تار اور شیشوں کے ٹکڑے سے نیچے ڈال دیتے تھے، خاص طور سے ان فلسطینیوں پر جو کہ حملوں کے شکار میں گرفتار ہوتے تھے۔ اس کی تصدیق اسرائیلی اخبار Yedios Achronos نے اس وقت کی جب ایک آرٹیکل میں ایک پولیس افسر نے اس بات کا اقرار کیا۔ Felicia Langer جو کہ ایک اسرائیلی وکیل ہے اس نے بھی اس بات کا انکشاف اپنی کتاب With My Own Eyes میں کیا جس میں اس نے فلسطینیوں پر ہونے والے تشدد کا مکمل تفصیل سے بیان کیا ہے جو کہ اس نے ایک وکیل کی حیثیت سے اسرائیلی انصاف کے نظام

میں دیکھا۔ اس کے علاوہ ولید غلیل کی تحریروں میں بھی اس کا تفصیلاً ذکر موجود ہے۔
انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں:

1972ء تک 17,000 سے زائد وکیل، ڈاکٹر اور استادوں کو ڈی پورٹ کیا جا چکا تھا۔ وہ بھی بہت معمولی سی باتوں پر اور اپنے دفاع کا موقع دیے بغیر۔ اس کے علاوہ پچھلی دودہائیوں میں مزید ہزاروں فلسطینیوں کو تعلیم یافتہ افراد اور ہنرمندوں کو ڈی پورٹ کیا جا چکا ہے۔

1948ء کی جنگ آزادی کے بعد (جس کو عرب ایک سانحہ کے طور پر یاد کرتے ہیں) جس کی وجہ سے لاکھوں فلسطینیوں کو اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے تھے، اسرائیلیوں نے ان کے گھروں پر قبضہ کر لیا اور Law of Aquisition of Absentee Property کے تحت کوئی بھی فلسطینی جو کہ 1947ء سے 1950ء کی دہائی میں کبھی بھی باہر گیا ہو، اس کو یہ ملکیت کسی بھی صورت میں واپس نہیں مل سکتی ہے، نہ ہی وہ اس میں آباد ہو سکتے ہیں، نہ ان زمینوں کو کرائے پر لے سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر کاشتکاری کر سکتے ہیں۔ 385 سے زیادہ فلسطینی گاؤں بالخصوص Galilee کے علاقے میں (شمالی اسرائیل خاص طور سے لبنان اور شام سے ملحقہ سرسبز و شاداب علاقہ) مکمل طور پر تباہ کر دیے گئے ہیں۔ یہ فلسطینی گاؤں بلند و زر کھڑے تباہ کیے گئے تاکہ صیہونی نئی اسرائیلی بستیوں بناسکیں۔

(Woolfson, Portriat of a Palestenian, p1718)

اسرائیلی حکومت کا غیر اعلانیہ نصب العین یہی ہے کہ فلسطینی ثقافت کی 2,000 سال سے زائد کی تاریخ کو مسخ کر دیا جائے۔ اس مقصد کے تحت اسرائیل بڑے پیمانے پر دنیا بھر سے اور خاص طور پر روسی یہودیوں کو درآہ کر رہا ہے اور انہیں مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں آباد کر رہا ہے تاکہ ان علاقوں میں اپنی حدودی برتری قائم کر سکے۔ فلسطینیوں کو سختی سے منع کیا جاتا ہے کہ وہ فلسطین کے جھنڈے نہ لہرائیں جو کہ انہوں نے اپنی قوم کی نمائندگی کے لیے چنا ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے سخت تفتیش کی جاتی ہے۔ گھر بلند و زر کردیے جاتے ہیں حتیٰ کہ کولیوں سے بھی مار دیے جاتے ہیں۔

شہری حقوق کی خلاف ورزی:

اس سے بھی زیادہ تشویشناک صورت حال اسرائیلی مقبوضہ علاقوں کی یہ ہے کہ اسرائیل

فلسطینیوں کے اپنی زمین پر رہنے کے حق کو بری طرح سے پامال کر رہے ہیں۔ خاص طور پر فلسطینی یروشلم میں تو یہ ایک مسمیٰ بات بن گئی ہے۔ مشرقی یروشلم میں اسی فلسطینی کو بڑی مشکل ہے۔ عمارت کی تعمیر کی اجازت دی جاتی ہے جبکہ صیہونی آبادیاں جن کے رہائشیوں کی تعداد ہزاروں میں جوتی ہے، یروشلم کے شہری علاقے کے چاروں طرف پھوٹ پڑی ہیں جس سے ان فلسطینی گاؤں کی آبادیاں گھٹ گئی ہیں جو کہ آس پاس ہیں۔ اسی طرح مغربی کنارے میں زمینیں مستقل بنیادوں پر ضبط کر لی جاتی ہیں تاکہ نئی سڑکیں بنائی جائیں جو کہ Kibutzim دیگر اسرائیلی آبادیوں کو ملا سکیں۔ یروشلم میں تو سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اسرائیلی فوجی کسی بھی جگہ کے متعلق "حساس سیکورٹی زون" کا اعلان کر کے کسی بھی گھر پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک علاقہ یروشلم کے مسلم حصے میں واقع Al-Wad ہے۔ اس علاقے سے گزرنے والی سڑک "دیوار گریہ" سے جا ملتی ہے۔ طرحی (Tirhi) خاندان ... مثال کے طور پر اس علاقے میں پچھلے تین سو سال سے ایک بڑے گھر کا مالک تھا لیکن 1969ء میں اسے مجبور کیا گیا کہ وہ اس گھر کو خالی کر دے کیونکہ اسرائیلی فوج نے کہا تھا کہ اسے یہ علاقہ حفاظتی مقاصد کے لیے چاہیے۔ بعد میں اسرائیلیوں نے یہ گھر کبھی بھی اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا اور اس گھر کو سیل کر دیا گیا۔ یکم مارچ 1992ء میں ایک عسکری آبادی Atarel Choanim Yeshira کے فنڈوں نے اس گھر پر قبضہ کر لیا۔ "طرحی" خاندان نے اس کی شکایت کی لیکن اس طرح کے مقدمات کا جو حشر ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

ایک شخص جس کا نام Naief ہے جو کہ ایک Gift Shop کا مالک تھا، بالکل "طرحی" خاندان کے گھر کے سامنے، اس نے اپنا علاقہ یہودی مذہبی تنظیم کو دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے کئی بار اس کی دکان میں توڑ پھوڑ کی گئی۔ میری ملاقات سے چند روز پہلے اس پر یہودی فنڈوں نے حملہ کیا تھا جس کی وجہ سے اس کی پسلیوں پر زخم تھے اور اس کے دانت نوٹ گئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ Atarel Choanim نے پرانے شہر کے بالکل وسطی علاقے میں واقع کئی بڑے گھروں پر قبضہ کر لیا جو کہ کئی نسلوں سے عرب خاندانوں کے

پاس تھے۔ جب یہودیوں میں ایک دن یہ افواہ پھیلائی گئی کہ ایک اسرائیلی پر پانے شہر میں یہودیہ
 گیا ہے تو ان یہودی خندوں نے جو پہلے سے تیار بیٹھے تھے، بلو کیا اور بلا امتیاز فائرنگ شروع کر دی
 کر دی جبکہ ایک عورت جس کا نام Aham Mushime ہے اس کا گھر جلا کر خاک کر دیا۔
 میری جب اس عورت سے بات ہوئی تو اس نے بتایا کہ ان یہودیوں نے قرعہ طاقے میں موجود
 گھروں پر بھی فائرنگ کی تھی اور وہ اس کا پہلے سے منصوبہ بنائے ہوئے تھے۔

یہ ہے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی وہ سنگین صورتحال جس نے فلسطین کو ایسا آتش
 فشاں بنا دیا ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ اس میں سارا قصور اس مہذب اور ہا اختیار دنیا کا
 ہو گا جو یہ سب کچھ اپنے ناک تلے برداشت کر رہی ہے۔

■

حصہ سوم

اسرائیل سے فرار

وطن واپسی کی تیاری:

جب میں نے اپنے وطن کینیزا واپسی کے لیے تیاری شروع کی تو میں نے اس بات پر غور و فکر کیا کہ اس طرح سے میں یہ سارا مواد، سرچ اور نوٹس وغیرہ اسرائیل سے باہر لے جاؤں گا۔ اس پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے۔ مجھے یہ بات بتائی جا چکی تھی کہ اسرائیل کے بن گوریان ایجنٹ پوچھنے تک التجائی سخت ہے اور یہ کہ وہ میرے سامان کی مکمل تلاشی لی جائے گی۔ اس کے بعد میں التجائی آسانی کے ساتھ اسرائیل میں داخل ہوا تھا اور مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ اگر میں بم یا دھماکا چھپا ہوا ہتھیار لے کر اسرائیل میں داخل نہیں ہو رہا تو پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد مجھے اس بات کی فکر بھی ہو رہی تھی کہ میں نے اتنا مواد اکٹھا کر لیا تھا کہ اس کو ضائع کرنا خود ایک ناقابلِ کافی نقصان بن جاتا۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے نوٹس کو جس حد تک بھی نہ بے اطلاعوں میں یا چھپائی کی ذمہ داری کی شکل میں (سفر نامے) میں چھپایا جائے۔

میں اپنے ملاقات سے آگے بڑھ کر پہلے بھائی اڈے پہنچا۔ اس وقت وہاں پر زیادہ رش نہیں تھا۔ ایک گھنٹے بعد ایک نوجوان عورت جو کہ ایئر پورٹ کی سیکورٹی میں کام کر رہی تھی، میرے پاس آئی۔ اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ اس نے نرمی اور ادب سے مجھے اپنا سامان میز پر رکھنے دیا۔ وہاں وہاں سے گزرتے ہوئے فوراً تلاشی لینے کے بعد اس نے مجھ سے بہت سے ذاتی بات چیت کی۔ سب سے پہلے اس نے مجھ سے پوچھا "میں اسرائیل میں کیا کر رہا تھا؟" میں نے جواب دیا "میں نے خاص طور سے معنی لی تھی اور میں مقدس مقامات کی سیر کرنا چاہتا تھا۔"

اس نے پوچھا "کیا میری ملاقات اسرائیلیوں سے ہوئی تھی؟" میں نے جواب دیا "ہاں" میری ملاقات بہت سے اسرائیلیوں سے ہوئی تھی، لیکن میری کسی ایک کے ساتھ بہت زیادہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔" اس نے پوچھا "کیا میری ملاقات کسی فلسطینی سے ہوئی تھی؟" میں نے کہا "ہاں! قصویٰ بہت القدس کے پرانے حصے میں ہوئی تھی۔" اس نے پھر مجھ سے پوچھا "کیا آپ مغربی کنارے پر (دریائے اردن کے مغربی کنارے پر واقع فلسطینی مقبوضہ علاقہ) گئے تھے؟" میں نے بے تکلفی سے کہا "ہاں! بس مقامات مقدسہ کی سیر کے دوران وہاں سے گزر ہوا تھا۔"

اس کے بعد مجھ سے وہ سوال پوچھا گیا جس نے میرے لیے مشکلات پیدا کر دیں اور سخت پریشانی کا سبب بنا۔ اس نے پوچھا: "کیا ان فلسطینیوں نے آپ کو کچھ دیا تھا؟" میں ویسے ہی ہر سوال کے بعد مزید گھبراہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ اگر میں اپنے مغربی کنارے دورے کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہوں گے، لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے معلوم تھا کہ وہ عورت میرے بیک کی تلاشی لے گی جس میں بہت سی ایسی دستاویزات تھیں جو کہ میں نے انسانی حقوق کی تنظیموں سے اسٹھکی کی تھیں اور جن کے ساتھ میں رابطے میں تھا۔ اگرچہ میں نے اکثر دستاویزات کو اچھی طرح سے چھپا دیا تھا، لیکن مجھے معلوم تھا کہ کچھ نہ چھپو نہ وہ پکڑی جائیں گی، اس لیے میں نے ان دونوں طرح کے خوف کو مد نظر رکھ کر ایک درمیان سا جواب دیا۔ میں نے کہا: "مجھے چند سیاسی پمفلٹ ایک فلسطینی شہری نے دیے تھے جس سے میری ملاقات تھیں۔" اس عورت نے اس پمفلٹ کو دیکھا اور اس پر نظر دوڑانے کے بعد اس نے اپنے اہل عہدیداروں کے حوالے کر دیا اور یہیں سے میرے لیے مشکلات کا آغاز ہو گیا۔

اس وقت میں پندرہانا شروع ہو گیا جب مجھے دو سلع سیکورٹی آفیسر نے پوچھ گچھ کے لیے ایئر پورٹ ٹرمینل کے پیچھے لے گئے۔ کمرے میں موجود تین افراد نے مجھ سے (بغیر مارے پیٹے) جارحانہ انداز میں تفتیش شروع کر دی اور سخت الفاظ استعمال کیے۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے: "یہ پمفلٹ مجھے کس نے دیا ہے؟" میں نے کہا: "اس کا نام سعید یا پھر صیام تھا اور میں اس کا پورا نام نہیں جانتا۔" بعد میں میری اس کے ساتھ ملاقات ایک یا پھر دوسرے ہوئی تھی نہ ہی اس کا کوئی پتا مجھے

”علوم ہے۔“ اس پر انہوں نے مجھ سے پوچھا: ”میں نے زمین ضبط کرنے کے متعلق، گھروں و میل (SEAL) کرنے کے متعلق اور غزہ میں ملاقاتوں کی تاکہ بندی کے متعلق دستاویزات اور مواد کیوں جمع کر رکھے ہیں؟“ میں نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے اداکاری شروع کر دی اور کہا: ”اسی لیے کہ میں اسرائیلی ریاست کا بہت بڑا حامی ہوں اور میں اپنے دوستوں کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ کس طرح فلسطینی معلومات کو تو زمود کر پیش کرتے ہیں، بالخصوص مغربی کنارے کے متعلق۔“

اس سب کے باوجود اسرائیلی مطمئن نہیں ہوئے اور مجھ سے پوچھنے لگے: ”میری ملاقات اور کس شخص سے ہوئی تھی؟“ میں نے جواب دیا: ”میری ملاقات اور عربوں سے نہیں ہوئی تھی، لیکن اس عرب صحافی نے مجھے چند اور کاغذات دیے تھے۔“ جب ان لوگوں نے میرے بستے کی مزید تلاشی لی تو انہیں فلسطینی انسانی حقوق کی تنظیم (PHRIC) کے مزید صفحات ملے، جس میں انتفاضہ کے دوران فلسطینیوں کی اموات کا ذکر تھا۔ انہوں نے مجھے کہا: ”اس طرح کے مواد کی وجہ سے تمہیں گرفتار کیا جاسکتا ہے۔“

دوسری طرف میں اس فکر میں پڑ گیا کہ میں کس طرح سے ان لوگوں کو یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ مواد جعلی ہے جبکہ PHRIC کی اصل رپورٹ کی ایمنسٹی انٹرنیشنل (AMNESTY INTERNATIONAL) اور امریکی کمیشن برائے ممالک (US COUNTRY COMMISSION) نے تصدیق کی تھی۔ انہوں نے مجھ سے اس فلسطینی صحافی کے بارے میں بہت پوچھا: ”اس کا چہرہ اور طبع کس طرح کا تھا؟ وغیرہ۔“ میں نے ان لوگوں کو ایک فرضی سا طبع بنا کر بتا دیا اور فوراً یہ بحث چھیڑ دی کہ ایسی رپورٹیں یہودی مخالف دماغوں کی پیداوار ہیں۔

اس وقت تک وہ لوگ میرے سامان کی تین مرتبہ تلاشی لے چکے تھے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں پی ایٹ او (یا سرعفات کی تنظیم) کا ایک ہمدرد یا پھر میں PLO کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اس وقت اسرائیلی آفیسر جو میری تفتیش کی نگرانی کر رہا تھا اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا کہ جن فلسطینیوں کو میں نے دیکھا تھا، ان کا طبع وغیرہ بتاؤں۔ دوسری طرف ایک دوسرا آفیسر ایک موٹا سا ڈنڈا اپنے ہاتھ میں لے کر مجھ پر جگمگاتے جگمگاتے مار رہا تھا اور اس کا ساتھی مجھ سے پوچھ رہا تھا: ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ

PLO کے حامیوں کے ساتھ یا ہوتا ہے؟" میں نے اسے جواب دیا "مجھے پتہ نہیں ہے۔ اس وقت جس آفیسر کے ہاتھ میں ڈانڈا تھا اس نے ڈانڈے واہن پر مارا۔ ساتھ اور اشارہ کیا۔ انہیں اس طرف مار دیا جاتا ہے۔ چیف سیکورٹی آفیسر نے کہا "PLO کے حامیوں کوئی مبینہ اور سالوں تک قید رکھا جاتا ہے اور اسرائیلی جیلوں کے آفیسر ان کے اس دورانیے کو انتہائی تکلیف دہ مانتے ہیں اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔" یہ حقیقت تھی کہ میرے سرے سے PLO کا حامی تھا ہی نہیں اور یہ کہ یہ اسرائیل جھوٹا الزام تھا اس کے باوجود میں دہشت کا شکار ہو گیا۔

سب سے زیادہ خوفناک میرے لیے وہ وقت ثابت ہوا جب انہوں نے مجھ سے سوال کیا "کیا میں نے اپنے اسرائیل میں قیام کے دوران کوئی ڈائری رچی تھی؟" مجھے معلوم تھا کہ وہ جی آسانی سے میرے دستے سے وہ ڈائری نکال سکتے تھے، اسی لیے میں نے فوراً اقرار کر لیا۔ دراصل میری ڈائری میں تمام انٹرویو اور نوٹس وغیرہ چھپائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے جیلوں کے بارے میں رپورٹیں اور سیاسی قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات بھی لکھے ہوئے تھے۔ اگر ان کو وہ دستاویزات اور رپورٹیں مل جاتیں تو وہ ضرور مجھے کسی تفتیشی مرکز لے جاتے اور مجھے کافی لمبے عرصے تک قید رکھتے۔

اب میری تفتیش چار گھنٹوں کی ہو چکی تھی۔ فلائٹ کو چھوٹنے سے بھی کافی دیر ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی ڈائری نکالی اور میں نے وہ صفحہ کھول کر دیا جس میں میں نے چند خطوط لکھے ہوئے تھے جو میں بھیج نہیں سکا تھا۔ اس میں زیادہ تر مقامات مقدمہ کی سماعتوں اور ان کی آرکیٹیکچر (ARCHITECTURE) کا ذکر تھا جن کو میں نے دیکھا تھا اور ان مقامات کا ذکر تھا۔ اسرائیلی سیکورٹی آفیسروں نے کل دس صفحات کا مطالعہ کیا جبکہ میں نے پوری کوشش کی کہ اپنی شکل کم از کم مطمئن رکھ سکوں اور گھبراہٹ کی کوئی علامت سامنے نہ آنے دوں لیکن میری حالت تقریباً نیم بے ہوشی جیسی تھی۔ میں یہ سوچنے لگا کہ مجھے کس طرف سے اذیت دی جائے گی؟ اور کس طرح سے مار کئی کی جائے گی؟ یا پھر بجلی کے بجٹکے دیے جائیں گے اور بھوکا رکھا جائے گا لیکن تعویذی عی دیر کے بعد میں نے سکھ کا سانس لیا، کیونکہ اس اسرائیلی آفیسر نے میری ڈائری پڑھنا چھوڑ دی اور مجھے

واپس پکڑادی۔ اگر وہ ایک صفحہ بھی آگے پاتا تو ۱۰۰۰ روپے پانی و پانی ۱۰ پکڑا دیتا۔ سارے نوٹس وغیرہ مل جاتے ہو کہ میں نے لیے تھے اور انہیں لی ڈیا۔ ہمیں نے اس آٹھلے۔ آخری حصے کو لکھا۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں پڑا جاتا تو میں آٹھلے ہاں وہ تاجی لیتیں۔

مزید تین گھنٹوں کی سخت تلاشی کے بعد مجھے یہ بتایا گیا کہ میں جا رہا ہوں۔ آخر چوبیس بجے دستاویزات اسرائیلی آفیسروں کو دی گئی پڑیں جو انہوں نے دھمکے والی قمی۔ خوش قسمتی سے میں نے ان سب کو پہلے ہی کوڈز میں لکھ لیا تھا کیونکہ مجھے ایسی صورت حال کا اندازہ تھا۔

ایئر پورٹ کے تفتیشی مرکز سے جب میں لکا تو اس وقت تک آٹھ گھنٹے گزر چکے تھے اور میں حکمن سے دور رہ رہا تھا، لیکن پھر بھی میں مطمئن تھا کہ ایک دھڑکتے ہوئے تو جان بچوٹی۔ اسرائیلی ایئر لائن ایل آل (EL AL) نے مجھے یہ پیش کش کی تھی کہ میں تل ابیب کے شیرین ہونل میں آرام کر سکوں تاکہ اگلے روز کی فلائٹ کے ذریعے لندن روانہ ہو سکوں لیکن پھر مجھے دوبارہ سے اسرائیلی سیکورٹی سے گزرنا پڑا جس کا خطرہ میں دوبارہ نہیں مول لینا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے لندن کی اگلی فلائٹ پکڑی اور کینیڈا پہنچنے پر اکتفا سے زیادہ خوش تھا۔

-

آخری جنگ

جیسے ہی ہوائی جہاز نے اسرائیل کے بن گوریان کے بین الاقوامی ہوائی اڈے سے پرواز کی، میں اپنے اسرائیل کے دورے کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایک دم سے البرٹ پائیک (ALBERT PIKE) کی پیش گوئیاں میرے سامنے ششے کی طرح شفاف طریقے سے سامنے آنے لگیں۔ اس فری میسن لیڈر نے حیران کن وضاحت کے ساتھ پہلی جنگ عظیم کی پیش گوئی کی تھی اور اس کے بعد ایک روسی کمیونسٹ ریاست کے قیام کی تفصیل بتائی تھی۔ اس نے دوسری جنگ عظیم کی بھی پیش گوئی کی تھی جو کہ جرمن قوم پرستوں اور صہیونیوں کے درمیان پیش آئی تھی جس کے بعد اسرائیل کے قیام کا اس نے اعلان کیا تھا۔ پائیک نے یہ بھی کہا تھا کہ تیسری عالمی جنگ اسرائیل اور عربوں کے درمیان پیش آئے گی جبکہ اس کے بعد دنیا کو مکمل تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا اور عالمی نظام نوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔ جس طرح اسرائیلی مقبوضہ علاقوں میں دوبارہ آباد ہوتے ہی چلے جا رہے ہیں اور ان عربوں کو جو کہ وہاں کے آبائی رہائشی تھے ان کو دھکیلتے چلے جا رہے ہیں (جن میں ان صہیونی ظالموں کے خلاف نفرت بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے) اس سے یہ تو صاف نظر آ رہا ہے کہ باقی دنیا بھی اس کوشش میں لگتی چلی جائے گی اور اس میں شامل ہو جائے گی حتیٰ کہ البرٹ پائیک کی تیسری پیش گوئی بھی پوری ہو جائے گی۔

صلیبی جنگوں کے وقت سے لے کر اب تک تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جس قوم نے بھی عرب دنیا پر حملہ کیا وہ بالآخر بھاگ گئی اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ فلسطینی اور عرب کبھی بھی صہیونی ریاست کو دل سے تسلیم نہیں کریں گے۔ واقعی اس مسئلے کا دائمی اور فیصلہ کن حل میز کی بجائے میدان میں نظر آتا ہے جو کہ تمام فریقین کے لیے قابل قبول ہوگا۔ جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے بعد سے تو "آخری جنگ جو کہ تمام جنگوں کا خاتمہ کر دے گی" کی علامات تو پہلے ہی

ماننے آرہی ہیں جس سے بعد تمام عارفی اقدار (جس طرح کہ ہم جانتے ہیں) ختم ہو جائیں گے اور سارا میدان اگلے مرحلے کے لیے ہموار ہو جائے گا۔

مستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟

مستقبل قریب میں کیا ہونے والا ہے؟ کیا ہم سب شست کا لہوہ اوزہ لیں؟ کیا ہم صیہونیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں؟ آنجنابی Dr. Carolingely کا تو یہ خیال تھا کہ امریکا اور دنیا کو اب ان سازشوں کے چلنے سے بچانا ناممکن ہے۔ اگست 1966ء سے قبل بھی کوئی تحریک چلائی جاتی تو اسے بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ غلامی ہمارا مقدر بن گئی ہے؟

نہیں! ہرگز نہیں! ابھی سب کچھ نہیں گھڑا ہے۔ آخر میں سازشی عناصر نہیں جیتیں گے۔ یہ سازش بالآخر تباہ و برباد ہو کر رہے گی۔ لیکن افسوس کہ امریکی عوام اس کی خبر نہیں کہ اس سازش کو مسلم مجاہدین حضرت مسیح علیہ السلام کی قیادت میں تقویٰ اور جہاد کی بدولت ختم کریں گے۔ شاہ منصور! چونکہ اس سازش کی بنیاد لالچ، غرور اور برائی پر مبنی ہے اس لیے شیطان کے اس منصوبے میں بہت بڑی خامی ہے۔ یہ سازش اور منصوبہ تمام روحانی قوانین کے بالکل خلاف ہے جو کہ خود خدا نے بنائے ہیں اور اسی وجہ سے یہ سازش ضرور برباد ہو کر رہے گی۔

صیہونیت سمجھتی ہے شاید مستقبل میں صرف اسی سازش کے پاس طاقت اور قوت ہوگی، لیکن یہ محض اس کا دھوکہ ہے۔ اس نظام میں ہر جگہ درازیں پڑی ہوئی ملیں گی اور یہ نظام خود بھی مل چل کر ٹوٹ رہا ہے۔ اخلاقی اور روحانی اقدار نہ ہونے کی وجہ سے یہ نظام انسانی فطرت کی کمزوریوں سے بھرا ہوا ہے۔ بالآخر یہ انتشار اور بدعنوانی ہی پیدا کر سکتا ہے۔ یہ نظام صرف اس وجہ سے کجا ہے کہ اس مقصد کے لیے نفرت، خوف، دہشت، میرا پھیری، زبردستی، دھمکیاں اور دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ ان سب کے بغیر اس نظام کے تمام اجزاء اور اس سازشی عناصر کا پورا تیار کردہ نظام ایک دم بٹھ جائے گا۔

جس طرح ہم اکیسویں صدی کے آخر کی طرف گامزن ہیں، ہمیں کیا کرنا چاہئے کہ امریکا واپس اپنے توازن کی طرف لوٹ آئے اور ترقی اور امن آ سکے۔ ایک اور انقلاب کی ضرورت

ہے۔ امریکی حواس کے دل و دماغ نو آئیہ روحانی انقلاب کی اشد ضرورت ہے۔ [سبحان اللہ! مغربی مفسرین اسلام سے دایوں میں یہی بات کہہ رہے ہیں۔ افسوس کہ وہ روح اور روحانیت کا فقیہ منہبہ سمجھ رہے ہوتے۔ راقم] یہی روحانی بیداری امریکا کو صیہونی ٹکجنے سے آزاد کر سکتی ہے۔ کیا ایسا معجزہ اس وقت ممکن ہے؟ ہاں بالکل ممکن ہے بالکل اسی طرح جس طرح امریکی جرنیل مک آرتھر نے کہا تھا:

”تاریخ میں ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں کہ کوئی قوم اخلاقی پستی کے بعد سیاسی اور معاشی بحران کا شکار نہ ہوئی ہو، لیکن اس نازک سوز پر یا تو ایک روحانی انقلاب برپا ہوا جس کی وجہ سے اس اخلاقی پستی کا مقابلہ کیا گیا اور وہ بارہ ترقی کی راہ اپنائی گئی یا پھر قوم اور بھی زیادہ پستی کی طرف چلی گئی جس کا بالآخر نتیجہ مکمل تباہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔“

اگر ہم نے ایک مرتبہ پھر قومی بیداری کو دیکھنا ہے تو پھر Russ Walton جیسے کہتا ہے: ”یہ صرف انفرادی بیداری ہی سے شروع ہو سکتا ہے۔“

یا پھر T.S. Filliot جیسے کہتا ہے:

”کیا میں اپنے ہاتھ کم از کم سیدھے راستے کی طرف بڑھاؤں۔“

ہم سب کو اپنے ہاتھ سیدھے راستے کی طرف بڑھا دینے چاہئیں۔

[اللہ کرے کہ اس معتدل مزاج کینیڈین صحافی کی بات مغربی دنیا کو سمجھ میں آجائے اور وہ اپنا ہاتھ اور قدم اس سیدھے راستے کی طرف بڑھا دیں جو انسانیت کی نجات کا واحد اور متعین راستہ ہے۔ آمین]

-

پر اسرار و جالی علامات

و جالی نظام کے حق میں ذہن ہموار کرنے کے لیے چھینا جاتا ہے
شیطان جالی علامات

آپ نے کبھی "سونی اریکسن" کا موبائل آن کیا ہے؟ اس میں آپ کو کیا نظر آتا ہے؟
ایک سبز آنکھ جو آہستہ آہستہ سرخ ہوتی ہے۔ پھر آنکھ کے مختلف رنگ بدلتی ہوئی چاروں طرف
گھمکتی ہے اور موبائل زندگی کی حرارت پکڑ کر جھرمیری لیتا اور بیدار ہو جاتا ہے۔ یہ سبز سرخ اور
زرد رنگ کی آتشیں آنکھ جو خاص انداز سے رنگ بدلتی، پھیلتی اور سکڑتی ہے چھ جاتی ہے، پھر
"حیات بخش قوت" یا "توانائی کے منبع" کا تاثر پیدا کرتی ہے، کیا ہے؟ ابھی آپ نے غور کیا؟

آپ نے سگریٹ کے پیکٹ دیکھے ہوں گے۔ ان کے ساتھ اور ڈیزائن ملتے جلتے
ہوتے ہیں، لیکن کبھی غور کیا کہ ان میں ایک ایسی قدر مشترک بھی ہے جس کی بناء پر سگریٹ
سے کوئی مناسبت نہیں، لیکن وہ سگریٹ کے علاوہ شراب کی بعض اقسام پر بھی ایسا طور پر
شبہ نظر آتی ہے، خاص طور پر تمباکو اور شراب کی ان مٹی نیشاں سپینوں کے پرانہ پر جو امریکا یا
برطانیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے نزدیک مارک میں ایک عجیب و غریب قدر مشترک جتنی حیات کی
نقاں ایک "شبہ" ہوتی ہے، جس کی آنکھ کی روشن خیال کمپیوٹرائزڈ دنیا میں کوئی عقلی توجیہ
ممکن نہیں، لیکن روشنیوں کی دنیا کے باسی اسے صبح و شام دھواں لگنے اور اٹکنے سے پہلے
روزانہ بیسیوں مرتبہ دیکھتے اور اپنے ذہن پر نقش کرتے ہیں اور بتائیں سکتے کہ یہ دور قدریم کی
جتنی حیات کی یادگار عجیب و غریب چیز کیا ہے؟ یہ قہر مختلف جانداروں پر مشتمل شبہ ہے،
جس کے بیچ میں ایک "نیم انسانی نیم جناتی" قسم کا بیوی ہے۔ ان دونوں طرف سے دو
عجیب اقلیت جانوروں نے پکڑ کر سہارا دیا ہوا ہے۔ دائیں طرف کا جانور گھوڑے سے اور

بائیں طرف کا شیر سے ملتا جلتا ہے۔ بیچ میں موجود مرکزی شبیہ کے سر پر تاج ہے اور اس کے اوپر چھوٹا سا شیر بنا ہوا ہے۔ کچھ یاد آیا؟ آپ کو یہ چیز یقیناً کبھی بولی محسوس ہوئی۔ جی ہاں۔ بالکل ویسا شیر جیسے کہ حبیب بینک یا بینک الحیب کے منوگرام میں ہوتا ہے۔ اس پر ہی شبیہ کی تلخیص میں اور علامتی نمائندگی اس تاج سے کی جاتی ہے، جو اس ”نیم انسانی نیم شیطانی“ شبیہ کے سر پر موجود ہے۔ چنانچہ بہت سی مصنوعات پر تو مکمل شبیہ ہوتی ہے اور کچھ پر فقط یہ تاج جو اس کے مرکز میں بلند مقام پر مخصوص انداز میں چمکار دکھارہا ہوتا ہے۔ مثلاً: پیپسی کے ڈسپوز ایبل ٹن کو غور سے دیکھیے۔ اس میں جہاں اس ڈبے کو عارضی استعمال کے بعد نوکری میں پھینکنے کی علامت دی گئی ہے، وہاں اوپر تاج بھی بنا ہوا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اور وہم و غمروں سے یا بے جا تجسس کے بجائے عقل و منطق کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے کہ کچھرے کی نوکری کے اوپر تاج شاہانہ کا کیا کام؟

آپ کبھی امریکا و یورپ گئے ہیں؟ نہیں گئے تو خدا را (نقل مکانی کر کے) وہاں جانے کی سوچ دل سے نکال دیجیے۔ وہاں مغربی ایسا وقت آنے والا ہے کہ آپ اپنے تن کے کپڑوں کے علاوہ کچھ ساتھ لے کر نہ نکل سکیں گے۔ اگر آپ وہاں گئے ہیں یا آپ نے دنیا کے مشہور شہروں کی سیاحت کی ہے تو کیا آپ نے محسوس کیا، آزاد خیال اور آزاد روی کی آخری حد تک پہنچنے کے باوجود عریانیت اور مادیت پرستی مزید بڑھتی جا رہی ہے اور بے تحاشا بڑھتی جا رہی ہے؟ شہرت اور دولت کے حصول اور من چاہی خواہشات کی تکمیل کے لیے لوگ جائز و ناجائز کی تفریق تو بھلا ہی چکے تھے، اب وہ جادوؤں اور غیر مرئی طاقت سے ماورائی اعانت کے حصول کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ ہیری پورٹر جیسے ناولوں، فلموں، کارٹونوں اور ویڈیو گیمز نے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہن میں یہ راسخ کر دیا ہے کہ دنیا میں جادوؤں اور ماورائی مخلوقات (یعنی شیطان اور اس کے نمائندہ اعظم و جال، غیث جنات اور ان کے چیلوں) کی طاقت ہی اصل طاقت ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا بن دیکھے انکار کرنے والوں کی نئی نسل شیطان کے ان دیکھے جال میں پھنستی جا رہی ہے۔

چلیے رہنے دیجیے! شاید آپ نے شاید — میں یہ بات نہ آئی ہو۔ یہ وہاں کی خفیہ
 موسیقی میں ہو رہا ہے۔ اس کو ابھی منظر عام پر آنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اگرچہ وہ وقت
 کچھ زیادہ نہیں ہوگا۔ یہ بتائیے! آپ نے بھی وہاں محسوس کیا کہ ایک آنکھ آپ کو گھور رہی
 ہے یا وقت بے وقت، جا بے جا، اکلوتی آنکھ مختلف شکلوں میں، مختلف انداز میں پیش کی
 جا رہی ہے۔ اگر آج تک آپ نے اسے محسوس نہیں کیا تو اب مشاہدہ شروع کر دیجیے۔
 کتابوں، رسالوں کے سرورق پر، ملنی نیشل کمپنیوں کے اشتہارات میں، اہرام کی طرز پر بنی
 ہوئی عمارات میں، بچوں کے کھلونوں اور کارٹونوں سے لے کر فلموں اور گانوں کے ٹائٹل پر،
 مشہور زمانہ کمپنیوں کے لوگو اور مونو گرام میں "ایک آنکھ" یا اس کی شبیہ، حقیقی تصویر یا مصور کی
 دستکاری کے متنوع اندازوں میں، امریکا اور یورپ کے روشنیوں سے بھرے شہروں پر
 تاریکی کا راج قائم کرنا چاہتی ہے اور باخبر امریکی اور با علم یورپین قطعاً اور حتماً بے خبر اور لاعلم
 ہیں کہ یہ اکلوتی آنکھ ان کے مذہب کے پیغمبر جناب "مسیح صادق" سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ
 السلام کے مقابلے میں آنے والے "مسیح کاذب" سے ان کو مانوس اور قریب کرنے کے
 لیے طاقت اور روحانیت کا سہیل بنا کر پھیلائی جا رہی ہے۔

آپ کو کبھی حرمین شریفین حاضری کی سعادت نصیب ہوئی؟ اللہ مجھے، آپ کو، ہر
 صاحب ایمان کو وہاں بار بار لے جائے اور حرمین کی عقیدت اور اس پر مر مٹنے کا جذبہ
 نصیب فرمائے، کہ وقت ہی ایسا آنے والا ہے جب وہاں فدا یوں کے فانی اللہ کی تہہ سے
 بقا کا راز دنیا کے سامنے آشکارا ہوگا۔ آپ نے مناسک حج کی ادائی کے دوران شہری دفاع
 کے محکمے کو متحرک دیکھا ہوگا۔ ٹریفک کنٹرول کے محکمہ کی طرف سے حجاج کرام کی سہولت اور
 گازیوں کے ہجوم کو کنٹرول کرنے کے لیے مختلف اشتہارات، ہدایات وغیرہ ملاحظہ کی ہوں
 گی۔ ان محکموں کے مونو گرام میں آپ کو کوئی چیز غیر متعلق اور عجیب تو نہیں لگی؟ آپ نے
 محسوس کیا وہی آنکھ جو رنگ اور شکلیں بدل بدل کر یورپ و امریکا پر چھائی نظر آتی ہے، یہاں
 بھی جھانکتی دکھائی دیتی ہے۔ وہی ٹکون جو شیطان اور دجال کی متحدہ طاقت کی علامت ہے،

یہاں بھی مختلف جگہوں پر بھلائی اور مختلف چیزوں پر نقش دکھائی دیتی ہے۔ آپ اس سفر حرمین کے دوران بیمار ہوئے ہیں تو میڈیکل اسنور ضرور گئے ہوں گے یا تم از کم سی "صدیہ" کے سامنے سے تو ضرور گزرے ہوں گے۔ وہاں کبھی سانپ کی شبیہ دیکھی؟ بیماروں کے لیے مسیحا بننے کے مرکز میں سانپ کی موذی شکل کا کیا کام ہے؟ لیکن آپ حافظے پر زور دیں تو سانپ کی شکل "عالمی ادارہ صحت" کے مونوگرام اور طب و صحت سے متعلقہ بہت سی اشیاء پر بھی موجود ہے۔ گزشتہ دنوں راقم الحروف پنجاب کے ایک شہر کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ ایک میڈیکل اسنور پر نظر پڑی۔ یہ چیز تو بڑی خوش آئند تھی کہ اس کے مالک نے میں سال سعودی عرب میں رہ کر آنے کی وجہ سے اپنی دکان کا نام "صدیہ" رکھا تھا اور انداز آرائش بھی ویسا ہی تھا جیسا سعودی عرب کے صدیہ، یعنی دوا فروشوں کا ہوتا ہے، لیکن یہ دیکھ کر نہایت دکھ ہوا کہ بے خبری میں اس نے سانپ کی مخصوص علامت بھی واضح طور پر بنائی ہوئی تھی، جو عموماً بلاد حرمین کے میڈیکل اسنوروں کی پہچان بن چکی ہے اور بغیر سوچے سمجھے بن چکی ہے۔ آخر تریاق و علاج اور زہر و ایذا میں مناسبت کیا ہے کہ موذی شکل کا یہ جانور سنہرے اور دیدہ زیب رنگوں اور معصوم شکل کے ساتھ اپنی فطرت اور روایت سے بالکل متضاد اشیاء کے ساتھ لہراتا دکھائی دیتا ہے؟ کہیں یہ بچوں کے کپڑوں، جوتوں اور ٹوپوں پر محبوبیت اور معصومیت کی علامت بنا کڈی مارے بیٹھا ہوتا ہے اور کہیں ہیر و قسم کے اداکاروں، کراٹے کھیلنے والے جنگجو کھلاڑیوں کی وردیوں پر طاقت اور قوت کے نشان کے طور پر چھن پھیلائے نظر آتا ہے۔

عالم مغرب اور عالم عرب کے بعد آپ اپنے ملک کو لے لیجیے! بہت سی جگہوں پر آپ کو ایسی چیزیں نظر آئیں گی جن پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مانائوس چیز کو دھیرے دھیرے، رفتہ رفتہ مانوس کیا جا رہا ہے۔ اس طرح "ناخوب" آہستہ آہستہ "خوب" ہوتا جا رہا ہے۔ مثلاً: آپ جیو اور پی ٹی وی ایل کے مونوگرام کو تازے۔ ایک آنکھ آپ کو تازتی دکھائی دے گی۔ "LG" مشہور بین الاقوامی کہنی ہے۔ اس کے مونوگرام میں واضح انسانی

شبیه ہے، جو یک چشم ہے۔ وندوز xp2007 کھولے۔ "ACDC" یا "ایڈوب فوٹو شاپ، ایڈوب ایکروبیٹ ریڈر" کے لوگو کو توجہ سے دیکھیے۔ پراسرار قسم کی آنکھ آپ کو گھور رہی ہوگی۔ آج کل "کمپیوٹر وائرس" کو روکنے کے لیے ایک پروگرام "NOD32" آیا ہے۔ اس کی علامت ایک آنکھ ہے جس سے روشنیاں پھوٹ رہی ہیں اور یہ آنکھ تنہا ہر طرح کے وائرس سے دفاع کر رہی ہے۔ بچوں کے ویڈیو گیمز میں سب سے طاقتور ہیرو کی جو شبیہ ہوگی، غور کریں تو اس کی ایک آنکھ ہوگی۔ بچوں کے ایک مشہور کارٹون میں ایک آنکھ والی شبیہ کو سب سے طاقتور وجود کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ اب تو ہمارے ہاں ایک معروف اخبار اور چینل کے "ہر خبر پر نظر" کے اشتہار میں ایک آنکھ ہر چیز پر نظر جمائے اور نگرانی کرتے دکھائی دینا شروع ہو گئی ہے۔ یہ اکلوتی آنکھ آپ کو کمپیوٹر اور ٹی وی کی اسکرین پر جھلساتی نظر آئے گی، آپ کے دماغ میں بجلیاں کوندیں گی اور یہ ذہن کے پردے پر امن نقش کی طرح جم جائے گی۔ رفتہ رفتہ کچھ ہی عرصے بعد اس کا ایسا تاثر دینا کے ذہن میں بیٹھنے لگا کہ عوام الناس دو آنکھوں کو کمزوری اور ایک آنکھ کو طاقت اور ذہانت کی علامت سمجھنے لگ جائیں گے۔ کھیل ہی کھیل میں یہ نوبت آجائے گی کہ ایک یا تین آنکھیں بھلی اور دو آنکھیں بری معلوم ہوں گی۔ "جیو" کے موسیقی چینل "آگ" میں ایک "آتشیں ٹکون" ہے یعنی مثلث کا نشان جس کے پتوں بیچ آگ سیٹلوں کی شکل میں جل رہی ہے۔ یہ اسی طرح کا مثلث ہے جیسا مصر کے مشہور زمانہ فرعون ابرام میں بھی ہوتا ہے اور اس کی چوٹی پر روشنی پھنکاتی ایک آنکھ ثبت ہوتی ہے۔ چوٹی پر موجود روشنیاں بکھیرتی یہ آنکھ ڈالر کی پشت پر دنیا بھر میں سفر کرتے ہوئے پوری دنیا کو پیغام دے رہی ہے کہ امریکا اور مغرب کی ترقی کے بل بوتے پر زور دکھانے والے اس فتنے کو سمجھو، جو اپنی مخصوص علامات دنیا بھر میں پھیلا کر انسانی ذہنوں کو تاریک کے عظیم ترین فتنے کے لیے ہموار کر رہا ہے۔

امریکی ذہن کی طرح برطانوی پاؤنڈ بھی شیطانی علامات یا دجالی نشانات سے خالی نہیں۔ اس کو الٹا کر کے غور سے دیکھیں تو 666 کا مخصوص شیطانی ہندسہ جلوہ گر نظر آئے گا۔

ملی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات پر پھپھہ "وہ بازار میں بھی آپ کو پھپھہ سے ملے گا۔" شکلوں میں دکھائی دے گی جیسے۔ آزاد خیال نو بہ انوں کی مثال اور پس منظر ہندی استعمال کی دیگر اشیاء کو پڑی اور ہڈیوں کا مخصوص نشان بھی آپ — پمپا نہ رہا دکھائی دے گا۔ اگر آج کے دور کی "ام الغبانٹ" یعنی نیلی ویشن، یعنی لی ات لی ہوتی ہے تو اسے وقفے وقفے سے کسی نہ کسی شکل میں پروگراموں، اشتہارات اور کارٹون میں ایک آئٹم یا ٹکون وقفے وقفے سے کسی نہ کسی شکل میں انگریزی حروف جی ۸، ۱۰۰، ۱۰۰۰ یا (۱) کے مختلف ڈیزائنوں میں جھلکاتی اور اپنا آپ منواتی نظر آئے گی۔ ان حروف سے بنے ڈیزائن جہاں پائے جائیں، وہ تجارتی کمپنیاں ہوں یا تعلیمی ادارے، شعوری یا لاشعوری طور پر ۸ کے ڈیزائن میں ٹکون اور بقیہ حروف میں آئٹم کی تمثیل پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کے بغیر ان کے ذوق زیبائش کی تسکین نہیں ہوتی نہ انہیں کوئی اور طرز سوجھتا ہے۔ تاج، ٹکون، آئٹم، سانپ، کھوپڑی اور ہڈیاں، چھ سو چھیا سٹھ اور تین سو بائیس کے بندے آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ایک ظلم ہے جس کے آگے ہنگامہ پر دہ زنگاری ہے۔ "دجال ۱" کے آخر میں دی گئی روحانی و عملی تدابیر میں "فقہ میڈیا سے حفاظت" کا عنوان بڑھا دیا گیا ہے۔ اس میں اپنے ارد گرد پھیلی دجالی علامات پر غور کرنے اور ان کے شر سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس مضمون کی تلخیص "دجال ۱۱" کے آخر میں بھی دے دی گئی ہے، لیکن وہاں یہ علامات مختصراً تھیں۔ آئیے! ذرا ان علامات کو بالترتیب تفصیل سے دیکھتے ہیں اور ان کے پیچھے چھپے فلسفے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاید کہ ان علامات کی حقیقت سے واقفیت ہمیں فریب کے اس نادیدہ جال میں الجھنے سے بچنے کی سوچ پیدا کرے، جو انسانیت دشمن اور شیطان پرست قوتیں کرہ ارض پر تاننے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ذکر کا نور، مسنون اعمال، ماثور دعاؤں کا حصار اور تقویٰ کی برکت..... ان سب شیطانی علامات اور جادو کی نشانوں کا اصل توڑ ہے، خیر کی یہ چیزیں اپنانے کے ساتھ ساتھ شر کی نمائندہ ان کھلی نشانوں کے پیچھے چھپے خفیہ پیغام کو جاننا بھی ضروری ہے۔ فہرست بنائی جائے تو یہ ایک درجن کے

قریب بنتی ہیں۔ ایک دو غیر مشہور بھی ہیں جن کو ہم آخر میں ضمنا ذکر کریں گے۔ اصل بحث کے آغاز سے پہلے چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

(۱) یہ علامت یا ان کی شبیہ جہاں حقیقی یا قریب بہ حقیقت ہو، ہماری بحث اسی سے ہے۔ بعض چیزوں میں خیالی یا وہمی طور پر قسم قسم فرضی شکلیں یا تصوراتی شبیہیں بن جاتی ہیں، جن میں حقیقت سے زیادہ قوت و اہم کی کار فرمائی ہوتی ہے۔ یہ ہماری بحث سے قطعاً خارج ہے۔ سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ حقیقت سے آنکھیں نہ چرائی جائیں اور وہم یا احتمال کی بنیاد پر کسی و مورد اہتمام بھی نہ ٹھہرایا جائے۔ اعتدال اور میانہ روی ہی زندگی کے ہر موڑ پر رہنی ہو، دنیاوی تحفظ اور سلامتی کی ضامن ہے۔

(۲) یہ علامات دو قسم کی ہیں: ایک تو وہ جو شیطان کے ساتھ ایسے خاص الخاص انداز میں مخصوص ہیں کہ ان کا کوئی اور مطلب بنتا ہی نہیں، ان کا استعمال کرنے والا یہ عذر کرے کہ میں ان کی اصلیت اور پس منظر سے ناواقف ہوں تو اس کا عذر سو فیصد مقبول ہے کہ ان علامت یا نشانات کی حقیقت اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ بھی نہیں جانتے، لیکن اگر وہ اس کی کوئی اور تاویل کرے جان چیز اتنا چاہے تو وہ قطعاً مقبول نہیں ہو سکتی کہ کوئی لاکھ تاویل کرے ان کا وہ انتہائی معنی تصور نہیں، مثلاً: پہلی علامت جس میں ”عجیب الخلق جانوروں“ کی نقاد مرقی ہوئی شبیہ اور اس شبیہ کے سر پر سنہرا تاج، یا شعبہ محنت کے مونوگرام میں سانپ، یا سینک، گھوڑی، بندیاں اور مخصوص پراسرار ہند سے۔ ایسی علامات کو منا کر متبادل شناخت دینا، یا ان کی طرف توجہ دلانا نہیں بدلنا بہر حال ضروری ہے۔

دوسری قسم ان علامات کی ہے جن کی تاویل ممکن ہے۔ ان کے دوسرے مطلب بھی ہیں یا انہیں کسی مطلب کے بغیر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے گون، بچ گوشہ ستارہ یا ایسے انگریزی حروف (a, e, o) وغیرہ جن سے آنکھ یا گون بنتی ہے۔ بلاشبہ یہ عام استعمال سے نفرت، اشمال اور حروف ہیں۔ ان کی ایک مخصوص شکل کے علاوہ اصرار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بالیقین ہی شیطانی علامات ہیں یا ضروری غلط مطلب میں استعمال ہوتی ہیں۔ ایسا کرنا

خصوصاً غیر مغربی معاشروں میں اس بات پر زور دینا نا انسانی ہوگی۔ ان مشنریوں کو اس بات کو اکثر ڈیزائنر کسی خاص مطلب کے بغیر آرائشی شکل دینا پسند نہیں آتا۔ لیکن ان کے لیے یہ بات استعمال کرنے والے بھی بے خیالی اور بے دھیانی میں استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے اس مضمون میں اس طرح کے لوگوں پر تعریض بھی ہرگز مقصود نہیں، چہ جائیکہ ہم ایسی تصریح کریں۔ نیتوں کا حال جاننے والا اس پر گواہ ہے۔ قارئین بھی احتیاط کریں۔ افراط و تفریط سے بچیں۔ غیر واقعی اور فرضی بحثوں میں نہ الجھیں۔ نہ کسی کو بلاوجہ مورد الزام ٹھہرائیں۔ ہمیں فتنے کے خاتمے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ نیا فتنہ کھڑا کر کے نئے مسائل میں الجھنا دانشمندی ہے نہ دین داری۔

(3) ان علامات کی طرح انہیں استعمال کرنے والے بھی دو طرح کے ہیں: مغرب کے کچھ ادارے اور کمپنیاں بلاشبہ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں۔ ان کے چلانے والے ان علامتوں کو اپنے مونوگرام یا پیشانی پر سجا کر شیطان کی مدد حاصل کرنے کے ساتھ دنیا کو شیطانی اثرات سے آلودہ کرنا چاہتے ہیں۔ امریکا و یورپ میں بنی اسرائیل کے سامریت زدہ افراد اس مہم کو مقصد بنا کر چلا رہے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ اور کمپنیاں نا سمجھی میں اور دوسروں کی دیکھا دیکھی یہ سب کچھ کرتی ہیں۔ ان کو حقیقت کا علم نہیں ہوتا، بلکہ اکثر کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ اتنی بے جا حرکت کی مرگب ہو رہی ہیں۔ لہذا ان کا ہم پر حق بنتا ہے کہ ہم انہیں حقیقت سے آگاہ کریں، نہ کہ پہلی مرتبہ ہی ان پر اعتراضات کی لائنیں لے کر برس پڑیں۔ اہل علم اور داعیان دین اور دیندار حضرات کو انسانیت کے لیے رحیم و شفیع ہونا چاہیے نہ کہ بد مزاج و غضب ناک۔

(4) زیر نظر تحریر میں شیطان اور دجال یا شیطانی علامات اور دجالی علامات ہم معنی اور ہم مطلب ہیں۔ ایک کے ذکر کا مطلب دوسرے کا تذکرہ ہے اور ایک سے منسوب علامت دوسرے کی پہچان ہے۔ قارئین کے لیے یہ بات تشویش کا باعث نہیں ہونی چاہیے کہ کسی علامت کے ضمن میں شیطان کا تذکرہ ہے اور کہیں دجال کی طرف وہی چیز منسوب کی گئی

ہے۔ اس لیے کہ یہ صرف بڑے چھوٹے کافروں کا فرق ہے، ورنہ انجیل کی تصریح کے مطابق دجال کی ساری غیر معمولی قوتوں کا راز یہ ہوگا کہ شیطان نے اپنی ساری طاقتیں اسے سوپ دی ہوئی۔ اس لیے زیر نظر تحریر میں جب کسی چیز کی ان میں سے کسی ایک کی طرف نسبت کی جائے تو دوسرے کے لیے بھی خود بخود سمجھی جائے۔ ان میں سے ایک تاریکیوں کی طرف بلاتا ہے تو دوسرا تاریکیوں میں پھنسانے کا جال ہے۔ ایک بنی آدم کو جہنم کے گڑھے میں گرانا چاہتا ہے تو دوسرا اس میں اس کا معاون اور دست راست ہے۔ کتاب وسنت میں دونوں سے اللہ کی پناہ چاہنے اور دونوں کے فتنے سے اپنے آپ کو بچانے اور ان کے خلاف جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔

اب آئیے! ان علامات کی فہرست شروع کرتے ہیں۔ ان کا پس منظر، ان کے پیچھے چھپا فلسفہ اور مثالیں تو ساتھ ساتھ ذکر ہوں گی، البتہ ان علامات کو پھیلانے کا مقصد اجمالاً ساتھ ساتھ اور تفصیلاً آخر میں ذکر ہوگا۔ وہیں ہم یہ بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ان پر اسرار علامات کی بھرمار اور شیطانی نشانات کی یلغار کے سامنے بند کیسے باندھا جائے؟ ان کا توڑ کیسے ہو؟ اور ان کے شر سے بچنا اور بچانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

-

تاجِ زرّیں و حیوانِ عجیب

جہی علامت - سنہرا تاج اور عجیب اخلاقت جانور:

تاج عرف عام میں شان و شوکت اور غرور و غرور کی شاہی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ خصوصاً جب سونے کا ہو تو اسراف، کبر اور غرور و نخوت کا متکبرانہ فرعونى اظہار ہے۔ جب مرد کو سونے کی انگوٹھی اور چاندی کے کنگن کی اجازت نہیں تو تاج کی اجازت کیسے ہوگی؟ خاص کر سونے کا تاج تو کوئی ایسا شخص پہن ہی نہیں سکتا جسے آخرت میں عزت کا تاج پہننے کی ادنیٰ سی بھی خواہش ہو۔ ایک مسلمان کے لیے تو عمامہ ہی وہ خوبصورت، دیدہ زیب اور وقار و عزت کی بابرکت و ہند نور علامت ہے جو اس کے لیے کافی ہے۔ جس چیز کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا، زیب تن فرمایا اور اسے "تاج" کہا، اس سے بڑھ کر سر کی زینت کیا ہو سکتی ہے؟ مگر شیطان نے اپنے لیے اور اپنے چیلوں کے لیے جس چیز کو پسند کیا ہے، وہ فرعونوں، دنیا پرستوں اور متکبرین کی علامت ہے۔

یہی علامت اس کے سب سے بڑے آلہ کار کی ہے جسے پوری دنیا کا بے مہار بادشاہ بنانے کے لیے شیطانی قوتیں پورا زور لگا رہی ہیں اور اس کے خروج سے پہلے اس کی مخصوص علامتوں کو کرۂ ارضی کے باشندوں کے لیے مانوس اور جانی پہچانی بنانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ آپ کو شاید اس پر یقین نہ آئے۔ معمول کے مطابق دکھائی دینے والی چیزوں کے بارے میں غیر معمولی باتوں پر یقین آتا بھی نہیں لیکن معمول کے مطابق نظر آنے والی چیزیں کسی عقلی توجیہ اور فطری مناسبت کے برخلاف ہوں تو انسان سوچنے پر مجبور ہو ہی جاتا ہے۔ ہم آپ سے یہی امید رکھتے ہیں کہ آپ توجہ دلائے جانے کے بعد ایسے اجتماعی موضوعات پر غور و فکر سے لاتعلق نہیں رہیں گے، جن کا سامنا پورے عالم بشریت کو ہے۔

سنبہ سے تاج کی شیطان یا اس کے نمائندہ اعظم (وجال اکبر) سے کیا مناسبت ہے؟ تاج کے نیچے یہ نامانوس قسم کی ناگوار حیوانی شبیہ کیا ہے؟ اس کو دونوں طرف سے سہارا دینے والے تین تین جانوروں سے مرکب فرضی حیوان کس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں؟ کیا دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے سر پر تاج ہوگا؟ ان سب چیزوں کا پس منظر سمجھنے کے لیے ہم "سماویات" اور "دجالیات" دونوں سے مدد لیں گے۔ انجیل کی آخری کتاب "یوحنا عارف کا مکافہ" میں چند آیات ایسی ہیں جو تاج کے علاوہ ان عجیب الخلق جانوروں کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتی ہیں، جنہوں نے اس شبیہ کو دونوں طرف سے قحام رکھا ہے، جن کے سر پر تاج دھرا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں ہے:

"یسوع مسیح کا مکافہ جو اسے خدا کی طرف سے اس لیے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضروری ہے۔"

اس مکافہ میں سات فرشتوں کے تذکرے کے بعد شیطان کے بارے میں جو اللہ کے نیک بندے یوحنا عارف کو "کشف" کی حالت میں اڑا دھا جیسا نظر آتا ہے، کا تذکرہ ہے۔ شیطان کے تذکرے کے متصل بعد دجال کا تذکرہ ہے جو سمندر سے نکلنے والے حیوان کی شکل میں اس وقت کی نیک ہستی یوحنا عارف کو مکافہ کے دوران دکھایا گیا۔ یاد رہے کہ دجال کا مسکن سمندر میں ہے اور وہ "نیم انسان، نیم حیوان، نیم جن" قسم کی دوغلی مخلوق ہے۔ اب آگے چلتے ہیں۔ مکافہ میں ہے:

"اور میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نکلنے ہوئے دیکھا۔ اس کے دس سینکڑے اور سات سر تھے اور اس کے سینگوں پر دس تاج اور اس کے سروں پر کفر کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اور جو حیوان میں نے دیکھا اس کی شکل تیندوے کی سی تھی اور پاؤں پیچھے کے سے اور منہ ہر کا سا۔ اور اس اڑ دھانے اپنی قدرت اور اپنا تخت اور اپنا بڑا اختیار اسے دے دیا۔ اور میں نے اس کے سروں میں سے ایک پرگو یا زخم کاری لگا ہوا دیکھا، مگر اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے پیچھے ہولی۔ اور چونکہ اس اڑ دھا

نے اپنا اختیار اس حیوان کو دے دیا تھا، اس لیے انہوں نے اثر و دھماکا پرستش اور اس حیوان کی بھی یہ کہہ کر پرستش کی کہ اس حیوان کی مانند کون ہے؟ کون اس سے بڑھ سکتا ہے؟ بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لیے اسے ایک منہ دیا گیا اور اسے پالیس مہینے تک کام کرنے کا اختیار دیا گیا۔" [مکافہ: باب 13، آیت 2، 85، نیا عہد نامہ: ص 251]

ان آیات میں کئی باتیں غور کرنے کی ہیں۔ حیوان کے سر پر کفر کے نام (یعنی اقوام متحدہ، یورپی یونین، جی سکس، جی ایٹ یا مغربی ممالک کے "ناٹو" جیسے کسی اتحاد میں شامل ممالک کے نام) درج ہونا، اثر و دھماکا (یعنی ابلیس) کی طرف سے اپنا اختیار اس حیوان کو دینا، اس حیوان کی طرف سے اپنی اور اثر و دھماکا کی پرستش کروانا، کفر بکنے (یعنی جھوٹی خدائی کا دعویٰ کرنے کے لیے) کے لیے اس کو ایک منہ ملنا، [سر پر زخم کاری لگنے سے شاید اس کا ایک آنکھ سے محروم ہونا مراد ہے، واللہ اعلم بالصواب] اس کی شعبہ بازیوں دیکھ کر لوگوں کا یہ کہہ کر اس کے پیچھے چل پڑنا کہ اس حیوان سے کون لڑ سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ... بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو "احادیث الثقلین" اور ان کی عصری تطبیق سے شغف رکھنے والوں کے لیے فکر کے بہت سے درجے کھولتی ہیں، لیکن ہم یہاں صرف اس حیوان کی شکل و صورت اور اس کے تاج پر توجہ دیں گے کیونکہ شیطان کی آلہ کار و جالی قوتوں نے اس پر غیر محسوس طریقے سے اتنی توجہ دی ہے کہ اس کی شبیہ بہت سی چیزوں پر شیطانی علامت کے طور پر دجال کی آمد سے پہلے اس کے لیے ذہن سازی کے حوالے سے موجود ہوتی ہے۔ اس علامت کی تشہیر میں سب سے زیادہ حصہ "برٹش کالج آف ہیرالڈری" (British College of Heraldry) کا ہے۔ یہ برطانیہ کا قومی ادارہ ہے جو سرکاری افسران اور ملازمین کے لیے دریاں ڈیزائن کرتا ہے۔ اس نے اپنی گزشتہ کئی صدیوں کی تاریخ کے تناظر میں "رائل کوٹ آف آرمز" ڈیزائن کیا ہے۔ اس میں وہ شبیہ ہے جس کے سر پر تاج اور جس کے دائیں جانب گھوڑے کی شکل کا اور بائیں جانب شیر سے مشابہ جانور نظر آتا ہے۔

یہ شبیہ برطانوی افسران کی وردیوں، شاہی اداروں اور تعلیمی جامعات کے مونوگرام

سے نہ توئی گئی۔ چنانچہ وہ شہابیہ کی باتوں پر آن پہنچی اور یہاں ایسی تھی۔ ان کی چھوٹی بات تھی۔ پھر اس ناموس "شبیہ" کے خلاصے کے طور پر "تاج" و مختلف اداروں سے "مونوگرام" اور "پینوں" کی مصنوعات کے ذریعے "راہل آرٹ" "کنف اسٹل" اور "ارون ورائٹی" کا نام سے برچھلایا اور عام کیا گیا، حتیٰ کہ ہمارے ہاں کی ٹیکریوں، بندروں اور قصبوں کے دروازوں پر توڑے دیئے، بعض مسلم مالک کے اداروں جو کچھ نہیں، سرکاری ہیں۔ "مونوگرام" پر بھی بغیر سوچے سمجھے "سہرہ اسٹل" نقش کرنا شروع کر دیا گیا۔ مثلاً راقم کے سامنے اس وقت ایک برادر اسلامی ملک کے "محلہ امن عام" کا مونوگرام موجود ہے۔ اس سے بچے میں آنکھوں شبیہ اور اس شبیہ کے عین اوپر سہرہ اسٹل ہے۔ یہ نقش اس ادارے کی کابیوں پر بھی ثبت ہے اور بچے کے زائرین اسے عام ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے۔ یہاں بادشاہی نظام ہے۔ یہ تاج بادشاہت کی علامت ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے۔ اس اسلامی مملکت کے بادشاہ تو تاج پہنتے ہی نہیں، اور حرمین کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سہرہ اسٹل (جو خطاب ہے سونے کا ہے اور سونا مرد کے لیے ممنوع ہے) پہننے کی اجازت ہی نہیں دی، تو اسے سرکاری "مونوگرام" میں لگانا غفلت کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ غفلت تو کسی سے بھی ہوسکتی ہے۔ اس پر کوئی ملامت نہیں۔ البتہ توجہ دلائے جانے کے بعد غلطی پر اسے اچھی بات نہیں۔ چلیں مان لیا کہ اس برادر ملک میں بادشاہت کا نظام ہے اور تاج بادشاہت کی علامت ہے، لیکن پھر اس بات کا کیا جواب دیا جائے گا کہ اسی قابل احترام جب۔ ایک اور ادارے "الدفاع المدنی" (شہری دفاع) کے مونوگرام میں جزیرہ نمائے "ب"۔ "ط" میں ٹکون ثبت ہے۔ اس ٹکون کی یہاں کیا مناسبت ہے؟ عرب بھائیوں۔ "میدان سنو" میں جن کا نام "صيد لیہ" ہوتا ہے، سانپ کی شبیہ لازمی نمونے کے طور پر "ب" جو ہوتی ہے۔ سانپ کا دوا اور شفا کے شعبے سے کیا تعلق؟

بات "سہرہ اسٹل" کی ضرورت تھی۔ کہیں کہیں تو اس کی فقط شبیہ ہوتی ہے۔ جیسے شیل، ذرا اور "ب"۔ "لوٹو" میں اس کو یقینی طور پر تاج کہنا مشکل ہے، لیکن کہیں کہیں واضح

طور پر "تاج" ہی ہوتا ہے، جو شیطان اکبری طرف سے عالمی بادشاہت کے لیے نامزد واحد امیدوار "دجال اعظم" کی بے بنیاد بادشاہت کے قیام کے لیے لوگوں کے ذہن پر لڑنے ان میں دجال کی انیسیت کا بیج بونے کے لیے قسم قسم شکلوں میں پھیلا یا جاتا ہے۔ آپ نے بلیک وائر کے "نوٹوگرام کوغور سے دیکھا ہے۔ یہ پیتے کا بچہ معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس بچے کو تاج کی شکل دے کر بیضوی دائرے میں دکھایا گیا ہے۔ خصوصاً ان تجارتی یا تعلیمی اداروں میں جو ہوتے تو مشرق کے باسی اور ذات کے جٹ ہیں، لیکن انہیں "شاهی محل"، "شاهی بکری"، "شاهی طعام گاہ" غرض کہ ہر چیز کو "رائل میڈ" بنانے یا "گولڈن کراؤن" کے سائے تلے پیتا ہوا دکھانے کا شوق ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں دیکھا دیکھی اور رواروی میں شاہوں کی یہ روایت فٹ پاتھیوں نے سہانی شروع کر دی ہے۔ اس عاجز کو تلاش کرتے کرتے ایسے مغربی ادارے کا سونوگرام بھی ملا جو "تھری ان دن" کا نمونہ تھا۔ یعنی اس میں تاج کا ڈیزائن اس طرح بنایا گیا تھا کہ دائیں بائیں دو سینگ بن جائیں، بیچ میں دو سانپ ایک مہا سے چمٹے ہوئے ہوں۔ بتائیے "برادری" نے کوئی کسر چھوڑی ہے؟

غور کیا جائے تو تاج کی شبیہ ملکہ برطانیہ سے تو جڑتی ہے کہ اس کی شاہی کرسی میں تخت داؤدی جزا ہوا ہے، عجیب اقلقت جانوروں کی حیوانی طاقت سے قائمہ اٹھانے کا وہم برطانوی سرکار سے میل کھاتا ہے کہ اس نے خون آشام حیوانوں کی طرح پوری دنیا کے وسائل چوسے ہیں، لیکن ان دونوں چیزوں کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں فرعون تاجوں کی جگہ رحمانی عماموں کو رواج دینا چاہیے۔ اپنے دل میں بھی، اپنے سر پر بھی اور اپنے معاشرے پر بھی۔ اس سے اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، نبی علیہ السلام کی سنت زندہ ہوتی ہے اور شیطانی اثرات کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اکلوتی آنکھ اور تکون

دوسری حلاوت - اکلوتی آنکھ۔

حدیث پاک کی سب سے مستند کتاب بخاری شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہیں دجال کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو دجال کی آمد اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کے حوالے سے خبردار نہ کیا ہو، لیکن میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جو اس سے پہلے کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ وہ بات یہ ہے کہ دجال کی ایک آنکھ ہوگی اور اللہ کی ایک آنکھ نہیں۔“

(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء: ۱/ 47)

ایک آنکھ والا ہونا سخت عیب ہے، لیکن دجال اس قبیح عیب کے باوجود خدائی کا دعویٰ کرنے سے نہیں شرمائے گا۔ چونکہ جھوٹ اور فریب اس کی سرشت میں شامل ہے، اس لیے وہ اپنے خدوج سے پہلے اپنے حیلوں کے ذریعے اکلوتی کافی آنکھ کو دو آنکھوں کے نشیے حسن سے زیادہ حسین، دو آنکھوں کی طاقت سے زیادہ طاقت ور اور جزواں آنکھوں کی بہ نسبت اکلوتی آنکھ کو زیادہ آبدار و تابدار باور کروانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس غرض کے لیے اکلوتی آنکھ کو دنیا بھر میں متعارف کروایا جا رہا ہے۔ کہیں اسے تیسری آنکھ (Third Eye) کا نام دیا جاتا ہے، کہیں سب کچھ دیکھنے والی آنکھ (All Seeing Eye) کا اور کہیں پس پردہ رہ کر گھورتے رہنے والی ”میسوئک لارڈ کی آنکھ“ کا لقب دیا جاتا ہے، جو کمانڈ اور کنٹرول کی علامت ہے۔ طاقت اور بصیرت کا مرکز ہے۔ رفتہ رفتہ یہ بدنام چیز طاقت، ذہانت اور ناقابل شکست قوت کی علامت بنا دی جائے گی۔ بچوں کے کارٹونوں میں یا اخبار کے اشتہارات، کمپیوٹر کے کراکٹ ڈیزائن میں یا فلموں، گانوں کی ویڈیوز، در سالوں کے سردرق، ویڈیو گیمز

ہوں یا نہ ہوں، آپ کو یہ آنکھ متعلقہ یا غیر متعلقہ جگہوں پر بلکہ بغیر کسی تعلق اور مناسبت کے دکھانی دے گی۔ ملنی نیشنل کمپنیوں کے مونو گرام میں تو ڈیزائنرز کو گویا اس کے علاوہ کوئی ڈیزائن سوچتا ہی نہیں، ان کی مرغوب ترین آرٹسٹ علامت یہی اگلوٹی آنکھ ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ کمپنیاں جس سرمایہ دار اور سرمایہ پرست قوم کے ہاتھ میں ہیں، اس کے نزدیک آنکھ کا یہ نشان "اگلوٹے الوہی مرکز" کی علامت ہے، جو ایک نئے اور عالمی سیکولر نظام (Novus ordo Seclorum) کی چوٹی کی طاقت ہے، جو گمنام اور وحشت ناک دور افتادہ اور ویران سمندری جزیرے میں مقید ہے، لیکن اس کے متعلق ہمیں باور کروایا جا رہا ہے کہ وہ بلندی پر رہ کر چوکسی سے سب کی نگرانی کر رہی ہے۔ اس کی کراہیت اور نفرت کو ختم کرنے کے لیے مختلف جھوٹی حرکتیں کی جاتی ہیں۔ مثلاً: مختلف مقبول شخصیات، اداکار اور کئی ماڈلز کی ایسی تصویریں لی جاتی ہیں، جس میں ان کے بال ان کی ایک آنکھ کو چھپائے ہوئے ہوں اور زلفوں کے گھنے سائے سے بچ کر ابھرنے والی ایک آنکھ حسن کا استعارہ بنی ہوئی ہو۔ میگزینز کے غیر شرعی فیچروں میں تو گویا محبوب کی زلفیں دراز ہوتے ہی اس کی ایک آنکھ غائب ہو جاتی ہے۔ کچھ مقبول عوام شخصیات کی تصاویر ایک طرف سے (ون سائیڈڈ) لے کر انہیں رسالوں کے سرورق پر چھاپا جاتا ہے۔ پرندوں اور حیوانات، مثلاً: امن کی آشنا "فاختہ" یا جارحانہ طاقت کی علامت "عقاب" کی ایسی تصویر یا آرٹ ورک بنایا جاتا ہے، جس میں وہ ایک طرف دیکھ رہے ہوں اور ایک جانب سے ان کی صرف ایک آنکھ نظر آ رہی ہو۔ امریکا کے بیشتر سرکاری اداروں کے مونو گرام میں عقاب موجود ہوتا ہے اور چونکہ یہ عقاب ایک طرف دیکھ رہا ہوتا ہے، لہذا خود بخود ایک چشم ہوتا ہے۔ کبوتر اور فاختہ کی ایسی شمیں تو شمار نہیں کی جاسکتیں جو "تجربیدی آرٹ" کے نام پر بنائی جاتی ہیں اور ان میں صرف ایک آنکھ دکھائی جاتی ہے۔ یہ صرف آرٹس کونسلوں میں نہیں ہوتیں، بسوں، کوچوں اور ٹرکوں کے "ٹرانسپورٹ آرٹ" پر بھی بکثرت ہوتی ہیں۔ فی شرٹ، پی کیپ اور گلاسوں پیالوں میں بھی ایک آنکھ والا عقاب آپ کو بجاوے جاٹے گا، جو دائیں یا بائیں طرف دیکھنے

نے باعث غیہ محسوس طور پر ایک چشمہ جاری نہ اور قبر انگیز میوانی حالت کا نشان ہے۔ بلکہ ان کے وہ نور ارم و دیہیہ۔ اس میں آئندے کے اندر چھتے کا پنچہ ہے۔ یہ اس عقل میں بتایا گیا ہے۔ وہ شیت فی جان معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ خیانت و خیانت ہے۔ "ویرن" کا لفظ تو اتنی بے نیطن استعمال ہوا ہے کہ اکثر و بیشتر اس کے "ا" میں آنکھ ضرور بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اس مضمون کے شروع میں سو فی ایکس کے مونوگرام کا ذکر ہوا۔ اس میں موجودہ آنکھ گلوب فی عقل فی ہے۔ اس پر پردہ رکھنے کے لیے اس کے بیچ میں سے ایک لہر گزاری گئی ہے، لیکن پاکستان میں پیٹرول اور گیس کی ایک فی کمپنی لالچ ہوئی ہے جس کا مونوگرام ہی گول سبز دائرہ ہے۔ ششے پر ابھرا ہوا گول سبز دائرہ۔ مستند روایات کے مطابق دجال کی ایک آنکھ سبز ششے جیسی ہوگی۔ (مسند احمد بن حنبل: 183، 21 و مجمع الزوائد: 1337، التاریخ الکبیر للامام البخاری: حدیث: 1615) اس ششے میں روشنی جیسی چمک بھی ہوگی۔ کیونکہ دوسری حدیث میں اسے چمکتے ستارے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ ان ساری کارروائیوں کی بدولت انسان ایک آنکھ سے ہر طرح مانوس ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو اگر اس امر میں مبالغہ محسوس ہو تو آپ نیٹ پر چلے جائیں اور "شیطانی آنکھ" یا "اکلوتی آنکھ" والے لوگوں جیسا کوئی لفظ لکھ دیجیے۔ آپ کو اتنی بے شمار ہمتیں اور ایسے ایسے اداروں کے لوگوں دیکھنے کو ملیں گے کہ آپ کو اس تحریر میں بیان کیے گئے انکشافی نکات مبالغے کے بجائے حقائق سے کم معلوم ہوں گے۔ کچھ مثالیں ہم چوتھی علامت "نکوئی آنکھ" میں بھی دیں گے۔

یہ تو ایک پہلو ہوا۔ یعنی "حقیقی آنکھ" کی مختلف شکلوں کا۔ اب دوسرے پہلو کی طرف آتے ہیں۔ تشہیری ادارے مختلف اداروں اور ان کی مصنوعات کی تشہیر کے لیے گول یا بیضوی دائرے کو تزئین کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ آرٹ اور آرٹ ماسٹر دائرہ یا نیم دائرہ کو تزئین کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جیومیٹرکل اشکال کی اس جمالیاتی خصوصیت کو کام میں لاتے ہوئے دجالی قوتیں اسے گمنام مقام میں پوشیدہ ماورائی طاقت اور "جانی کے دیوتا" کی نمایاں ترین علامت کی شبیہ کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ آپ اپنے گرد و پیش پر نظر رکھیں تو

آپ نوٹ کریں گے کہ یہ علامت اختیار، جھوٹو، اشتہارات، سائن بورڈز، لوگو، مونیٹر اور وغیرہ میں اس کثرت سے ہے گویا دنیا کو "ایک آنکھ والے دیوتا" کی گمرانی کا بھرچرتہ دیا بنا رہا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ تاثر باطل ہے۔ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی نہیں جو ہر جہہ موجود ہو۔ ہر جاندار اور بے جان کا گمران ہو۔ ہر ادنیٰ یا اعلیٰ مخلوق کا رازق و مہربان ہو۔ انکوئی آنکھ والے جھوٹے دعوے دار کی یہ اوقات نہیں کہ وہ ساری دنیا کو اپنی گمرانی میں لے سکے۔ اس کے سیٹلائٹ، اس کے خفیہ کمرے، اس کے لیے جاسوسی کرنے والے "جنس" یا "حساس ادارے"، معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ بننے والے "ناڈز" اور "غیر ناڈز" ادارے سب دھڑلے رہ جائیں گے اور حاکمیت اعلیٰ ایک وحدۃ لاشریک کی ہوگی جس کی ناقابل شکست خدائی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔

تیسری علامت - ٹکون:

ریاضی اور جیومیٹری میں مثلث کی بحث میں "معلوم زاویوں اور ضلعوں" سے "نامعلوم زاویوں اور ضلعوں" تک رسائی بڑی دلچسپ مشق سمجھی جاتی ہے۔ انجینئر ز اور کاریگروں کے زیر استعمال "پرکار اور گنیا" دو ایسے اوزار ہیں جو پیشہ نامے، درست زاویے قائم کرنے اور خطوط و دائروں کو مستقیم حالت میں رکھنے کے لیے سکہ بند آلات ہیں۔ مستری لوگ کہتے ہیں "جو چیز گنیا میں ہے وہ درست ہے، ہند گنیا چیز درست نہیں ہو سکتی۔" ہیکل سلیمانی کے معمار تعمیر کے وقت انہی اوزاروں کو ستون کھڑا کرنے اور ان ستونوں پر محرابوں اور چھتوں کا وزن تقسیم کرنے کے لیے مثلث کے قوانین سے کام لیتے تھے۔ ہیکل کی تعمیر میں انسانوں کے ساتھ جنات نے بھی حصہ لیا تھا۔ اس تعمیر کی گمرانی اللہ کے سچے نبی سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان و جنات کو ان کے تابع کر دیا تھا۔ ایک قول کے مطابق دجال اس دور کی پیداوار ہے۔ اس کی ماں "جنیہ" تھی۔ یعنی جنات کی نسل سے ایک مؤنث فرد۔ آپ آں محترمہ کو بھوتی یا نہیل بھی کہہ سکتے ہیں جو اس کے باپ پہ عاشق ہو گئی۔ (ملاحظہ ہو: برزنجی، امام محمد رسول، الاشاعت لاشرط الساعت،

ص 217: "كانت أمة حنية، فعسقت أناة، فأولدت له شقفاً" اہل علم توجہ فرمائیں کہ عشق نامراد کے بعد نکاح ہامراد کا تذکرہ نہیں ہے۔ فعسقت اور فولدت میں بچ کی کڑی غائب ہے۔ عشق مجازی اپنی جنس سے ہو تو بھی تباہی کا پیش خیر ہوتا ہے۔ خلاف جنس سے ہو تو کیا کچھ نہ کرے گا؟ خاک کا آتش سے جوز ہی کیا ہے؟ ایک بچھی جاتی ہے، دوسری بڑھکوں پر بڑھکیں مارے تو بھی چین نہ آئے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ نکاح کے جواز کے لیے فریقین کا ایک ہی نوع سے ہونا شرط ہے۔ خلاف جنس و نوع سے نکاح نہیں ہوتا۔ مثلاً: انسان اور جنات دو الگ الگ مخلوقات ہیں اور خشکی میں بسنے والا انسان اور پانی میں رہنے والا انسان یا بمل پری دو الگ الگ نوع ہیں۔ ان کا باہمی نکاح جائز نہیں۔ (دیکھیے: شامیہ المعروف رد المحتار: ج 3، ص 3) جب جناتی عاشق نے اپنی خفیہ طاقت کے بل بوتے پر انسانی معشوق کو رام کر لیا تو خاک و آگ کے اس ناجائز امتزاج سے "احرم الحرام"، "شر الشرور" اور "افتن الفتن" یعنی جناب دجال اکبر نمودار ہوئے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ حضرت آدم و حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی عرصے کی پیداوار ہے۔ اس لیے کہ بخاری شریف کی روایت ہے "انذره نوح والنہیون من بعده" (باب حجة الوداع، رقم الحديث: ۴۴۰۲) جس چیز سے نوح علیہ السلام اور بعد کے انبیاء علیہم السلام ڈراتے رہے، اس چیز کو ان کے دور میں موجود ہونا چاہیے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: "ما بین خلق آدم إلی قیام الساعة خلق اکبر من الدجال" (صحیح مسلم، باب فصة الحماسة، رقم الحديث: ۲۹۴۰) "حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کے درمیان دجال سے بڑی مخلوق نہیں۔" توجہ رہے کہ اس روایت میں دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں، کے بجائے دجال سے بڑی یعنی ایسی عمر کی کوئی اور مخلوق نہیں، کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جادو پر تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اگر جائز روحانی عملیات میں ناجائز سفلی عملیات کو غلط کر دیا جائے تو "ظلم" وجود میں آ جاتا ہے۔ یعنی خیر و شر کا ایسا گھماؤ جھرو جو جس

کی کوئی توجیہ نہ کی جاسکے۔ جیسا کہ سامری جادوگر نے حضرت جبریل علیہ السلام سے گھوڑے کے قدموں تلے سے مٹی لے کر پھرنے کے بت میں پھینک دی تو طلسمی، سناپہ وجود میں آ گیا تھا۔ سونے کا بے جان پتھر لیکن آواز دیتا تھا جاندار سے زیادہ زوردار۔ عام لوگ جب اس راز کو نہیں سمجھتے تو ضعیف الاعتقادی ان کو شرک اور توہم پرستی تک لے جاتی ہے۔ دجال جب انسان و جن، خاک و آتش کے ملاپ سے پیدا ہوا تو اس میں نیم انسانی اور نیم جناتی صلاحیتیں وجود میں آ گئیں۔ اوپر سے غضب یہ کہ خبیث شیطین اس کی مدد کرتے اور طرح طرح کے محیر العقول کام اس سے کروا لیتے تھے۔ اس پر خلق خدا فتنے میں پڑنے لگی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے قید میں ڈال دیا۔ (حوالے کے لیے درج بالا ملاحظہ ہو: "وَكَانَتِ الشَّيَاطِينُ تَعْمَلُ لَهُ الْعَجَائِبُ، فَحَبَسَهُ سُلَيْمَانُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَقِبَهُ الْمُسِينُ")۔ اب جب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تو فتنوں کے زور کے دور میں یہ فتنوں کا فتنہ نمودار ہوگا۔ اس کے مقید ہونے کے بعد شیطین نے لوگوں کو یہ باور کرایا کہ اس کی ساری طاقت جادو میں مضمر تھی، بلکہ وہ یہاں تک چلے گئے کہ معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں اور جنات سے کام لینے کی جود قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی تھی، وہ بھی خدا خواستہ جادو کی عملیات کے بل بوتے پر تھی۔ ان کے پروپیگنڈے کے مطابق ہیکل کے معمار اسی جادو کے بل بوتے پر اونچے اونچے ستونوں پر بڑی بڑی محرابیں بناتے تھے۔ بڑے بڑے چٹان نما پتھروں کو روکی کے گالوں یا پردوں سے بھرے ہوئے تنکیوں کی طرح اٹھا کر بلندی تک لے جاتے اور ایک دوسرے کے اوپر جمادیتے تھے۔ جموت کے اس پلندے کے مطابق مصر کے اہرام میں بڑے بڑے جناتی ساز کے پتھر اسی جادو کی تسخیر کے ذریعے ایک دوسرے پر رکھ کر ٹکون کی شکل میں مصنوعی پہاڑ کھڑے کرنے کے لیے استعمال کیے گئے۔ یہ سب شیطین کا کفر ہے۔ اس کفر کے مطابق ٹکون، پرکار اور گنیا "آزاد جادو کی معماروں" کی ظاہری طاقتیں ہیں اور ان کی باطنی قوتیں جادو کے وہ جنہ منہ بنو نے نوٹ کیے نقش و زائچے ہیں جو کسی قدیم نسخے میں درج

ہیں۔ یہ قدیم نسخے کہاں ہیں؟ کسی خزانے بھرے صندوق میں دفن ہیں یا متبرکہ اسرائیلی آثار قدیمہ کے ساتھ گم ہو چکے ہیں یا "علم قابلہ" (اس کا تلفظ "کبالا" بھی کیا جاتا ہے) کے ماہر یہودی سفلی عاطلوں کے پاس مخرف حالت میں سینہ بہ سینہ چلے آ رہے ہیں۔ جتنے مذاق تانی باتیں۔ جتنے کالے جھوٹ اتنی لمبی زبانیں۔ بیسیوں تاویلات اور فرسودہ جوابات ہیں جو اس موقع پر یہود کے جھوٹ کے عادی علمائے سوہ کرتے ہیں۔ جھوٹ کو بیچ بنانے کے لیے جتنی بھونڈی تاویلیں ڈھونڈی جاسکتی ہیں، تقریباً سب ہی گھڑی گئی ہیں اور چونکہ جادوئی عملیات کا قدیم مجموعہ کسی کے پاس نہیں، نہ ہوگا، کیونکہ وہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس کبھی تھا ہی نہیں، اس لیے کچھ ظاہری علامات پر گزارہ کرنے کے لیے انہیں جادوئی اثرات کا حامل قرار دے کر دنیا میں جا بجا پھیلا یا جا رہا ہے۔ ان علامات میں "مثلث" یعنی ٹکون فہرست کے اوپر والے سرے پر آتی ہے۔ اس کے پیچھے چھپی "دجالی سزی" روایات کو لوگ نہیں جانتے، اس لیے بیضوی آنکھ یا سرے ضلعی ٹکون ڈیزائنز اور آرسٹوں کا پسندیدہ انتخاب ہے۔ آج کل آپ ٹکون کی ایک خاص شکل کو جا بجا دیکھیں گے۔ یہ تین تیر ہیں جو ٹکون کے تین ضلع کے طور پر ایک دوسرے کی دم کے پیچھے مثلث کی شکل میں گھوم رہے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ یہ ڈیزائن بنانے اور چھاپنے والے حضرات اس علامت کی مقصدیت سے آگاہ ہوں۔ ہمارا گمان یہی ہے کہ ان کی اکثریت ٹکونی ڈیزائن کو سوچے سمجھے بغیر بہت سی ایسی کمپنیوں یا اداروں کے مونوگرام میں بھی ڈال دیتے ہیں جن کا اس شیطانی سلسلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نہ وہ اس دجالی علامت کی ترویج سے کوئی دلچسپی رکھتے ہیں۔

آپ کو اس بیان میں مبالغہ یا شدت احساس نظر آئے تو جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کیجیے۔ اپنے گرد اگر دغور کیجیے۔ موزوں دے پر ٹکون کے بیچ میں کیمرو نصب ہوتا ہے اور نیچے لکھا ہوتا ہے: "کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔" مجھے خدشہ ہے کہ مستقبل میں "کیمرے کی آنکھ" کی جگہ "اکلوئی آنکھ" لے لے گی۔ آپ کہہ سکتے ہیں کیمرے کی ایک ہی آنکھ ہوتی ہے، لیکن عرض ہے کہ وہ تو گول ہوتی ہے، ٹکون نہیں ہوتی۔ ٹکون میں مقید اکلوئی آنکھ جو

روشنیاں ملیتی تھیں۔ یہ مختلف امریکی اداروں سے ہونے والے کام میں بااثر نصب نہیں ہوتے۔ امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک نے رکاری اداروں سے ہونے والے کام میں کوئی چیز اتنے حکمران اور تسلسل سے بااثر نہیں ہوتی۔ یہ ۱۰۰ سالوں میں متبدل ایک آنکھ والے دیوتا کا مانتی استعارہ بھی تو ہوتی ہے۔ آپ کو اس بات پر یقین نہ آئے گا، لیکن ہم آپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ یہودی فلم ساز کمپنیوں نے اسے کانوں اور فکروں کے ناٹکل پر نصب کرنے سے لے کر اہرام کی چھل میں تعمیر کردہ عمارات کی شکل میں ایک مہم کی طرح پھیلا دیا ہے۔ یہ عمارات امریکا و یورپ میں بھی ہیں، یعنی میں "وانی شاپنگ مال" کی شکل میں بھی، اور عرض کرنے کی اجازت ہو تو بتائے دیتے ہیں کہ پاکستان میں بھی بنی شروع ہو گئی ہیں۔ آپ ہم سے اس کا ثبوت طلب کریں گے۔ آپ کو حق ہے کہ ضرور طلب کریں، لیکن آپ ایسی چیز کا ثبوت اس عاجز سے طلب کر کے کیا لطف اٹھا سکتے ہیں جو جا بجا اپنا ثبوت آپ کو خود دیتی اور اپنا آپ منواتی ہے۔ یہ تحریر جس دن لکھی، شام کو احسن آباد کے سائٹ ایریا کی طرف چھل قدمی کے لیے نکلے تو "بینک العیب" کے ساتھ ہی ٹکونی عمارت کا جدید ترین ڈیزائن ہماری توجہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اگلے دن پی آئی ڈی سی کے پاس سلطان آباد کے پل کی کمر پر پہنچے تو سامنے ایک عمارت کی چوٹی پر ٹکونی اہرام سب سے اوپر تعمیر کیا گیا نظر آ رہا تھا۔ خیر! آپ ان سب چیزوں کو تسلیم نہ کرنے کا حق رکھتے ہیں، لیکن ہم آپ سے زبردستی اپنی بات منوانا نہیں چاہتے۔ ہم اس کے ثبوت میں کئی درجن سے زیادہ ٹکونی آنکھ والی ان تصاویر کا حوالہ بھی نہیں دیں گے جو امریکا و یورپ میں مقیم مسلمانوں نے جمع کی ہیں اور میرے لیپ ٹاپ میں اس وقت موجود ہیں۔ ہم شیطان کے پوجا گھروں سے لے کر دینی کن شٹی میں ہینے صلیب کے محافظ پوپ صاحب کی نشست گاہ کی پشتی دیوار پر نصب اسی علامت کے پیچھے پیچھے راز پر بھی اصرار نہیں کریں گے۔ ہم آپ سے یہ بھی نہیں کہیں گے کہ آپ نیٹ پر جائیں اور پھر "شیطانی مثلث" (Satanic TryEngle) کا لفظ لکھ دیں، آپ کو جواب میں خود مغرب کے غیر مسلم افراد کی جمع کردہ جو معلومات ملیں گی اس میں یہ شیطانی مثلث

سیکڑوں مختلف شکلوں میں، لمبائی، لمبی۔ ہم آپ سے یہ بھی نہیں کہتے کہ ذرا تنگ رہیں۔
 کے فرش پر بچے قالین سے لے کر بید رہوں میں تو بھی چادروں اور تکیوں تک، آرائشی اشیاء
 میں یہ مثلث کیوں پائی جاتی ہے؟ میں آپ سے یہ بہ شاید قرائن ماننے کو نہیں کہتا، یہی
 آپ سے فقط اتنی درخواست ہوگی یہ مضمون ملل ہونے تک ہمارے ساتھ چلتے رہیے۔ ہم
 کج بخشی سے بچتے ہوئے تحقیق و مشاہدے کے ذریعے حقیقت تک رسائی کی کوشش مل جل
 کر کرتے ہیں۔ اور اس غرض کے لیے دجال کی نمائندہ قوم یہود کے نزدیک "مثلث" کی
 حیثیت پہچاننے سے اچھا نکتہ آغاز اور کیا ہوگا؟ تو آئیے! اسی سے ہم اللہ کرتے ہیں۔

—

مثالت کاراز

یہودی روایات اور رسوم و رواج کو دیکھا جائے تو "مثالت" کا ایک خاص مفہوم و مطلب ہے۔ اس کے تین کونے تین زیر دست صفات کی تہ بنائی کرتے ہیں جو ظاہر ہے کہ جھوٹی ہیں، لیکن جھوٹ کو بچ کر ناپی تو قدر و جایات کی اصل بنیاد اور خصوصیت ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱) خود مختاری۔ (۲) طاقت۔ (۳) ذہانت۔ یہودی شارمین اس کی تشریح اپنے مخصوص انداز میں کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"فطرت میں موجود تمام اشیا" خدائی صفت خود مختاری" کا نتیجہ ہیں اور یہی وہ قانون قدرت ہے جو تمام چیزوں کو "وجود کا جواز" فراہم کرتا ہے۔ پھر ہر چیز کے پاس "طاقت اور دانش" کا ایک درجہ آجاتا ہے جو ارتقائی ترقی کو ممکن بناتا ہے۔ بالآخر صفت ذہانت کے تحت اس کو جسمی شکل مل جاتی ہے۔ جس طرح "سانی دنیا میں ایسا ہوتا ہے، بالکل ویسے ہی کائنات میں بھی ہر مخلوق چیز کے یہی تین امتسابات ہوتے ہیں۔ تمام مذاہب میں مختلف ناموں سے ان تین امتسابات کا حوالہ ملتا ہے: (۱) میسائیت میں باپ بیٹا اور روح القدس۔ (۲) مصری روایات میں اوسائرس، آسٹیس اور ہورس۔ (۳) ہندومت میں برہما، وشنو اور شیواجی۔ (۴) ہرمز، مترا اور اہرمز فارسی روایات میں۔ (۵) بدھا، سنگھا اور دھرما بدھ مت میں۔ (۶) زیوس، ایٹھنز اور اپولونیائی مذہبیات میں۔

"اہرام صرف ایک مثلث نہیں ہے، بلکہ یہ مربع بھی ہے کیونکہ اس کی چار اطراف ہیں۔ ۷-۳۱۴-سات کے عدد کو ایسوتیر-سوم (وہ نظام جس میں ایک "مخصوص گروہ" کو "مخصوص طم" کے قابل سمجھا گیا ہو) میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ وہ "شعور و معرفت کے سات مراحل" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو پہلے خدائی شعور آزادی

خود مختاری کے ساتھ مل کر ایک خاص ترتیب سے دوبارہ ایک ساتھ آتے ہیں۔ اس خدائی شعور آزادی و خود مختاری کو بند و مت میں آتھان کا نام دیا گیا ہے۔

آپ نے اقتباس ملاحظہ کیا۔ اس میں جا بجا ابہام اور اجنبیت و نامانویت ہے۔ اس میں استعمال شدہ کازمی اصطلاحات ذمہ معنی ہیں۔ اس پر مستزاد وہ الفاظ ہیں جو انتہائی معنی خیز ہیں۔ مثلاً: ”خدائی مفت خود مختاری کا نتیجہ“، ”طاقت و دانش کا ایک درجہ“، ”شعور و معرفت کے سات مراحل“، ”مخصوص گروہ کا مخصوص علم“۔ یہ سب کچھ دراصل گورکھ دھند ہے۔ دجال کے چروکار صیہونی دماغوں اور روحانی یہودیوں کا ڈالا ہوا بکھیرا ہے۔ سید محی بات ہے کہ تینوں تین دجالی صفات کی نمائندہ علامت ہے: (1) اللہ رب العالمین کی حاکیت سے آزادی و خود مختاری۔ (2) شیطانی اور جادوئی طاقت۔ (3) عیارانہ و مکارانہ خصلت۔ ان تینوں کی مدد سے جھوٹے خدا کی جھوٹی خدائی کا نقارہ بجایا جا رہا ہے اور اس پر پردہ رکھنے کے لیے اسے کبھی ”مخصوص گروہ کو حاصل مخصوص علم“ کہا جاتا ہے اور کبھی دوسرے شرکیہ مذاہب سے اشتراک کا سہارا لے کر دھوکا دیا جاتا ہے۔

یہودیت اور یہودی روایات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ”مثلث کے بھید“ سے ایک اور طرح سے بھی پردہ اٹھتا ہے۔ اللہ کے غضب کا شکار اور دجال سے مدد کی امیدوار اس قوم کے جابلانہ فلسفے کے مطابق کائنات کی حقیقت ایک مثلث ہے۔ اس میں خدا کی ذات سب سے اوپر ہے، جبکہ نیچے ایک جانب ”تصورات“ کی اور دوسری طرف ”موجودات“ کی دنیا ہے۔ یہ مثلث کی ایک سادہ سی تشریح ہے جو واضح ہے اور سمجھ میں آتی ہے۔ اس میں الجھن یا پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس سیدھی مثلث کے اوپر الٹی مثلث رکھ دی جائے جیسا کہ اسرائیل کے جھنڈے میں ہے، اس سے چھ کونوں والا ستارہ بن جائے گا جس کے ”تعلق“ سب جانتے ہیں کہ یہودیوں کا خاص نشان ہے، لیکن یہ جاننے والے بہت کم ہیں کہ یہ نشان جن دو اجزاء سے مل کر بنے ہیں، ان میں دوسرے مثلث سے کیا مراد ہے؟ دوسری مثلث جو پہلا ”مستقیم مثلث“ کے اوپر ”معکوس مثلث“ کی شکل میں ثبت ہے۔ اس کا

سب سے بڑا کناہہ و جال نو، دایم طرف کا، بابت اور بائیں طرف کا طاقت لونی کرتا ہے۔ گویا کہ اللہ کی حاکمیت نے مقابلے میں و جال کی حاکمیت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ان مثلثوں کے اوپر نیچے دو نیلی پٹیاں ہیں۔

درج بالا تشریح کے تناظر میں اوپر کی نیلی پٹی آسمان کو ظاہر کرتی ہے جہاں اللہ رب العالمین موجود ہے اور نیچے کی پٹی سمندر کو جہاں کسی جگہ و جال ملعون پوشیدہ ہے۔ سچا خدا آسمان کی بلندیوں میں عرش عظیم پر اپنے جلال و جمال اور عزت و کبریائی کے ساتھ موجود ہے اور خدائی کا جھوٹا دعوے دار سمندر کی پٹیاں میں کسی نامعلوم جزیرے کی اندھیریوں میں مقید ہے۔ اللہ پاک وحدہ لا شریک ہے، بے عیب اور بے نیاز ذات ہے، آسمانوں و زمینوں کا نور ہے، محبت و شفقت کا سرچشمہ ہے۔ انسانیت کو گمراہی کے اندھیروں سے ہدایت کی نورانی روشنیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ معاف کرتا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ جبکہ خود کو اللہ تعالیٰ کی محبوب قوم کہنے والے بنی اسرائیل نے اپنے گناہوں کے سبب اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر جسے "سبحائے اعظم" اور "نجات و بندہ" مانا ہے، وہ شیس اور رذیل قسم کی ایک نیم وحشی مخلوق ہے، تمام عیبوں کا عیب بلکہ عیوب کی گُھڑ ہے، اس کی ذات نفرت و مضامات کا منبع ہے، وہ انسانیت کو دجل و فریب اور دھوکا و فراڈ سے رحمت و مغفرت کی چھتری تلے سے نکال کر اندھیری تاریکیوں کی طرف، خوشحالی اور کامیابی سے محروم کر کے بربادی اور رسوائی کی طرف لے جانے کو اپنا مشن بنائے ہوئے ہے۔ اللہ رب العزت، ذو الجلال والاکرام ہے۔ خالق السموات والارض ہے۔ حی و قیوم ہے۔ لایزال و لایموت ہے۔ اس کی حقی خدائی کے مقابلے میں مغلی زنجینی مخلوق کی جھوٹی خدائی کے ذریعے اللہ کی کائنات اور اس کی مخلوق پر اپنا جاہلانہ تسلط قائم کرنا یہ سیدھی مثلث پر الہی مثلث کا "بھید" ہے۔ کبھی یہ مثلث اکیلی ہوتی ہے اور کبھی دوسری مثلث کے ساتھ۔ کبھی یہ سیدھی ہوگی اور کبھی الہی۔ ہر صورت میں یہ شرکا راز اور بدی کا پیغام اپنے اندر چھپائے ہوئے ہوتی ہے۔

یہاں واضح رہے کہ یہودی شارمین، صو کا دینے کے لیے کہتے ہیں: "تین کا عدد خدا کی طرف منسوب تین چیزوں کی ترجمانی کرتا ہے" لیکن ان کی تحریرات میں خدا سے مراد اللہ رب العالمین نہیں، ان کا جھوٹا مسیح یعنی دجال اعظم ہے جسے وہ "کائنات کا عظیم ترین معمار" "Great Architect of Univers" کہتے ہیں۔ وہ معمار جو بیکل سلیمانی کی تعمیر میں شریک تھا اور پھر اسے سلیمان بادشاہ (علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے شیطانی ریتوں کی بنا پر جزیرے میں قید کر دیا تھا۔ وہ اپنے اس جھوٹے مسیح کو مختصراً "G" کے حرف سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ اگر نیویارک گئے ہوں (جسے جیویارک کہنا چاہیے) تو وہاں مجسمہ آزادی کے نیچے بنائی گئی پرکار، گنیا اور ٹکون ملاحظہ کیجیے اور پھر کسی تعلیم یافتہ امریکی سے پوچھ لیجیے گا کہ G کا حرف کس کی طرف اشارہ ہے؟ اس سے اگر God مراد ہے تو اسے ان دو اوزاروں سے بننے والی ٹکون کے بیچ میں کیوں لکھا گیا ہے؟ اللہ اعلم الحاکمین کا پاب نام تو مجسمے کی چوٹی پر ہونا چاہیے جیسا کہ مسلمان اسے میناروں کی آخری بلندی پر عزت و احترام سے نصب کرتے ہیں۔ آپ لوگوں نے جو کہ "In God we Trust" کے دھوکے دار ہوں، اور کوئی معزز جلد نہیں ملی تو اسے اپنے نوٹ پر لکھ دیا جو دن میں ہزاروں ہاتھوں میں مسلا جاتا ہے۔ آپ لوگوں نے یہاں بھی "G" کی علامت کو مجسمہ کی جڑ میں مستویوں کے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ آخر کیوں؟ اس کیوں کا جواب امریکن گرجاؤں کے پاس نہیں، یونہی امریکن قوم نے اپنی سوچی و فکر ان کے پاس گروی رکھوا دی ہے جو اس کے اور پابری انسانیت کے دشمن ہیں۔ اسی آنکھ کے پجاریوں کے پاس جو انہیں اقتدار کی چوٹی سے محروم رہی ہے اور جس سے گندی اور حرام طاقت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے جم ایف اور مشہور دجالی علامت کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں جو کہ اوپر بیان کی گئی دورانی اور تیسری مشہور علامتوں (آنکھ اور ٹکون) کے ملاپ سے وجود میں آتی ہے۔

تکوئی آنکھ

چوتھی علامت - تکون میں مقید آنکھ:

آپ نے کبھی ایک ڈالر کے نوٹ کی پشت پر نظر ڈالی ہے؟ نہیں ڈالی تو یقین مایہ کہ وہاں ایسی شیطانی اور جادوئی علامت ہے جو اپنے تئیں آپ پر نظر ڈال رہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسحٰ الدجال (مسح کا ذب) کی نشانی بتائی ہے کہ وہ "یک چشم" یعنی ایک آنکھ رکھنے والا ہوگا۔ ڈالر کی پشت پر اہرامی تکون کی بلندی پر مصنوعی روشنیوں کی فرضی کرنیں بکھیرتی آنکھ وہی اکلوتی آنکھ ہے جسے "یہودی دجالی اصطلاحات" اور "میسوک ڈکشنری" میں "سب کچھ دیکھنے والی آنکھ" (All Seeing Eye) کہا جاتا ہے۔ اس کو اہرام کی چوٹی پر نصب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ طاقت واقعہً ارکی بلندی پر فائز ہو کر چوکی سے سب کی نگرانی کر رہی ہے۔ تکونی اہرام کی چوٹی پر نصب تیز شعاعیں خارج کرتی ہیں یہ نہ اسرار آنکھ صرف امریکی کرنسی پر ہی نہیں، کچھ دیگر امریکی سرکاری اداروں کے مونوگرام میں بھی پائی جاتی ہے اور خوب وضاحت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ مثلاً: امریکا کا ایک سرکاری ادارہ ہے "انفارمیشن ایورنس ڈپارٹمنٹ" (Information Awareness Department) اس کے مونوگرام میں گلوب دکھایا گیا ہے۔ گلوب کے ساتھ اہرام ہے اور اہرام کی چوٹی پر نصب ایک آنکھ ہے۔ اکلوتی آنکھ جو پوری دنیا پر برمودا تکون سے حاصل کردہ حساس شعاعیں ڈال رہی ہے۔ اس طرح کا ڈیزائن متعدد امریکی اداروں کے "لوگو" میں پایا جاتا ہے۔ یہ محض اتفاق ہے یا کسی طے شدہ منصوبے کا حصہ؟ اس کو جانچنے کے لیے ہمیں اس بات کی کھوج لگانی پڑے گی کہ یہ آنکھ ہے کیا؟ آئیے اور یہودی شارمین کی تحریرات کو دیکھتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیے کہ وہ اصل راز ظاہر نہیں کرتے،

بات صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ وہی وہی ہے جو کہ اس کے لیے وہی وہی ہے۔
 لہذا یہ بات ہے۔

سیاست اس تمام پر مبنی ہے کہ یہ ایک نیا ہی ہے اور بادشاہ یا صہبان و اس کے
 لی چوٹی پہنچا چکے ہیں (بادشاہ) "آزادی و خود مختاری" کے ترجمان ہے۔ وزیر اور امین
 حکومت، محبت اور دانش۔ ترجمان (جو کہ اس علم ان کے منصوبے کو پایہ تکمیل تک
 پہنچانے میں مددگار ہوتے ہیں) اور عام آبادی جو کہ بادشاہ کی مرضی کے مطابق احکامات
 بجالاتی ہے، ایک قوم کی صورت اختیار کرتی ہے (اس سے تیسرے شعور کی طرف اشارہ ہے
 یعنی ذہانت جو کہ شکل بناتی ہے) "ما قانی فلسفہ" کے مطابق حکومت کی بہترین شکل ہے۔
 آپ نے اقتباس پڑھ لیا؟ اس میں کچھ اہم اصطلاحات ہیں۔ ان کا آپ کیا مطلب
 سمجھے؟ خوب سمجھ لیجیے کہ "آزادی و خود مختاری" سے یہاں مراد اللہ رب العالمین کے قوانین
 سے آزادی اور بے لگام شہوت پرستانہ خود مختار زندگی ہے۔ بادشاہ سے مراد برطانیہ کی ملکہ
 عظمیٰ یا اسرائیل کا وزیر اعظم نہیں، دجال اکبر ہے، جو گلوبل ویٹنگ کا پریذیڈنٹ اور جدید فتنہ
 زدہ دنیا کا سربراہ اعظم بننے کے لیے بے تاب ہے۔ وزیر اسے مراد دجال کی عالمی تنظیم "فری
 میسن" کے گریڈ ماسٹر اور ڈپٹی ماسٹر ہیں۔ عام آبادی جو بادشاہ کی مرضی کے مطابق کام بجا
 لاتی ہے، وہ "جنائل" اور "گویم" ہیں یعنی غیر یہودی آبادی جس کے متعلق 70 منتخب افراد
 پر مشتمل گریڈ جیوری اور 12 منتخب سرداروں پر مشتمل سپر باڈی (حضرت موسیٰ علیہ السلام
 نے اپنے ساتھ کوہ طور پر لے جانے کے لیے ستر افراد منتخب کیے تھے اور بنی اسرائیل کے بارہ
 قبیلوں کے بارہ سردار تھے جو تائب نہلاتے تھے) فیصلہ کرے گی کہ ان میں سے کتنوں کو
 زمین پر رہنا چاہیے اور کتنے زمین کی کمر پر بوجھ ہیں جن کا صفایا کر دینا ضروری ہے۔

مکمل اور اس میں نصب آنکھ ڈال کر کی شکل میں دنیا بھر میں گردش تو کر رہی تھی، اب
 مختلف شکلوں میں مناسب اور غیر مناسب، متعلق اور غیر متعلق انداز میں، نون سائن،
 ہورائیک بورڈ، ڈونور اسم، لوگو، وغیرہ میں نظر آنے لگی ہے۔ کمپیوٹر پروگرامز، فلم، ٹیلی ویژن،

جینٹلز، موسیقی اور ڈراموں کے سٹیج، اداکاروں کے لباس میں بھی یہ علامت کھدنی، لگی ملے گی۔ حد تو یہ ہے کہ پوپ صاحب کی نشست گاہ کی پشتی دیوار تک بھی اس دوا تھو دہان علامت (یعنی علامت در علامت) ٹکون اور اس میں آنکھ (کی رسائی ہو چکی ہے اور وہاں بھی یہ آپ کو گھورتی، تازاتی اور کچھ کہتی نظر آئے گی۔ مغرب میں تو شیطان کے ایسے پیلے بھی موجود ہیں جو ایسی منحوس علامات کو تبرک سمجھ کر اپنے جسم پر گودوا لیتے ہیں یا پھر مختلف مواقع پر انگلیوں سے یہ شکل بنا کر "طاقت کے اس اکلوتے مرکز" سے "ماورائی طاقت" حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو خود تو سمندر کی اندھیریوں میں کہیں مقید ہے اور دوسروں کو روشنیوں سے منور اور طاقت سے بہرہ ور کرنے کا جھانسد دیتا ہے۔ انگلیوں سے مثلث بنانے کے لیے یہ فتنہ زدہ لوگ دونوں انگلیوں اور شہادت کی انگلیوں کو خاص انداز میں جوڑتے ہیں۔ شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو جوڑ کر پتیلی کی پشت کو اپنی طرف کیا جائے تو بھی ٹکون وجود میں آ جاتی ہے۔ اسے آپ اتفاق بھی کہہ سکتے ہیں کہ بے دھیانی میں انگلیوں سے کھیلنے ہوئے ایسی شکل بن گئی لیکن اس کا کیا کریں کہ وہ اس دتی ٹکون کو ایک آنکھ کے سامنے لا کر تصویر کھینچواتے ہیں۔ اس طرح آخری نتیجے کے طور پر فرضی ٹکون کی کھڑکی (window) میں سے حقیقی آنکھ بھانک رہی ہوتی ہے۔ کھڑکی کے لفظ سے آپ کے ذہن میں کوئی دریچہ تو نہیں کھلا؟ جی ہاں! ونڈوز کے معنی کھڑکی کے ہیں اور کمپیوٹر اسکرین کی کھڑکی سے دنیا بھر کو بھانک کر دیکھنے کا کام خود مل گئیں کے مطابق اس لفظ کی اصل "وجہ تسمیہ" ہے۔

اہل اسلام پر لازم ہے کہ شرک و کفر اور جادو نو نے کی اس شیطانی علامت کو مٹانے اور رحمانی علامات کو فروغ دینے کے لیے کام کریں۔ ہماری یہ مراد نہیں کہ نریٹک کے نشانات میں ٹکون کا استعمال درست نہیں، نہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ سوئی گیس یا سی این جی گیس کا علامتی! یا این ٹکون اور ٹکون کے بیچ میں جلتی آگ کی شکل میں نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی ہم نہیں کہتے کہ ۸ کے حرف کو مختلف ٹکونی شکلیں دے کر جو مونو گرام بنائے جاتے ہیں، مثلاً:

لہر اتا سانپ اور آتشیں اژدھا

پانچویں علامت - سانپ اور اژدھا:

سانپ تمام جانوروں میں موذی، ایذا پسند اور خوفناک و زہرناک سمجھا جاتا ہے۔ جانور انسان سے وفاداری میں بے مثال ہیں لیکن یہ وہ جانور ہے جو ہر ذی روح کا کھلا دشمن ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ شیطان کے لیے جو بنی آدم کا کھلا دشمن ہے، اسی موذی جانور کی شبیہ پسند کی گئی ہے۔ تورات کی پہلی سورت "پیدائش" جس میں کائنات کی ابتدا اور اولین تخلیق کا ذکر ہے، اس کے شروع کی یہ آیات ملاحظہ فرمائیے:

"اور سانپ کل دشتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا: کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا۔ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے، اس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ تم نے تو اسے کھانا اور نہ چھوٹا ورنہ مر جاؤ گے۔ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم بے گزند مروجے۔ بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لیے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لیے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لیے لٹکیاں بنائیں۔ اور انہوں نے خداوند کی آواز جو غنجدے وقت باغ میں پھرتا تھا سنی اور آدم اور اس کی بیوی نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس

سے کہا: "وہاں ہے؟" اس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ذرا اونٹان میں
 نکلا تھا اور میں نے اپنے آپ کو پہچایا۔ اس نے کہا تجھے اس نے بتایا کہ تو نکلا ہے؟ کیا تو نے
 اس درخت کا چھل لٹایا جس کی بابت میں نے تجھ کو علم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا
 کہ جس عورت کو تو نے یہ۔۔۔ ساتھ لیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے
 کھایا۔ تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ اور خداوند خدا نے سانپ سے
 کہا اس لیے کہ تو نے یہ کیا تو سب پتہ پاؤں اور دشمنی جا تو روں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ
 کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خال چائے گا۔ اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری
 نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی
 اینٹنی پر کانے گا۔"

[پیدائش: باب 3، آیت: 16-17]

اس مفہوم کی روایات مفسرین نے بھی نقل کی ہیں جو مشہور تفاسیر میں موجود ہیں۔ مثلاً
 جیسے تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۸۱، تفسیر طبری: ۱/۳۳۶، تفسیر کشاف: ۱/۲۸۸ وغیرہ۔

قوت مجید میں ذکر ہے فرعون کے دربار میں جب جادوگروں نے اپنی لائیاں اور
 یہ۔۔۔ منہ پڑھ کر زمین پر ڈالیں تو وہ سانپ کی شکل میں بدل گئیں اور ایسا لگا کہ حضرت موسیٰ
 علیہ السلام کی طرف تیزی سے دوڑ رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جادو کی دنیا میں سانپ
 کی خاص طاقتی اہمیت ہے اور یہ سفلی طاقت اور شیطانی قوت کی نمائندہ شبیہ ہے۔ دنیا کی
 تمام طاقتیں ذکورہ بالا نسل کے محاروں اور استعاروں میں سانپ بدی اور تکلیف کا دوسرا
 نمائندہ جاتا ہے۔ ماہرین تعبیر کے نزدیک خواب میں سانپ نظر آنا بہت بری علامت سمجھا
 جاتا ہے۔ فضیلہ سانپ یا اس کی شبیہ شری شر ہے۔ یہ شیطان کی فطری دشمنی اور زہریلی
 طاقت کا استعارہ ہے لیکن اس سب نے باوجود اس کی مانوس اور وحشت ناک شکل کو جسے
 نفرت، زیارت اور اذیت کی علامت سمجھا جاتا ہے، ان اداروں کی مانوس علامت بنا کر
 پیش کرنے کی وحشیانی جانی ہے جو انسانیت کے خادم اور محسن سمجھے جاتے ہیں۔ صحت اور

محکمہ ہائے صحت سے سانپ جیسی موذی مخلوق کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ لیکن حاکمی ادارہ صحت سے لے کر میڈیکل اسٹور، لیبارٹریز اور شعبہ صحت سے متعلق اداروں تک آپ کو یہ جان لندلی مارے، جسم لہراتے، بل کھاتے یا پھن اٹھائے نظر آ رہا ہوگا۔ سوچئے تو جیسی مسیحی کا مرہم بانٹنے اور بیماری کا تریاق تقسیم کرنے والوں سے اس موذی مخلوق اور کریمہ انظہرت شبیہ کا کیا واسطہ ہو سکتا ہے؟ لیکن دجل اسی کو تو کہتے ہیں کہ کھلا دشمن، محسن و مشفق ہمدرد کے روپ میں پیش کیا جائے۔ تاکہ لوگ اس سے نفرت نہ کریں، اس سے مانوس ہو جائیں۔ انہیں اس سے گھن نہ آئے، انیسیت محسوس کرنے لگیں۔ سانپ کی طرح بل کھاتی لہریں جو رسیوں کی شکل میں ہوتی ہیں، بھی جادو اور شیطان سے منسوب علامت ہیں، جیسے کہ پتھی کے لوگوں میں دکھائی گئی ہیں۔ شیطان کی یہی شکل فائزر، ریلرز اور بیروز کے لباس پر اثر دھا کی شکل میں پیش کی جا رہی ہے اور قوت و طاقت کا سہل مانی جاتی ہے۔ انگریزی حرف A کو جس طرح ٹکون کے ڈیزائن میں اور Q یا Q کے کو آکھ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس طرح S کے حرف کو باسانی سانپ کی علامتی شکل بنالیا جاتا ہے۔ اس S کے سرے پر ایک نقطہ بھی لگا دیں تو یہ بالکل تیار سانپ ہے جیسا کہ ”سپر“ نام کے جھنڈو یا سپر اسٹور کی پیشانی پر باسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ جس دن اس عاجز نے یہ تحریر لکھی اس کے اگلے روز ایک سی این جی انشیشن پر گاڑی رکی تو سامنے اسٹور کی پیشانی پر ”سپر مارٹ“ لکھا ہوا تھا اور سپر کی شکل میں سانپ اپنے سر پر موجود زہریلے نقطے کے ساتھ لہرا رہا تھا۔ واپسی میں سڑک کی دوسری جانب سی این جی انشیشن پر ز کے تو اس پر سی این جی کے نام کا مخفف ”S“ کی شکل میں جا بجا سجا ہوا تھا۔ ایس کو خوبصورت شکل دینے کے لیے جو ڈیزائننگ کی گئی تھی اس میں اور سانپ میں بس زہ کی پونلی کا فرق تھا اور کوئی کسر نہ تھی۔ کیونکہ ایس کے شروع میں لگا ہوا نکتہ ایک نقطہ والے منجے سانپ کی ہو ہو نقائی کر رہا تھا۔ سانپ دوسری دجالی علامتوں میں سے اس اعتبار سے پتھر آئے کی چیز ہے کہ بعض جاہل اور توہم پرست فرقے اثر دھا میں خدائی قوتوں کی ہر فرمانی تسلیم کرنے اس کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ یعنی اسے دیوتاؤں کا درجہ دیتے

ہیں۔ درحقیقت شیطان ان سے اپنی عبادت کروا رہا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کچھ بد نصیب سورج کی پوجا کرتے ہیں، تو شیطان سورج کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ سورج اس کے دو سینگوں کے بیچ میں آ جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی انا کی تسکین کر لیتا ہے کہ میرے ورغلانے پر جو بنی آدم سورج کی یا کسی اور چیز کی پوجا کر رہے ہیں، وہ گویا کہ میری پوجا کر رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے دشمنی کا عہد بھی پورا ہو جاتا ہے اور اس کی جھوٹی انانیت کو تسلی بھی مل جاتی ہے۔ پس ابن آدم کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے آبائی دشمن کی جھمپیں سجاتا پھرے یا اس کے شیطانی اثرات والی شکلوں کو آدیزاں کر کے دشمن کی خوشی میں اضافے کا باعث بنے۔

-

ان سے باتیں میں ہے۔ پہلی اور بدیہی تمام قومیں اس سے قبضہ قدرت میں اور اس سے امر
 سے مانتے و تائب ہیں۔ علماء امام نے فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت سے خیر اور مدد طلب
 کرنے والی یا بدیہی اور مشرک سے محفوظ رہنے کی خاطر شتمل و قدس آیات و کلمات کو چند شرائط
 سے ساتھ بطور تعویذ یا برکت ساتھ رکھنا درست ہے۔ مبارک آیات اور مسنون کلمات اور
 ماثورہ ماواں کو تہہ زلزلہ جلاولی شبیہ بر یا سینے پہ سجالیایا کھانے پینے کے برتنوں پہ نقش کر لینا
 کہاں کی دانشمندی ہے؟ (۱) انہیں مؤثر بالذات نہ سمجھے۔ مؤثر حقیقی صرف اللہ رب
 العالمین ہے۔ (۲) درج شدہ کلمات معلوم المعنی اور صحیح المعنی ہوں۔ اجنبی زبانوں کے غیر
 معلوم المعنی الفاظ یا شرکیہ کلمات نہ ہوں جن میں غیر اللہ سے مدد مانگی گئی ہو۔ (۳) جائز
 مقصد کے لیے ہی تعویذ کیا جائے۔ ناجائز کام کے لیے نہیں۔ اب یہ ہماری ناواقفیت ہے کہ
 متبرک کلمات سے استفادہ کرتے ہوئے ان شرائط کا خیال نہیں رکھتے اور دشمن کے طریق
 کار سے واقفیت نہیں ہوتی تو ایسے نقوش یا خاکوں کی اشاعت کا واسطہ بن جاتے ہیں جن
 میں رحمانی نہیں، شیطانیا اثرات ہوتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ اہل حق علمائے دین سے
 ربط رکھا جائے۔ زندگی کے اہم کام ان سے پوچھ پوچھ کر کیے جائیں۔ دکھ سکھ میں ان سے
 راہنمائی لی جائے۔ ان کے حلقے سے جز کر، ان کی اصلاحی تربیت سے فائدہ اٹھا کر اپنا
 عقیدہ اور عمل درست کیا جائے۔ تاکہ جب دنیا سے جانے کا وقت آئے تو ایمان کی قیمتی پونجی
 سلامت ہو۔ اسے کوئی لیرالوت کرنے لے گیا ہو۔

—

جادوئی نشانات

ساتویں علامت - بکرے کے سینگ، اُلو کے کان:

بکرے یا بیل کے دو سینگ یا اُلو کے کان بھی جادوئی نشانات میں سے ہیں۔ ان تک یہ جنات کے ساتھ مخصوص تھے یا ذراؤنی مخلوقات، دیو، جوت و غیرہ دنی ملامت سمجھے جاتے تھے۔ اب یہی ذراؤنی چیز اتنی ماؤرن ہو گئی ہے کہ صدر امیکا بھی طاقت و اقتدار سے اظہار کے لیے یا عوام کے مَنے جوش استقبالِ نعروں کا جواب دینے کے لیے ہاتھ ہلاتے ہوئے جواب دینا چاہے تو بیچ کی دو انگلیاں اُٹھوٹھے سے بند کر کے کنارے کی دو انگلیاں (شہادت کی انگلی اور چھٹکی) کھڑی کر لیتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں وکسری سے ملتی جلتی کوئی جھل یا وکسری کا ایڈوانس ڈیزائن بنایا ہے۔ درحقیقت وہ شیطان کی جے بول رہا ہوتا ہے اور اپنی شہرت، عزت اور منزلت کو شیطان کی عطا سمجھ کر اس کے شکرینے کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ مسلمان کلے کی انگلی بلند کر کے ایک عظیم اللہ کی وحدانیت کا اقرار و اظہار کرتے ہیں۔ نماز میں بھی اور عام زندگی میں بھی۔ ہر نمازی دن میں کم از کم گیارہ مرتبہ تشہد کے دوران انگلی سے توحید کا اشارہ کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے، "یہ انگلی شیطان پر لوہے سے زیادہ سخت اور بھاری ہوتی ہے۔" (مسند احمد، بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۴۹۸/۲) جبکہ شیطان کے پھاری اللہ کے مقابلے میں جھوٹے خدا کے پرچار کے لیے دو انگلیوں سے شیطان کے سینک کی طرف اشارہ کر کے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے، اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، "فتنہ وہاں

سے ہوگا جہاں سے "شیطان کا سینک" نکلے گا۔ (بخاری شریف، باب ما جاء فی شیطان
ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۳۱۰۳)

حدیث شریف میں سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا
ہے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے "فانہما سفلتہ فی فزنی سفطان، ورفزانہ فی
فسرانی شنیضار" کہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے۔
یعنی طلوع اور غروب کے وقت سورج کی طرف پشت اور کمر ارض کی طرف منسوب اس
طرح کھڑا ہوتا ہے کہ سورج کی ٹکڑی اس کے سینگوں کے بیچ میں آجائے۔ سورج کے پجاری
جب "من گاؤ" سے فتنے مانتے اور مرادیں مانتے ہیں تو شیطان کو دل بہلانے کا موقع مل
جاتا ہے کہ چلو مجھے کچھ وہمیوں نے بڑا مان لیا، کہ بلا واسطہ نہ کسی تو بالواسطہ میری عبادت کر
رہے ہیں۔ اگرچہ شیطان کی بلا واسطہ عبادت کرنے والے بھی اس فتنہ زدہ دور میں کم نہیں،
زمانہ قدیم کے جاہلی دور سے کچھ زیادہ ہی ہیں۔ اس کو یہ عاجز انشاء اللہ ایک مستقل مضمون
میں بیان کرے گا، لیکن شیطان جیسے خود فریب کی جھوٹی اتا کی تسکین کے لیے بالواسطہ
عبادت ہی کافی ہے۔ جو وہ اپنے سینگوں کے درمیان سورج پھنسا کر کروا لیتا ہے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ "سینک" شیطان کی مخصوص علامت اور پہچان ہے۔ یہ سینک بکرے کے ہوں
یا بیل کے، بہر صورت علامتی تشبیہ کے طور پر ایک ہی چیز کی نمائندگی کرتے ہیں اور وہ چیز کسی
بھی طرح خیر نہیں، "شرز کثیر" سے عبارت ہے۔

اب ذرا دجل کی انتہا ملاحظہ کیجیے۔ خبیث شیاطین اور کریہہ المنظر جنات کے دو سینک
جہالت اور نفرت کی علامت تھے، لیکن شیطان سے حرام طاقت اور ناجائز مدد حاصل کرنے
کے خواہش مند طاغوت کے پجاریوں نے اسے کامیابی اور شہرت کا نوٹکا بنا دیا ہے۔ کبھی
آپ کسی فوڈ ریسٹورنٹ پر جائیں تو دائیں بائیں غور سے نظر ڈالیے گا۔ سائن بورڈ پر یا اس
کے قریب ہی انسانی باتھوں سے بنائے گئے سینک بلاوجہ، بلا موقع اور بغیر کسی مناسبت کے
منہ چہاتے نظر آئیں گے۔ اگر ایسا ہو تو ریسٹورنٹ کے مالک کو کم از کم ایک مرتبہ سمجھانے کی

دشمن کیجئے گا۔ اللہ نے ان ائمہ کا پورا نام اور خانہ عبادتہ العظمیٰ یا مسجد اقصیٰ کی تقدس
 فیہ وچھوڑ دیا۔ یہ ان کی نوید و شہید یہاں تک کی ہے؟ تم ازم ایک مرتبہ سمجھاؤ تو
 آپ پافرض ہے۔ اس — بعد بھی جب تک اسے بات سمجھ نہ آئے، سمجھانے کی کوشش
 رہے۔ بنا ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ و رسول سے محبت کی علامت اور شیطان لعین اور دجال
 — جو دھروں سے نفرت کی علامت ہے۔ یاد رکھیے! اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے
 نفرت ایسی چیز ہے جو اس دن عرش کا سایہ نصیب کروادے گی جس دن عرش کے ملاوہ کوئی
 سایہ نہ ہوگا اور ان آدم اس دن سے زیادہ سائے کا محتاج کبھی نہ ہوا ہوگا۔

شترنج کی بساط

آخوین حایست - ذیل اسکوائر:

آج کل اصلی اور مصنوعی ہر طرح کی نالکوں کا بہت رواج ہو گیا ہے۔ رنگارنگ قدرتی پتھروں کے ساتھ طرح طرح کی رنگ برنگی مصنوعی نالکوں کی بیسوں اقسام بھی "زخسرف انسحبوۃ الدنیا" (دنیا کی مٹاؤنی زیب و زینت) کی عکاسی کرتی ہیں۔ مسلم امہ کے سرمایہ دار اصحاب خیر کی دولت کا بہت سا حصہ بیت الخلاؤں کی آرائش و تزئین یا دوسرے غفلتوں میں خبیث جنات کے مسکن کو سجانے سنوارنے پر خرچ ہو رہا ہے۔ کمرہوں کی دیواریں اور صحن کا فرش تو رہنے دیجیے، بیت الخلا اور غسل خانے جس شان سے سنوارے جارہے ہیں، اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا میں فکر و غم سے آزاد اور اضافی اموال کو خرچ کرنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ اور تیار اگر کوئی ہے تو بس اہل اسلام ہیں جنہیں نہ کسی دشمن کی دشمنی کا سامنا ہے اور نہ حال یا مستقبل میں انہیں کسی قسم کا چیلنج درپیش ہے۔ غور فرمائیے! فتنے میں جتا جتا ہوئے تھے اس سے زیادہ افسوسناک اور قابل رحم صورت اور کوئی ہوگی؟

آج کل تو متنوع اقسام و انواع کے قدرتی پتھروں اور مصنوعی مواد کی بنی ہوئی اتنی ناخمس وجود میں آتی ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے، لیکن ایک زمانہ تھا کہ ایک خاص طرح کی گچی نالکیں بہت مقبول تھیں۔ جی ہاں! صرف دو رنگی۔ یعنی سیاہ اور سفید خانوں پر مشتمل۔ آج سے تیس چالیس سال قبل فرش کی تزئین کا یہ انداز بہت مقبول تھا۔ اب یہ پٹرول پمپوں اور فاسٹ فوڈ ریسٹورانس کی پیشانی سے لے کر گاڑیوں کے مذکارڈ اور بونٹ تک میں رنگ اور شکل بدل نظر آتا ہے۔ چھوڑو! بعد شاید اصل رنگ (کالے اور سفید چوکور خانے) میں سیاہ و آجائے گا۔ نوہیوں اور نئی نشیمنوں اور شاہ رزمیں بھی نمودار ہونا شروع ہو گیا ہے۔

فی الحال یہ کم یا متروک ہو گیا ہے۔ اب سیاہ اور سفید کی جگہ سرخ اور سفید یا نیلے اور سفید چوکور خانے ترنمین کے لیے استعمال ہوتے ہیں، لیکن دنیا میں دو قسم کی جعبیں ایسی ہیں جہاں اسی خانے دار ڈیزائننگ کا چلن ہے اور وہاں اب تک شطرنج کے بساط جیسے دور تک چوکور خانوں کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔ ایک تو شیطان کی مبادت کا ہیں اور دوسری شیطان کے چیلوں کی اجتماع کا ہیں یعنی فری مین لاجز۔ ان دونوں جگہوں میں دو قسم کے رنگوں پر مشتمل فرش کے ساتھ دو ستون بھی لازم آمد کھائی دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم فرش پر بچھے ان دو رنگوں اور فرش پر سامنے کھڑے ان دو ستونوں کی غرض و غایت سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلتے ہیں کہ مذکورہ بالا دو جگہوں کے علاوہ بعض امر کی سرکاری اداروں کے فرش پر بھی یہی "سادہ ڈیزائننگ" پر مشتمل نشان موجود ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس کے جواب کی تلاش آپ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

دنیا میں ازل سے خیر و شر، حق و باطل اور نور و ظلمت یعنی ہدایت و ضلالت میں جنگ چلی آ رہی ہے۔ ہدایت کی دعوت دینے والے نیک بخت لوگ جتنے نیک اعمال کرتے اور ان کی ترغیب دیتے ہیں، دنیا میں اتنا ہی اللہ کی رحمت برسی ہے۔ خیر و برکت بڑھتی ہے۔ جتنا اللہ کا نام لیا جاتا ہے، کائنات میں بھی اور انسان کے دل میں بھی نور اور روشنی (انرجی) میں اضافہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت ہی آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، شیطان کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے، اتنا ہی خیر و برکت سے محرومی اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے دوری ہوتی ہے۔ شیطان کا ابن آدم سے انتقام پورا ہوتا ہے۔ زمین پر شر و ظلمت پھیلتی ہے۔ انسان کے اندر سے ہدایت کا نور کم ہوتا اور اس کی روحانی طاقت کمزور ہوتی ہے۔ پھر جو آدمی اپنے نیک اعمال کی بدولت اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب ہوتا ہے، اتنا اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔ زندگی کے کٹھن مراحل میں اس کی غیبی نصرت ہوتی ہے۔ اس کے دل پر سکینہ و اطمینان نازل ہوتا ہے۔ کبھی کبھار اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے حکم سے کرامت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے

پہنچے جو شخص شیطان کی پوجا کر کے سکے قریب ہونا چاہتا ہے، وہ اپنی عملی کمزوریاں سے شیطان کی۔ یعنی فانی اور ہر عمل حقیقت سے مراد یہاں چاہتا ہے تو شیطان اپنی ممد و حمایت پر قیامت تک مٹنے والی ممد و حمایت کے مل بوتے پاس کی تمام خواہشات کی تعمیل فرماتا ہے۔ ایتنا مقدار میں ایک حد تک (یعنی جتنی قدر محقق نے اسے چھوٹی دی ہے) ممد دیتا ہے۔ ایتنا شخص کے ہاتھ پر غیر معمولی شعبہ بھی بھیجا جاتا ہے۔ اسے "استدراج" (مہلات اور دھمیل) کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی مدد حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ ترین روحانی اقدام اپنی ترقی ہیں۔ اس وقت پر عمل کرتا پڑتا ہے۔ اللہ کی حقوق کی بے لوث خدمت اور خیر خواہی کرنی پڑتی ہے، جبکہ شیطان کی مدد حاصل کرنے کے لیے نفس پرستی پر مشتمل حیوانی کام کرنے پڑتے ہیں۔ شہسور اور خود غرض بن کر شر اور فساد پر مشتمل کثرت و حسانے پڑتے ہیں۔ "کافی" یا "وفا پیمانی" کے قدموں میں بے گناہ انسانی خون کی بھیست چڑھ جاتی پڑتی ہے، جب تک کہ جو کر شیطان کسی کو اپنا پیادہ بنا دے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا ولی بناتی ہے تو اسے اپنی رحمت سے بھی مایوس نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ وسیع و فہم دار اور مروت و انظار رکھنے والا کون ہوگا؟ نکلیں شیطان جب کسی کو جیلہ بناتا ہے تو اس سے بھی وفائیں کرتا ہے۔ وہ اس سے مزید گندی حرکتیں کروانے کے لیے اس کی مدد دے دیتا ہے یا اچھے درجے میں ترقی پانے کے لیے اسے مزید گندی حرکتوں پر اسے دیتا ہے۔ اور پھر مذمت، شہوت اور حیوانیت کا نادانی یہ بد نصیب شخص اپنا مقام پھر سے حاصل کرنے کے لیے فانی فانی طریقہ میں اور تمام نوے نوے کرتا ہے۔ ان میں سے بہت سی رسومات یہ وہ، عقیدہ خدائے آفرین پائی جاتی ہیں۔ انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ ان عملی حرکتوں میں نہایت اور اخلاق سے ماری ہو کر یہ ایسا کام کیا جاتا ہے جو شیطان کو خوش اور متوجہ کرے۔ اس کے لیے یہ بہت قصہ، تین سو بیسی کی شہوت انگیز دھمن، گھپ انداز میں شیطان کی حرکتیں، پانی اور نباتات کی حالت میں کالے کثرت اور سب سے زیادہ خطرناک یہ کہ سب قصہ، انسانی جانوں کی بھیست یہ آخری عمل سب سے زیادہ

خطرناک، شیطان کو سب سے زیادہ خوش کرنے والا اور شیطان کے پیلوں کو سب سے زیادہ شیطانی قوت فراہم کرنے والا ہے۔ پاکستان میں یہ مل بلوچستان میں ہنگاموں میں پہاڑوں میں قائم استھانوں میں ہوتا ہے اور مغرب میں شیطان کی عبادت گاہوں میں۔ فرق یہ ہے کہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں حقیقی انسان کی بحیثیت چیز حائی جاتی ہے جبکہ مغرب میں قوانین کی سختی کے باعث "ذمی" سے کام لیا جاتا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب، یہ مل سیاہ اور سفید خانوں والے فرش پر ہوتا ہے۔ اس کو "ڈبل اسکوائر" کہتے ہیں یعنی "دو مربع"۔ ایک مربع کے اوپر دوسرا مربع۔ خفیہ دجالی سوسائٹی کی زبان میں پہلے مربع سے روشنی اور دوسرے سے اندھیرا مراد ہے۔ ایک مربع کا مطلب ہے کہ اس چیز کا مکمل احاطہ کر کے اس پر قابو پالینا جو ٹھیک اور جائز ہے۔ ایک مربع پر دوسرے مربع کا ہونا اس بات کی عکاسی ہے کہ ان سب پر کنٹرول حاصل کرنا جو ٹھیک ہے اور جو غلط ہے۔ وہ سب کچھ جو جائز ہے اور جو ناجائز ہے۔ وہ سب کچھ جو مثبت ہے اور جو منفی ہے۔ الفاظ دیگر خیر اور شر، بدی اور نیکی، دونوں چیزوں پر کنٹرول کا دعویٰ جو ظاہر ہے۔ میں خدائی کے جھوٹے دعوے کے مترادف ہے۔ انگریزی زبان کی دو اصطلاحات "Fair and Square" اور "Square Deal" اسی مفہوم سے اخذ کرتے ہوئے مرتب کی گئی ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کی لابی کے عین وسط میں "ڈبل اسکوائر" کا مخصوص نشان ہے اور اس کے ارد گرد دنیا بھر کی پولیس فورسز کے بیجز اس نشان کے گرد ثبت ہیں۔ یہ ڈیزائن اتفاقاً نہیں، اسی مفہوم کے پیش نظر ہے کہ دنیا میں ہر چیز پر ہمارا کنٹرول ہے۔ جو ٹھیک ہے اس پر بھی اور جو غلط ہے اس پر بھی۔ ان دو مربعوں کے سامنے دوستوں بھی ہوتے ہیں۔ یہ بھی اسی مفہوم و مطلب کی علامت عکاسی ہے۔ یعنی جو چیز فرش پر پڑی ہے وہی چیز سامنے کھڑی ہے۔ روشنی اور اندھیرا۔ نیکی اور بدی۔ خوبی اور خالی اور پھر ان دونوں پر مکمل کنٹرول کا جھوٹا دعویٰ۔ پھر جھوٹی طاقت حاصل کرنے کے لیے ناجائز کام حتیٰ کہ بے گناہ انسانی خون کی بحیثیت۔ روشنی یعنی سفید مربع سے خیر اور اندھیرے یعنی سیاہ مربع سے شر مراد ہے۔ دونوں ساتھ ساتھ

کیوں ہیں؟ اندھیرے کے پہاریوں کا روشنیوں کی کرنوں سے کیا تعلق؟ اس کے لیے
 پر اسرار دنیا کی خفیہ زبان سے استفادہ کرنا ہوگا۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آج کل کی مہذب مغربی
 دنیا میں کسی انسان کو شیطان کے چرنوں میں بھینٹ چڑھانے جیسی خوفناک جاہلانہ حرکت
 کہاں اور کیونکر ہوتی ہوگی؟ یہ عاجزان شاہ اللہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا
 ہے جس میں ان جگہوں کی نشان دہی کے علاوہ دنیا میں سب سے بڑی شیطانی قربان گاہ کا
 تذکرہ بھی ہوگا جو امریکی ریاست "کیلی فورنیا" کے شہر سان فرانسسکو میں ایک جنگل میں
 جھیل کے قریب قائم ہے۔ یہ البتہ ضرور ہے کہ قانون کی گرفت اور میڈیا کی نظر میں آنے
 سے بچنے کی جدوجہد میں اسے اگر اصل انسانی جسم نہ ملے تو پتلے سے بھی کام چلا لیا جاتا
 ہے۔ اس پر قرآن و شواہد کے ساتھ گفتگو ان شاہ اللہ "بوتھمین گرو" والے مضمون میں
 ہوگی۔ اب ہم قربان گاہ کے فرش کے مخصوص رنگ کی حقیقت، پس منظر اور مخصوص فلسفہ کی
 وضاحت کی طرف واپس آتے ہیں۔

اس طرح کے گندے اعمال کی طاقت بڑھانے میں دیگر ناجائز مؤثر عناصر مثلاً:
 جنابت کی حالت میں ہونا، شراب اور دوسری گندی چیزوں کے حرام نشے میں ہونا، حرام
 جانوروں یا ذبح شدہ انسان کے خون سے پھینپھینے دینا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کا ایک مؤثر
 عنصر یہ خانے دار فرش بھی ہے جس کا علامتی مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ گندے کام کرنے والے
 بزرگم خود خدا اور اس کے نور سے دور ہو کر شیطان اور اس کی تاریکی سے مدد حاصل کرنا چاہتے
 ہیں، کیونکہ ان کے مطابق شیطان لعین دراصل جنت سے نکالی گئی طاقتور روح (فرشتہ) ہے
 اور (معاذ اللہ) اللہ رب العالمین، ارحم الراحمین نے اسے جنت سے نکال کر اس کے ساتھ
 نا انصافی کی تھی۔ اب وہ اپنی غیر معمولی طاقت کو استعمال کر کے اس نا انصافی کا بدلہ لینا چاہتا
 ہے اور ہم اس کی طاقت سے استفادہ کر کے اپنی تقدیر سے ناگوار چیزیں ختم کر کے اپنی
 مرضی کی زندگی بنانا اور من چاہی خواہشات پوری کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے وہ دھوکا جس میں "شیطان کے پہاری" اپنی کم عقلی اور بد نصیبی کی

مجھ سے گرفتار ہیں۔ اس دشمن کو دوست سمجھتے ہیں جو دامن والے کڑیالے سانپ کی طرح ہے۔ ایک سے پکارتا ہے تو دوسرے سے ڈستا ہے۔ شیطان کو انسانی دنیا میں دخل اندازی کا محدود اختیار ہے۔ یہ اختیار اس وقت کسی قدر وسیع ہو جاتا ہے جب شیطان کے چیلے مخصوص جادوئی یا شیطانی رسوم ادا کرتے ہیں۔ ان رسومات کے لیے مخصوص وقت، مخصوص ماحول اور مخصوص کیفیات کی طرح مخصوص جگہ بھی چاہیے۔ چوکور خانے دار فرش انہی مخصوص جگہوں میں سے ایک جگہ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ چوکور خانے دار مخصوص جگہ فری مین لاجوں اور علم "کبالا" کے ماہر یہودی ملحدوں کی زیر نگرانی چلنے والے جادو گروں کی طرح "وائٹ ہاؤس" میں بھی پایا جاتا ہے۔ آپ حیران نہ ہوئے! وہائٹ ہاؤس کی طرح کیمپ ڈیوڈ میں بھی جادوئی حصار باندھ کر انسانی ذہنوں کو مسخر کرنے والے جادو اور ہینانزم کے ماہرین اس طرح کے فرش کو اپنے خفیہ جادوئی نوکوں کی کامیابی کے لیے رو بہ عمل لائی جانے والی۔ "سری روایات" کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ انور سادات، یاسر عرفات اور پرویز مشرف جیسے حکمرانوں کا استقبال کیمپ ڈیوڈ میں اسی ذہنی دباؤ کی سوغات کے ساتھ کیا جاتا ہے جس کے متعلق ہمارے ماہرین کا کہنا ہے کہ وہاں آکسیجن کی کمی سے ہونے والے ذہنی دباؤ کے تحت ایسے فیصلے کرتے ہیں۔ الغرض اس نشان اور اس طرح کی دیگر علامات کے اندر ناپاک جادوئی اثرات ہیں۔ جن سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی پناہ میں آنے، معوذتین پڑھ کر خود پرہیز کرتے رہنے، آعوذ کے کلمات پر مشتمل مسنون دعاؤں کا ورد کرنے اور گناہوں سے بچتے ہوئے اپنے گرد مسنون اعمال کا حصار قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

—

بھڑکتے شعلے اور پراسرار ہندو

نویں علامت - آگ اور شعلے:

شیطان اور تمام جنات آگ سے بنے ہیں۔ آگ کی فطرت میں جزا کا تعلق نہیں، برتری ظاہر کرنا اور اپنا آپ منواتا ہے۔ شیطان انسان کا ایسا دشمن ہے کہ اس کی طرف جو چیزیں بھی منسوب ہیں، اس نے انسان کو گمراہ کر کے تقریباً ان تمام چیزوں کی پرستش بردہانی ہے۔ دنیا میں بہت سے فرقے آگ، سانپ، اڑو، حاییل، اٹو وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں۔ ورنہ کم از کم ان حقیر و خسیس اور فانی و عاجز چیزوں کو مقدس یا عظمت کے قابل جانتے ہیں۔

مجوسی ہزاروں سال سے اس آگ کی پرستش کرتے آئے ہیں جس کو وہ اپنے ہاتھوں جلایا کرتے تھے اور پھر اسے بجھنے سے محفوظ رکھنے کے لیے جتن لیا کرتے تھے۔ ہندوستان اور افریقہ کے بہت سے قبائل سانپ یا اڑو سے کو طاقت و قوت کا منبع اور دیوتاؤں کا اوتار قسم کی مخلوق سمجھتے ہیں۔ شیطان کی طرف سے انسان کو گمراہ کرنے اور اسے بہکا کر دھوکا دینے کے بعد اس پر بننے کا سلسلہ زمانہ قدیم کے تاریک دور پر ختم نہیں ہوا، آج کی متمدن اور ترقی یافتہ کبھی جانے والی دنیا میں بھی شیطان سے منسوب علامتوں کو مقدس سمجھا جاتا ہے اور اس طرح شیطان کی تعظیم کر کے اس سے اپنی خواہشات کے حصول میں مدد مانگی جاتی ہے۔ فلم انڈسٹری اور پاپ میوزک کی کالی دنیا میں تو خصوصیت سے اداکاروں اور گلوکاروں کے منہ سے شیطان کی پوجا یا اس کی تعظیم پر مشتمل گانے کے بول یا مکالمے کہلائے جاتے ہیں۔ یہ بول آہستہ آہستہ زبان زد عام ہو جاتے ہیں۔ شائقین اور ناظرین تفریح و تفریح میں وہ کچھ کہہ جاتے ہیں جس سے شیطان اور شیطانی قوتوں کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں شیطانی علامات بھی مختلف انداز سے رچک اور ہیئت بدل بدل کر پیش کی جاتی ہیں۔ ان

میں اکلوتی آنکھ اور سمکھوں کے ۔ ۔ ۔ کی کارفرمائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ آج ۔ ۔ میں انسان کی بدفہمی ہے کہ چھوٹے اس علامت کو اتنا چھپانا چاہتے ہیں کہ "آگ" چمیل نہ ہی نہیں، بہت سے دیگر منظر بند کرنے اور فلموں کی میمنوں ہی ذہن کے مائل میں کسی نہ کسی شکل میں آگ جلتی ہوئی یا اس کی پٹنیں بھڑکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ صرف انسان کی عقلی حیوانی خواہشات کو بھڑکتا ہوا دکھانے کا استعارہ نہیں، بلکہ شیطان کے مرکزی مادہ تخلیق کو انسان کے لیے معظّم و مکرم بنا کر دکھانے کی علامتی کوشش ہے۔ اس کوشش کے نتائج سے آخری فائدہ بدی کی طاقتوں کا منبع و محور "دجال اکبر" اٹھائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ آج کے دور کے والدین باپ میوزک سنتے اور فلمیں دیکھتے وقت یا اپنے بچوں کو اس کی اجازت دیتے وقت صرف عملی گناہ ہی نہیں کر رہے، عقیدے سے انحراف اور شیطان کے پجاریوں کے آلہ کار بھی بن رہے ہوتے ہیں۔ اس کی کچھ تفصیل ہم اللہ کی مدد سے "دجال II" میں بیان کر چکے ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے جدید تہذیب میں فیشن کبھی جانے والی یہ چیزیں صرف فسق و فجور ہی نہیں، شرک و شیطان پرستی کی تعلیم بھی دے رہی ہیں۔ متمدن دنیا کی ان روشنیوں میں قدیم جاہلیت کی خوفناک تاریکیاں چھپی ہوئی ہیں۔ صرف انداز بدل گیا ہے، شیطان کی انسان دشمن اصلیت اور اس کی شرکیہ مہم نہیں بدلی۔ وہ آج بھی آدم کے بیٹوں سے انتقام لینے کے لیے انہیں خلاف شرع چیزوں میں لگا کر اپنی جھوٹی انا کی تسکین کر رہا ہے۔ اس فتنہ زدہ دور میں تو شریعت کے خلاف جو بھی چیز ہو، اس سے سخت احتیاط کرنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً مغربی تہذیب جو جاہلیت جدیدہ کی بودی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ مغربی موسیقی، مغربی فنون لطیفہ، آرٹ، ادب، کلچر وغیرہ مغربی فلسفی دنیا کی بے ہودہ روایات اور نئی شیطانی ایجادات تو ہیں ہی سراپا فتنہ۔ فتنوں کے اس دور میں اور گناہوں سے بھری اس دنیا میں، انسانوں کو اللہ کی رحمت کے نور کی ضرورت ہے نہ کہ آگ کی لپٹوں کی۔ وہی آگ جس کے بارے میں حکم ہے جس چیز کو چھوٹی ہوا سے قبر میں نہ لگایا جائے تاکہ جنت کے باغ میں جہنم کی تھنکی نہ

آئے۔ اس آگ سے اور انسانیات اور حیوانیت کی اس ممانعت سے ہمیں دور رہنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کی رحمت اس کی یاد ہے، اس کا احسان بنمانے سے اور اس کی طرف اہل کی توجہ بنمانے سے اترتی ہے۔ جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں ان پر تو اس رحمت کی برسات اترتی ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں سے جڑنا چاہیے۔ ان کی صحبت کی برکت سے استفادہ کرنا چاہیے۔

—

شیطانی ہند سے

دسویں علامت - پراسرار ہند سے :

ماہرین لسانیات کے مطابق ایک ہی زبان کو لکھنے کے ایک سے زیادہ رسم الخط ہوتے ہیں۔ نیز ایک ہی زبان کو حروف اور ہندسوں دونوں کی مدد سے لکھا جاسکتا ہے۔ اس طرح سے کہ ہر حرف کی کوئی قیمت مقرر کر لی جائے جو ظاہر ہے ہند سے کی شکل میں ہوگی۔ مثلاً: عربی زبان کو لے لیجیے۔ اس کے ہر حرف کے لیے آپ اگر کوئی ہندسہ مقرر کر لیں تو حروف کے بجائے ہندسوں کے ذریعے مافی الضمیر کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً: عربی کے 29 حروف چھپی ہیں۔ اگر پہلے نو حروف کے لیے اکائی کے ہندسے، اگلے نو حروف کے لیے دہائی کے ہندسے اور اس کے بعد والے حروف کے لیے یکڑے کے ہندسے مقرر کر لیے جائیں تو جو بات الف، ب، ج، حروف کے ذریعے کی جا رہی تھی وہی 1، 2، 3، ہندسوں کے ذریعے بھی بولی یا لکھی جاسکتی ہے۔ اس کو "ابجد کا نظام" کہتے ہیں۔ یعنی حروف کے بجائے ہندسوں میں لکھنا۔ ایک آیت یا جملے میں اگر دس حروف استعمال ہوتے ہیں، ان حروف کے قائم مقام دس ہندسوں کو اگر ترتیب دے کر جمع کر لیا جائے تو جو حاصل آئے گا، وہ ایک طرح کا کوڈ ہوگا جس میں ان حروف کی تاثیر جمع ہوگی جنہیں مختصر کرنے کے لیے اعداد کی شکل میں لکھ لیا گیا تھا۔ صحیح العقیدہ اور متبع شریعت عامل حضرات جو تعویذ لکھتے ہیں، اس میں مختلف خانوں میں لکھے ہوئے اعداد مختلف کلمات کے حروف کا متبادل ہوتے ہیں۔ یہ کلمات اگر صحیح المعنی ہیں یا کسی آیت یا دعا کا مخفف ہیں تو یہ تعویذ انہی اثرات کا حامل ہوتا ہے جو اثرات ان اصل کلمات یا دعاؤں میں پائے جاتے تھے۔ تعویذ چونکہ بار بار لکھنے ہوتے ہیں، اس لیے طوالت سے بچنے کے لیے یہ مختصر طریق کار اپنایا جاتا ہے۔ یہ تو ہوا رحمانی عملیات کا طریق

کار۔ اس کے برعکس شیطانی یا سفلی کام کرنے والے جواہد استعمال کرتے ہیں۔ ان سے پشت و ہ گندے جادوئی جنز منتر ہوتے ہیں، جن میں شیطان یا بد روحوں یا دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگی جاتی ہے۔ یہ کفر و شرک کا وہ گورکھ و حند ہے جس میں اس کائنات کی ان اطمینانی طاقوتوں سے ناجائز مقاصد میں تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی پوشیدہ حکمت کے تحت انسانی دنیا میں کسی حد تک مداخلت کی چھوٹ دے رکھی ہے۔ پھر جس طرح رحمانی عملیات میں مشہور متبرک کلمات کے اعداد مشہور ہو گئے ہیں۔ مثلاً: بسم اللہ شریف کے اعداد "یا اللہ" اور "محمد" کے پاک ناموں کے اعداد، اسی طرح سفلی عملیات میں کچھ اعداد مشہور ہیں۔ مختلف شرکیہ کلمات کے تناظر میں ترتیب دیے گئے یہ اعداد مختلف شیطانی اور جادوئی اثرات رکھتے ہیں۔ آج ہم اس طرح کے چند ابلیسی ہندسوں کا تذکرہ کریں گے جسے شیطان کے پجاری چپکے چپکے مذموم مقاصد کے تحت پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

پہلا شیطانی ہندسہ - 666:

ان اعداد میں سب سے مشہور شیطانی عدد چھ سو چھیاسٹھ (666) ہے۔ اس کا پس منظر اور ابلیس کے ساتھ اس کے تعلق کو بیان کرنے کے لیے ہم کوشش کریں گے کہ قدیم ترین مذہبی حوالوں کے ساتھ جدید مغربی مصنفین کی تحریرات سے بھی اقتباسات پیش کریں تاکہ بات کو استناد میں گوندھ کر توثیق سے نفعی کر کے آگے بڑھایا جاسکے۔ تو آئیے! سب سے پہلے انجیل کا ایک حوالہ دیکھتے ہیں۔ پھر اس میں موجود چند اہم اشاروں کا مطلب اور ان کی تطبیق و تشریح سمجھنے کی کوشش کریں گے، جن سے تاریخ اور عصری اکتشافات آہستہ آہستہ پردہ اٹھارہ ہیں اور جن کی طرف یہ عاجز اپنے کالموں میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہے۔ انجیل کی آخری کتاب "یوحنا عارف کا مکاشفہ" میں درج ہے:

"پھر میں نے ایک اور حیوان کو زمین میں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس کے "نزدہ" کے دو سینک تھے اور اژدھا کی طرح بولتا تھا۔ یہ پہلے حیوان کا سارا اختیار اس کے سامنے کام میں لاتا تھا اور زمین اور اس کے رہنے والوں سے اس پہلے حیوان کی پرستش کراتا تھا،

جس کا زخم کاری اچھا ہو گیا تھا۔ اور وہ بڑے بڑے نشان اٹھاتا تھا۔ یہاں تک کہ آدمیوں نے سامنے آسمان سے زمین پر آگ نازل کر دیتا تھا۔ زمین کے رہنے والوں کو ان نشانوں سے سبب سے جن کے اس حیوان کے سامنے اٹھانے کا اس کو اختیار دیا گیا تھا، اس طرح گمراہ کر دیتا تھا کہ زمین کے رہنے والوں سے کہتا تھا جس حیوان کے تلوار لگی تھی اور وہ زندہ ہو گیا اس کا بت بناؤ۔ اور اسے اس حیوان کے بت میں روح پھونکنے کا اختیار دیا گیا تاکہ وہ حیوان کا بت بولے بھی اور جتنے لوگ اس حیوان کے بت کی پرستش نہ کریں، ان کو قتل بھی کرائے۔ اور اس نے سب چھوٹے بڑوں، دولت مندوں، غریبوں، آزادوں اور غلاموں کے داہنے ہاتھ یا ان کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرادی۔ تاکہ اس کے سوا جس پر نشان یعنی اس حیوان کا نام یا اس کے نام کا عدد ہو اور کوئی خرید و فروخت نہ کر سکے۔ حکمت کا یہ موقع ہے۔ جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ ہے۔“

[مکافہ: باب ۱۳، آیت نمبر ۱۱ سے ۱۸]

اس عبارت میں دو حیوانوں کا ذکر ہے۔ ”پہلے حیوان“ کا تذکرہ ہم پہلی علامت ”تات پوٹ شبیہ“ کے ضمن میں کر چکے ہیں کہ اس سے مراد دجال ہے۔ دوسرے حیوان سے کون مراد ہے؟ یہ اہم سوال ہے۔ اس کا جواب اگر ہم مسیحی شارحین کے ہاں تلاش کریں تو وہ زبردست کنفیوژن کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ۱۹۵۷ء کا چھپا ہوا انجیل کا جو نسخہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس کے حاشیے میں ہمیں درج بالا دو حیوانوں کے متعلق یہ تشریحات لکھی ہوئی ملتی ہیں:

O۔ ”یہ حیوان بے ایمانوں کا لشکر ہے جو شروع سے دنیا کے آخر تک خدا کے بندوں کو ستاتے ہیں۔ سات سو سات بادشاہ یعنی سات زور آور بادشاہتیں ہیں۔ ساتویں بادشاہت ”گمناہ کے اس شخص“ کے ساتھ دنیا کے آخر میں ظاہر ہوگی۔“

O۔ ”یہ دوسرا حیوان بت پرست، کابن اور جادوگر لوگ ہیں، کیونکہ وہ بت پرستی کو

تھامتے اور بادشاہوں کو بہکاتے تھے۔“

O۔ ”وہ حیوان یا بت پرست رون ہے جو سات پہاڑوں پر برساتا یا شیطان کا اختیار

ہے جو مسیح کے دنیا میں آنے سے پہلے نہایت بڑا تھا لیکن مسیح کے ظاہر ہونے کے بعد ملم ہوا، مگر دنیا کے آخر میں جب وہ "مگناہ کا شخص" آئے گا شیطان پھر ساری طاقت سے اٹھے گا۔"

ان عبارات میں "مگناہ کے شخص" سے "دجال آج" مراد ہے۔ اسے مذکورہ بالا آیات سے قبل کی آیات اور بعد کی آیات میں پہلا حیوان کہا گیا ہے۔ دوسرے حیوان سے جو اس پہلے حیوان یعنی "مسح الدجال" کی مدد کرے گا، وہ طاقت مراد ہے جو دجالی تہذیب کی علمبردار ہوگی۔ اس کے ہراول دست کے طور پر کام کرے گی، اس کے نکلنے سے پہلے اس کے لیے راہ ہموار کرے گی اور اس کے نکلنے کے بعد اس کی بنیادی طاقت اور دست و بازو ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ قوم یہود کی تشکیل کردہ "صیہونی طاقت" ہے جس کا مرکز امریکا، برطانیہ اور اسرائیل کی حکون میں ہے۔ مسیحی شارمین وحی کے سچے علم سے محرومی کے سبب اپنی مسیحی برادری کو انجیل کی ہدایات اس تفصیل و تشریح سے نہیں پہنچا سکے جیسا کہ اہل اسلام کے علمائے کرام نے فریضہ انجام دیا ہے اور دیتے چلے آئے ہیں۔ حیوان سے "بت پرست روم" ہرگز مراد نہیں، روم والے انجیل کے نزول کے وقت بت پرست تھے مگر اب تو وہ عیسائی ہو چکے ہیں، لہذا اس سے لازمی طور پر شیطانی قوتیں مراد ہیں جو دجال کی مدد کریں گی۔ ان کی مدد سے جب دجال دنیا کے وسائل پر اختیار حاصل کرے گا تو وہ ہر فرد کو اور دولت کی ہر اکائی کو اپنے تسلط اور مگرانی میں رکھنے کے لیے جو دو کام کرے گا، ان کی طرف انجیل کی ان آیات میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ انجیل کے مطابق ان میں سے پہلی چیز ہے، ہر شخص کے داہنے ہاتھ یا ماتھے پر چھاپ اور دوسری وہ نشان یعنی اس حیوان کا نام یا اس کے نام کا عدد کہ جس کے بغیر دنیا میں کوئی لین دین نہ ہو سکے گا۔ اگر آج کی دنیا پر نظر ڈالی جائے تو ان دو چیزوں میں سے پہلی چیز کا مطلب وہ "ڈیوائس" ہے جو ہر شخص کے جسم میں کہیں لگی ہوئی یا شناختی کارڈ میں چسپاں ہوئی۔ اس کا ربط سیٹلائٹ سے ہوگا اور کوئی بھی شخص دنیا کے سات براعظموں میں جہاں بھی ہوگا، وہ "خفیہ آنکھ" کی نظر اور مگرانی میں ہوگا۔ دوسری چیز وہ "پپ" ہے جو کریڈٹ کارڈ یا الیکٹرونک منی کی کسی ترقی یافتہ شکل میں نصب ہوگی اور پوری دنیا میں اس کے بغیر لین دین نہ ہو سکے گا اور اس کے ذریعے وہی لین دین کر سکے گا جو اس

یہودی ہر کاروں کی نظر میں "شغاف" ہوگا۔ یہ
 مذہب کے کچھ بیدار مغز قلم کار بھی یہی کچھ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر جان کوئین
 مشہور "Conspirators Hierarchy" میں مستقبل کی دنیا اور اس پر نافذ عالمی
 حکومت کا نقشہ کچھ اس انداز میں کھینچتے ہیں۔

"ہر شخص کے ذہن میں یہ عقیدہ رائج کر دیا جائے گا کہ وہ (مرد یا عورت) ایک عالمی
 حکومت کی مخلوق ہے اور اس کے اوپر ایک شناختی نمبر لگا دیا جائے گا۔ یہ شناختی نمبر برسرِ
 جیمہ کے نیوکلیئر میں محفوظ ہوگا [جی ہاں! اسی سپر کمپیوٹر میں جہاں نادر اور دیگر اداروں
 کے پاس جمع شدہ ڈیٹا محفوظ ہوتا ہے۔ راقم ا اور عالمی حکومت کی کسی بھی ایجنسی کی فوری
 دسترس میں ہوگا۔ سی آئی اے، ایف بی آئی، ریاستی اور مقامی پولیس ایجنسیوں، آئی آر
 ایس، فیما، سوشل سیکورٹی وغیرہ کی ماسٹر فائلیں وسیع کر کے ان میں لوگوں کے کوائف کا
 اندراج امریکا میں تمام شہریوں کے ذاتی ریکارڈ کے انداز میں کیا جائے گا۔"

"معاشی نظام، حکمران طبقے کا مہون منت ہوگا۔ وہ صرف اتنی خوراک اور خدمات کی
 اجازت دے گا جس سے عوام یعنی غلاموں کی زندگی برقرار رہے۔ تمام دولت کیمینی آف
 300 (فری میسنری) کے ممتاز ارکان کے ہاتھوں میں دی جائے گی۔ ہر فرد کو ذہن نشین
 کر دیا جائے گا وہ اپنی بقا کے لیے ریاست کا محتاج ہے۔"

"طبقہ اشرافیہ کے علاوہ کسی کے ہاتھوں میں نقدی یا سکے نہیں دیے جائیں گے۔ تمام
 لین دین صرف اور صرف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہوگا۔ (اور آخر کار اسے مائیکرو چپ
 پلانٹیشن کے ذریعے کیا جائے گا۔) "قانون توڑنے والوں" کے کریڈٹ کارڈ معطل
 کر دیے جائیں گے۔ جب ایسے لوگ خریداری کے لیے جائیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ ان
 کا کارڈ "بلک لسٹ" کر دیا گیا ہے۔ وہ خریداری یا خدمات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ پرانے
 سٹوں سے تجارت کو غیر معمولی جرم قرار دیا جائے گا اور اس کی سزا موت ہوگی۔ ایسے قانون
 نئے عناصر جو خود کو مخصوص مدت کے دوران پولیس کے حوالے کرنے میں ناکام رہیں، ان

کی جگہ سے اسے قید بھرتی کے لیے ان کے کسی گھروالے کو پکڑ لیا جائے گا۔

ان تین اقتباسات میں سے پہلے اقتباس میں ”چھاپ“ کی اور دوسرے میں اس نشان یا ”عد“ کی تشریح ہے جس کے بغیر کوئی آٹھ آنے کی مونگ پھلی یا دو روپے کی جاگریں بھی نہ خرید سکے گا۔ آپ کو اگر کہیں سے برطانیہ کا پونڈ ہاتھ لگے تو اسے اٹنا کر کے غور کریں۔ اس پر 666 کے ہندسے کی شبیہ ملے گی جو آہستہ آہستہ مستقبل میں وضع کیے جانے والے ڈیزائن میں مزید واضح ہو جائے گی۔ مختلف ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات پر جو ”کوڈ بار“ چھپا ہوا ہوتا ہے اسے کبھی توجہ سے دیکھیں۔ ”6“ کا ہندسہ تین مرتبہ تکرار کے ساتھ آپ کو دنیا کی معیشت پر دجالی تسلط کی دھیرے دھیرے بڑھتی ہوئی گرفت کی طرف متوجہ کر رہا ہوگا۔

دوسرا شیطانی ہندسہ:

666 کے بعد سب سے بڑا شیطانی ہندسہ 322 ہے۔ یہ عموماً جادوگروں کے مشہور ہتھیار ”کھوپڑی اور ہڈیاں“ کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ یہودیوں کے خفیہ جادوگری علم ”کبالا“ میں اس کی خاص اہمیت ہے اور اسے انتہائی کارگر اور مؤثر اثرات کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ 666 اور 322 کے بعد شیطانی جادوئی اعداد کی فہرست میں 13 اور 33 آتے ہیں۔ ان اعداد کو بھی فری مین کے سامراجی جادوئی ماہرین نے اپنے لیے خفیہ نشان ٹھہرایا ہے۔ قوم یہودی کی سڑی جادوئی روایات اور ان اعداد کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ یہ تعلق امریکا کے سرکاری اداروں اور نجی کمپنیوں کے نشانات میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً: امریکی انسٹیٹ آف ڈپارٹمنٹ کے نشان میں دو چیزیں آپ کو واضح اور متاثر کن نظر آئیں گی جو امریکی ڈالر کی طرح امریکی اداروں کی پہچان ہیں: عقاب اور ستارے۔ ان دونوں میں کسی نہ کسی طرح 13 کا عدد پایا جاتا ہے۔ عقاب کے دائیں پنجے میں تیر اور بائیں میں تینہنی ہے۔ تیر 13 ہیں اور تینہنی کے پتے بھی 13 ہیں۔ ستاروں کو گنیں تو ان کا عدد بھی 13 ہے۔ فلموں اور گانوں میں بھی دوسری دجالی علامات کے ساتھ ساتھ اس عدد کی کارفرمائی دکھائی دے ہی جاتی ہے۔ مثلاً: امریکا میں بسنے والے کچھ مسلمان محققین کے مطابق مشہور امریکی گلوکارہ میڈونا جس کو امریکی میڈیا کے نامور نام (جو ظاہر ہے کہ شیطانی صہیونی گروہ سے تعلق

رکھتے ہیں) سحر انگیز شخصیت بناتے ہیں، اس کے گانوں کی مقبولیت میں اس کی صلاحیت اور یہودی میڈیا کی حمایت کے علاوہ ”کباا“ کے ”سزری ملہ“ کے ماہر یہودی ساحرین کا بھی خاص عمل دخل ہے۔ امریکا میں مقیم وہ مسلمان جو دجال کی شیطانی مہم سے آگاہی رکھتے ہیں، ان کے مطابق یہ عورت خود بھی شیطانی مذہب کی پیروکار ہے۔ اس کے شوہر سے جدائی کا سبب اس کا شیطانی مذہب ہی تھا اور یہ دوسروں کو بھی شیطان کی غلامی میں مبتلا کرنے کی ننگ و دو میں لگی رہتی ہے۔ اس کے گانوں میں شیطان کی پوجا پاٹ ہوتی ہے اور ایک سے زیادہ ایسے شواہد اور قرائن پائے جاتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی آلہ کار یہ ساحرہ عالم شیطان کی پوجا کی طرف سامعین اور ناظرین کو غیر محسوس طور پر مائل کر رہی ہے۔ اس کے گانوں کے لیے تیار کردہ اسٹیج کے لیے اتنے ہی قد بچے ہوتے ہیں جتنے فری میسنری کے جادوئی گھروں کی سیرھیوں میں یعنی تیرہ عدد۔ 52 سال کی عمر میں لٹکے ہوئے بدن کی کھنٹی ہوئی سرجری کروا کر شیطانی حرکتوں کو پھر سے زندہ کرنے والی یہ کم نصیب خاتون گانے میں کبھی کتا بن جاتی ہے، کبھی کوا، کبھی کالی مائی جیسی مخلوق، اس کے مشہور گانوں کے (Back) بیک ٹریک پر شیطان کو پکارنے کی آواز صاف سنائی دیتی ہے یعنی سامنے کے الفاظ (فارورڈ ٹریک) کچھ اور ہیں اور پیچھے گانے کے الفاظ کچھ اور ہیں جس میں شیطان کو مدد کے لیے پکارا جا رہا ہوتا ہے۔ ”دجال II“ میں ”دجالی ریاست کے قیام کے لیے دہنی تسخیر کی کوشش“ کے عنوان کے تحت اسے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ سارا گورکھ دھندا یہودی میڈیا نے فلم اور موسیقی کی دنیا کو کنٹرول کرنے والے یہودی ماہرین کے ساتھ مل کر بنایا ہے اور ان کے پھیلائے ہوئے یہ جادوئی اور شیطانی اعداد و حقیقت خدا کے ساتھ مل کر بنایا ہے اور اس سے استعانت کا بھونڈا استعارہ ہیں۔ چونکہ کے مقابلے میں شیطان کی عبادت اور اس سے استعانت کا بھونڈا استعارہ ہیں۔ چونکہ شیطان کی قوتیں فریبی اور فانی ہیں، اس کا جال کمزری کے جالے سے بھی زیادہ بودا اور کمزور ہے، اس لیے اللہ رب العزت پر کامل یقین اور اس کی مدد کو حاصل کرنے والے شرعی اعمال اس شیطانی سلسلے کے تار و پود کو یوں بکھیر ڈالتے ہیں گو یادہ کبھی تھے ہی نہیں۔

اوندھا ستارہ

کیا رہو یہ علامت - اوندھی نوک والا ستارہ:

مضمون کے شروع میں ہم نے عرض کیا تھا کچھ علامتیں ضمنی ہیں۔ ان کو ہم آخر میں بیان کریں گے۔ ضمنی کا ایک مطلب یہ ہے اس کو شیطان کے پرستار مخصوص مطلب میں بھی استعمال کرتے ہیں اور عام استعمال بھی یکساں طور پر ہوتا ہے۔ گویا یہ آدھو آدھ کا معاملہ ہے۔ ان علامات میں سرفہرست پانچ کونوں والا اوندھا ستارہ ہے۔ یہ اگرچہ دیگر جیومیٹرککل اشکال کی طرح ایک خوبصورت اور چھتی ہوئی شکل ہے جو بے دھڑک مختلف عنوانات اور حوالوں سے استعمال ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے کہ کسی چیز کو بلاوجہ مشکوک یا متروک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس کی ایک خاص صورت یہ پس پردہ کر "نیو ورلڈ آرڈر" نافذ کرنے والوں کے پراسرار جادوئی ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ ضمنی علامات میں شمار کیے جانے کی وجہ یہ ہے اس عاجز کی تحقیق کے مطابق یہ صرف اسی صورت میں شیطانی نشان قرار دیا جاتا ہے اور جادو کی رسومات میں استعمال ہوتا ہے جب یہ بیچ گوشہ ستارہ "اوندھا" ہو۔ اوندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی پانچویں نوک بالکل نیچے کی طرف ہو۔ اس صورت میں خود بخود اس کی اوپر کی دونوں کیس بکریں کی سینک کی شکل میں اوپر اٹھ جاتی ہیں، دو بکریں کے کان کی شکل میں دائیں بائیں مڑ جاتی ہیں اور پانچویں میں بکری کی ٹھوڑی سا جاتی ہے۔ اس مخصوص ہیئت میں یہ شیطان کے چہرے کی شبیہ بن جاتی ہے اور شیطانی روحوں کو حاضر و غائب کرنے یا اندھیرے کی طاقتوں سے مدد لینے اور طلسماتی کاموں میں مافوق الفطرت حرام تاثیر پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ غلی جادوگروں کی سامری روایات کے مطابق: "جب اس کے گرد دائرہ

میں چاہتا تھا کہ وہ اس سے واسطہ نہ پڑے۔ (زمین، پانی، ہوا اور آسمان) کی مانند لی جاتی ہے۔ اس کا ایک رونا (نست سے نکالی ہوئی بدرون یعنی شیطان) اساطیر سے ہوتا ہے۔ تب یہ مضبوط مانت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس کی پکڑ سے (دھنا ماہر روحانی شخصیات یعنی غلی مالمین نے ماوراء قسط ہوتا ہے۔ شیطان نے پہلے برائی کو حاسنی طور پر ظاہر کرنے اور شیطان سے مدد حاصل کرنے کے لیے اس کی ایک نوک نیچے رکھ کر استعمال کرتے ہیں، چاہے اس نے گرد و آلودہ ہو یا نہ ہو، جبکہ عام لوگ جن کا اس شیطانی چکر سے واسطہ نہیں، اسے ایک نوک اوپر رکھ کر یا بغیر کسی خاص سمت میں رخ دیے، اسے استعمال کرتے ہیں، نوک یا دائرے کے فلسفے کا انہیں علم نہیں ہوتا، وہ تو محض آرائشی ملامت کے طور پر اسے مختلف شکلوں میں سجاتے ہیں۔ انہیں اس میں مضمر متضاد حقیقت کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ شیطان اور اس کے چیلوں کی ذلت اور رسوائی کی انتہا ملاحظہ کیجیے کہ اہل ایمان تو اللہ کی توحید اور بڑائی و بزرگی کی چوٹ پہ بیان کرتے ہیں، بلکواروں کے سائے تلے اور ٹھینوں کی نوک پر اس کی گواہی دیتے ہیں، شیطان کے پہاری اس کے برعکس چوری چھپے، لوگوں کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر اس کی کسی ملامت کو چور ضمیروں کی طرح پیچھے رہ کر پھیلاتے ہیں، ان میں اتنی سکت نہیں کہ اپنے جھوٹے معبود کا کوئی وصف اگر حقیقی ہے تو اسے حق سمجھ کر حقیقت کی طرح کھل کر بیان کر سکیں۔ ذلت بلکہ لعنت کی اس سے بدترین صورت اور کیا ہوگی جو شیطان کے پیچھے چلنے والوں کا مقدر ہے۔

—

انجامِ گلستاں کیا ہوگا؟

بارہویں علامت - انو کے کان:

اردو کے ایک مشہور شعر کا مصرع ہے جو کسی قوم کے اسبابِ زوال کی مختلف وجوہ میں سے ایک اہم وجہ بیان کرتا ہے۔ آپ نے بھی سنا ہوگا ع

برشاخ پہ انو بیٹھا ہے، انجامِ گلستاں کیا ہوگا؟

انو کو ہمارے ہاں حماقت، غبات اور حقارت کا دوسرا نام سمجھا جاتا ہے۔ "ہا" نامی پرندہ کسی کے سر پر بیٹھ جائے تو اس کی خوش نصیبی کی انتہا اور انو کا کسی گھر میں بسیرا کرنا بد نصیبی کی علامت قرار دیا جاتا ہے، لیکن اہل مغرب کے پیمانے جس طرح ہم مشرق کے باسیوں سے لین دین میں مختلف ہیں، اسی طرح یہاں بھی ان کا عرف و دستور ہمارے رواج اور زبان سے الگ ہے۔ خصوصاً وہ اہل مغرب جو اسلامی دنیا کو تو قدامت پرستی کا طعن دیتے ہیں، لیکن خود بدترین قسم کی توہم پرستی میں مبتلا ہیں۔ ان کی خلقت چونکہ کچھ اس طرح کی ہے کہ اسے دن کو کچھ نظر نہیں آتا، رات ہوتی ہے تو اندھیرا اس کے لیے روشنی کا کام کرتا ہے، اس لیے یہ دن کو دیرانوں میں بسیرا کرتا اور رات کو اپنی سرگرمیوں پہ لگتا ہے۔ بس اسی چیز نے اسے جادو گروں اور شیطن پرستوں کے لیے پراسرار اور منفی سرگرمیوں کے لیے کارآمد بنا دیا ہے۔ اس غریب کو خبر بھی نہ ہوتی ہوگی کہ اس کے بھری عیب اور تنہائی پسندی کو فرسی اور وہی سامیت پرستوں نے کیسا رنگ دے دیا ہے؟ توہم پرستوں کے نزدیک اس کی مقبولیت، تاثیر اور تقدس کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ وہ اسے یا اس کے مختلف اعضا کو جادو نو نے میں تاثیر کے لیے استعمال کرنے کے علاوہ اسے ماورائی طاقت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ امریکا جیسے مہذب ملک میں ان وہی تصورات کی کارفرمائی اس

مذہبِ اہلِ حق کے بارے میں یہ ہے کہ ایک دوسرے کے پائید نہیں رہا۔ (نیلِ باہر)
 جوں سے جس نہ ہو ہے۔ میرے پیشِ کتب کے دو ذرا میں ایک دوسرے
 کا نوپائی شانِ مہرقت نے۔ تھوڑا جتنا ہے۔ جوہرِ افشانی کی صورت کا نتیجہ
 فضل سے ہوا ہے جو کہ تو ایک دوسرے کا غلطی نہیں ہے۔ قسم کا عظیم اثر نہ کہیں
 وہاں۔ اوصافِ مہرقت۔ امیرِ عالم میں شیطان پرستوں کا ایک گروہ ہے جس نے اپنے کلب
 (ہوٹل میں)۔ سن فرانسسکو، کیل فورنیا) کا تعارفی نشان ہی ان کو قرار دیا ہے۔ دنیا میں
 ہر گز۔ جس ایسی بن رہی ہیں جن کے بارے میں اہلِ نظر کی رائے ہے کہ وہ ان کے کان اور
 آنکھوں کی شبیہ کو نہ نظر رکھ کر ذرا ان کی گئی ہیں۔ گویا کہ ان کے چارے کے دو ہی اعضا
 ہمارے ہاں متحدہ بنے اور نامبارک سمجھے جاتے تھے۔ لبوترے کان اور ذہانت سے محروم۔
 مہرقت سے بھر چر گول منول آنکھیں۔ خیر سے دونوں ہی کو مغرب میں وہ قدر و منزلت ملی
 ہے کہ ہم ہی کسی سے جھے میں آئی ہوگی۔ شیطان پرستوں اور دہل کاروں کی یہ علامت
 ہمارے مخصوص عرف اور روانہ کی بنا پر ہمارے ہاں کم استعمال ہوتی ہے لیکن مغرب میں
 اس کا استعمال بھی زوروں پر ہے۔ اس لیے ہم نے اسے خمی اور غیر معروف نشانوں میں شمار
 کیا ہے۔ ورنہ تو مغرب میں ان کے پٹھے تو باقاعدہ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اس پر ہم
 "ہوٹل میں" گروہ نہ پکھے گئے مضمون میں انشاء اللہ تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

بین السطور سے سطور کی طرف

وہ وحیاتی علامات کا تذکرہ تو مکمل ہوا۔ اس اسلی اور دشمنی۔ یہ قصہ ہم نے کیوں چھیڑا اور اس ساری درودنی کا مقصد کیا ہے؟ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس شیطانی مہم کا شکار ہونے سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟ رمان کا بندہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر اس شیطانی قسم اور دجالی نقشے کے مقابلے کے حوالے سے پندرہ سو داریاں بھی عائد ہوتی ہیں یا ہم یونہی خود کو اور انسانیت و شیطانی مہمات کے سامنے بے دست و پا بدمعاش بننا دیکھتے رہیں؟ ان سوالات کا جواب ہم ان سطور کے بین السطور میں دیتے رہے ہیں۔ اب موقع آ گیا ہے کہ اس کی تفصیلی وضاحت کر دینی چاہیے، لیکن اس سے بھی پہلے ایک اور سوال نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اس پر حسب مقدمہ گفتگو کرنے کے بعد ہم ان شاہ القدر جہان نکات کی طرف لوٹ آئیں گے۔

ان علامات کے پھیلاؤ سے دجالی قوتوں کا مقصد:

قرآن میں آیتوں میں مضمون کی ابتدا سے بلائے عنوان پڑھ کر ہی قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوا ہوگا۔ جنی شیطانی قوتوں کی طرف سے ان دجالی علامات کو پھیلانے کا مقصد کیا ہے؟ یہودی، عیسائی اور مسیحی مضمون سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ پس پردہ رہ کر ان مشتبہ علامتوں اور واقعات کے ذریعے مہم سے یہ دشمن انسانیت دجالی گروہ چاہتا کیا ہے؟

شیطان کے پیروں اور شیطان کے سب سے بڑے ہتھیار اور شیطانی قوتوں کے سب سے بڑے حمایت یافتہ جہان انجیل کے چیلوں کی طرف سے ان علامات اور نشانات و اشاروں کی بنیاد میں چھپانے کے لیے ہوتے ہیں۔ پہلا طبعیاتی ہے اور دوسرا مادہ اور طبیعیاتی۔ ایک کا تعلق خدائی اسباب سے ہے اور دوسرے کا باطنی تاثرات سے۔ ہم بساط بھر و شش کر رہے ہیں کہ دونوں کی آسمان تشریح کر لیں۔

(1) دجال کے لیے میدان ہموار کرنا:

پہلا مقصد ہے کہ ارضی کے باشندوں خصوصاً ترقی یافتہ مغربی ممالک اور بالخصوص مسلم ممالک میں دجال کے خروج کے لیے ذہنوں کو ہموار کرنا تاکہ جب سراپا دجل و فریب اس فتنہ عظیمی کا ظہور ہو تو مہذب انسانی دنیا اس غیر مہذب حیوانی شتو نگڑے سے مانوس نہ ہو، نہ اسے اجنبی یا اپنے احساس و شعور سے دور محسوس کرے۔ اس کے ساتھ مخصوص علامتیں اتنی مرتبہ ان کی نظروں سے گزری ہوں، کان میں پڑی ہوں، دل و دماغ میں جگہ بنا چکی ہوں کہ انہیں سب کچھ اپنا اپنا، دیکھا بھالا اور شعور و احساس سے قریب قریب محسوس ہو۔ خاص کر وہ علامتیں جو درحقیقت عام انسانی عقل اور عرف عام میں عیب سمجھی جاتی ہیں۔ مثلاً: اندر کو دھنسی ہوئی یا باہر کو ابھری ہوئی آنکھ یا ان سے نفرت کی جاتی ہے، مثلاً: سانپ، سینگ، کھوپڑی اور ہڈیاں وغیرہ..... یا ان کے جادوئی و شیطانی پس منظر کی بنا پر لوگ ان سے کراہت محسوس کرتے ہیں، مثلاً: جادوئی اعداد یا آگ وغیرہ..... ان سب سے آج کی مہذب اور تعلیم یافتہ دنیا ایسی آشنا اور مانوس ہو جائے اور دجال کے خروج سے پہلے ہی ہر طرف دجالیات کا ایسا چرچا ہو جائے کہ ہر بڑا چھوٹا اس فتنے کی حشر سامانیوں کو معمول کی چیز اور انسانیت کے اس دشمن کو بنی نوع انسان کے لیے خیر خواہی کا مجسم روپ سمجھنے لگے۔ اس کی ایک مثال ہم دوسری علامت ”اکلوتی آنکھ“ میں دے چکے ہیں۔ ایک آنکھ کو اتنا مشہور کیا جا رہا ہے کہ رفتہ رفتہ دو آنکھیں حسینوں کا حسن اور مہ جبینوں کا استعارہ نہیں بلکہ ایک آنکھ حسن کی علامت اور طاقت کا منبع سمجھی جانے لگے گی۔ یہی وہ دجل و فریب ہوگا جس کا شکار انسانیت اپنی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔

(2) شیطان سے مدد حاصل کرنا:

دوسرا مقصد پراسرار ہے اور ماوراء الطبیعیات سے تعلق رکھتا ہے۔ شیطان کے چیلے ان علامات سے نہ صرف یہ کہ شیطانی طاقت اور شیطان کی حمایت حاصل ہونے کا یقین رکھتے ہیں بلکہ اس میں ایسی شیطانی تاثیر کے قائل ہیں جو شیطان کی توجہ کھینچتی ہے اور اسے خدا کی

طرف سے بطور آزمائش و مہلت دی گئی، گندی طاقت کو شیطان کے پجاریوں کے حق میں استعمال کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ یوں سمجھیے جس طرح مسلمان مقدس مقامات کی شبیہ یا متبرک کلمات کا عکس اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی طرف سے نازل شدہ برکت کے حصول کے لیے شائع کرتے، پھیلاتے اور آویزاں کرتے ہیں، شیطان کے چیلے بالکل اسی طرح اس لعین کو خوش یا متوجہ کرنے کے لیے ان علامات کو پھیلانے اور ان کی تشہیر کر کے لوگوں کو ان سے مانوس کرتے ہیں تاکہ شیطان اپنی اوقات کے اندر رہتے ہوئے ان کی ناجائز مغلی خواہشات کی تکمیل میں ان کی مدد کرے اور اس کے بدلے یہ زیادہ سے زیادہ دولت و شہرت حاصل کر سکیں اور حتی الوسع حیوانی لذت اور شہوت پوری کر سکیں۔

○ ○ ○

اصل مقصد کی طرف:

اس سوال کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد ہم اس تحریر کے اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔ شرکاء تذکرہ شرابی پھیلاتا ہے، یہ خیر صرف اسی وقت بن سکتا ہے جب شرکی تردید کی جائے، حق کا گرز باطل کے سر پر اس زور سے مارا جائے کہ اس کا بھیجا نکل جائے، جب ہم نے یہ سمجھ لیا اور محض اندازے قیافے سے نہیں، شواہد و قرائن کی زد سے سمجھ لیا کہ ان پر اسرار علامات کے پیچھے "اسرار" وغیرہ کچھ نہیں، محض شیطان کی رسوائی اور بنی آدم سے انتقام کی داستان ہے تو اب ہمیں جس علامت کے بارے میں یقین ہو۔ مضمون کے آغاز میں کہہ دیا گیا تھا کہ یقینی بات کا اعتبار ہے، وہی شک و شبہات کی کوئی حیثیت نہیں، تو جو علامات یقینی ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ انسانیت کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن کیا ایک منظم مہم کے سامنے اتنا کافی ہوگا؟ کیا ہم ہمیشہ دفاع ہی کرتے رہیں گے؟ اس طرح تو یہ دنیا اندھیری وادیاؤں کا شکار ہو کر شیطان کی ہستی بن جائے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے یا شیطنیت کو دھتکارنے اور اس کے آلہ کاروں کو ناکام بنانے کے لیے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہاتھ پیر ہلانے پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان بہت بلند ہے۔ وہ بندے کے اس عمل سے راضی ہوتے ہیں جو غلو سے بھرا ہوا اور مشقت

و آرائش کا سامنا کرتے ہوئے جگہ اور ماحول کی مناسبت سے اختیار کیا جائے۔ اس کے
 اس دور میں انسانیت کو فتنوں سے بچانے کی کوشش (ان شاء اللہ) اللہ تعالیٰ کے قرب
 اس کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس کے لیے ہمیں مرحلہ وار درج
 ذیل ترتیب اختیار کرنی چاہیے تاکہ نہ ہم خوفزدہ ہوں اور نہ کسی اور کو مرعوب و خوفزدہ کریں۔
 ہم حق کے طلبہ دار ہوں اور بلا خوف و جھجک اپنا فرض انجام دیں۔ اس سلسلے میں ہم ہر اور ان
 اسلام کی خدمت میں چند باتیں عرض کریں گے۔ یہ گزارشات دراصل فتنوں کے اس دور
 میں ایک طرح کا مربوط اور مرتب لائحہ عمل ہیں جس کے مطابق زندگی کا معمول بنانے سے
 ان شاء اللہ تعالیٰ فتنوں سے حفاظت بھی رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت و نصرت بھی حاصل
 ہوگی۔ دجال اور ۱۱ میں اس طرح کی تدابیر بیان کی جا چکی ہیں۔ یہاں اسلوب کچھ الگ
 ہے اور نوعیت بھی ایک طرح سے الگ ہے۔ انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔

—

پہلی اور آخری بات

اس شیطانِ منحوس ہے اور وہ ہالی وڈ کے خلاف اللہ جلّ جلالہ نے اٹاتے آتے ہیں اور چھوڑے ہیں۔ اس میں سے پہلی اور آخری بات یہ ہے کہ وہ غار اور جان ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ بات نہ دینی ہے

سب سے پہلے تو ہمیں ہر طرح کے گناہوں سے بچنا ہے۔ یعنی چاہیے۔ اس قدر دور دور میں چلی تو ہے اور روح الی اللہ ہی نہیں آتا۔ اس سے محفوظ رہنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے اب تک بے غیہ میں اگر وہ شیطانِ ملامت کو اپنے لباس جوئے، اشتہار یا کسی اور شکل میں برتاؤ، زبان سے اس کا اظہار کیا تو اس کو اللہ پال۔ عاف فرمادیں۔ آئندہ کے لیے ایسے اعمال کی توفیق مل جائے۔ وہ ان شیطانِ اعمال کو حصار دے اور ان کے خلاف جدوجہد کا ذریعہ ہوں۔ شیطان کا مکر و فریب طرزی ہے جائے لی طرح انتہائی بود اور اس کے منصوبے اور چالیں انتہائی کمزور ہیں۔ دل کی توجہ سے ایک مرتبہ اللہ کی طرف رجوع کرنے، اس کی کبریائی بیان کرنے یا ایک اصول پر مبنی دیر ہوتی ہے، یہ دایا کرتا ہوا سر میں مٹی ڈالتا ہوا بھاگتا ہے۔ مغربی دنیا تو وحی الہی کی مقدس و مبارک تعلیمات اور اس کے نور و حفاظتی حصار سے محروم ہے۔ اس لیے وہ شیطانِ قوتوں کی یلغار کے سامنے بہتی چلی گئی۔ اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت کتاب اور چکی تعلیمات دی ہیں۔ مسلم ائمہ کے پاس اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اصل حالت میں موجود ہیں، جن میں آخر زمانوں کے فتنوں کی وضاحت خوب تفصیل سے کی گئی ہے، اسے چاہیے کہ ساری دنیا کے لیے خیر اور سلامتی کی داعی بن جائے اور مغرب کے شیطانِ نزیہہ اور ستم رسیدہ انسانوں کو گناہوں اور گمراہیوں کے اس گڑھے سے نکالنے کی کوشش کرے۔ جس میں شیطان کے چہرے کاروں اور دجال کے آلہ

کاروں نے اسے حلیئے کی روشیں جاری رکھی ہوئی ہے۔ جب اللہ نے فضل اور اس کی توفیق سے یہی تو جہاد ہے جو جابہ تو اس نے بعد اس پر قائم رہنے کے لیے کام کیے۔

(۲) اسلامی حلقے سے جڑ جائے۔

تو بے کے بعد اگلا کام یہ ہے اپنے ”علم و عمل“ کو شریعت و سنت سے قریب تر لانے کی جدوجہد کیجیے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے ایسے علمی و اسلامی حلقوں سے جڑ جائیے جہاں اہل حق علمائے کرام اور مشائخ عظام شریعت و سنت کا نور پھیلا رہے ہیں اور فتنوں کے اس دور میں اپنے پروں تلے آنے والے امتیوں کے ایمان کی یوں حفاظت کر رہے ہیں جیسے مرغی اپنے نادان اور کمزور بچوں کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک نو مسلم پادری سے راقم الحروف نے پوچھا: ”جب آپ کفار کی صف میں تھے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے تھے تو مسلمانوں میں سب سے زیادہ کس طبقے کو اپنے کام میں رکاوٹ سمجھتے تھے یا ہماری کس تحریک سے خطرہ محسوس کرتے تھے؟“ انہوں نے برکت کہا: ”و قسم کے مسلمانوں کو۔ ایک وہ جو مسلمانوں کو مسجد سے جوڑے۔ جو مسجد سے جڑ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑ جاتا ہے اور ہم تو لوگوں کو اللہ اور رسول سے دور کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے وہ لوگ جو جہاد کی بات کریں۔ یعنی عملاً جہاد کریں یا نہ، لیکن صرف جہاد کو فرض میں بتائیں، لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ قتال فی سبیل اللہ شرعی فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ یہ ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک تھے۔ ان کا کوئی طالع ہمارے پاس نہیں ہے۔“ محترم قارئین! دراصل ان علمی و اصلاحی حلقوں، جو مساجد و مدارس اور خانقاہوں میں قائم ہوتے ہیں، سے جڑنے کی بہت سی برکات ہیں۔ ایک اہم فائدہ اور عظیم برکت یہ ہوتی ہے، انسان کی سب سے قیمتی متاع یعنی اس کا ایمان محفوظ رہتا ہے۔ اس کو مسنون اعمال سے شناسائی پیدا ہوتی ہے۔ مسنون زندگی اپنانے کا شوق اور ہمت پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس کی برکت سے انشاء اللہ آپ شر و فتن اور شیطانی مہمات کے ہالسی و نفسیاتی جرائم سے محفوظ رہیں گے۔

(3) جدیدیت کے جھانسنے میں نہ آئیے

اس کے بعد جدیدیت کے فتنے سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ نئی چیزوں سے متاثر ہونے کے بجائے اپنے اس قدیم اور اصلی دین اور اس کی مبارک تعلیمات سے پٹے رہنے کی فکر کیجیے جو برحق اور سراپا صدق ہے۔ جدیدیت کا لیبل لگی چیزوں خصوصاً مغرب سے آئی ہوئی چیزوں اور مغرب زدہ لوگوں سے بچیں۔ ان کے نظریات و افکار سے بھی اور ان کی تہذیب و روایات سے بھی۔ یہ لوگ باتوں باتوں میں انسان کو فتنے میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مثلاً مغرب زدہ دینی اسکالرز ہمیں "ماڈرن اسلام" سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ ماڈرن اسلام کو کوئی چیز نہیں۔ انسان یا تو مسلمان ہے یا کچھ اور ہے۔ بچ کا دو غلط راستہ نفاق ہے۔ اسی طرح ناول، کارٹون اور فلموں کے ذریعے اہل مغرب اپنے دجالی نظریات ہمارے ذہنوں میں اٹھیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ جادوئی اعتقادات کی ترویج کے لیے فرضی مخلوق اور وہی شخصیات کے قصے کہانیاں لکھتے اور ان پر فلمیں بناتے ہیں۔ اڑنے والا اڑدھار، سینگوں والا ناقابل شکست ہیولا، پتہ دوں والی خلائی مخلوق، پچلا دھڑکھوڑے جیسا اور اوپر کا انسانوں جیسا، ماورائی طاقتوں کی حامل پراسرار فرضی شخصیات، یہ سب کچھ دراصل انسان کو ذہنی طور پر مرعوب کرنے اور نفسیاتی شکست اور نوٹ پھوٹ کا شکار کرنے کے بعد اس پر قابو پانے کی کوششیں ہیں۔ لہذا خود کو اور اپنے متعلقین کو فرضی ناول، کہانیاں پڑھنے اور فلمیں اور کارٹون وغیرہ دیکھنے سے بچائیں۔ نیز ایسے نیم مذہبی اور نیم مغربی اسکالروں کے بیانات نہ سنیں جو خود میرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ حسنہ سے محروم ہیں۔ تحریف کے نام پر جدیدیت کے فتنہ عظمیٰ کا شکار ہیں اور اس راستے سے وہ ہمیں اباحت اور پھر دجالت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، کیونکہ اس میں شک نہیں اس طرح کی مخلوق سے متاثر انسان تاریکی کے علمبردار اور ماموس قسم کی فتنہ باز و فتنہ پرور مخلوق "دجال اکبر" کا آسان ترین شکار ہوگا۔

(4) شریعت و سنت کو طرز حیات بنائیے:

جو اللہ کا قرب چاہتا ہے، وہ شریعت و سنت کو طرز حیات بنائے اور شیطانی کاموں اور

جہالی فتنے نے اپنے آپ کو چاہا۔ ان دونوں کا فتنہ شر اور باطل پرستی کا فتنہ ہے۔ اس کا ماننا
 نہ کرنا چاہیے اور خدا پرستی کو عام کرنے میں ہے۔ جہاں شریعت کا حکم زندہ ہوگا، حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہوگا، وہاں شیطان شکست کھائے گا اور واپس آکر رہنے ہوئے بھاگے گا۔
 یہاں انسان کٹا ہوا ہے گا، حیوانات کی طرح نفس پرستی میں مبتلا ہوگا، وہاں شیطان کا کام آسان
 ہوگا اور انسانیت فتنہ و جال کے پھندوں میں پھنستی چلی جائے گی۔ اللہ و رسول سے محبت کرنے
 والوں نے اپنے یہ اتقان کا وقت اور غیرت دکھانے کا لمحہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک رب کے
 دین اور اپنے محسن و شفیع نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی ہدایت اور استقامت کے لیے
 بیا بیعت کرتے ہیں اور اپنے اور ساری دنیا کے دشمنوں اور ان کے چیلوں کے مقابلے میں کفایت
 و شجاعت اٹھاتے اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں؟

(۵) "سنون اعمال اور سنون دعاؤں کا اہتمام کیجیے:

ما اود از میں: جہال کا فتنہ شیطان کا عظیم فتنہ ہے۔ اس سے دفاع کے لیے رحمانی حصار
 میں آنا ضروری ہے۔ رحیم و رحمان ذات کی مدد اور اس کی حفاظت کے حصار میں آنے کے
 لیے رتبہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر عمل، قبیح سنت مشائخ کرام کی محبت اور
 "سنون اعمال ہی واحد ذریعہ ہیں۔ سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات اور آخری رکوع کے
 بارے میں حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ فتنہ و جال اور اس کے زہریلے اثرات و جرائم
 کے خلاف مضبوط ترین حصار اور مؤثر ترین ہتھیار ہے۔ ان کا مع شام ورد کیجیے۔ اسی طرح
 ان دعاؤں کا بھی اہتمام کیجیے جنہیں محدثین کی اصطلاح میں "تعوذات" کہا جاتا ہے یعنی
 جن میں "اعوذ" کا لفظ آتا ہے اور ان کے ذریعے ہمارے محسن حقیقی جناب نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ہمیں فتنوں اور ناگوار چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین و تعلیم کی ہے۔ یہ دعا:

"اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ
 وَالْكَسَلِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَخْلِ وَالْبُخْلِ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدِّیْنِ
 وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔"

نیز "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْحَسَنِیِّ الذَّخَالِ" صحیح

بخاری، کتاب الدعوات: 944/2

آخری بات: نظریہ جہاد کو زندہ کیجیے:

آخری بات یہ کہ منحوس شیطانی علامات اور مکروہ دجالی نشانات کی روک تھام کیجیے۔ اس کی جگہ اللہ کی تسبیح اور تقدیس کو عام کیجیے۔ رحمانی شعائر کا احترام کیجیے۔ گناہ عظیموں سے اور چھڑوانے کی ترغیب دیجیے اور دجالی فتنے کے واحد حل "جہاد فی سبیل اللہ" کے عظیم فرض کی ادائیگی کی فکر کیجیے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے حلال کمائیے اور اپنی جان و اللہ کے لیے قربان کرنے کے لیے تیار رکھیے۔ نظریہ جہاد کو زندہ کیجیے اور قتال فی سبیل اللہ کے ساتھ کسی نہ کسی درجے میں جڑ جائیے۔ جان، مال، زبان، دماغ، دیر، غصے، کسی نہ کسی شکل میں فرض "قتال فی سبیل اللہ" ادا کیجیے۔ اس سے غافل رہنا اجتماعی خودکشی ہے۔ یہ ذلت والی زندگی کو قبول کرنے حسرت ناک موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لہذا ہر حال میں اس میں کسی نہ کسی شکل میں اس سے جڑے رہنا ضروری ہے۔ یہ کسی بھی اشکال کی بنا پر ساقط نہیں ہے۔ روز قیامت یہ سوال نہیں ہوگا کہ نیکی کی جدوجہد میں کتنی کامیابی حاصل کی؟ سوال یہ ہوگا کہ نیکی پھیلانے اور بدی کے خاتمے کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش کیوں نہیں کی؟ ہم سب کو وہ لمحہ یاد رکھنا چاہیے جب ہم سے یہ سوال ہوگا، لازماً ہوگا اور برسر عام ہوگا۔ پھر ہمارے سامنے خیر کے داعیوں اور اسلام کے سپاہیوں کو اعزازات و انعامات ملیں گے اور خیر و شر کے معرکے میں پھسندی پن دکھانے والوں کو حسرت اور ارمان کے علاوہ چارہ نہ ہوگا۔ ہمیں اس وقت کی حسرت اور ندامت سے بچنے کے لیے آج کی مہلت سے فائدہ اٹھالینا چاہیے۔ فتنہ عظیم کے مقابلے میں قلیل عمل کا اجر ان شاء اللہ بہت عظیم اور ہمارے تصور سے بالاتر ہے۔

بہارِ نور سے رنگِ انش و اثر تک

و چون ریاست کے قیام کے لیے فخری قوتوں کو سکڑ کرنے کی ایسی کوششیں
 فرمائی یا مشورہ دے گا موٹا مٹی اور کھڑکی کی یہ جن ذموٹی کی بھی ایک
 دیون ہوئی ہے جو بڑی زبوں سے زیادہ مٹی کی اور ڈرگیز ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف
 ثانی جس نے اپنے مددگاروں کی جو ان محضوں میں ذموٹی بننے پر کرتے تھے۔
 ان کے پوچھ "حضرت آپ بڑے نہیں کہ خدایا کو کوئی ہو" فرمایا "جس نے
 تیری ذموٹی سے کچھ نہ سمجھو اور بڑے بڑے سے بھی کچھ نہ سمجھے گا۔" سیلاب جب
 چابیوں کے دیوانی بہہ آئے۔ تو جواب کی ایک مجلس میں عزیز مسیح مدین کا کاشیل نے
 پوچھا "یہ کچھ نہیں کیا کہ سیلاب غلبہ ہے تو سرحد ورجونی پنجاب میں زیادہ کیوں آیا ہے؟
 یہ دونوں جتنے تو دین دیوانی کے حوالے سے معروف ہیں۔" کچھ دوستوں نے اس عاجز
 دیوانی عرف ایسے کچھ پوچھا۔ کہ "میں ذموٹی کی تو ایک اور صاحب نے اس سوال پر
 جواب دیا کہ "میں ذموٹی کی تو نہیں یہ جانتے تھے کہ کچھ ذموٹی رہا" "اللہ تعالیٰ سب کو اپنے
 امن وامان میں رکھے۔" بعد میں شام صاحب کو اس کے کہا: "یہ سیلاب، یعنی کے زلزلے
 اور ہندوستان میں طغیان صوبائی ہے۔ ان دونوں کے بعد یہ آہستہ آہستہ اور آگے بڑھے
 گا۔ چوتھوں میں ہائے خواہم باتوں سے وہاں میں زلزلہ ہوتا شروع ہو جائیں گے۔"
 مصلحت مند ہے یہاں دیوانی ہوتا ہے۔ شام صاحب نے شاید دجال کا متعلقہ حصہ
 پڑھا۔ صاحب کو۔ کہ ان میں ان کا جڑے منہ طرز گفتگو سے کانی جی تھی۔ مزید کچھ نہ پوچھا

البتہ استفسار بھری نظروں سے میری طرف دیکھا تو میں نے یہ کہہ کر غفلت و غمروں میں
 "عقرب نہیٹ پر اور پھر اخباروں میں یہ بات آتی شروع ہو جائے گی لیکن حسب معمول
 نظر انداز کر دی جائے گی۔" اس واقعے کو تقریباً دو ہفتے ہو گئے ہیں۔ اس عرصے میں ہم اہل
 وطن کے دکھ درد سینے اور مقدور بھر خدمت میں مصروف رہے اور بوجہ مختلف ناموں سے
 ہمارے مضامین چھپتے رہے۔ انتظار تھا کہیں سے جمود نہ آئے تو ہم کچھ بولیں ورنہ فقیروں کی
 کون سنتا ہے؟ حتیٰ کہ وہ خبر کل جمعہ کے دن قومی اخبارات کے پہلے صفحے پر آگئی ہے جس کی
 طرف بندہ آج سے تین سال پہلے "دجال ۱" میں قدرتی وسائل پر دجالی قوتوں کے قبضے
 کے طریق کار اور اس کے نتائج کے عنوان سے تفصیل سے لکھ چکا تھا۔ خبر کا ٹکس آپ مضمون
 کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ پہلے "دجال ۱" کے دو پیرا گراف پڑھ لیجیے، پھر اس خبر کا متن دیکھ
 لیجیے۔ موازنہ اور نتائج کا اخذ آپ کا کام ہے جبکہ حل اور لائحہ عمل متذکرہ کتاب کے علاوہ کئی
 مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے۔ "دجال ۱" صفحہ 261 پر عرض کیا تھا:

"امریکی سائنس دانوں نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو موسموں میں تبدیلی سے براہ
 راست تعلق رکھتا ہے۔ یہ ادارہ نہ صرف موسموں میں تغیر کا ذمہ دار ہے بلکہ کرۂ ارض میں
 زلزلوں اور طوفانوں کے اضافے کا بھی ذمہ دار ہے۔ اس پروجیکٹ کا نام Haarp یعنی
 "ہائی فریکوئنسی ایکٹو آر ویل ریسرچ پروجیکٹ" ہے۔ اس کے تحت 1960ء کے عشرے
 سے یہ تجربات ہو رہے ہیں کہ راکٹوں اور مصنوعی سیاروں کے ذریعے بادلوں پر کیمیائی
 مادے (پیریم پاؤڈر وغیرہ) چھڑکے جائیں جس سے مصنوعی بارش کی جاسکے۔ یہ ساری
 کوششیں قدرتی وسائل کو قبضے میں لینے کی ہیں تاکہ دجال جسے چاہے بارش سے نوازے جسے
 چاہے قحط سالی میں مبتلا کر دے۔ جس سے وہ خوش ہو اس کی زمین میں ہریالی لہرائے اور جس
 سے بگڑ جائے وہاں خاک اڑے۔ لہذا مسلمانوں کو قدرتی غذاؤں اور قدرتی خوراک کو
 استعمال کرنا اور فروغ دینا چاہیے۔ یہ ہم سب کے لیے بیدار ہونے کا وقت ہے کہ ہم قدرتی
 خوراک (مسنون اور فطری خوراک) استعمال کریں اور مصنوعی اشیاء یا مصنوعی طریقے سے

محفوظ کردہ اشیاء سے خود کو بچائیں جو آگے چل کر وہابی خدائیں بننے والی ہیں۔
 دو صفحے بعد کی عبارت بھی دیکھ لیجیے: ”آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ کرۂ ارض کے موسم
 میں واضح تبدیلیاں آرہی ہیں اور موسم اور ماحول سنگین تباہی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ دنیا
 بھر میں اس حوالے سے مضامین اور سائنسی فچرز شائع ہو رہے ہیں۔ مجموعی درجہ حرارت
 میں اضافے سے طوفان، سیلاب اور بارشوں کی شرح غیر معمولی طور پر متغیر ہو گئی ہے۔
 اگرچہ اس کو فطری عمل قرار دیا جا رہا ہے لیکن درحقیقت یہ تسخیر کائنات کے لیے کی جانے
 والی ان شیطانی سائنسی تجربات کا نتیجہ اور موسموں کو قابو میں رکھنے کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو
 مغرب میں جگہ جگہ موجود یہودی سائنس دان حضرت داؤد کی نسل سے عالمی بادشاہ کے
 عالمی غلبے کی خاطر کر رہے ہیں۔“

اب اس خبر کا مطالعہ کر لیجیے جو نیٹ سے ہوتی ہوئی بالآخر اخبارات کے صفحے پر آگئی ہے۔
 ”پاکستان میں غیر معمولی بارشوں اور ان کے نتیجے میں رونما ہونے والے سیلاب کے
 اسباب تلاش کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ماحول کو کنٹرول کرنے والی خفیہ
 امریکی نیکنالوجی پر نظر رکھتے ہیں۔ امریکی ہارپ نیکنالوجی پر حالیہ سیلاب کا الزام عائد کیا
 جا رہا ہے۔ یہ وہ نیکنالوجی ہے جس کے ذریعے بالائی فضا میں برقی مقناطیسی لہروں کا جال
 بچھا کر موسم کے گئے بندھے ڈھانچے کو تھس تھس کر دیا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں
 موسلا دھار بارشیں ہوتی ہیں۔ سیلاب آتے ہیں اور برفباری بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسی
 نیکنالوجی کو انجینئر زلزلوں اور سمندری طوفانوں کی پشت پر کارفرما بتایا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ
 پر مختلف ذرائع سے منظر عام پر آنے والی رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں بارشوں
 کے سلسلے کو ہارپ نیکنالوجی کے ذریعے طول دیا گیا۔ صرف چار دنوں میں سب کچھ بدل
 گیا۔ دنیا بھر کے موسمیاتی ماہرین نے بھی اس حوالے سے کچھ نہیں کہا تھا۔ کوئی انتہا بھی
 جاری نہیں کیا گیا تھا۔ ہارپ (ہائی فریکوئنسی ایکٹیو آررول ریسرچ پروگرام) امریکی فوج کا
 ایک حساس پروگرام ہے جو کئی برسوں سے متنازع چلا آ رہا ہے۔ ۱۹۹۷ء میں اس وقت

کے امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے بھی اس پروگرام کو متنازع قرار دیا تھا۔ باخبر ذرائع بتاتے ہیں بارپ بھی ان پروگراموں کا حصہ ہے جو 2020ء تک پوری دنیا پر امریکی تصرف یقینی بنانے کے لیے شروع کیے گئے ہیں۔ ان ذرائع کا دعویٰ ہے کہ موسمیاتی نظام کے ڈھانچے کو بدل کر بہت سے ممالک کو شدید معاشی بحران سے دوچارہ کیا جاسکتا ہے۔ روس کے معروف اسکالر اور اسٹریٹجک کلچر فاؤنڈیشن کے نائب سربراہ آندرے اریٹیف نے روس کے جنگوں میں لگنے والی بیسیا تک آگ کو بھی امریکی بارپ ٹیکنالوجی کے استعمال کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ زمینی دریاؤں کی طرح دو میل کی بلندی پر بخارات کی شکل میں بھی دریا پائے جاتے ہیں۔ دنیا بھر میں ایسے دس فضائی دریا ہیں جن کا راستہ روک کر غیر معمولی بارش اور سیلاب کی راہ ہوا کی جاسکتی ہے۔ بارپ اور دیگر متعلقہ ٹیکنالوجیز کی مدد سے بارانی ہواؤں کے نظام کو غیر متوازن کر کے بارش کا قدرتی مقام اور ذیل لائن تبدیل کر دی جاتی ہے۔ یہ سب ماحولیاتی دہشت گردی کے ذیل میں آتا ہے اور خود امریکی ماہرین اور سیاست دان بھی اس حوالے سے خبردار کرتے رہے ہیں۔“

(روزنامہ امت: جمعہ 27 اگست 2010ء)

مشکلات تو آپ نے سن لیں۔ حل کیا ہے؟ صرف ”بی اینڈ بی“ یعنی بروٹائی اور بحرین دو بہت چھوٹے اور انتہائی مالدار مسلم ملک ایسے ہیں کہ اپنی دولت کا خٹس یعنی 20 فیصد جو معہ نیات کی زکوٰۃ کا شرعی نصاب ہے، ادا کرنے لگیں تو مسلمانوں کو بیرونی امداد اور بیرونی امداد کو فوجوں کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی نہ کسی سے قرض لینے اور دنیا بھر میں امداد کی دہائی دینے اور خوار پھرنے کا خطرہ ہوگا، لیکن مسلمان حکمران اپنے اڑن کھٹولوں کو نئے سرے سے سونے سے سنہرا کر رہے ہیں اور مہربان ستم گرا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ وہ امدادی سامان لے کر بے دھڑک آ رہے ہیں جس کی جانچ پڑتال کی بھی کسی سیاسی اداکار کو ضرورت ہے نہ سیاسی ہدایت کار کو بہت کم ”بلیک وائٹ“ کے بعد اب یہ ”آرٹی فیشل وائٹ“ کیا کچھ ساتھ لارہا ہے اور کیا آچھ بہا کر لے جائے گا؟ خبر آئی ہے کہ بروٹائی کے سلطان حسن بلقیا کی ہدایت پر

۲۳۳ عین مالیت کے جہازوں کو از سر نو ترنیم کر کے سونے سے بنی ہوئی اشیا سے سجایا گیا ہے اور ہر چھوٹے بڑے فریم اور فرنیچر کو خالص سونے کی پلیٹوں سے تیار کیا گیا ہے۔ موسوف (۲) بلین ڈالر کی جائیداد کے مالک ہیں۔ اگر وہ اور ان کے طبقے کے مسلمان زردار امرا ہم وطن ہوں یا ہم مذہب .. اپنی تجوری بند، دولت کا ذائقہ یعنی صرف زکوٰۃ بھی ادا کر دیں تو ہم امر کی امداد کے قہیلوں سے گرا ہوا آٹا سڑکوں پر بے چن کر کھانے اور "یوم دفاع" کی جگہ "سال دفاع" منانے سے بچ سکتے ہیں لیکن ہم تو پہلے سے موجود "شہبازوں" کو بچانے کے لیے "جہاں شاہوں" کو ڈوبنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے۔ مردوں کی قبروں پر چراغ جلائے رکھنے کے لیے زندوں کے گھروں میں اندھیرا کیا جا رہا ہے۔ این جی اوز کے مطابق ۷۲ ہزار بچوں کی زندگی کو خطرہ ہے، اس لیے وہ امدادی کارروائیاں جاری رکھیں گی، لیکن جو بچے امدادی کیمپوں سے غائب ہو رہے ہیں یا کیے جا رہے ہیں، انہیں کس سے خطرہ ہے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں۔ زرداروں کو زرگری سے فرصت ملے تک، "رازدار" رازوں کے راز تک ہی نہ پہنچ جائیں۔ خدا نخواستہ خاک بدہن زر رہے نہ ایلیم کا ذرہ۔ اللہ رحم کرے۔ دُعا اور دوا دونوں کی ضرورت ہے۔ رجوع الی اللہ اور خدمتِ خلق دونوں سے دریغ نہ کیا جائے۔ ہمیں اپنے کام میں لگا رہنا چاہیے۔ زمین والے جو کچھ منصوبے بنائیں آسمان والے کی بادشاہی آسمانوں اور زمینوں پر قائم دائم ہے اور اس کی تدبیر سب تدبیر کرنے والوں کی تدبیر سے بہتر ہے۔

نیلی برف اور گرم بارش

”مصنوعی سیلاب“ والا مضمون پڑھ کر قارئین کے دلچسپ، متنوع اور مختلف تاثرات موصول ہوئے۔ آج کی مجلس میں آپ کو ان تاثرات میں شریک کرنا چاہوں گا۔
عقیدہ اور عقیدت:

بعض حصے قسم کے دیدار احباب کا کہنا تھا یہ تو اللہ کے کاموں میں مداخلت ہے۔ اس کا اختیار کسی کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ ان حضرات کی توجہ ان احادیث کی طرف نہیں مانی جن میں دجال کو دی گئی ان غیر معمولی شعبہ نمائندگیوں کا ذکر ہے جو اس سے بھی آگے نہ چلے ہیں اور جن کی بنا پر وہ اپنی جھوٹی خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ جس کو (یعنی منافقین کو) چاہے مجا خوشحال و سرشار کر دے گا اور جس کو (یعنی ظلم موئین کو) چاہے گاروئی پانی بند کر دے گا۔ اس کے ساتھ خوراک کے ذخیرے بھی ہوں گے اور جنت نما باغ بھی۔ قدرتی وسائل پر بھی اس نے قبضہ کر رکھا ہوگا اور انسانی زندگیوں سے کھیلنے پر بھی قدرت حاصل کر رکھی ہوگی۔ دجال کو رہنے دیں۔ مغرب جہاں دجالی تہذیب جنم لے کر فروغ پا رہی ہے وہاں دیکھ لیں۔ بھیڑ سے شروع ہونے والا کلوننگ کا سلسلہ لگائے، اونٹنی اور انسانوں تک جا پہنچا ہے۔ تو یہ اسے خدائی اختیارات کا حصول کہیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں! یہ تو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال تخلیق کا ایک اور ثبوت ہے۔ رب تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ انسان اور دیگر جانداروں کو پیدا کیا بلکہ انسان کے جسم میں ایسے ہزاروں خلیے پیدا کر دیے جن سے ہر انسان جیسے ہزاروں انسان بن سکتے ہیں۔ کلوننگ کے ذریعے سائنس دانوں نے از خود کوئی چیز تخلیق نہیں کی۔ اللہ کی تخلیق کردہ مخلوق کے اندر پہلے سے موجود ایک پوشیدہ چیز کو ظاہر کر کے اللہ رب العزت کی قدرت کا ایک اور مظہر دنیا کے سامنے لایا ہے۔ اسی احسن الیقین نشان

خلافت کا ایک اور پہلو دنیا کے سامنے آشکارا ہوا ہے۔ نہ یہ کہ بگنے موتے اور لیوازیوں میں پیشاب پاخانہ کا تجزیہ کر کے پیرکمانے والے سائنس دان، عاذا اللہ خدا کی میں شریع ہو گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر آسمان پر موجود بادلوں یا زمین پر پہلے سے جمی برف پر مقناطیسی شعاعیں ڈال کر انہیں پگھلا دیا جائے اور پانی کی ایک بڑی مقدار جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے تخلیق کر رکھا ہے، کو ایک دم انسانی آبادیوں پر چھوڑ دیا جائے تو اس دجالی حرکت میں خدا کی صفت کہاں سے آگئی؟ یہ تو بے گناہ اور سادہ لوح انسانیت کو کرب و اذیت میں مبتلا کرنے والی شیطانی حرکت ہوئی جو دجالی قوتوں کی ان کاوشوں کا حصہ ہے جس کے مطابق وہ اپنی جھوٹی خدائی کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ ان کی اس انسانیت سوز حرکت سے نہ عقیدے کے اعتبار سے کسی وہم میں پڑنا چاہیے نہ اسے خلاف حقیقت یا خلاف عقیدت قرار دے کر نظر انداز کرنا چاہیے۔

خوف یا اُمید؟

بعض لوگوں کا کہنا تھا اس سے خوف و ہراس پھیلے گا۔ اب آپ ہی بتائیے دشمن کے آنے کی خبر دینے سے جو خوف پھیلتا ہے اس سے تو مزاحمت کی اُمید پیدا ہوتی ہے۔ اگر دشمن سے مطمئن ہو لیا جائے تو اس بے جا خوش فہمی اور شکست میں فاصلہ ہی کتنا ہی رہ جاتا ہے؟ اور دجال تو ایسا فتنہ ہے کہ تمام انبیائے کرام نے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک... تمام انبیائے کرام نے اس سے ڈرایا ہے۔ کیا نبوی فرائض یا معمولات میں خرابی کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟ اس سے تو ان شاء اللہ خیر جنم لیتی ہے۔ وہ خیر جو غفلت کے ساتھ جمع نہیں ہوتی، جستجو اور آگاہی سے ہی پھوٹتی ہے۔ ہم سے بہتر تو مغرب کے وہ محقق ہیں جو اس طرح کی چیزوں پر نظر رکھتے اور دنیا کو ان سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ مغرب میں ان کی تحقیقات کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور ان کا تنقیدی جائزہ لینے کے ساتھ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں دشمن کے اسلحہ خانے پر نظر نہیں رکھی جاتی۔ اگر کوئی جستجو کر کے کھوج نکال لائے تو اسے دیوانہ قرار دیا جاتا ہے۔ دیوانگی کا یہ الزام اس

وقت تک اتارے یا جاتا تب جب تک دشمن کی بیخبر فرائض کے سر پر نہیں پہنچتی۔

بعض حضرات جدید سائنس کی انکشافاتی شعبہ ہاڑیوں پر اتنا تعجب ہوتا ہے۔۔۔
 احساسِ متنی میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ان کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ یہ دونوں رد عمل مکمل نظر ہیں۔
 اگر انسان کا چاند پر جانا ثابت ہو جائے تو اس میں اسلامی عقائد کے خلاف کون سی بات ہوگی یا کون سا عقائد کمال ہوگا؟ کیا جنات ہلک جھپٹتے میں اس دنیا کے ایک کونے سے دور۔ کونے تک نہیں چلے جاتے؟ چاند سے بھی اوپر آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں نہیں سنتے؟ اس میں کمال کیا ہوا؟ انا پھر کا تھپڑ کھا کر مردود ہو کر بھاگتے ہیں۔ اگر جنات بغیر کسی سواری کے خلا میں چلے جاتے ہیں تو عالمی تسخیر کے منصوبے پر عمل کرنے والے کچھ بدنیت انسانوں نے سواری پر چڑھ کر چاند تک رسائی حاصل کر لی تو اس میں اتنی بڑی کون سی بات ہے کہ ہم اس کو شرعی مسلمات کے خلاف اور اس کے انکار کو صحتِ اعتقاد کے لیے لازم قرار دینے لگیں؟ شیطان کو اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی عمر اور سات براعظموں میں موجود ہر شخص کے دل میں دوسو ڈالنے کی صلاحیت دے رکھی ہے تو کیا شیطان کے چیلوں (شیطان کا سب سے بڑا چیلہ دجالِ اعظم) کو اس طرح کی صلاحیت نہیں دی جاسکتی؟ پھر ایمان والوں کی آزمائش ہی کیا ہوگی؟ انہیں امتحان سے گزرے بغیر جنت کس بنیاد پر ملے گی؟ مسلمان کا ایمان دونوں اور کھرا ہونا چاہیے۔ اس طرح کے شیطانی شعبہ ہاڑیوں سے اس کو دوسووں کا شکار نہ ہونا چاہیے۔ البتہ دلائل و شواہد کی بنا پر تحقیق و تجسس اور تنقید و تحجیس ہمارا فرض ہے۔ آئیے اہل مشرق کے مشاہدے اور اہل مغرب کے تجزیے پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

اہل مشرق کا مشاہدہ:

گزشتہ دنوں آزاد کشمیر کے دور دراز علاقوں میں جانا ہوا۔ وہاں کے بہت سے لوگوں نے بتایا کہ یہاں ہارشیں زیادہ نہیں ہوتیں۔ یہاں جس غیر معمولی سیلاب نے تباہی مچائی وہ پہاڑوں پر جمی "نیل برف" کے یکدم پگھلنے اور پھر "گرم بارش" برسنے سے ہوا۔ نیلی برف اس برف کو کہتے ہیں جو ہر سال جنمے اور پگھلنے والی برف کے نیچے میسوں فٹ نیچے صدیوں

سے جمی ہوئی ہے۔ "گیل" اور "دواریاں" نامی دو دراز علاقوں کے بڑے بڑگوں کا کہنا تھا کہ ایک دھماکا ہوا جس سے اُڑنے والی برف کے ٹکڑے میلوں دور تک گھروں میں جا گرے۔ اس کے بعد "گرم بارش" ہوئی۔ اس میں بھینکنے سے انسان کو سردی نہیں لگتی، گرمی لگتی ہے۔ موجودہ سیلاب کی ابتدا کشمیر سے ہوئی تھی اور کشمیر کے سیلاب کی ابتدا "نیلی برف" اور "گرم بارش" سے ہوئی تھی۔ پورے پاکستان میں پھر جو کچھ ہوا اس سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ جس طرح ہوا وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ سب کیا ہے؟ قدرتی وسائل اور فطری موسم کو اپنے قابو میں کر کے جارحانہ مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے دجالی منصوبے کے مزید مظاہر ابھی دنیا دیکھے گی۔ نجانے اس وقت فقیر کہاں ہوگا؟ انسان سمجھنا چاہے تو تھوڑا بھی بہت ہے۔ نہ سمجھنے پر اڑا رہے زیادہ بھی کم پڑ جاتا ہے۔

اہل مغرب کا تجزیہ:

مغرب میں جو اہل نظر دجالی قوتوں کے آلہ کار نہیں وہ اس طرح کی حرکتوں پر نظر رکھتے ہیں، لیکن یہ عاجز پہلے بھی کہہ چکا ہے کہ وہ اس کی غرض و غایت کو زیادہ گہرائی سے نہیں سمجھتے نہ ان کی تحقیقات کے نتائج و دلیل و فریب کے اس پردے کو چاک کر سکتے ہیں جو انسانی تاریخ کے سب سے بڑے فتنے نے اپنے آگے تان رکھا ہے۔ ان کے مطابق یہ بڑا سراں نامعلوم قوت جو مختلف ملکوں کے موسمی حالات کو حیران کن طور پر تبدیل کرنے میں ملوث ہوتی جاتی ہے، عالمی ماہرین کے مطابق امریکی محکمہ دفاع کا ایک خفیہ ادارہ "ہارپ" (Haarp) ہے۔ ہارپ کا پورا نام High Frequency Active Auroral Research Program ہے۔ مختصر الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ ہارپ موسم پر کنٹرول حاصل کرنے کی جدید ترین صلاحیت ہے جس کے ذریعے بالائی فضا کے ایک مخصوص حصے کو نپتی مقدار میں برقی توانائی سے نشانہ بنا کر ہر قسم کے سمندری طوفان (Hurricane)، گھن گرج کے ساتھ طوفانی بارش، سیلاب اور بگولوں والے طوفان (Tornadoes) کے علاوہ خشک سالی سے بھی اہل زمین کو دوچار کیا جاسکتا ہے۔ عالمی سطح پر موسموں کو کنٹرول کرنے والا یہ مرکز امریکی

یاست ۱۱۔ کامیں کا گونا گے دریاں مقام پر 25 کروڑ ڈالر کی لاگت سے تقریباً 20 سال سے عرصے میں مکمل کیا گیا ہے۔ ۱۱۴ ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا بارپ مرکز 360 ریڈیو سٹیشنز اور 180 اینٹینا پر مشتمل ہے۔ 22 میٹر تک بلند یہ اینٹینا تباہی کے ہتھیار ہیں جہاں سے فنی ارب و انس قوت کی برقی توانائی ہائی فریکوئنسی ریڈیائی لہروں کے ذریعے زمینی فضا سے اوپر موجود برقی ہوائی حفاظتی تہ کی جانب پھینکی جاتی ہے جسے Lonosphere کہتے ہیں۔ کمرہ زمین کے چاروں طرف 40 سے 600 میل اوپر تک موجود ہیں۔ یہ وہی حفاظتی تہ ہے جو روئے زمین پر زندگی کے لیے سورج کی ہلاک نغشی خطرناک تابکاری بینر ہے۔ دنیا کے جس شمالی خطے سے اسے بنایا گیا ہے، وہ اس لحاظ سے آئینڈیل ہے کہ سائنس دان وہاں سے ہلائی فضا کی جانب برقی توانائی پھینکنے اور اسے زمین پر واپس لانے میں اپنی خواہش کے مطابق کامیاب رہتے ہیں۔ اس منصوبے کا سب سے اہم خفیہ مقصد یہی تھا کہ Lonosphere کو کیسے اور کہاں شعاعوں کے ذریعے نشانہ بنایا جائے کہ تابکار لہریں واپس ٹھیک اسی مقام پر زمین سے ٹکرائیں جہاں سائنس دان چاہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں مطلوبہ قسم کی تباہی یا موسم کی تبدیلی کا ہدف حاصل کیا جائے؟ سونامی میں یہ شعاعیں ہدف پر تھیں جبکہ کترینا میں ہدف سے چوک گئی تھیں۔ جس دن ان شعاعوں کا حسب فضا سو فیصد درست استعمال دریافت کر لیا گیا یا جس دن برمودا ٹھکان میں کارفرما مقناطیسی شعاعوں پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا گیا اس دن دنیا جھوٹی خدائی اور مظلوم انسانیت پر ناجائز تسخیر کے سفاکانہ مظاہر کا وحشت ناک مظاہرہ دیکھے گی۔

تعبیہ کا فرق:

امریکا کے خفیہ موسمیاتی جنگی منصوبے ”ہارپ“ سے متعلق متعدد دستاویزی کتابیں لکھی جا چکی ہیں جبکہ دستاویزی فلمیں بھی بنائی گئی ہیں۔ اس سلسلے کی سب سے مشہور کتاب ”انگلز ڈونٹ پلے دس ہارپ، ایڈوانسز ان نیسلا ٹیکنالوجی“ ہے۔ نیسلا ٹیکنالوجی پر یہ عاجز ”دجال“ میں تفصیل سے لکھ چکا ہے۔ ”دجال“ ایسی عجیب کتاب ہے کہ اس میں لکھی گئی

اگر باتوں کی مشابہتی تصدیق اتنی جلد سامنے آئے پر بھی خود مصنف کو بھی تعجب ہونے لگتا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف تک نظمی اور جن میٹک نے پوری دنیا کی ملیت Lonsphere کو امریکی فوج کی جانب سے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا ہے: "جمہوری حکومتوں کو اپنی پالیسیاں بالکل صاف اور واضح رکھنی چاہئیں جبکہ ہمارے ہاں خاص طور پر ملٹری سائنس کو سات پردوں میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔" اس خطرناک امریکی پروگرام (جسے راقم الحروف ایک بار پھر دجالی پروگرام قرار دیتے ہوئے ذرہ بھی نہیں ہچکچائے گا) سے متعلق دیگر اہم کتابوں میں "ایرواسٹنٹن" کی تصنیف کردہ "بارپ۔ دی پاتھ آف ڈسٹرکشن" اور مصنف جیری اسمتھ کی دو کتابیں "بارپ، دی الٹی میٹ وین آف کانسپیریسی" اور "ویدروارنیز" شامل ہیں۔

روس کے جنگلوں سے لے کر مینی اور چلی کے زلزلے تک اور جدہ کے سیلاب سے لے کر پاکستان میں آئے طوفان تک جو قوت کا فرما ہے اسے مغرب میں "تخریبی سائنس" کہا جاتا ہے، جبکہ ہم اسے دجالی قوتوں کی کارستانیوں کا نام دیتے ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کون سی تعبیر حقیقت کے زیادہ قریب اور واقعات پر زیادہ منطبق ہوتی ہے؟

—

لارڈ کے تخت کی بنیاد

مسجد اقصیٰ کے انہدام اور یہودی بستیوں کے قیام کا صہیونی فلسفہ بے نقاب
پہلی اور آخری بار:

اسرائیل کی تاریخ شاید اپنی "آخری بار" کی طرف جا رہی ہے۔ جمعی اس سرپرست اعلیٰ امریکا نے تاریخ میں "پہلی بار" ان اسرائیلی بستیوں کی قیام کی خدمت کی ہے جو آج تک اس کی آئینہ باد سے آباد ہوتی چلی آئی تھیں۔ امریکی وزیر خارجہ محترمہ ہلن کلنٹن صاحبہ نے اسے امریکی نائب صدر جوزف بائینن کی اجازت قرار دیا ہے۔ کونکہ اسرائیلی وزیر اعظم نے نئی بستیوں کی تعمیر کا اعلان اس وقت کیا جب امریکی نائب صدر اسرائیل کے دورے کے لیے "مسحا کی سرزمین" پر قدم رنجو فرما رہے تھے۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے حسب معمول رواجی چوب زبانی سے کام لیتے ہوئے تعمیر کے اس منصوبے کی "انگوائزی کا قطعاً" دے دیا ہے۔ امریکی صدر نے ان کی معذرت قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے ان کے اعلان کو امن عمل کے لیے تباہ کن اور اپنی جنگ قرار دیا ہے۔ ممکن ہے امریکی صدر اور وزیر خارجہ کے بیانات "تعمیل مارفانہ" نہ ہوں، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ نئی اسرائیل کی ریاست کے سربراہوں کا یہ اقتدار اور انگوائزی "تفاضل مکارانہ" ہے۔ دو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بستیوں کی یہ قیام "اس فریق" کے خلاف "تعلیم" کا "باطنی منصوبہ" ہے جس کا تعلق "الونی دائرے" میں شامل ہوئے "نجات کے حصول" سے بھی ہے اور "مطلق حاکمیت" کے قیام کے لیے "مسحا" آئینہ یا لونی" سے بھی۔ یہ ایک ایسا "غیر منطقی انجام" ہے جو شیطان کی قوت اور اس کی "ارضی تجسیم" و "وزیر" پائے کرنے کا عمل "بھی ہے اور خدا کی "منتخب حقوق" کے "تقدیم" کو دوبارہ دشمنی اور زندہ کی طرف لانے کا "الونی عمل" بھی ہے۔

عبرانی ادب کی گارجی اصطلاحات

راقم کواساس ہے اپنی مشرقی پسند سے وہاں میں بہت زیادہ گارجی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں جو آئٹھ قارئین کے لیے انجمن اور دانشوروں کی دراصل جب تک قوم یہود اور یہودیت کے بارے میں خوب کچھ یہودیوں کی عبرانی میں اپنے بارے میں کبھی مئی تحریروں کو نہ پڑھا جائے تب تک ان حقائق سے واقفیت حاصل نہیں کی جاسکتی جو انہیں یہودی معاشرے میں موجود اور موجودہ بنی اسرائیل کی نفسیات پر اثر انداز ہیں۔ یہ یہودیوں کو رہنے دیجیے، اسرائیل سے باہر رہنے والے یہودی بھی اسرائیل کے یہودی معاشرے میں پائے جانے والی اس بنیاد پرستی سے جو جنون کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے، نیز اسے پیچھے کارف ماہورا، اہل بیانی عوامل سے اس لیے واقفیت نہیں رکھتے کہ وہ جدید یہودی رجحانات کا مطالعہ عبرانی میں کبھی مئی یہودی مصنفین کی تحریروں کی روشنی میں نہیں کر سکتے۔ انگریزی میں قوم یہود کے نظریات و رجحانات پر جو کچھ لکھا جاتا ہے، وہ بنی اسرائیل کی حقیقی ذاتیت کے حوالے سے بنیادی حقائق کو باقاعدگی سے نظر انداز کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔

اختیاری اور غیر اختیاری وجوہات:

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ نئے والے (چاہے وہ رابرٹ فسک جیسے معتدل اسکالر کیوں نہ ہو) عبرانی مآخذ سے براہ راست استفادہ نہیں کر پاتے، نہ ان کی توجہ ان اصل مآخذ کے مستند ترجموں پر ہوتی ہے نہ وہ عبرانی جاننے والے فلسطینی اسکالرز کی تحریروں کو انصاف پر مبنی ترجمانی قرار دیتے ہیں، لہذا وہ بہت چھوٹے چھوٹے موضوعات پر سطحی قسم کی طبیعت تو بکھار لیتے ہیں، لیکن اپنے پڑھنے والوں کو یہودی معاشرے اور قوم یہود کی نفسیات کا راست فہم عطا نہیں کر سکتے۔ یہ تو غیر اختیاری وجہ ہوتی۔ دوسری وجہ اختیاری ہے اور جگہ سے جگہ سے بلکے بلکے الفاظ میں اس کی تعبیر کی جائے تو کہنا پڑے گا کہ انگریزی نو لٹنے والے ممالک کی کتابوں کی دکانوں کی الماریاں جن مشہور زمانہ مصنفین کی فلسطینی پبلشنگ کمپنی کتابوں کے پوچھنے والے کتابوں کی دکانوں کی الماریاں جن مشہور زمانہ طبقے سے حضرت نے ساتھ (منافق ہے) وہ انہیں انہیں میں ظہور پذیر ہونے والے رجحانات اور اقدامات کا جامع جوتے نہیں کرتے اور نہ انہیں مدلل غیر واقعی حلوامات فراہم کرتے ہیں۔

ارض فلسطین پر اسرائیلیاتیوں کی تعمیر کی "یہودی روحانیت" نے تاخیر میں "تعمیرات" کی تھیں۔ اتنی حیران کن نہیں جتنا کہ ناب اسرائیلی صدر کی آمد نے واقعہ اس اعلان نے ایسے مخصوص "نام" کی کوشش کریں گے کہ ان "مجموعات" کے حوالے سے قارئین کو زیادہ "پیشہ" اور "ادارہ" میں نہ رہیں اور یہودی تآخذ کے حوالے سے ترتیب وار ان کی تصحیح کریں۔

خاصانہ کارروائیوں کے دو پہلو:

فلسطین کی باہرست زمین پر یہودی بستیوں کی تعمیر کا ایک توادی اور سیاسی پہلو ہے جو دنیا کے سامنے واضح ہے اور یہودی بنیاد پرست راہنماؤں کے اور فن ذیل بیانات سے مزید واضح ہو جاتا ہے جو ہم مغربی اور یہودی پریس سے نقل کریں گے۔ دوسرا پہلو روحانی یا مابعد الطبیعیاتی ہے جسے یہودی دانشوروں کی اصطلاح میں "اسرائیل کی بازیافت کی سیمانہ جہت" کہا جاتا ہے۔ پہلا پہلو۔ نسلی برتری کا جاہلانہ زعم۔

ابتداء ہم پہلے نظریے سے کرتے ہیں۔ اس کی دو مثالوں پر اکتفا کافی ہوگا۔

(۱) ایلیازر والدین اسرائیل کا مشہور "ربائی" ہے (یہ لفظ اصل میں "رنی" ہے بمعنی خدا پرست مذہبی پیشوا، لیکن چونکہ اس کا تلفظ عام قاری "رنی" کرتا ہے۔ اس لیے ہم "ربائی" کا لفظ استعمال کریں گے۔) یہ دریائے اردن کے مغربی کنارے میں عاصبانہ طور پر قائم کی گئی ایک بستی "کریت اربا" کے مشہور "یشیوا" یعنی مذہبی تعلیمی ادارے کا سربراہ ہے۔ یہ اپنی مقتدر مذہبی حیثیت کے سبب مختلف یہودی جرائم میں وقتاً فوقتاً اس قسم کے مضامین لکھتا ہے جو دنیا بھر کے یہودی توجہ اور احترام سے پڑھتے اور اس کا دیا ہوا ذہن لیتے ہیں۔ 21 جون 2002 کو نیویارک سے شائع ہونے والے مشہور یہودی جریدے "جیوش پریس" میں اس نے اپنے ایک مضمون میں کسی قسم کا تکلف کیے بغیر فلسطینی مسلمانوں کی زمینوں پر قبضے کے حوالے سے کھل کر لکھا:

"اسرائیل کے فرزندوں کا اسرائیل کی سرزمین سے منفرد تعلق ہے جس کا موازنہ کسی بھی قوم کے اس وطن کے ساتھ تعلق سے نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا تعلق تو زمین آسمان کی تخلیق کے وقت وجود پذیر ہوا تھا۔ ہمارے ہاتھ کا مقدر ہے کہ یہودیوں کو زندگی دیں اور یہودیوں کا مقدر ہے کہ وہ سرزمین کو زندگی

دیں۔ اس سے پہلے یہودیوں کو "قبرستان میں موجود ہڈیوں" سے تشبیہ دیا گیا ہے، اسی طرح یہودیوں سے کہا گیا کہ "اسرائیل کو ایک "دیران مقام" کہا گیا ہے۔ یہ فرمان ریاست اسرائیل کے جنم کا حقیقی سبب بن گیا۔ یہ روشنی ریاست اسرائیل کو گھیرے ہوئے سکون کی تاریکی میں داخل ہو جائے گی۔ ہم جو دنیا اور ساریا میں غیر ملکی طاقتوں پر قابض نہیں ہو رہے۔ یہ تو ہمارا قدیم گھر ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہم اسے دوبارہ زندگی کی طرف لے آئے ہیں۔ بد قسمتی سے یشا میں ہمارے کچھ قدیم شہر اب بھی غیر ملکیوں کے غیر قانونی قبضے میں ہیں یعنی مقامی فلسطینی مسلمانوں کی آبائی ملکیت میں ہیں۔ راقم ا جو کہ اسرائیل کی نجات کے "الوہی عمل" میں خلل انداز ہوئے ہیں۔ یہودی عقیدے اور نجات کے حوالے سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مضبوط اور واضح آواز میں بات کریں۔ ہمارے لوگوں کو متحد کرنے کے "الوہی عمل" اور ہماری سر زمین کو "سلامتی" اور "ڈپلومیسی" کے بظاہر منطقی تصورات سے دھندلانا اور کمزور نہیں کرنا چاہیے۔ وہ صرف سچ کو سنیں اور ہمارے کاز کے انصاف کو کمزور کرتے ہیں۔ ہم با عقیدہ لوگ ہیں۔ یہ ہماری ابدی شناخت کا جوہر اور ہر طرح کے حالات میں ہماری بقا کا راز ہے۔ ہم اپنی شناخت کی پوشیدگی میں ذلیل و خوار ہوئے اور لٹاؤ گئے۔ ہمیں ہمارے وطن میں واپس لانے والے نجات کے عمل نے ہمیں ہماری سچی ذات واپس دے دی ہے، جس کو مزید نہیں چھپایا جاسکتا۔ ہم عالمی اسٹیج پر واپس آ چکے ہیں، ہم ایک ذمہ دار حیثیت پا چکے ہیں جسے ہم دوبارہ کبھی نہیں گنوا سکیں گے۔ ہمارے موقف کا صرف ایسا ہی واضح، جرات مندانہ اور مسلسل اظہار ہی ہمارے دوستوں اور دشمنوں کو یہودیوں اور ارض اسرائیل کی ابدی حقیقت کا احترام کرنے پر آمادہ کرے گا۔"

(2) "کش لئرا یون" ایک اور قابض بستی ہے۔ اس کے آباد کاروں یعنی قبضہ گیر رہائشیوں کا لیڈر "مشال گولڈ اسٹائن" ہے۔ یہ عسکریت پسند آباد کار اتنے جارحیت پسند ہیں کہ یہ بدنام زمانہ اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون جیسے شدت پسند کو بھی ہلکا ہاتھ رکھنے کا طعن دیتے تھے اور اس نے جب 2003ء میں دنیا دکھاوے کے لیے کچھ چھوٹی چھوٹی بستیاں ختم کرنے کا اعلان کیا تا کہ ان کے رہائشیوں کو بڑی بستیوں میں منتقل کیا جاسکے تو بہت سے بنیاد پرست قبضہ کاروں کو یہ بھی برداشت نہ ہوا اور انہوں نے "قبضے" کا لفظ استعمال کرنے پر ایریل شیرون پر سخت تنقید کی۔ ان

کے متذکرہ بالالیدز نے کہا: "میں وزیراعظم کی بات پر بہت زیادہ متاثر ہوں۔ ان وقتوں میں۔۔۔ آپ کو اس علاقے پر قابض نہیں سمجھتا۔ یہ تو ہمارا ماقہ الامن ہے۔"

یہ دو مثالیں تھیں جن سے ان اسرائیلی قابضین کی اس مجنونانہ اور مجرمانہ ہمت و سمجھ میں مدد مل سکتی ہے جن کا سامنا ہے اور تھا فلسطینی مسلمانوں کو ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان مظلوموں سے نہ ان آباد زرخیز زمینیں اور ان گور و زمینوں کے باغات سے بچے ہوئی شاداب قطعے چھینے جا رہے ہیں۔ بعد شدت پسند اور بد مزاج و خرد مانع یہودی قابضین اسے اپنا حق اور کارفضیت سمجھ رہے ہیں۔ میرے مولیٰ تیری یہ عجیب الحقت اسرائیلی مخلوق کیسی بد بخت قوم ہے اور یہ کیسی جائے گمشدہ ہے جو فلسطین کے مظلوموں پر آئی ہے۔

دوسرا پہلو۔ مسیح سے تعلق نجات کا ضامن ہے:

نا جائز یہودی بستیوں کو جواز فراہم کرنے کے فلسفے کا دوسرا پہلو روحانی یا مابعد الطبیعیاتی تصورات پر مبنی ہے۔ ان تصورات کا تعلق "مسیح پرستی" یا "مسیحانہ آئیڈیالوجی" سے ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری نہیں ہونی چاہیے کہ یہودی تحریرات میں جب بھی "مسیح" یا "مسیحوتور ہستی" یا "نجات دہندہ" جیسے الفاظ کا ذکر آئے تو اس سے مراد کائنات کا فقہ اکبر "دجال ملعون" ہوتا ہے۔ لہذا آئندہ ان الفاظ کو خود بخود اس معنی کے تناظر میں پڑھا اور سمجھا جائے۔ اس آئیڈیالوجی میں یہ فرض کیا جاتا ہے: "مسیح کی آمد متوقع ہے اور یہودی خدا کی مدد سے غیر یہودیوں پر غلبہ پا جائیں گے اور ہمیشہ ان پر حکومت کریں گے۔" (اور ماشاء اللہ یہودی غیر یہودی پر یہ حکومت خود غیر یہودیوں کے لیے بہتر بلکہ ان کے حق میں نعمت ہوگی)

اس نظریے کے مطابق: "نجات نزدیک ہے، کیونکہ مسیح کی آمد قریب ہے۔ اور مسیح کی آمد دو جو چیز التوا میں ڈال سکتی ہے، وہ اسرائیل کی دراشتی سر زمین پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہے جو روحانی اعتبار سے "مسیحوتور ہستی" سے تعلق نہیں رکھتے اور اس خامی کی بنا پر وہ نجات پانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان کوئی مسیح پرست جس کا تعلق روحانی اعتبار سے "مقتدر ترین ہستی" کے ساتھ قائم ہے، کسی جاندار یا جان جان چیز (مثلاً زن، ذریعہ زمین) کو چھو لے یا اپنی ملکیت بنا لے تو وہ نجات پا جائے گی۔"

”نجات“ کے اس تصور اور مسیح سے تعلق حاصل کرنے کی تمہیں بخشش ہے۔ اس نکتہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

ارض فلسطین پر بھی ہوتا ہے بلکہ اس کا اولین اطلاق اسی مصداق پر ہوتا ہے۔ ہذا ”سیحانہ“ نیز یالوچی کے مطابق جب کوئی یہودی قابض کسی فلسطینی مسلمان سے اس کی کوئی منسبتی زمین چھینتا ہے تو یہ قبضہ گیری نہیں، یا دھونس و دھاندلی سے لیتا ہے تو یہ بینزدوری نہیں، یہ تو ”پاک کرنے کا عمل“ ہے۔ مسیح پرستوں کے مطابق اس زمین کو ”شیطانی حلقے“ سے نکال کر ”الوی حلقے“ میں داخل کر کے نجات دلائی جاتی ہے۔ نجات کا مطلب یہ کہ جب زمین یا کوئی بھی منقولہ یا غیر منقولہ چیز مسیح سے اپنی نسبت کرنے والے یہودی سے منسوب ہو جاتی ہے تو وہ اس کائنات کی ”کُل“ اور ”واحد صداقت“ تک رسائی حاصل کر کے شر سے نجات پا جاتی ہے۔ اسرائیل کی ”الوی فتح“ کے لیے زمین کو شر انگیز ناپاکی سے پاک کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ یہ عمل انتہائی بلائت خیز کیوں نہ ہو یعنی اہلیم ہم جیسی انتہائی مہلک چیز کے استعمال کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔

درج بالا فلسفہ مبالغہ آمیز خیال یا وہم معلوم ہوگا اگر ہم یہاں بھی کچھ نامور ”ربانیوں“ سے ہم از کم دو حوالے لے لیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

”(۱) شریا اور ایسائیلی اسرائیل میں مقیم ربانیوں میں منفرد مقام اور منصب کا حامل ہے۔ دو ۱۹۶۷ء کی جنگ جس میں اسرائیلی افواج نے القدس سمیت بہت سے مسلم علاقے پر قبضہ کیے رکھا، کے متعلق لکھتا ہے:

”۱۹۶۷ء کی جنگ ایک ”مابعد الطبیعیاتی“ کا یا کُلپ“ تھی اور اسرائیل کی فتح زمین کو ”شیطانی قوتوں کے دائرے“ سے نکال کر ”الوی دائرے“ میں لے آئی تھی۔ اس سے مفروضے کی سطح پر یہ ثابت ہو گیا کہ ”سیحانہ دور“ شروع ہو چکا ہے۔“

(۲) ”ای ہدایا“ نامی ربی اپنی تعلیمات میں اسی فلسفے کی یوں ترویج کرتا ہے:

”۱۹۶۷ء کی فتوحات نے زمین کو دوسرے فریق یا شیطان کا مہذب نام ہے اسے آزاد کرالیا۔ ایک باطنی قوت سے جو شر، ناپاکی اور کرہشن سے تجسیم ہے۔ یوں ہم یہودی ایک ایسے دور میں داخل ہو رہے ہیں جس میں دنیا پر ”خلق حاکمیت“ قائم ہو جاتی ہے۔“

ان جو نیت پسند اور اللہ تعالیٰ کی پھکار پڑے: ہونے انجا پسند یہودیوں سے۔ مطابق اس اسرائیلی حکومت نے مفتوحہ علاقوں سے اخلا کیا تو اس کے "مابعد الطبیعیاتی" نتائج برآمد ہوں گے یعنی خدا ناراض ہو جائے گا، روح ناپاک ہو جائے گی اور زمین پر شیطان کا اقتدار دوبارہ قائم ہو سکتا ہے۔ ربا جانوں کا ضیاع تو شیطان کی اور بدی کی حکومت ختم کرنے اور نجات کا زب تبدیل کرنے سے بچنے کے لیے ہلاکت انگیز عمل ویسے بھی ضروری ہے۔

عام قارئین کو یہ توضیحات نہایت عجیب و غریب دکھائی دیتی ہوں گی لیکن شاید وہ وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے جب دنیا ان مفضوب و مقہور جنونیوں کی برپا کردہ دجالی شورش کے نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔

آخری دو باتیں:

آخر میں ہم ایک بات امریکی اور یورپی عوام سے کہیں گے اور ایک عالم اسلام کے باشندوں سے۔ یہودی شدت پسندوں کی برپا کردہ یہ شورش جو تیسری جنگ عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، صرف عربوں یا مسلمانوں کے خلاف نہیں، تمام غیر یہودیوں بشمول امریکیوں کے خلاف ہے۔ "مسیحا پرستوں" کے نزدیک تمام غیر یہودی چاہے وہ امریکی یا یورپی کیوں نہ ہوں، "جنائیل" ہیں اور تمام جنائیل (غیر یہودیوں کے لیے سکہ بند یہودی اصطلاح) شیطان کے قبضے میں ہیں۔ چونکہ شیطان منطق خوب جانتا ہے اس لیے شیطانی قوت اور اس قوت کی ارضی تجسیم یعنی غیر یہودیوں کو صرف غیر منطقی اقدام کے ذریعے توڑا جاسکتا ہے۔ یہ اقدام ایک طرح کا جادو کی باطنی منصوبہ ہو سکتا ہے۔ لہذا جو کچھ آج مارچ 2009ء میں امریکی نائب صدر کے ساتھ ہوا، یہی کچھ پچھلے صدی کی آخری دہائی میں بھی یہود نواز امریکا کے ساتھ ہوا تھا جب امریکی وزیر خارجہ جمہور بیکر اسرائیل آیا تو ایک شدت پسند یہودی تنظیم "گمش ایمنونیم" یعنی "ایمان والوں کی جماعت" نے شیطان کی قوت اور اس کا امریکی روپ توڑنے کے لیے اس باطنی منصوبے پر عمل کیا تھا کہ ارض اسرائیل کو شیطان کے قبضے سے آزاد کرانے کے لیے نئی آبادیاں قائم کرنے کا اعلان کیا۔ آج بھی انہوں نے اس خفیہ باطنی فلسفے کے تحت یہ عزت کی ہے جس میں فلسطینی مسلمان اور امریکی میسائی دونوں کو یکساں طور پر شیطانی قوتوں کا

مقبہ لکھتے ہوئے ایک طرف کا منظر دیکھ رہا ہے۔ سے لائق و محفل پڑھتے ہوئے کسی اور قسم سے قطعاً غلط ہوگا۔ یعنی یہ یہ جہت ہوگا اور یہ لائق و محفل کی تفصیل کے مضامین کے تناظر میں بیان کر چکے ہیں۔ امریکوں کو چاہیے نہ جابل نہیں اور نہ منافقین کے دہانے میں "کیں۔ حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سانپ کو اپنی تینوں سے نکال دیا کریں۔

برادران اسلام سے یہ عرض کرنا ہے کہ خدا را یہودی ستیوں کے قیام کو بکا نہ میں۔ یہ "رہ" کے تحت کی ارضی مدد" ہے۔ خفیہ یہودی نظریات کے مطابق ریاست اسرائیل اس دنیا میں "رہ" کے تحت کی بنیاد" ہے۔ یہ زمین پر "آسمانی بادشاہت کی اساس" ہے۔ ان ستیوں کے ذریعے بنی اسرائیل کی "موروثی زمین کی تسلیم" کے بعد اگلے پاک قدم مسجد اقصیٰ کے خداف اٹھے گا اور اسے دو یا تین حصوں میں تقسیم کر کے تسلیم کے عمل کا "حتمی آغاز" کیا جائے گا جو اللہ نے چاہا تو قدرت کی اس ریاست کے انجام کا آغاز بھی ہوگا۔

اگر اللہ نہ کرے بیت المقدس کے دو حصے ہوئے تو نصف جنوبی مسلمانوں کے پاس رہنے دیا جائے گا جس میں مسجد اقصیٰ کا بال ہے اور نصف شمالی یہودی قبضہ کر لیں گے جس میں دنیا کی خوبصورت ترین عمارت "زرد گنبد" ہے۔ اس کے نیچے موجود مقدس چٹان پر بے داغ زرد کھال والے چمچے کی قربانی ہوگی تو "مسحاً" خروج کر آئے گا اور جب مسیحاً خروج کرے گا وہ "مسیحاً" عن الخطا الوہی راہنمائی" کی بنا پر "ازلی انفرادیت" کی حامل "خدا کی محبوب قوم" کو "الوہی مقصد کی تکمیل" کے لیے ساری دنیا پر "مطلق العنان بادشاہت" قائم کر کے دے گا۔ ایسی بادشاہت جس میں ناپاک ارواح کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

اور اگر خدا انھوں نے مسجد اقصیٰ کے ابتدائی طور پر تین حصے ہوتے ہیں تو وہ اس نقشے کے مطابق ہوں گے جو غامدی مکتب فکر کے بعض اسرائیلیت زدہ تحقیق کاروں نے اسلامی تاریخ کی انوکھی منطق "ارض فلسطین کی وراثت اور مسجد اقصیٰ کی تولیت یہود کا حق ہے" کے مقالے کے ساتھ ہمارے ایک رسالے (ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ) کے اندرونی نمائش پر چھاپا تھا۔ ان حضرات نے اس کا حوالہ نہیں دیا تھا، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ رسالے نقل مکانی کر کے اسرائیل

جانبے والے ایک یہودی پروفیسر "آشرف" کا تجویز کردہ تھا جس میں موجودہ مسجد اقصیٰ کے تین حصے کر کے دایاں یا بایاں حصہ یہود کو دینے کی "پہ خلوص" تجویز دی گئی تھی۔
اینٹ نہ سہی تو ذرہ:

الغرض حاکم بدین! مسجد اقصیٰ کے دو حصے کرنے کی تجویز ہو یا تین، عالم اسلام کو اس حوالے سے یک جان و یک زبان ہو جانا چاہیے کہ وہ دجال اور اس کو "شیخ السلام" سمجھنے والے انسانیت دشمن جنونیت پسند یہودیوں کے ہاتھ مسجد اقصیٰ کی ایک اینٹ تک بھی نہ پہنچے دیں گے۔ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا، ہماری غیرت کا امتحان اور مستقبل قریب میں ہماری بقا اور نجات کی کسوٹی ہے۔ دجال کے پیروکار اگر جموں نے وعدوں کے موعودہ لمحات کو قریب سمجھتے ہیں تو ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کے سچے وعدوں پر یقین نہ کریں اور مطہر و مقدس "القدس" کی تطہیر و تقدیس کے لیے اپنی جان، مال، زبان اور اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت یا طاقت کو استعمال کرنے کا عہد نہ کریں۔ "لارڈ کے تخت کی بنیاد" رکھنے کی طرف تیزی سے بڑھنے والے ابدی ذلت کا شکار ہوں گے، تو ہم کیوں نہ ان لوگوں میں شامل ہونے کا عہد کر لیں جو پورے کرۂ ارض پر قائم ہونے والی خلافت البیہ کی اینٹ یا ذرے کے طور پر استعمال ہوں گے۔

دجالی ریاست کا خاتمہ: وجہ اور وجوہات

18 جون 2010ء کو دو مائرم خبریں قارئین کی نظر سے گزری ہوں گی۔ ایک زیر نظر مضمون کے شہادت میں اور دوسری آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔ پہلی خبر کچھ یوں ہے۔

”اسرائیل آئندہ 20 سال کے دوران دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا اور لاکھوں فلسطینی مہاجرین مقبوضہ علاقوں میں اپنے گھروں میں واپس آ جائیں گے۔ یہ پیش گوئی امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کی ایک رپورٹ میں کی گئی ہے۔ امریکی سینیٹ کی انٹیلی جنس کمیٹی کے بعض ارکان کو بھی اس رپورٹ کے مندرجات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے امریکی عوام گزشتہ 25 سالوں سے فلسطینی باشندوں پر اسرائیلی مظالم کا مشاہدہ کر رہے ہیں، وہ اب مزید خاموش نہیں رہیں گے۔ جنوبی افریقہ میں نسل پرست حکومت کا خاتمہ اور سابق سوویت یونین کی تحلیل جیسے حقائق یہ واضح کر رہے ہیں کہ اسرائیل جو نوآبادیاتی طاقتوں کا ایک منصوبہ تھا، تاریخ کے ہاتھوں جلد یا بدیر اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ رپورٹ میں مزید کہا ”یا ہے صورت حال تیزی کے ساتھ مشرق وسطیٰ کے مسئلے کے ”دورِ ریاستی حل“ سے ”ایک ریاستی“ حل کی طرف جارہی ہے جس کے نتیجے میں آئندہ 15 سال کے دوران 20 لاکھ یہودی امریکی باشندہ 15 لاکھ سے زیادہ روس اور یورپ کے دیگر حصوں کو منتقل ہو جائیں گے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے نسل پرستی کے اصول پر قائم اسرائیلی حکومت کے خلاف امریکا میں رائے عامہ تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ کے مطابق اس وقت امریکا میں 5 لاکھ سے قریب یہودی آباد ہیں۔“ (18 جون 2010ء کے قومی اخبارات)

اس خبر میں اسرائیل کے نوٹنے اور ارض مقدس کے آزاد ہونے کی ایک ہی وجہ بیان کی گئی ہے۔ امریکی عوام کا خاموش نہ رہنا، لیکن کیا امریکی عوام کی خاموشی یا ناراضی اتنی قوی اور

مؤثر جذبہ ہے جو دنیا کا مغزافہ تبدیل کر سکے؟ شاید نہیں۔ سی آئی اے کی یہ رپورٹ غیر متوقع ہونے کے ساتھ ساتھ غیر جامع بھی ہے۔ اگرچہ اس رپورٹ کا مقصد اسرائیلی مظالم کی چٹلی میں پھنسنے والے مسکروں سے بھر دینا یا اسرائیل کی مخالفت نہیں، اس کی وجہ یہودی میڈیا کو اس جانب متوجہ کرنا ہے کہ دو امریکی عوام کو ساتھ ملائے رکھنے پر محنت کرے ورنہ لے چاٹ کے کا تپا نہ بچ سکتا ہے، اس وجہ کا تذکرہ بھی سی آئی اے اور موساد مل کر کر لے گی، لیکن ان دیگر وجوہات کا یہ ہوگا جن کی حوصلہ فہرست ہے؟ جی ہاں اپوری فہرست۔ کیونکہ اگر غور کیا جائے تو اسرائیل و درپیش خطرات اور القدس کی آزادی کی اور بھی متعدد وجوہ ہیں، بلکہ وجوہ ان اناج و اقارب میں جن کا ہم غیر جانبداری سے جائزہ لیتے ہیں۔

ایک وجہ تو کھوٹی ہے۔ اندر ب العزت نے دو مرتبہ یہودی نا فرمانوں پر انہیں صرف جد و جہد کی سزا دی۔ پہلی مرتبہ موسوی شریعت کے انکار پر عراقی بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں اور دوسری مرتبہ شریعت موسوی کے انکار پر رومی جنرل طیلوس (نائی لوس) کے ہاتھوں۔ اب شریعت محمدی کے انکار پر ان کو صرف وطن سے نہیں، دنیا سے ہی جلا وطن کر دیا جائے گا۔ یہ یہاں از خود اکٹھے نہیں ہوئے، مشیت الہی نے انہیں اکٹھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کریں گے۔“ (بنی اسرائیل: 104)

دوسری وجہ تیسری جنگ عظیم کا امکان اور اس میں دنیا بھر کے مجاہدین اور منصف مزاحم جیسوں کا فلسطین کے مضمومین و محصورین کی امداد اور پھر ہر مجدد کے میدان میں تاریخی ساز معرکہ آرائی ہو سکتی ہے۔ اس وجہ کا تعلق چونکہ کسی درجے میں آخر زمانے کی علامت سے جڑا ہے اور ان علامت میں حد درجے کا ابہام ہے، اس لیے ہم اس وجہ کی تطبیق یا اس کی تشریح پر اسے انہیں کرتے۔ اللہ ہی اپنے رازوں کو بہتر جانتا ہے۔ ہم اگلی وجہ کی طرف چلتے ہیں۔

ایک دینی وجہ یہودیوں میں پائے جانے والے حد درجہ تشدد اور انتہا پسند مذہبی گرد و اور ان کا باہمی اختلاف ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ”تم ان کو سرسری نظر سے دیکھنے میں ایک

سمجھو گے لیکن درحقیقت ان کے دل جدا جدا ہیں۔" (الحشر: ۱۶)

اس انتشار و افتراق کی حقیقت کا احساس آج کے اسرائیلی معاشرے کا جائزہ لینے سے ہو سکتا ہے۔ اس معاشرے میں مذہبی بنیاد پر تقسیم در تقسیم کا عمل روز اول سے جاری و ساری ہے۔ ہر مذہبی گروپ کی الگ سیاسی پارٹی اور اپنے الگ رہتی ہیں۔ آگے کی بات کا تصور کرنا مشکل نہیں ہے کہ دنیا کی سیاست کی طرح آخرت میں جنت کا استحقاق بھی اسی گروہ بندی کی اساس پر تقسیم ہوتا ہے۔

ایک بڑا نسلی اختلاف اشکنازی اور سطر ڈی یہودیوں کا ہے۔ عبرانی میں سطر ڈی کا مطلب ہے: "ہسپانوی۔" مسلم ہسپانوی سلطنت میں رہنے والے یہودی تارکین وطن مسلمانوں کی اہل کتاب سے نرم مزاجی کی وجہ سے بہت پھلے پھولے۔ ان میں نسلی افتخاراتنا زیادہ ہے کہ وہ بقیہ یہودیوں کو حد درجہ حقیر سمجھتے ہیں۔ مثلاً: موسیٰ بن یسویں نے جو خلافت ہسپانیہ کے دور میں خلفاء کے قریب رہا اور ازمنہ وسطی کا ایک مشہور رہتی اور فلسفی تھا، نے اپنے بیٹے کو ہدایت کی تھی:

"اپنی روح کی حفاظت کرنا اور اشکنازی رہیوں کی لکھی ہوئی کتابیں مت پڑھنا۔ یہ لوگ صرف تب لارڈ پر ایمان لاتے ہیں جب سر کے اور لبس میں پکایا ہوا گوشت کھاتے ہیں۔ ان کا ایتقان ہے کہ لارڈ ان کے قریب ہے۔ اے میرے بیٹے! صرف اپنے سطر ڈی بھائیوں کی صحبت اختیار کرنا جو "اہالیان اندلسیہ" کہلاتے ہیں۔ صرف یہی لوگ ذہین ہیں۔"

دوسری طرف اشکنازی یہود اپنے مخالف سطر ڈی یہودیوں سے رشتہ نامتناہ کرنے سے لے کر ان پر جادو کرنے تک کو اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں۔ دونوں گروہوں میں نسلی تعصب و برتری کا اظہار اسرائیلی معاشرے کو مستحلاً انتشار اور نوٹ پھوٹ کا شکار رکھتا ہے۔

ایک تیسری تقسیم مذہبی، روایت پسند اور سیکولر یہودیوں کی بھی ہے۔ یہ تقسیم مذہبی احکامات پر عمل کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے ہے۔ یورپ سے آنے والے یہودی آزاد خیال اور اباحت پسند ہیں۔ مشرقی ممالک سے گئے ہوئے یہودی کنزقہ امت پسند ہیں۔

کچھ یہودی مخصوص روایات اور رسوم کی حد تک یہودی ہیں۔ اس طرح یہ معاشرہ مذہب پر عمل کے لحاظ سے بھی تین حصوں میں تقسیم ہے:

(1) مذہبی یہودی آرتھوڈکس ربنوں کی تشریحوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہودی مذہب کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے یہودی عقیدے سے زیادہ عمل پر زور دیتے ہیں۔ اسرائیل میں اصلاح پسند اور قدامت پسند یہودی تھوڑے ہیں۔

(2) روایت پسند یہودی کچھ زیادہ اہم احکامات پر تو عمل کرتے ہیں لیکن زیادہ سخت احکامات سے روگردانی کرتے ہیں۔ تاہم وہ ربنوں اور مذہب کا احترام ضرور کرتے ہیں۔

(3) جہاں تک سیکولر یہودیوں کا تعلق ہے تو ممکن ہے وہ کبھی کبھی "سینا گوگ" چلے جاتے ہوں تاہم وہ ربنوں کا احترام کرتے ہیں نہ مذہبی اداروں کا۔ اگرچہ روایتی اور سیکولر یہودیوں کے درمیان کبھی ہوئی لکیر اکثر غیر حقیقی ہوتی ہے، تاہم دستیاب تحقیقات سے پتا چلتا ہے کہ 25 سے 30 فیصد تک اسرائیلی یہودی سیکولر ہیں۔ 50 سے 55 فیصد تک روایتی ہیں اور تقریباً 20 فیصد مذہبی ہیں۔

اس کے علاوہ بھی کئی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اسرائیلی معاشرہ کبھی بھی متحد معاشرہ نہیں بن سکتا۔ یہ نوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہوئے ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور رہے گا نام صرف اللہ کا۔ تبھی تو ان اسرائیلی باشندوں نے جو دوسرے ممالک سے نقل مکانی کر کے فلسطینی مسلمانوں کی زمین پر آجے ہیں، اپنے پرانے پاسپورٹ ضائع نہیں کیے۔ وہ دہری شہریت کے حامل رہنا چاہتے ہیں اور "والہی کا سفر" یا "مسیح کی آمد" دونوں کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یہ تو اندرونی وجوہات ہو گئیں۔ بیرونی اعتبار سے نہ صرف یہ کہ اسرائیل پڑوسی عرب ممالک سے مستقل اور دائمی وجوہات پر مشتمل تنازعات برپا کیے ہوئے ہے، بلکہ اس کی ناانصافی پر اس سے وہ ممالک بھی نالاں ہیں جو کبھی اس کی حمایت میں اقوام متحدہ میں ووٹ دیتے رہے ہیں۔ حال ہی میں جس شدت اور وحشت بھرے رویے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے "فریڈم فلونیا" کو روکا ہے، اس نے اس کے خوفناک چہرے کے سیاہ دھندلے

نقوش دنیا کے سامنے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اس طرح آیت بہ آیت امر میں اور مغربی دنیا کے رواجی شدت پسندانہ نظریات سے بیزار ہو رہی ہے اور یہ بیانی جملہ یا بدینہ اور رنگ لائے گی۔ ان شاہد!

دوسری طرف افغانستان (یعنی خراسان) دریائے آمود سے انڈس تک) میں اس بے تحاشہ معدنی دولت کی دریافت کی خبریں آگئی ہیں جس کا کافی سال پہلے اٹنی دالوں اور نقوشوں میں اظہار کر دیا گیا تھا۔ اس وقت اس پر ویسے ہی تعجب کیا جاتا تھا جیسے آج دجالیات پر مشتمل تحریروں پر کیا جاتا ہے۔ حامد کرزئی اپنے گھر کی دولت یہود نواز قوتوں کو سپہ وکر کے خود خیرات کا کھنول ڈونر ممالک کے سامنے پھیلاتے رہیں، لیکن اس خطہ ہجرت و جہاد کی دولت اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اور اتفاق فی سبیل اللہ کے اصول کے تحت خرچ ہوئی تو مشرق و مغرب کے فاصلے سمٹنے میں دیر نہیں لگے گی۔ سعودی عرب نے مالدار ہونے کے بعد اپنی سرحد "القدس" سے ہنالی اور فلسطین کی سرحد سے لگنے والی سرزمین اردن کے حوالے کر دی، لیکن ظہن غالب ہے افغانستان جب سعودیہ جیسا مالدار ہو جائے گا تو وہ اسلامی دنیا کا حق فراموش نہ کرے گا، کیونکہ اسلامی دنیا نے اس کی غربت کے دنوں میں اسے فراموش نہیں کیا تھا۔ اللہ کرے کہ رحمانی ریاست کے عروج کے یہ دن اور عالم اسلام کے اتحاد و ترقی کا یہ منظر ہمیں بھی دیکھنا نصیب ہو۔ آمین

■

دَجّال (1) اور دَجّال (2)
سے متعلق
قارئین کے سوالات
اور
ان کے جوابات

سورہ کہف کی آیات کی خاصیت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب سے یہ معلوم کرنا تھا کہ سورہ کہف میں کون سی خاصیت ہے جس کی وجہ سے یہ سورۃ فتنہ دجال سے بچانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے؟

والسلام..... عبد اللہ

جواب:

اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مقول دعاؤں اور وظائف کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان دعاؤں کی تلقین کی ہے جن میں خاص روحانی اور تکوینی تاثیر ہے اور اس کو قبولیت میں خاص دخل ہے۔ ان الفاظ میں بھی کچھ ایسی ہی نہیں برکت ہے۔ البتہ یہ بات مد نظر رہے کہ امت کو صرف دعا کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ عمل کی تلقین بھی کی ہے۔ مثلاً: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی کہ: "لزمی وحموم یرفون اللہ" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم فرمائی جو نہ صرف دعا تھی بلکہ شجاعت، بہمت اور سخاوت کی تعلیم بھی تھی۔ اللھم انی اموذ بک من الھم والغم والحزن والکسل ومن غلبہ الدین وقهر الرجال" سورہ کہف بھی صرف ایک وظیفہ نہیں بلکہ اس سورۃ میں ایک اہم پیغام بھی ہے کہ فتنہ دجال سے بچنے کے لیے ہمیں اصحاب کہف کا کردار بھی ذہرانا پڑے گا۔ دین کی حفاظت کے لیے پہاڑوں کو مسکن بنانے کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا اور ساتھ ساتھ سورہ کہف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد بھی حاصل کرنا ہے کیونکہ ذکر اللہ (تلاوت) روح کے لیے بمنزلہ آکسیجن ہے۔

ایمان کی حفاظت کے لیے جب اصحاب کہف یا اصحاب تور ابوڑا کا جذبہ بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست بھی تو پھر ان شاء اللہ دجالی قوتوں کا مقابلہ آسان ہوگا۔

حرمین میں مخصوص علامات

محترم مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ نے احقر کو اس سال حج کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ذی عافریا میں اللہ میرے سمیت تمام مسلمانوں کا حج قبول فرمائے اور بار بار حرمین کی زیارت نصیب فرمائے۔

حج کے بابرکت سفر کے دوران ایک اہم چیز کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ مبذول کرائی۔ وہ یہ کہ پولیس، شہری دفاع اور فائر بریگیڈ کے تمام اہلکاروں کی وردیوں اور دفاتر پر دجالی نشانات (ٹکون، الکوٹی آکھ اور شیطانی تاج) نمایاں طور پر واضح تھے۔ یہاں تک کہ مٹی میں شہری دفاع کے دفتر میں جو قالین بچھے ہوئے تھے، ان پر بھی دجالی ٹکون بنی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ تمام میڈیکل اسٹورز پر سانپ کا نشان بنا ہوا تھا۔

کچھ پمفلٹ احقر کے ہاتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگی ہوئی نمائش میں لگے جو آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔ پولیس کے کارکن اور شہری دفاع کے لوگ اپنے فرائض حرم مکہ اور حرم مدینہ کے علاوہ مشاعر (مٹی، حر دلف، عرفات) میں بھی سرانجام دے رہے تھے تو دجالی نشانات تمام حرمین میں ان کے ساتھ ساتھ گردش کر رہے تھے جو کہ ایک نہایت ہی تشویش ناک بات ہے۔ یہ نشانات آپ شہری دفاع کی ویب سائٹ (www.998.gov.sa) اور ٹریفک کنٹرول کی ویب سائٹ (www.saher.gov.sa) پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ گازیوں کی نمبر پلیٹ پر بھی دجالی ٹکون بنی ہوئی تھی۔ ذی عافریا میں اللہ رب العزت مجھے میرے خاندان اور تمام مسلمانوں کو دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے اور اگر میری زندگی میں حضرت مہدی کا خروج ہو تو اس میں شامل ہونے کی توفیق دے۔ آمین والسلام۔ عثمان احمد

جواب

ان طامات سے نواسے اس کتاب میں تفصیلی بحث آئی ہے۔ اللہ عز و جل یہ اعشافات
حیۃ المسلمین کی بیداری و جانی طامات کو مٹائے، حرمین شریفین و ان سے محفوظ بنائے اور جمالی
شہازہ طامات کو پھیلائے کا ذریعہ بنے۔

—

شکوہ نہیں شکر یہ!

محترمہ مفتی صاحب

سرمستقیم، روضہ اہل

میں سے یہ چھوٹی عورت کی عمر ہے کہ آپ سے شرف خطاب سے ہم دور ہو جائیں۔
بندہ نے جناب کی محبت اور انجمن کو ریکارڈ غور مطالعہ کیا۔ ایک نامائیں اور فیہ مشہور بندہ تلاش
تھمے۔ مگر آپ نے اس سے بہتوں کے قریب سے قریب تر لانے کی ایک مقررہ اور
تعمید کی۔ اس کی جس قدر حوصلہ افزائی کی جائے وہ بیک ثابت ہوگی۔ اس وجہ سے وہ نیک نیت
کی ذمہ داری سے آپ نے غلبہ کشائی فرمائی ہے۔ بندہ نے اس بارے میں دودھن سے
نہایت سے استغفار کیا ہے۔

بہ نسبت جو خوب سے ہے خوب تر کہاں

اب دیکھتے ہیں نصرتی بہ جا کر نظر کہاں

۱۱۱۔ جرنیل کا مصداق۔

”محترمہ نے اپنی کتاب ”جال کون ہے؟“ کے صفحہ ۱۹۷ پر ”محمد بن“ کتاب سے
نہ سے یہ بیانیہ فقرے۔ جرنیل کا ذکر کیا اور اس سے مراد ”جہل رحیمہ و مانور“ کیا۔ بندہ نے
بات سے جواب دیا۔ ”تائید“ سے اس بارہ میں معلومات لیں، لیکن بات واضح نہیں ہو سکی اور نہ
پتہ چلا کہ ”اصحیح“ کیا ہے۔ دونوں کتابیں اب اور نہ ہی جیسا کہ میں پر چلتا ہے۔ اگر جناب والا کے
پیش رو کی خدمت و تفصیل ہے تو بہرہ اور کم امت کے سامنے پیش کریں تاکہ یہ بات مزید واضح
ہو جائے۔ ”اصحیح“ میں یہ ایمان و اعتقاد مزید پختہ ہو جائے۔ مزید یہ کہ ”کتاب الحسن“ (مرافقہ
فیہ) میں یہ ایمان و اعتقاد مزید پختہ ہو جائے۔ مگر فقرے جرنیل کا

وصف اس میں نہیں ملا کہ وہ تھک و خیرہ یا مری ہو گا، اور یہ مانتے یا غور سے منہ سے یہ نکلے گا
 ”بہن! اللہ تعالیٰ مہدی کا ظہور قریب تر ہے کیونکہ زمانہ میں انگور برائے ظاہر ہو چکا ہے۔“
 اسی مضمون کے پاس اس کا حوالہ موجود ہو تو براہ تعاون اس سے آگاہ فرمائیں ”در المستن“ میں
 یہ روایت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی سند مرفوع نہیں، یہ بات اپنی بہن مسلم بنہ کے
 صحابی کی غیرہ رک بالقیاس بات حدیث مرفوعہ سے حکم میں ہے لیکن باطل کے لیے ضروری ہے کہ وہ
 اس کو وضع کرے کہ یہ اثر صحابی ہے۔

(۲) کیا اصحاب کہف دوبارہ زندہ ہوں گے؟

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی معائنہ شخصیات کا تذکرہ
 کرتے ہوئے ”امام عبد اللہ القرطبی“ نے اپنی سند کے ساتھ ”محمد بن کعب القرظی“ کے حوالے سے
 اصحاب کہف کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حج کریں
 گے۔ نبیوں نے یہ بات تو رات و انجس کے حوالے سے نقل کی ہے۔

(تذکرہ الامام قرطبی، تاریخ ابن کثیر، ج: ۸، ص: ۱۳۱)

اسی مسئلے میں یہ استفسار کرتا ہے کیا ”ذکرہ“ صحاح و اعیان الکتاب و لا تنک، وہ ” کے تحت ظنی
 طور پر اس بات کو مان لیتے ہیں ہمارے کوئی شرعی ذکاوت تو نہیں؟ تاہم یہ بات بھی پیش خدمت ہے
 کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قہقہوں میں سے بعض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت
 تک موجود تھے اور ”صف بن معاویہ“ سے ان کی ملاقات ثابت ہے جس میں انہوں نے اپنا نام
 ”زرب بن ہرمز“ بتایا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے لیے دعا کی تھی کہ ان کے آسمان
 سے نازل ہونے تک باقی رہوں۔ اس واقعے کی خبر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو
 انہوں نے تاکید فرمائی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم
 کے بعض وحی عراق کے کنارے اترے تھے۔

(عبرت کا سامان، اردو ترجمہ، ذکرہ لواء، قرطبی، ص: ۲۳۴، از مولانا ذاکر حبیب اللہ قادری رحمہ اللہ)

(۳) رجال کی احادیث کی تخریج:

مؤیدانہ گزارش ہے۔ ”سیدہ ایڈیشن“ میں حوالہ جات کی تخریج ہو چکی ہے تو عظیم کاوش بھی ہوئی اور

اہل ذوق کے لیے باعث سہولت بھی۔

(4) دجال کس جنس سے تعلق رکھتا ہے؟

آپ نے دجال کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے۔ ”یہ تو سیدھی سادی بات ہونی کہ دجال جناتی قوتوں کا حامل ایک نیم انسانی، نیم جناتی قسم کی آزمائشی مخلوق ہے۔“ (ص 147)

اس ضمن میں مزید تائید کے طور پر ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔ ”علامہ محمد بن رسول البرزنجی الحسینی“ نے اپنی معرکہ الآرا کتاب ”الاشیاء لا شرایط السائد“ ص 217 دار الحدیث قاہرہ طبع 2002ء میں لکھا ہے: ”و کانت امہ عنفت أباه، فأولدها شفاء، و کانت الشیاطین تعمل له العذاب، فعنه سلیمان النبی علیه السلام، و لفته المصباح۔“

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دجال واقعی جن اور انسان کی مخلوق جنس ہے۔ اس سے دجال کی جنس کے ساتھ ساتھ اس کا زمانہ بھی واضح ہوتا ہے۔

(5) 2012ء میں کیا ہوگا؟

آپ نے اپنی کتاب میں ظنی طور پر تورات کے حوالے سے اسرائیل کے خاتمہ یا خاتمے کے آگاز کا سال 2012ء لکھا ہے۔ آپ کی بات نطن اور قیاس کی حد تک صحیح اور درست ہے، لیکن عوام اس بارے میں 2012ء کو یقینی طور پر مراد لے رہے ہیں۔ اگرچہ آپ نے اپنے قارئین کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ یہ بات ظنی ہے، حتمی نہیں۔ لیکن 2012ء کے نام پر انگلش فلم (جس میں اس سال عالمی جنگ اور دنیا کا اختتام دکھایا گیا ہے) منظر عام پر آنے کے بعد مشکل میں اضافہ ہو گیا ہے۔

نوجوان بار بار آپ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔ بندہ اس سلسلہ میں عرض گزار ہے کہ آپ اگر اس بابت مزید کچھ رقم فرمادیں گے تو یہ ہوا جو پتل پڑی ہے، دو صحیح سمت اختیار کر لے گی۔

(6) مدارس میں ”دجالیات“ کی تدریس:

آخر میں آپ کی وساطت سے اہل مدارس سے التماس ہے کہ دجالیات کے موضوع کو نصاب کا حصہ بنا کر معلم و موزب کے حوالے کیا جانا چاہیے کہ وہ باقاعدہ تدریس کے اسلوب میں طلبہ کو پڑھائے تاکہ دجال جیسے عظیم فتنہ سے امت کو مکمل آگاہی حاصل ہو۔ بندہ اس بابت ایک تائید بھی

رکھتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں دجال کے بارے میں مذکور و طویل حدیث کے بعد امام ابن ماجہ نے بی بات پیش کرتا ہوں "قال أبو عبد الله، سمعت أبا الحسن الطائفي يقول، سمعت عبد الرحمن المحاربي يقول: "يسعى أن يدفع هذا الحديث إلى العود؛ لعلهم الصبيان في الكتاب." (مس اس ماحہ، باب فتنة الدجال، ص: 299، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یہ مشورہ امام ابن ماجہ کے دادا استاد کا ان کے استاد کو تھا۔ آج تو اس کی ضرورت و اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں علماء و ائمہ کو خوب تیاری کرنا چاہیے تاکہ وہ عوام الناس کو پوری طرح باخبر کر سکیں۔ جتنا یہ فتنہ عظیم اور شدید ہے، اُمت بالخصوص علماء و ائمہ اس کے تذکرے اور تیاری سے اتنے ہی غافل ہیں۔ مسند احمد میں مذکور ایک حدیث میں ہے "عن صعب بن حنيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يخرج الدجال حتى يدهل الناس عن ذكره، حتى ينسرك الأئمة ذكره على المسابر." بندہ نے اپنی بساط کے بقدر اپنے مدرسہ میں باقاعدہ دجالیات کو پڑھانا شروع کر دیا ہے اور مسجد میں جمعہ کے خطبہ میں دجال کا تذکرہ بھی باقاعدگی سے کرتا ہے۔ نوجوانوں کو خاص طور پر اس سلسلے میں سرفہرست رکھا ہے۔ آپ سے دعاؤں کا طلب گار ہوں۔ "تعاونوا على البر والنفع" کے تحت چند بے ربط باتیں کرنے کی جسارت کی ہے۔ اگر مزاج پر گراں گزریں تو بندہ معافی کا خواست گار ہے۔

والسلام محمد مسعود، فیصل آباد

جواب:

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یادآوری اور عزت افزائی کا شکریہ۔ احقر کسی اچھے سوال یا علمی بحث مباحثے کا دل سے خیر مقدم کرتا اور اس پر شکر گزار رہتا ہے اور اسے شکوہ نہیں، شکریے کا موقع سمجھتا ہے۔ آں جناب کے سوالات کے جوابات پیش خدمت ہیں۔

(۱) ان سطور کو سیاق و سباق کے ساتھ بغور مطالعے کی ضرورت ہے۔ یہ عبارت راقم کی نہیں۔ نہ اس کی تعلیمی مراد بندہ کی متعین کردہ ہے۔ یہ حوالہ دکتور امین جمال الدین کی کتاب ہر مسجد دن کے

ترجمے سے بعینہ لیا گیا ہے اور یہ ان بارہ حوالہ جات میں سے پہلا حوالہ ہے جو راقم نے بلا کسی تائید و تردید کے محض اس لیے نقل کیے کہ امت مسلمہ کے زمانہ مستقبل قریب کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ ان کے شروع میں تصریح ہے کہ یہ تمام حوالہ جات بلا تبصرہ نقل کیے جا رہے ہیں۔ جہاں تک ترجمہ فارسی و نقل اور بیساکھیوں کے سہارے چلنے والا کہا گیا ہے، یہ دکتور امین کا اپنا مشاہدہ ہے کہ میں نے اسے افغانستان کے خلاف جنگ کا اعلان کرنے کے لیے آتے ہوئے دیکھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت اس کا پاؤں موج کا شکار ہو اور عارضی طور پر بیساکھیوں کا سہارا لینے پر مجبور ہو۔ کتاب الغن کے الفاظ یہ ہیں: ”تم بظہر الکندی فی شارة حسنة“ اس کا ترجمہ ”پروفیسر خورشید احمد نے یوں کیا ہے: ”پھر نقلز اکینیزین خوبصورت بیج لگا کر ظاہر ہوگا۔“ ”شارہ“ کے معنی ”لباس رائع حسیل“ کے ہیں۔ اس اعتبار سے خوبصورت بیج کی بہ نسبت خوبصورت وردی کا ترجمہ زیادہ قریب الاظاظ ہے۔ بیج تو فوجی کی وردی کا حصہ ہوتے ہی ہیں۔ اس سے آگے کی عبارت جس نے آپ کو غلبان اور تشویش میں مبتلا کیا: ”اور بے ساختہ تیرے منہ سے نکلے گا۔“ یہ دکتور امین کی ہے۔ کعب احبار سے منقول اثر کا حصہ نہیں۔ اس میں دکتور امین نے عربی ادب کے مخصوص اسلوب میں قاری کو مخاطب تصور کر کے بسیفہ خطاب یہ جملہ لکھا ہے۔ آپ وادین کو دیکھیں۔ وہ جہاں ختم ہوتے ہیں، حدیث کا ترجمہ وہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دکتور امین کا تبصرہ ہے۔ جہاں تک حدیث اور اثر کے فرق کو ملحوظ رکھنے کی بات ہے تو یہ احتیاط کرنی چاہیے۔ دکتور محترم کی اصل عربی عبارت ہمارے سامنے نہیں، پروفیسر خورشید احمد کا ترجمہ ہے۔ اب نہیں معلوم کہ یہ فردگزاشت مصنف سے ہوئی ہے یا مترجم سے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حسنات قبول فرمائے اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

(2) راقم نے یہ حوالہ تورات و انجیل میں تلاش کیا، نہیں ملا۔ آپ کو یا کسی اور صاحب کو یہ عبارت ملے تو مطلع فرما کر احسان فرمائیں۔ شرعی طور پر رکاوٹ سے آپ کے ذہن میں کیا خدشہ ہے؟ بیان فرمائیں تو فوراً کیا جائے گا۔

(3) اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ”ذوالا“ کی تخریج احادیث و مراجمت کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ چند مفتوں میں اس کا جو نیا ایڈیشن آنے گا، اس میں ان شاء اللہ یہ اضافہ جات موجود ہوں گے۔

(4) حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام توالہ تعالیٰ نے یہ فضیلت عطا کی تھی کہ وہ انسان اور جنات سے بیک وقت کام لیتے تھے۔ ان کے زمانے میں انسان اور جنات کا جیسا اختلاط تھا، ویسا تاریخ انسانی میں نہ پہلے ہوا ہے نہ بعد میں ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہی یہ امتیازی قدرت اور فضیلت دی گئی تھی اور چونکہ انہوں نے دُعا مانگی تھی کہ ان کے بعد کسی کو نہ ملے تو ان کے بعد کوئی اس مرتبے تک نہ پہنچا۔ سوائے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بعد ازاں اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے، لہذا انسانوں و جنات کا اختلاط دور سلیمانی کا خاصہ ہے۔ مذکورہ حوالے کے مطابق اس دور میں ایک جدید انسان پر عاشق ہو گئی اور خاک و آتش کے ملاپ سے اس فتنے نے جنم لیا جو انسانیت کے لیے عظیم ترین اہتلاک کا سبب بنے گا۔ لیکن یہ ایک قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جہاں کی پیدائش حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہوئی ہے تبھی تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیائے کرام اپنی امتوں کو اس فتنے کے مضمرات سے آگاہ کرتے رہے۔ اگر دجال ان کے دور میں زندہ موجود نہ تھا تو اس کے خروج کا امکان ہی نہ تھا، پھر اس سے ڈرانے کا کیا مطلب ہوگا؟ ایک اور حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ مزید تفصیل اسی کتاب میں پُر اسرار علامات میں سے تیسری ملامت "نکون" کے ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(5) اس سوال کے جواب سے پہلے تین اصولی باتیں سمجھ لیں:

1۔ غیب کا یقینی علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو ہے۔ قیامت اور علامات قیامت امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی قطعی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اور قیاس کی بنیاد پر تخمینہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تخمینہ نہ تو ایسا بے بنیاد ہے کہ اسے بالکل نظر انداز کر دیا جائے اور نہ ایسا حتمی ہے کہ اس کے موافقہ درست ہونے پر اصرار کیا جائے۔

2۔ یہ تخمینہ اس عاجزی کا لگایا ہوا نہیں، سعودی عرب کے مشہور عالم ذاکر عبد الرحمن سترالحمالی نے اپنی "محرکۃ الارباب" (روز غضب: زوال اسرائیل پر انبیاء کی بشارتیں، توراتی صحیفوں کی اپنی شہادت) کا پورا ایک باب اس کے لیے مختص کیا ہے اور 2012ء کا حساب ان کا لگایا ہوا ہے۔ وہ کتاب کے آخری حصے میں کہتے ہیں:

”اب اس بنا پر اس دور مصیبت کا اختتام یا دور مصیبت کے اختتام کا آغاز (سن ۱۹۶۶-۱۹۵۰) 2012ء بنتا ہے، یعنی سن دو ہزار بارہ مئوی۔ ہجری لحاظ سے ۱۳۸۷ھ-۱۳۳۳ھ ہجری۔ اسی دن ہم امید کر سکتے ہیں۔ مگر اوثق سے ہرگز نہیں کہیں گے، ۱۱۰۰ء کے واقع سے ہی اس کی تصدیق ہو جائے۔ تاہم میسائی بنیاد پرست اگر ہمارے ساتھ شرط بدنام چاہیں جس طرح کہ قریش نے ابوہریرہ صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہم کی فتح کی بابت ہاندمی تھی تو کسی اور فی ترین شک کے بغیر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہم سے ضرور شرط بار جائیں گے، بغیر اس کے کہ ہم کوئی خاص سن یا وقت بتانے کے پابند ہوں۔“ (ص: 205، 206)

اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ رضی الدین سید نے اور دوسرا حامد کمال الدین نے کیا ہے اور یہ عام مل جاتی ہے۔

3۔ اگر کسی کو یہ علم ہو جائے کہ مستقبل میں اسلام اور انسانیت کے دشمن کچھ کرنے جارہے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے آسمان کی طرف منہ اٹھا کے بیٹھا رہ جائے۔ کیا یہ چیز اسے ان فتنوں سے بچا سکتی ہے جو عالمگیر ہوں گے؟ ہرگز نہیں! ہمیں تو یہ وصیت کی گئی ہے کہ تم میں سے کوئی پودہ لگانے جارہا ہو اور قیامت کا صور پھونک دیا جائے تو بھی وہ اس پودے کو لگائی ڈالے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخر زمانہ کے فتنوں یا اطلاعات قیامت پر اس کتابی سلسلے سے پہلے پر استقامت اور باطل کے خلاف مزاحمت کا سبق لینا چاہیے۔ عظیم کار کے بجائے قحطی کا ر اور بلند خوشکلی کے بجائے مایوسی کا شکار ہونا انتہائی بے تدبیری اور کم فہمی ہوگی۔ لہذا انوجوانوں کو ان فتنوں کے خلاف کمر کس لینی چاہیے تاکہ روز قیامت سرخرو ہو سکیں اور فتنوں کے اس دور میں سرخرو ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے جو ہماری اس پکار کے ”خلاصۃ الخلاصہ“ کے طور پر ایک سے زیادہ مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی فتنوں سے بچنا یا ان کے خلاف مزاحمت کرنا جو اخلاص و ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ وجالیات پر لکھی گئی کتابوں اور 2012ء کے حوالے سے مہموزہ دولٹائیوں کی پیش گوئیوں کا مقصد صرف اتنا ہے انسان حال کے امر و پیمانے اور زندگی کی جتنی سائنس باقی رہ گئی ہیں، اللہ نورانی کرنے میں لگائے اور اس حیات

توفی۔ حق تعالیٰ نے انہوں نے ظالمین پر یہ نازل فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور مطلب
یہ ہے کہ یہ عاتقہ دینی ہے۔

اب آپ سے جواب لی طرف آتے ہیں۔

یہ توفی توفی ہی ہے۔ قیامت لی طرف عاتقہ قیامت میں بھی اللہ رب العزت نے اپنی صلیت
باللہ سے امت ابہام رہا ہے۔ اس حوالے سے یقینی پیش کوئی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔
پہننے کی بات یہ ہے کہ مغرب کا مینڈیا جس کے متعلق سب جانتے ہیں کہ نسل انسانی کے ایک
خصوصی گروہ نے پاس ہے وہ اتنی شدت سے اس چیز کو یقینی یا قریب بہ یقین بتانے کا پروا ہی نہیں
لیا ہے کہ اس پر ہمارے اہل علم و اصحاب فکر و محسوس ہیں تو کمان کی پرچھائیاں چھٹ کر بہت سی
نہیں ملتی چلی جائیں گی۔ ہم اس موضوع سے اتنے غافل و لاعلم کیوں ہیں اور وہ اتنے پُر جوش
اور متحرک کیوں؟ یہ سوال تمام اپنے اندر بذات خود ایک علامت چھپائے ہوئے ہے۔

بات یہ ہے کہ 2012ء دجال کے خروج کا سال تو ہرگز نہیں۔ دجال حضرت مہدی رضی اللہ عنہ
تے ظہور کے سات یا نو سال بعد خروج کرے گا اور یہ سب جانتے ہیں کہ ابھی تو ان کا ظہور بھی نہیں ہوا
تو 2012ء میں دجال کا خروج کیسے ہو سکتا ہے؟ 2012ء اسرائیل کے خاتمے کا آغاز اس طور پر ہو سکتا
ہے کہ جنوبی یہودی جو اپنے مسیحائے خطر کے خروج میں مزید تاخیر اس لیے برداشت نہیں کر سکتے کہ
مجاہدین کی سخت مزاحمت کی بدولت معاملہ ان کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے، وہ بڑے غم خود اس کے خروج کا
نوناہارہ کر کے لیے..... ممکنہ طور پر..... اس سال کوئی ایسی خطرناک حرکت کریں گے جس سے
پوری دنیا میں جو بھول آجائے گا۔ مثلاً مسجد اقصیٰ پر بڑا حملہ، زرد گنبد کو شہید کرنے کی کوشش، کوئی بڑی
جنگ، مصنوعی طوفان، سیلاب یا زلزلہ وغیرہ۔ ان کے خیال میں یہ صورتحال دجال اکبر کو خروج پر مجبور
کر دے گی۔ (اس یہودی فلسفے کی تشریح کے لیے اس کتاب کے آخر میں دیا گیا مضمون "لارڈ کے
تخت لی دنیا" ملاحظہ فرمائیے) آپ دلچسپ تماشہ ملاحظہ کیجیے۔ ایک طرف یہود یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی
مشاہدات وہ مسیحا و زورے کا جو خود ہیوں میں جکڑا ہوا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مسیحا کے
خروج میں حاملہ مشاغل خود ان کو دور کر دینی ہوگی۔ سبحان اللہ انسان جب وحی کی ہدایت سے رہنمائی نہ

لے اور من مانوں پر چل جائے تو کیسے ایسے مجھ کو بے ظہور میں آتے ہیں؟ ہم حال اپنے طوہرہ پہ پہنچیں۔
 سال: ”عظیم تر اسرائیل“ کے لیے فیصلہ کن کارروائی کا آغاز کریں گے، جبکہ یہ ان کے تقبی الجہ میں آتا
 ہوگا۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ معاصر فتن پر بولتے نہیں یا اس حوالے سے دشمن کے نشان
 کو بھانپتے نہیں، اگر کوئی کھوج لگا کر آنے والے خطرے سے آگاہ کرے تو ان کے عمل اہل نے
 بجائے مزید تغافل و تکاسل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ ہی بتائیے اس جفاکاری کو کیا نام دیں؟ اللہ
 تعالیٰ ہی ہمیں قلب سلیم اور صراط مستقیم نصیب فرمائے، ورنہ حرام غذاؤں، حرام کتابوں اور حرام
 اثرات نے ایسی عقل ماری ہے کہ جب قیام کا وقت آتا ہے، ہم سجدے میں گر جاتے ہیں۔

(6) صرف دجال ہی نہیں، ”الفتن“ کا پورا موضوع توجہ سے پڑھایا جانا چاہیے۔ دورۂ حدیث میں
 جب صحاح ستہ سے ”کتاب الفتن“ پڑھائی جائے تو معاصرین فتن دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ممکن
 حد تک تفصیل و تشریح کے ساتھ تاویل مقبول کی حدود میں رہتے ہوئے ان فتنوں کی مصری تہقیق پر بحث کوئی
 جائے اور عصر حاضر کو حدیث شریف کی روشنی میں پرکھا اور سمجھایا جائے۔ کتاب و سنت میں بیان کردہ مختلف
 چیزیں اپنے اندر خاص تاثر رکھتی ہیں، فتن کی احادیث رجوع الی اللہ، آخرت کی یاد اور موت کی فکر پیدا کرنے
 میں جو تاثر رکھتی ہیں، وہ محتاج بیان نہیں۔ اس لیے یہ اصلاحی دعوت کے حوالے سے دعوت تبلیغ کا بہترین
 وسیلہ ہیں۔ اگر اہل علم یہ فریضہ نہ سنبھالیں گے تو عجائبات کے شوقین ان پڑھ قسم کے نام نہاد جغادری مظہر
 میدان میں آجائیں گے اور ایسی افراط و تفریط (افراطی شاید اسی سے ماخوذ ہے) چٹائیں گے کہ لوگ فتنے و
 سامنے دیکھ کر بھی اندھیرے میں ٹانگ لڑھکیں مارتے رہیں گے۔ مبدی یا متوہلہ طلبہ کے لیے ”فتن“ کی
 چالیس چالیس احادیث کا مجموعہ تیار کر کے یاد کرانا چاہیے۔ حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مہدی رضی اللہ
 عنہ اور دجال کے بارے میں چالیس مستند احادیث کا مجموعہ بھی مفید رہے گا۔ ایسا مجموعہ ان شاء اللہ زیر غور
 ہے۔ ”دجال“ کی سو سے زیادہ احادیث کم از کم درجہ حسن کی احادیث ہیں۔ ان سے چالیس احادیث
 منتخب کر کے بھی یاد کی جاسکتی ہیں۔ نیز دجال کی تخریج کے بعد دجال II شائع ہو چکی ہے، دجال III
 اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اسی سلسلے کی عاجزانہ کاوشیں ہیں جن کی مقبولیت و نافعیت،
 استدرانج سے حفاظت اور طرہ کا برے تسک کے لیے تمام قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

این جی اوز اور ڈیٹا انفارمیشن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں آپ کی تحریریں باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ میں نے اس سے پہلے بھی آپ کے نام ایک خط لکھا تھا۔ اس میں آپ کی کتاب "دجال" کے ایک موضوع "ڈیٹا انفارمیشن" یا "ڈیٹا فیکشن" کے حوالے سے کچھ تحریر کیا تھا، مگر معلوم نہیں محکمہ ڈاک کی کارکردگی کی نذر ہو گیا۔ میں کافی عرصے سے بے روزگار تھا اور اب بھی ہوں۔ کسی بھی ادارے میں اگر چھوٹی موٹی نوکری مل جائے تو کر لیتا ہوں۔ اچھی پرائیویٹ اور سرکاری ملازمت کے لیے ہر جگہ رشوت، سفارش اور اقربا پروری چل رہی ہے۔ میں ملازمت کا کوئی بھی اشتہار دیکھ کر اس پر درخواست دے دیتا ہوں۔ اسی طرح مجھے ایک این جی او میں ملازمت مل گئی تھی جس کے پاس "یو ایس ایڈ" کا ٹھیکہ تھا۔ اس کا کام تھا ماسکو کے مخصوص علاقوں سے ڈیٹا جمع کرنا۔ مثلاً: اسکول، پانی کی فراہمی کی جگہ، سڑکوں اور گاؤں کا ایک مکمل نقشہ بنانا تھا۔ اس وقت تو مجھے معلوم نہ تھا مگر مفتی صاحب کی کتاب پڑھنے سے پتا چلا۔ یہ کام صرف ایک مہینے کا تھا اور وہ گاؤں جن کا سروے کیا گیا تھا، وہ زیادہ تر دینی ماحول کے حامل تھے۔ جناب مفتی صاحب ہی ان دجالی سازشوں سے امت مسلمہ خصوصاً اہل پاکستان کو بٹا کر آگاہ کر کے بچا سکتے ہیں۔ یہ تنظیمیں صرف ڈیٹا جمع کر کے اسے "یو ایس ایڈ" کو دیتی ہیں اور پھر یہ معلومات دجالی قوتوں کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ مجھے اتفاق سے اس Booklet کے تین صفحات مل گئے ہیں جو میں آپ کو اور سال کر رہا ہوں۔ ان کو ملاحظہ فرمائیے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں امداد کے نام پر کیا ہو رہا ہے؟ یہ این جی او اب ماسکو ماسکو میں ہی اسی "ڈیٹا فیکشن" کا کام کر رہی ہے۔ ہر دفعہ نیا اسٹاف رکھا جاتا ہے۔ ایہ بے رحمی۔ اس اور اس سے پہلے خط کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سے مزید معلومات ملیں

گی اور اسی موضوع پر ہماری راہنمائی فرمائیں گے۔

والسلام..... محمد رشوان، مانسہرہ

جواب:

پاکستانی معاشرے کے مختلف پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرنے اور ان معلومات کو تحکک و تنقید کے حوالے کر کے ان پر مختلف تجزیاتی رپورٹیں تیار کرنے اور ان کی بنیاد پر مؤثر منصوبے بنا کر ہم پر مسلط کرنے کا عمل ضلع مانسہرہ کے دوران قادیانہ گاؤں میں ہی نہیں، ملک بھر میں جاری ہے۔ ہسپتالوں سے لے کر اسکولوں تک اور مسجد میں جانے والوں یا مدارس کو عطیہ دینے والوں سے لے کر پارکوں میں درختوں کے نیچے منڈی بجا کر بیٹھنے والے جوار یوں اور نشتیوں تک ہر قسم کی نفسیات اور سوچوں کا رُخ معلوم کرنے کے لیے این جی اوز کی نگرانی میں غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر ڈیٹا جمع کیا جا رہا ہے۔ مختلف سوالنامے، سیمینارز، ورکشاپس اس مقصد کے لیے کیے جا رہے ہیں کہ بلجیم کے دار الحکومت ”برسلز“ میں قائم ڈیٹا انفارمیشن کے عالمی مرکز کو قیام بنایا جائے اور مسلم و غیر مسلم کی تفریق کیے بغیر کرۂ ارض کے باسیوں کو اپنے بس میں لانے کی تدبیر کی جائے۔ سندھ کے پسماندہ دیہات ہوں یا سرحد و پنجاب کے قصبات، دہائی قوتوں کے نمائندے منڈلاتے پھر رہے ہیں اور ہمارا کچا چٹھا ”سیانوں“ تک پہنچا کر ان سے ہدایات ترتیب دلوا رہے ہیں۔ اب بنیادی طور پر یہ ہماری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا نوٹس لے۔ ہمارے بچوں کا خون لے لے کر کیوں ان پر تجربات کیے جا رہے ہیں؟ لیکن حکومت ایسا کر لیتی تو پھر رونہائی کس چیز کا تھا؟ اس نے تو ایسا کرنا نہیں۔ اس کی ترجیحات میں بہت کچھ کرنے کے کام ابھی تھکے تھکیلے ہیں۔ محب وطن جماعتوں، تنظیموں کو دوسرے قومی مسائل کی طرح اس پر توجہ دینی چاہیے کہ ہم کسی کے لیے تختہ مشق نہ بنیں۔ ہم کسی کے لیے لقمہ تر نہ ثابت ہوں ورنہ ہماری جڑوں تک اتر کر حقائق و نفسیات سے واقفیت حاصل کرنیوالی یہ سنڈیاں ہمارے معاشرے کو کٹھن کی طرح چاٹ جائیں گی اور ہمیں خبر ہوتے ہوتے بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

ہندسوں کا فرق اور 2012ء کا مطلب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مفتی ابولبابہ صاحب کی شہرہ آفاق اور مقبول عام کتاب ”دجال“ کی ایک عبارت کے بارے میں سخت تذبذب کا شکار ہوں۔ برائے کرم وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

”دجال“ کتاب کا وہ نسخہ جو ”مکتبۃ الفلاح“ کراچی سے چھپا ہے، اس میں لکھا ہے: ”اس کے بعد ایک ہزار دو سو 90 دن باقی رہ جائیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایک ہزار 3 سو 35 کے اختتام تک پہنچ جائیں گے، لیکن (اے دنیاویال) تم اپنا کام دنیا کے اختتام تک کرتے رہو۔ تمہیں آرام دیا جائے گا۔“ (تورات، ص: 847، ب: 12، آیت: 8-13)

یہی عبارت ”مکتبۃ السعید“ کراچی سے چھپنے والے نسخے میں کچھ یوں ہے: ”اس کے بعد ایک ہزار 2 سو 90 دن باقی رہ جائیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایک ہزار 2 سو 35 کے اختتام تک پہنچ جائیں گے۔“

(i) ان دونوں عبارتوں میں تضاد ہے۔ پہلی میں 1335 ہے دوسری میں 1235 ہے۔

(ii) (i i) دونوں نسخوں میں اس عبارت کے بعد اعداد کچھ یوں لکھے ہوئے ہیں:

” $1290 - 1235 = 45$ “ یہ اعداد دوسرے نسخے کے مطابق ہیں، مگر اس صورت میں جواب 45

نہیں آتا، بلکہ ”55“ آتا ہے۔ براہ کرم صحیح عبارت اور 2012ء کے صحیح مطلب کی نشاندہی

فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

والسلام... عبدالرحمن، اسلام آباد

سپ کے علاوہ اور بہت سے احباب نے اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ پہلی عبارت درست ہے۔ دوسری عبارت میں اعداد غلط لکھ دی گئی ہیں۔ اصل میں یوں لکھنے چاہیے تھے: "1290-1335" اس صورت میں جواب 45 ہی آتا ہے۔ دجال کا نیا ایڈیشن احادیث کی تخریج کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اس میں یہ تصحیح کر دی گئی ہے۔ نیز یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ 2012ء کا سال نہ دجال کے خروج کا ہے نہ اسرائیل کے کلیہ خاتمے کا، بات اتنی ہے کہ اس سال..... ممکنہ طور پر..... دجالی قوتیں اور ان کے آلہ کار دنیا میں کوئی بڑا فتنہ (مثلاً عالمی جنگ، مصنوعی زلزلہ، کائنات کی تسخیر کے لیے کیے گئے سائنسی تجربات کے نتیجے میں طوفان، سیلاب اور غیر معمولی موسمی تغیرات وغیرہ) اس نظریے کے تحت برپا کریں گے کہ جب تک ایسا کوئی عالمی حادثہ نہیں ہوتا اس وقت تک مسیحائے مختصر (دجال اکبر) کا خروج ممکن نہیں ہوگا۔ ایسا کوئی بھی حادثہ..... ان کے زعم کے مطابق..... برائی کی قوتوں کے سرخیل، ملعون اعظم، دجال اکبر کو خروج پر مجبور کر دے گا اور چونکہ اس کے خروج کے بغیر اب معاملہ..... مجاہدین کی قربانیوں کی بدولت..... دجالی قوتوں کے ہاتھ سے ٹکلا جا رہا ہے، اس لیے وہ ایسی کسی بھی کارروائی چاہے وہ (خدا نخواستہ) مسجد اقصیٰ کے انہدام کی شکل میں کیوں نہ ہو، کے لیے بے تاب ہیں۔ مسیحائے مقید (الدجال الاعظم) کے خروج کا وقت قریب لانے کے لیے یہ دجالی قوتیں اپنی راہ میں مزاحمت نبیہ فلسطینی مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ پاگل پن کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ مسجد اقصیٰ کے نیچے سرٹکس کھودنا، نمازیوں کو نماز سے روکنا، اسرائیلی فوجیوں کا جوتوں سمیت مسجد میں گھس جانا اور پرامن نمازیوں کا محاصرہ کر لینا، جنونی یہودیوں کا ہیکل سلیمانی کا سنگ بنیاد رکھنے کی کوشش کرنا..... یہ سب دجال کے خروج کے متعلق اسی یہودی فلسفے کا شاخسانہ ہے جو اوپر ذکر ہوا۔ اس کی کچھ تفصیل '2012ء میں کیا ہوگا؟' کے عنوان سے تحریر کیے گئے ایک جواب اور 'لارڈ

کے تحت کی بنیاد نامی مضمون میں اسی کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس صورتحال کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کو 2012ء کی بحث میں پڑے بغیر شریعت و سنت کی اتباع، جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری اور مظلوم فلسطینی و افغان مسلمانوں کی مدد کے لیے پُر عزم ہو جانا چاہیے۔ اس عاجز کا 2012ء کے حوالے سے حتمی اور آخری پیغام یہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور مطلب نہ لیا جائے، نہ اس عاجز کی طرف منسوب کیا جائے۔

—